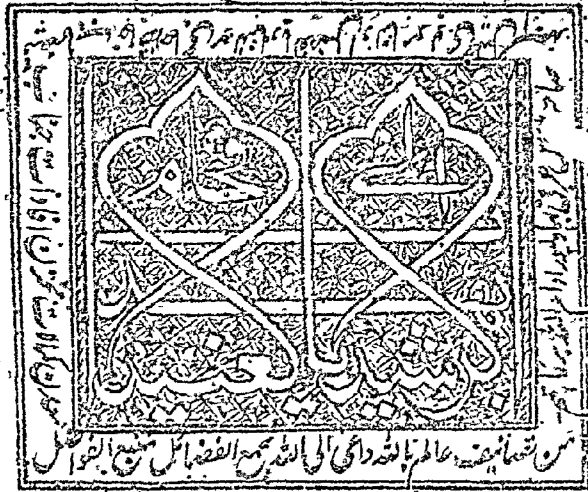
ما شاء الله لا قوة الا بالله

در زمن ایام حمید بفضل کردگار بخشایند رو شیعه بمضامین مفید المسلمی

۱۳۱۲



من تصانیف عالم بالله داعی الی الله مجمع الفضائل منبع الفواضل

بحسن اہتمام حافظ محمد عبد القدوس مالک مطبع قدوسی ۱۳۱۲

در مطبع فاروقی واقع دہلی طبع

فہرست کتاب ہدایۃ الرشید لافحام العنید

التماس ضروری

کافہ اہل سنت و جماعت علمایان پیشوایان دین و ملت و امراء و روساء پشت پناہ اہل اسلام و تاجران ذوی الاقتدار و جملہ خواص و عوام کی خدمت میں التماس ہے کہ تخریب معاندین مذہب دین کی امانت اور شکوک و شبہات مخالفین سے اسکی حمایت و صیانت ہو کر دفتر بڑا اجر عند اللہ تعالیٰ شانہ فرماتا ہے کہ فائدہ واہم اس عصر میں تو اور بھی مخالفین کے فی زمانہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ ہیں جنکا بر خلاف اہل حق کے شیوہ موذیہ گان ایں صحابہ کرام و ازواج امہات المومنین کو سب و شتم و طعن کرنا وطیرہ ہو گیا ہے اگرچہ بعض علماء کرام نے جیسے شیعہ کے رد و ابطال میں جد و جہد کر کے نہایت تصنیف کر کے دیا ہے اور کوئی رسالہ باقی نہیں چھوڑا جسکو طبع نظر آیا ہو تاہم میدان فروع بہت وسیع ہے کہ انکی جزئیات کا حصر و احاطہ دشوار ہے اور اکثر علماء اہل سنت رحمۃ اللہ علیہم نے تو بحالت ... ہیں زمانی اور امانت عدم ... چند مواقع میں بخوبی کو واقع نایاب ہے اور پیش آتا ہے وہ یہ ہے کہ تصنیف کتب مذہبی دستیاب نہیں ہوتے اور جو کتب دستیاب ہوں تو انکو الزام نہیں دیا جا سکتا اور ظاہر ہے کہ ایسی کتب جو دن و ذی سرمایہ کے دشوار ہیں اور وہ ان توجہ امراء ذوی ثروت ممکن نہیں جب ... نے اس وادی میں قدم رکھا اور پہلی مرتبہ میں یہ مانع پیش آیا تو باوجود تلاش و تفتیش کے اہل سنت کے یہاں کتب کا ذخیرہ ... معلوم ہو جس جگہ سے کتابیں لیکر ان کو نقل کیا جاوے آخر بعد تلاش و تجسس بعض کتب مہیا اور بعض ... فراہم ہوئیں لیکن یہ خیال ہوا کہ اگر ایسا ذخیرہ فراہم کیا جاوے جو کتب مذہبی شیعہ کو حاوی ہو تو بہتر ہے چنانچہ اس خیال کے بعد احباب نے تائید کی اور ذخیرہ کتب مذہبی و مناظرہ جلا مخالفین عموماً اور کتب مذہبی مناظرہ شیعہ ...

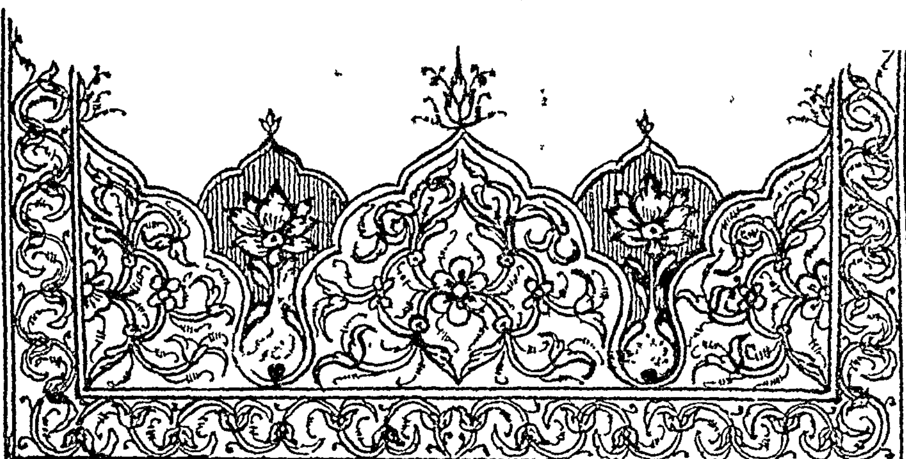
کی طبع میں جو ارباب کرم ...

اور اس کتاب کی ...

اس وقت ... کیا جاوے کہ

امداد فرماویں اور ... کی قرار پائی کہ یہ ذخیرہ کتب کتب خانہ مدرسہ عربی دیوبند میں جو اس وقت میں علوم دین کی تعلیم کے اعتبار سے منبع الانہار ہے اور شہرت کی روشنی آفتاب نصف النہار ہے وغیرہ زیر اہتمام مہتمم مدرسہ موصوف رکھا جاویگا اور جب کافی ذخیرہ فراہم ہو جاویگا تو بعد سالانہ کیفیت مدرسہ اور عام اخبارات کو شائع کر دیا جاویگا کہ اسجگہ فلاں فلاں حضرات کی عنایت و امداد سے ذخیرہ کتب فراہم ہو گیا ہے اہل اسلام میں کسی کو جسکو ضرورت ہو اور کتابوں کا دیکھنا چاہیں وہ مدرسہ موصوف میں دیکھ لے چنانچہ ... کتب اس قسم کی بعد فراغ انشاء اللہ تعالیٰ مدرسہ موصوف میں رہیگا۔ یہ التماس ہے کہ اس امر خیر میں شریک ہو کر دین کی امانت امداد فرماویں سو حضرات اہل علم کتابوں سے امداد فرما سکتے ہیں مثل علماء اور مطابع اور ... کتب کہ وہ کتابوں سے امداد فرماویں یا جو ارباب کرم نقد سے امداد فرما سکتے ہیں مثل رؤساء و امراء وغیرہ کے وہ نقد ... فرماویں۔ اور جن حضرات کے پاس کوئی نایاب قسم کی کتاب ہو اور وہ دینا پسند فرماویں تو ... نقل کر لینے کیواسطے جو عاریت چند روز کے لیے عنایت فرماویں۔ اور جو کچھ عنایت فرماویں یا بحضور جناب مہتمم مدرسہ عربی دیوبند ضلع سہارنپور بھیجیں۔ یا بحضور خدام حضرت مولانا مولوی ابو المکارم ... رشید احمد صاحب ادام اللہ ... بمقام گنگوہ ضلع سہارنپور بھیجیں یا مؤلف رسالہ بندہ خلیل احمد عفی عنہ مدرس عربی مدرسہ ریاست بہاولپور صانہا اللہ عن الفتن والشرور کے پاس ارسال فرماویں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

ملتمس خلیل احمد عفا اللہ عنہ



بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدك حمدا كثيرا طيبا مباركا يا من هو متصف بالمجد والعلو وصفات الكمال ومنزه عن شوب النقائص والقبائح والزوال تنزهت ذاته وتقدست اسمائه وصفاته - لا اله الا هو الكبير المتعال الذي انزل علينا احسن الحديث كتابا متشابها مثاني تقشعر منه الجلود - منه آيات محكمات هن ام الكتاب - يهدي بها الى دار الخلود - قرانا لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد فرقانا بين الحق والباطل ونورا وهدى للناس فالذين كفروا بايات الله لهم عذاب شديد - فاكمل لنا الدين القويم - واتم به نعمه الظاهرة والباطنة علينا وعلى عباده المومنين ونصلي ونسلم عدد خلقه وزنة عرشه ومداد كلماته دائما متواليا على رسوله وخير خلقه سيدنا ومولانا محمد سيد المرسلين خاتم النبيين قائد الغر المحجلين رسول الثقلين امام القبلتين الذي عصمنا عن السبل المتفرقة العوجاء وشرع لنا الشريعة الغراء - وهدانا الملة الحنيفية السمحة السهلة البيضاء - التي ليلها ونهارها سواء - وعلى آله وصحبه العروة الوثقى للمستمسكين ونجوم الهدى للمستهدين خصوصا منهم من قوموا الاود وشدوا العمد وكان مكانهم في الاسلام لعظيم ومصابهم في الاسلام لجرح شديد بشهادة خاتم الخلفاء الراشدين بل كانوا كمثل نوح وابراهيم من النبيين على لسان سيد المرسلين وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الدين - اما بعد

بندہ حافظ الوالبرکات ابراہیم خلیل احمد بن شاہ محمد علی بن شاہ احمد علی بن شاہ قطب علی رحمۃ اللہ علیہم ساکن قصبہ
انبہٹہ ضلع سہارنپور جسکو فخر تلمذ دو دو تین واسطونکے ساتھ حضرت خاتم المحدثین استاد البریہ مولف
تحفۂ اثنا عشریہ سے حاصل ہی ارباب دین و دیانت و فہم و فراست و عقل و کیاست کی خدمات
مین عرض کرتا ہی کہ جو نہایت میں اس عاجز کے اور سید فرزند حسین صاحب شیعی اثنا عشری کی مسائل مختلف
فیہا میں تحریری گفتگو ہو رہی ہی - اوسکا اصلی قصہ یہہ ہی - کہ میرے عنایت فرما میری عنایت احمد
صاحب سلمہ اللہ تعالی اور مولوی ابو الطیب غفر اللہ لہ نے ایک سوال متعلق مسئلہ خلافت محررہ سید
فرزند حسین صاحب جو حسب عادت حضرات شیعہ متضمن کلمات طعن و تعریض آمیز و طعن خیز نسبت صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم و دیگر اکابر اہلسنت رحمۃ اللہ علیہم تہا - بغرض تحریر جواب میری پاس بہیجا قطع
نظر اخلاق و تہذیب کے اوسکے دیکہنی سے معلوم ہوا کہ میر صاحب کو اپنی مذہبی تحریرات کی بہی خبر
نہیں ہے کیونکہ محدثین و مفسرین شیعہ نے ائمہ رضوان اللہ علیہم سے بروایات صحیحہ نقل فرمایا ہی کہ اعدا کی
مثالب بیان کرنا اور انکی نسبت طعن و تعریض کرنا اور سب و شتم کرنا حرام ہے اور اسکا مرتکب ائمہ رضی اللہ عنہم کی زبان مبارک سے
ملعون ہے محمد محسن مرتضی اپنی تفسیر صافی میں زیر آیت ولا تسبوا الذین الخ نقل کرتے ہیں وفی الکافی عنہ

(ای عن الصادق) فی حدیث وایاکم وسب اعداء اللہ حیث یسمعونکم فیسبوا

اللہ عدوا بغیر علم وفی الاعتقادات عنہ انہ قیل انا نری فی المسجد رجلا

یعلن بسب اعدائکم ویسبہم فقال مالہ لعنہ اللہ یعرض بنا قال اللہ تعالی ولا

تسبوا الذین یدعون الآیۃ علاوہ ازین تبرا قبل خروج امام حجاب تقیہ کو رفع کرنا اور مذہب شیعہ کو برملا کہنا دائرہ اسلام
سے خارج ہونا ہی چنانچہ اعتقادات صدوق سے یہہ امر مثل روز روشن ثابت ہی اور روایات مباحث ائمہ میں
بضمن محل مناسب مذکور ہونگی یہہ امر یقینی ہی کہ یہہ جہگڑا اور نزاع جو اسلام کے دو عظیم فرقون میں صدہا

ف کافی میں امام صادق رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں مروی ہی اپنے آپکو بچاؤ اللہ کے دشمنون کو برا کہنی سے کیونکہ وہ تم سے سنکر
اللہ کو برا کہینگے - اپنی جہل و عداوت کی سبب . اور اعتقادات میں امام صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی انکی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ہم دیکہتے
ہیں مسجد میں ہر کو تمہاری دشمنونکو علی الاعلان سب و شتم کرتا ہی فرمایا اوسکو کیا ہوا اللہ لعنت کرے ہم پر تعریض کرتا ہی اللہ تعالی فرماتا ہی مت برا کہو ان لوگون کو الخ

سال سے چلا آتا ہے جسمین باہم دونو فرقون مین ایسا تفرقہ ڈالدیا جیسا کفر و اسلام مین واقع ہے بلکہ اوس سے
بھی کچھہ بڑہکر اوسکا اسطرح طی ہونا ممکن نہین اور میدان مناظرہ تحریری نہایت وسیع ہے ہر ایک
فریق دوسرے کے جواب مین کچھہ نہ کچھہ کہہ سکتا ہے۔ دنیا کی حالاتمین غور کرنے سے معلوم
ہو سکتا ہے کہ اگر بمقابلہ ادیان باطلہ کچھہ لکھے تو وہ بھی جواب دینے سے دریغ نہین کرینگے۔ پھر کوئی
مسئلہ مختلف فیہا ایسا باقی نہین رہا۔ کہ علماء فریقین نے کما حقہ اوسکی بحث و تفتیش و رد و قدح
اوسکی چہان بین نہ کی ہو اور جد و جہد کو اوسکی تحقیقات مین نہایتہ قصوی کو نہ پہنچایا سو یہہ ہی وجہ تھی
کہ علماء اہلسنت نے یہہ عقبات و مراحل طے کر کے استراحت فرمائی ہے اور چندان ضرورت
اسطرف توجہ نہین فرمائی اور شیعہ کی کتابین دیکھنا اور انکی لکھنا اور جدال و مناظرہ متروک کردیا
چنانچہ دوسرے اہل مذاہب باطلہ کیساتہہ بھی یہہ ہی کیفیت ہے اور تمام اہل مذاہب بحمد اللہ تعالی اہلسنت
کالوہا مان گئے ہین جو فرقہ اہلسنت کی مقابل ہوا اوسنے منہہ کی ہی کہائی چنانچہ اہلسنت کے
ان مباحثونکی قصے جو حال مین ہی واقع ہوئے ہین۔ جیساکہ اگرہ کا مباحثہ پادری فنڈر وغیرہ کیساتہہ
اور چاندپور ضلع شاہجہانپور کا معرکۃ الآراء مباحثہ ہنود او عیسائیون کے ساتہہ مثل آفتاب نیم نہار
روشن ہین۔ جسکو مخالفین خود اپنی زبان سے تسلیم کرچکے ہین شعر <u>ترومی تمنا فبہم لہم اعداؤہم</u>
والفضل ماشہدت بہ الاعداء۔ رسالے نہایت اختصار کیساتہہ اس عاجز نے اوسکا جواب لکہا اور بہ
ایجاز کی ساتہہ بجواب مطاعن مذہب اہل التشیع کی شنائع اور علماء شیعہ کی غلطیان بطور نمونہ عرض
کین لو مقصود اس سے یہہ تہا۔ کہ میر صاحب متنبہ ہوجائین اور سمجہہ لین کہ اس چہیڑ چہاڑ سے کچھہ
فایدہ نہین بحول اللہ تعالی نہ اہلسنت کچھہ اپنی مذہب مین بودے اور کم زور ہین۔ نہ مذہب تشیع
کی قبائح و شنائع مخفی و مستور ہین کس برتی پر اہل حق سے چہیڑ چہاڑ شروع کرتے ہین۔ اور مصداق
اس قول کے ہوتے ہین شعر <u>ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد۔ ساعد سیمین خود را رنجہ کرد</u> بحمد اللہ
<u>تعالی تیرہ سو برس سے اہل سنت اور اونکا مذہب</u> حسب وعدہ خداوندی اما مصداق مضمون آیت کریمہ
<u>ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ</u>

ولو کرہ الکافرون[1] عموماً تمام ادیان و مذاہب پر اور خصوصاً مذہب تشیع پر جو ابتداء حدوث سے
سر تقیہ مین مستور و مستتر رہا ہی غالب چلا آیا ہے اور ان شاء اللہ تعالے حسب وعدہ تا قیام قیامت
غالب رہیگا۔ پھر کسکا حوصلہ ہی جو اونسی آنکھ ملاوی۔ لیکن میر صاحب کو بدین وجہ کہ اونکو
اپنی مذہب سی واقفیت نہین ہی صرف مناظرہ کی ہی کتابین دیکھی ہین اور نیز خیال ہی کہ اہلسنت
کتب شیعہ کی دیکھنی کو خود ہی حرام سمجھتی ہین اور اوسی متنفر ہین اور عام طور پر کتابین بھی
دستیاب نہین ہو سکتی جو ہر کسیکو الزام کا موقع میسر ہو اور ہم اہل سنت کے مذہب سے واقف ہین
پس اہلسنت بمقابلہ ہماری کیا جواب دیسکتی ہین۔ تنبیہ نہوا۔ اور برخلاف نصوص آئمہ رضا کے
جنکی تفصیل عنقریب بحاث آئندہ مین مذکور ہوگی آمادہ جدال و مناظرہ ہوئے اور اصل وجہ اسکی
یہہ ہوئی کہ میر صاحب کو دو قسم کی لوگونسی گفتگو اور چھیڑ چھاڑ کا اتفاق ہوا اگر علماسے سلسلہ
چھیڑا تو اونہون نے تو فضول و لغو سمجھکر التفات نہین فرمایا اور عوام ہماری جو اپنے مذہب سے ہی
چندان واقف نہین ہوتے دوسرونکا جواب کیا دیسکتی تہی اسلئی آپکا دماغ عرش برین پر جا پہنچا
اور ہمچو دیگری نیست کا تخیل سر مین سمایا اور اوس مختصر تحریر کے جواب مین جو تقریباً بقدر تین چار
ورق کے ہوگی ایک طومار طویل الذیل لکھکر بواسطہ عزیزان موصوفین بماہ ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ
میری پاس بھیجا۔ اگر اوس تحریر کو معمولی طور پر لکھا جاوے تو تقریباً دس یا بارہ جزو ہون گویا بزعم
خود خصم کو لاجواب کردیا اور میدان مناظرہ جیت لیا مجھکو وہ تحریر سفر کے روا روی مین
جبکہ مین وطن مالوفہ کیطرف عازم تہا اسٹیشن لدہیانہ پر ملی تہی اسلئی ہنگام قیام وطن مین
اوسکو دیکھ بھی نہین سکا اور جب مع الخیر بہاولپور اپنے وطن اقامت کیطرف مراجعت کی تو وقت
اوسکو تامل کی نظر سی دیکھا بالتہ التعظیم مین باوجود اپنی ہیچمدانی کی اوس تحریر کو ہرگز اس لائق
نہین سمجھتا کہ علماء اوسکی طرف التفات فرمائین چہ جائیکہ اوسکو قابل جواب سمجھا جاوے اور دل
نہ چاہتا تہا کہ اوسکے جواب پر قلم اوٹھایا جاوے چنانچہ اس امر کی تصدیق ابہی ہوا چاہتی ہی لیکن

[1] وہ وہی ذات ہی جسنی بھیجا اپنی رسول کو ہدایت اور دین حق سمیت تاکہ غالب کری اوسکو تمام ادیان پر گرچہ برا لگے کافرون کو ۔۱۲

پھر پھری وہی عزیز تحریر جواب الجواب پر مصر اور دراشگیر ہوئے اور فرمایا کہ اگر اسکا جواب لکھا جائیگا
تو حضرت میر صاحب کا تکبر اور بھی دوبالا ہوگا اور انکا وہی خیال خام پختہ ہو جائیگا ان حضرات کا اصرار
تو تھا ہی علاوہ اسکی حضرت دستگیر درماندگان بادیہ ضلالت رہنما ہی گمرہان وادی جہالت شمس العارفین
بدر الکاملین الفقیہ الکامل والمحدث البارع المفسر الزاہد شیخی و مرشدی وسیدی وسندی و ذخیرتی لیومی
وانجد مولائی و مولی العالم مولانا الحافظ الحاج جناب مولوی رشید احمد صاحب دام اللہ ظلال برکاتہم علے
رؤس المسترشدین نے بھی بنظر بعض مصالح وقت جواب الجواب لکھنے کی نسبت ارشاد فرمایا کہ تحریر علاوہ ان
تو تحریر از فرمایا۔ بندہ نے بتعمیل ارشاد حضرت مخدوم دامت برکاتہم جواب الجواب لکھنے کا تہیہ کیا
اور کتب اہلسنت شیعہ داہم کتب اور انکو مطالعہ کرکے کچھ کچھ لکھنا شروع کیا۔ لیکن بعض موانع کی وجہ
سے چندی پابندی وقت اور التزام میسر نہوا۔ جب اسطرح اس رسالہ کی چند اجزا لکھہ چکا تو بذریعہ عام اخبارات
اور خاص تحریروں کی معلوم ہوا کہ ایک عام جلسہ لدھیانہ مین جعفر خان صاحب شیعہ کے مکان پر
منعقد ہوا اور اسمین فیما بین مولوی مشتاق احمد صاحب سلمہ انبہٹوی وغیرہ اہلسنت اور میر فرزند حسین
صاحب وغیرہ اہل تشیع کے علے الاعلان زبانی مباحثہ ہوا جسمین حسب وعدہ صادقہ خداوندی زمرہ
اہل حق غالب آیا۔ اور فرقہ اہل تشیع میر فرزند حسین صاحب وغیرہ علی رؤس الاشہاد ساکت و مفحم ہوئی
میر صاحب وغیرہ کیطرفسے سوال ثبوت حقیت خلافت افضل التصدیقین تہا۔ جسکو مولوی مشتاق احمد صاحب سلمہ
نے آیت نور سے مثل آفتاب نورانی کر کی دکہلادیا اور مولوی مشتاق احمد صاحب وغیرہ کیطرفسے سوال
ثبوت عصمت ائمہ کا تہا جو حضرت میر صاحب سے بن نہ آیا۔ وکیف کہ [1] الحق یعلو ولا یعلی

ابطال عصمت ائمہ

ارشاد ہی اور وعدہ ہے۔ بل نقذف بالحق علے الباطل فیدمغہ فاذا ہو زاہق [2]
حضرات شیعہ کی عصمت کی نسبت دعوی محض خیالی پلاؤ ہے جسکی نہ کتاب اللہ تعالی مساعد ہے
نہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و اقوال ائمہ کرام مثبت و مؤید۔ سبحان اللہ حضرات شیعہ کے

---

[1] سچی بات اونچی رہتی ہے نیچے نہین ہوتے۔ [2] بلکہ پھینکتے ہین ہم حق کو اوپر باطل کے
بس توڑتا ہے سر اوسکا پس ناگہان وہ فنا ہو جاتا ہے ۔۔ ۱۲

محدثین و مفسرین خود بھی ائمہ کی نسبت انہی روایت کرتے ہین کہ آیت + اِنَّ الَّذِیْنَ
یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی
الْکِتٰبِ اونہی کی شان مین نازل ہوئی ہے اور نیز اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ
سے بھی ائمہ ہی مراد ہین چنانچہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی باب کتمان علم مین ان روایات کے
تخریج کی ہے جس سے معاذ اللہ اونکا کاتمین حق اور انکی دشمنو کا ملعون ہونا ظاہر و باہر ہوتا ہے اور خود
بھی اونکی عصمت کے بھی مدعی ہین یہ خیال کرنے کی جگہہ ہی کہ معصومیت اور ملعونیت یعنی چہ
الغرض بعد سیاحت کی یہی خیال کیا کہ مکرمی میر جی عنایت احمد صاحب سلمہ کا جو مدعا تحریر جواب سے تہا
وہ باحسن وجوہ حاصل ہو گیا۔ اب کچہہ حاجت نہین رہی۔ کہ میر صاحب کی جواب الجواب لکھنی مین تضییع
اوقات کیجاوے۔ چنانچہ حضرت مخدوم و دام برکاتہم کی خدمت مین یہی خیال بایک عرضداشت
لکھی جسکا خلاصہ مدعا یہہ تہا۔ کہ اس رسالہ کی تحریر سے جو مقصود تہا وہ زبانی مناظرہ سے حاصل ہو گیا
پہر علاوہ حرج اوقات اور اخلال و اہمال مشاغل دینیہ کی اس تحریر مین کلمات متضمن سوء ادب
بجناب بزرگان دین بمجبوری قلم سے نکلتی ہین۔ اگرچہ اونکا صادر ہونا محض الزاماً یا نقلاً شیعہ
کی روایات و مذہب سے ہی اور اعتقاد دلی سے نہین بلکہ دلی انکو نہایت مکروہ اور بد جانتا ہون اگر اجازت
ہو تو اس تحریر کو موقوف و ملتوی کردون بجواب اوسکی حضرت مخدوم و دامت برکاتہم نے ارقام فرمایا
جسکا حاصل یہہ ہے کہ جو کام للہی طور پر شروع کر دیا گیا ہی اوسکا اتمام کو پہنچانا ہی مناسب ہی

ا؎ تحقیق جو لوگ کہ چہپاتے ہین جو کچہہ کہ اتارا ہمنی نشانیون اور ہدایت سے پیچہے اسکی کہ بیان کیا ہمنی اوسکو واسطی لوگون کی بیچ کتاب کے یہہ لوگ
لعنت کرتا ہی انکو اللہ اور لعنت کرتے ہین انکو لعنت کرنیوالے۔ وعن حمران عن ابی جعفر علیہ السلام فی قول اللہ
ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب یعنی بذلک نحن واللہ المستعان۔ عن ابن ابی عمیر عن ذکرہ عن
ابی عبد اللہ علیہ السلام ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی فی علی علیہ السلام ۱۲۔ عن عبد اللہ بن بکیر عن حمران عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
فی قولہ اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون قال نحن ہم —
تنبیہ اسکی پوری تحقیق اور علامہ مجلسی جو کچہہ اسکی تاویل فرمائی ہے اوسکا جواب مباحث آئندہ مین مفصل مذکور ہی ۱۲ عنہ منہ

ناتمام چھوڑنا مناسب نہین اور جس کام کی ابتدا بنیک نیتی کی ساتھہ بغرض حمایت اسلام کی گئی ہی
اوسکا انجام بخیر ہے اس تحریر کو پورا کر دینا ہی مناسب ہی حضرت مخدوم دامت ظلال
برکاتہم کے اس ارشاد سی جب معلوم ہوا کہ امر تحریر بطور عزیمت ہی نہ بطور رخصت اور تحریر
جوابی کوئی چارہ نہین اوسوقت سی کمر ہمت چست باندھکر بالتزام خارج از اوقات مدرسہ
لکھنا شروع کیا۔ ہرچند کہ اس ہیچمدان ضعیف و ناتوان کی قدرت و استطاعت سی اس تحریر کا
لکہا جانا باوجود تنہائی و مشاغل کثیرہ کی دشوار بلکہ خارج تہا۔ لیکن محض حق تعالے شانہ کے
فضل و کرم نے دستگیری فرمائی۔ جو کچھہ امداد و اعانت خداوند تعالی شانہ کیطرف سی اس جواب
کی لکھنی مین اس عاجز و ناتوان کے شامل حال ہوئی۔ اوسکے بیان سی قلم و زبان قاصر و کوتاہ
ہین۔ کتب شیعہ کا دستیاب ہونا اس عاجز کی استطاعت سی خارج تہا۔ مگر محض بفضل خداوند
تعالے کتب بقدر ضرورت میسر و فراہم ہوگئین۔ روایات محتاج الیہا جنکا کتب مبسوطہ مین سی
برآمد ہونا غایت تفحص اور نہایت تلاش و تجسس پر منحصر تہا وہ بلا کلفت و تلاش و مشقت تتبع ملگئین
یہہ محض اوسی کی امداد سے ہے مضامین متعلقہ اوسی طرف سی ذہن مین وارد ہوے۔ یہہ ہی وجہہ ہی کہ
اس تحریر مین کسی شخص سی استعانت کی ضرورت واقع نہین ہوئی۔ اور وقت التزام سے تقریبا
سات ماہ مین بفضلہ تعالے اختتام کو پہونچ گئی اللھم[1] لا احصی ثناء علیک انت
کما اثنیت علی نفسک اور یہہ سب حضرت مخدوم دامت برکاتہم کی برکات دعوات اور توجہات کا طفیل
ہی ورنہ من کہا نین اور کہان یہہ نکہت گل نسیم صبح تیری مہربانی۔ حق جل و علا شانہ حضرت
مخدوم کے علم مین اور عمل مین دین مین اور دنیا مین برکت عطا فرماوی۔ اور مراتب قرب پر متصاعد
رکھی اور عالم کو اونکی انوار فیضان سی منور رکھی اور اس عاجز کو اور تمام دوستونکو اونکی جماعت مین محشور
فرماوی۔ اللھم آمین۔ ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔ ولما یسر اللہ تعالے علی اتمامہ
وقوفت عن اختتام ختامہ جعلتہ بضاعۃ مزجاۃ وہدیۃ محقرۃ ہداۃ لحضرت مولائی و مرشدی و سیلۃ

[1] الہی مین تیری ثنا کا احصا نہین کرسکتا ہون کیونکہ تو ویسا ہی ہو جیسا کہ تو نے اپنے تعریف آپ کی ہے۔

یومی وعندی اشنع اللہ علیہ اللطیفۃ الخفی والجلی وتوسلت بہ الی خدمتہ لیکون وسیلۃ لنجاتی۔ وکفیلۃ
لرفع درجاتی۔ فالمرجو من اللطف ذالکریمۃ ان یاخذ بید ہذا المذنب الجانی یوم تنزل فیہ الاقدام
ولا ینال یوم الفزع الاکبر یوم تزیغ فیہ القلوب وتذوب الاجسام ولما کان التالیفہ علی
ذوق اہل الرشد وصیغتہ علی حسب ارشادہ سمیتہ مورخا بہدایات الرشید الی
افحام العنید۔ ناظرین اہل انصاف وتمکین کی خدمات مین التماس ہے کہ بہنگام ملاحظہ
تحریر ہذا الجواب مقدمہ چند امور ملحوظ خاطر رکہین —

التماس ضروری بخدمت ناظرین

اوّل ناظرین رسالہ اس رسالہ مین اگر کوئی کلمہ ناشائستہ وناسزا بالنسبت جناب خداوند علام
یا بالنسبت شان انبیاء ورسل علیہم الصلٰوۃ والسلام یا بالنسبت حضرات ائمہ ودیگر اہل بیت کرام
یا صحابہ عظام وغیرہ بزرگان کے ملاحظہ فرماوین۔ تو اوسکو اس عاجز کے عقیدہ پر محمول
نفرماوین۔ اور یہ نسمجہین کہ بندہ نے یہہ کلمہ اپنی اعتقاد سے لکہا ہی حاشا وکلا میرا ہرگز ہرگز
یہ عقیدہ نہین کہ امین سے کسیکی شان مین خلاف تعظیم وادب کوئی کلمہ جائز ومباح سمجہا جاوے
بلکہ قطعی کفر اور حرام اعتقاد کرتا ہون۔ فرق اسلامیہ مین سے کوئی فرقہ ایسا نہین کہ جناب
جناب خداوندی وانبیاء ورسل کے وجوب تعظیم مین کلام ہو۔ سوای بعض فرق شیعہ کے یا بعض
مرویات امامیہ اثنا عشریہ کے کہ یہہ صحابہ واہلبیت کے تعظیم وتوقیر مین شیعہ وخوارج خذلہم اللہ کو غایت درجہ شغف ہی
کہ شیعہ صحابہ کرام کی اہانت کو واجب اور تفسیق وتکفیر کو فرض اعتقاد کرتے ہین۔ اور خوارج خذلہم اللہ اہلبیت کے ازالہ تذلیل کو واجب اور
تفضیل کو فرض اعتقاد کرتے ہین لیکن ہم معتبر اہل السنۃ والجماعۃ عموما اپنی اعتقاد مین جیسی اپنی نبی کے اہل بیت نبوت کی محبت
اور تعظیم کو ایسا ہی واجب اور جزو اسلام اعتقاد کرتے ہین جیسا کہ صحابہ کی محبت وتعظیم
کو واجب اعتقاد کرتے ہین۔ اور انکی جناب مین گستاخی کو ایسا ہی حرام اور ناجائز سمجہتے
ہین جیسا کہ صحابہ کرام کی جناب مین گستاخی کو۔ غرض شیعہ وخوارج کو اس باب مین اپنی اعتقاد
کی میزان کے دو نو پلہ مین برابر وزن کرتے ہین۔ لیکن چونکہ اس رسالہ مین شیعہ کو
انکی روایات سے الزام دینا مقصود ہے۔ اسلئی ہر انکی مثل مشہور نقل کفر کفر نباشد اس قسم کا

جو کلمہ قلم سے لکھا گیا ہی وہ مذہب شیعہ کی مطابق ہی کہ یہی مضمون اونکی روایات سے بدلالت
مطابقی یا التزامی ثابت ہوتا ہی مثلاً حضرت ابوالانبیا آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا
نعوذ باللہ کفر مین ابلیس لعین کے برابر بلکہ دو چند اور سہ چند ہونا۔ حضرات شیعہ کی روایات
سے لکھا گیا ہی علاوہ اسکی اور انبیاء کی نسبت خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کرنا۔ ائمہ کا قرآن مجید
کی توہین و تذلیل کرنا اور اوسمین وقوع تحریف و تبدیل ائمہ کا فرمانا جناب فاطمہ رضی اللہ
عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کو دشنام دہی اور سب وشتم کرنا۔ اور اونکا فساق و فجار کے
مجمع مین تشریف لیجانا۔ جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کا عام مسلمانون کے حقوق مین ناجائز
تصرف و خیانت کرنا۔ جناب ام کلثوم رضی اللہ عنہا صاحبزادی جناب امیر و فاطمہ الزہرا
رضی اللہ عنہما کی دشمنونکی دامن پاک کو فحش کی نجاست سے ملوث کرنا وغیرہا اس
قسم کی سب کفریات اور خرافات حضرات شیعہ کی مذہبی روایات سے باوجود کراہت و استنکار
طبع بطور الزام لکھی گئی ہین۔ ناظرین رسالہ اس جنس کے کفریات اس رسالہ مین دیکھکر حیین
بجبین ہون۔ اور بندہ کو معاف و معذور فرمائین مین بہزار زبان او رصمیم فواد و جنان سے ان
کفریات سے تبری و تحاشی کرتا ہون۔

دوم۔ میر زند حسین صاحب نے اپنی پہلی تحریر مین تحریر فرمایا تہا کہ ہماری مقابلہ مین جو عبائر تحریر
فرماوین بچشم خود دیکہ لکہین۔ تحفہ وغیرہ کی بہروسے پر نہ ہین۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہی۔
کہ حضرت میر صاحب نے تو ضرور ہی اسکا التزام فرما رکہا ہی کہ جو عبارت کتب خصم سے نقل کرتے
ہین وہ چشم دید ہوتی ہی۔ چنانچہ بندہ نے حکم کی تعمیل کی اور اوسکے جواب مین جو روایت
لکہی وہ چشم دید لکھی۔ اور نیز دائرہ نقل روایات کو وسیع کردیا اور عرض کیا کہ جب روایات صحیح الماخذ
اور غیر صحیح الماخذ ہر ایک فریق نے دوسری فریق سے نقل کی ہین تو اس صورت مین اسقدر
کافی ہی کہ جس کتاب سے اوس روایت کو نقل کیا۔ ہماری اوسکا حوالہ دیا جاوی اصل ماخوذ منہ سے
نقل کرنا کچہہ ضرور نہین۔ ہان اگر خصم کسی روایت کی نسبت صحت نقل کا انکار کری اور لکھی کہ

یہہ روایت کذب و دروغ ناقل ہی - تو اوسوقت اوس روایت کی صحت نقل کا ثابت کرنا کتب معتبرہ
مذہب خصم سی لازم ہوگا - باوجود اوس دعوی کے جو میر صاحب نے فرمایا اور باوجود اوس تو سیع کے
جو بندہ نے عرض کی میر صاحب نے نقل روایات مین قطع نظر التزام حوالہ کتب خصوصًا معتبرات کے
صحت نقل کو بھی ملحوظ خاطر نہین کہا - بلکہ بمقتضاء تدین اِدعائی روایت کے الفاظ مین حسب دلخواہ
مطلب مسخ و تحریف فرمائی - مقدمہ نکاح حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا مین ایک روایت
فتح الباری سی لکھی ہے جسکی خاتمہ کی الفاظ یہہ ہین لم یکن یقبل منہ
ذلك العذر حتی الحیاۃ ختم روایت پر کوئی حوالہ نہین دیا جس سی خیال کیا جاسکتا ہی
کہ شاید آپنے فتح الباری سی ہی بلا واسطہ نقل کی ہوگی - حالانکہ فتح الباری مین اس
روائت کا کہین نام و نشان نہین ملا - اگر آپنے فتح الباری سی نقل کی ہی تو فرمائین کہ فتح الباری
مین یہہ روایت کس باب مین کس صفحہ پر مذکور ہی - اور نیز تفسیر معالم التنزیل سے لکہا ہی کہ انبیا
مین سی ایک نبی نے بت خانہ مین جانا اور کفار کی عبادت مین شریک ہونا دین حق
کی ترویج کی لئی اختیار فرمایا یہہ بہی محض دروغ ہی - تفسیر معالم التنزیل سے بحوالہ نہہ
ایک روایت نقل کے جس سی آپکو اہل حق کے مذہب پر کلام مجید مین تحریف کا واقع ہونا
ثابت کرنا منظور ہی اوسکی آخر کا یہہ جملہ لکھا ہی - وقال عثمان رضی اللہ عنہ فی
المصحف لحنا وستقیمہ العرب بالسنتہا در ترجمہ اسکا اسطرح کیا ہی کہ عثمان رضی اللہ عنہ
نی کہا کہ قران مین لحن درستقیمہ العرب ہی یہہ لفظ سینے وستقیمہ العرب بالسنتہا محض حضرت
میر صاحب یا اونکی بزرگ کشمیری صاحب صاحب نزہہ کا مسخ اور تحریف کیا ہوا ہی حاشا
کہ کسی روایت مین یہہ لفظ ہو بلکہ فی الاصل یہہ لفظ اسطرح مروی ہے وستقیمہ العرب
بالسنتہا - ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا - لیکن ہمنی جسقدر اس رسالہ مین روایات
لکھی ہین حسب قرار داد اکثر اہل تشیع کی کتب معتبرہ سی تلاش کرکے چشم دید لکھی ہین

سے اوسکا یہہ عذر قبول نہین کیا یہانتک کہ اوسکو مجبور کردیا - ۱۲

اور جس جگہہ کوئی روایت بالواسطہ نقل کی ہی وہان حوالہ بھی دیدیا ہی جس مضمون مین متعدد روایات نقل کی ہین ۔ اور جگہہ اگر کچھہ روایات بالواسطہ نقل کی ہین تو دو ایک وہین چشم دید بھی لکھی ہین ۔ پھر باوجود اسکے اگر کسی جگہہ خلاف معاہدہ ناظرین کوئی ایسا امر ملاحظہ فرماوین جو سہواً واقع ہوا ہو تو بندہ کو معذور سمجھین کہ جناب میر صاحب پہلے اس معاہدہ کو توڑ چکے ہین ۔ والبادی اظلم ۔

سوم ۔ حضرت میر صاحب نے اپنی تحریر کی مواقع مختلفہ مین اپنی اخلاق و تہذیب و شائستگی پر افتخار و ناز فرمایا ہے باینہمہ ادعای تہذیب حضرت نے اسی تحریر مین بمقتضای اپنے ادعای اخلاق و تہذیب کے تعریضات و مطاعن بھی کہین دریغ نہین فرمایا بلکہ کوئی دقیقہ بد تہذیبی کا اوٹھا نہین رکھا کیونکہ فحش اور گالیون تک نہین چوکے باوجود اسکے بندہ نے ایسی کلمات کی جواب ترکی بہ ترکی سے دانستہ اغماض و اعراض اختیار کیا ہی اور التزام کیا ہی کہ انشاء اللہ تعالے کوئی کلمہ خلاف تہذیب طعن و تشنیع کے دانستہ نہین لکھیگا ۔ اور اگر اتفاقاً کوئی کلمہ نادانستہ سبقت قلم سے نکل گیا جسکی نسبت بندہ نے یہہ خیال کیا ہو کہ گران بار خاطر سامی ہوگا تو بندہ اوسکی نسبت نہایت عاجزی کے ساتھہ معافی کا خواہان ہے ۔ کہ میرا مقصود کسیکا دل دکھانا نہین ہی بلکہ خود میر صاحب نے آخر تحریر مین گویا میری طرف سے فرمادیا ہی کہ مباحثہ مذہبی مین احقاق حق و ابطال باطل کے لیئے ایسی الفاظ بولے اور لکھے جاتے ہین ۔ جو ناگوار سمع مخاطب ہون پھر اگر سہواً ایسا کوئی کلمہ نادانستہ میری زبان و قلم سے نکل گیا ہو تو وہ بھی واجب العفو ہی ۔

چہارم ۔ تحریر جواب الجواب کی بارہ مین حضرت میر صاحب کی یہہ فرمایش تہی کہ جواب الجواب بحذف و اسقاط عبارات اصل جواب یا قولہ کے طور سے ملتقطاً نہ لکہا جاوے بلکہ پوری پوری عبارتین جواب کی لیکر تردید کیجاوے چنانچہ حسب فرمایش میر صاحب بندہ نے پوری پوری عبارتین اور جملے لیکر تردید کی ہے کہین کوئے عبارت نہین چہوڑی ۔

جسکا جواب نہ لکہا ہو۔ اور جواب الجواب مین جسکو لیکر تردید نہ کی ہو مگر جو عبارت میر صاحب نے
شروع تحریر مین بطور تمہید کے لکہی ہی اوسکی تمام عبارت نقل کر کے تردید کرنا تطویل لاطائل
او فضول و لاحاصل سمجہا اسلئی اوسمین سی تہوڑی تہوڑی عبارت نقل کر کے تردید کی ہی
اور بعض ترجمہ روایات ہی جو میر صاحب نے تحریر مین درج کیا تہا۔ مین نے بخوف اضخام جواب الجواب
مین اونکو اخذ نہین کیا صرف اصل عبارت کی نقل پر اکتفا کیا ہے۔

پنجم۔ چونکہ بعض مضامین میر صاحب کی تحریر مین مکرر سہ کرر واقع ہوئی ہین اور اونکی جواب
مین جب ہر جگہ کی عبارت نقل کی ہی تو تیجہ پہ تیجہ لکہا ہی اگرچہ ہر موقع مین حتی الوسع طرز
جدید اور جدید مضامین کو ملحوظ خاطر رکہا ہی مگر تاہم بعض مضامین مکرر واقع ہوئی ہونگے
پس ناظرین دقیقہ شناس دلتنگ نہون اور مجکو معاف فرماوین۔

ششم۔ میر صاحب نے بندہ کی عبارت کو اپنی جواب مین مختلف عنوان سی لیکر جواب تحریر
فرمایا ہی کہین کہین بندہ کی عبارت کو بعنوان لفظ قال تعبیر کیا ہی اور اکثر جگہ لفظ قولہ
کی ساتہہ عبارت کو اخذ کیا ہی یہہ ہی وجہ ہی کہ جس جگہ بندہ کی تحریر مین ہی لفظ قولہ
لکہا ہوا تہا اوسجگہ میر صاحب نے اپنی تحریر مین قولہ قولہ مکرر لکہا ہی جو ذوق سلیم کی نزدیک
مستکرہ و مستقبح ہی۔ اسلئی بندہ نے باندیشہ خلط و التباس عبارت نقل عبارت
مین یہہ قاعدہ مقرر کیا ہی کہ جس جگہ میر صاحب نے بندہ کی کلام کو لفظ قال یا قولہ سی
شروع کیا ہی بندہ نے اوسکے نقل مین اوسکی عنوان پر لفظ **قال الفاضل المجیب**
بخط نستعلیق بقلم جلی لکہا ہی اور اوسکے بعد اپنی عبارت سابقہ اور میر صاحب کی جواب کا
جملہ بقدر ضرورت نقل کر کے اوسکی تردید کو بلفظ **یقول العبد الفقیر الی مولاہ**
سی شروع کیا ہی جو بخط نستعلیق جلی ہی اور اس درمیان مین جو لفظ قال یا قولہ یا اقول
میر صاحب کی تحریر کا ہی اوسکو بخط نستعلیق باریک لکہا ہی پہر اس جواب کی جسقدر جملی
باقیماندہ ہین اونکو لفظ قولہ خط نسخ نہ جلی سے اور اونکی تردید لفظ اقول نسخ جلی سے

شروع کی گئی ہی یہانتک کہ میر صاحب کا دوسرا قول شروع ہوا اور میر صاحب کی تمہید کی تردید مین چونکہ اندیشہ خلط والتباس نہ تہا اور تحریر بہی بنظر اختصار چند اقوال ملتقطہ پر کی گئی تہی اسلئی نقل عبارت میر صاحب معنون بلفظ قولہٗ نسخ جلی کی گئی اور اوسکی تردید اسیطرح بلفظ اقول شروع کی گئی ناظرین ہنگام ملاحظہ ملحوظ خاطر رکہین۔

ہفتم۔ میر صاحب نے اپنی تحریر کو دو تین ورق جواب تحریر مولوی پیر محمد خانصاحب سلمہٗ اور جواب تحریر کسی دوسرے شخص کے ساتہہ جسکو شاید وہ اس عاجز کی تحریر سمجہی ہونگی ذیل و مذیب فرمایا شاید اس سے یہہ غرض ہو کہ اسکا جواب بہی بندہ ہی لکہی لیکن چونکہ اونکے اکثر مضامین کی تردید اس رسالہ مین گذر چکی تہی اور تحریر بہی طویل ہو گئی تہی اسلئی بندہ نے بنظر اختصار اوسکے بعض اقوال پر گفتگو کی اور باقی کو ماسبق پر حوالہ کر دیا۔ واٰنا اشرع فی المرام مستعینا بالملک العلام وہو حسبی ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ؎

تردید تمہید

قولہٗ جواب سے پہلے مباحثہ کا اصلی حال لکہا جاتا ہے۔ الخ اقول یہہ قصہ تو خدا جانے کہان تک صحیح ہی۔ لیکن علماء اور دُعات شیعہ کا عام قاعدہ ہی کہ جہانتک دسترس اور موقع پاتے ہین۔ ضعفاء اہلسنت سے اختلاط کر کے مذہبی چہیڑ چہاڑ کرتے ہین۔ اور چکنی چپڑی باتین بنا کر اپنے مذہب کیطرف رغبت دلاتے ہین اور دعوت کرتے ہین۔ قطع نظر اس سے کہ یہہ وتیرہ حضرات شیعہ کا اونکی مذہبی روایات منقولہ بحار الانوار وغیرہ کے رو سے جائز ہے یا ناجائز انشاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ تکلف نہین کریگا۔ چنانچہ اسی قضیہ کلیہ کے مطابق ہمارے میر صاحب نے بہی مکرمی مرجعی جناب حافظ احمد صاحب قدوسی گنگوہی کے ساتہہ یہہ ہی چال چلی۔ لیکن چونکہ میر جی صاحب موصوف کو مذہبی تحقیقات مین حضرت مخدوم العالم مولانا ومرشدنا مولوی

رشید احمد صاحب گنگوہی دام برکاتہم اور اونکے تلامذہ و خدام کی ایک مضبوط پشت پناہ
حاصل تھی پہلی پیرجی صاحب نے میر صاحب سے مقابلہ کیا اور اونکو جواب دیئے اور اونکے
چالونکو اور پیچونکو کاٹا پس میر صاحب کا یہہ فرمانا کہ پیرجی صاحب خود اس امر کی بادی ہوے
ظاہر اغلاط اور کذب معلوم ہوتا ہے کیونکہ پہلے اس سے لکھا ہے کہ اونکو مباحثہ مذہبی کا
شوق ہوا جس سے ظاہر ہے کہ پیرجی صاحب کو پہلے سے شوق مباحثہ نہ تہا اور اب
میر صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا ہے پہر معلوم نہین یہہ شوق کیونکر پیدا ہوا اور
کس امر سے ناشی ہوا ظاہر بجز اسکے کہ میر صاحب کی چھیڑ چھاڑ سے پیرجی صاحب کو
یہہ شوق مناظرہ پیدا ہوا اور کوئی قریب احتمال نہین ہی کیونکہ اول عموماً اہلسنت کو
مناظرہ کیطرف توجہ نہین ہوتی ہے علی الخصوص پیرجی صاحب تو علوم مروجہ عقلیہ
و نقلیہ سے ہی کچھہ ایسی واقف نہین ہین جو اونکو خود بخود بیٹھے بٹھائے شوق مناظرہ
پیدا ہوا اور خود اس امر کی بادی ہون - جب آپ باوجود مخالفت مذہب کے اونکا اتحاد قلبی
اپنی ساتھہ خیال کرتے ہین تو ممکن نہین کہ آپ نے حسب عادت دینی مذہبی چھیڑ چھاڑ نہ کی ہو،
اور اونکو اپنے مذہب کیطرف دعوت نہ فرمائی ہو پہر اس بنا پر اگر پیرجی صاحب نے آیت
استخلاف لکھکر آپ سے جواب چاہا ہو تو وہ بادی مناظرہ نہین ہو سکتے اور انپر لفظ بادی
کا اطلاق غلط اور خلاف واقع ہے - باقی رہا یہہ جو آپ فرماتی ہین کہ آخر مین جو میری
تحریر گئی تو تمام علماء لدہیانہ نے اوسکے جواب سے پہلو تہی کی - اور عقب گذاری کے لئی
حیلے و بہانے پیدا کئے ہر چند آپ نے اونکے حیلے قطع کئے - لیکن بزعم آپکے کسی مین
جرات نہوئی کہ آپکا جواب لکھتا یا آپکی مناظرہ کا قصد کرتا - یہہ محض آپکی لن ترانیان مین
جو آپکی مجلس مع قلب و دماغ مین سمائی ہوئی مین - ورنہ فی الحقیقت ہر شخص آپکی تحریر
کو دیکھکر معلوم کرسکتا ہی کہ آپکی زبانی دعوے نکو نفس الامر اور واقع کی مطابقت سے کچھہ
آشنائی نہین اور یہہ دعاوی بالکل خلاف واقع ہین چنانچہ اس تحریر کے دیکھنے سے

جسکے رد و قدح کے پیدہ در پے ہے اور میر صاحب کا مایہ ناز و افتخار ہی میری اس گذارش
کی بخوبی تصدیق ہو سکتی ہے مگر ہان یہہ مسلم کہ علماء لدہیانہ نے اغماض اعراض
جواب سے فرمایا ہوگا اور جواب نہ پایا ہوگا لیکن اونکے اعراض کا محمل یہہ نہین ہے کہ جو میر صاحب
نے گمان فرمایا بلکہ اونہون نے اسوجہہ سے جواب نہ دیا ہوگا کہ آپکو قابل خطاب اور آپکی تحریر کو قابل جواب
نہ سمجھا ہوگا - ورنہ خود ہی اول آپ فرماتے ہین کہ علما فریقین نے کوئی دقیقہ تحقیقات
مسایل مین باقی نہین رکہا اور آپ ہی کا مقولہ ہے کہ باب تاویل ایسا واسع ہے جو
ہر جگہہ جاری ہو سکتا ہی - پہر کیا کوئی عاقل باور کر سکتا ہی کہ علماء لدہیانہ کوئی
مضمون جواب اپنی علما سے ہی نقل نہین کر سکتے تھے یا کوئی تاویل ہی پیدا
نہین کر سکتے تھے حاشا وکلا پہر بعد اس دعا کی یہہ کسر نفسی اور تواضع فرمانا
کہ میر جی صاحب کی طرف سے درباب تحریر سوال اصرار اور اپکی طرف سے مدافعت اور عذر و
انکار ہوا طرفہ تماشا ہے - اول تو میر جی صاحب کو جب بجواب آخری تحریر سامی علماء
لدہیانہ کی سکوت سے غیرت و شرم آئی تھی تو تجدید سوال کے مطالبہ کی کیا ضرورت تھی
اور مدافعت کی اپکی جانب سے کیا حاجت وہی آخری تحریر سامی جسکے جواب سے بزعم جناب
علما لدہیانہ عاجز ہو چکی تھے دوسری علماء کے پاس پہنچ گئی اور اونہی جواب لینے کے
واسطے کافی تھے اور آپکو بہی گنجایش تہی کہ فرماتے جس تحریر سے علماء لدہیانہ ساکت
ہو چکے ہین اوسکا جواب دوسری علما سے لینا چاہیے مگر یہہ کہ شاید آپکو خیال ہوگا کہ
دوسری علما ہی ایسے عذر حیلہ مثل علماء لدہیانہ کرین - اور بدین وجہ جواب دہی سے ہی
عقب گذاری کرین کہ اس مباحثہ کی ابتدا ہی صحیح نہین سلئے آپ تحریر سوال پر آمادہ
ہوئی لیکن یہہ تو آپکا عین مدعا تہا - اور ظاہر ہی کہ پہلی تحریر مین ہی مسئلہ امامت ہی
مین تہین اور یہہ سوال جدید ہی امامت ہی مین لکہا گیا ہے علاوہ ازین میر صاحب
کی نزدیک علماء اہل سنت عموماً شیعہ کی کتابین دیکھتے اور لیتے تمام مسایل متنازعہ فیہا

مین خصوص مشاجرات صحابہ مین گفتگو کرنے گناہ اور مذہب کے مخل جانتی ہین اور علماء الدھیانہ تو اُنکی زور تحریر کے سامنی ساکت ہو ہی چکی ہین غرض قلت استعداد و ہیچمدانی و عدیم الفرصتی و ضعف دماغ وغیرہ تا کے کیا معنی یہہ حالت تو اسکو مقتضی ہے کہ انکی وہی لن ترانیان بجا ہون جنہون نے آپکے تخیلات کی یہہ نوبت پہنچائی تعجب ہی کہ علماء الدھیانہ کے مقابلہ مین تو یہہ زور شور کہ اونکو تو مباحثہ کی دعوت فرمائین اور عام اجازت دین کہ چاہو از سر نو گفتگو شروع کر دیا طرز مباحثہ حسب مرضی خود بدل دو اوس وقت نہ قلت استعداد و ہیچمدانی کچھہ مانع ہو اور نہ عدیم الفرصتی اور دوام مرض روکی - اور جب پیر جی صاحب سوال لکھوائین تو یہہ سب عذر موجود ہو جائین پس ان حالات اور قرائن مین غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہہ اظہار حال مباحثہ واقع سے کسقدر براحل بعید ہی قولہ غرض یہہ تہی کہ کوئی صاحب اسکا جواب انصاف سے تحریر فرمادین اور محض تحقیق حق منظور ہو اقول جناب پیر صاحب اگر آپکو اس تحریر سے واقعی تحقیق حق منظور ہو تو سبحان اللہ کیا کہنا - لیکن تحقیق حق کی تو یہہ صورت ہو سکتی ہے کہ اول آپ اپنی معتقدات سے خالی الذہن اور تعصب و عناد سے فارغ البال ہو کر مسائل مختلف فیہا کے دلائل متعارضہ مین حقانیت و انصاف کی نظر سے غور فرمائین اور آپکا خصم بھی یہہ ہی طریقہ ملحوظ رکھی - اور یہہ ہی تحقیق حق کے کوئی صورت ہو سکتی ہے کہ آپنے قرار دیا کہ ہماری معتقدات صحیح اور دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہین ہمنی اونکی صحت و ثبوت مین حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے خواہ وہ آپکے معتقدات عند الخصم صحیح ہون یا غلط اور واقع کے مطابق ہون یا غیر مطابق - لیکن خصم اپنے معتقدات کو جو بزعم سامی غلط اور مخالف دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ہین تحقیق کری اور محض تحقیق حق منظور ہو - اور ظاہر ہی کہ اسکے جواب مین آپکا خصم آپکو بھی

یہہ ہی کہیگا اور صریح آپکا جدل مکابرہ ہی نہ تحقیق حق کیونکہ جب ہر فریق اپنے اپنے
معتقدات کو حق اعتقاد کیی بیٹہا ہے اور دوسری فریق کے معتقدات کو باطل تو ہرگز
اپنے معتقدات کی قبائح اور دوسرے فریق کے معتقدات کی محاسن ذہن مین نہین
آئینگی اور ہر فریق اپنے معتقدات کی جنکو وہ حق اعتقاد کیی بیٹہا ہے نصرت اور جانبداری
کریگا۔ اور کبھی تحقیق حق نہوگی بہر کیف لفظ تحقیق حق ہین اگر لفظ حق سے مراد حق
واقعی اور نفس الامری ہی تو چشم ما روشن ہم ہر طرح تحریر سے تقریر سے حاضر ہین
ہمکو کسیطرح دریغ نہین اور اگر حق مزعومی مراد ہے تو وہ سراسر بیفایدہ کیونکہ خصم کے
نزدیک وہ محض ناحق اور باطل ہے۔ اگر آپکو تحقیق حق مدنظر تہی تو اوّل آپنے
اپنی معتقدات کی بنسبت حق الیقین کا خلاف واقع دعوی نفرمایا ہوتا اور جب آپ
انکی بنسبت اسکی مدعی ہین کہ آپکو انکی ثبوت مین حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہوگیا ہی
تو بنیاد تحقیق حق و انصاف تو خود بدولت ہی نے منہدم فرمادیا اب اپنی خصم سے
انصاف و تحقیق حق کا طالب ہونا عبث اور خیال محال ہی۔ اگرچہ اہل خرد کی نزدیک
انکی اس جلیل القدر دعوے کی تکذیب تردید آپکی اسی تحریر سے آشکارا طور پر ہو چکی ہی
باایں ہمہ ہم اب ہی تحقیق حق کے لئی بسر و چشم حاضر ہین اور ملتمس ہین کہ اگرچہ آپنے
ہماری پہلی تحریر کو بنظر انصاف ملاحظہ نہین فرمایا اچہا اس معروض کو ہی بنظر انصاف
و تحقیق ملاحظہ فرماوین۔ قولہ دو ماہ کے بعد میرے شفیق نے مجکو جواب لاکردیا
کسی گمنام شخص نے لکہا ہی جواب تو کیا ہی حضرت مجیب نے اپنی جودت طبع دکہانے کو
میری سوال کو مجہہ ہی پر منقلب کیا ہی گو بظاہر یہہ علم مناظرہ کی ہتکنڈی ہین مگر
اصل مین یہہ ہی ایک قسم کا گریز ہے اور واقعہ مین اسکا جواب ہی کیا تہا حضرت نے
غور کیا کہ اصل سوال کا جواب تو کچہہ ہو نہین سکتا اور بدون لکھی کچہہ چارہ نہین
اسلئی یہہ طرز اختیار فرمایی۔ اقول جناب کا سوال اواخر شعبان ۱۳۰۲ھ مین میرے

پاس میری عزیزون نے ارسال فرمایا تہا رمضان شریف مین بسبب شدت گرما وکسل ماندگی صیام ومدارست قران شریف کی تحریر جواب سے مقصر رہا جسکے نسبت معافی چاہتا ہون بعد ختتام ماہ صیام بندہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور شروع شوال مین جواب لکہکر لدہیانہ اونکی خدمت مین روانہ کردیا۔ گمنامی کی شکایت فضول ہے آپکو اپنی جواب سے مطلب ہے مجیب کی گمنامی یا ورنام آوری سے کیا مطلب۔ کیا آپنے یہہ نہ سنا ہوگا انظر الی ما قال علاوہ ازین آپکی مجیب تو آپکی شفیق پیرجی صاحب تہی خواہ وہ آپکو اپنا جواب طبع زاد دیوین یا کسی سے پوچھکر جواب دیوین اور ظاہر ہے کہ پیرجی صاحب علماء اہل سنت مین سے جس سے دریافت کرینگے یا لکہوا کر جواب دینگی وہ اوسکو جانتے ہونگے اور اس امر کی کچہہ ضرورت نہین کہ آپ بہی واقف ہون ہان اگر آپ ایسی علامۃ الدہر ہوتے کہ آپکی نظیر دشوار ہوتے اور اوسوقت آپ فرماتے کہ ہم اوسوقت جواب قبول کرینگے جبکہ فلان عالم اہل سنت مین سے ہماری مقابل ہو اور ہماری سوال کا جواب لکہی۔ تو کچہہ چندان مضائقہ نہ تہا لیکن جبکہ آپ خود اپنی اعتراف سے محض فارسی خوان ہین اور مناظرہ ہی کی چند کتابین آپکا مبلغ علم ہے تو ایسی حالت مین آپکا گمنام کے جواب سے کراہت واستنکاف فرمانا اور نام آور کے جواب کا طالب ہونا بڑی عقل سے اسرنازیبا ہے اور یہہ بندہ عاجز بیشک گمنام ہے اگر جواب مین اپنا نام لکہہ بہی دیتا تو بہی اپنی گمنامی کے وجہ سے وہ تحریر گمنامی کے تحریر ہوتی اور نام لکہنا اور نہ لکہنا برابر ہوتا۔ باقی رہا بندہ کی تحریر کی نسبت جو کچہہ تحریر فرمایا اوسکی جواب مین مختصر کیفیت آپکی سوال کے اور اپنے جواب کے اہل انصاف کے سامنی پیش کیے دیتا ہون اور انصاف کا طالب ہوتا ہون۔ سوال سامی بحیثیت مقصود دو امرونکو متضمن تہا۔ اول جنابنے بڑے جوش وخروش سے دعوی حقیت اپنی اصول ثلثہ کا فرمایا تہا اور لکہا تہا کہ یہہ اصول عقلاً ونقلاً ثابت ہین اور کوئی دلیل عقلے یا نقلے مثبت حقیت اصول مذکورہ

آپ نے بیان نہین فرمائی تہی پہر باوجود اسکے یہہ بہی تحریر فرمایا تہا کہ اگر کوئی حسب
ہماری شرائط کو رد کرین تو محض لانسلم کہکر ٹال دین اور یہہ حضرت کے مناظرہ
دانی سے تہے کہ دعوی بلا دلیل لکہین اور خصم سے اوسکی تردید مین دلائل کے طالب
ہون جب آپ مدعی حقیت اصول ثلثہ تہے تو آپ پر واجب تہا کہ اول اونکو دلائل
عقلیہ نقلیہ سے ثابت فرماتے اور بعد اوسکے خصم کو حق تہی کہ محض لانسلم کہکر
ٹال دیتا پہر اوسکی جواب مین آپکا خصم آپکے دلائل پر حسب قواعد مناظرہ نقض یا
معارضہ پیش کرتا بلکہ جب آپکا خصم مانع ہے تو وہ بعض مقدمات کی نسبت حسب
قاعدہ لانسلم بہی کہہ سکتا تہا - پس آپکو اپنے رتبہ کی اور اپنے مجیب کے منصب کی خبر
نہین لیکن باین ہمہ آپنے دعوے خود ہی بلا دلیل ذکر کیا اور خلاف منصب بے محل
واویلا شروع کردیا - یہہ حضرت کے انصاف اور مناظرہ دانی کا مقتضا تہا - اسلئی
ہمکو اسکی کچہہ شکایت نہین - امر دوم آپنے علماء اہل سنت سے درخواست کی تہی کہ
وہ اپنی اصول موضوعہ کو دلائل عقلیہ سے اور دلائل نقلیہ سے ثابت کرین علاوہ
اسکے اسکے ذیل مین آپنے کچہہ مطاعن خلفاء رضی اللہ عنہم و صحابہ کرام رضوان اللہ
تعالی علیہم اجمعین ذکر کیے اور باقیماندہ بخار غیظ صاحب تحفہ و منتہی الکلام و ہدیہ و ہدایہ کی
تغلیط مین نکالا چونکہ آپ محض سائل ہی نہ تہے بلکہ اولا مدعی اور ثانیا سائل تہی
تو حسب قاعدہ آپ پر واجب تہا کہ اپنی دعوی کو دلائل سے ثابت کرتے بعد اسکے
اہل سنت سے اونکے اصول پر دلائل مثبتہ کی طالب ہونیکا آپکو منصب حاصل ہوتا
برخلاف اسکی آپنے اپنی دعوی کو اپنے زعم مین بدیہی الثبوت تصور فرما کر اور
مسلمات خصم سے سمجہکر بلا دلیل ذکر فرمایا اور خصم سے اوسکے اصول پر دلائل کے خواہان
ہوئی تو ظاہر ہے کہ آپکا خصم آپکی ایسے کب سنیگا اور آپ سے ضرور دلائل مثبتہ اصول
ثلثہ کی نسبت گلو گیر ہوگا یہہ تو تحریر سامی کی کیفیت تہی اب بندہ کو جواب بہی

کیفیت اہل انصاف سنین کہ بندہ نے اول آپ سی آپکی ادس دعوی کا جو شروع تحریر مین بلا دلیل فرمایا تہا اثبات چاہا اور ثبوت اصول ثلثہ کی دلائل طلب کیں اور اوسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ بعد اوسکی محض تبرعاً بپاس خاطر سامی آپکے روایات مسلمہ سے آپکی اصول مذہب کو باطل کیا جو اہل سنت کی بزعم جناب اصول موضوعہ کی ثبوت کے لیئے ایک بہت بڑی قوی دلیل تہی بعد اوسکے اصول اہل سنت کا ذکر کیا اور باتباع سامی تفصیل دلائل سے اغماض کیا لیکن بطور تنبیہ و ایقاظ اونکی ثبوت کا حوالہ اجمالاً اقوال و افعال حضرات ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کر کے تفصیل اقوال و افعال کو وقت تفصیل دلائل مثبتہ اصول ثلثہ سامی پر منحصر کیا کہ تفصیلی ذکر اقوال و افعال کا موقع اوسی وقت ہوگا جبکہ جناب اپنی اصول مسلمہ کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت فرمائینگی اور ظاہر ہی کہ ایک دلیل مثبت اصول اہل حق حضرت کے اصول کے بطلان سے پیدا ہوہی چکی تہی پہر مختصراً آپکی مطاعن کا جواب دیکر الزاماً چند مفاسد مذہب سامی لکہی پہر صاحب تحفہ و منتہی الکلام کی تغلیط کا ابطال لکہکر آپکو آپکی عمدہ اغلاط پر متنبہ کیا - اب ہم کچہہ نہین عرض کرتے آپ ہی بزعم خود منصف ہین آپ جو چاہین فرمائین چاہی اسکو اپنی دلمین واقعی جواب تصور فرمائین اور چاہی مناظرہ کے ہتکہنڈی بتائین اور چاہی گریز فرمائین فقط مگر تعجب ہی کہ حضرت نے اپنا نام نامی کیون نہ تحریر فرمایا - تقیہ تو شاید انکی نزدیک علامت نفاق ہو یہہ ہی شان پروردگار رد حجت کردگار ہے کہ باوجودیکہ یہہ حضرات تقیہ کو حرام اور منافقون کا نشان فرماتے ہین پہر ایسی خفیف امور مین تقیہ کرتے ہین - حضرت شاہ عبد العزیز صاحب صاحب تحفہ جو اس فن مین اپنے اہل مذہب مین وحید عصر تہے اور متاخرین جمہور اہلسنت اس مناظرہ مین انکی مقلد ہین باایہمہ تحفہ مین اپنا نام لکہتی ہین وہ بہی توریہ جواز قسم تقیہ ہی فرماتے ہین چنانچہ ازالۃ الخفا خاتمۃ الطبع مین مولوی محمد احسن

صاحب صدیقی فرماتے ہین کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء تصنیف عالم ربانی جنید زمانی
محمد اسمعیل بخاری ثانی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ست و آنچہ
بعض کسانرا از عبارت تحفہ اثنا عشریہ الخ اقول ہماری حضرت مجیب نے اس جگہہ
تقیہ کا ذکر فرمایا اور ہمکو عدم تحریر نام کی نسبت الزام دیا کہ باوجودیکہ یہہ حضرات تقیہ کو
حرام اور منافقونکا نشان کہتے ہین پہر خود ہی اوسکی مرتکب ہوتے ہین کہ اپنی تحریرون
مین تقیہ کرتے ہین اور نام نہین لکہتے یا لکہتے ہین تو توریۃً لکہتے ہین جو از جنس تقیہ ہی
حضرت مجیب کے اس تمام تفصیل و تطویل سے اہل علم و فہم سمجہہ گئی ہونگے کہ
حضرت کو نہ حقیقت تقیہ سی واقفیت ہی نہ محل نزاع کی خبر ہے نہ اہل سنت کا مذہب
معلوم ہے نہ اپنا مذہب جانتی ہین اسلیے ضرور ہوا کہ ہم مختصر مسئلہ تقیہ کا ذکر کرین
اور حضرت مجیب کے کمال علمی و مناظرہ دانی اور انصاف کو آشکارا کرین اول تو یہہ ہی
سراسر غلط ہی جو اہل سنت کی طرف نسبت کرتے ہین کہ وہ مطلقاً تقیہ کو حرام و منافقونکا
نشان کہتے ہین اور یہہ اہلسنت پر محض افترا و بہتان ہی پہر عدم تحریر نام اور توریہ کو تقیہ
محرمہ مین داخل کرنا دوسرا طرفہ ماجرا ہی میر صاحب مدعی ہین کہ اونکو عنفوان سن تمیز
سے مناظرہ کا شوق رہا اور کتب مناظرہ کی مطالعہ مین انہماک رہا ہی بتلائین تو سہی کہین
اونہون نے دیکہا ہی کہ اہلسنت نے مطلقاً تقیہ کو حرام اور منافقون کا نشان لکہا ہی
یا کہین یہہ لکہا ہی کہ توریہ از قسم تقیہ ہی یا نام نہ لکہنا یا غیر مستعمل نام لکہنا از جنس تقیہ ہی
اور اسکا ثبوت اونکو کسی روایت معتبرہ اہلسنت سی ملا ہی ۔ افسوس کہ میر صاحب
اتنا بڑا دعوے فرمائین اور اسکا ثبوت نہ دین ۔ بڑا افسوس یہہ ہی کہ میر صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ
کو بھی کبھو نظر لگا کر دیکہہ لیا ہوتا جسمین کیسی تفصیل کے ساتہہ اس مسئلہ کو لکہا ہے ۔ مین یقین کرتا ہون
کہ اگر حضرت مجیب تحفہ کا ملاحظہ فرمالیتی تو یہہ تحریر اس طرح چشم انصاف بند کرکے
تحریر نہ فرماتے ۔ جناب میر صاحب جس تقیہ کو علماء اہلسنت حرام اور منافقون کا

نشان فرماتے ہین وہ تقیہ وہ ہی کہ علما شیعہ جسکی اپنی رسائل مین یہہ تعریف فرماتین
وهی موافقة اهل الخلاف فیما یدینون به یعنی اہل خلاف کے موافق
انکی دینی امور مین حسب مثل مشہور۔ گنگا گئی گنگا داس جمنا گئی جمنا داس ذرا سی
خیالی نفع کی امید پر کہ ذرا تعظیم و تکریم ہوگی یا تہوڑی سی وہمی ضرر کے اندیشہ سے اگر خوارج
ونواصب کے محافل مین جا پہنچے تو معاذ اللہ بلحاظ خوشنودی قوم سراپا لوم اہلبیت رضوان اللہ
علیہم کے جناب مین بے محابا گستاخیان کرنے لگے اور اگر مجالس اہل سنت مین شریک
ہوئی تو مزعومی اعدا اہلبیت کے فضائل و مناقب بیان فرمانے لگے اور تقیہ حرام
وہ ہی کہ جو شیعہ ائمہ کرام علیہم السلام (حاشاہم) کی جناب پاک کیطرف منسوب کرتے
ہین۔ چنانچہ کہتے ہین کہ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالے عنہ باوجودیکہ
اونکو کچہہ خوف نہ تہا خلفا رضوان اللہ علیہم سے بیعت کرکے تمام عمر اونکا ہی
کلمہ پڑہتے رہے بلکہ اونکی انتقال کے بعد ہی بیان فضائل و محامد کا ورد رہا ہمیشہ
باہم شیر و شکر رہے جمعہ جماعات و اعیاد اونہین کے پیچہے ادا کرتے رہے۔ اکثر
مسائل خلفا کی رعایت سی اونکی موافق خلاف حق لوگونکو بتلا کر گمراہ کرتے رہے
غصب خلافت و ارتداد امت پر اسی تقیہ کے بدولت چون و چرا نہ کی قرآن کی تحریف
پر صبر و سکوت فرمایا جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ اصلے قرآن منزل من السماء صفحہ کائنات
سی گم ہوگیا۔ غصب فدک پر نہ بولے معاذ اللہ تذلیل اہلبیت ہوئی اور حضرت سیدہ
مطہرہ رضی اللہ عنہا پر حسب تصریح علما قوم کیا کیا جور و جفائین گذرین اور خبر ہوئی
علی ہذا القیاس جسکی تفصیل سے اہل ایمان کے بدن پر بال کہڑے ہوتے ہین۔ اکثر
بعد اوسکے خلیفہ ثانی جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے اسی تقیہ مشومہ کی بدولت خلعت
خلافت نبوت جو نیابت رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور تمام مسلمانون کے حقوق
کی جوابدہی اور ذمہ داری اوسکی ساتہہ منوط ہی اپنی اوپر سے اوتار کر بزعم شیعہ ایک

کافر کو پہنا دیا اور اوسکی حوالہ کر کے آپ ایک طرف ہو بیٹھی اور لوگونکو گمراہی مین چھوڑ دیا
علاوہ انکی آٹھہ ائمہ کرام رضا نے تو خلافت کا نام تک بھی کبھی نہ لیا اور آخر مین خاتم
سلسلۂ امامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ نے تو آرام گاہ سُرّ مَن رَاٰے
مین غیبت کبری اختیار فرمائی کہ صدہا برس گذر گئی اور شیعیان پاک منتظران قدوم کے
جانین لبون پر آگئین لیکن حضرت اپنی جمال جہان آرا کو مشتاقان زیارت پر
جلوہ گر نہین فرماتے۔ پہلے کچھہ دنون سلسلہ سفارت و خط و کتابت رقعات جاری تہا
اب وہ بھی منقطع ہو گیا کیا حضرت کو یہہ خبر نہو گی کہ اس زمانہ مین علاوہ اسکی کہ خوارج
و نواصب کا وہ زور شور نہین رہا کسی کچھہ جان کا خوف اونکو نہین ہے کیا مہدی
سودانی کا حال معلوم ہو کر بھی آپکو اسمین کچھہ شک و تردد ہی رہا ہوگا ہمنی فرض کیا
کہ یہہ خوف کسیجگہہ ہو بھی سہی اور کوفۃ الہند لکھنو وغیرہ کا اخلاص و ایمان قابل اعتماد نہو
لیکن او کہین نہین تو بلاد المومنین ایران ہی مین ظہور فرما کر اظہار دعوت حق فرمائی جہان لاکھون
مخلصین آپکی فدائی ہین اور جانبازی کے لئی تیار و مستعد بیٹھی ہین مگر یہہ کہ یہہ بھی
اسرار مین سی ہے جسکی دریافت حقیقت سی عقول مومنین کوتاہ و قاصر ہین سبحانک
ہذا بہتان عظیم اور بحول اللہ و قوتہ اس تقیہ کذابیہ کا ابطال آیات قرانی و احادیث نبوی
اور قصص انبیا سابقین اور اقوال و افعال جناب ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم سے
مثل آفتاب رابعۃ النہار ثابت ہے آیات قرانے سے ایک آیت مع اوس تفسیر کے جو مفسر
صافی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہی ملتقطاً نقل کرتا ہون ناظرین اہل انصاف ملاحظہ فرمائین۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ فی حال ظلمهم انفسهم بترك
الهجرة و موافقة الكفرة قَالُوْا ای الملئكة توبيخا لهم فِیْمَ كُنْتُمْ من امر دينكم

۱۔ جو لوگ ترک ہجرت اور موافقت کفار کی سبب اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین فرشتی اونکی
جان نکالتی وقت از روی توبیخ انسی پوچھتے ہین کیون! امور دین مین تمہارا کیا حال تہا؟

قالوا کنا مستضعفین فی الارض یستضعفنا اہل الشرک باللہ فی ارضنا
وبلادنا بکثرۃ عددہم وقوتہم ویمنعونا من الایمان باللہ واتباع رسولہ
اعتذروا مما وبخوا بہ بضعفہم وعجزہم عن الہجرۃ او عن اظہار الدین
واعلاء کلمتہ قالوا ای الملائکۃ تکذیبا لہم الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا
فیہا تخرجوا من ارضکم ودورکم وتفارقوا من یمنعکم من الایمان الی
قطر اخر کما فعل المہاجرون الی المدینۃ والحبشۃ فاولئک ماویہم جہنم
وسائت مصیرا وفی الآیۃ دلالۃ علی وجوب الہجرۃ من موضع لا یمکن
الرجل فیہ من اقامۃ دینہ وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فر بدینہ من
ارض الی ارض وان کان شبرا من الارض استوجب الجنۃ وکان رفیق
ابراہیم ومحمد انتہی ملتقطا = اہل انصاف اس آیت شریفہ کو اور اسکی تفسیر کو
مع آیات ثلث ملحقہ کے ملاحظہ فرمائیں اور حقیقت تقیہ پر وقوف واطلاع حاصل کریں
اگرچہ اسجگہ بہت بحث کی گنجایش ہے اور اس تفسیر سے بہت عقدہ حل ہو سکتی ہیں لیکن بخوف
تطویل اسی قدر قلیل پہ اکتفا کرکے اور مضامین مستنبطہ کو اذہان صافیہ ناظرین پر حوالہ کرکے

لہ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم وہاں اپنی قوم میں مغلوب تھے یعنی ہماری ملک و دیار میں مشرک لوگ تھی انہوں نے اپنی قوت اور کثرت
تعداد کی سبب ہمکو دبا لیا تھا اور خدا تعالیٰ پر ایمان لانے سے اور رسول کی پیروی کرنے سے ہمکو روکتے تھی پھر اس بکی ہش و سرزنش کے جواب میں یہ
عذر لائینگے کہ چونکہ ہم مغلوب تھے زیر دست تھی اسلئے ہجرت یا اظہار دین اور اعلاء کلمہ حق نکر سکی تب فرشتے انکو جھٹلا کے کہتے ہیں کہ
کیا خدا تعالیٰ کا ملک اتنا فراخ نہ تھا کہ تم وہاں سے ہجرت کر جاتے اور اپنی وطن و گھر دو سے چل نکلتے اور جو لوگ تمکو ایمان لانے سے روکتے تھے
ان سے قطع تعلق کرکے کسی اور طرف کا رستہ لیتے جیسا کہ مہاجر لوگ مدینہ منورہ اور ملک حبش کیطرف نکل گئے پس ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے
اور یہ بہت بری بازگشت ہے پس یہ آیت صاف دلالت کرتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی جگہہ اپنے دین کو قائم نہ رکھہ سکے تو اسکو اس مقام کو
چھوڑ دینا واجب ہے + اور آنحضرت سے روایت ہے کہ جو شخص اپنی دین کو بچاتا ایک جگہہ سے دوسری جگہہ بھاگ جاوے اگرچہ مسافت ایک ہی
بالشت کی کیوں نہو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے اور ابراہیم و محمد کا رفیق بن جاتا ہے ۔۔۱۲

آگی چلتا ہون احادیث نبوی سینی علامہ باقر مجلسی جلد اول بحار مین نقل کرتے ہین ابن یزید عن محمد بن جمهور القمی رفعه قال قال[1] رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا ظهرت البدع فی امتی فلیظهر العالم علمه فان لم یفعل فعلیه لعنة الله — ابی[2] عن عبد الله بن المغیرة ومحمد بن سنان عن طلحة بن زید عن ابی عبد الله عن اباٸه علیهم السلام قال قال[2] علیه السلام ان العالم الکاتم علمه یبعث انتن اهل القیمة ریحا تلعنه کل دابة حتی دواب الارض الصغار — یہہ روایات صریح مبطل تقیہ ہین اور علماٸ شیعہ جو کچھہ ان روایات مین تاویل فرماکر مسخ وتحریف کرتے ہین اور کہتی ہین کہ مراد ماسوای موقع تقیہ کے ہے وہ بروی عقل وانصاف ہرگز قابل قبول نہین اقوال وافعال ائمہ کی تفصیلی نقل موجب تطویل ہی سلئی اسمین سی قدر قلیل کے بیان پر اکتفا کرتاہون بہت سی اقوال مبطل تقیہ نہج البلاغۃ وغیرہ کتب مین مذکور ہین اونمین سے جناب امیر رضی اللہ عنہ کا ایک قول جو نہج البلاغۃ مین شریف رضی نے نقل کیاہی لکہتاہون[3] ومن کلام له علیه السلام لما عزموا علی بیعة عثمان لقد علمتم انی احق بها من غیری والله لاسلمن ماسلمت امور المسلمین ولم یکن فیها جور الا علی خاصة — اس قول سی صاف ثابت ہی کہ جناب نے تسلیم وانقیاد خلیفہ کا اوسیوقت تک قبول کر رکہا ہی جب تک مسلمانون کے امور سلامت ہین اور سوای ذات خاص جناب کے کسی پر ظلم وجور

[1] حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میری امت مین بدعتین ظاہر ہونے لگین عالم کو چاہیی کہ اپنا علم ظاہر کری پہر اگر ایسا نکری تو اوسپر اللہ کی لعنت ہو ۱۲ — [2] فرمایا علیہ السلام نے اپنی علم کو چہپانے والا اوٹہایا جاویگا اہل قیامت مین سب سے زیادہ بدبو والا سب جانور اوسپر لعنت کرنے مین یہانتک کہ زمین کے چہوٹے چہوٹے کیڑے ۱۲ — [3] جب لوگون نے عثمان رض کی بیعت کا قصد کیا تو اوسوقت جو کچھہ جناب امیر نے فرمایا اوسمین سے یہہ کلام ہی — تم جان چکے ہو کہ مین اپنی غیر کی بنسبت احق بخلافت ہون خدا کی قسم مین تسلیم کرونگا دوسری کی خلافت کو جبتک کہ مسلمانونکی امور مین خلل نہ پڑیگا اور نہ ہوگا اوسمین کسی پر ظلم سوای میری

ترجمہ مخلص ۱۲

نہوا اور جب یہہ ہوگا یعنی مسلمانون کے حقوق ضائع ہونگی اور اونپر جور ہوگا تو پہر یہہ تسلیم
و انقیاد نرہیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ خلفاء رضی اللہ عنہم کے ساتہہ ہمیشہ شیر و شکر رہی
کبہی مخالفت نہین فرمائی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے ساتہہ ذرا نرمی اور رعایت
نفرمائی اول ہر طرح فہمایش فرمائی یہان تک کہ آخرکار قتل و قتال سے بہی دریغ نہین
فرمایا اگرچہ کامیاب نہوئی اور فتنہ فرو نہوا غرضکہ یہہ قول اور یہہ فعل حضرت رضی اللہ عنہ کا
مدام مبطل تقیہ ہی - حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
سی مناقشہ نہ فرمایا لیکن یزید پلید جو آپ سی صرف بیعت کا ہی خواستگار رہتا آپنے
ہرگز اوسکی بیعت کرنا قبول نفرمایا اور اپنے قلت اور اوسکی فوج کی کثرت سی ذرا بہی
نکیا اور اپنے آپ کو اور جوانان اہل بیت کو طعمہ تیغ بے دریغ کرکے شربت شہادت نوش
فرمایا اور شیعہ کی ایک فرض مذہبی کو جو تقیہ ہی بیخ و بنیاد سے اوکہاڑ دیا - یہہ مقام استطراد
ہی اور طول کا بہی اندیشہ ہی اسلئی ہم بسط و تفصیل سے عرض نہین کر سکتے غرض یہہ تقیہ ہی
جو مختلف فیہا مابین الفریقین ہی اور جسکو اہلسنت حرام اور منافقون کا نشان کہتے ہین نہ توریہ
و معاریض کجا توریہ اور کجا تقیہ ع کجا ریسمان و کجا آسمان - اہل سنت کے یہان اکثر
غزوات مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توریہ منقول ہی اور توریہ مین امر ذو معنیین و
ذو جہتین بغرض ابہام مقصود اور ایہام خلاف مقصود کے استعمال کیا جاتا ہی اور
نہ کہنا تو توریہ بہی نہین ہے چہ جائیکہ تقیہ محرمہ ہو پس حضرت مجیب جیسی مدعی انصاف
سی نہایت مستعجب ہی کہ ایک دفتر لایعنی لکہہ ڈالا اور یہہ خیال نفرمایا کہ مین کیا کہہ رہا ہون
اور یہہ نہ سوچا کہ مین انصاف کا دعوی بہی اسی تحریر مین کر چکا ہون اگر کوئی انکو تونگر
جمع کریگا تو کیا کہیگا - پہر اب ہم ان تحقیقات پر اپنی مجیب لبیب سی کیا انصاف کی
امید رکہین - اگرچہ توریہ مین بحیثیت جواز ضرورت و عدم ضرورت دونو مساوی
ہین چنانچہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مزاح اسپرشاہد ہین معہذا تحفہ کی دوباب

مین جو حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے توریۃً اپنا غیر مشہور نام تحریر فرمایا
علاوہ اور مصالح کے ایک یہہ بڑی ضرورت اِس طرف داعی تہی کہ اوس زمانہ مین شیعہ
کا نہایت زور تہا اکثر بڑی بڑی فوجی منصب دار وہیں متعصب شیعہ تہے چنانچہ تقریباً اوسی
زمانہ مین حضرت مرزا مظہر جانجانان رحمۃ اللہ علیہ بدون اسکی کہ کوئی گناہ مستوجب قتل
اون سی سرزد ہوا ہو بیگناہ اونکی دست تعدی سی طعمہ نہنگ اجل ہو کر شربت شہادت نوش
فرما چکی تہے اور اوسکا کچہہ تدارک و انتقام نہوا تہا تو ایسی طوفان بے تمیزی کے وقت مین
اگر یہہ کتاب حضرت شاہ صاحب کے نام سے شائع ہو لی تو وقوع فتنہ قتل و قتال
کا لیقین تہا اور اِس فتنہ کی آتش کا شرارہ صدہا خانمان کو خاک سیاہ کرتا۔ اور بعض اوباش
اوسی زمانہ مین بارادہ فاسد حضرت شاہ صاحب کی مجلس مین بہی آئے لیکن حق تعالے
نی اپنے فضل سے محفوظ رکہا اور اونکی شر کو دفع کیا یہہ قصہ کچہہ بہت پرانا نہین ہے
اگر آپ تحقیق فرماینگے تو معلوم ہو جائیگا یون ہی بے تحقیق اعتراض کرنا آپکی
ادعائی انصاف پر زیبا نہین ہے اور انگریزی عملداری اور انتظام کو بلحاظ اِس زمانہ
کی اوس وقت کو انتظامی امور مین خیال کرنا سراسر خلاف عقل ہے کیونکہ وہ زمانہ
ابتداء عملداری اور تسلط کا تہا اوسوقت جسقدر مدارات و مراعات و اغماض ہوتی تہی
اسوقت اوسکا نام و نشان بہی نہین بلکہ جو کیفیت قبل از غدر تہی وہ بہی اسوقت نہین
ہر شخص جانتا ہے کہ انگریزی تسلط تدریجی ہوتا ہی آج کچہہ ہے کل کچہہ پس جن دو
زمانو مین تقریباً سو برس کا فصل واقع ہو گیا ہو اونمین سی ایک کو دوسری پر قیاس
کر کے ایک حکم کرنا کس قدر بعید از عقل و انصاف ہی اور بندہ نے جو اپنا نام نہین لکہا
اوسکی وجہ یہہ ہوئی کہ تحریر سامی میری پاس بالواسطہ آئی تہی مجکو معلوم نہ تہا کہ پیر جی
صاحب نے پیرایہ مناظرہ کا کیونکر رکہا ہی اپنی ہی طرف سی یا اپنے علماء سے لیکہ
جواب دیتی ہین یا وہ ہی جواب بعینہ پیش کر دیتے ہین اور نہ بندہ کو اس شرط کی

اطلاع دی گئی تہی کہ اگر تحریر مین کسیکا نام نہوگا تو آپ اوس تحریر کو قبول نہ فرمائینگی اور تجہہ نام آوری ہی مقصود نہ تہی تو مین نے خیال کیا کہ جواب عاری از نام پیرجی صاحب سلمہ کی خدمت مین بہیجدون پہر آگی اونکو اختیار ہی یہہ جواب پیش کرین یا نکرین اور اگر پیش کرین تو خود جو اصلاح مناسب سمجہین پیش کردین گے تو فی الحقیقت مجیب ہی سائل پیرجی صاحب سلمہ اور مولوی ابو الطیب غفرلہ سے تہے اور اونکو اس امر کی اطلاع تہی کہ یہہ تحریر اس عاجز کی ہی تو اس صورت مین نام نہ لکہنا نہ توریہ ہے نہ تقیہ اصل وجہ جو کچہہ تہی عرض کردی اگر آپ کو ہمین شک ہو تو پیرجی صاحب سے دریافت فرمالین۔ اب آپ اسکو چاہین توریہ فرمائین یا تقیہ بنائین آپکی انصاف ذاتی کی سب شایان شان ہی **قولہ** اگرچہ شفیق کا وعدہ یہہ تہا کہ مجیب کا ضرور نام ہوگا بلکہ اسی شرط پر مجہسی نام لکہوایا تہا اور یہہ اقرار تہا کہ اگر مجیب اپنا نام نہ لکہین تو جواب نہ لکہنا مگر اب وہ بہی حیران ہین اور کہتی ہین کہ خیر گو یہہ وعدہ وفا نہوا مگر تو میری خاطر سی جواب لکہہ الخ **اقول** پہلے گذارش ہوچکا ہی کہ آپکی شفیق نے یا کسی نے مجکو آپکے اس شرط کی اطلاع نہین فرمائی ورنہ نام لکہنی مین کچہہ تامل اور کچہہ دریغ نہ تہا پہر یہہ جو میر صاحب فرماتے ہین کہ میرے شفیق بہی چار موجہ حیرت مین گرفتار ہوگئی اور عدم وفا وعدہ کو تسلیم کرکے جواب الجواب کے ملتمس ہونے لگے سراسر لغو ہی اول اپنی شفیق سے دریافت فرمایا ہوتا کہ آپنے شرط مقرر کی مولف جواب کو اطلاع دی ہی یا نہین جب اسکی جواب مین وہ یہہ فرماتے کہ مینی اس شرط کی اوسکو اطلاع دی ہے تو آپنے دریافت فرمایا ہوتا کہ اوسنی نام لکھنی سے انکار کیا ہی کیونکہ احتمال ہی کہ نام لکہنا بوقت نقل سہوا رہ گیا ہو اور اگر وہ یہہ فرماتے کہ اس شرط کی اوسکو اطلاع نہین دی گئی تو آپنے فرمایا ہوتا کہ اس تحریر کو واپس بہیجدیا چاہئی تاکہ وہ یا نام لکھی یا انکار کرے اور اگر یہہ بہی ممکن نہ تہا تو بذریعہ ایک کارڈ کے آپکے شفیق

دریافت فرما سکتی ہے کہ نام کیون نہین لکھا اور عجب نہین کہ ہین اونکو خاتمہ تحریر
اپنا نام لکھنے کے اجازت لکھہ بہیجا یہہ ہو تع مرگز نہ آپکے انکار کا تہا نہ اونکی مبتلاے حیرت ہونے کا
اور اقرار کا۔ لیکن ہان انصاف اور عاے کا مقتضا یہہ ہی کہ بدون تحقیق بلا تفتیش آپنے
تقیہ کا حکم لگا دیا اور اس اذعان و یقین کے ساتہہ گویا مخبر صادق نے خبر دی یا وحی
نازل ہوئی قولہ اگرچہ حضرت مجیب کمال علم و فضل کے مدعی ہین حتی کہ امتحان لینے کو
مستعد ہین اقول مین ہیچمدان ہیچکارہ ہرگز مدعی اپنے علم و فضل کا نہین ہون بلکہ
تمام خاندان ہین اس مرض نفسانی کا نام و نشان نہین۔ لیکن ہان گاہی بنظر حمایت
اسلام مخالفین کے زعم شکنی کے لئے مدعی بہے ہو جاتا ہون اور یہان یہہ ایسا ہی محمود
ہی جیسا کہ جہاد اعدا کے وقت پسندیدہ خداوند تعالے ہی۔ اور واضح رہے کہ
امتحان لینے کے قصد سے جو ادعا کمال علم و فضل ستنباط فرمایا ہے یہہ محض خوش
فہمی سے ناشی ہے کیونکہ جس امتحان کے لئے عرض کیا گیا تہا اوسکے واسطے کمال علم
و فضل کی ضرورت نہین اسلئے کہ یہہ دریافت کرنا کہ فلان کتاب کا کون مصنف ہے اور
فلان مصنف کی تصنیفات کیا ہین اسکے لئے کمال علم و فضل کی ضرورت نہین ہے پس دلیل
دعوے کو مثبت نہوئی لیکن ادعای کمال علم و فضل سامی قابل تماشا ہی جو خیال فرماتے
ہین کہ ایک عالم ہماری مقابلہ مین مہر سکوت برلب ہی سو بفضلہ تعالے اس دعوی
کی اصلیت عنقریب منکشف ہوا چاہتی ہے قولہ اور بظاہر بڑی کر و فر سے میدان
مناظرہ مین قدم رکہا ہے اقول یہہ کچہہ طعن و تشنیع و شکوہ و شکایت کی بات
نہین ہی حمایت دین اسلام بڑی کر و فر اور مستعدی سے کرنا خاص اہل اسلام کا ہی
حصہ ہی آخر برعم خود اپنے جواب مین تو آپنے بہی بڑا کر و فر دکہلایا ہے قولہ مگر
ضعف تحریر ہین سے ثابت ہی کہ اصل سوال کے جواب مین کچہہ بہی تحریر نفرمایا اور بجز طعن
تشنیع اور تہدید زبانی کے کسی بات کا تعرض نکیا اقول یہہ حضرت کی فہم کی خوبی ہی

جواب فرماتے ہین کہ اصل سوال کے جواب مین کچھہ بہی تحریر نفرمایا اور بجز طعن تشنیع و تہدید زبانی کے کسی بات کا تعرض نکیا ورنہ اگر ذرا غور سے ملاحظہ فرماتے تو اوسمین اپنا جواب پاتے چنانچہ اجمالی طور پر اوس تحریر کی کیفیت اہل انصاف کی سامنی پیش کرچکا ہون ناظر انصاف ملاحظہ فرمائین اور جناب کو تو اختیار ہی چاہی مناظرہ کی بہت کہنڈی بتائین یا گریز فرمائین یا تہدید زبانی اور طعن و تشنیع تصور کرین مثل مشہور زبان کے آگی نہ کوانہ کہائی قولہ حضرت نے خیال فرمایا کہ سوائی تحفہ اور کچھہ سامان نہین اسی چال چلنی چاہی کہ وہی امور جنکا تحفہ مین ذکر ہے اور اونمین ہی انکی زعم مین کچھہ بحث ہوسکتی ہی اس مباحثہ مین چہیڑنے چاہی اصلی میری وہی قول لئی کہ جنکی بحث تحفہ مین موجود ہے یعنی اول شرائط ثلثہ اثبات کی دلائل طلب فرمائی اقول یہہ بہی حضرت کا تخیل محض ہے یا بذریعہ استخارہ طاق جفت کے معلوم فرمایا ہوگا کہ مین نے خیال کیا کہ میری پاس سوائی تحفہ کچھہ سامان نہین حالانکہ خود ہی ازالۃ الغین اور آیات بینات کی میری پاس ہونیکا اعتراف فرماتے ہین اور اس امر کا شیعہ کو بہی اعتراف ہی کہ ازالۃ الغین تحفہ سے ماخوذ ہین اچہا بپاس خاطر سامی مسلم کہ میری پاس سوائی تحفہ کوئی سامان نہین اصلی وہی اقوال لئی جنکی بحث تحفہ مین موجود ہے اور تحریر بہی ضعیف ہے اور آپکی پاس مواد تالیف ہر قسم کا موجود معاونین مستعد بلکہ بدرجہ قصوی لیکن اگر یہہ آپکا زعم صحیح ہو تو آپکو مبارک ہو جلدی فیصلہ ہوجائیگا آپکو کچھہ وقت اوٹہانی نہ پڑیگی بس وہی اجابات لکہدیجی کہ جنکے بحث تحفہ مین موجود نہین اور میدان مناظرہ جیت لیجیی۔ اور کوئی قول اپنے سوال مین ایسا بتلایئی تو سہی جسکی بحث تحفہ مین نہین ہے قولہ ہم حضرت کی حکم کی تعمیل کرتے ہین اقول آداب عرض ہی قولہ اور حسب وعدہ جواب کے منتظر ہین اقول لیجیے حاضر ہے

تردید اصل جواب

قال ارشد فضل المجیب قال المجیب اللبیب بسم اللہ الرحمن الرحیم ونصلی علی رسولہ الکریم
وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اقول - اس خطبہ مین یہہ کلام ہے حسب مذاق اہل سنت وجماعت
خصوصًا حضرت مجیب اصحابہ کو آلہ پر مقدم کرنا مناسب تہا نہ بالعکس کیونکہ
بعد جناب رسول خدا افضل کے کل خلایق پر من حیث الثواب بالرتبہ تفضیل شیخین
کو ہی جیسا کہ شرح عقاید نسفی مین جو اہلسنت کی معتبر کتاب ہی موجود ہے افضل البشر
بعد نبینا ابو بکر الصدیق رضہ ثم الفاروق رضہ - انتہی اور حضرت مجیب کی خصوصیت کی جہہ یہی
کہ وہ خود آپ پرچہ مین تحریر فرماتی ہین سے علی الخصوص خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کو
اہلسنت امام امت یعنی باعتبار مرتبہ اعلی وافضل اہل ایمان مین ثبت واکمل اعتقاد کرتے ہین
الخ حالانکہ اسی عقاید نسفی بلکہ اور کتاب عقاید مین خلفاء اربعہ کی تفضیل ترتیب خلافت
ذکر ہے مگر حضرت مجیب نے خلفاء اربعہ بہی نہ لکہا اسلئی مناسب تہا کہ اصحابہ کو آلہ پر مقدم
فرماتے تاکہ زبان ساتہہ قلب وجنان کے موافق ومطابق ہوتے نہ یہہ کہ دل مین
کچھہ اور زبان پر کچھہ - یقول العبد الفقیر الی مولاہ ہماری میر صاحب نے خطبہ
ہی سی جو یہہ بے سوچے سمجہی کلام وتردید شروع کی شاید اس سے یہہ مطلب ہوگا
کہ جہال مین باعث فخر ونیکنامی ہو - کہ میر صاحب نے بسم اللہ سے لیکر آخر تک کی تردید
کر دی لیکن اہل علم وفہم کے نزدیک توایسی اعتراضات سے بجز اظہار اپنی ناواقفی
اور کم علمی کے اور کچھہ حاصل نہین - اگرچہ ہم مناقشہ لفظی کو پسند نہین کرتے کیونکہ
تطویل لاطائل ہو کر بیان مقصود مین مخل ہوتا ہی چنانچہ ہمنی اپنے پہلی تحریر مین بہی
اسکو ترک کردیا تہا لیکن بپاس خاطر حضرت مخاطب بحث لفظی کیجاتے ہے کہ ازالہ شبہہ کا
رفع واجبات سی ہے - پس واضح ہو کہ ہماری مجیب نے شروع اعتراض مین
تقدم لفظ آل کی نسبت لفظ اصحاب پر مناسب ہونے کا حکم کیا ہی جو ادلہ کہ مقتضی
ہی اور علت تقدم جو ذکر کی ہے وہ مقتضی ہی جواب کو ہی فرماتے ہین تاکہ زبان ساتہہ قلب

رجحان کے موافق ہو جاوی زبان کا قلب کے ساتھہ مطابق ہونا ضروریات دین سی ہی اور عدم توافق نفاق ہی۔ بہر تقدیر آپ آنسیر صاحب کو ثابت فرمانا چاہیی کہ عطف بالواو ترتیب تہی کو مستلزم ہی ہم اسکو ہی تسلیم نہین کرتے بلکہ ہم کہتے ہین کہ واو محض جمعیت فی الحکم کو مفید ہی چنانچہ واقفان فن عربیہ جانتے ہین کہ کلام فصحا مین کبہی تنزل اعالی سے سافل کیطرف ہوتا ہی اور گاہی ترقی سافل سے اعالی کیجانب کیجاتی ہی۔ قران شریف کی مواضع متعددہ مین حق تعالی نے انبیا و رسل کا ذکر فرمایا ہے جو آپکی اس دعوی کو مبطل ہے آیۂ وتلک حجتنا آتینا آخر چند آیات تک پڑہ جاوی اور اگر یاد نہو تو کسی حافظ سی پڑہوا لیجئی یا قرآن مین دیکہہ کر پڑہ لیجئے اگر یہہ ہی نہو سکے تو پہلے سیپارہ مین من کان عدوا اللہ وملئکتہ ورسلہ الخ پڑہ لیجئی ثانیا ہم کہتے ہین کہ لفظ آل اصحاب کو ہی شامل ہے اور اوسکے مغائر و مقابل نہین اور کچھہ ضرورت نہین تہی کہ لفظ اصحابہ ذکر کیا جاتا لیکن چونکہ اکثر حضرات مصنفین شیعہ نے یہہ طرز اختیار فرمایا کہ صحابہ کا ذکر خطبون مین نہین فرماتے اور شاید انکا یہہ معمول اس وجہ سی ہو کہ انکی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب مین سے کوئی شخص معصیتہ تو درکنار سوای حضرت مقداد کی حصہ ارتداد سی بہی نہین بچا چنانچہ اس جگہہ ایک ہی روایت پر اکتفا کرتا ہون جناب قاضی صاحب شوستری مجالس المومنین مین بذیل ذکر مقداد فرماتے ہین و شیخ ابو عمر و کشی کہ از علماء امامیہ است در کتاب اسماء الرجال باسناد خود از حضرت امام محمد باقر روایت نمودہ ارتد الناس الا ثلثة نفر سلمان و ابوذر والمقداد فقلت فعمار قال کان حاص حیصة ثم رجع قال ان اردت الذی لم یشك ولم یدخلہ شئ فالمقداد۔ علی الخصوص حضرت مخاطب کی مذاق پر کہ

سب لوگ مرتد ہو گئی مگر تین شخص سلمان ابوذر مقداد مینے پوچہا اور عمار فرمایا کہ وہ کچھہ پہر گیا تہا لیکن پہر لوٹ آیا فرمایا اگر ایسا شخص چاہیی جسکو کچھہ شک نہوا ہو اور جسکی کچھہ دل مین نہ دخل ہوا ہو تو مقداد ہے۔ ۱۲

اونہون نے تصریح فرمائی تہی معصیت کرام ہونے سی بالکل خارج کردیتی ہے چنانچہ فرماتے
ہین کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم اور خود اقوال
و افعال صحابہ بلکہ خود صاحب تحفہ کی تحقیق سے ثابت نہین ہوتا سورہ جمعہ کے
آخر کو ملاحظہ فرمائی۔ واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا الخ۔ تو اس سے صاف
ثابت ہوا کہ معصیت کرامت کی بالکل خلاف ہی تو صحابہ کرام معاذ اللہ کرام نہوئی اور
جبکہ صحابہ کرام کا وجود ہی متحقق نہوا تو شاید اسیلیی مصنفین شیعہ نے لفظ اصحابہ
کو ترک فرمایا اور اہلسنت نے خیال کیا کہ اگر لفظ اصحابہ کو ترک کرتی ہین تو واہمہ خلاف
مقصود پیدا ہوتا ہے اور ایک امر شنیع مین تشبہ بشیعہ لازم آتا ہے تو بغرض دفع
توہم خلاف مقصود اور حذرا عن التشبہ بطور تخصیص بعد تعمیم کی لفظ اصحابہ کو ذکر کیا ثالثاً
فرضنا لفظ آل و اصحاب مین تقابل ہے اور لفظ آل اصحاب کو شامل نہین تاہم یہہ اعتراض
باطل ہی کیونکہ اگر خلفاء کو فضلیت حاصل ہی تو وہ فضل کلی ہی اور فضل کلی اعتبار
تقدم فضل جزئی کو مانع نہین تو اس موقع پر تقدم لفظ آل کا باعتبار فضل جزئی یعنی
جزئیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا۔ رابعاً یہہ اعتراض بلا تدبر کیا گیا ہی
اور آپ کی دلیل مدعا کی مثبت نہین اسلیی کہ دعوی یہہ کیا گیا ہے کہ لفظ اصحاب
کو آل پر مقدم کرنا چاہیی اور اوسکی دلیل یہہ ارشاد ہوئی کیونکہ بعد جناب رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے کل خلایق پر من حیث الثواب والرتبہ تفضیل شیخین کو ہی
اور ظاہر ہی کہ تفضیل شیخین مستلزم تفضیل جمیع اصحاب رضی اللہ عنھم نہین پس اگر لفظ
اصحابہ کا آل پر مقدم کیا جاوی تو موافق زعم سامی موہم ہوتا ہی کہ جمیع صحابہ اہل بیت
سے افضل ہون اور حاشا کہ اہل سنت ایسا اعتقاد رکہتی ہون۔ لیکن مین نہایت متعجب
بلکہ ہمہ تن حیرت ہون کہ جناب والا نے باین ہمہ ادعای انصاف و دانش
جب اس خطبہ پر جو بظاہر سے بحمدللہ مسلک سامی کے موافق تہا کہ اسمین لفظاً

تقدم آل کا اصحاب پر واقع ہے جو مقتضی تقدم رتبی کو ہی اور نیز اصحاب کا بہی ذکر کیا گیا ہی
نمانیہ۔ فی الباب آپ اصحاب سے وہی اصحاب سمجہین گے جنکو برخلاف نصوص روایات صحیحہ
اپنی کی آپنے کرام اعتقاد فرما رکہا ہی اس جوش و خروش سے معترض ہین تو اسپنے جمہور
علما مصنفین پر جو قدیما و حدیثا لفظ آل ہی پر اکتفا فرماتی ہین اور گویا اصحاب کے ذکر کے
خطبوں مین صلواۃ و سلام کے لئی قسم کہا رکہی ہی کیا کچہہ اعتراض نہین کیا ہوگا اکثر حضرات
شیعہ تو صرف آل کا ہی ذکر فرماتے ہین اور بعض حضرت جیسی ہماری محبث مخاطب شاید
اس خیال سے کہ مبادا کوئی کسی قسم کی گرفت کرے ذکر آل و اصحاب ہر دو ترک فرما دیتی ہین
اور بعض متقیین اگر کہین اہلسنت مین جا بہنسی اور وہان تصنیف کا اتفاق ہوا یا لباس تسنن
مین کوئی کتاب تالیف کی تو لابد اصحاب کا بہی ذکر فرما دیتی ہین پس ہماری حضرت مجیب
فرمائین تو سہی کیا کسی روایت مین اصحاب کرام پر تبعا صلواۃ و سلام بہیجنی کے حرمت وارد ہوئی
ہی یا کسی ائمہ رضہ مین سے کسی نے خطبات وغیرہ مین اصحاب پر صلوۃ و سلام کی ممانعت فرمائی
ہی جسکی وجہ سے حضرات نے یہہ عہد موثق باندہا ہی۔ ہمنی تو صحیفہ کاملہ کے روایت مین
یون پڑہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ وَاَصْحَابُ مُحَمَّدٍ خَاصَّةً الَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الصَّحَابَۃَ اور تخصیص بعد
تعمیم بہی ملاحظہ فرما لیجیے گا۔ اگر یہہ فرمائین کہ اصحاب کرام معصوم نہین ہم عرض کرین گے
کہ آل بہی تمام معصوم نہین بلکہ صرف آپکی نزدیک ائمہ علیہم السلام ہی معصوم ہین۔ پس بجز
اس امر کے اور کیا سمجہا جا سکتا ہی کہ اصحاب کے ساتہہ بغض و عداوت کی یہان تک نوبت
پہنچی کہ صرف بوجہ اشتراک لفظی کی جو کہ لفظ اصحاب مین ہے اور بوجہ استکراہ لفظ اصحاب کے
اپنی معتقد علیہ اصحاب کو بہی جنکو برخلاف روایات کرام اعتقاد فرما رکہا ہی صلوۃ و سلام
سے محروم کر دیا۔ باقی رہا یہہ ارشاد تا کہ زبان ساتہہ قلب و جنان کے موافق و مطابق
ہو جائے نہ یہہ کہ دلمین کچہہ اور زبان پر کچہہ یا تو اپنی مذہب کی ناواقفیت سے ا[illegible]

ؔ الٰہی رحمت بہیج اصحاب محمد پر خاصکر جنہون نے اچہی مصاحبت کی ۔۱۲

یا انصاف کا مقتضا ہی - ذرا حضرت کلینی کی روایت کو تو ملاحظہ فرمایئی وہ حضرت امام
ابوعبداللہ جعفر صادق رض سے روایت کرتے ہین انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ
ومن اذاعہ اذلہ اللہ — عن الارغام — پس جب دین اسلام کی یہہ حالت ہی
تو زبان کا قلب و جنان سے موافق ہونا مخالف شرع اور محرم قرار پایا اور زبان کا دل سے
مخالف ہونا اصول دین سے ٹہرا مگر یہہ کہ حضرت نے اس مین ہی تقیہ فرمایا ہو لیکن غالباً
حضرت بحکم کتاب مختوم بخواتیم الذہب مامور باظہار حق تہی اور حضرت کو تقیہ جائز نہ تہا - اور
لیجئے آپکے شیخ صدوق اپنے اعتقادیہ مین فرماتے ہین - ومن ترکہا ای التقیۃ
قبل خروجنا فقد خرج عن دین اللہ ودین الائمۃ وخالف اللہ ورسولہ
والائمۃ — عن کاشف اللثام - اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ تا وقتیکہ ائمہ نہ خروج
وظہور نفرماوین کسی شخص کو اظہار اپنے معتقدات کا اور توافق قلب و زبان ہرگز جائز نہین
بلکہ یہہ خدا نبیا لے اور ائمہ رض کے دین سے خروج ہے کیونکہ وقت ظہور امام ع تک زمانہ
عذر نہ دارند نہین اور اگر ایسا ہوتا تو حضرت ہی کیون چہپی بیٹہی رہتے اور کیون ظہور نفرماتے
پہر معلوم نہین کہ ہماری حضرت مخاطب نے خصوصاً اور تمام متکلمین شیعہ نے عموماً برخلاف
فرمودہ ائمہ کے اپنی معتقدات کو کیون ظاہر فرمایا کیا وہ اس وعید سے مستثنی ہین اور اگر یہہ خیال ہو
کہ یہہ حکم کم علم اور ناواقفون کے لیے ہی اور جو صنعت جدال و مناظرہ سے واقف اور اوسکی
مشاق ہون تو وہ اس وعید سے خارج ہین تو ذرا حدیث شیخ ابن بابویہ کو جو کتاب
التوحید و نفی التشبیہ والجبر مین روایت کی ہی ملاحظہ فرمایئی حدثنا محمد بن عیسی
قال قرأت کتاب علی بن بلال علی ابی علیہ السلام انہ روی عن ابائک علیہم السلام

۵ تم ایسی دین پر ہو جو شخص اوسکو چہپا دیگا اللہ تعالے اوسکو عزت دیگا اور جو شخص اوسکو پہیلا دیگا اللہ تعالی اوسکو ذلیل کریگا ۱۲ منہ

۵ جس شخص نے ہمارے ظہور سے پہلے تقیہ چہوڑ دیا وہ شخص ٹہیک اللہ کے دین سے اور ائمہ کے دین سے نکل گیا اور اللہ و رسول و ائمہ کا مخالف ہوا ۱۲

۵ محمد بن عیسی کہتا ہی کہ مینے علی بن بلال کا خط امام علیہ السلام کیطرف بہیجا ہوا پڑہا اسمین یہہ لکہا ہوا تہا کہ آپکے آبا علیہم السلام سے مروی ہی ۱۲

انہم نہوا عن الکلام فی الدین فتاول ھولایک المتکلمون بانہ انما نہی من لا یحسن ان یتکلم فیہ واما من یحسن ان یتکلم فیہ فلم ینہہ فہل ذلک کما تاولوا ولا فکتب علیہ السلام المحسن وغیر المحسن لا یتکلم فیہ فان اثمہ اکبر من نفعہ۔ عن کاشف الاثام اور ظاہر ہے کہ حقیقت میں شانہ کلام مجید مین شراب وقمار کی نسبت ارشاد فرمایا ہے یَسْئَلُونَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْہِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُہُمَا اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِہِمَا تو حضرت امام نے بھی اپنی ارشاد مین درباب ممانعت کلام وگفتگو اسی آیت کی طرف اشارہ فرما کر کلام فی الدین کو بمنزلہ شراب وقمار کی وجہ سے اور زنا وغیرہ کے لیے برابر حرام قرار دیا۔ اگر اس بارہ مین چشم دید روایات مطلوب ہون تو شیخ علامہ مجلسی بحار الانوار کے جلد اول باب کتمان العلم مین جو بہت سی روایات لکھی ہین اونمین سے چند روایات تنشیطاً للناظرین عرض کرتا ہون۔ عن عبد اللہ بن یحیی عن حریز بن عبد اللہ السجستانی عن معلی بن خنیس قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام یا معلی اکتم امرنا ولا تذعہ فانہ من کتم امرنا ولم یذعہ اعزہ اللہ فی الدنیا وجعلہ نورا بین عینیہ فی الآخرۃ

---

[1] کہ اونہون نے دین مین کلام وگفتگو کی ممانعت فرمائی ہے سمین کیونکر اون لاموں نے جو کلام گفتگو کرتے مین بیتاویل کی ہے کہ یہہ ممانعت اون لوگون کے واسطے ہی جو اچھی طرح مناظرہ نہین کر سکتے اور جو لوگ کہ مناظرہ کی شاق ہین اور اچھی طرح گفتگو کر سکتے ہین اونکے لیے ممانعت نہین ہے تو کیا یون ہی ہے جس طرح اونہون نے تاویل کی ہے حضرت علیہ السلام نے اسکی جواب مین لکھا خوب کلام کرنے والا اور خراب کلام کرنے والا کوئی دین مین کلام نہ کرے کیونکہ اسکی نفع سے اسکا گناہ بڑا ہے ۱۲

[2] پوچھتی ہین تجھسے شراب اور جوئے کو تو کہہ اون مین بڑا گناہ ہے اور لوگون کے فائدے ہین اور انکا گناہ اون کے فائدہ سے زیادہ ہے۔

[3] حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آپنے اے معلی ہمارے معاملہ کو پوشیدہ رکھہ اور اوسکو آشکارا مت کر پس جو شخص ہمارے امر کو چھپاے اور اوسکو پھیلائے نہین خدا تعالے اوسکو دنیا مین عزت دیگا۔ اور اس کتمان امر کو نور بنا کر قیامت کے روز اوس کی پیشانی مین رکھے گا۔ ۱۲

يقوده[1] الى الجنة يا معلى من اذاع حديثنا وامرنا ولم يكتمه اذله الله فى الدنيا ونزع النور بين عينيه فى الآخرة وجعله ظلمة يقوده الى النار يا معلى ان التقية دينى ودين ابائى ولا دين لمن لا تقية له يا معلى ان الله يحب ان يعبد فى السر كما يحب ان يعبد فى العلانية يا معلى ان المذيع لامرنا كالجاحد به اور یہہ ہی معلی بن خنیس وہی حدیث باوجود امام کے اس ممانعت کے اظہار سے باز نہ آیا اور امام کی مخالفت کی یہانتک کہ مقتول ہوا قال ابو عبد الله عليه السلام اقرأ موالينا السلام واعلمهم ان يجعلوا احاديثنا فى حصون حصينة وصدور فقيهة واحلام رزينة والذى فلق الحبة وبرأ النسمة ما الشاتم لنا عرضاً والناصب لنا حرباً اشد مؤنة من المذيع علينا حديثنا عند من لا يحتمله — عن ابى عبد الله ع قال ما قتلنا من اذاع حديثنا خطاء ولكن قتلنا قتل عمد عن ابى بصير قال قلت لابى عبد الله ع ما لنا من يخبرنا بما يكون كما كان على يخبر اصحابه فقال بلى والله ولكن هات حديثاً واحداً حدثتك فكتمته فقال ابو بصير فوالله ما وجدت حديثاً واحداً اكتمه غرض ان روایات سے اظہار معتقدات زمانہ تقیہ تک صاف حرام معلوم ہوتا ہے پھر باوجود اسکی

---

[1] وہ نور اسکو جنت مین کہینچ لیجائیگا اے معلی جو شخص ہماری حدیث اور ہمارے امر کو ظاہر کریگا اور اسکو مخفی نرکھیگا خدا تعالی اسکو دنیا مین خوار کریگا اور قیامت کو اسکی پیشانی سے نور کو سلب کریگا اور اسکی پیشانی کو ظلمت بنا دیگا جو اسکو دوزخ مین کہینچ لیجائیگی اے معلی تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین ہے اور جس شخص میں تقیہ نہین وہ بے دین ہے اے معلی خدا تعالی کے نزدیک پوشیدہ عبادت بھی ایسی ہی پسندیدہ ہے جیسا آشکارا اور پرستش کرنی اے معلی ہمارے امر کا فاش کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ اس سے انکار کرنیوالا فرمایا ابو عبد اللہ حضرت جعفر صادق نے کہ ہمارے دوستوں سے سلام کہو اور یہہ جتا دو کہ وہ ہماری حدیث کو مستحکم قلعون مین رکہین اور فقیہ سینون مین جگہہ دین اور باوقار عقلوں کو حوالہ کرین قسم ہے اوس ذات کی جس نے دانہ کو پہاڑ کر شگوفہ نکالا اور خلقت کو پیدا کیا ہے کہ ہماری عزت مین تہمت لگانیوالا اور ہماری تہہ لڑائی برپا کرنے میں کوشش کرنیوالا شخص بہی زیادہ ہمکو تکلیف دینیوالا نہین ہے جو ہماری حدیث کو ایسی شخص پر ظاہر کرے جو اسکا متحمل نہین ہوتا۔ ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے ہماری حدیث کو ظاہر کردیا اوس نے ہمکو چوک کر قتل نہین کیا بلکہ اوس نے دیدہ دانستہ ہمارے گلے پر چھری پہیری ابو بصیر سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ مین نے ابو عبد اللہ کی خدمت میں عرض کیا حضرت ہم لوگون کو کیا بات ہے کہ آپ ہمکو کیفیت حال کی خبر اسطرح نہین دیتے جسطرح کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے دوستونکو خبر دیا کرتے تہے آپ نے قسم کہا کر فرمایا کیون نہین مگر ایک ایسی حدیث بیان کردی جو مین نے تجہسے کہی ہو اور تو نے اسکو پوشیدہ رکہا ہو ابو بصیر کہتا ہے کہ واللہ مجھکو کوئی ایسی حدیث نہین ملی جسکو مین چھپا یا ہو۔

حضرات شیعہ کے اکابر کا جو بزعم انکے مخصوص اصحاب ائمہ تھے یہہ حال ہی کہ امام کی نافرمانی کرین امام زین العابدین
کری پہر بھی انہار سے باز نہ آوین اوران ہی پر کیا منحصر ہی صحابہ مقبولین نے بہی تو امام بلا فصل کے ارشاد
مین اطاعت نہین فرمائی تہی تو یہہ کچہہ نئی بات نہین مگر تعجب تو یہہ ہی کہ باوجود ان روایات
کی یہہ حضرات یہہ روایتین بہی فرماتے ہین عن محمد بن جمہور القمی قال قال رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا ظہرت البدع فی امتی فلیظہر العالم علمہ فان لم
یفعل فعلیہ لعنۃ اللہ۔ پہر آپ فرمائیے کہ روایات مذہب کی روسی زبان کا قلب وجنان کے ساتہہ
موافق ہونا اصل اصول دین ہی یا مخالف ہونا اور زبان کو دل کے ساتہہ موافق کرنے سے دین
اسلام سے خارج ہوتا ہی یا مخالف کرنے سے فاعتبروا یا اولی الابصار **قال الفاضل المجیب**
ثم قال۔ امابعد ان دنون ایک سوال محررہ مولوی فرزند حسین صاحب اثنا عشری متعلق بحث
امامت میری نظر سے گذرا اگرچہ پہلے اس مسئلہ مین اور اسکی متعلقات مین طرفین سے دفاتر سیاہ
ہوچکی ہین در ہنوز فیصلہ نہین ہوا اور نہ جبتک خداوند توفیق راہ ہدایت کیطرف کشان کشان
لاوی اور عنایت خداوند تعالی شانہ دستگیری فرمائی تب تک فیصلہ ممکن ہی۔ اقول۔ مجہہ
جیسے ہیچمدان کی نسبت لفظ مولوی تحریر فرمانا محض تواضع و عنایت سامی ہی ممنون
ہون واقع مین مین بیچارہ فارسی خوان ہون ہرگز مولویت کی لیاقت نہین رکہتا ہان یہہ ضرور ہی
کہ ابتدا سن تمیز سے مناظرہ مذہبی کا شوق رہا ہی اسیقدر طرفین کی کتابین دیکہی اور باتین سنی ہین
لفظ مولوی اپنی نام کے ساتہہ لکہا جانا ایک قسم کی ہنسی و استہزا سمجہتا ہون اسلیئے آیندہ معافی
کا خواہان ہون **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** اگر آپ اپنی اس بیان مین
سچی ہین اور آپ محض فارسی خوان ہین اور عبارات عربیہ کو نہ سمجہہ سکتی ہین نہ ترجمہ کر سکتی ہین
تو ضرور ہی کہ آپ اپنی تحریرات کے مواقع اعتراض و جواب مین جو عبارتین اپنی یا خصم کی کتب عربیہ
سے نقل کرتے ہین جنکا سمجہنا بجز استعداد علوم عربیہ کی نہین ہوسکتا اون عبارات کی نقل
اور اون سے استدلال کرنے مین اپنی مذہبی اہالیون سے مدد لیتی ہونگی اور آپکی علماء کی

[illegible]

اعانت و امداد اوسمین آپکی شامل حال ہوگی چنانچہ اس قسم کی تحریرات حضرات شیعہ کی طرف سے نذر ینیہ
کمیٹی ہوا کرتے ہین - تو ایسی صورت مین میری مخاطب اور میری مجیب معترض آپ مع اوس
قوت اور تائید برادران ایمانی اور صد قادر وحانی کی ہونگی جو شامل حال سامی ہی علیٰ ہذا جس
عنوان سے مین آپکو تعبیر کرون آپ اوس قوت کی ساتھہ ملکر معبر عنہ ہونگی تو اگر مینی لفظ مولوی
آپکی لیئی اطلاق کیا تو خلاف واقع اور بیجا نہین کیا کیونکہ میری مخاطب محض آپ ہی نہین ہین
بلکہ آپ مع تقویت و تائید کے ہین اور اوسکی انضمام کے ساتھہ بیشک آپ مولوی ہین تو مجموعہ
پر لفظ مولوی حمل کیا گیا ہی - اور اگرچہ یہہ تقویت و تائید عوارض خارجیہ سے ہے لیکن چونکہ
بمنزلہ لوازم غیر منفک عن الذات ہی سلیئی اسکو وصف ذاتی سمجھہ لیجیئی پس اسکو محض تواضع
اور عنایت پر محمول فرمانا محض تواضع و عنایت ہی ممنون ہون - قولہ ہدایت کی لیئی
توفیق ایزدی درکار ہی مگر جس فرقہ سے یہہ توفیق یہانتک سلب ہوگئی ہو کہ فریق ثانی کی کتابونکا
دیکھنا اونسی ملنا امور متنازعہ فیہا مین گفتگو کرنا خصوصاً مشاجرات صحابہ مین گناہ سمجھتی ہون
اور ان باتونکو اپنی مذہب کا مخل جانتی ہون عالم اسباب مین اوس فرقہ کی ہدایت کی کیا امید ہی
اقول اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آپکو توفیق کے معنی سے بھی ناآشنائی ہے - جناب من توفیق کے
معنی توجیہ الاسباب نحو مطلوب الخیر ہین اور ظاہر ہی کہ اسمین مطلوب خیریت کی ساتھہ
مقید ہی جو یہان مفقود ہی مطلوب شر کی توجیہ اسباب کو کوئی ناواقف بھی توفیق نہ کہیگا
اور اگر خیر مزعومی مراد ہو اور مطلقاً ہر ایک فریق کی کتابین دیکھنا اونسی ملنا امور متنازعہ فیہا
مین گفتگو کرنی اور اوسکو ثواب سمجھنا توفیق ہو تو پھر خوارج کو بھی جو کہ اپنی کتابونمین اہلبیت
نبوت کو سب و شتم کرتے ہین اور سواد الوجہ فے الدارین کماتے ہین جیسا کہ حضرات شیعہ
نی بھی بہ نسبت کبار صحابہ کی یہہ ہی وتیرہ اختیار کر رکھا ہی مژدہ ہو کہ حضرات شیعہ کو
کہہ سکتی ہین کہ جس فرقہ سے یہہ توفیق یہان تک سلب ہوگئی ہو الخ تو اس صورت مین
آپکی ہی اقرار سے ایسی اور تمام شیعہ سے توفیق سلب ہوئی اور کوئی ہندہ ہین خیال نہین

کر سکتا کہ خوارج کی کتابونکا دیکھنا جنمین معاذ اللہ اہلبیت اطہار کے دشمنون کی توہین وتذلیل ہو
مستحب اور موجب ثواب ہے اگر ہماری مجیب بروی اپنی مذہب کے واقعی ایسا ہی اعتقاد رکہتے ہون
تو ہمین بھی مطلع فرمائین - علی ہذا القیاس یہود و نصاری و مجوس و بت پرست وغیرہ سب کا
بمقابلہ حضرات شیعہ کے اپنی اون کتابونکی نسبت جنمین حق تعالی شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نسبت کلمات سقط و ناسزا لکھی ہین یہہ ہی ترانہ ہوگا پہر جو کچھہ اسکا جواب حضرات شیعہ خوارج
وغیرہ کو دیوین وہی ہماری طرف سے بہی قبول فرمائین اور اصل یہہ ہے کہ جس فریق کے نزدیک فریق
ثانی کے پیشواؤن کو برا کہنا جزو مذہب ہو اور اسکو عبادت اعتقاد کرتے ہون بلکہ اپنی پیشواؤنکو برا کہنے سے پاک نہو
اور انکی کتابین اس قسم کی مضامین سے مملو ہون اور انکی باتین ایسی کلمات کی خوگرفتہ ہون تو بیشک فریق
ثانی ایسی لوگونکی ملنے اور اونکی کتابون کے دیکھنے سے کارہ ہوگا اور حرام سمجھیگا کیونکہ منجر بحرام ہے علاوہ
ازین قاعدہ ہے کہ جب حق منقح و محقق ہوجاتا ہے تو مخالفین کی کتابین دیکھنی اور انکی ملنا اور امور متنازعہ فیہا
مین گفتگو کرنے بے سود تضییع اوقات بلکہ کسیقدر خطرناک ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک امر کی تحسان
کی ادراک سے عقول قاصر ہین چنانچہ حق تعالی شانہ نے وَمَا اُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيلًا
فرماکر اسپر تنبیہ فرمایا اور جابجا کلام مجید مین مخالفین کے ساتھہ اختلاط اور انکی دوستی اور
موالات کی ممانعت فرمائی - اور جب اہلسنت اپنی مذہب کو منقح و محقق کر چکے اور موافق
کتاب و سنت پا چکے تو اونکو کچھہ ضرورت باقی نہین رہی کہ بنظر تحقیق حق شیعہ و خوارج سے
ملین اور انکی کتابین دیکھین اور اپنی بزرگونکا سب و دشنام سنین اور دیکھین - ہان کا ہی بغرض
حمایت اسلام و تبکیتاً للاخصام بغرض الزام کتب مخالفین دیکھتے ہین اور امور متنازعہ فیہا
مین گفتگو کرتے ہین اور اسکو کوئی حرام نہین کہتا لیکن ہمین اگر کچھہ فرمائین تو اہل ورع
و تقوی فرمائین سو وہ خارج از قانون مبحث ہے - لیکن طلب توفیق اون فرقہ سے دیکھنا
چاہیے کہ انکا اسلاف کس درجہ تک ہے کہ جو تمام عمر کتب اہل حق دیکھتے ہین کتاب اللہ پڑہتے ہین
اور ہدایت انکی نصیب نہین ہوتی اور صراط مستقیم سے منحرف ہین خدا تعالے شانہ کے لیئے

جسم وصورت ثابت کرتے ہین کہو کلا اور ٹھوس تبلاتی ہین کتاب اللہ کو محرف کہتی ہین انبیاء
کی حق مین ناسزا کہتی ہین ائمہ کو انبیاء سے افضل کہتی ہین - الی غیر ذلک من المزعومات - اب
اس سے اندازہ کرلینا چاہیی کہ سلب توفیق زیادہ کس پر ہے اور معاند حق کون ہی **قولہم**
شاید یہہ بہی سبب ہی کہ حضرت نے قائد توفیق کے ساتہہ لفظ کشان کشان جو مستلزم جبر ہی
زیادہ کیا ہی - **اقول** اگر یہہ ہی فہم شریف کا حال ہی تو اسطرح کلام اللہ کی بہت اسے
آیتین موہم جبر ہین جو ہدایت وضلالت کے بارہ مین وارد ہوئی ہین وہان بہی آپ شاید
جبر ہی سمجہتی ہونگی - خداوند تعالے پر لطف واجب کرکے اوسکو اپنی عقول سی مجبور کرنا مستلزم
جبر ہی کہ نہین - ان سب کے علاوہ حدیث الطینہ کو ہی ملاحظ فرمالیجیی اوسمین صریح ہی
کہ حسنات مخالفین کی شیعیان پاک کے بمقتضای طین حوالہ ہونگی اور سیئات شیعان پاک کی مخالفین کے
سر ڈالی جائنگی یہہ سراسر جبر اور خلاف لطف مزعوم ہی - اچہا یہہ بہی سہی ہم ایک روایت
مجالس المومنین سے پیشکش کرتے ہین جسکو قاضی نور اللہ صاحب شوشتری نے امام
جعفر رضی اللہ عنہ سے امام غزالی کی بیان مین نقل کیا ہی اوسکو ملاحظہ فرمائین اور انصاف
سی فرمائین کہ مستلزم جبر ہی یا نہین الفاظ روایت یہہ ہین العلم النافع لیس بکسب
ولا جد بل ہو نور یقذفہ اللہ فی قلوب اولیائہ اذا اراد بہم خیرا - پہر اگر اسمین کوئی
تاویل کرکے اسکو جبر سی خارج کرین تو بندہ کی طرف سی بہی وہی قبول کرین **قال الفاضل
المجیب** - **قولہ** - لیکن جناب سائل نے اپنی اسلاف سی بڑہکر قدم رکہا ہی اور اپنی
سابقین سے سبقت کا قصد کیا ہی **اقول** تعجب ہی کہ شروع کلام مین یہہ درازنفسی
ایسی الفاظ اور انکی جواب ترکی بہ ترکی لکہنی کو ہم تہذیب کے خلاف سمجہتی ہین اور بجز سکوت
کچہہ جواب نہین دیتی **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** تعجب ہی کہ آپکو یہہ الفاظ اتنی بُری لگی
اور آپنی انکو اسقدر مکروہ اور مستقبح وخلاف تہذیب سمجہا اور انکی لکہنی کو درازنفسی سی تعبیر
فرمایا - باوجودیکہ آپ کی سعی وکوشش اپنی مذہب کے اذاعۃ وترویج مین اپنے بہت

متقدمین بھی شریک ہی تو اگر اس جرح سی آپکو فخر سابقین کہدیا گیا یا تصدق قدم سبقت علی الثقلین
آپکی طرف نسبت کیا گیا تو کیا گناہ ہوا۔ حضرات شیعہ تو اس سے شریکتر الفاظ اپنی علمائے
شامین لکھتے ہین اور مین یقین کرتا ہون کہ ہرگز آپ انکو دراز نفسی و بد تہذیبی کے ساتھ
تعبیر نہین فرماینگے حالانکہ ایسی کلمات مستلزم توہین امامت و ائمہ رضا ہین اور اگر انہین
تاویل کرکے ظاہر سے نہ پہیر جاوے اور مجازی معنی نہ لیئے جاوین تو انشاء اللہ آپ ہی
اونپر کفر کا فتوی دیوین۔ فہرست علماء مصنفین شیعہ مین جو اسوقت میری سامنی
موجود ہی لکھا ہی ومنھم الشیخ امام الشیعة معین الدین مسعود بن علی
البیہقی صاحب کتاب سلوة الشیعه وفیه الادلة علی تحقیق ایمان ابی طالب
اب آپ غور فرمائیے کہ اس شخص کو امام کی لفظ سی تعبیر کیا ہی اور آپ جانتے ہین کہ
غیر امام کو امام کہنا شیعہ کی نزدیک ایسا ہی برا ہی جیسا غیر خدا کو خدا کہنا اور غیر رسول ص کو
رسول کہنا تو معلوم نہین اس قسم کی کلمات کو جو عموماً علما کی نسبت کتب شیعہ مین
بلا نکیر پائی جاتے ہین ہماری حضرت مخاطب کسقدر سنکر اور مستقبح سمجھتی ہونگی اور انکی
قائلین کو کس درجہ دراز نفسی اور بد تہذیبی سے مطعون فرمائی ہونگی۔ حالانکہ جو کچھ
مینی عرض کیا ہی وہ ان کلمات کا عشر عشیر بھی نہین۔ باقی رہا یہہ جو آپ فرماتی
ہین کہ ایسی الفاظ اور انکی ترکی بترکی جواب کو خلاف تہذیب سمجھتی ہین اور بجز سکوت
کچھ جواب نہین دیتی۔ بعاینہ آپکی اس تحریر کی حیرت و تعجب انگیز ہی۔ کیونکہ
آپنے اسی تحریر مین باوجود ادعاء تہذیب کی کوئی دقیقہ دقائق خلاف تہذیبی کا
اوٹھا نہین رکھا فحش گالیون تک دریغ نہین فرمایا۔ چنانچہ آیندہ جسجگہ ایسی کلمات
آپ لکھینگے اوسجگہ اشارہ کیا جائیگا پہر معلوم نہین آپنے تہذیب کس چیز کا نام
لیا ہی۔ مگر شاید آپکی نزدیک گالیان خلاف تہذیب نہون اور یہہ کلمات خلاف تہذیب ہون

ع مجموعہ فہرست شیعہ کہ شیخ امام الشیعہ معین الدین مسعود بن علی بیہقی مصنف کتاب سلوة الشیعہ جسمین دلائل ثبوت ایمان ابی طالب کی ہین ۔۔

پھر با این ہمہ اگر ان کلمات کو آپ اسوجہ سی کہ خاص میری قلم سے نکلی ہین مکروہ اور خلاف تہذیب خیال فرماتے ہین تو لیجئی مین معافی مانگتا ہون اور ممنون ہون کہ اسکی جواب مین آپنے سکوت فرمایا کیونکہ اس فن مین مجھسی آپکے ساتھہ برابری نہو سکیگی **قال الفاضل المجیب** - قولہ - وہ یہہ ہی کہ اپنی مسلمہ شرائط امامت کو تحریر فرماکر اونکی نسبت دعوی فرمایا ہی کہ یہہ شرائط دلائل عقلیہ و نقلیہ سی ثابت ہین اسکی بعد لکھا ہی کہ جو صاحب جواب تحریر فرماوین اونکو چاہیی کہ اگر ہماری شرائط کو رد فرماوین تو محض لا نسلم کہکر نہ ٹالدین بلکہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ رد فرماوین - اقول - اسلاف سی بڑہکر قدم آگی رکہنی اور سابقین سے سبقت کا قصد کرنیکا جو یہہ سبب تحریر فرمایا ہی سمجھہ مین نہین آتا کیا حضرت مجیب ان شرائط ثلثہ کو میرا ہی ایجاد سمجھتی ہین اگر انکا یہہ خیال ہی تو تحفہ کی باب ہفتم کو ملاحظہ فرماوین کہ صاحب تحفہ تحریر فرماتے ہین کہ یہہ شرائط امامیہ نے اسلیئی امامت مین لگائی ہین کہ خلافت خلفاء ثلثہ کو عین دعوی مین برہم کرین - کل علماء شیعہ کثرہم اللہ فی البریہ یہہ ہی شرائط لکھتی آتے ہین - یا اسلیئی کہ مینی اونکو مدلل بدلائل عقلیہ و نقلیہ لکھا ہی - یہہ بھی تجرید الامامت مین مشرح و مفصل موجود ہے - یا یہہ کہ دلائل نہین لکھے سو اب تحریر یہہ ہی کہ اپنی دعوی گو سردست اوسکی دلائل نہ لکھین مدلل بدلائل لکہتا ہین - چنانچہ حضرت مجیب نے بہی صحابہ کرام رض و خلفاء ثلثہ کی تمام امت سی افضلیت کے دعوے مین تحریر فرمایا ہے کہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر ہی اور اقوال عترت بشمار انکی مدائح مین وارد ہین حالانکہ ایک آیت قرانی اور ایک قول عترت بہی نقل نہین فرمایا - مین حیران ہون کہ حضرت مجیب نے جو سبب میری سبقت وغیرہ کا لکھا ہی میری سمجھہ مین نہین آتا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** مین آپکی ادعائی انصاف اور مہارت فن مناظرہ پر کہ ابتدا سن تمیز سے اسی مین منہمک رہی نہایت متاسف ہون کہ خصم کا کلام بجمیع

محتملات نہین سمجھ سکتی یا یہہ کہ سمجھتی ہین لیکن صرف بغرض ایراد اعتراض کلام کی اوس
محتمل سے اغماض فرمائی ہین جسپر بنا مراد قائم ہی ۔ پس اگر اسیکا نام انصاف اور مناظرہ
دانی ہی تو دیکھیے نا انصافی کیسی کچھہ ہوگی ۔ مین پوچھتا ہون کہ اسلاف سی بڑھکر قدم
رکھنی اور باتین سے سبقت کا قصد کر سکے کے جو جنابنے کلام مین سے تین احتمال
پیدا فرمائی ہین کیا بجز اون احتمال سہ گانہ کے اور کوئی احتمال اوس کلام مین پیدا نہین
ہوسکتا ۔ کیا کوئی دلیل حصر عقلی یا استقرائی جنابنے اوس پر قائم فرمائی ہے ظاہر
تو یہہ آپکا محض زبانی دعوی ہی ۔ سنئے تحقیقت دیکھیے تو یہہ تینون احتمال غلط ہین اور مدار
تقدم وسبقت اس پر ہی کہ جنابنے اول تحریر فرمایا کہ یہہ مدعا بدلائل عقلیہ ونقلیہ
ثابت ہے اور بعد اوسکی لکھا کہ جو صاحب جواب تحریر فرماوین تو محض لانسلم کہکر
نہ ٹال دین ۔ اس سی صاف ثابت ہوتا ہی کہ بزعم جناب یہہ شرائط اس درجہ ثابت و
متحقق ہین کہ ان پر کوئی اعتراض وارد نہین ہوسکتا اور خصم کو بجز لانسلم کے اور کچھہ بن نہین
آتا گویا اہلسنت آجتک بجواب شرائط لانسلم کرتے چلے آئی ہین حالانکہ اسقدر وسیع
مسئلہ مین کہ جس مین مجال کلام کو بہت وسعت اور گنجایش ہی بلکہ اگر انصاف سے دیکھیے تو علماء
شیعہ اس مسئلہ مین محض محتملات بعید از لفظ اور دور از عقل سے ہمیشہ استدلال کرتے ہین
اور بجز دعوی کفر وارتداد کبار صحابہ مہاجرین وانصار وازواج مطہرات رسول کردگار امہات
المومنین کے اور کوئی مساغ نہین پاتے ۔ تو ایسی مسئلہ کی نسبت اتنا بڑا کلمہ کہنا بہت
بڑی تقدم وعزم سبقت کو مقتضی ہے ۔ جو بہت سی اکابر شیعہ سی صادر نہین ہوا ۔
پس حضرت مجیب کا یہہ فرمانا کہ مین حیران ہون کہ حضرت مجیبنے جو سبب میری سبقت وغیرہ
کا لکھا ہی میری سمجھہ مین نہین آتا البتہ قابل افسوس ہی اور یہہ جو ارشاد ہے کہ وقت
تحریر یہہ ہی کہ اپنے دعوی کو گو درست اوسکی دلائل نہ لکھین ۔ لیکن مدلل بدلائل لکھتے
ہین الخ ۔ یہہ اور بھی طرفہ تماشا ہی کیون حضرت یہہ کہان کا داب تحریر ہے کہ خصم

دعوی پیش کرین اور اوسکی دلائل ذکر نہ فرمائین کوئی شخص مناظرہ مین بمقابلہ خصم دعوی کو
ذکر کرکے دلائل کو برات عاشقان بر شاخ آہو نہین بتا سکتا۔ حالانکہ وہ یہہ بہی جانتا ہو کہ خصم
اس دعوی کو تسلیم نہین کرتا۔ کیونکہ خود جناب کے نزدیک بہی مسلم ہی کہ دعوی بلا دلیل نامسموع
ہی تو معلوم نہین کہ یہہ داب تحریر کس قاعدہ پر مبنی ہی رہا یہہ جو بطور تشبیہ بیان فرماتے مین "
چنانچہ حضرت مجیب نے خلفاء ثلثہ کی افضلیت کا دعوی مین" الخ۔ اور بندہ کو بہی اپنی خطا
مین شریک کرتے ہین یہہ اوس سے بہی زیادہ عجیب وغریب ہی بلکہ حضرت کے مناظرہ
دانی کی نہایت قوی دلیل ہے اس سے اہل فہم صاف سمجھہ سکتے ہین کہ آپکو مدعی اور حاکی
دعوی مین امتیاز و تفرقہ نہین ہے۔ اگرچہ مین کیا بلکہ ہر ایک شخص اہلسنت مین سے افضلیت
خلفاء رضی اللہ عنہم کا معتقد اور مدعی ہے لیکن اس عبارت مین جسکو جنابنے نقل فرمایا ہی
میری طرف دعوی کو نسبت کرنا سراسر غلط ہی کیونکہ سیاق کلام بصراحت دال ہی کہ یہہ عبارت حکایت
دعوی ہی بلکہ معتقد اہلسنت کو مبنی ہی نہ یہہ کہ متکلم کے مدعی ہونے کو مثبت ہی پس حاکی دعوی کو
مدعی کہنا آپ ہی جیسی مناظرہ دان کا کام ہی تو اسلئے بندہ کو عدم سوق دلائل مضر نہین
حضرت نے بہی اگرچہ ابتدا مین اختلاف نقل کیا ہی جس سے شاید آپکو بہی یہہ شبہ پیدا ہو
کہ ہم بہی مدعی نہین اور حاکی دعوی ہین اور بندہ نے جو آپکو مدعی قرار دیا ہی اوسکو غلط اور
خلاف مناظرہ سمجہین لیکن اسقدر اور بہی خیال فرمائین کہ آپنے آخر تحریر مین یہہ فقرہ
تحریر فرمایا ہی (جو صاحب جواب تحریر فرمادین وہ ہماری شرائط کو بدلائل رد فرماوین الخ)
جس سے صاف ثابت ہی کہ آپکی غرض محض نقل حکایت مذہب نہ تہی بلکہ آپکو دعوے مقصود
تہا اسلئے آپکو مدعی قرار دیا گیا جسکو جنابنے بلا رد و انکار تسلیم کر لیا۔ پس اگر آپ تامل فرماوینگے
تو سمجہہ جاوینگے کہ مین اس خطا مین آپکا شریک نہین ہو سکتا۔ قولہ ہمند یہہ شرائط ایسی
متحقق و ثابت ہین کہ حضرت مجیب نے باوجود سخت انکار زبانی کے دو شرطین تو تسلیم فرمالین
افضلیت خلفاء ثلثہ کا تصریحاً اقرار ہی اور نص کی بابت تحریر فرماتے ہین کہ (یہہ دعوے

کہ اہل سنت اس باب مین نص کے قائل نہین علے الاطلاق صحیح نہین) اس سی ثابت ہوا کہ ہماری تقریر
کی تبدیل ہونیکا اور کیا ثبوت ہوسکتا ہی - اقول - کہان ہین اہل علم و فہم و انصاف جو بارے
ذہن محبے کے انصاف و مناظرہ دانے کو ملاحظہ فرماوین اور حضرت کی شرائط ثلثہ کا ایسا کامل
ثبوت جس سے زیادہ کوئی ثبوت نہین ہوسکتا بنظر تامل دیکھین اور اس دلیل ثبوت کی کیفیت
نہین - اگر حضرات کی پاس اس سی ثبوت شرائط ثلثہ کے اثبات کے لیے اور کوئی حجت نہین
تو اس سی یقین کر لینا چاہیے کہ حضرات کی پاس شرائط ثلثہ کا کچھ ثبوت نہین ہی جناب
میر صاحب مین نے اگر خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا تصریحا اعتراف کیا تو
اس سے بموجب کس قاعدہ مناظرہ کی خلافت کی لیے اشتراط افضلیت لازم آیا
اور اگر یہی یہہ لکھا کہ یہہ دعوی کہ اہل سنت اس باب مین نص کے قائل نہین علے الاطلاق صحیح
نہین تو یہہ کیونکر مستلزم اشتراط نص کو ہوا خدا کے لیے ذرا تو سوچیے اور سمجھیے تو انصاف فرمایے
کیا وجود شی اور اشتراط شی متحد ہین حاشا کہ باہم اتحاد ہو کیونکہ بدیہی ہی کہ اشتراط شی
جو بعض اعتبارات سی موقوف علیہ ہوتا ہی نفس وجود شی سے ایک وصف زائد ہی اور آثار
متفرع ہی جیسا کہ اور اوصاف بھی متفرع علی الوجود ہین اور وجود خواہ عین ذات قرار دیا جاوے
یا زائد علی الذات سمجھا جاوے ہر طرح مغایر اشتراط ہی اسلیے کہ اتحاد ذات مع الوصف
محال ہی اور اتحاد وصفین متغائرین بھی ممتنع - یا یہہ کہ وجود شی مستلزم اشتراط کو ہی
اور یہہ بھی بداہتہً غلط ہی کیونکہ علاقہ لزوم باہمی منتفی ہی ورنہ لازم آوے کہ تمام
صفات موجود فی فرد واحد کا اشتراط مسلم ہو حالانکہ یہہ صراحتہً باطل ہے اسلیے کہ
مستلزم بطلان لعقد دائمہ بلکہ اعتبار کو ہی لوفی اوقات مختلفہ کیونکہ ظاہر ہی کہ تمام صفات
موجودہ فی شخص قطعاً و یقیناً دوسری شخص مین نہین موجود ہونگی ورنہ لازم آوے کہ متغایر
متحد ہو جائین - پس جبکہ اتحاد اور استلزام دونو باطل ہوگئی تو اشتراط کہان
پس آپ دیدہ بصیرت و انصاف کہولکر ملاحظہ فرماوین اور تامل کرین کہ یہہ جو تحریر فرمایا

کہ اس سے بڑھکر ہماری شرائط کے مدلل ہونے کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہی اس سے صاف ثابت
ہوتا ہی کہ آپکو اعتراف ہی کہ آپکی پاس شرائط ثلثہ کے ثبوت کی لئی کوئی دلیل نہین ہی پس
جبکہ آپکو شرائط کے بلا دلیل ہونے کا اعتراف ہی۔ تو ہمکو اونکی تردید کی کیا ضرورت ہی۔ اور آپکا
اونکی تردید مین دلائل کا مطالبہ سراسر بیجا۔ **قال الفاضل المجیب** قولہ پیشتر علماء
شیعہ کا یہہ وتیرہ رہا ہی کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیی۔ اقول ۔ تین چار سطر پہلے حضرت
تحریر فرما چکے ہین کہ اس مسئلہ ۔ اور اسکی متعلقات مین طرفین سے دفتر سیاہ ہو چکے ہین
اگر علما شیعہ ہمیشہ اعتراض کیا کیی تو یہہ دفاتر کس نے سیاہ کیے۔ کیا محض اہل سنت ہی دفاتر
سیاہ کیا کیی اگر یہہ ہی تو پہر طرفین کی قید زائد محض ہے اور یہہ بہی سمجہہ مین نہین آتا کہ تا وقتیکہ ایک
فریق کچہہ نہ لکہے دوسکا مخالف فریق خود بخود دفاتر سیاہ کیا کری ایسی ہی کلام مین یہہ تناقض ہے جب اصلی بحث
شروع ہوگی تو دیکہی کیا ہوگا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** اسجگہ ہماری حضرت میر صاحبنے ہماری کلام
مین وقوع تناقض کا دعوی فرمایا۔ اہل دانش و انصاف اس کے ملاحظہ کی بہی تکلیف فرمائین اور ہماری
حضرت المجیب کو اونکی اعتراض کے داد دین اور واہ واہ آفرین احسنت کا شور عرش برین تک
پونہچائین۔ میر صاحب مین تو آپکی مناظرہ دانی کا قائل ہوگیا جو حضرت فرمائین وہ بجا اور درست ہے
جناب میر صاحب کو عبارت فہمی کا نہایت ہی ملکہ ہی۔ بندہ کی عبارت یہہ ہی۔ "پیشتر علما
شیعہ کا یہہ وتیرہ رہا ہے کہ ہمیشہ اعتراض کیا کیی اور جب کبہی خدانخواستہ جواب دہی کا
موقع آپڑا تو ستر گربہ لانے لگے اور ایسی تقریرین فرمانے لگی جو مضحکہ اطفال ہون"۔ اس اردو
عبارت مین ہماری فاضل مجیب نے غالباً لفظ اعتراض کو جو بمعنی باب افتعال سے لکہا تہا
اعراض باب افعال ہی سمجہا اور وقوع تناقض کے ہماری کلام مین مدعی ہوئی یعنی مانا کہ ہماری تحریر
مین شاید نقطہ ت تا افتعال کے سہواً رہ گئی ہونگی۔ لیکن سیاق عبارت کیا چلا کر نہین
کہہ رہا ہی کہ اسجگہ اعراض کے کچہہ معنی نہین ہے۔ اور یہان لفظ اعتراض ہی مناسب ہے
کیونکہ دو امر متقابل ذکر کیئے گئے ہین اول اعتراض دوسرا موقع جواب

دہی ظاہر ہی کہ اعتراض وجواب باہم متقابل ہین اور لفظ موقع جواب خود مقتضی سبقت اعتراض کو ہی تو اس سے صاف سمجھ مین آسکتا ہی کہ پہلی جو لکھا گیا تہا وہ لفظ اعتراض باب افتعال سے تہا نہ اعراض باب افعال سے تعجب ہے کہ آدمی بے سوچی سمجھے اتنا بڑا اعتراض کر دے اور سیاق وسباق عبارت مین تامل نہ فرماوے جب اردو عبارت سمجھنے مین یہہ حال ہے تو اور عبارات کیا خاک سمجھ سکتی ہین۔ پہر اس فہم پر فرماتے ہین کہ ہمنی مذہب کی حقیقت مین حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ مگر شاید آپ یہہ عذر فرمائین کہ مین ایک ایک جملہ لیکر تردید کرتا تا اور جب مضمون جمعہ سابقہ کا تمام ہوکر حافظہ سے نکل گیا اوسوقت دوسری جمعہ کی نوبت آئی۔ لیکن جبکہ ابہی سے انصاف وتحقیق حق اور مناظرہ دانے کا یہہ حال ہے تو جب اصلی بحث شروع ہوگی تو اوسوقت دیکھیئی کیا ہوگا۔ قولہ۔ تعجب ہے کہ اعتراض کی نسبت ہماری طرف کیجاتے ہے۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہی اس باب مین سکوت اہل سنت کا مذہب ہے ہمارا۔ اقول۔ یہہ دعوی غلط ہی مین نے ہرگز آپ کی علما کی طرف اعتراض وسکوت کی نسبت نہین کی۔ آپ بندہ کی عبارت نظر تامل سی مکرر ملاحظہ فرمائین گستاخی معاف ہینی اوس تحریر مین آپکی علماء کی نسبت یہہ عرض کیا ہی کہ حضرات موقع جواب دہی مین تقریرات لغو اور لاطائل فرماتے مین جسکا منشا نفسانیت وابطال حق ہے یا قلت استعداد وقصور بلکہ اوسکو اعراض کے ساتہہ تعبیر فرمانا صحیح نہین ہے۔ کہان اعراض کہان تقریرات سقیمہ۔ ہان آپنے اعراض اور سکوت کو اہل سنت کی طرف نسبت کیا یہہ صحیح ہے بیشک علما اہل سنت اعراض سکوت ایسی مواقع مین اختیار فرماتے ہین جبکہ دیکھہ لیتی ہین کہ خصم پر حجت تمام ہوگئی اور حق منکشف ہوگیا اور خصم حق سے دست بردار ہوکر بر سر جدال ومکابرہ آگیا یا یہہ کہ کا ابتدا مین عنوان مباحثہ سے معلوم کر لیا کہ خصم مخاطب صحیح اور قابل خطاب ہی نہین

تو ایسی مواقع مین علماء اہل سنت بمقتضاء ع اینست جوابش کہ جوابش ندہی اور بحکم
واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ۔ اعراض وسکوت فرماتے ہین اور یہہ اعراض وسکوت
محمود وپسندیدہ ہی اور ہر چیز اپنے موقع پر پسندیدہ ہوتی ہے بیت دو چیز
تیرہ عقلاست دم فروبستن + بوقت گفتن وگفتن بوقت خاموشی + اور حاشا
کہ سکوت واعراض علماء شیعہ کی نسبت خیال کرتا ہون ۔ بہلا شیعہ جنکی صرف
زبانی دعوی اطاعت ائمہ رضا کی ہین ۔ ائمہ کی کیونکر اطاعت فرماتے اور ائمہ نے
جسکو حرام اور موجب لعنت فرمایا ہے اوس سے کیونکر احتراز کرتے ۔ لیکن اس تقریر سے
پایا جاتا ہی کہ مطلقاً آپکے نزدیک اعراض وسکوت علامت عجز وتسلیم ہی کہ اوس سے
تبری وبخاشی فرماتے ہین تو علاوہ اسکی کہ وجوب سکوت وحرمت کلام وگفتگو
آپکی روایات سے واضح ہوچکی ہی حضرات ائمہ رضا مین سبی جنہون نے بمقابلہ اعداء
سکوت فرمایا یا علماء امامیہ مین سے جنہون نے مخالفین کے جواب نہین دیی تو حسب
قاعدہ مسلمہ جناب مستلزم عجز وتسلیم حضرات ہی علاوہ ازین بیچاری متاخرین متکلمین
شیعہ تو کس شمار مین ہین آپکی وہ امام المتکلمین جو بزعم آپکی علماء متقدمین کی
کلام مین اسقدر ید طولی رکھتی تھے جو تمام اہل مذاہب پر غالب آئی اور خلق اللہ مین سے
کسیکو تاب وطاقت نہ تہی کہ اونسی کلام کرسکی اور ان پر ازراہ حجت غالب ہوسکی
وہ آپکی فخر الاولین والآخرین بشہادت امام معصوم کلام مین ایسی عاجز تہی کہ اونکو ایک
طفل مکتب ساکت وملزم کرسکتا تہا۔ پس آپکا اور آپکی دوسرے مذہبی بہائیون کا
کلام پر فخر کرنا اور اپنی آپکو یہہ سمجہنا کہ ہمکو کوئی فرد بشر جواب ہی نہین دیسکتا
سراسر ہیچ اور خرافات اور تکذیب امام ہی۔ لیجئی روایت سنئی آپکی علامہ باقر
مجلسی جلد اول بحار مین نقل فرماتے ہین ۔ قال السید ابن طاوس فی کشف المحجۃ

سل سید ابن طاوس نے کشف المحجہ مین عبد اللہ بن سنان سے روایت کی ہے۔

عن عبد الله بن سنان قال اردت الدخول علی ابی عبد الله ع فقال لی مومن
الطاق استاذن لی علی ابی عبد الله ع فقلت له نعم فدخلت علیه فاعلمته مکانه
فقال لاتاذن له علی فقلت جعلت فداك انقطاعه الیکم وولائه لکم وجداله فیکم
ولا یقدر احد من خلق الله ان یخصمه فقال بل یخصمه صبی من صبیان الکتاب فقلت
جعلت فداك هو اجدل من ذلك وقد خاصم جمیع اهل الادیان فخصمهم فکیف یخصمه
غلام من الغلمان وصبی من الصبیان فقال یقول له الصبی اخبرنی عن امامك امرك
ان تخاصم فلا یقدر ان یکذب علی فیقول لا فیقول له فانت تخاصم الناس من غیر
ان یامرك امامك فانت عاص له فیخصمه یا ابن سنان لاتاذن له فان الکلام والخصومات
تفسد النیة وتمحق الدین۔ پس جب آپکی مومن الطاق کا بشہادت امام یہہ حال ہے تو
دوسرون کا حال کو اوسی پر قیاس کر کے اپنی دعوی کی تصدیق یا تکذیب بمقتضاے اپنی دین و
دیانت وانصاف کے فرمالین ہماری عرض کرنیکی کچہہ حاجت نہین رہے قولہ
مین اپنا تجربہ عرض کرتا ہون کہ اسوقت تک دو قسم کے اہل سنت سے گفتگو کا اتفاق ہوا ایک وہ
کہ جن سے رابطہ تعارف و آشنائی ہے اگر ایسی حضرات سے کبہی گفتگو ہوئی تو سوائی ہنسی

لہ کہ مین نے ابو عبد اللہ کی خدمتمین حاضر ہونیکا ارادہ کیا۔ تو مومن الطاق نے مجہسے کہا کہ ابو عبد اللہ سے میری واسطی بہی اجازت
(حضور خدمت کی) لے لیجیو۔ مین نے اوس سے کہا بہت اچہا۔ پس جب مین خدمت مبارک مین حاضر ہوا تو مین نے آپکی خدمتمین عرض کیا
کہ مومن الطاق یہان حاضر ہے جو فرمایا کہ اوسکو مجہہ تک آنی کی اجازت مت دو۔ مین نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو وہ تو سب چہوڑ چہاڑ کے آپ ہی کا ہو رہا ہے
اور اوسکا تولا آپ ہی کے ساتہہ ہے اور اوسکا لڑنا جہگڑنا آپ ہی کی خاطر ہے اور خدا کی خلق مین سے کسی کی مجال نہین ہے جو اس سے لڑسکی (فرمایا)
بلکہ اوس پر تو ایک طفل مکتب بہی غالب آسکتا ہے مین نے عرض کیا میری جان آپ پر فدا ہو وہ تو اس سے بڑہ کر جہگڑالو ہے کیونکہ
اوس نے تمام مذہب والون سے مخاصمہ کیا اور وہ اون پر غالب رہا ہے سو ایک لڑکا اوس پر کیونکر غالب آسکتا ہے فرمایا کہ اگر اوس سے ایک لڑکا پوچہے کیا امام نے
تجہکو لڑنے جہگڑنے کا حکم دیا یا تو وہ ہرگز مجہہ پر جہوٹ نہین باندہ سکیگا اور یہ کہیگا کہ نہین حکم دیا تب وہ لڑکا کہیگا پہر تو اپنے امام کے حکم بغیر لڑتا ہے پس تو
نافرمانی کرنیوالا ہے اور لڑکا اوسپر غالب ہو جاویگا۔ اے ابن سنان اوسکو میرے پاس آنیکی اجازت نہ دو کیونکہ جہگڑے نیت کو بگاڑتے اور دین کو ملیامیٹ کرتے ہین۔ ۱۲

ونداق کے جواب نہین دیا اور یہہ بہی فرمایا کہ باہمین دوستی ہی اور دوستی مین مذہبی گفتگو نچاہیی حالانکہ
یہہ گفتگو کسیطرح مخل دوستی نہین ہی اگر انصاف مدنظر ہو۔ اقول فے الواقع عوام کو یہہ ہی چاہیی اسلیی
کہ جب انکو نہ اپنی مذہبیات پر عبور نہ دوسر ونکی مذہب کے اطلاع نہ مناظرہ جانین نہ مباحثہ کے
ڈہنگ سے واقف نہ اپنا جواب دیسکین نہ دوسر ونکی جواب کی صحت و غلطی پر متنبہ ہوسکین
تو وہ کیا مباحثہ کرینگے اور کیا انصاف کر سکینگے پس ایسی لوگونکو یہہ ہی چاہیی کہ مذہبی گفتگو
سے پہلو تہی کرین بلکہ اونکو قطع تعلق دوستی کرنا چاہیی۔ آپ ہی فرمائین اگر ایسی صورت
عوام اہل تشیع کو پیش آوی تو علما شیعہ اوسکی نسبت کیا حکم فرمائین گے۔ ظاہر ہی
کہ یا ترک تعلق کا حکم فرمائین گے یا تقیہ کا حکم لگائینگی۔ اور سنیی کہ بندہ نے جو کچہہ جواب
تمہید مین عرض کیا تہا کہ حضرات شیعہ کے عادت ہی کہ ضعفا اہل سنت سے اختلاط
کر کے مذہبی چہیڑ چہاڑ کیا کرتے ہین اور میرجی صاحب اس امر کے بادی ہین الحمد للہ
اوس معروض کے تصدیق خود حضرت مجیب کے اعتراف سے ہوگئی آپ فرماتے ہین کہ اگر ایسے
حضرات سے گفتگو ہوئی جن سے رابطہ آشنائی تہا تو انہون نے ہنسی و نداق کے سوا جواب ندیا
بلکہ گفتگو کو روکا اور عذر کیا کہ دوستی مین مذہبی گفتگو نچاہیی۔ قولہ دوسری وہ حضرات
جنسی یہہ رابطہ نہ تہا اگر اونسی کبہی اتفاق ہوا تو یا مطلق سکوت اختیار فرمای یا بدشتی جواب دیا
اقول۔ بیشک سکوت اختیار فرمایا ہوگا مین پیشتر گذارش کر چکا ہون کہ بعض مواقع مین
علما اہل سنت اعراض و سکوت اختیار فرماتی ہین لیکن اسکو علامت عجز اور دلیل
تسلیم سمجہنا غلط ہی اور جن حضرات نے بدرشتی جواب دیا وہ بپاداش آپکی درشتی اور تعریضات
کی ہوگا۔ قولہ میر مہدی صاحب مولف آیات بینات کہ جنکی کلام کو ہماری حضرت
مجیب بڑے فخر و مباہات سے اس جواب مین نقل فرماتے ہین جس زمانہ مین مرزاپور مین
تحصیلدار تہی اور بندہ ریواڑ ہی تہا اور یہہ رسالہ آیات بینات میری نظر سے گذرا انہا
انکی خدمت مین ایک نیاز نامہ لکہا کہ بعض مسائل مین گفتگو چاہی تہی مگر میر صاحب موصوف نے

مطلق جواب ندیا اور اعراض ہی فرمایا - اقول مین عرض کرچکا ہون میر مہدی علیصاحب
بیشک آپکو جواب نہ دیا ہوگا - لیکن اوسکی وجہ یہہ ہی کہ آپکو مخاطب صحیح تصور نہین کیا
اور قابل خطاب نہین سمجہا - نہ یہہ کہ عجز کی وجہ سے سکوت اختیار کیا یہہ محض جناب کا
خیال ہی خیال ہی قولہ خود اسی شہر مین مجہہ سے تین حضرات تحریری
گفتگو کرچکی ہین اور آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی اقول ایسی ہی حضرات کی
بی اعتنائی اور کم التفاتی نے آپکے عجب کو اس درجہ پہنچا دیا - اگر یہہ حضرات توجہ فرماتے
تو آپ کی ان دعوؤنکی کیونکر یہانتک نوبت پونہچتی - پس آپ کی جواب سی اعراض یا تو
بوجہ قلت اعتنا و مبالات کی ہی یا اس وجہ سی ہی کہ آپنے حسب عادت مطاعن و تعریضات
تحریر فرمائی ہونگی اور ظاہر ہی کہ اونکی جواب مین ایسی ہی کلمات الزاماً لکھی جاتے تو عجب نہین
کہ بوجہ استکراہ ایسی کلمات کی اگرچہ الزاماً ہی سہی جواب سی اعراض فرمایا ہوگا - پس یہہ
جو آپ فرماتے ہین کہ آخر کو اعراض ہی کرتے بن آئی جس سی مفہوم ہوتا ہی کہ بوجہ عجز جواب
نہ دی بلکل سراسر غلط ہی کیونکہ ظاہر ہی میدان تحریر ایسا وسیع ہی کہ اسمین کوئی شخص عاجز نہین
ہو سکتا کہ ضعیف قوی کچہہ نہ لکہہ سکی اور بندہ تو کسی کی تحریر کی نسبت ایسا خیال نہین کرتا
کہ کوئی مخالف اوسکا معارضہ حقاً یا باطلاً نہ کرسکی یہہ آپ ہی کا عقیدہ ہی کہ علماء شیعہ کی کتابین
اس وجہ معجز ہین کہ اونکا معارضہ خارج از امکان ہی حالانکہ بشہادت امام معصوم امام المتکلمین سیدہ
حضرت مومن الطاق ایک طفل مکتب سی مناظرہ نہین کرسکتی تہی اور وہ اونکو ساکت کرسکتا تہا
اور اگر بپاس خاطر سامی ہمکو تسلیم کرلین کہ یہہ سکوت عجز کی وجہ سی تہا - تو یہہ بہی انصاف اور حقانیت
کی بہت بڑی دلیل ہے - بخلاف حضرات شیعہ کے کہ اونکا مایہ افتخار یہہ ہی کہ مخالفین کی
تحریر کا برائی نام جواب لکہا جاوی حق و ناحق سے کچہہ بحث نہین ہوتی اور یہہ بہی خاص
اہل سنت کی تحریرات کے ساتہہ معاملہ ہی - صدہا تحریرین نصاریٰ و ہنود و آریون وغیرہ کی
شائع ہوتی ہین خبر ہی نہین ہوتی - اور ظاہر ہی کہ سلسلہ آخر کہین نہ کہین منقطع ہوگا

پہر یہہ خیال کرنا کہ سکوت عجز کی وجہ سے ہی محض واہیات ہی آخر علمار شیعہ نے بہی تو اہلسنت
کی بہت کتابون کے جواب نہین لکہے پہر کیا میر صاحب اپنی علما کا عجز بہی تسلیم فرماینگی
یا اپنہ یہہ اگر ہماری فاضل مخاطب کے نزدیک اہلسنت کا سکوت اسی وجہ سے ہی کہ آپکی
استدلالات کا جواب نہین دیسکی تو واضح رہی کہ اس صورت مین فاضل مخاطب نے
خود رسول صلعم اور ائمہ رض کی تکذیب کی کیونکہ ائمہ نے جدال و مناظرہ سے اس وجہ سے ممانعت
فرمائی کہ مخالفین تا انقضاء مدت حجت ملقین کئے جاتے ہین پس اگر حسب اعتقاد فاضل
مخاطب مخالفین آپ سے اور آپکی علمار سے ساکت ہوتی رہے ہین اور انکو جواب نہین
بن آیا تو معلوم ہوا کہ انکو حجت ملقین نہین ہوئی اور ائمہ رض نے جو کچہہ ملقین حجت کی بابت
فرمایا ہی معاذ اللہ دروغ ہی روایت کی الفاظ سنیی آپکی علامہ مجلسی جلد اول بحار مین
نقل کرتے ہین - عن ابی عبد اللہ ع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ
ایاکم و جدال کل مفتون فان کل مفتون یلقن حجتہ الی انقضاء مدتہ فاذا
انقضت مدتہ احرقتہ فتنتہ بالنار - انتہی - اس سے صاف ثابت ہوا کہ اعراض و سکوت
عجز کی وجہ سے نہین ہو سکتا - اور اگر یہہ ہی تو بندہ بہی عرض کرسکتا ہی کہ اس شہر مین بندہ
کی بہی ایک حضرت سید صاحب سے جو اس نواح کے مجتہد سمجہے جاتے ہین تحریری
گفت گو ہوئی - اور تیسری یا چوتہی تحریر مین اونہون نے اعراض و سکوت فرمایا
تو حسب قاعدہ حضرت مجیب مین بہی کہہ سکتا ہون کہ آخر کو اونکو اعراض ہی کرتے بن آئی
قولہ اب حضرت مجیب کی نوبت آئی ہی - اقول دیکہہ لیجیگا - بہت قیس
و فرہاد سے کہدو کہ وہ اس جنگل سے بستر اباندہ کے چلدین میری باری آئی قال
الفاضل المجیب اقول - اور جب کبہی خدا نخواستہ جواب دہی کا موقع اپڑا

سلہ امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچاؤ اپنی آپکو ہر ایک مفتون کے جہگڑی سے کیونکہ ہر ایک مفتون کو انکی
اپنی مدت کے تمامی تک حجت ملقین کیا جاتا ہی اور جب انکی مدت تمام ہوجائیگی تو انکا فتنہ اونکو آگ مین جلا دیگا - ۱۲ -

تو شتر گربہ لانی لگی اور ایسی تقریرین فرمانے لگی جو مضحکۂ اطفال ہون اقول اسکے جواب مین
بجز خاموشی کیا عرض کرین سخت افسوس اور تعجب ہی کہ ابتدا ہی مین یہہ تند الفاظ اور
سخت کلامی شروع ہوئی ہی خدا خیر کرے دیکھئے آیندہ کہانتک نوبت پہونچتی ہے
ہنوز دہلی دور است مگر گستاخی معاف - اسقدر عرض کیے بدون رہا نہین جاتا کہ آپنے
محض یہہ ہی ایک اصطلاح سنی ہی ایک اور شتر غمزہ بہی مشہور ہی اگر آپ جنگ جمل کے
واقعات کو بنظر غور و تامل و انصاف ملاحظہ فرماوین تو وہان آپکو بہت سے شتر غمزے معلوم
ہون - یقول العبد الفقیر الی مولاہ ہمارے حضرت میر صاحب نے
باوجود التزام تہذیب اختیار سکوت کے جو مجموعہ تشنیعات و تعریضات لطیفہ لطیف
کی پیرایہ مین ادا کر کے اپنے بزرگون کے ارواح کو ثواب پونہچایا ہی کسی منصف لبیب پر مخفی نہین ہر چند
خواہش نفس مقتضی ہی کہ ہم بہی آپکے جواب مین کوئی لطیفہ عرض کرین - لیکن چونکہ ہم التزام کر چکے
ہین کہ کوئی کلمہ خلاف تہذیب دانستہ نہین لکہینگے اسلئے آپکے جواب مین سکوت کرتے
ہین - قولہ مضحکۂ اطفال جو لکہا ہی واقع مین پیر و برنا و طفل و جوان و بالغ و نابالغ مین محققین کے
نزدیک صرف عقل کا ہی فرق ہی - گلستان مین یہہ فقرہ لکہا ہی - بزرگی بعقل ست نہ بسال
پس جو فرقہ اصول دین مین عقل سے دست بردار ہو چکی کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہو وہ عقلا کی
نزدیک مثل اطفال ہے اور ظاہر ہی کہ اگر وہ عقلا کی باتین نہ سمجہی اور ہنسی تو معذور ہی -
بیت نگوید از سر بازیچہ حرفے * کزان پندی نگیرد صاحب ہوش * اسکا دوسرا شعر گلستان مین
خود ملاحظہ فرمائیگا - اقول - اس قول مین بہی حضرت مجیب نے ہمکو بطور تمسخر کیا کچہہ نہین فرمایا
چنانچہ اہل خرد سمجہتی ہین مگر ہم حسب التزام خود اوس سے اغماض کرتے ہین - ہان
حسن و قبح کی بحث جو حضرت مجیب نے فرمائی اور اوسکی نسبت ہمپر طعن کیا کہ ہم حسن و قبح عقلی کے
قائل نہین ہین تو اسلئے بمنزلہ اطفال ہوئی - اوسکی جواب کیطرف متوجہ ہوتے ہین اور دریافت
کرتے ہین کہ کونسا فرقہ عقل و شرع سے دست بردار ہی - لیکن اول ہم اپنی

فاضل محبب ہی سے اونکو اونکی انصاف و مناظرہ دانی کی قسم دیکر پوچھتی ہین خدا کی لیے
ذرا انصاف سے فرمائین کہ بزعم جناب جو فرقہ اصول دین مین عقل سے یہانتک دست بردار ہو
کہ حسن و قبح عقلی کا قائل نہو۔ تو وہ آپ جیسے عقلا کے نزدیک مثل اطفال ہے تو آپ
فرمائیے کہ جو فرقہ اصول دین مین شرع اور شارع سے یہانتک دست کش ہو کہ حسن و
قبح شرعی کا بھی قائل نہو بلکہ خداوند تعالی اور عباد پر اپنی عقول کو حاکم قرار دے تو وہ فرقہ
شارع کی نزدیک کس اسم سے موسوم اور کس لقب سے ملقب ہوگا بدون عصبیت و حمیت
و بلا لحاظ خویش و بیگانہ جواب عنایت ہو۔ اس سوال مین دو امر ذرا حیرت انگیز معلوم ہوتے ہین
عقول کا خدا پر حاکم ہونا اور عقول کا عباد پر حاکم ہونا مبادا کوئی ناواقف اونکو اس عاجز کا افترا تصور
کرے اسلیے مجملاً اونکا ثبوت ضرور ہے۔ امر اول عقول کا خدا پر حاکم ہونا۔ سو اسکا ثبوت یہ ہے
کہ ابن مطہر حلی باب حادی عشر مین فرماتے ہین۔ الخامس فی ان اللہ تعالی یجب علیہ اللطف
السادس فی انہ تعالی یجب علیہ فعل عوض الالام الصادرۃ عنہ (الی قال)
ویجب زیادتہ علی الالم۔ اس سے بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالے پر بحکم عقل لطف اور
آلام کا عوض واجب ہے اور جب لطف اور عوض بحکم عقل اوسپر واجب ہوا تو ترک لطف و
عوض بحکم عقل اوسپر حرام ہوگا اور ظاہر ہے کہ وجوب وحرمت کا حکم حسن و قبح کا حکم ہے تو اس صورت مین
معاذ اللہ خداوند تعالے بحکم وجوب حرمت و حسن و قبح اوس فرقہ کی عقل کا محکوم ہے
جو وجوب لطف و عوض کا خدا تعالے پر قائل ہے۔ بلکہ کفار کی عقل کا بھی محکوم ہوا۔
سبحانک اللھم ما قدروک حق قدرک۔ امر ثانی عقل کا عباد پر حاکم ہونا یہہ امر بدیہی ہے
کیونکہ جب حسن و قبح عقلی ہین تو حضرات کے نزدیک عقل ہے محسن اور مقبح ہے اور وہ ہی
موجب اور محرم اور مبیح ہوئی نہ ذات پاک خداوند تعالے شانہ تو جب عقل ہی موجب ہوئے

۵؎ پانچوان اس بیان مین کہ خدا تعالے پر لطف واجب ہے ۶؎ چھٹا اس بیان مین کہ جو دکھ خدا تعالی کیطرف سے بندہ کو
پہنچین خدا تعالے پر واجب ہے کہ انکی عوض مین (بندہ کے ساتھہ) کوئی کام کرے ۔۔۔

حاشیہ: بتراکیب سائر بعض بالاستقلال حاکم ہیں

اور وہی محرم اور مبیح ہوئی تو عباد مکلفین پر وہی حاکم ہوئی نہ شارع سبحان اللہ ایسی بیباک قربان جہین خدا تعالےٰ شانہ کا یہہ رتبہ کہ عقل کا محکوم ہو اور عقل کا یہہ مرتبہ کہ خدا تعالےٰ اور تمام عباد مکلفین اوسکی زیر حکم - اگرچہ اس موقع پر بہت مضامین باقی ہین اور بحث کی بڑی گنجایش ہی لیکن خوف تطویل اور عجلت وقت ہمکو رخصت نہین دیتی علاوہ ازین حضرت مجیب کی کلام سے مفہوم ہوتا ہی کہ قائلین حسن و قبح شرعی علی العموم حسن و قبح عقلی سے دست بردار ہین - اور یہہ محض غلط اور افترا ہی منشا اسکا یہی کہ نہ اہل سنت کی کتابین دیکھین نہ اپنی ہی کتابونکو ملاحظہ فرمایا بے دیکھی بھالے اعتراض فرما دیا - یا یہہ کہ باوجود واقفیت کی انصاف اور عادت نے رخصت نہ دی ہوگی کہ حق لکھتی اور محض بغرض عموم و شمول اعتراض بلا لحاظ پس و پیش عموم کے پیرایہ مین طعن کو ادا فرمایا - ایسی باتون پر اگرچہ ناواقف نازو افتخار کرین - لیکن واقف تو ضرور زیر لب تبسم فرمائینگی - لیجیے ہم اسکا غلط ہونا انکی ہی معتبر کتاب سے لکھتی ہین النافع یوم المحشر فی شرح الباب الحادی عشر مین صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے۔[۱]

اعلم ان الفعل ضروری التصور وهو اما ان یکون له وصف زائد علی حدوثه اولا الثانی کحرکة الساهی والاول اما ان ینفر العقل من ذلك الزائد اولا والاول هو القبیح والثانی وهو الذی لا ینفر العقل منه اما یتساوی فعله وترکه وهو المباح اولا یتساوی فان ترجح ترکه فهو اما مع المنع من النقیض فهو الحرام والا فهو المکروه وان ترجح فعله فاما مع المنع من ترکه فهو الواجب او مع جواز ترکه فهو المندوب۔

---

[۱] واضح ہو کہ فعل ضروری التصور ہی پس یا تو اوس کے واسطے ایک ایسا وصف ہوتا ہی جو اوسکی حدوث پر زائد ہو یا نہین - دوسری صورت کی مثال ایسی ہی جیسی غافل شخص کی حرکت - اور صورت اول مین یا تو یہہ ہوگا کہ عقل اوس زائد سی نفرت کری یا نکری - اول قبیح ہی اور دوم وہ ہی کہ عقل اوس سی متنفر نہو - سو یا تو اوسکا کرنا اور نہ کرنا ساوی ہوگا اور اوسکو مباح کہتی ہین اور یا ساوی نہوگا - پس اگر اوسکا ترک راجح ہو تو اوسکی نقیض ممنوع ہوگی پس وہ حرام ہی اور جو نہین تو وہ مکروہ ہی اور اگر اوسکا فعل راجح ہی پس یا تو اوسکا ترک ممنوع ہوگا پس وہ واجب ہی - یا اوسکا ترک جائز ہی پس وہ مستحب ہی - ۱۲

اذا تقرر هذا فاعلم ان الحسن والقبح يقالان على ثلثة معان الاول كون الشي صفة كمال كقولنا العلم حسن او صفة نقص كقولنا الجهل قبيح - الثاني كون الشي ملائما للطبع كالمستلذات او منافياً له كالالام - الثالث كون الحسن ما يستحق على فعله المدح عاجلاً والثواب اجلاً والقبيح ما يستحق على فعله الذم عاجلاً والعقاب اجلاً ولا خلاف في كونهما عقليين بالاعتبار الاولين واما بالاعتبار الثالث فاختلف المتكلمون فيه فقالت الاشاعرة ليس في العقل ما يدل على الحسن والقبح بهذا المعنى بل الشرع فما حسنه فهو الحسن وما قبحه فهو القبيح وقالت المعتزلة والامامية في العقل ما يدل على ذلك فالحسن حسن في نفسه والقبيح قبيح في نفسه سواء حكم الشارع بذلك او لا انتهى بقدر الحاجة - اس کلام سے جیسا یہہ ثابت ہوتا ہی کہ جو فرقہ حسن و قبح شرعی کا قائل ہے اوسکی طرف یہہ نسبت کرنے کہ وہ علی العموم حسن و قبح عقلی کا قائل نہیں غلط اور افترا ہے اسیطرح اس کلام سے یہہ بھی ثابت ہوا کہ جو فرقہ حسن و قبح کے عقلی ہونے کا قائل ہے وہ علی العموم باعتبار تینون معانی کے حسن و قبح کی عقلی ہونے کا معتقد ہے گویا شرع سے ایسی دست برداری ہے کہ کسی اعتبار سے حسن و قبح مین شریعت کے حکم کو دخل نہین ہے تو اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ قائلین حسن و قبح شرعی بعض اعتبارات و معانی کی روسے حسن و قبح عقلی ہونے کے بھی قائل ہین اور جامع بین العقل والشرع ہین

ـــــــــــــــــــ

[1] پس جب یہہ قرار پالیا تو جاننا چاہئی کہ حسن اور قبح کا حمل تین معنون پر ہوتا ہی اول ہونا ایک شی کا صفت کمال جیسا کہ علم حسن ہے یا صفت نقص جیسا کہ جہل قبیح ہے دوم ہونا کسی شی کا موافق طبیعت کے جیسا کہ مستلذات یا مخالف طبیعت کے جیسا کہ آلام سوم حسن وہ ہے جسکی کرنے پر مدح عاجل ہو اور ثواب آجل - اور قبیح وہ ہے جسکی کرنے پر مذمت دنیا مین ہو اور عذاب آخرت مین ان پہلی دونون صورتون کے عقلی ہونے مین اختلاف نہین ہے - اور سوم کی نسبت متکلمین کو خلاف ہے چنانچہ اشاعرہ کہتے ہین عقل کے نزدیک ایسی کوئی چیز نہین ہے جو اسطرح حسن و قبح پر دلالت کرسکے بلکہ شرع جس چیز کو حسن کہہ دے وہ حسن ہے اور جسکو قبیح کہہ دے وہ قبیح ہے اور معتزلہ اور امامیہ کا قول ہے کہ عقل مین ایسی شی ہے جو اسپر دلالت کرتی ہے پس حسن وہ حسن فی نفسہ ہے اور جو قبیح ہے وہ قبیح فی نفسہ ہے خواہ اسپر شارع اسطرح حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو

اور قائلین بحسن و قبح عقلی کے اعتبار سے حسن و قبح شرعی کے قائل نہین ہین اور حسب قاعدہ
مسلمہ خود شرع سے گویا بالکل دست بردار ہین بلکہ شرع سے دست برداری کو اپنا مایۂ فخر و افتخار سمجھتے ہین
پہر اسپر بہہ طرفہ تماشا یہہ ہی کہ باوجود اس شرع سے دست برداری کے پہر مجبور ہو کر عقل سے
بیزار و دست بردار ہوتے ہین اور شرع کیطرف رجوع کرتے ہین اور نہ ادہر کے ہوتے ہین
نہ ادہر کے ہوتے ہین۔ شیخ علم الہدی امامیہ نے جو مسئلہ تفضیل انبیا علی الملائکہ مین لکہا ہی
اوسکی عبارت ملاحظہ فرمائین۔ مسئلہ[1] - فی تفضیل الانبیاء علی الملئکۃ
علیہم السلام من املاء علم الہدی - اعلم انہ لا طریق من جہتہ
العلم والعقل علی القطع بفضل مکلف علی اخر لان الفضل المراعی فی
ہذا الباب ہو زیادۃ استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفۃ مقادیر الثواب
من ظواہر فعل الطاعات وان الطاعتین قد یتساویان فی ظاہر الامر وان
زاد ثواب واحد علی الاخر زیادۃ عظیمۃ واذا لم یکن للعقل فی ذلک مجال
فالمرجع فیہ الی السمع فان دل سمع مقطوع بہ من ذلک علی شئ عول علیہ
والا لکان الواجب التوقف والشک - اسمین علم الہدی نے صاف طور پر فرما دیا
کہ عقلا طاعات کے ظواہر سے فضیلت کسی مکلف کے دوسری مکلف پر دریافت نہین ہو سکتی
تو لا محالہ سوای حکم شرع اوسکی دریافت کی کوئی سبیل نہین حالانکہ یہہ حکم آپکے عقل کے خلاف

[1] مسئلہ فضیلت انبیاء کی ملائک پر حسب تحریر علم الہدی کے - جاننا چاہیے کہ علم و عقل کے رو سے ایک مکلف کی
فضیلت دوسرے مکلف پر قطعی طور پر دریافت کرنے کا کوئی طریق نہین ہے کیونکہ جو فضیلت اس موقع پر مراد ہے وہ
استحقاق ثواب کا زیادہ ہونا ہی اور طاعات ظاہری پر قیاس کرکے ثواب کی مقدار شناخت کرنیکی کوئی سبیل نہین ہے - اور بعض
اوقات دو طاعتین بہ اعتبار ظاہر کے مساوی ہوتی ہین اگرچہ ایک کا ثواب دوسرے کے ثواب سے کہین بڑہ کر ہو
اور جب اس معاملہ مین عقل کو دخل نہین تو استماع (شرع) کیطرف رجوع کرنا پڑتا ہے پس اگر سماع سے یہہ معاملہ قطعی طور پر
اسطرح معلوم ہو جاوے تو اوسپر اعتماد کیا جاویگا - ورنہ توقف اور شک واجب ہو گا ۱۲-

لیجیی شرع سے دان دست برداری تہی عقل سے بیان بیزاری ہے تو ایسی فرقہ کو جو عقل و شرع دونو سے دست بردار ہو آپ ہی فرمائین کہ کیا فرمائین گے ہم تو کچھہ عرض نہین کر سکتے اور اسی کچھہ انحصار نہین اس قسم کے بہت سے افادات ہین قال الفاضل المجیب

قولہ — مناظرہ فریقین کے کتابین موجود ہین جسکا دل چاہے دیدہ بصیرت کہولکر نظر انصاف دیکھہ لیوی ۔ اقول ۔ واقع مین آپنی دیدہ بصیرت کہولکر نظر انصاف دیکہنا تو درکنار نظر سرسری ہی ملاحظ نہین فرمایا ورنہ ہرگز ایسا نفرماتے یقول العبد الفقیر الی مولاہ شرط شفی اگر نظر سرسری کیطرف راجع ہے تو مسلم لیکن آپکو مفید نہین کیونکہ بسا اوقات آدمی نظر سرسری مین حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھہ لیتا ہی اور اگر نظر باطل اور نظر سرسری دونوکی طرف راجع ہے تو غلط ہی اور کذب ۔ کاش جیسی عدم رویت خیالی کی نفی کو علت نفرمانے کی قرار دی ہے ۔ اگر رویت کو علت گذارش بقصور فرماتے تو کسقدر موزون اور قرین انصاف تہا ۔ بندہ نے علاوہ اور کتابون کے تشئید المطاعن کو بطور عاریت چند روزہ دستیاب ہوئی ہی نظر تامل دیکہا اور نیز ایک جلد عبقات مین سے مطالعہ کیا پس اونکی کیفیت کیا عرض کرون اگر کچھہ کہون تو ڈرتا ہون کہ مبادا آپ اپنی مصنفین و مصنفات کی اہانت و تحقیر استنباط فرمائین اور بندہ کو بدتہذیبی کے ساتھہ مطعون کرین بہتر یہی ہے کہ چپ رہون اور آپ میری اس سکوت سے یہ سمجھکر دل خوش کرلیجیگا کہ ہماری کتابین لا جواب ہین ۔ لیکن ہان بقول شخصی لیلی را بچشم مجنون باید دید ۔ اونکو آپکی آنکھون سے نہین دیکہا ورنہ جملہ مؤکدہ بلفظ ہرگز ضرور صادق آتا ۔ **شعر** وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ﴿ ولکن عین السخط تبدی المساویا + تو لا تعجب ہی کہ برسون سے تحفہ کی جواب چہپکر شائع ہو گئے منتہی الکلام کا جواب اوسکی مصنف کی ہی زمانہ حیات مین شائع ہوا کسی اہلسنت کے عالم بلکہ خود صاحب منتہی الکلام کی بیہ جرات

ـــــــــــــــــ

۵؎ اور رضامندی کی آنکھہ عیب (دیکھنی سی) ضعیف ہی ۔ لیکن عداوت کی آنکھہ برائیان ظاہر کرتی ہے ۱۲ ۔

وہمت نہوئی کہ جواب لکہتا تحفہ کی اجوبہ اور استقصاء الافحام کا جواب تو ایک طرف مدت سے
آیات بینات کا جواب شائع ہو چکا ہے اور اوسکا مولف زندہ وسالم ہے اونکی یا اونکی
کسی ہم مذہب کی یہ طاقت نہین کہ جواب کی جرات کرے باینہمہ پہر ایسا لکہنا یہہ حضرت
مجیب کا ہی کام ہے **اقول** یہہ محض حضرت کی وہی لن ترانیان ہین جنکی نسبت
پیشتر گذارش کرچکا ہون ورنہ حضرت کی اسلاف کو تو کبہی یہہ جرات وہمت نہوئی کہ بمقابلہ
اہل سنت کے اتنا بڑا کلمہ اپنی منہ سی نکالین اونکا تو یہہ حال تہا کہ ذرا اونکی حدیث کے
جواب مین اونکی دل اور جگر کانپتی تہے مبتلای حیرت وتشویش ہوتے تہے کف
افسوس ملتے تہے پتہر وسنی اپنا سر پہوڑنے کو تیار ہوتے تہی منشی سبحان علی خان صاحب کا
خط بنام مولوی نورالدین صاحب جو رسالہ الکاتیب مین درج ہے اور اوسکا خلاصہ
وانتخاب آیات بینات مین ہی نقل کیا ہی اوسکی عبارت ملتقطاً عرض کرتا ہون ملاحظہ فرمایئے
اور سوچئے کہ ایسی اکابر متکلمین شیعہ کی دلی حالت بمقابلہ اہل سنت جو باہم مخفی طور پر
ظاہر کیجاتے تہی ایسی تہے اور بندہ خیال کرتا ہی کہ آپ بمقابلہ ان حضرات کی اپنی اوکو
کچہہ ہی نہ سمجہتی ہونگی تو اس پر قیاس کرلینا چاہیے کہ آپکی دلی حالت بروی عقل وانصاف
اہل سنت کے مقابلہ مین کیسی کچہہ ہوگی منشی سبحان علی خان اپنی اوس خط مین جو بنام مولوی
نورالدین صاحب کے لکہا ہی لکہتی ہین چنانچہ الٰہی بی پایان از بودن سند حدیث اصحابی
کالنجوم در طرق شیعہ از تحریر خدام دریافتہ بر داشتہ ام برائی خدا زود رقمی گردد کہ چگونہ
وچسان سند پیدا کردہ ہرگاہ سند چنین احادیث در طرق شیعہ یافتہ باز سر را
بکدام سنگ توان زد - بجواب اسکی جو کچہہ مولوی نورالدین صاحب نے تحریر فرمایا قابل
ملاحظہ ہی وہ تحریر فرماتے ہین - حیرانی وتشویش سامی از بہم رسیدن سند حدیث
بجوم کہ ناصب را اتفاق افتادہ بجای خود است - پہر اسکی کچہہ بعد تحریر فرماتے ہین
وبندہ را حیرانی کہ درخصوص این امر ست نہ از آن جہت کہ امر باقتداء فلان وفلان لازم می

بلکہ حیرت ازان ہست کہ بعد از احالہ است بدو چیز عظیم القدر یعنی قرآن و عترت ارشاد
این معنی کہ اصحاب من مثل ابوذر و سلمان و حذیفہ و مقداد و ابن مسعود نجوم ہدایت اند بہر
اقتدا کنید راہ دین و نجات خواہید یافت و مہتدی خواہید شد چہ محمل داشتہ باشد و مزید
حیرت آنکہ بعضی از علما می گویند کہ مراد اہل بیت اند درین معنی بہ بعضی از اخبار و آثار
کہ خلاف اجراشیخ ابن بابویہ غالباً در ہدایہ نقل کردہ تشبث دارند درین صورت قطع نظر ازین
تخالف مذکور حدیث اول ہم معارض میشود والا باید کہ بزرگان قائل شوند بانیکہ معاذ اللہ حال
اہلبیت ہم مانند اصحاب بود کہ جمعی براہ احداث و ردت رفتند و بعضی بر حال خویش
راسخ ماندند ولم نقل بہ احد۔ الے قولہ۔ لہذا حیرت بندہ درین باب نسبت بحیرت جناب
مضاعف خواہد بود سخت حیرتہا دارم کہ کفہای دست را بہم می سایم ارتعاد قلب و جگر خدام بر جای
خود ہست بمقتضای بشریت نمیتوان گفت بلکہ عین دردینی ستا۔ انتہی۔ پس اس سے
آپکی فہم اور انصاف کا حال بخوبی واضح ہی اور نیز جب آپ محض فارسی خوان ہین تو آپکو
علمی ابحاث علما سے کیا تعلق اور آپکا قول اسباب مین بروی اعتراف سامی عند العقلا
کیا وقعت رکہہ سکتا ہی غایۃ ما فی الباب جو کچہہ اس باب مین آپ فرماتے ہین محض
سنی سنائی باتین ہونگی تو وہ بمقابلہ معاینہ کے کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہین۔ پس اصل
یہہ ہی کہ وہ جواب ہی اس لایق نہین کہ علما اونکی جواب کیطرف التفات فرمائین
قولہ اگر حضرت اہل سنت ان کتابونکا ملاحظہ فرماتے تو یہہ کب ممکن تہا کہ وہی باتین
جو تحفہ مین مذکور ہین اور اونکی جواب نہایت متانت سے مسکت خصم تحریر ہو چکے ہین
بدون اونکی رد کی چہوٹے چہوٹے دو دو یا تین تین جزو یا کم و بیش کے رسالے تحفہ مین سے خلاصہ
کرکے شایع کرتے جیسا کہ ہدیۃ الشیعہ و ہدایۃ الشیعہ دا ے وغیرہ حضرات نے کیا ہی اقول
یہہ تو پہلے گذارش ہو چکا کہ جوابات تحفہ کا متانت سے مسکت خصم ہونا محض خیال سامی ہے
واقع مین نہ اون مین متانت ہے نہ اونسے اسکات خصم حاصل ہے بلکہ فی نفس الامر

متعصف بصحت ہی نہین - اب اسکو آپ ملاحظہ فرمالیجئی کہ بندہ نے بہی تو بجواب سوال آپکے
آپکی گمان کے موافق تحفہ سے ہی خلاصہ کر کے کچھہ لکھا تہا پہر اوسکی تردید مین جناب نے وہی
نقل کیا ہوگا جو تحفہ کے جوابات مین اون مضامین کے جواب مین درج ہے پس خدا کے
لئی ذرا تو عقل و انصاف سے دیکھئی کیا اسیکا نام متانت اور اسکات خصم ہی - مثلاً
الزام تحریف کے جواب مین آپ ہی تحفہ کے جوابو لنکی نقل کرتے ہین کہ اہل سنت کی
روایات کے سی ہی تحریف قرآن ثابت ہی اور روایات اس قسم کی لکہتی ہین کہ ان المصحف تخاف
سقیفہ العرب بالسنتہا علی ہذا القیاس تمام مضامین کا یہہ ہی حال ہے جناب اسکا نام جواب
متین و مسکت خصم نہین بلکہ اسکو موت کی پنجہ سے جان چہوڑانا کہتی ہین - باقی اور
یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ چہوٹے چہوٹے رسالی لکہتی ہین - اور جوابات تحفہ کی تردید نہین
لکہتی - پس اسکا جواب پہلی معروض ہو چکا ہی کہ علما اہل سنت امر مفروغ عنہ کی طرف
بلا ضرورت داعیہ متوجہ نہین ہوتے اور بوقت ضرورت بقدر ضرورت اوسکی طرف توجہ
فرماتے ہین - جب کبہی علما شیعہ وہی اپنے پرانی اعتراضات جو قدیما اونکی اسلاف
نقل کرتے چلے آتے ہین علماء اہل سنت کی پاس بہیجتی ہین یا ضعفاء اہل سنت کی سامنی
فخراً یا اغواً پیش کرتے ہین اور وہ اون اعتراضات کے جواب کے لئی اپنی علما کیطرف
رجوع کرتے ہین تو اوسوقت علما اہل سنت بقدر تردید و ابطال اعتراضات الزاماً و تحقیقاً
تحریر فرماتے ہین جو کحل البصر انصاف پسندان روزگار ہوتا ہی - ہان اگر جوابات تحفہ کا
مسکت خصم ہونا اس اعتبار سے آپ فرماتین کہ وہ جوابات خود آپ ہی اپنی جواب مین
کہ اونمین مضامین تعصب آمیز حق سے عاری اور انصاف سی خالی اور تقریرات باطلہ و عبارات
لاطائلہ مذکور ہین اور اس وجہ سے مخالفین کو مسکت ہین اور ضرورت جواب نہین تو مسلم لیکن
آپکو کچھہ مفید نہین اور اگر اس اعتبار سی مسکت خصم ہین کہ اونمین ایسی مضامین عالیہ حقہ
صحیحہ مندرج ہین کہ اونمین نہ جائی انگشت نہادن باقی رہی ہے اور گفت و شنید

اور تحفہ کی کسی استدلال کو ہر ایک مجیب نے سالم باقی نہین چھوڑا تو غلط ہی کیونکہ اول جواب تحفہ کا جو نیام ترجمہ لکہا گیا ہی جب وہی نہایت متین اور مسکت خصم اور غایت درجہ شداد و شداد و جنوا و رستیفا کو متضمن ہے چنانچہ ہماری حضرت مجیب بہی فخراً اوسمین سے نقل کرتے ہین جسکی کیفیت اپنی موقع پر واضح کیجائیگی پہر اسکی بعد اس تطویل کی کیا حاجت ہی جو متاخرین شیعہ نے بعض بعض ابواب کے ترجمہ خود جواب تحریر فرماکر شایع فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ترجمہ اپنی مطلب مین کافی نہین تہا پیر صاحب عبقات نے تو اور بہی رہی سہی اجوبہ سابقہ کی وقعت کہو دی اور واضح کر دیا کہ تحفہ کے مصائب سے شیعیان پاک کو قیامت تک بہی رستگاری ممکن نہین اور ہر ایک لاحق اپنے سابق کی کوتاہی وعجز واضح کرتا ہی پس آپکا اون جوابون پر ناز فرمانا سراسر خلاف انصاف ہی اور اس سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہی کہ تحفہ کس رتبہ کی کتاب ہی اور اسکی مضامین کسقدر متین اور مسکت خصم ہین۔ قولہ اگر حضرت مجیب کو دعوی اور حوصلہ ہی تو بسم اللہ کسی جواب کا جواب تحریر فرماوین آیات بینات کی جواب کا ہی جواب لکہین تحفۃ الاثنا عشریہ جواب ہدیۂ شیعہ جسکو چہپکر شایع ہوا ہی اوسکی جواب لجواب کیطرف متوجہ ہون اور نہین تو ایک چہوٹا سا رسالہ برق لامع منظوم ہی اوسکا ہی جواب لکہین مگر جب مناظرہ کی کتابین ہی نہ دیکہین تو اور کیا کرین۔ اقول جناب پیر صاحب ناجی معاف چونکہ ابتدا ارس تمیز سے کتب مناظرہ ہی آپنے دیکہی ہین اسلیے تخیلات کا طبع بلاز نام ہی استیلا ہی اسکا علاج کتب مذہبی دیکہکر معجون انصاف وجوارش تحقیق حق سی فرمایی مبنی این تخیل کا محض کبر و اعجاب نفس ہے مستحیل الجواب تو آپکی اسلاف مثل شیخ مفید و شیخ صدوق وغیرہ کے رسائل وکتب ہی نہین ہین بلکہ مستحیل الجواب تو کیا عسیر الجواب بہی نہین ان بزرگون کے بعض رسائل و کتب موجود ہین جنکی بحول اللہ تعالی آسانی تردید ہوسکتی ہی۔ مگر اصل یہہ ہی کہ علماء اہل سنت نے حضرات کو اور حضرات کی کتب کو اور حضرات کے مذہب کو اور اسیطرح خوارج کو کبہی کسی شمار مین نہین سمجہا

اور ہمیشہ بے حقیقت اور لاشی محض سمجھتے ہیں یہہ ہی وجہ ہی کہ کتب مذہب فقہ اصول وغیرہ
جب خلافیات مسائل ذکر کی جاتے ہین آپ صاحبونکا کوئی نام تک بھی نہین لیتا
الا نادرۃ وشاذونادرا - اور آپکی بھی ہمارا مقابلہ اور ہمارا جواب دینا سرمایہ ناز وافتخار ہی چنانچہ
آپکی تمام کتب مذہبی اس دعوی کے شاہد ہین چنانچہ ہماری اقوال کا ذکر آپکی علماء شاذونادرا
وندرۃ ترک کرتے ہین ظاہر ہی کہ مقصود بالبحث والاعتنا وہی مذہب سمجھا جاتا ہی جسکو دین
کچھہ وقعت ہو جب ہم آپ کو اور آپکی مذہب کو کچھہ سمجھتے ہی نہین تو اوسکی ابطال مین اسطرح
کیون منہمک ہونگی جس سے اوسکی طرف اعتنا اور اہتمام ثابت ہو ہان بوقت ضرورت
یا جس موقع مین عوام کی گمراہی کا خوف ہو وہان البتہ کچھہ لکھہ دینگی ہمارا مذہب بحمد اللہ تعالی
اصولا وفروعا غبار نقص عیب سی پاک وصاف ہی اور مخالفین کے ہدایت کی توقع منقطع ہی
اس فعل عبث کی طرف کیون متوجہ ہون علاوہ ازین آجکل ہندوستان مین بہت مذاہب
اسلام کے مخالف مثل نصاری وہنود وآریہ وبرہمو وغیرہ رائج ہین اور روزانہ اونکی تحریرین
چھپتی اور شائع ہوتی ہین جو اصول اسلام کے مخالف اور سپر حملہ آور ہوتی ہین اور اہل اسلام
مین سے کوئی اونکی جواب کیطرف قلم بھی نہین اوٹھاتا تو کیا کسی عاقل کے نزدیک
یہہ دلیل عجز وبیچارگی ہو سکتی ہی جناب حضرت ہی سے پوچھتا ہون کہ جسقدر تحریرین ہنود ونصاری
کی مثلا مخالف اسلام شائع ہو چکی ہین کیا علماء شیعہ نے اون سب کا جواب لکھا ہی
تو کیا اسکو دلیل عجز وبیچارگی تصور فرماینگی حاشا وکلا پس عدم تحریر جواب کو
دلیل عجز وبیچارگی سمجھنا خطا ہی - قطع نظر اس سے جن رسائل کے جواب کی نسبت دعوی
فرماتے ہین اور جنکو اعجاز کے مرتبہ مین مستحیل الجواب القاطع فرماتے ہین اگر اس اعجاز کی
یہہ وجہ ہی کہ ہم سے اونکی فحش اور بیکٹرا اور گالیون کا جواب نہین ممکن ہی تو مسلم اسمین ہمارا
بیشک تمسک خصم ہین اور اگر باعتبار علمی مضامین کے اور دلائل مثبتہ اصول مذہب
کی پختگی کے اعتبار سی فرماتے ہین تو آپ اون دلائل کا انتخاب فرماکر بھیجدیجئے کہ ہم

کہ مستحیل الجواب اور ساکت خصم ہین یا نہین - رہا بندہ کی نسبت کتب مناظرہ کی ناواقفیت
کا الزام کسیقدر صحیح ہی کہ مجکو تو ابتدا سن رشد سے اسکا شوق نہین ہوا اور نہ کبھی اسمین انہماک
رہا البتہ آپ صاحبون کی چھیڑ چھاڑ کے بدولت فی الجملہ اسطرف توجہ ہوئی حضرات
کی اصول مذہب کے واقفیت حاصل کی - اور کتب مناظرہ کسیقدر دیکھین - چنانچہ اسکی کیفیت
مطاوی ابحاث مین منکشف ہو جائیگی - لیکن مین حیران ہون کہ ہماری حضرت مجیب کو
کتب مناظرہ سے کیا فائدہ حاصل ہوا باعتبار نفع دین کے تو سابقاً معلوم ہو ہی چکا
جو ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے متکلمین شیعہ کے مناقب بیان فرمائی اور اونکو
بشارتین دین سو دینی فائدہ تو یون برباد ہوا البتہ اگر کچھہ دنیاوی نفع ہو تو مضائقہ
نہین لیکن وہ اہل دیانت کی نزدیک بعوض نفع دینی قابل اعتبار نہین پہر معلوم
نہین اسپر اسقدر نازو افتخار کیون ہی - **قال الفاضل المجیب** قولہ - تو جناب سائل کے
اس طرز جدید اختیار کرنے سے دو احتمال ہوتے ہین ایک تو یہہ کہ واقعی تحقیق حق
مد نظر ہے اگر یہہ ہی تو چشم ما روشن دل ما شاد دوسری یہہ کہ عوام اہل سنت کے لیے محض دہوکہ
وتسویل ہی بہر کیف جو کچھہ ہی وہ ابہی کہلا جاتا ہے - **بیت** - بوقت صبح شود ہمچو
روز معلومت + کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور + **اقول** - حضرت یہہ طرز جدید نہین
وہی قدیم طرز ہی کہ جسکا جواب آپکی علما بزعم خود دیتے آئے اور ہرگز عہدہ برا نہین
ہو سکی - چنانچہ انشاء اللہ اگر آپ اس میدان مین ثابت قدم رہنگی تو آپ پر بہی بخوبی
روشن ہو جائیگا - **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** اہل سنت کا عہدہ برا
نہونا تحریرات منشی سبحان علیخان صاحب و مولوی نور الدین صاحب سی بخوبی واضح
ہی اور نیز آپکی یہہ تحریر ہی گویا خلاصہ مضامین سلف کا ہی اسکی جواب سی ہی انشاء اللہ تعالی
بخوبی واضح ہو جائیگا کہ فریقین مین کونسا فریق دوسری کے جواب سی فی نفس الامر
عہدہ برا نہین ہو سکتا اور کسیقدر اس تحریر کے ابحاث سابقہ سی واضح ہو ہی چکا ہی

پھر بسا دم نہین کہ آپ ہی فضل وکمال کے بہروسی پر یہہ دکھا رہان ہین کہ اگر آپ اس میدان
مناظرہ مین ثابت قدم رہی تو آپ پر بھی بخوبی روشن ہو جائیگا یا کوئی دم دابسین
کسی خاص وقت کے لیے محفوظ رکھہ چھوڑا ہے۔ اہل انصاف ذرا غور فرمائین یہہ تو
ظاہر ہی کہ مسئلہ امامت مع اپنی شرائط و توابع و لواحق کے شیعہ کے نزدیک اصل
اصول دین مثل توحید و نبوت کے واجب الایمان ہی اور اہل سنت اوسکو اصلی عقائد
نہین کہتی ہے علے ہذا القیاس اوسکی شرائط وغیرہ مین گفتگو ہی کہ شیعہ انکو واجب الایمان
اعتقاد کرتے ہین اور اہل سنت کے نزدیک اونکا کچھہ ثبوت نہین۔ توحید اور نبوت
باہم متفق علیہ ہا اور معاد اخروی جسکو قیامت کبری سے تعبیر کرتے ہین وہ بھی متفق علیہ
ائمہ ہدا اور انکی اعدا حقیقی از زعم شیعہ کا دار دنیا مین پھر رجوع فرمانا جسکو رجعت اور قیامت
صغری کے ساتھہ تعبیر کیا جاتا ہی مختلف فیہ ہی کہ شیعہ کے نزدیک واجب الاعتقاد ہی اور
اہل سنت کی نزدیک نہین۔ پس اس صورت مین اہل سنت کا جو اعتراض ہی وہ اصول
مذہب تشیع پر ہی اور اوسکا بیخ کن ہے کیونکہ اہل سنت اون اصول مین سی جنکی صرف علماء
شیعہ مدعی ہین جس پر اعتراض کرینگے وہ اعتراض اصول مذہب شیعہ کو صدمہ رسان ہوگا
اور اہل تشیع اہل سنت کے کسی اصل مذہب پر اعتراض نہین کر سکتی کیونکہ توحید و نبوت
و معاد متفق علیہ اور امامت خود فروع مین معدود ہی تو علماء شیعہ اہل سنت کے
اصول مذہب سی کسی اصل کو اپنی اعتراض سے صدمہ نہین پہونچا سکتی۔ ہان غایتہ
سی غایت باعتبار اصول مذہب یہہ اعتراض کر سکتی ہین کہ اہل سنت بعض اصول
اعتقادیات کی منکر ہین جنپر مدار ایمان ہے اور ظاہر ہی کہ اس صورت مین اس امر کے
اثبات کا عہدہ بھی حضرات شیعہ ہی پر ہوگا کہ ان امور کا اصلی اعتقادی ہونا
ایسی دلائل قطعیہ سے ثابت کرین جو اثبات مسائل اصلیہ اعتقادیہ کے لیے کافی
ہون اور جسقدر دشواری مدعی اور مثبت کو ہوتی ہے نافی کو نہین ہوسکتی

پہر اسکی معارضہ مین اہلسنت کہتی ہین کہ آپ نے اون امور کو جنکا دلائل قطعیہ سے
اصلی اعتقادی ہونا پایہ ثبوت کو نہین پونہچا اصلی و اعتقادی اعتقاد کرکہا ہی اور جیسا
اعتقادی کا انکار مذموم ہی غیر اعتقادی کو واجب الاعتقاد اعتقاد کرنا ہی مذموم ہوگا
تو این تمام گذارش ہی جو اجمالاً عرض کیے ہی اہل فہم و انصاف سمجہہ سکتی ہین کہ ہم مین سے
کونسا فریق عہدہ برا نہین ہوسکتا اور کس فریق کو دوسرے کے مقابلہ مین دشواری
پیش آرہی ہے قولہ یہ ہردو احتمال بجائی خود نہین خدانخواستہ مجکو اپنی عقیدہ
مین کسیطرح کا شک و ریب نہین ہی مین نے اپنے علم و عقل کے موافق اپنی مذہب کے
حقیت مین حق الیقین کا مرتبہ حاصل کرلیا ہی اور یہہ محض دعوی لسانی ہی نہین
بلکہ بفضلہ تعالی ثابت بہی کرسکتا ہون باینہمہ بفرض محال مثل شریک باری اگر آپکی حملہ
حق ثابت ہو تو اوسکی تسلیم کرنے مین کچہہ عذر نہین - اقول سبحان اللہ یہان تو
ہماری حضرت مجیب مجتہد کیا بلکہ امام بن بیٹہی یا یہہ شور اشوری یا وہ بے نمکی یا تو
یہہ ارشاد تہا کہ مین محض فارسی خوان ہون اور لفظ مولوی کی اطلاق کو بہی سخریہ و استہزا
سمجہتا ہون - یا یہہ کہ اپنی مذہب کی حقیت مین حق الیقین کا مرتبہ یہانتک حاصل
کرلیا ہی کہ اوسکا حق الیقین ہونا اپنی خصم پر بہی محقق و ثابت کرسکتی ہین - پہر اس فضل
و کمال پر اگر عوام و خواص شیعہ آپکی قدم لین اور آپ پر فدا ہون تو انکا فخر ہے - اور
اعلم الشیعین اور فخر الاولین و الآخرین کے لقب سی ملقب کرین تو اونکو زیبا ہی - اب اس سے
خیال فرمائیے کہ بندہ نے جو سابقاً عرض کیا تہا کہ سابقین سے سبقت کا قصد کیا
جسپر آپ چہلا اوٹہی وہ کچہہ بیجا نہ تہا مگر مین حیران ہون کہ حصول مرتبہ حق الیقین کے ساتہہ
یہہ آپنے قید لگائی ہی (اپنی علم و عقل کے موافق) اس قید کے کیا معنی ہین کیا
مرتبہ حق الیقین میں بہی باعتبار علم اور عقل اشخاص کے تشکیک ہوتے ہے اس سے
اہل خرد بخوبی سمجہہ سکتی ہین کہ آپ محض تخیلات و وہمیات کو مرتبہ حق الیقین مین

سمجھتی ہیں یا آپ جانتی ہی نہین کہ حق الیقین کسکو کہتی ہین اور ظاہر ہی کہ حصول مرتبہ حق الیقین بطریق کشف
یا الہام یا تحدیث یا استخارہ طاق و جفت کی تو ہوگا۔ کیونکہ نہ یہہ طریق یقینی ہین اور نہ اپنی خصم پر یہہ دعا کا
اثبات ممکن ہی نیز نہ آپکو ان کی کسی مخبر صادق نے خبر دی نہ آپ پر وحی نازل ہوی اور علاوہ انکی اور
کوی طریق علم الیقین کا ایسا حاصل نہین ہوا جو مثمر یقین کو ہو بجز اسکی کہ یہہ مرتبہ حق الیقین کا جو آپنی
اصولاً و فروعاً حاصل کیا ہی بعد استیفا ادلہ تفصیلیہ کے اونہین نظر و استدلال سے اور بعد جتنوا ما یتوقف علیہ
الادلہ اور اونسی کما حقہ ماہر ہوکر حاصل کیا ہوگا کیونکہ تقلیداً اس مرتبہ کا حصول ممتنع ہی
اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ یہہ علوم آلیہ کے جاننی پر موقوف ہی اور نیز اسپر موقوف ہی
کہ کتاب اللہ کو باسناد متواترہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہو
اور نیز احادیث کو باسانید صحیحہ یاد کیا ہو حالات رجال سے آگہی ہو اور مطالب اصولیہ کتاب
سنت کی اوامر و نواہی عام و خاص و مؤول و مشترک و حقیقت و مجاز و ناسخ و منسوخ وغیرہ
کا واقف ہو اصول صحیحہ جامعہ اوسکی پاس موجود ہون اور اون کے ہر ایک موقع کا واقف ہو اور موارد
اجماع بھی محفوظ ہون جب یہہ امور حاصل ہونگی تو بطریق نظر و استدلال الیقین باطن
مسائل کا حاصل ہوگا۔ لیکن آپ فرماتے ہین کہ محض فارسی خوان ہون نہ کتاب اللہ
کی سمجھ ہی جسپر دار و مدار اصول عقائد کا ہی بلکہ کتاب اللہ منقول متواتر تحریف سے
محفوظ شیعہ کے پاس موجود ہی نہین ہے اور جو موجود ہی وہ نہ متواتر شیعیان ہی
ہی اور نہ حسب اعتقاد محدثین و مفسرین شیعہ تحریف سے خالی بلکہ متواتر محرف ہونا اوسکا روایات
سے محقق ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ کتاب اللہ موجود متواتر غیر محرف ہی تو اون
اکابر بزرگان دین کی نسبت کیا فتوی دین گے جنہون نے بڑی شد و مد سے اسکو
محرف ثابت کیا ہی چنانچہ بحث تحریف مین مفصل اسکا ذکر آئیگا اور یہہ آپ جانتی ہین
کہ تکذیب کتاب اللہ اور انکار متواتر کیسا ہی۔ اور نہ حدیث سے آشنائی ہی اور ان کے
سمجھنی مین دوسرونکی محتاج ہین کہ وہ ترجمہ عبارت کرین اور آپ سمجھین خواہ غلط

ترجمہ کرین یا صحیح علاوہ ازین علوم آلیہ کی بہی تقریبًا ایسی ہی حالت ہوگی صرف ونحو سے
بیخبری معانی وبیان وغیرہ سے ناواقفیت تو اس صورت مین تو آپکو صحت مذہب
مین مرتبہ علم الیقین کا بہی حاصل نہین ہوسکتا ہی چہ جائیکہ مرتبہ حق الیقین کا جو
بالاترین مراتب یقین ہی حاصل ہو۔ بہرکیف اگر دعوی محض فارسی خوانی کذب ودروغ ہو
اور یہہ سب مبادی مذکورہ آپکو مستحضر ہون تو غایتہ سے غایتہ آپکو صحت مسائل مین علم الیقین کا
مرتبہ حاصل ہوگا جو مرتبہ مجتہدی لیکن آپ مدعی حصول مرتبہ حق الیقین مین جو اعلی ترین
مراتب سے ہی اور محسوسات وبدیہیات اولیہ سے بہی زیادہ اطمینان بخش ہے اور
انبیاء وصدیقین کے مراتب سے ہے تو اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ شاید دعوی
نبوت یا امامت مکنون خاطر ہوگا مگر جیسا اجتماع محض فارسی خوانی کا اور اس مرتبہ کی
حصول کا محال تہا اس سے زیادہ اجتماع کذب وحصول مرتبہ حق الیقین ممتنع ہی
پس مین متحیر ہون + حضرت یا زمین پر تہی یا آسمان پر جا بیٹہی شاید فارسی خوانی
اس غرض سے ظاہر کی ہوگی کہ اگر مناظرہ مین الزام کہا جائین تو کچہہ بہت ندامت وبدنامی
نہو۔ زیادہ سے زیادہ یہہ ہی مشہور ہو کہ ایک فارسی خوان تہا کیا ہوا جو الزام کہا گیا
غرض اگر اس تحریر کو لحاظ کیا جاتا ہے تو محض فارسی خوانی کی ہی تصدیق ہوتی ہی
بلکہ اس تحریر کی آپکی طرف منسوب ہونی مین ہی شک ہوتا ہی اور ہی کچہہ نہین تو
دوسرونکی امداد ضرور ہوگی اور اگر ادعا ئی حق الیقین کو دیکہا جاوی تو قطع نظر اس سے
کہ اس دعوی کو یہہ آپکی تحریر زبان حال سے مکذب ہی محض فارسی خوانی
غلط ہوئے جاتی ہے۔ ہم جہانتک اس تحریر مین بغور وتامل نظر کرتے ہین کہین اس
عظیم القدر دعوی کا ثبوت نہین دیکہتی بلکہ ہر بحث سے اسکی نقیض کا ثبوت پیدا ہوتا ہی چنانچہ
بعض مضامین سے جو ابحاث سابقہ کی ضمن مین مذکور ہوئی ثابت ہوتا ہی اور ابحاث آئندہ سے
بخوبی ثابت ہوگا۔ ہر دو احتمالات کی تردید وتغلیط سے یہہ ثابت ہوا کہ آپکو تحقیق حق ہرگز

مدنظر نہین ہی کیونکہ احتمال اول تحقیق حق ہی و نیز علاوہ ازین آخری فقرہ متضمن تعلیق
بالمحال نہ عموم باین ہمہ بفرض محال سے آخر تک اس مدعا کو آشکارا طور پر ثابت کر رہا ہی یہہ معلوم
نہین کہ انصاف و تحقیق حق کا حکم بمصداق قولہ تعالی اتامرون الناس بالبر دوسرے کی ہی لیئے ہے
باین ہمہ عبارت آئندہ مین احتمال ثانی کو تسلیم کرلیا اور فرمایا بلکہ اصلی غرض فرقہ اہل سنت
کی ہدایت عموماً اور اپنی شفیق کی خصوصاً الخ اور بندہ کے غرض تزویر و تسویل سے
یہہ ہی تہی پس انکار احتمالین اس مناظرہ والے پر تعجب انگیز ہی قولہ اور تزویر و تسویل سے
مجکو کیا حاصل۔ مولوی مین نہین مسجد کا واعظ مین نہین مذہبی خدمت سے معاش مین
حاصل نہین کرتا مرجع خلائق مین نہین کہ خواہ مخواہ دوکان جمانی کے لیئے ایسی باتین
کرون پہر لوگون کو فریب مین پہنسانے سے مجہکو کیا ظاہری فائدہ ہوگا (اقول معلوم
نہین حضرت نے ان اشارات و کنایات کا مورد اپنی ذہن عالی مین کسکو قرار دیا ہی اور
یہہ تعریضات کسکی طرف راجع ہین۔ اگرچہ بادی النظر مین معلوم ہوتا ہی کہ حضرت نے
اپنی علماء اکابر و مقتدایان مذہب مجتہدین عظام کو ٹوکا ہیکو مراد ورنہ کہا ہوگا بندہ عاجز یا
اوسکی دوسری ہم مذہب مراد ہونگی لیکن بغرض تسلیم اگر ان تعریضات کا اطلاق ہم پر مین وجہ بہی
ہوسکیگا تو حضرات مجتہدین شیعہ جنمین یہہ سب اوصاف مع شئی زائد پائی جاتی ہین
ان تعریضات کے ساتہ اولے واحق ہونگی ہیت شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی
گو مشت خاک ماہم بر باد رفتہ باشد ٭ قطع نظر اس سے ہماری حضرت مجیب بہی تو بزعم خود
درجہ اجتہاد حاصل کرچکی ہین تو اور مرجع خلائق بہی۔ اور دوکان جمانی کے لیئے کیا سر پر
سینگ نکلتی ہین مذہبی خدمات سے معاش یون ہی پیدا کیجاتے ہی۔ قبلہ و کعبہ بننی
کی دیر تہی کہ سب کچہہ موجود۔ مخالفین سے مناظرہ کرکے شہرت پیدا کی موافقین کو
فتوی دیکی کنایۃً ادعائی اجتہاد فرمایا پہر مجتہدین بنبیٹہی پہر کیا تہا چراغ روشن
مراد حاصل۔ ابہی حضرت آج ہی کیا تہا اس کشت کا ثمرہ آئندہ دیکہیگا۔ خدا نخواستہ

اہل سنت تو فریب مین آنے سے رہے ہان اپنے ہم مذہبون سے توقع مفاد رکہنی چاہیے اہل سنت کو تو اگر براہ تقیہ سنی بنکر فریب دیتے تو شاید کوئی شقی ازلی شامت کا مارا گمراہ ہوجاتا چنانچہ حضرت کی بعض بزرگون نے ایسا کیا ہے۔ رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب سروی اپنے کتاب معالم العلماء مین جو اسوقت میری سامنے موجود ہے فرماتے ہین۔ ابو الحسن محمد بن ابراھیم بن یوسف الکاتب وکان علی الظاھر یفتی علی مذھب الشافعی تقیۃ من کتبہ کشف القناع لعدۃ الاستعداد[1] اس امر کو آپ خوب سمجھتے ہین کہ یہہ بزرگ شافعیہ کا بہیس کیون بدلتے تہے۔ قولہ بلکہ اصلی غرض فرقہ اہل سنت کی ہدایت عموماً اور اپنی شفیق کی جو اس مباحثہ مین واسطہ ہین اور محض انکی خاطر سے یہہ بحث شروع ہوئی ہے اونکی ہدایت خصوصاً اقول کاش آپ جانتے کہ آپ اپنی اس غرض مین مخالف امام اور مرتکب حرام وعاصی وگنہگار ہوتے اپنی مذہب کے ہین۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی مذہب کی کچھہ خبر نہین ہے۔ لیجیی ہم ہی بتلاتے ہین کیا احسان مانینگے علامہ مجلسی بحار مین نقل کرتے ہین اوسمین سے چند روایات نقل کرتا ہون اونکو ملاحظ فرمائیے۔ عن ابی النضر عن یحیی الحلبی عن ایوب بن الحر قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول ان رجلا اتی الی فقال انی رجل خصم اخاصم من احب ان یدخل فی ھذا الامر فقال لہ ابی لا تخاصم احدا فان اللہ اذا اراد بعبد خیرا نکت فی قلبہ حتی انہ لیبصر بہ الرجل منکم یشتھی لقائہ[2] — عن ابی عبد اللہ علیہ السلام

---

[1] ابو الحسن محمد بن ابراہیم بن یوسف کاتب ظاہر مین تقیہ کی طور پر شافعیہ کی مذہب کے موافق فتویٰ دیا کرتا تہا اوسکی تصانیف سے کشف القناع۔ عدۃ الاستعداد ہین ۱۲

[2] یعنی امام ابو عبد اللہ سے سنا وہ فرماتی تہے ایک شخص میری والد کی پاس آیا اور کہا کہ مین بحث کرنیوالا ہون جسکو مین پسند کرتا ہون کہ تشیع مین داخل ہوجائے اوس سے بحث کرتا ہون میری والد نے اوسکو فرمایا تو کسی سے نہ جہگڑ کیونکہ جب اللہ تعالی کسی بندہ کیساتہہ بہلا چاہتا ہے تو اوسکو نقطہ مبین کر دیتا ہے یہانتک کہ وہ اوسکی سبب تم مین سے جسکو دیکھتا ہے اوسکی ملاقات کی خواہش کرتا ہے ۔۔ ۱۲

قال لاتخاصموا الناس فان الناس لو استطاعوا ان یحبونا لاحبونا ان اللہ اخذ
میثاق شیعتنا یوم اخذ میثاق النبیین فلا یزید فیہم احد ابدا ولا ینقص منہم
احد ابدا۔ ای عن صفوان وفضالۃ عن داود بن فرقد قال قال علیہ السلام کان ابی یقول
مالکم ولد عاء الناس انہ لا یدخل فی ھذا الامر الا من کتب اللہ لہ ا[illegible]
صاف معلوم ہوتا ہی کہ اس غرض سی جہگڑنا کہ لوگ اپنی مذہب سے پہرکر شیعہ بن جائیں منع
اورنا جائز ہی پس اس سے آپ خیال فرمالیجئی کہ آپ نے جو اپنی غرض اس مباحثہ سی ٹہرائی ہی
وہ کسقدر ردی ہی اور چونکہ علت ہی عموم کو مقتضی ہے اور نیز سابقًا بروایات معتبرہ ثابت
ہوچکا ہی کہ ظہور امام آخر الزمان تک زمانہ تقیہ مستمر ہی تو یہہ نہی ائمہ گذشتہ کی
امامت پر ہی منحصر نہیں ہوسکتی۔ علاوہ ازین اگر مباحثہ وگفتگو سے آپکی غرض
اصلی یہہ ہی تہی تو اول غلطی یہہ کہائی کہ آپ نے اپنی آپ کو محض فارسی خوان خا
کیونکہ ہر شخص سمجہہ سکتا ہی کہ جسکو علوم کتاب وسنت کی خبر نہیں محض فارسی خوان
وہ کیونکر مطالب عالیہ کتاب وسنت کیطرف دوسرونکو ہدایت کرسکتا ہی بلکہ وہ مصداق
اس مصرعہ کا ہی ع او خویشتن گم است کرا رہبری کند + معہذا اگر لفظ ہدایت سی ہدایت ظاہری
مراد ہی تو حسب قول ع بر عکس نہند نام زنگی کافور + تسمیۃ الشئی باسم ضدہ اور اگر ہدایت
واقعی اور نفس الامری مراد ہی تو یہہ حضرت کا کام نہین۔ حق تعالے شانہ
اپنی فضل وکرم سے اہل سنت کو متمسک بالثقلین اور متبع صحابہ کرام بحجز
ہدایت فرماکر حقیقی ونفس الامری ہدایت پر ایسا مضبوط ومستحکم فرما رکہا ہے

سلہ امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سی مروی ہی فرمایا لوگوں سی بحث ومباحثہ نکرو کیونکہ اگر ہمکو لوگ دوست
توبیشک دوست رکہتی اللہ تعالی نے جبدن انبیا سے عہد لیا تہا ہماری شیعونسی بہی عہد لیا تہا اب اونمین نہ کوئی
ہوسکتا ہی اور نہ کوئی کم ہوسکتا ہی ۱۲ سلہ میرا باپ کہا کرتا تہا تمہین لوگون کو اپنی دین کیطرف بلانی سے کیا تعلق
اس دین مین کوئی شخص سوا اوسکی جسکو خدا نے لکہہ دیا ہی داخل نہین ہوسکتا ۔۱۲۔

کہ تشکیک مسلک سے تذبذب محال ہے۔ الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی
لولا ان ہدانا اللہ وله الحمد فی الاولی والآخرۃ قولہ شعر جو حضرت نے لکھا ہی شوخی
طبع پر دال ہے اسکا جواب کیا لکھیں مگر بات یہہ ہی کہ ہماری مجیب عالم وفاضل ہین
اور اہل علم کی نظر مآل پر ہوتی ہے دور اندیشی فرماکر اپنے نفس نفیس سہی ہی مخاطب ہین
اقول سبحان اللہ ابہی تو مین آپکی نزدیک گمنام تہا ابہی عالم وفاضل ہوگیا۔ خیر یہہ کیف
اگر نظر انصاف واقعی سے اس تحریر کو ملاحظہ فرمائیگا تو واضح ہو جائیگا کہ اس شعر مین
آپکا مخاطب آپ سے مخاطب ہی یا اپنے نفس سے ورنہ انصاف پسندان روزگار سے
دریافت فرما لیجیگا۔ اس سی زیادہ اور کیا عرض کرین قولہ چشم ما روشن دل ما شاد
تحریر فرمانا درست معلوم نہین ہوتا کیونکہ اگر اس مباحثہ سے آپکا دل شاد و چشم روشن
ہوتی تو شروع ہی مین یہہ سخت کلامی نفرماتے بلکہ نہایت نرمی وملائمت واخلاق سے
پیش آتے اقول کسیقدر سخت کلامی اگر کی گئی ہے تو صرف حضرت کی تعریضات کے
مقابلہ مین کی گئی ہی وبس۔ اگر آپ اسکی بنیاد نہ باندہتی تو بندہ سے بہی کوئی
کلمہ ثقیل نہ سنتی۔ معہذا مخالفین کے مقابلہ مین ہر جگہ نرمی وملائمت واخلاق اپنی
چشم روشن ودل شاد ہونے کو مستلزم نہین ہے بلکہ بعض مواقع مین غلظت وشدت
محمود ہوتی ہے تو یہہ تفریع غلط ہی۔ ہان اگر بجای اسکی یہہ فرماتے کہ ہمکو تحقیق حق
مد نظر نہین ہی (چنانچہ ابہی صاف انکار کر چکی تہے) تو چشم ما روشن دل ما شاد فرمانا درست
معلوم نہین ہوتا تو بجا تہا کیونکہ چشم کا روشن اور دل کا شاد ہونا تو تحقیق حق پر مترتب تہا
اور جب وہی جاتا رہا تو یہہ ہی درست نہوا۔ لیکن مشکل یہہ ہی کہ اگر تحقیق حق سے انکار
کرین تو کیونکر کرین کہ صریح خلاف انصاف ہی۔ اور اگر اقرار کرین تو کسطرح کرین کہ مستلزم
تشکیک فی المذہب کو ہی۔ خیر حسب موقع اقرار یا انکار جو مناسب ہوتا ہی وہ کرتے رہین
قال الفاضل المجیب قولہ ابہی مناسب خیال کیا کہ چندی اپنے [illegible]

گرانمایہ کو اسمین صرف کردن کا حدی تحسنین سے خالی نہوگا۔ اقول۔ مباحثہ مذہبی کیا ایسا خفیف کام ہی کہ اوسمین وقت صرف کرنیکو وقت گرانمایہ کہا جائے اگر غور فرامیے تو یہہ اعلے درجہ کی عبادت ہی **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** یہ صاف مثل روز روشن ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت میر صاحب اپنی مذہبیات کے کوچہ سے بالکل نابلد ہین جہانتک روایات شیعہ مین غور کیا جاتا ہے اوس سے ثابت ہوتا ہی کہ جدال و مباحثہ کرنا حرام اور خلاف اللہ و رسول صلعم و ائمہ ع کے ہی بلکہ مباحثہ کرنا دین سے نکلنا اور رسول صلعم کی زبانی بشہادت ائمہ ع ملعون ہوتا ہے چنانچہ کچھہ روایات معتبرہ سابقاً مذکور ہوچکی ہین اور کسیقدر اب معروض ہونگی تو معلوم نہین ہماری مجیب لبیب مباحثہ کو کس بنیاد پر اعلی درجہ کی عبادت قرار دیتے ہین اور کیون ہمپر معترض ہین۔ مگر ہان اگر ملعون ہونا اور خدا و رسول صلعم و ائمہ ع کے خلاف کام کرنا اور دین سے خارج ہونا ہی حضرت مجیب کی نزدیک اعلی درجہ کی عبادت ہو تو مضائقہ نہین تو اس صورتمین خوارج نہروان و نواصب شام کو بہی مژدہ فتح سنادین روایات سنیے آپکے علامہ مجلسی بحار مین تخریج فرماتے ہین اوسمین سے ملتقطاً چند روایات نقل کرتا ہون

باسنادہ التمیمی عن الرضا عن ابائہ عن علی[۱] علیہم السلام قال لعن اللہ الذین یجادلون فی دینہ اولئك ملعونون علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس حدیث سے مناظرہ کرنے والونکا ملعون ہونا بعبارت النص ثابت ہے

عن ابی[۲] عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق انہ قال لاصحابہ اسمعوا منی کلاما ھو خیر لکم من الدھم الموقفہ لا یمارین احدکم سفیھا ولا حلیما فانہ من ماری

---

[۱] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی فرمایا اونپر خدا لعنت کرے جو خدا کے دین مین جہگڑا کرتے مین یہہ لوگ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی ملعون ہیں۔ [۲] امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ آپنے یارون سے فرمایا کہ میری بات سنو جو تمہاری لئے (زبان پر) کہڑی ہوئی شکی گہوڑون سے بہتر ہے تم میں سے کوئی نہ کسی سفیہ سے جہگڑے اور نہ کسی حلیم سے ۔۱۲

حلیماً اقصاه ومن ماری سفیھاً ارداہ[۱] اس حدیث سے علی العموم مباحثہ کی ممانعت ثابت ہوئی کیونکہ لایماری مین فعل منفی ہے اوسکا فاعل و مفعول دونو نکرہ واقع ہوئی ہین اور قاعدہ ہے کہ نکرہ سیاق نفی مین عموم و شمول کا فائدہ دیا کرتا ہے تو کسی شخص کو کسیکی ساتھہ مباحثہ کرنا جائز نہوا – عن ابی عبد اللّٰہ ع[۲] قال یھلک اصحاب الکلام و ینجو المسلمین ان المسلمین ھم النجباء – سمعت اباعبد اللّٰہ[۳] یقول لاتخاصموا الناس لدینکم فان المخاصمۃ ممرضۃ للقلب – سمعت اباجعفر ع[۴] یقول انما شیعتنا الخرس – قال امیر المؤمنین ع[۵] ایاکم والجدال فانہا یورث الشک فی دین اللّٰہ سمعت ابی عبد اللّٰہ ع[۶] یقول متکلموا ھذہ العصابۃ من شرار من ھم منھم اس باب مین جسقدر روایات وارد ہوئی ہین اگر اونکا استیفا کیا جاوے اور بسط کے ساتھہ ان پر بحث کیجاوے تو ایک کتاب جداگانہ تیار ہوا اسلیئے ہم صرف ایک قول فیصل پر اکتفا کرتے ہین جو امام جعفر صادق ع سے علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے اور چونکہ عبارت بہت طویل ہے اسلیئے ملتقطاً نقل کرتے ہین عن ابی محمد العسکری ع[۷] قال ذکر عند الصادق ع الجدال فی الدین و ان رسول اللّٰہ ص و الائمۃ المعصومون قد نہوا عنہ فقال الصادق ع لم ینہ عنہ مطلقاً لکنہ نہی عن الجدال بغیر التی ہی احسن اما تسمعون اللّٰہ یقول ولا تجادلوا اھل الکتاب

---

[۱] کیونکہ جو حلیم سے مباحثہ کریگا وہ اوسکو حق سے دور کر دیگا اور جو کسی سفیہ سے جھگڑیگا وہ اوسکو ہلاک کر دیگا ۱۲ [۲] امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کلام گفتگو کرنے والے ہلاک ہونگی اور مسلمان نجات پاجاینگی بے شک مسلمان ہی نجات یافتہ ہین ۱۲ [۳] مینی امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھی اپنی دین کے معاملہ مین لوگونسے نہ جھگڑو کیونکہ جھگڑا دل کو بیمار کرنیوالا ہے [۴] مینی امام ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے ہماری شیعہ صرف گونگی ہین ۱۲ [۵] امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی آپکو جھگڑے سے بچاؤ کیونکہ وہ اللہ کی دین مین شک پیدا کرتا ہے ۱۲ [۶] مینی امام ابی عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے اس گروہ کے متکلمین سب سے بدتر ہین [۷] امام عسکری فرماتے ہین کہ امام جعفر صادق رض کیخدمت مین دین مین بحث و مباحثہ کرنے کا ذکر ہوا اور یہہ کہ رسول اللہ صلعم نے اور ائمہ معصومین نے اسکی ممانعت فرمائی ہے فرمایا کہ ہمنے مطلقاً ممانعت نہین فرمائی لیکن ہاں اوس مباحثہ کی ممانعت کی ہے جو بغیر عمدہ طریقہ کی ہو کیا تم نہین سنتے خدا تعالیٰ فرماتا ہے اہل کتاب سے بجز عمدہ طریقہ کی

الا بالتی هی احسن[۱] وقوله تعالی ادع الی سبیل ربک الخ فالجدال بالتی هی احسن قد قرنه العلماء بالدین والجدال بغیر التی هی احسن محرم وحرمه الله تعالی علی شیعتنا قیل یا ابن رسول الله فما الجدال بالتی هی احسن والتی لیس باحسن قال اما الجدال بغیر التی هی احسن ان تجادل مبطلاً فیورد علیک باطلاً فلا ترده بحجة قد نصبها الله ولکن تجحد قوله او تجحد حقاً یرید ذلک المبطل ان یعین به باطله فتجحد ذلک مخافة ان یکون له علیک فیه حجة لانک لا تدری کیف المخلص منه فذلک حرام علی شیعتنا ان یصیروا فتنة علی ضعفاء اخوانهم وعلی المبطلین اما المبطلون فیجعلون ضعف الضعیف منکم اذا تعاطی مجادلته وضعف فی یده حجة له علی باطله واما الضعفاء منکم فتغتم قلوبهم لما یرون من ضعف المحق فی ید المبطل واما الجدال التی هی احسن فهو ما امر الله تعالی به نبیه ان یجادل به من جحد البعث بعد الموت واحیائه فقال حاکیاً عنه وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ فقال الله فی الرد علیه قُلْ یا محمد يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ الی قوله فهذا الجدال بالتی هی احسن لان فیها قطع عذر الکافرین وازالة شبهتهم واما الجدال لغیر التی هی احسن

---

[۱] نہ جھگڑو اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ بلاؤ اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے پروردگار کے رستہ کیطرف دعوت کر الخ پس علماء نے مباحثہ کو جو عمدہ طریق سے ہو دین کے ساتھ ملحق کیا ہے اور وہ جدال و مناظرہ جو عمدہ طریق سے نہ ہو حرام ہے اور اسکو اللہ نے ہمارے شیعوں پر حرام فرمایا ہے پوچھا گیا کہ اے فرزند رسول کونسا مباحثہ عمدہ طریقہ والا ہے اور کونسا مباحثہ بدون حسن طریقہ کے ہے فرمایا بغیر عمدہ طریقہ کے مباحثہ تو یہ ہے کہ تو کسی اہل باطل سے مناظرہ کرے اور وہ تجھ پر باطل پیش کرے اور تو اوس حجت کو رد نہ کرے جو خدا تعالے نے قائم کی ہے اسکو رد نہ کرے لیکن تو اسکے قول کا انکار کرے یا اوس حق کا جسکے سبب وہ باطل اپنے باطل کی اعانت و تقویت چاہتا ہے منکر ہو جائے اس خوف سے کہ مبادا اوسکی حجت تم پر ہو جائے اور حق کا ہی انکار کر دیوے کیونکہ اوس سے خلاصی کی راہ تو نہیں جانتا ہے تو یہ ہمارے شیعوں پر حرام ہے کہ اپنے ضعیف بھائیوں اور اہل باطل کے حق میں فتنہ بنیں کیونکہ جب اہل باطل سے مناظرہ کریگا اور وہ مناظرہ کے نتیجہ میں عاجز ہوگا تو وہ تمہارے اس عجز کو اپنے باطل کی حقیقت پر حجت قرار دینگے اور ضعیف ہیں وہ جب باطل کے نتیجہ میں اہل حق کو خستہ حالت میں دیکھیں تو انکا دل اور دین ہوگا اور عمدہ مباحثہ وہ ہے جسکا اللہ نے اپنے نبی کو حکم فرمایا کہ حشر سے مناظرہ کریں جو کہتے تھی کہ ہمیں مرنے کے بعد کون جلائیگا فرمایا اے محمد تو کہہ انکو وہ جلائیگا جسنے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا تو یہ جدال و مناظرہ عمدہ طریقہ کا ہے کیونکہ اس میں کافروں کے عذر کا قطع اور انکے شبہ کا دفع ہے اور مباحثہ بغیر عمدہ طریقہ کے ہے

بان تجد حقا لا یمکنک ان تفرق بینہ وبین باطل من تجادل وانما تدفعہ عن باطلہ بان تجد الحق فہذا ھو المحرم لانک مثلہ جحد ھو حقا وجحدت انت حقا اٰخر — انتہٰی قطع نظر تعارض اون روایات سے جو اس بارہ مین وارد ہوئی ہین اس قول فیصل سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ مباحثہ کرنا سواے انبیاء اور ائمہ کے دوسری شخص کا کام نہین ہے بلکہ دوسرونکو ناجائز وحرام ہی کیونکہ سواے انبیا وائمہ کے کوئی شخص حجت منصوب من اللہ کو نہین پہچان سکتا اور نہ ضعفاء اخوان یا مبطلین کے حق مین فتنہ ہونے سے بچ سکتا ہے علی الخصوص ایسا شخص جسکو اپنی مذہبیات کی بہی پوری واقفیت نہو اور محض فارسی خوان ہی ہو تو اوسکی حق مین مناظرہ کرنا بموجب اس قول فیصل کے بیشک حرام ہوگا۔ اب دل چاہتا ہی کہ اس باب مین علامہ مجلسی کے تحقیق نقل کرون۔ اہل انصاف اوسکو بہی ملاحظہ فرمائین اور ہماری مجیب کی واقفیت مذہب کی داد دین۔ ویظہر من الاخبار ان المذموم منہ ھو ما کان الغرض فیہ الغلبۃ واظہار الکمال والفخر او التعصب وترویج الباطل واما ما کان لاظہار الحق ورفع الباطل ودفع الشبہۃ عن الدین وارشاد المضلین فہو من اعظم ارکان الدین لکن التمیز بینہما فی غایۃ الصعوبۃ والاشکال وکثیرا ما یشتبہ احدھما بالاخر فی بادی النظر وللنفس فیہ تسویلات خفیۃ لا یمکن التخلص منہا الا بفضلہ تعالیٰ۔ علامہ کی اس تحقیق مین بہی ہم بحث سے اغماض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اس سے بہی مجیب جیسی متکلمین کے لئے مناظرہ کا

ف ۱ کہ تو ایسی حق کا انکار کرے کہ تجکو اوسمین اور خصم کے باطل مین فرق و امتیاز نہو اور اوسکی باطل کو حق کا انکار کرکے دفع کرے تو یہہ مباحثہ حرام ہے کیونکہ اس صورت مین تو بہی مثل اہل باطل کے ہے کہ اوسنے ایک حق کا انکار کیا اور تو نے دوسری حق کا انکار کیا۔ ف ۲ احادیث سے ظاہر ہوتا ہی کہ برا مباحثہ وہی ہے جسمین غلبہ وکمال کا اظہار و فخر اور حق کی جانب داری اور باطل کی ترویج مقصود ہو اور جس مباحثہ مین حق کا اظہار و باطل کا رفع اور دین سے شبہہ کا ازالہ اور گمراہونکی رہنمائی ہو تو وہ دین کے اعظم ارکان مین سے ہے لیکن ان دونو مین تمیز اور تفرقہ نہایت سخت دشوار اور مشکل ہے بسا اوقات بادی النظر مین ایک دوسرے کی ساتھہ مشتبہ ہو جاتا ہے اور اوسمین نفس امارہ کی ایسی چھپی ہوئی پیچ ہین کہ سواے اللہ تعالیٰ کے فضل کے اونسے خلاصی ممکن نہین۔

عبادت نہونا بلکہ حرام اور مستوجب لعن ہونا ثابت ہوتا ہی پہر اب ہماری مجیب بیتذ زرا انصاف
سے فرمائین کیا اعلی درجہ کی عبادت ایسی ہے امور ہوتے ہین - علاوہ ازین اگرچہ بلحاظ
نہ ہبی خفیف کام نہو تاہم اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ کوئی مذہبی کام اس سے بڑہکر نہو
بلکہ بہت سے مذہبی امور اس سے بدرجہا بہتر و برتر ہونگی علے الخصوص ایسی حالت مین
جبکہ چندان ضروری یا مفید نہو اور مخالفین کے راہ پانے کی توقع نہو تو ایسے وقت مین
جو شخص دوسری امور مذہبیہ عالیہ مین مشغول ہوگا وہ بیشک مباحثہ مین اپنے وقت کے
صرف کرنے کو وقت گرانمایہ کہیگا قتل الا اس اخیر فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو
تحقیق حق و ابطال باطل منظور نہین بلکہ اپنے رہائی یا مخالف کے مغلوبیت اصلی غرض ہو
اور انشاء اللہ تعالے انہین سے کوئی غرض بہی حاصل ہونے والی نہین ہے اقول ہم
آپکی نزدیک تحقیق حق مستلزم شک فے المذہب ہو تو واقعی ہمکو تحقیق حق منظور نہین
کیونکہ بفضل اللہ تعالے و رحمتہ ہمکو اپنی مذہب کی صحت و حقیت مین کسی نوع کا شک
و ریب نہین ہان ابطال باطل و مغلوبیت مخالف ہی مقصود ہی جو انشاء اللہ تعالے بلا دقت
ہمکو حاصل ہے شعر مستعلمہ لیلی ای دین تدانیت ✦ وای غریم فے التقاضی غیر

قال الفاضل المجیب - قولہ - پس واضح ہو کہ اگرچہ فیما بین اہل سنت و جماعت
و شیعہ اثنا عشریہ کے بہت سے مسائل اصول و فروع مین مخالفت ہی لیکن مبنی
یہہ ہی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علے الخصوص خلفاء ثلثہ رضی
کو اہل سنت تمام امت سے باعتبار رتبہ اعلیٰ و افضل اور ایمان مین اثبت و اکمل
کرتے ہین - اقول - اصل اختلافی مسئلہ اور مبنی معظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان
بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ائمہ اکمل اصول و فروع کو اہل بیت
سے کر بموجب حدیث متفق علیہ مثل اہل بیتی کسفینۃ نوح الخ
اور موافق حدیث متفق علیہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی انکا حکم

حکم خدا سے جدا نہین ہو سکتا اور صحابہ بھی انکی ہی تمسک کے مامور تھی ماخوذ کرتے ہین
اور اہل سنت صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کو ماخذ اپنی دین اور ایمان کا ٹھہراتے ہین اگرچہ
بعض اُنہین سے ناصبین عداوت اہل بیت طاہرین اور قاتلین ذریۃ سید المرسلین او مارقین
اور قاسطین و ناکثین سے ہون - جیسا کہ ملاحظہ رواۃ صحاح اور غیر صحاح اہل سنت سی ظاہر ہی
پس حضرت مجیب نے جو مبنی اختلاف کا معاملہ صحابہ ٹہرایا ہے بجای خود معلوم نہین ہوتا
کیونکہ اگر بفرض محال مثل شریک باری سب صحابہ عدول ہی ٹہر جائین اور برخلاف احادیث
کثیرہ مثل حدیث حوض وغیرہ اور سیکڑون دلائل عقلیہ و نقلیہ کے جسمین کتب ضخیمہ تصنیف ہو چکی ہین
کل صحابہ کا ناجی ہونا ہی ثابت ہو جائے تو اس سے ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا انکا ثابت
ہو گا اسلیئے کہ عدم عصمت انکی اتفاقی بین الامت ہی اور شیعون کے نزدیک بلکہ ہر عقلمند کے
نزدیک بجز اہلبیت معصومین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین کوئی ماخذ اصول و فروع نہین ہو سکتا
پس کیونکر ہو سکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہہ ہی مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف
کثیر کا مبنی ہی جیسا کہ بندہ پہلے عرض کر چکا ہی یقول العبد الفقیر اے لیے مولاۃ
دانشمندان روزگار و منصفان تہی و امصار کو صلائے عام ہے کہ ذرا اس بحث کو نظر
رد و تامل ملاحظہ فرما کر ہماری مجیب کے انصاف و تحقیق حق اور مناظرہ دانی اور اجتہاد مطلق کی داد دین میر صاحب کے
نزدیک مسئلہ امامت کے معظم خلافیات ہونے پر بندہ نے عرض کیا تہا کہ اہم الخلافیات اور
اہم اختلافات کا معاملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عموماً اور خلفاء ثلثہ رضوان اللہ علیہم خصوصاً ہی
اہل سنت انکو تمام امت مین افضل اعتقاد کرتے ہین اور شیعہ بدتر از کفار و منافقین سمجھتے ہین
اور اختلاف مسئلہ امامت بہی اسی اصل سے ناشی ہے - بجواب اسکی مسئلہ امامت کی مبنی
معظم خلافیات ہونے کی تائید مین ہماری حضرت فاضل مجیب نے باین خلاصہ ارشاد فرمایا
اصل خلافی مسئلہ اور مبنی معظم اختلاف کا ماخذ مسائل دین و ایمان ہی بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
امامیہ کل اصول و فروع کو بموجب ارشاد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اہل بیت طاہرین سے

لیتی ہین اور اہل سنت صحابہ اور تابعین و تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان کا ٹھہراتے ہین
اگرچہ بعض اونمین سے ناصبین عداوت اہلبیت طاہرین اور قاتلین ذریتہ سید المرسلین
اور مارقین اور قاسطین و ناکثین سے ہون۔ پس حضرت مجیب نے جو مبنی اختلاف کو
صحابہ ٹھہرایا ہی بجای خود معلوم نہین ہوتا۔ کیونکہ اگر بفرض محال سب صحابہ عدول ٹھہر جاوین
تو اس سے بوجہ اسکے کہ اونکی عدم عصمت اتفاقی ہی ماخذ مسائل اصولیہ و فروعیہ ہونا اونکا
نہوگا۔ پس کیونکر ہو سکتا ہی کہ مبنی معظم اختلافات کا معاملہ صحابہ ہو بلکہ مسئلہ امامت
اس اختلاف کثیر کا مبنی ہی۔ ای حضرات خدا کے لیئے ذرا حضرت مجیب کی اس تحریر
ملاحظہ فرمائین کہ اس سے بندہ کے معروض کی تسلیم و تائید ہوئی ہے یا تغلیط و تردید
اب سنئے کہ فاضل مجیب فرماتے ہین کہ ماخذ مسائل دین اہل شیعہ کے نزدیک ذریتہ طاہرہ
ہین اور اہل سنت کے نزدیک صحابہ رض وغیرہ ہین تو اگر اس تقابل سے حضرت مجیب
یہہ غرض ہے کہ اہل سنت ذریتہ طاہرین کو ماخذ دین نہین اعتقاد کرتے تو بداہۃً
غلط اور محض افترا ہی کیونکہ قضیہ کلیہ الصحابۃ کلہم عدول جزئیات ذریتہ طاہرہ کو بھی شامل
اور اہل سنت کی کتب صحاح وغیرہ روایات اہلبیت رض سے مملو و مشحون ہین
اونکی فضائل و محامد سے مشرف و مزین ہین اور مجتہدین اہل سنت کا علم غالباً ماخوذ انہی
ہی سے ہی۔ اہل سنت کے بزرگان طریقت خوشہ چین ہیاس اہلبیت کے
ان دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم صرف مقتدائیت اور ماخذیت مین اہل سنت کے
نزدیک بحکم حدیث متفق علیہ اصحابی کالنجوم الخ شریک اہلبیت ہین اور اگر اس تقابل
حضرت مجیب کے غرض انتفاء ماخذیت اہلبیت عند اہل السنۃ نہین ہے تو چاہئے
اس صورت مین حاصل یہہ ہوا کہ اہلبیت باتفاق فریقین ماخذ دین ہین اور صحابہ
علی الاختلاف۔ اہلسنت اونکو بھی ایسی گروہ مصداق کنتم خیر امۃ مین۔ ماخذ دین
دیتی ہین۔ اور شیعہ اونکو ماخذ مسائل دین نہین ٹھہراتے اور شرالامت اعتقاد کرتے

ذریتہ طاہرہ اہل سنت کے نزدیک بھی ماخذ دین ہین

اور اسکی وجہ کلام سے صاف ظاہر ہی کہ بعض اونمین سے بزعم شیعہ ناصبین عداوت اور تابعین اور مارقین اور قاسطین اور ناکثین ہین اور بفرض محال مثل شریک باری اگر کل صحابہ عدول ٹھر جائین تو عدم عصمت اتفاقیہ مانع ماخذیت ہی۔ تو اس سے کالشمس فے رابعۃ النہار ثابت ہوا کہ دارمدار اختلاف ماخذیت کا خیریت اور شریت صحابہ رض پر ہی۔ اور جب ماخذیت صحابہ کی خلافت کی علت خیریت اور شریت اور افضلیت اور نقصیت صحابہ رض ہوئی تو فرمائیے اوقت اصل مبنی اختلافات معاملہ صحابہ کا جو بندہ نے عرض کیا تہا ہوا یا نہوا اور اس جواب سے بندہ کی گذارش کی تائید و تقویت ہوئی کہ نہوئی۔ مسلمنا مبنی معظم خلافیات کا ماخذیت صحابہ رض واہلبیت رض ہی سہی لیکن اس سے مسئلہ امامت کا مبنی ہونا کسیطرح ثابت نہین ہوتا اس سے صرف اسیقدر ثابت ہوتا ہے کہ مبنی معظم خلافیات کا ماخذیت ہی اور مسئلہ امامت بہی اسی اصل سے ناشی ہے تو آخری تفریع جو بطور نتیجہ مقدمات و دلائل سابقہ کے ذکر کی ہے۔ پس کیونکر ہوسکتا ہے کہ مبنی معظم اختلاف کا یہہ مسئلہ ہو بلکہ مسئلہ امامت ہی اس اختلاف کثیرہ کا مبنی ہے" غلط اور غیر مرتبط اور دعوی بے دلیل رہی۔ خوش گفت ع۔ میں الزام اوسکو دیتا تہا قصور اپنا نکل آیا۔ چونکہ اس جگہ ہماری حضرت مجیب نے ماخذیت واہلبیت وصحابہ رض کا ذکر فرمایا اور بہت غلطیاں کہائین اور حق سے بمراحل دور ہوگئی اہلئے کسیقدر اسکا بیان بہی واجب ہوا۔ پس واضح ہو کہ فے الاصل ماخذ دین و ایمان ذات بابرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جسقدر دین ہے وہ ماخوذ مشکوۃ نبوت سے ہی وبس اور واسطہ تبلیغ دین بین اللہ تعالے کے والامت رسول ہی ہوتا ہی اور علاوہ رسول کے جسقدر احاد امت ہین وہ سب محتاج تبلیغ رسول ہین اور مکلفین و مبلغین اور فی الحقیقت متبع اور آخذین دین ہین۔ نہ متبوع اصلی کیونکہ اگر انکو ماخذ اصلی دین کا قرار دیا جاویگا تو انکا خلیفہ ہونا باطل ہوگا اور نبی ہونا لازم آویگا اور یہہ باتفاق فریقین باطل ہے۔ حسب مذہب اہل سنت تو اسکا بطلان بدیہی ہے۔ اور شیعہ اگرچہ ائمہ کو انبیاء علیہم السلام کے

خواص و لوازم مین شریک کرتے ہین جو اونکی نبوت کو مستلزم ہو بلکہ انبیاء سے رتبہ مین بڑہاتے ہین - چنانچہ حضرت علیؑ کو تمام انبیاء سے سوائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف عقل و نقل افضل بتاکر ابن شیخ مفید اپنے رسالہ تفضیل امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مین فرماتے ہین - اختلف الشیعة فی هذه المسئلة فقالت الجارودیة انه کان علیه السلام افضل من کافة الصحابة فاما غیرهم فلا نقطع علی فضله علی کافتهم وبدعوا من سوی بینه وبین من سلف او فضله او شک فی ذلک وقطعوا علی فضل الانبیاء علیهم السلام کلهم علیه واختلف اهل الامامة فی هذا الباب فقال کثیر من متعلمیهم ان الانبیاء علیهم السلام افضل منه علی القطع والثبات وقال جمهور اهل الآثار منهم والنقل والفقه بالروایات وطبقة من المتکلمین منهم واصحاب الحجاج انه علیه السلام افضل من کافة البشر سوی رسول الله محمد بن عبد الله صلوات الله علیه فانه افضل منه ووقف منهم نفر قلیل فی هذا الباب فقالوا لسنا نعلم اکان افضل من سلف من الانبیاء او کان مساویا لهم او دونهم فیما یستحق به الثواب فاما رسول الله صلی الله علیه محمد بن عبد الله فکان افضل منه علی غیر ارتیاب وقال فریق منهم آخر ان امیر المؤمنین صلوات الله علیه افضل البشر سوی اولی العزم من الرسل فانهم افضل منه عند الله اذ سوی الرسل من سبقه

سلہ مسئلہ تفضیل مین شیعہ باہم مختلف ہین جارودیہ کہتی ہین کہ حضرت علیؓ تمام صحابہ سے تو بیشک افضل ہین لیکن سوا صحابہؓ کی سب سے افضل ہونے کا ہم یقین نہین کرسکتی اور جو شخص گذشتہ لوگون کی حضرت امیر کے برابر کہا یا حضرت کو بڑا یا اس مین متردد ہو بیشک بدعتی ہے لیکن جارودیہ حضرت امیر سے تمام انبیاء کو یقیناً افضل کہتی ہین اور امامیہ بھی اس باب مین مختلف ہوئی بہت سے متعلمین کہتی ہین کہ انبیاء حضرت سے قطعاً و یقیناً افضل ہین اور جمہور اہل اخبار و حدیث و فقہ اور متکلمین اور اہل حجت کہتی ہین کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام آدمیون سے افضل ہین لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر سے افضل ہین اور تھوڑی سے لوگون نے اس باب مین توقف کیا ہی اور کہا ہی کہ ہم نہین جانتے کہ حضرت امیر انبیاء گذشتہ سے باعتبار زیادتی استحقاق ثواب کے افضل ہین یا برابر یا کم لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر سے بیشک و شبہ افضل ہین اور امامیہ مین سے ایک فریق کہتا ہی کہ حضرت امیر افضل البشر ہین سوا اولوالعزم کے وہ حضرت امیر سے افضل ہین حضرت امیر انکے سوا سب سے افضل ہین

آگے ٹیکہ یہہ روایت لکھی ہے وقوله علیہ السلام وقد سئل عن امیر المومنین ما کان منزلتہ من النبی علیہ وآلہ
السلام قال لم یکن بینہ وبینہ فضل سوی الرسالة التی اوردھا ۔ وجاء مثل ذلک بعینہ عن ابیہ
عن جعفر وابی الحسن وابی محمد العسکری علیہ السلام ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بجز وصف
رسالت کے جناب امیر رض اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی
وصف زائد نہین جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر استدلال کیا جاوے
اور اس سے ہر شخص سمجھہ سکتا ہی کہ دوسری مدارج صفات جنپر فضل کلی کا دارمدار ہی مثلاً کثرت
ثواب وقرب من اللہ تعالے وغیرہ مین جناب امیر اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
افضل نہین تو کم بھی نہین اور آیت مباہلہ وانفسنا وانفسکم حسب ارشاد خود مستلزم
مساوات ہی اور وصف رسالت خود مستلزم افضلیت کو نہین کیونکہ یہہ امر بدیہی ہے ۔ کہ
فضیلت نبوت ورسالت رسل وانبیا سابقین کے لیئے بھی حاصل ہی لیکن باوجود اسکی جناب امیر رض
اونسے باعتبار دوسری صفات کے افضل ہین تو معلوم ہوا کہ رسالت مستلزم فضیلت کو
نہین ۔ بلکہ مرتبہ امامت مرتبہ رسالت اور خلت اور کلیمیت وروحانیت سے افضل ہے اور
اگر ہم اس سے بھی ترقی کرین اور اصول وروایات شیعہ پر جناب امیر کی افضلیت کے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مدعی ہون تو بجا ہی کیونکہ علاوہ اون فضائل کے جو جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مین پائی جاتے ہین جنمین جناب امیر کو شرکت اور مساوات ہی بہت سے
فضائل جناب امیر مین ایسی موجود ہین جنسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محروم ہین ۔ جو شجاعت
اور سخاوت اور فصاحت وبلاغت جناب امیر کو حاصل ہے وہ کسی فرد بشر کو حاصل نہین ہوئے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جا بجا کلام مجید مین عتاب ہوا اور جناب امیر کی نسبت بجز مدح کے
اور کچھہ وارد نہین ہوا اور ظاہر ہے کہ غیر معاتب معاتب سے افضل ہے ۔ ان سب سے

لہ امام رضی اللہ عنہ سے کسینے پوچھا کہ جناب امیر رض کا مرتبہ بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر تھا فرمایا بجز رسالت کے
وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھی اور کچھہ زیادہ مرتبہ نہ تھی ۔۔ ۱۱

پر نابیہی کہ اگر حسب روایات شیعہ جناب امیر کی افضلیت کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نعوذ باللہ اگر ین تو ممکن ہی ۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ
حق تعالے شانہ ارشاد فرماتا ہی جس سے صاف واضح ہی کہ نور ظلمت سی افضل ہی اور شیعہ کی روایات
سی ثابت ہے کہ معاذ اللہ رسول اللہ ظلمت ہین اور جناب امیر نور ہین ۔ علامہ مجلسی بحار مین ابو نصر
بن قابوس سے اور وہ امام صادق رض سے روایت کرتا ہی قال السواد الذی فی القمر محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تفسیر صافی مین بذیل تفسیر آیت فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ
وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ لکھا ہی والعیاشی عن الباقر ع
النور علی وفی الکافی عن الصادق ع النور فی ھذا الموضع علی والائمہ علاوہ ازین اور بہت سے
ایسی فضائل مین جو جناب امیر کے ساتھ ہی مخصوص ہین اور ذات بابرکات جناب سرور
کائنات کے اون سی خالی ہی جنکی تفصیل مین مستقل جداگانہ رسالہ تالیف ہو تو اس سے
معلوم ہوا کہ بروایات شیعہ جناب امیر کافہ بشر سے بلا استثنا افضل ہین چنانچہ یہہ
مدعا حدیث متواتر المعنی سے جسکو شیخ فقیہ ابو محمد جعفر بن احمد بن علی القمی نزیل ری نے اپنی رسالہ
نوادر الاثر لعلی خیر البشر مین جو اسوقت میرے روبرو کھلا ہوا رکھا ہی روایت کیا ہی لفظ روایت
اسطرح ہی حدثنا ابو محمد ھرون بن موسی التلعکبری قال حدثنی احمد بن محمد بن سعید قال حدثنی محمد بن
عبید عتبۃ الکندی قال حدثنی عبد الرحمن بن یزید عن ابیہ عن الاعمش عن
عاصم بن عمر عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ علی خیر البشر
من شک فیہ فقد کفر ۔ لیکن باوجود ان سب امور کے خلیفہ و نائب نبی ہی کہتے مین
نبی و رسول نہین کہتے قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین مین بذیل ذکر محمد بن علی

ؔ۱ تو کیا برابر ہی اندھا اور بینا یا برابر مین تاریکی اور نور برابر مین ۱۲ ؔ۲ امام صادق ؑ نے فرمایا کہ چاند مین کی سیاہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین ۱۲ ؔ۳ امام باقر سے مروی ہی کہ نور حضرت علی رض مین ۱۲ ؔ۴ کافی مین امام صادق ؑ سے مروی ہے کہ اس جگہ نور سے مراد حضرت علی اور ائمہ مین ۱۲ ؔ۵ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی خیر البشر ہیں جو اسمین شک کرے وہ کافر ہی ۱۲

بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی لکھتی ہین۔ زیراکہ امام قائم مقام نبی ست در جمیع امور مگر در اسم نبوت و نزول وحی۔ تو جب ائمہ خلیفہ اور قائم مقام ہوئی علی الخصوص ایسی نبی کی قائم مقامی جو دین کو جمیع جہات سے مکمل فرما گیا اور کسی قسم کی کمی و کوتاہی باقی نہین چھوڑی تو ایسی نبی کا نائب خلیفہ محض ناقل و حاکی ہی ویں۔ تو وہ اصلی و حقیقی ماخذ دین ہرگز نہین ہو سکتا ہی۔ لیکن بااینہمہ چونکہ قرن اول امت محمدیہ علیہ الصلوات والتسلیمات کی قلوب انوار و برکات آفتاب عالمتاب نبوت سے منور ہوگئی اور فیض صحبت سر حلقہ انبیا سرتاج اصفیا سے جو مس زنگ آلود رذائل کی لیے کبریت احمر اور اکسیر اور سموم معاصی کے لئی تریاق کبیر ہے مجلی و مجلی ہوی اور اونکی قلوب مین شعاع انوار نبوت نے یہانتک پرتو ڈالا کہ اونکو اوس صحبت سے وہ کیفیات حاصل ہوئین جو آہن کو آگ سے بلکہ سنگ پارس سے حاصل ہوتی ہین۔ اور مدارج ابتلا مین محک امتحان پر کامل العیار نکل چکے تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونکو نجوم ہدایت فرما کر امت کو اونکے اقتدا کی طرف رغبت دلائی اور اونکو ماخذ قرار دیا لیکن نہ ماخذ اولی و اصلی بلکہ ثانوی و فرعی۔ اسکی بعد ظاہر ہی کہ دین خداوند جل شانہٗ جسکا ماخذ و مبلغ اصلی رسول ہی قرن ثانی سے آخر تک اوسکا بلا واسطہ پہنچنا محال ہی تو اسلئی ضرور ہوا کہ ہر قرن لاحق اپنے قرن سابق سے دین اخذ کری اس صورت مین ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے حق مین ماخذ دین ہوگا بلکہ ہر ایک استاد اپنی شاگرد کے لیئے ماخذ ہوا۔ غرضکہ اولاً و بالذات ماخذ دین ذات بابرکات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ثانیاً و بالتبع اصحاب کرام ہین جنمین اہلبیت بہی شامل ہین اور ثالثاً و بالعرض ہر قرن سابق اپنے قرن لاحق کے لیٔ ماخذ دین ہی جنمین محدثین و تابعین و مجتہدین و متکلمین و مفسرین و اصحاب رسالت و ارباب رقعات و ردات آثار داخل ہین پس اگر حضرت مجیب کی غرض لفظ ماخذ سے ماخذ اولی و اصلی ہی تو بالکل لغو اور غلط ہی کہ شیعہ اہلبیت کو ماخذ قرار دیتی ہین اور اہل سنت صحابہ کو بلکہ فریقین حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی ماخذ حقیقی و اصلی قرار دیتے ہین۔ اور اگر ماخذ سی ماخذ بطریق عموم مراد ہی تو اور بہی زیادہ غلط اور

اپنی کتاب سے چشم پوشی ہی بلکہ خود اسی قول کے مخالف ہی کیونکہ اس قول کے آخر عبارت سے ظاہر ہی
کہ ماخذیت کا عصمت پر ہی اور جسمین عصمت نہ پائی جاویگی وہ ماخذ دین ہونی کی صلاحیت و
قابلیت نہین رکھیگا۔ لیکن یہہ امر مثل بدیہی اولی کے واضح ہی کہ عصمت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے جو ماخذ اول ہین۔ صحیح وسلم ہی وبس۔ ایسی کہ بعد تکمیل دین کے کسی شخص کے عصمت کی
ضرورت باقی نہین ہی اور نہ کسی فرد کی عصمت پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی معتد بہ قائم ہی۔ اور اگر
کسیکی یہہ عصمت کی ضرورت ہی تو پہر ضروری ہی کہ تمام ماخذ دین پچہلے کے ترتیب تک بہی معصوم ہون
اور سوائی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی معصوم نہین ہے اور ہم دیکھتی ہین کہ
علما شیعہ جو مسائل شرعیہ اہل بیت رض سے نقل کرتے ہین اکثر اون مسائل مین اہلبیت رض ماخذ
صلی اللہ علیہ وسلم سے محض ناقل و حاکی ہین نہ خود ماخذ اصلی اور اگر بفرض محال اہلبیت رض کی عصمت
تسلیم کرلین تو اونسی پچہلی کے درجہ والون کی نسبت کلام ہی اور وہ بالاتفاق معصوم نہین ہین
حالانکہ وہ ماخذ دین ہین۔ پس یہہ دعوی کہ شیعہ بلکہ ہر عاقل اُنکے نزدیک سوائی معصوم کی اور کوئی
ماخذ نہین ہوسکتا غلط ہوا اور اسکی تغلیط خود معالم الاصول سے وغیرہ کتب اصول سے ہوتی ہی
کیونکہ جو اجماعات بعد غیبوبت کبری امام آخر الزمان کے منعقد ہوئی ہین معلوم نہین انکو کونسی
معصوم سے اخذ کیا ہی۔ غرض جب روات ومجتہدین وغیرہ بہی ماخذ دین ٹہری کہ جنکی ہم
عصمت ہی مسلمہ نہین بلکہ انمین سے بعض کا فسق وکفر بہی تسلیم وثابت کیا گیا ہی تو اب ظاہر
کہ حضرت مجیب کا یہہ قول کسقدر غلط اور خلاف واقع ہوگا اول ہم روات کا ماخذ دین ہونا ثابت
کرتے ہین بعد اسکی انکی کفر وفسق سے بحث کرینگی۔ علامہ مجلسی نے بحار مین نقل کیا ہے۔

لہ الکلینی عن اسحاق بن یعقوب قال سالت محمد بن عثمان العمری رحمہ اللہ ان یوصل لی کتابا
سالت فیہ عن مسائل اشکلت علی فورد التوقیع بخط مولانا صاحب الزمان علیہ السلام

لہ کلینی محمد بن یعقوب سے روایت کرتا ہی اوسنی کہا مین محمد بن عثمان عمری سے سوال کیا کہ امام آخر الزمان کیطرف میرا خط جسمین
کچہ مسائل مشکلہ پوچہی ہی بہیجا دی (جواب اسکی جواب مین) مولانا صاحب الزمان کا دستخطی فرمان نازل ہوا۔

واما الحوادث الواقعة فارجعوا فیها الی رواة حدیثنا فانهم حجتی علیکم وانا حجة الله - الخبر - اس حدیث سے صاف ثابت ہی کہ رواۃ حدیث شیعہ کی اوپر ائمہ کیطرف سے حجت ہین اور امام غیبوبت امام مین بہی ماخذ دین ہین - اب دوسری دعوی کا جو کفر و فسق رواۃ ہی ثبوت لیجیی اگرچہ حضرات شیعہ کی سہام لعن سے - انبیا تک نہ بچی تو بیچارے رواۃ کس شمار مین ہین لیکن چونکہ یہہ موقع بیان محامد و مناقب رواۃ کا ہی اسلیئی یہان صرف رواۃ کی بیان اجمالی پر اکتفا کیا جاتا ہے - انبیاء کی محامد عنقریب بذیل ذکر اصحاب بزبان حضرات شیعہ بیان ہونگی اولاً مین اس دعوی کی اثبات کی لیئی معالم الاصول کی عبارت صفحہ ۱۱۵ سے نقل کرتا ہون جو خبر واحد کی معمول بہ ہونے کی شرائط مین لکہی ہی[۱] - الثالث الایمان واشتراطه هو المشهور بین الاصحاب وحجتهم قوله تعالی ان جاءکم فاسق وحکی المحقق عن الشیخ انه اجاز العمل بخبر الفطحیة ومن ضارعهم بشرط ان لا یکون متهما بالکذب محتجا بان الطائفة عملت بخبر عبد الله ابن بکیر والسماعة وعلی بن ابی حمزة وعثمان بن عیسی وبما رواه بنو فضال والطاطریون واجاب المحقق رحمه بانا لا نعلم الی الآن ان الطائفة عملت باخبار هولاء والعلامة مع تصریحه بالاشتراط فی التهذیب اکثر فی الخلاصة من ترجیح قبول روایات فاسدی المذهب اس سے صاف واضح ہی کہ حضرات شیعہ کے رواۃ کفار و بدمذہب ہی ہین سبحان الله کیا اہلبیت کے ساتھ تمسک اور ولا یہی ہی کہ کفار اور بدمذہبونکی روایات قبول کرین اور اونکو ترجیح دین - بیشک کفار سے

---

[۱] اوسمین لکہا تہا کہ حوادث واقعہ مین ہماری حدیث کی رواۃ کیطرف رجوع کرو کیونکہ وہ تمپر میری حجت ہین اور مین خدا کی حجت ہون ۱۲ تیسری شرط ایمان ہی اور ایمان کی شرط ہونا اصحاب مین مشہور ہی بدلیل قولہ تعالے ان جاءکم فاسق الخ اور محقق نے شیخ سے نقل کیا ہی کہ شیخ نے فطحیہ اور ان جیسی (بدمذہبونکی) خبر پر بشرطیکہ جہوٹ کے ساتھ متہم نہون عمل کرنا اس دلیل سے جائز رکہا ہی کہ فرقہ امامیہ نے عبد الله بن بکیر اور سماعہ اور علی بن ابی حمزہ اور عثمان بن عیسی کی خبرون پر اور ان خبرون پر جنکو بنو فضال اور طاطریین نے روایت کیا ہی عمل جائز رکہا ہی محقق نے اسکا جواب دیا کہ اب تک ہم نہین جانتے کہ طائفہ نے ان لوگونکی خبرون پر عمل کیا ہو اور علامہ طوسی نے باوجودیکہ ایمان کے شرط ہونیکی تہذیب مین تصریح کی ہی تاہم خلاصہ مین بدمذہبونکی روایات قبول کرنے کو بہت ترجیح دی ہی ۱۲ -

دین اخذ کرکے سفینہ نجات مین حضرات شیعہ ہی سوار ہوئی ہین۔ حضرت من ع کین کو
تو سیر دی بترکستان ہست یہ سید دلدار علی نے اساس الاصول مین نقلاً لکھا ہی۔ واما الفرق[1]
الذین اشاروا الیہم من الواقفیۃ والفطحیۃ وغیر ذلک فعن ذلک جوابان احدھما ان ما یرویہ
ھولاء یجوز العمل بہ اذا کانوا ثقات فی النقل وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد اذا
علم من اعتقادھم تمسکھم بالدین وتحرجھم من الکذب ووضع الاحادیث وھذہ کانت
طریقۃ جماعۃ عاصروا الائمۃ نحو عبد اللہ بن بکیر وسماعۃ بن مہران ونحو بنی فضال من
المتاخرین عنھم وبنی سماعۃ ومن شاکلھم فاذا علمنا ان ھولاء الذین اشرنا الیہم
وان کانوا مخطئین فی الاعتقاد من القول بالوقف وغیر ذلک کانوا ثقات فی النقل
فما یکون طریقہ ھولاء جاز العمل بہ۔ اب کسیقدر تفصیل اس اجمال کی سنیی اور اپنے
حضرت محقق کے تحقیق کے داد دیجیی اور دیکھیی کہ جو خاص تلامیذ ائمہ ہین اور شیع کے ماخذ دین
ہین اونکے کیسی کیسی عجیب وغریب حالات ہین۔ آپ کے ثقۃ الاسلام کلینی روایت
کرتے ہین۔ عن ابن الخزاز وابن الحسین ان ہشامی یقول ان اللہ تعالی اجوف الی السرۃ والباقی[2]
صمد کما یقولہ الجوالیقی وصاحب الطاق۔ اور نیز کلینی نے روایت کی ہی۔ عن الحسن بن[3]
عبد الرحمن الحمانی قال قلت لابی الحسن الکاظم ان ہشام بن الحکم یزعم ان اللہ تعالی جسم قال قاتلہ اللہ

---

[1] لیکن فرق (باطلہ) واقفیہ اور فطحیہ سے جنکی طرف اشارہ کیا اوسکی دو جواب ہین اول یہہ کہ انکی روایات پر عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ نقل مین معتبر ثقہ ہون اگرچہ اعتقاد کے رو سے خطا پر ہون لیکن اونکی اعتقاد کے رو سے دین پر چلنا اور جھوٹ اور احادیث کی گھڑت سے پرہیز کرنا معلوم ہوتا ہو اور اون لوگون مین سے جو ائمہ کے ہم عصر تھے ایک جماعت کا یہی طریقہ تھا جیسا کہ عبد اللہ بن بکیر اور سماعہ بن مہران اور بنی فضال میں سے متاخرین اور بنی سماعہ اور جو انکی مشابہ ہین او جب ہمنی جان لیا کہ یہ لوگ جنکی طرف ہمنی اشارہ کیا ہی گو اعتقاد مین بسبب وقف وغیرہ کی قائل ہونے کے خطا پر تھی لیکن نقل مین ثقہ تھی تو جو انکا سلسلہ ہو گا اوسپر عمل کرنا جائز

[2] ہشامی کہتا ہی کہ (معاذ اللہ) خدا تعالی ناف تک کھوکھلا ہی اور باقی ٹھوس ہے جیسا جوالیقی اور صاحب الطاق کہتی ہین ۱۲

[3] حمانی کہتا ہی کہ مینی امام کاظم سے کہا کہ ہشام بن حکم کہتا ہی کہ خدا تعالے (معاذ اللہ) جسم ہی فرمایا خدا اوسکو ہلاک کری ۱۲

اور نیز کلینی کے کتاب التوحید کو دیکھہ لیجئے۔ عن محمد بن الفرج[۱] الرخجی قال کتبت الی ابی الحسن اسئلہ عما قال ھشام بن الحکم فی الجسم وھشام بن سالم فی الصورۃ فکتب ع دع عنک حیرۃ الحیران واستعذ باللہ من الشیطان لیس القول ما قال الھشامان رجال کشی میں زرارہ کا حال ملاحظہ فرمایئے حدثنا[۲] محمد بن احمد عن محمد بن عیسی عن علی بن الحکم عن بعض رجالہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال دخلت علیہ فقال متی عہدک بزرارۃ قال قلت ما رأیتہ منذ ایام قال لاتبال وان مرض فلا تعدہ وان مات فلا تشھد جنازتہ قال قلت زرارۃ متعجبا مما قال قال نعم زرارۃ شر من الیھود والنصاری ومن قال ان مع اللہ ثالث ثلثۃ اور یہہ زرارہ وہ ہی جو حضرت امام پر لعنت کیا کرتا تہا مختار ابو عمرو کشی میں اسکو بہی ملاحظہ فرمالیجئے حدثنا[۳] محمد بن مسعود قال حدثنا جبرئیل بن احمد الفاریابی قال حدثنا العبیدی محمد بن عیسی عن یونس عن عبد الرحمن بن مسکان قال سمعت زرارۃ یقول رحم اللہ ابا جعفر واما جعفر فان فی قلبی علیہ لعنۃ قال قلت وما حمل زرارۃ علی ھذا قال ان ابا عبد اللہ اخرج مخازیہ ابو الجارود ملقب بہ اسی سرحوب ہی جو بعض دریائی شیاطین کا نام ہے فاضل استرابادی نے نقل کی ہے۔ قال ابو عبد اللہ علیہ السلام کثیر النوی وسالم بن ابی حفصۃ وابو الجارود کذابون مکذبون کفار علیہم لعنۃ اللہ ابو عمرو کشی کے کتاب کو ملاحظہ فرمایئے اوسمیں لکہا ہی حدثنی[۴] محمد بن عیسی عن یونس عن حماد قال جلس ابو بصیر علی باب ابی عبد اللہ علیہ السلام لیطلب الاذن

---

[۱] محمد بن الفرج الرخجی کہتا ہی کہ میں نے امام کو خط میں سوال لکہکر بہیجا کہ ہشام بن حکم خدا کا جسم بتلاتا اور ہشام بن سالم خدا کی صورت ثابت کرتا ہی حضرت نے اوسکے جواب میں لکہا کہ حیران کی حیرت کو ترک کر او شیطان (کے فریب) سے خدا کی پناہ مانگ ہشامین کا قول معتبر نہیں ۱۲

[۲] امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی راوی کہتا ہی میں حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا زرارہ سے کب ملا تہا میں نے عرض کیا کہ میں نے اوسکو کئی روز سے نہیں دیکہا فرمایا کچہہ پرواہ نکر اور اگر وہ مریض ہو جاوے تو اوسکو مت پوچہہ اور اگر وہ مر جاوے تو اوسکی جنازہ پر مت جا میں نے تعجب سے پوچہا کیا زرارہ (کی نسبت ایسا فرماتے ہیں) فرمایا ہاں یہود ونصاری اور قائلین تثلیث سے بہی بدتر ۱۲

[۳] عبد الرحمن بن مسکان کہتا ہی میں نے زرارہ سے سنا کہتا تہا خدا ابو جعفر پر رحمت کرے لیکن جعفر پر میرے دل میں لعنت ہی میں نے کہا زرارہ کو کس چیز نے اسپر برانگیختہ کیا کہا کہ امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اوسکی برائیاں اور خرابیاں ظاہر کیں ۱۲

[۴] حماد کہتا ہی کہ ابو بصیر امام ابو عبد اللہ کی دروازہ پر بیٹہا تہا تا کہ حضور خدمت کی پروانگی ملے ۱۲

تلمیودن فقال لوکان معاطبق لاذن نجاء کلب دستغر فی وجہ ابی بصیر قال اف
اف ماھذا قال جلیسہ ھذا کلب شعر فی وجہک کلہا عن الارغام تعجب یہ ہی کہ یہی
حضرات نجباء اللہ امناء اللہ تھے اور یہی بزرگوران ائمہ کے خواص مخلصین تھے علامہ مجلسی نے
روضۃ المتقین میں ائمہ سے نقل کیا ہے بشر المخبتین بالجنۃ برید بن معویۃ العجلی وابو بصیر
لیث بن البختری ومحمد بن مسلم وزرارۃ اربعۃ نجباء اللہ وامناء اللہ علی حلالہ و
حرامہ لولا ھولاء لانقطعت آثار النبوۃ اساس الاصول میں لکہا ہے وقد ذکرھم الشیخ الثقۃ
الجلیل الصدوق ابو عمر الکشی فی کتابہ فقال اجتمعت العصابۃ علی تصدیق ھولاء الاولین
من اصحاب ابی جعفرؑ واصحاب ابی عبد اللہؑ وانقادوا لہم بالفقہ فقالوا افقہ الاولین ستۃ
زرارۃ ومعروف بن خربوذ وبرید وابو بصیر الاسدی - الی ان قال - وقال بعضہم مکان
ابی بصیر الاسدی ابو بصیر المرادی - عن محمد بن عبد اللہ المسمعی عن علی بن اسباط
عن محمد بن سنان عن داود بن سرحان قال سمعت اباعبد اللہ یقول انی لاحدث الرجل
بحدیث وانہاہ عن القیاس فیخرج من عندی فیتاول حدیثی علی غیر تاویلہ انی امرت
قوما ان یتکلموا ونہیت قوما فکل یتاول لنفسہ یرید المعصیۃ للہ ولرسولہ فلو سمعوا واطاعوا

ع۱ اوسکو پروا بھی نہوئی کبھی کہا کہ اگر یہ پورا مطابق ہوتا تو پروا بھی ہوجاتی پس ایک کتا آیا اور ابو بصیر کے منہ پر موت گیا ابو بصیر نے کہا یہ کیا ہے کہا گیا کتے نے تیرے منہ میں موت دیا ہے ۔ ع۲ دختر کو جو برید بن معویہ اور ابو بصیر لیث بن البختری اور محمد بن مسلم اور زرارہ ہیں کا مژدہ سنا دو یہ لوگ اللہ کے برگزیدہ اور حلال و حرام کے امانت دار ہیں اگر یہ نہوتے تو آثار نبوت منقطع ہوجاتے ع۳ شیخ ثقہ جلیل صدوق ابو عمر کشی اپنی کتاب میں لکہتے ہیں کہ اصحاب ابو جعفر اور اصحاب ابو عبد اللہ میں سے پہلوں کی تصدیق پر جماعت متفق ہوئی اور انکی فقاہت کو تسلیم کرلیا اور کہا کہ چہ شخص پہلوں میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں زرارہ اور معروف بن خربوذ اور برید اور ابو بصیر اسدی اور بعض نے بجائے ابو بصیر اسدی کے ابو بصیر مرادی کہا ہے ع۴ داود بن سرحان سے مروی ہے کہ امام جعفر صادقؑ فرماتے تھے کہ میں شخص کو حدیث سناتا ہوں اور قیاس سے اوسکو روک دیتا ہوں پھر وہ میرے پاس سے نکلتا ہے اور میری حدیث کی تاویل کرتا ہے جیسی اوسکی تاویل نہیں ہے میں نے ایک گروہ کو کلام گفتگو کی اجازت دی اور ایک گروہ کو اوس سے روک دیا پھر ہر ایک نے اپنے نفس کیطرف سے تاویل کرلی اور خدا و رسول کی نافرمانی کا ارادہ کیا اگر یہ لوگ (میری بات) سنکر اطاعت کرتے۔

لاُودعتهم ما اودع الی اصحاب ان اصحاب ابی کانوا زیناً احیاءً واموتاً اعنی زرارة ومحمد
بن مسلم ومنهم لیث المرادی وبرید العجلی هولاء قوامون بالقسط هولاء قوالون بالصدق
وهولاء السابقون السابقون اولئک المقربون - علاوہ ازین طرفہ تماشا یہہ ہی کہ ابتدا ایام غیبت
امام مین سلسلہ سفارت وخط وکتابت جاری رہا ہی جو حضرات امامیہ کا ماخذ دین ہی اور ہی شیعیان پاک نے عریضہ لکھکر
امام کی خدمت مین بھیجا یا دوسرے کسی سفیر کے وسیلہ سی جواب آگیا اور سب سے زیادہ عجیب غریب یہہ ہی کہ حضرات
طریقہ رقعات کو بہ نسبت سلسلہ سند روایت سے زیادہ قابل اعتبار سمجھتی ہین اساس الاصول مین نقل کیا ہی
الخامس منها ان الشیخ الصدوق قال فی الفصة بعد نقل توقیع هذا التوقیع عندی بخط
ابی محمد الحسن بن علی وفی کتاب محمد بن یعقوب الکلینی روایة خلاف ذلک التوقیع
عن الصادق ع ثم قال لست افتی بهذا الحدیث مشیراً الی ما رواه محمد بن یعقوب الکلینی
عن الصادق ع بل افتی بما عندی بخط الحسن بن علی ع - تو اس صورت مین ماخذ اصلی اپنے دین کا
اہلبیت کو قرار دینا سراسر غفلت اور سماحت ہی ہان شاید کوئی شخص ان حضرات کی توبہ وانابت کے
اور بی بی ہونیکی متعلق مختصر گذارش ہی کہ اسکا فیصلہ پہلے ہی آپکی قاضی نور اللہ شوستری صاحب
مجالس المومنین مین اور علامہ مجلسی بحار مین علل شیخ المشائخ سے فرما چکی ہین - قاضی صاحب
بنو حنیفہ کے ذکر مین لکھتی ہین - مخفی نماند کہ وجوب حسن ظن بخدای تعالے وانبیا علیہم واوصیاء
معصومین معقول ومسموع است اما بغیر ایشان کہ جایز الخطا باشند ممنوع است علامہ مجلسی روایت کرتے ہین

سلہ تو جو کچھہ میرے باپ نے اپنے یاروں کو سونپا ہی مین ہی انکو سونپتا میری باپ کے یار زندہ اور مرنیکی بعد بہت اچھی تھے یعنی زرارہ
اور محمد بن مسلم اور لیث مرادی اور برید عجلی یہہ لوگ انصاف برپا رکھنی والے نہایت سچ بولنی والے - ۱۲ سلہ پانچوین یہہ کہ شیخ
صدوق نے قصہ مین بعد نقل ایک فرمان کے کہا کہ یہہ فرمان میرے پاس امام ابو محمد کا دستخطی موجود ہی اور کلینی نے امام
صادق سے اس فرمان کے خلاف روایت کی ہے پھر کہتا ہے - کہ مین کلینی کے اس حدیث پر فتوی نہین
دیتا بلکہ امام کا دستخطی فرمان جو میرے پاس موجود ہے اوس پر فتوے
دیتا ہون - ۱۲

من ابن عامر عن معلی بن محمد عن محمد بن جمہور القمی باسنادہ رفعہ قال قال رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابی اللہ لصاحب بدعۃ بالتوبۃ قیل یا رسول اللہ وکیف ذلک
قال اشرب قلبہ حبہا - اور ان روایات سے یہہ بہی ثابت ہی کہ یہہ حالات ان حضرات کے وقت
صاحب الائمہ کے تہے اور انکی آمدورفت محض بغرض طمع نفسانی و ہواپرستی و تخریب دین متین ہی
تو ایسی شخصون کے لیے توبہ و انابت کا قائل ہونا اور انکی نسبت حسن ظن کرنا کیا ضرور ہی تو پہر
ایسی لوگونکو ماخذ دین قرار دینا اور پہر اہلبیت کی طرف دین کو منسوب کرنا حضرات شیعہ کے
ہی جرات ہی اور زیادہ تتبع سے تو یہانتک نوبت پہنچتی ہے کہ بشہادت امام معصوم خوارج
و نواصب کی روایات کا بہی رد کرنا جائز نہین مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بحار الانوار باقر مجلسی سے نقل فرماتے ہین امام صادق ع[2] نے فرمایا - لا تکذبوا
بحدیث اتاکم بہ مرجی ولا قدری ولا خارجی نسبہ الینا فانکم لا تدرون
لعلہ شئی من الحق فتکذبوا اللہ عز وجل فوق عرشہ - اس سے صاف ثابت ہی
کہ نواصب تمام و خوارج نہروان جو ائمہ سے روایات کرین انکا بہی رد کرنا جائز نہین ہے
تو جب روایات ہی ماخذ دین ہوئی تو اس صورت مین صرف اہلبیت کو ماخذ دین کہنا اور
یہہ کہنا کہ ہر عاقل کے نزدیک بجز معصوم کے دوسرا کوئی شخص ماخذ دین نہین ہوسکتا۔
سراسر واہیات اور خرافات ہی - پہر اب ہمکو اپنی فاضل مخاطب کے دیانت و انصاف پر
کمال افسوس ہی کہ اس قول مین اپنا ماخذ دین تو صرف عترت طاہرہ کو بتلایا اور فرمایا کہ بعد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ائمہ کل اصول و فروع اہل بیت طاہرین ہی سے بموجب حدیث

ف۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے نے بدعتی کی توبہ سے انکار فرمایا کسیی عرض کیا یا رسول اللہ یہ کس
وجہ سے فرمایا کہ اسکی دلمین اسکی محبت رچ گئی ہی ۱۲ ف۲ کوئی مرجی یا قدری یا خارجی تمہاری پاس
کوئی حدیث لاوی اور ہماری طرف نسبت کری تو تم اوسکو مت جہٹلاؤ کیونکہ تم نہیں جانتی شاید وہ حق ہو
اور تم خدا کی تکذیب کرو اوسکی عرش پر ۱۲

سفینہ و حدیث ثقلین لیتے ہین اور اہل سنت کا ماخذ دین صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو
ٹہرایا اور فرمایا کہ اہل سنت صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کو ماخذ اپنے دین و ایمان کا ٹہراتے ہیں
اگرچہ اونمین سے ناصبین عداوت اور ناقمین ذریت اور مارقین اور قاسطین و ناکثین سب ہون
کیون حضرت کیا اسیکا نام انصاف ہی کیا اسیکو دیانت کہتی ہین - اگر ماخذ سے عام ماخذ
مراد ہی تو پہر اپنی لیئی عترت طاہرہ پر ہی کیون اکتفا فرمایا اور اگر ماخذ سے خاص ماخذ
مراد ہی تو پہر اہل سنت کے لیئے تابعین اور تبع تابعین کو کیون زیادہ فرمایا وہ بہی تو صحابہ
کی برابر ہیا و نہین سمجہتی مگر شاید ماخذ سے عام ماخذ مراد ہوا اور تمام شیعہ داخل عترت ہون
لیکن اس صورت مین وہ عصمت جو آپ نے ماخذ ہونی کے لیئے شرط ٹہرائی تہی وہ
مفقود ہی بہر کیف یہہ انصاف ملحوظ خاطر رکہنا چاہیئی - باقی رہا یہہ جو ہماری فاضل
مجیب نے احادیث سفینہ اور حدیث ثقلین کا ذکر فرمایا ہی اوسکی متعلق مختصر گذارش ہی
کہ حسب اعتراف آپکی مذہبی بہائی مولوی نورالدین کے حدیث نجوم معارض حدیث ثقلین ہے
اور جب حدیث ثقلین کے معارض ہوئی تو حدیث سفینہ کے بہی معارض ہوگی لاتحادہما فی المدعا
اور یہہ بہی مولوی نورالدین کی کلام سے ظاہر ہی کہ معارضہ حدیث ثقلین و حدیث نجوم مین درباب
ایک جزو کے ہی جو عترت ہی اور جزو ثانی یعنی کتاب اللہ کی بابت کچہہ تعارض نہین ہی - اور جب
ہم تعارض کی وجوہ مین غور کرتے ہین تو انمین کچہہ معارضہ معلوم نہین ہوتا کیونکہ جب الفاظ
احادیث کو دیکہا جاتا ہی تو حدیث ثقلین مین لفظ تمسک واقع ہے اور حدیث نجوم مین لفظ
اقتدا ہی اور کتب لغات سے واضح ہی کہ تمسک کے معنی حقیقی اتباع اور پیروی کے نہین اور نہ
رکوب سفینہ جو حدیث سفینہ مین واقع ہے اوسکی معنی حقیقی اقتدا کے ہین اور ظاہر ہی کہ لفظ
اقتدا کے حقیقی معنی پیروی کے ہین منتہی الارب مین لکہا ہی امساک چنگ درزدن بقال
امسک بالشی اذا تمسک بہ - پہر لکہتا ہی - تمسک چنگ درزدن و باز ایستادن از چیزے - اور
لکہا ہی اقتدا از پیے بردن بکسی - جب یہہ امر ثابت ہوچکا کہ تمسک کے معنی اتباع کے نہین

تطبیق درمیان احادیث سفینہ و ثقلین و حدیث نجوم

پکڑنے اور چنگل مارنے کے ہین۔ اور اقتدار کے معنی اتباع کے ہین۔ تو اب یہی قرآن مین تامل کیا تو قرآن سے یہی معلوم ہوا کہ حدیث ثقلین مین لفظ تمسک کے معنی اتباع کے بجق عترت نہین ہوسکتی بلکہ معنی ولا و محبت کے ہین چنانچہ حسب تحقیق علما شیعہ الا المودة فی القربی کا مدلول ہے کیونکہ اولا تمسک کے معنی اتباع معنی مجازی ہین اور ظاہر ہے کہ صیرورت الی المجاز بلا قرینہ صارفہ جائز نہین۔ اگرچہ معنی محبت کے بہی اس اعتبار سے مجاز ہین لیکن چونکہ اوسکا کوئی معارض نہین اور قرینہ صحت عصموم موید ہے اسلیے وہ صحیح ہوئی۔ ثانیاً حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ مین لفظ عترت اور اہلبیت واقع ہوا ہے۔ اور عترت کے معنی حضرات شیعہ کچہہ ہی کیون نہ اختیار کرین باعتبار اتباع کے صحیح نہین ہوسکتی کیونکہ ماخذ دین ہونے کے لیئے عصمت شرط ہے۔ اور عترت علی الاطلاق غیر معصوم ہے تو حسب مذاق شیعہ ائمہ معصوماً اور حضرت مجیب خصوصاً محال ہے کہ غیر معصوم کے اتباع کی طرف دعوت فرمائی۔ اور اگر عترت و اہلبیت سے مراد صرف جناب امیر و حسنین و فاطمہ رضی اللہ عنہم ہین تو باقی ائمہ تسعہ خارج ہوگئی اور اگر مراد صرف دوازدہ امام ہین تو قطع نظر اس سے کہ اس تحقیق پر کوئی قرینہ قائم نہین حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا خارج ہوجاینگی۔ غرض کہ اگر زید شہید و اسمعیل حسن مثنی وغیرہ اولاد ائمہ عترت مین داخل ہین تو ان احادیث سے اتباع ثابت کرنا خلاف عقل و خلاف مذہب ہے اور اگر یہ عترت سے خارج ہین تو پہر ائمہ کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہین ہے۔ ثالثاً یہ امر بہی ہے کہ نسب یا قرابت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع مین کچہہ دخل نہین ہے بلکہ صحیح دارمدار اتباع اس کا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ کی فیض صحبت اور علوم سے استفادہ حاصل کیا ہو۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اوسوقت تک جسقدر عترت گذری چلے آئی ہے صدہا ادنین سے ایسی ہین جنکو حضرات شیعہ کافر و فاسق سمجہتی ہین اور ظاہر ہے کہ تمسک کی علت اگر صرف جزئیت اور عترت ہونا واقع ہے اور جب علت ہی مقتضی وجوب اتباع بلکہ جواز اتباع نہوئی تو پہر تمسک کو اتباع پر محمول کرنا بعید از عقل ہے۔ رابعاً ثقلین کتاب اللہ اور عترت ہین

اور اونکی نسبت احد ہما اعظم من الآخر ارشاد ہی اور حضرت مجیب ہی فرماتے ہین کہ عترت کا حکم خدا کے
حکم سے جدا نہین توجس نے کتاب اللہ کا اتباع کیا اوسکو عترت کا اتباع حاصل ہوگیا تو اس جگہ مین
تمسک کے معنی اتباع لینا عترت کی لیے محض تاکید ہی اور ظاہر ہی کہ مناط عدم ضلالت جیسا
اتباع ہی ویسا ہی محبت اور ولا ہی تو تمسک کو محبت اور ولا پر حمل کرنا تاسیس ہوگا اور تاسیس پر حمل کرنا
باعتبار تاکید کی انسب واولے ہی - خامساً - عترت مین سے واجب الاتباع صرف امام
زمان ہوتا ہی اور باقی سب تابع ہوتی ہین اگر تمسک سے مراد یہان اتباع ہوتا تو صرف امام کے
تمسک واتباع کو ذکر کیا جاتا نہ تمام عترت کو تمام عترت کی اتباع کی طرف دعوت کرنا گویا
سب کو امام بنانا ہی - تو اس وجہ سے تمسک کے معنی اسجگہ اتباع جائز نہین - ہان ولا ومحبت
باعتبار قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کے لیئے حاصل ہے تو اس سے صاف
سمجھہ سکتی ہین کہ اسجگہ تمسک بمعنی ولا ومحبت ہی - سادساً - اگر تمسک اور رکوب سفینہ بمعنی
اتباع ہو تو پہر فرق شیعہ زیدیہ و اسماعیلیہ و فطحیہ و ناوسیہ و کیسانیہ وغیرہ جو بزعم خود متمسک
بثقلین ہین اور اثنا عشریہ کے اصول کے موافق کافر ہین وہ بہی ناجی اور اہل حق ہون وہو
خلاف اصول الشیعہ - باقی رہا کتاب کے نسبت سو اوسکی نسبت لفظ تمسک کے معنی بجز اتباع
ممکن نہین وہان معنی اتباع ہی ماخوذ ہونگی - لیکن حدیث نجوم مین کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا
اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم صریح اقتدا بالاصحاب کو ہی اور ہر ایک کے اقتدا کو اہتدا زدیا
اسکی معنی مین راہ تاویل ہی مسدود ہی - تو کسیطرح کا تعارض حدیث نجوم مین اور حدیث سفینہ
وثقلین مین نہین ہے کیونکہ حدیث نجوم عموماً اصحاب کے اقتدا پر دلالت کرتی ہے اور حدیث
سفینہ وثقلین عموماً عترت کے وجوب محبت اور ولا پر دلالت کرتے ہی مولوی نور الدین حسین صاحب
کی خوش فہمی تہی کہ دونو حدیثون مین تعارض سمجہکر عندان وچپان ہوئی - اور ائمہ رضو مین سے جو
زمرہ اصحاب مین معدود ہین اونکی اتباع پر حدیث نجوم دلالت کرتے ہے اور باقی
ائمہ رضا کا اتباع دوسرے دلائل سے ثابت ہی - تو اس حدیث سے کل اصحاب کرام کا

بفضلہ تعالے عدل اورنا جی ہونا ہی نہین ثابت ہوا ۔ بلکہ اونکا مقتدا اور ہادی ہونا بہی ثابت ہوگیا ۔ پس ان تمام گذارش سے ثابت ہوا کہ حضرات شیعہ کے اخذ دین وایمان ماعنین ذریت طاہرین اور ملعونین اور منکرین امامت اور کافرین اور مارقین من اہلبیت طاہرین ۔ اور اہل سنت کے ماخذ دین وایمان اصحاب کرام نجوم الہدی علے لسان اور عترت طاہرین ہین ۔ والحمد للہ علی ذلک ۔ قولہ معہذا اگر مبنی اختلاف کبیر کا یہہ ہی مسئلہ ہوتا تو صاحب تحفہ جنہون نے ایک کتاب ضخیم اس باب مین لکھی ۔ اور اگرچہ اسکی لکہنی مین اونکو چندان وقت نہین ہوئی صرف صواعق کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہے کوئی باب خاص اس مسئلہ مین لکھتی حالانکہ کوئی باب تفضیل صحابہ مین نہین لکہا ۔ اقول اگر ہمارے مجیب لبیب کو اس باب مین حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند منظور ہو تو لیجئے منتہی الکلام مین خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال نقل کیا ہی جو درباب صحت مذہب شیعہ یا اہل سنت حضرت شاہ صاحب سے کیا گیا اور جو کچہہ اوسکا جواب شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ ہی نقل ہے اوسمین سے ملتقطاً عرض کرتا ہون اوس سے آپ دیکہہ لیجئے کہ شاہ صاحب کے نزدیک مبنی اختلاف مذہبین کا کیا ہی ۔ ای برادر اول بنای ہرمذہبی دریافت کن وکتابہای ہر فریق را یکسو گذاشتہ در طاق نہ وچون بربنای ہریکی واقف شوی آن بنا را بر آیات قرآنی مطابق کن وبنای ہرکدام مذہب کہ محکم وراسخ بینی آنرا مذہب حق دانستہ کتابہاے آنہا میخوان وبعمل آر وبنای ہرمذہبی کہ باطل یابی کتابہای آنرا وساوس شیطانی دانستہ در آب انداز وگردانڈہ وآنہا را پارہ پارہ کن ویقین دان کہ آن مذہب اہلبیت نبوت نیست بلکہ مذہب شیطان است پس بدانکہ بنا ر مذہب اہلسنت بر ایمان وتقوی وصلاح ودرستی ابوبکر رض وعمر رض وعثمان رض وعلی رض وغیر ایشان از مہاجرین وانصار ودیگر اصحاب سید المرسلین است صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہزارہا کس بودند وہمراہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم درراہ خدا جہاد ونماز کردند وتمام

حیات شریف ہمیشہ در نصرت وحمایت او بودند وبعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خلافت خود عدل وانصاف وراستی گزیدند وخدمت اہلبیت ومحبت انہا بجا آوردند وامیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہمیشہ با انہا نشست وبرخاست نمودہ وہمراہ انہا با کفار جہاد کردہ ودر پس انہا نماز خواندہ وہمیشہ با انہا صحبت داشتہ وبعد وفات انہا در حق انہا دعای خیر نمودہ وبسیار مدح ومناقب انہا بیان نمودہ وبنا ئ مذہب شیعہ بر کفر ونفاق خلفاء ثلثہ وغیرہم ہزاران صحابہ سید ابرار ست کہ اینہا میگویند کہ ہمہ انہا ایمان بہ نفاق آوردہ بودند وہجرت ہم برای ریاست وطمع دنیا کردہ بودند وہمہ جہاد وعبادت انہا برای ریا بود نہ برای خدا وبعد وفات آنحضرت صلعم بہ اہلبیت او ایذا رسانیدند ومرتضی علے را یاری نکردند وحق او را بزور گرفتند ومتابعت ونماز علی رضہ ہمراہ انہا بنا بر خوف وتقیہ بود حتی کہ علی رضہ دختر طاہر خود را در نکاح عمر رضہ برای تقیہ داد ونام پسران خود ابوبکر رضہ وعثمان رضہ وعمر رضہ برای تقیہ نہاد۔ الی آخر ما قال بلفظہ الشریف۔ اور تحفہ مین باب فضائل صحابہ رضہ کے نسبت انکار باین معنی درست سہی کہ اس عنوان سے کوئی باب منعقد نہین کیا۔ لیکن اسکو عدم اثبات فضائل صحابہ پر دلیل لانا انصاف سے بمراحل بعید ہی کیونکہ باب امامت کا دارمدار بالکل فضیلت صحابہ پہ ہی۔ باب مطاعن سے اگر اثبات فضائل صحابہ مراد نہین تو اور کیا ہی باب تولا وتبرا کا مبنی بجز فضائل صحابہ کے اور کچھہ نہین۔ معہذا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور تکملہ تحفہ کے ایک باب تفضیل جداگانہ تالیف فرمایا اور وہ کسی وجہ سے تحفہ کے ساتہہ لاحق نہین ہوا مین نے خود اوسکا مطالعہ کیا ہی اور اب بہی بعض احباب کے پاس موجود ہے۔ باقی رہا یہہ ارشاد کہ صرف صواقع کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہی حضرت مجیب کے کمال انصاف اور نہایت وافقیت کی دلیل ہی مین یقیناً کہہ سکتا ہون کہ اگر آپ صواقع کو دیکہتے تو ہرگز یہہ کلمہ منہہ سے نہ نکالتے آپ بلی تحقیق جہوٹی خبرین سنی سنائی بمقابلہ خصم لکہکر ناحق خفیف ہوتی ہین جی ای حضرت تحفہ اور صواقع دونو بندہ کے پاس موجود ہین اگر آپکا دل چاہی تو اپنی

اس قول کی صدق وکذب کو دیکھہ لیجیئے یہنی ناکر صواقع سے بہی یا دمین لیا ہی لیکن یہہ کہنا کہ صرف صواقع کا ترجمہ ہی کرنا پڑا ہی بالکل غلط ہی اور اگر بالفرض صواقع کا ہی ترجمہ ہو تو اسمین کیا عیب ہے اور کونسا طعن ہی - اولاً اونہون نے تحفہ اپنی نام کیطرف منسوب نہین فرمایا ہی - ثانیاً جو کچھہ لیا ہی اپنی ہم مذہب سے ہی اخذ کیا ہی کسی یہودی یا نصرانی یا شیعہ یا خارجی سے تو نہین لیا جو سبب محل طعن ہوتا - قولہ خلفار ثلثہ کے افضلیت کا جواب اعتقاد رکہتی ہین تحفہ کے باب ہفتم مین اسی بحث مین وہ فرماتے ہین در افضلیت ہم گنجایش بحث بسیار ست وہ تو اس باب مین شک اور متردد مین اور اکابر اہل سنت سی ہین - اقول افسوس کہ اس عبارت کی سمجھنی مین بہی آپنے خطا کی - شک اور متردد ہونی پر کونسا لفظ دلالت کرتا ہی کیا بحث کی گنجایش ہونا شک و تردد کو مستلزم ہی حاشا وکلا - صدہا مسائل فقہیہ واصولیہ وکلامیہ حضرات شیعہ کے یہان ایسی ہین جنمین گنجایش بحث بہت ہی بلکہ باہم اختلاف وجدال ہے کیا حضرات ان سب مین مشکک ومتردد ہین جناب امیر کی افضلیت انبیار سے کسقدر محل بحث وگفتگو ہی خود مسئلہ امامت اور اسکی اصول مین بہی مین بہت کچھہ قیل وقال ہے مسئلہ رجعت جسکو قیامت صغری کہتی ہین اور مسئلہ غیبت امام کہ خرافات اور واہیات مسائل سے ہین اور جنمین حضرات متفرد ہین باوجودیکہ واہیات مسائل سے ہین انمین گنجایش بحث جسقدر ہی عقلا پر مخفی نہین - جب کوئی دلیل عقلی ونقلی بہم نہ پونہچی تو یہانتک مجبور ہوئی کہ مسئلہ غیبت مین یہہ کہدیا کہ ¹ وانما ھو لحکم استاثرھا اللہ تعالی باوجودیکہ یہہ معتقدات کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت نہین اور حضرات محض تقلید سلف انکی معتقد ہین کیا آپ انکی نسبت یہہ کہہ سکتی ہین کہ حضرات شیعہ اپنی ان عقائد مین شک ومتردد ہین - پس گنجایش بحث کا ہونا کسطرح مستلزم شک وتردد کو نہین ہی - یہہ صرف حضرت کی خوش فہمی ہے ولیس - علاوہ ازین اگر کوئی شخص آپکی تمام معتقدات والہیات ونبوات وغیرہ کا انکار کرکے آپسے ثبوت طلب کری

سلہ امام کے چہنا کی وجہہ بسبب پوشیدہ حکمتوں کے ہی جسکو خدا تعالے نے اپنے ہی علم مین رکہا ہے دوسرا وکسیکو مطلع نہین کیا - ۱۲

تو مشکل پڑجاتی اور طول طویل بحث کے نوبت آئی حالانکہ یہہ نہین کہا جائیگا کہ آپ اپنی معتبر
مشائخ و مشدرو مین فتو ... بہرحال - اب ہم یہہ دیکھتے ہین کہ یہہ اعتقاد اہل سنت کا
مدلل بدلائل عقلیہ و نقلیہ مسئلہ خود یقینی ہے یا محض تقلید سلف اور ظنی ہے - اس باب مین
کوئی دلیل عقلی و نقلی قائم نہین چنانچہ بنظر اختصار ایک دو قول ان حضرات کے نقل ہوتے ہین
مواقف قاضی عضد الدین کے صفحہ ۶۲۶ مین یہہ عبارت لکھی ہے واعلم ان مسئلہ
الافضلیۃ لا مطمع فیہا فی الجزم والیقین ولیست مسئلۃ یتعلق بہا عمل فیکتفی فیہا بالظن
والنصوص المذکورۃ من الطرفین بعد تعارضہا لا یفید القطع علی ما لا یخفی علی منصف لکنا
وجدنا السلف قالوا بان الافضل ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی وحسن ظننا بہم یقضی
بانہم لو لم یعرفوا ذلک لما اطبقوا علیہ فوجب علینا اتباعہم فی ذلک - خلاصہ اسکا یہہ ہی
کہ مسئلہ تفضیل قطعی و یقینی نہین ہی بلکہ ظنی ہے اور سلف کرام یا ہمی کہ کہتے ہین افضل ابوبکر
بعد عمر و بعدہ عثمان و بعدہ علی ہین - نقلا عن مجمع البحرین - شرح عقاید نسفی مین بعد تفضیل
علی ترتیب خلافت لکہا ہی علی ہذا وجدنا السلف والظاہر انہ لو لم یکن لہم دلیل علی ذلک لما حکموا بذلک
اور علماء کی اقوال بہی اسی قسم کے ہین - اقول - چونکہ اسجگہہ ہماری محب لبیب کو فہم
مطلب عبارت مواقف مین خطا ہوئی اسلیئے اولاً ضرور ہی کہ مطلب عبارت بیان کیا جاوے
اور بعد اوسکی جواب کے تقریر کیجاوے پس واضح ہو کہ مواقف نے شروع اس بحث مین
دلائل افضلیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذکر کیئے اور بعد اوسکی حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ
کی افضلیت کے دہ دلائل ذکر کیئے جو علماء شیعہ اونکی افضلیت کے اثبات مین تقریر کرتے ہین - بعد اوسکی اجمالاً
اونکا جواب دیکر یہہ عبارت مذکورہ لکہی جسکا حاصل یہہ ہی کہ مسئلہ افضلیت (حسب مذاق متکلمین)
جزمی اور یقینی نہین کیونکہ کلامی طرز پر یقین کے اثبات کے لیئے یا تو کوئی دلیل عقلی
جو مقدمات حقہ یقینیہ سے مرکب ہو مثبت افضلیت ہو اور ظاہر ہے کہ فضیلت
جسکا مدار کثرت ثواب اور علو مرتبہ عند اللہ اور اقربیت الی اللہ پر ہے امر معقول نہین چنانچہ

سابق بابت عبارت مسالم الہدی امامیہ بیان ہو چکا ہے - یا نص قرآنی ہو جو بعبارت النص اوسکو مثبت ہو وہ بہی نہین ہے یا کوئی حدیث متواتر مفید یقین ہو وہ بہی مفقود - احادیث احاد جو اس باب مین وارد ہوئی ہین معارضہ سے قطع نظر وہ مفید یقین نہین تو اہل کلام کے طرز پر اس مسئلہ کا ثبوت یقینی نہوا - لیکن ہماری مجیب اس سے یہہ سمجہہ لئے کہ یہہ مسئلہ کسیطرح یقینی نہین حالانکہ یہہ غلط ہے کیونکہ اسکی آگے ہی صاحب مواقف نے بطور استدراک دفع توہم کے یہہ فرمایا - لیکن ہمنی سلف کو پایا کہ وہ فضلیت بہ ترتیب خلافت کہتی تہی اور حسن ظن حاکم ہے اگر اونکی پاس کوئی دلیل نہوتی تو اسپر متفق نہوتے اور اجماع نہ کرتے تو پہر اونکی پیروی واجب ہوئی - یہہ عبارت صراحۃً اس امر پر دال ہے کہ مسئلہ افضلیت صاحب مواقف کے نزدیک اجماعی ہے اور اوسکی نزدیک اجماع اسپر واقع ہے کہ فضلیت بترتیب خلافت ہی اگر باہم ختنین کے فضلیت پر اجماع نہو تو شیخین کی فضلیت تو قطعی اجماعی ہے - اور اجماع اگرچہ کلامی طور پر یقینی حجت نہو سہی تاہم باتفاق شیعہ و اہل سنت اصولیین اور فقہا وغیرہ کی نزدیک حجت ہے جمال الدین ابے منصور حسن بن زین الدین بن علی بن احمد شہید ثانی شیعی معالم الاصول مین بعد بیان امکان اور وقوع اور حجیت اجماع کی تحریر فرماتے ہین - ونحن لما ثبت عندنا[1] بالادلۃ العقلیۃ والنقلیۃ کما حقق مستقصے فی کتب اصحابنا الکلامیۃ ان زمان التکلیف لا یخلو عن امام معصوم حافظ للشرع یجب الرجوع الی قولہ فیہ فمتی اجتمعت الامۃ علے قول کان داخلا فی جملتہا لانہ سیدہا والخطاء مامون علیہ فیکون ذلک الاجماع حجۃ - اس سے صاف واضح ہے کہ شیعہ کے نزدیک اجماع حجت ہی - اور امام معصوم کے شمول کے

[1] اور جب ہماری نزدیک دلائل عقلیہ و نقلیہ سی ثابت ہو چکا چنانچہ ہماری اصحاب کے کتب کلامیہ میں مفصل مذکور ہی کہ امام معصوم نگہبان شرع جسکی قول کیطرف رجوع ہو کسی زمانہ تکلیف کا خالی نہین ہوتا پس جب کسی قول پر امت مجتمع ہو جاویگی امام کا قول بہی اوسمین شامل ہوگا کیونکہ امت کا سردار ہی اور خطا کا اوسپر خوف نہین تو یہہ اجماع حجت ہوگا - ۱۲

نسبت جو کچھہ فرمایا ہے یہہ محض ایک لغویات ہے امام کا شمول اوسمین خود قطعی نہین
کیونکہ اوسکی قطعیت پر کوئی دلیل قائم نہین ہے - اجماع کے ساتھہ قول امام کے انضمام پر اگر کوئی
دلیل خارجی مثل وجود امام بعینہ یا وجدان قول بعینہ اور تواتر نقل کے دال ہو تو اجماع کا
نام لینا ہی لغو اور بیفائدہ ہے کیونکہ اسوقت معتبر اور حجت قول امام ہی نہ اجماع اور اگر یہہ ہی
اجماع قول امام پر دال ہے تو مغالطہ اور محتمل ہے بنار اجماع ہے اور محض توہمات پر مذہب کی
بنیاد قائم کی ہے - اور ظاہر حسب مذہب شیعہ شہید ثانی ہی کیونکہ صاحب معالم آگی بڑہکر
لکہتے ہین ولا یخفے ان فائدۃ الاجماع تعدم عندنا اذا علم الامام بعینہ نعم یتصور
وجودها حیث لا یعلم بعینہ ولکن یعلم کونہ فے جملۃ المجتمعین ولا بد فے
ذلک من وجود من لا یعلم اصلہ ونسبہ فے جملتهم اذ مع علم اصل الکل ونسبهم
ینقطع بخروجہ عنهم - اب آپ بغور ملاحظہ فرماوین کہ یہہ اجماع جسمین وجود امام اور اوسکی قول کے
دخول کے بنار محض تخیلات وتوہمات پر باندہ رکھی ہے حجت ہے - ظاہر ہے کہ ایام
غیبت کبریٰ مین نہ امام کے وجود پر کوئی دلیل قطعی یا ظنی قائم ہے اور نہ اوسکی قول کے دخول پر
کوئی حجت ہے تو ایسا عجیب وغریب اجماع حضرات شیعہ کے ہے نزدیک حجت ہوسکتا ہے
اگرچہ اسجگہ بحث کی بہت گنجایش ہے لیکن بخوف تطویل اس سے اغماض کرتا ہون اس سے
ہمکو کیا بحث آپ جانے اور آپکی شہید ثانی اور آپکا اجماع صرف مقصود یہہ ہے
کہ اجماع اہل تشیع کے نزدیک حجت ہے اور وہ کیسا ہی کچھہ سہی حضرت شہید ثانی
کی کلام سے حجت ہونا اوسکا ثابت ہوگیا - اہل سنت کے نزدیک سن لیجیے حضرت شاہ
ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرۃ العینین کے شروع مین تحریر فرماتے ہین -

حضرات شیعہ کا عجیب وغریب اجماع

ل اور پوشیدہ نہین کہ جب بعینہ امام کا وجود معلوم ہو تو اجماع کا فائدہ نرہیگا ہان اوسکا وجود اوس جگہ متصور ہے جسجا امام بعینہ
معلوم نہو لیکن منجملہ اہل اجماع کے اوسکا ہونا معلوم ہو. اور اسکے لئے ایسی لوگو نکا ہونا ضرور ہے جنکی اصل ونسب کی اطلاع نہو
اسلئے کہ اگر سبکے اصل ونسب کی اطلاع ہوگی تو امام کا اس اجماع سے خارج ہونا یقیناً معلوم ہوگا - ۱۲

باید دانست کہ مذہب حق کہ اتباع وے شکر اللہ مساعیہم بمتابعت صحابہ و تابعین تابان رفتہ اند تفضیل حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق است بر غیر ایشان از صحابہ چہ علی مرتضیٰ و چہ حسنین رضی اللہ عنہم اجمعین و از عجائب امور آنست کہ این مسئلہ در زمان سلف از اجلی بدیہیات بود کہ ہیچ عاقلی در آن شک نمی کرد الا قومی از مبتدعان کہ متتبع آثار صحابہ و تابعین شیعہ ایشان نباشد دوسرے جسکو اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔ سادساً اجماع کہ اصل ثالث قرار دادہ اند از اصول اربعہ باوجودیکہ اجماع منعقد نمی شود الا بعد قیام دلیلی از کتاب و سنت و قیاس برائی دو فائدہ است یکی آنکہ بسبب اجماع مسئلہ قطعی میشود و اگر اجماع نمی بود بسیار است کہ قطعی نباشد مثلاً صورتی کہ مستند اجماع آنجا خبر واحد یا قیاس باشد دیگر آنکہ غالباً چون مجتہدین بر مسئلہ اجماع کردند ماخذ را فراموش میسازند و در اعیہ نقل ماخذ فاتر میگردد بجہت کفایت اجماع از ان لہٰذا در اکثر مسائل اجماعیہ ماخذ آنہا چنانکہ می باید می شاید منقول نیست۔ پس جبکہ یہہ مسئلہ اجماعی اور مجمع علیہ سلف کا ہی بلکہ زمانہ سلف میں اجلی بدیہیات سے ہی تو یہہ کہنا کہ مطلق اسپر کوئی دلیل قائم نہیں اور بجمیع وجوہ ظنی ہے غلط ہوا معہذا مسلمنا کہ یہہ مسئلہ ظنی ہی اور کوئی دلیل عقلی و نقلی یقینی اسکی اثبات پر قائم نہیں تاہم ہمارے مجیب کو باعتبار اپنے مذہب کی اعتراض کی گنجایش نہیں کیونکہ حضرت مجیب کے مذہب میں اصول و فروع دین اخبار آحاد اور ظنیات سے ثابت ہو سکتی ہیں یعنی وہی عالم الاصول متداول دیکہیہ لیجیے۔ خبر واحد جو قرائن مفیدہ للعلم سے خالی ہو اسکی بحث میں بعد بیان اختلاف کے تیسری دلیل درباب حجیت خبر واحد میں لکہتے ہیں۔ قال العلامۃ[1] فی النہایۃ اما الامامیۃ فالاخباریون منہم لم یعولوا فی اصول الدین وفروعہ الا علی اخبار الآحاد المرویۃ عن الائمۃ والاصولیون منہم کابی جعفر الطوسی وغیرہ وافقوا علی قبول خبر الواحد ولم ینکرہ سوی المرتضیٰ واتباعہ لشبہۃ قد حصلت لہم اور اس سے کچھ آگے چلکر لکہتے ہیں

یعنی اصول و فروع دین میں اخبار آحاد سے ثابت ہو سکتے ہیں

[1] علامہ نے نہایہ میں کہا ہی امامیہ کے محدثین نے اصول اور فروع دین میں اخبار آحاد پر ہے اعتماد کیا ہے جو ائمہ سے مروی ہیں اور اصولیین نے مثل ابی جعفر طوسی وغیرہ کی خبر واحد کی قبول کرنے میں انکی موافقت کی ہے اور سوا مرتضیٰ اور اسکی اتباع کی کسی نے اسکا انکار نہیں کیا کیونکہ اسکو ایک شبہہ پڑ گیا تہا۔ ۱۲

وموافقونا من اهل الخلاف احتجوا بمثل هذه الطريقة ایضاً فقالوا ان الصحابة والتابعین اجمعوا علی ذلک بدلیل ما نقل عنهم من الاستدلال بخبر الواحد وعملهم به فی الوقائع المختلفة التی لا تکاد تحصی وقد تکرر ذلک مرة بعد اخری وشاع وذاع بینهم و لم ینکر علیهم احد والا لنقل وذلک یوجب العلم العادی باتفاقهم کالقول الصریح - تو اس بیان سے ثابت ہوا کہ افضلیت پر اگر دلائل ظنیہ اخبار احادہی قائم ہوں - تاہم ہماری مجیب کو گنجایش اعتراض نہیں حالانکہ اوسپر دلیل قطعی مسلمہ فریقین قائم ہے اور یہہ حال جو اوپر مذکور ہوا اوس خبر واحد کا ہی جو خالی عن القرائن ہو - چنانچہ شروع بحث معالم میں لکھا ہی اور اگر خبر واحد کے ساتھہ قرائن مفید یقین ملحق و منضم ہوں وہ خود قطعی حجت ہی چنانچہ یہہ ہی اوسی معالم الاصول سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر اس مسئلہ افضلیت میں قطع نظر اجماع سے کیجاوے تو قرائن خارجیہ بھی مثل اجتھاد فی العبادۃ اور جہاد فی اللہ اور کسب اعدا اللہ کفار و مرتدین اور فتح بلدان اور اشاعۃ اسلام اور عدل وداد و بیعت اہلبیت اور اونکا خلفا کی حمایت و نصرت و مدح کرنا وغیرہ تا جنکی شرح کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں بہ شرح و بسط مذکور ہی اوسکی ثبوت پر قائم ہیں تو اگر اخبار احاد فی حد ذاتہ ظنی ہوں کچھہ مضائقہ نہیں کیونکہ اونکی قطعیت بعد انضمام قرائن کو معارض نہیں - تو اوسکو محض ظنی خیال کرنا اور بلا دلیل عقلی و نقلی سمجھنا اگر نادانستہ ہی تو صرف خطا ہی اور اگر دیدہ و دانستہ ہے تو انصاف و تحقیق حق کا خون کرنا ہے - فقط اب غور کا مقام ہی کہ اس تفضیل پر جسکی حضرات اہلسنت قائل ہیں اور اوسکو عقائد میں داخل کر رکھا ہی خود اونکی ہی علما کے اقوال سے کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ یہہ

ف یعنی ہماری موافقوں نے اہل خلاف سے اس جیسی طریقہ سے حجت پکڑی ہی پس کہا کہ صحابہ و تابعین نے اس امر پر اجماع کیا اس دلیل سے کہ وقائع مختلفہ کثیرہ میں خبر واحد پر عمل اور اس سے استدلال منقول ہی اور یہہ امر مرۃً بعد اخری واقع ہوا ہی اور بیچ ان میں شائع و ذائع ہی اور کسی نے ونپر انکار نہیں کیا ورنہ منقول ہوتا تو یہہ مثل قول صریح کے اونکے اتفاق پر علم عادی کو موجب ہی - ۱۲

لکہتے ہین کہ علی ہذا وجدنا السلف اس قول مین اور انا وجدنا آبانا مین کیا فرق ہے حالانکہ
اسی شرح عقائد نسفی کے شروع مین لکہا ہی ومعرفۃ العقائد عن ادلتہا التفصیلۃ بالکلام الخ
پہر تفضیل خلفاء کا عقائد مین داخل کرنا اور بدون اقامت دلیل اوسکا قائل ہونا اور علی ہذا وجدنا
السلف کہنا کیونکر جائز ہوگا - اقول - گذارش سابقہ سے واضح ہی کہ یہہ اعتراض بلا غور
وتدبر مقام کیا گیا ہی اگرچہ مقام غور کا تہا لیکن حضرت نے غور نہین فرمایا ورنہ بمقتضائی انصاف
یہہ اعتراض نفرماتے کیونکہ اوسی گذارش سے ثابت ہوچکا ہی کہ اہلسنت کا یہہ اعتقاد بلادلیل
قطعی نہین - لیکن حضرت مجیب اپنا فکر فرماوین اوکی علماء و دیگر صالحین نے مبنی اصول
وفروع کا ظنیات پر رکہہ دیا اور بیچاری سید علم الہدی کے دعوی تواتر کو آپکی شہید ثالث
نی غلطی اور شبہہ پر محمول فرمایا پس اسکی جواب کا فکر کیجئی قطع نظر اس سے اگر آپکو ایسی اصول
کی ثبوت قطعی کا دعوی ہی تو مسئلہ رجعت کو جو اصول معتقدات سے ہے چنانچہ شیخ محمد بن
الحسن الحر العاملی نے بدایۃ الہدایہ مین لکہا ہی یجب علی المکلف الاقرار بوجود اللہ سبحانہ ووحدتہ
وعدلہ وعلمہ وقدرتہ وتنزیہہ عن النقص وسائر صفاتہ الواردۃ فی الکتب والسنۃ والائمۃ وعصمتہم
بالمعاد الجسمانی وہو القیمۃ الکبریٰ وبالرجعۃ وہی القیمۃ الصغریٰ محشی لکہتا ہی رجعت در
از ضروریات مذہب شیعہ است - کسی دلیل عقلی یا نقلی قطعی سے ثابت فرمادیجئی اور اگر قطعی
نہو سکی تو ظنی ہی سے ثابت کیجئی ہان ناانصافی کے راہ سے کہی جائین کہ ہماری تمام
اصول و فروع دلائل قطعیہ سے ثابت ہین جیسا سید مرتضیٰ کا خیال ہے اسکا کوئی
علاج نہین باقی رہا آپکی سوال فرق انا وجدنا اور علی ہذا وجدنا السلف کا جواب ہم بوجہ اپنی
التزام تہذیب کی کچہہ نہین عرض کر سکتی مگر اسنا کہتے ہین کہ فعل ہذا رکت آبائی اور انا وجدنا

ا؎ یعنی مکلف پر خدا تعالی شانہ کے وجود اور واحد ہونیکا اور عدل اور علم اور قدرت اور تنزیہہ کا اور تمام صفات کا
جو کتاب وسنت مین وارد ہوئیں اقرار واجب ہی اور معاد جسمانی جو قیامت کبریٰ ہے اور رجعت ائمہ جو قیامت
صغریٰ ہے اسکا بہی اقرار واجب ہے - ۱۲ -

آباءنا مین جسقدر فرق ہی اوسکی نسبت علی ہذا وجدنا السلف مین اور انا وجدنا اباءنا مین زیادہ فرق ہی اقول ۔ معہذا ان کل کتابون مین تفضیل خلفاء اربعہ کی حسب ترتیب خلافت درج ہے مگر ہماری حضرت مجیب نے صرف خلفاء ثلثہ پر ہی اکتفا فرمایا اور بباعث نہایت محبت وغایت تمسک باہل بیت آپنے خلیفہ رابع کا ذکر تک نہ کیا اقول ۔ یہہ امر بدیہی ہی کہ عدم ذکر شئے اوسکی نقص وبرائی کو مستلزم نہین تو معاذ اللہ حضرت امیر المومنین امام الاشجعین کا عدم ذکر اسوجہ سے نہین کہ انکی خدمت مین ولاء وتمسک مین کوتاہی ہو حضرت کے ساتھہ سوء اعتقادی کو مین ایسی ہی بیدینی اعتقاد کرتا ہون جیسا کہ حضرات ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھہ سوء اعتقادی کو بے دینی سمجھتا ہون لیکن چونکہ مناظرہ مین متفق علیہ کے ذکر کی کچھہ ضرورت نہین ہوتی مختلف فیہ کا ذکر البتہ ضروری ہی اسلئی خلفاء ثلثہ رض کے ذکر پر اکتفا کیا گیا اور یہہ تو حضرت مجیب بہی جانتی ہونگے لیکن آخر کیا کرین آپکی داعیہ انصاف اور تحقیق حق نے نہ چھوڑا کہ آپ یہہ اعتراض نفرماوین قال الفاضل المجیب ۔ قولہ صحابہ کرام الخ اگر لفظ کرام صفت احترازیہ ہی اور مقصود اس سے غیر صحابہ کرام سے احتراز ہے تو حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہون بلکہ اپنی نزدیک جن لوگونکو غیر کرام جانتی ہین اور اونکا ایسا ہونا کتب فریقین سے ثابت کرتے ہین اونکو ہی برا جانتی ہین یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ای اہل دانش وانصاف وای متجنبان اعتساف ذرا ہماری حضرت مجیب کے انصاف وتحقیق حق کو ملاحظ فرمانا اور دیکہنا کس شد ومد سے فرماتی ہین کہ حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا سمجھتی ہون ۔ اس جملہ کو نہایت مضبوطی کے ساتھہ تہامنا ۔ بندہ عرض کرتا ہے کہ حضرات شیعہ کے یہہ محض زبانی دعوے ہین ورنہ حضرات نے اپنی کتابون مین تو انبیاء واصحاب تک سہام تکفیر وتفسیق سے نچہوڑا تو یہہ دعوے محض مخالف اپنے کتب کی ہے ۔ لیکن نقل روایات سے پہلے یہہ گذارش ہے کہ بطور مقدمہ یہہ قاعدہ اپنے ذہن مین محفوظ رکہیں کہ حضرت مجیب کے نزدیک معصیت مکرمت کی بالکل خلاف ہی

اور جسمین منقصت پائی جائیگی کرامت مرتفع ہو جائیگی چنانچہ آیندہ عبارت مین بزعم خود اس قاعدہ کو
ثابت کرکے بنا اقتراضات اسی پر رکھی ہے تو جب یہہ مقدمہ محفوظ ہو چکا تو اب روایات شیعی
انبیاء کو کفر تک نہین چھوڑا حضرت شیخ صدوق طائفہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی
خصال مین روایت فرماتے ہین۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال اصول الکفر ثلثۃ
الحرص والاستکبار والحسد فاما الحرص فادم حین نہی عن الشجرۃ حملہ الحرص علی ان
اکل منہا واما الاستکبار فابلیس حین امر بالسجود فابی واما الحسد فابنا آدم حین قتل احدہما صاحبہ[1]
یعنی حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام مین حسب روایت آپکی صدوق کے اوس فعل کا
ارتکاب جو اصل کفر ہے پایا گیا اور کفر مین ابلیس کے برابر ہوگئی کہ اوسمین بہی ایک اصل کفر کی پائی
جاتی ہے اور معاذ اللہ توبہ توبہ آپ مین بہی ایک اصل پائی جاتی ہے اب دیکہیئے کہ یا تو
یہہ عقیدہ کہ ائمہ تک صغائر و کبائر سے سہواً و عمداً معصوم ہین یا یہہ کہ نعوذ باللہ ابلیس کے
برابر ہوگئی اب حضرت مجیب یا تو نقل روایت کی تکذیب فرماوینگی اور یہہ تو ممکن نہین کتاب بندہ کے
پاس بعونہ تعالے موجود ہی جسمین یہہ روایت سراپا غوایت مذکور ہی یا اس روایت کے تکذیب فرمائنگی
اور یہہ بہی ممکن نہین کیونکہ حضرت صدوق کی روایت ہی اگر اوسکی تکذیب کیجائیگی تو اونکا وصف
صدوق نرہیگا بلکہ کذوب صادق آئیگا علاوہ اسکی اور کسی احتمال و تاویل کی گنجایش نہین سبحان اللہ
حضرات ایسی کفریات روایت فرماوین اور پہر کوئی صدوق کے لقب سے ملقب ہون اور کوئی علم الہدیٰ کا
خطاب اپنے اہل ملت سے پاوین۔ اور سنیئے یہی سید سلسلۂ نبوت ابو الانبیاء والمرسلین
ہین جنکی نسبت حضرت صدوق نے عیون اخبار الرضا مین ایک طویل روایت بیان فرمائی ہے

انبیاء کو کفر تک بھی نہین چھوڑتے

[1] یعنی اصول کفر تین ہین حرص اور تکبر اور حسد لیکن حرص پس آدم جبکہ منع کیا گیا درخت سے تو حرص نے اوسکو اوسپر برانگیختہ کیا کہ اوسمین سے کہا لیا۔ اور تکبر پس ابلیس جبکہ حکم کیا گیا سجدہ کا پس اوس نے انکار کیا۔ اور حسد پس آدم کا بیٹا جبکہ اوس نے اپنے بہائی کو حسد سے قتل کر ڈالا ۔۔ ۱۲

اور تفسیر صافی میں ہی ولاتقربا ہذہ الشجرہ کی تفسیر میں مذکور ہی - حدثنا عبدالواحد بن محمد بن عبدوس النیشاپوری العطار قال حدثنا علی بن محمد بن قتیبة عن حمدان بن سلیمان عن عبدالسلام بن صالح الهروی قال قلت للرضاؑ یا ابن رسول الله اخبرنی عن الشجرة التی اکل منها آدم وحواء ما کانت فقد اختلف الناس فیها فمنهم من یروی انها الحنطة ومنهم من یروی انها العنب ومنهم من یروی انها شجرة الحسد فقال کل ذلک حق قلت فما معنی هذا الوجوه علی اختلافها فقال یا ابا الصلت ان شجرة الجنة تحمل انواعا فکانت شجرة الحنطة وفیها عنب ولیست کشجرة الدنیا وان آدم علیه السلام لما اکرمه الله تعالی ذکره باسجاده ملائکته له وبادخاله الجنة قال فی نفسه هل خلق الله بشرا افضل منی فعلم الله عزوجل ما وقع فی نفسه فناداه ارفع راسک یا آدم فانظر الی ساق عرشی فرفع آدم راسه الی ساق العرش فوجد علیه مکتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله علی ابن ابیطالب امیرالمومنین وزوجته فاطمة سیدة نساء العلمین والحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة فقال آدمؑ یارب من هولاء فقال عزوجل هولاء من ذریتک وهم خیر منک ومن جمیع خلقی ولولاهم ما خلقتک وما خلقت الجنة والنار ولا السماء والارض وایاک ان تنظر

ے یعنی عبدالسلام بن صالح ہروی کہتا ہی کہ مینے امام رضاؑ سے پوچھا ای فرزند رسول اللہ صلعم وہ درخت کیا تہا جس سے آدم وحوا نے کہایا تہا لوگون نے اوسمین اختلاف کر رکہا ہی بعضی کہتے ہین کہ وہ گندم کا درخت تہا اور بعضی روایت کرتے ہین کہ وہ انگور کا درخت تہا اور بعضی نقل کرتے ہین کہ وہ حسد کا درخت تہا آپنے فرمایا ای ابا الصلت جنت کا درخت چند قسم پر پہلتا ہی یہہ درخت اصل مین گندم کا تہا اور اوسمین خوشے انگور کے تہے اور جب خدا تعالے نے آدم علیہ السلام کو فرشتون سے سجدہ کرا کر اور جنت مین داخل کر کے بزرگی عطا فرمائی تو اپنی دلمین کہا کہ کیا کوئی بشر مجہسے افضل ہے - خداوند تعالے نے خطرہ قلبی معلوم فرما کر فرمایا ای آدم سر اوٹہا کر ساق عرش پر دیکہہ آدم نے دیکہا تو اوسپر لکہا ہوا تہا (لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علی بن ابی طالب امیرالمومنین وزوجتہ فاطمہ سیدۃ نساء العالمین والحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ) تو کہا ای پروردگار یہہ کون ہین فرمایا یہہ تیری اولاد مین ہین اور تجہسے اور تمام مخلوق سے بہتر ہین اگر یہہ نہوتے تو نہ تجہکو پیدا کرتا اور نہ جنت ونار کو اور نہ آسمانون اور زمین کو اور خبردار انکو۔

الیہم بعین الحسد ما خرجك من جواری فنظر الیہم بعین الحسد وتمنی منزلتهم فتسلط الله علیه
الشیطان حتی اکل من الشجرة التی نهی عنها وتسلط علی حواء تنظر الی فاطمة بعین الحسد حتی اکلت
من الشجرة کما اکل آدم فاخرجهما الله تعالی من جنته واهبطهما عن جواره الی الارض - یہہ روایت
بہت وجوہ سے قابل غور ہی لیکن یہان صرف اسیقدر ثابت کرنا ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ
الصلوة والسلام کے حق مین بہت بڑی معصیت حضرات شیعہ نے ثابت فرمائی کہ باوجودیکہ حق تعالے
شانہ نے نہایت تاکید کے ساتہہ حسد کی ممانعت فرمائی پہر باوجود اسکے حضرت آدم نے نہ مانا
اور حسد کر بیٹھے جسکی سزا پائی اور فی الواقع اونے درجہ کا حسد کبیرہ ہوگا چہ جائیکہ افضل الاولین
والآخرین کے مراتب کا حسد کیا جاوے معاذ اللہ کسقدر حضرت آدم سے عرق حسد جوش مین آئی
کہ خدا تعالے کی بہی ایک نسنی اور پہلے گذارش ہوچکا ہی کہ اصول کفر کے حضرات
تین قرار دیتے ہین - حرص اور حسد اور استکبار تو پہلے حرص حضرت آدم کے حق مین بعبارت النص
بروایت صدوق ثابت ہو کر مساوات ابلیس ثابت ہوچکی معاذ اللہ تو اب اس روایت
مین دوسری اصل کفر کی یعنے جو حسد ہی بلکہ اعلی درجہ کا حسد حضرت ع کے واسطے ثابت
کیا گیا تو اب معاذ اللہ توبہ توبہ شیعہ کے نزدیک حضرت آدم علے نبینا وعلیہ السلام کا
مرتبہ باوجود نبوت کے کفر مین ابلیس لعین سے دوچند ہوا بلکہ اگر غور کیا جاوے
تو اسی روایت سے آپکا استکبار بہی مفہوم ہوتا ہی آپکا یہہ خیال کہ مجہسے کوئی افضل
نہین ظاہراً ناشی عرق استکبار سے ہے تو گویا مبدا سلسلہ انبیاء ابو الابا اسل خلیفتہ
فی الارض بہ نسبت ابلیس کے کفر مین سہ گونہ زیادہ ہوگی کیونکہ ہر سہ مراتب اصول کفر کے

۱؎ حسد کی نگاہ سے نہ دیکہنا نہین تو اپنی قرب سے تمکو نکالدونگا تو آدم نے اونکو حسد کی نگاہ سے دیکہا اور اونکی مرتبہ کے
آرزو کی پس خدا تعالے نے اوسپر شیطان مسلط کردیا یہان تک کہ اوس درخت سے کہایا جسکی ممانعت تہی اور حواء نے
فاطمہ کیطرف حسد کی نظر سے دیکہا تو اوسپر بہی شیطان مسلط ہوا اور اونے بہی اوسی درخت سے کہایا پس خدا نے ان دونو کو
اونکو اپنی جنت سے نکالدیا اور اپنے قرب سے جدا کر کے زمین پر اوتار دیا ۱۲-

معاذ اللہ آپ مین پائی گئی باقی رہا یہہ آپ بتقلید فاضل جانسی وغیرہ حسد کی تاویل غبطہ کے ساتہ
نفرماوین اور کلام کی اطراف وجوانب اور قرائن کو بلحوظ خاطر رکہین کیونکہ غبطہ اور حسد باہم متضاد مین بطور
حقیقت اطلاق احدہما علی الآخر صحیح نہین غبطہ محض آرزو کرنا اوس جیسی نعمت کا ہی جو دوسرے کو
حاصل ہے بدون قصد زوال کے اور حسد اوس نعمت کی تمنا کرنا جو دوسری کو حاصل ہوا اوس سے
زائل ہوکر اور غبطہ شرعاً جائز بلکہ محمود ہی اور حسد ناجائز اور مذموم تو اس حدیث کو ہیجگہ غبطہ پر
حمل کرنا محال ہی اور اگر بفرض محال حسد کی معنے غبطہ کے ہون تاہم جبکہ خداوند تعالے نے
سخت تاکید سے ممانعت فرمائی اور ان الفاظ سے فرمایا وایاک ان تنظر الیہم بعین الحسد تو اوسکے
محرم اور مثل حسد ہونے مین کیا کلام باقی رہا تو اس صورت مین اوسکا ارتکاب مثل
ارتکاب حسد کی ہوا اور ارتکاب حرام لازم آیا - مگر تعجب تو یہہ ہی کہ حق تعالے شانہ نے
حضرت آدم کو صرف تمنی منزلت ائمہ پر اس قدر مغضوب اور مطرود فرمایا حالانکہ اوس وقت وہ تمنا سے
اگر وہ بالفرض حاصل ہوجاتے تو کسیکا کچہہ نقصان نہ تہا - لیکن دنیا مین جبکہ تمام عالم کے حقوق
امامت کے ساتہہ متعلق تہے امامت غصب ہوگئی اور ائمہ ذلیل وخوار ہوئی اور خدا تعالے
کو ذرا بہی غصہ نہ آیا اس لطف کی قربان اور اس عدل پر فدا بے شک یہہ بے تکی باتین
حضرات شیعہ کی خدا کی ہی شایان شان ہین مگر یہہ کہ جیسا امام نے تقیہ فرمایا شاید خدا تعالے
نے بہی ڈر کر تقیہ فرمایا ہو - اور روایت لیجئے - روی[۱] محمد بن الحسن الصفار عن ابی جعفر
قال اللہ تعالی لآدم وذریتہ اخرجہما من صلبہ الست بربکم وھذا محمد رسول اللہ وعلی امیر
المؤمنین واوصیائہ من بعدہ ولاۃ امری وان المہدی انتقم بہ من اعدائی واعبد بہ
طوعًا وکرہًا قالوا اقررنا وشہدنا وآدم لم یقر ولم یکن لہ عزم علی الاقرار - عن التحفہ

[۱] خلاصہ یہہ ہے کہ خداوند تعالے نے روز میثاق جب سب سے اقرار وحدانیت ونبوت و
وصایت لیا تو سب نے اقرار کیا لیکن حضرت آدم نے نہ اقرار کیا
اور نہ ارادہ اقرار کا کیا - ۱۲ -

علاوہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام حضرت یونس علی نبینا وعلیہ السلام کے شان مین جو روایت
مروی ہین سنیے کلینی روایت کرتا ہے۔ عن ابن ابی یعفور قال سمعت ابا عبد اللہ و
ھو رافع یدہ الی السماء رب لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین ابدا ولا اقل من ذلک فما کان
ما اسرع من ان تحدر الدمع من جوانب لحیتہ ثم اقبل علی فقال یا ابن ابی یعفور ان یونس
ابن متی وکلہ اللہ الی نفسہ اقل من طرفۃ عین فاحدث ذلک قلت فبلغ بہ کفرا اصلحک اللہ
فقال لا ولکن الموت علی تلک الحال کان ھلاکا۔ عن التحفہ اور ظاہر ہے کہ یہہ حالت جسمین
موت ہلاکت کے ساتھہ تعبیر کیجاوی یہہ وہی حالت ہے جو معصیت کے ارتکاب کی حالت ہو
اور لیجیے ملا باقر مجلسی سے مولانا مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روایت
نقل فرمائے ہے ابو حمزہ ثمالی روایت کردہ کہ روزی عبد اللہ پسر عمر بخدمت امام
زین العابدین آمد گفت کہ توئی کہ میگوئی یونس را از برای این بشکم ماہی انداختند کہ ولایت جدم
امیر المومنین را بر او عرض کردند واو توقف کرد آنحضرت گفت بلی من گفتہ ام مادرت بعزایت
نشیند عبد اللہ گفت اگر راست میگوئی علامتی بر راست گفتاری خود بکن بنما پس حضرت
فرمود تا عصابہ بر دیدہ من و او بستند بعد از ساعتی فرمود کہ چشمہای خود را بکشائید چون
دیدہ ہای خود را کشودیم خود را در کنار دریائی کہ موجہائش بلند شدہ بود دیدیم پس عبد اللہ
گفت کہ ای سید من خون من در گردن تست حضرت فرمود کہ اضطراب مکن کہ اکنون راستی
گوئی خود بتو مینمایم پس فرمود کہ ای ماہی ناگاہ ماہی سر از دریا بیرون آورد مانند کوہ عظیم و گفت
لبیک ای ولی خدا حضرت فرمود تو کیستی گفت من ماہی یونسم ای سید من فرمود
کہ ما را خبر دہ کہ قصہ یونس چگونہ بود ماہی گفت کہ ای سید حق تعالی ہیچ پیغمبری مبعوث

ف حاصل یہہ کہ ابن ابی یعفور کہتا ہے کہ امام عبد اللہ دعا کر رہے تھے کہ الہی مجھکو میرے نفس کی طرف ایک لمحہ کو بھی سپرد نہ کر اور نہ اوس سے کم
کہ یونس کو خدا تعالی نے اونکی نفس کی طرف پلک جھپک سے کم سپرد کیا تھا تو اوسی سے یہہ احداث کیا میں نے پوچھا کیا اس سبب سے کفر کو
پہونچ گیا تھا فرمایا نہین لیکن ایسی حالت کو پہونچ گیا تھا کہ اوس حالت مین مرنا ہلاکی سے تھے ۔ ۱۲

نکرده از آدم تا جد تو محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر آنکہ ولایت شما اہل بیت را بر وے عرض
کردند پس ہر کہ قبول کرد سالم ماند و ہر کہ اباکرد مبتلا گردید تا آنکہ حق تعالے یونس را بہ پیغمبری مبعوث
گردانید پس حق تعالے وحی کرد باو کہ ای یونس قبول کن ولایت امیر المومنین علی وائمہ راشدین را
از صلب او با سخنان دیگر کہ باو وحی نمود یونس گفت چگونہ اختیار کنم ولایت کسی را کہ او را
ندیده ام و نمی شناسم ورفت بکنار دریا پس خدا بمن وحی فرمود کہ یونس را فرو بر و استخوان
او راست مکن پس چہل روز در شکم من ماند و او را میگردانیدم در دریا ہا و در تاریکیہا ندا میکرد
لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین قبول کردم ولایت امیر المومنین وائمہ راشدین را
از فرزندان او پس چون ایمان آورد بولایت شما امر کرد پروردگار من کہ او را انداختم بر ساحل دریا
پس حضرت امام زین العابدین فرمود کہ ای ماہی برگرد بسوی آشیان خود و آب از موج
قرار گرفتہ۔ انتہی ۔ حاصل یہہ کہ حضرت یونس علیہ السلام کو جب حکم خداوندی پہونچا کہ ولایت ائمہ پر
ایمان لاؤ تو انہون نے خدا تعالے کے حکم کو نہ مانا اور ولایت ائمہ کی ایمان سے صریح انکار کردیا
پس اسکی سزا مین چکھا جو کچھہ کہ چکھا۔ اسیطرح حضرت آدم ع سے لیکر حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تک جسقدر انبیا مبعوث ہوئی ولایت ائمہ رض اونپر پیش کیگئی اگر قبول کیا تو
بلیات سے محفوظ رہی ورنہ عقوبت مین مبتلا ہوئی چنانچہ حضرت آدم کا جنت سے نکلنا اور حضرت
ابراہیم ع کا آگ مین ڈالا جانا حضرت یوسف ع کا چاہ کنعان مین مقید ہونا حضرت ایوب ع کا
مصیبت مین مبتلا ہونا وغیرہ سب اسی قبیل سے ہے چنانچہ مناقب مرتضوی سے خلاصہ اسکا
مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ تو اس سے پایا گیا کہ انبیاء نے اعتقاد
امامت ائمہ سے جو جزء ایمان ہے انکار کیا۔ سبحان اللہ ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی
جب انبیاء ہی حکم نہ مانین اور رد وحی کرین اور بیچارونکا تو کیا ذکر ہے۔ مجملاً حالات
انبیاء کے تو سن چکی اب ذرا ائمہ کے حالات بھی سن لیجئے جو حضرات بدعیان محبت و ولا
روایت فرماتے ہین۔ حضرت علی امیر المومنین و امام المتقین قائد الغر المحجلین جنکی فضیلت

اہلسنت کی تنقیص حضرت علی کی شان مین

تمام انبیاء ورسل پر سوائی حضرت صلعم سے اونکی شان مین حضرت فاطمہ رضہ البضعۃ الرسول
جسکی شان مین من اغضبها فقد اغضبنی تسلیم کرتے ہین اونکی زبان سے یہہ کلمات نقل
کرتے ہین جو مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف مین ملا باقر
مجلسی سے نقل کیے ہین - مانند جنین پردہ نشین حم شدہ مثل خائنان درخانہ گریختہ
خودرا ذلیل کردی گرگان مید رند دمی برند توازجای خود حرکت نمی کنی محل اعتماد من گو
دیا ورمن سست شد شکایت من بسوی پدرمن ومخاصمہ من بسوی پروردگار من آہ
اجمال کے کسیقدر تفصیل عبارت تذکرۃ الائمہ سے واضح ہوتی ہے - وہی ہذا
وہمچنین حق دانستند اینکہ شیخین نسبت باہل بیت رسالت واقع ساختند ونسبت زنا -
استغفر اللہ بحضرت فاطمہ رضہ دادن ودشنام دادن باو وغصب فدک وخلافت
نمودن وکشتن وزدن لطمہ وسقط شدن محسن شش ماہہ وآتش بخانہ پیغمبر انداختن الخ
یہہ باتین کہ جنکی شکایت حضرت فاطمہ رضہ نے فرمائی پس اگر حضرت امیر اپنی اس سکوت
مین ناحق پر تہے اور محض بوجہ جبن ونامردی کے حاشا جنابہ عن ذلک یہہ سب
کچھہ دیکھتے تہے اور نہ بولتے تہے تو قطع نظر اسکے کہ یہہ اعلی درجہ کے معصیت تہے
یہ امر قادح استحقاق خلافت ہے الجبان لایستحق الامامۃ قضیہ مسلمہ ہے اور اگر آپ حق پر تہے
اور بوجہ وصیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ ساکت وصامت رہے تو اولاً
کیا یہہ وصیت ابوبکر اشجع کے قتل کیوقت فراموش ہوگئی تہی اور نیز اب حضرت عباس
کے ہنگامہ مین تصنیف نہین ہوئی تہی - اور ثانیاً کیا حضرت فاطمہ رضہ مطیع حکم حضرت
امیر نہ تہین اور کیا حضرت امیر کی نسبت ایسی کلمات مستہجن جو از دل مین ہیلے
معیوب ہین اونکو نا جائز نتہے - اور کیا اونکو حضرت کا یہہ ارشاد جو بحار الانوار مین
خاتم المتکلمین نے نقل کیا ہے لاتغضبی علیا فانہ ان غضب غضبت بغضبہ یا ذریتہا
بہرکیف اگر آپ کا سکوت حق تہا تو معاذ اللہ حضرت فاطمہ رضہ ایسے کلمات مستہجن حضرت

شیعون کے کتب سے اہلبیت ہونا حضرت فاطمہ زہرا کا مشتبہ

ائمہ کے شایان نہین کہکر معصیت سے نہین بچ سکتی۔ علاوہ اسکی علماء شیعہ کو تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اہلبیت سے ہونے مین کلام و تردد ہی چنانچہ صاحب ارغام نے شافی شرح کافی سے نقل کیا ہے ان[ع] اهل بيت كل نبي اوصائه وعلى هذا ايمكن دخول فاطمة في اهل بيته باعتبار انها وسيلة وصاة اهل البيت (الى ان قال) ويمكن ان لاتكون داخلة في اهل البيت۔ اور نیز دیگر علماء شیعہ کی کلام سے بھی اسکی تائید و تقویت ہوتی ہے چنانچہ شیخ مقداد نی کنز العرفان فی فقہ القرآن مین لکھا ہی اور اجماع شیعہ کا بیان کیا ہی کہ آل صرف ائمہ معصوم ہی ہین اور کوئی نہین اوسکی عبارت یہ ہی کہ[ق] الذين يجب عليهم الصلوة في الصلوة ويستحب في غيرها الائمة المعصومون لاطباق الاصحاب انهم هم الآل۔ ولان الامر بذلك مشعر بغاية التعظيم المطلق الذى لايستوجبه الا المعصوم واما فاطمة عليها السلام فتدخل ايضا لانها بضعة منه انتهى بلفظہ۔ اسجگہ شیخ مقداد نے دو دلیلین بیان کی پہلی دلیل بصراحت تمام لفظ آل کے ائمہ کے ساتھ خاص ہونے پر اور حضرت فاطمہ رض کی آل سے خارج ہونے پر دلالت کرتی ہے اور یہہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ آل کا ائمہ کی ساتھ خاص ہونا مجمع علیہ حضرات شیعہ کا ہی دوسری دلیل جناب فاطمہ رض کی معصوم نہ ہونے پر دال ہے کیونکہ مدار استحقاق غایت تعظیم کے لیے معصوم ہونا قرار دیا ہے اور پھر اس سے حضرت فاطمہ رض کی خارج ہونے کا شیخ کو واہمہ پیدا ہوا تو بطور رفع توہم اور استدراک کے حضرت سلام اللہ علیہا کے استحقاق غایت تعظیم کو بسبب جزئیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت فرمایا۔ علاوہ ازین علامہ

ع تحقیق یہی ہے کہ اہلبیت ہر نبی کی اوصیا ہوتی ہین تو اس اعتبار سے حضرت فاطمہ کا اہلبیت مین داخل ہونا ممکن ہی کیونکہ آپ اہلبیت کے جماعتہ کا واسطہ ہین (یہانتک کہ کہا) اور ممکن ہی کہ اہلبیت مین داخل نہون ۱۲۔ ق جن لوگون پر نماز مین درود پڑہنا واجب ہی اور نماز کے سوا مستحب ہے ائمہ معصومین ہین کیونکہ اصحاب شیعہ کا اسپر اتفاق ہے کہ آل صرف معصومین ہی ہین اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ درود کا حکم ہونا نہایت تعظیم کو مشعر ہی جسکا سوائی ائمہ معصومین کے اور کوئی مستحق نہین ہان حضرت فاطمہ رض وجوب صلوۃ مین داخل ہین کیونکہ حضرت ص کا جز ہین ۱۲۔

مجلسی نے بھی حق الیقین میں مقدمہ دوم عصمت کو لزوم امامت تسلیم کر لیا ہے اور لکھا ہے کہ - و اینها عمای همه معروف بلاعصمت
وائمہ دو معصوم اند پس دلالت بر عصمت آنحضرت میکند و عصمت ملزوم امامت است تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
فاطمہ رضہ معصوم نہیں ہیں کیونکہ آپ قطعاً امام نہیں تو معصوم بھی نہیں - پس ان دونو
دلیلوں سے صاف واضح ہوا کہ حضرت علیہا السلام نہ آل میں داخل ہیں اور نہ معصوم
ہیں - حالانکہ آیت تطہیر سے بضمیمہ حدیث کے حضرت فاطمہ رضہ کا اہلبیت میں داخل ہونا
اوسیقدر ثابت ہے جسقدر ائمہ کا داخل ہونا ثابت ہے بلکہ اوس سے بھی زیادہ - کیونکہ سوائے جناب
امیر رضہ اور جناب حسنین رضہ کے باقی ائمہ رضہ قطعاً باعتبار نص اوسمیں داخل نہیں ہیں اور جناب فاطمہ رضہ
باعتبار نص قطعاً یقیناً اوسمیں داخل ہیں - تعجب ہے کہ جو یقیناً داخل نہوں بلکہ قطعاً تطہیر سے
خارج ہوں وہ تو اہلبیت اور معصوم ہو جائیں اور جو قطعاً تطہیر میں داخل ہو اوسکو
تطہیر سے بلکہ آل ہونے سے بھی خارج کر دیں - سبحان اللہ یہہ حضرات شیعہ کا ہی دلاور
اور تمسک ہے بیشک یہہ دین حضرات نے ائمہ رضہ سے ہی اخذ کیا ہوگا کہ حضرت فاطمہ رضہ تو اہلبیت او عصمت سے خارج
ہوں اور ہم اہلبیت میں داخل ہو جائیں - تو خیر جب اونکو اہلبیت سے ہی نکال چکے اور عصمت خاصہ ائمہ کا ہی فرما چکے
تو اب معصیت کو بہ نسبت حضرت علی رضہ کے حضرت فاطمہ کی طرف منسوب کرنا آپکو سہل ہوگا
حضرت امام حسین رضہ شہید کربلا کی جناب پاک کی نسبت روایت کرتے ہیں کہ معاذ اللہ
آپنے عسل بیت المال بلا اجازت وقبل قسمت مشک سے نکالکر تصرف کیا جو کبیرہ گناہ ہے اصل روایت
امام اعظم شیعہ نے بیان کی ہے لیکن ترجمہ فارسی اوسکا ازالۃ الغین میں فاضل جائسی کی کتاب
فوائد الصفیہ و مواعظ حسنہ سے نقل کیا گیا ہے بلفظہٖ وہ لکھتا ہوں - روزے مہمانے
پیش حضرت امام حسین رضہ نازل گردید پس امام حسین درہمی قرض گرفتہ نانے خریدند نان خورش
نداشت کہ نان را با آن حاضر سازد و دران روز ہا چند مشکہائی عسل از طرف یمن بخدمت
حضرت امیر رضہ رسیدہ بود پس امام حسین بقنبر خادم فرمودند کہ دہن مشکی را از مشکہائے

بکشاید چون کشود حضرت بقدر یک رطل ازان مشک عسل گرفتند بمهمان خورانیدند پس چون
امیر علیه السلام خواست که مشکها را میانه مستحقین آن قسمت نماید از قنبر پرسید که کسی دهن
این مشکها کشوده قنبر عرض کرد که بلی یا امیر المومنین و سرگذشت را نقل نمود چون حضرت امیر
حرف او را شنیدند در غضب شده فرمودند علی بحسین حسین را حاضر سازند چون حضرت
امام حسین حاضر شد حضرت امیر دره برداشت امام حسین گفت بحق عمی جعفر یعنی بحق و حرمت
عم من از تقصیر من درگذر وضابطه حضرت امیر المومنین بود که هرگاه کسی بحق جعفر میگفت پس
غضب آنحضرت تسکین میبافت پس حضرت امیر فرمود ما حملك اذ اخذت منه قبل القسمة
چه چیز باعث شد ترا که قبل از قسمت آن بآن متصرف شدی امام حسین رض عرض نمود که حق ما
درو ست چون قسمت میشد بقدر یک رطل از حصه خود داخل میکردم حضرت امیر فرمود که پدر تو
فدای تو باد که ترا نمیرسد که تو ازان منتفع شوی پیش از انکه مسلمانان منتفع شوند آگاه
باش که اگر نمی بود که دیده بودم که دندانهای ترا پیغمبر خدا صلی الله علیه واله وسلم می بوسید البته
من ترا درین وقت میزدم بعد ازان حضرت امیر درهمی که در کنار ردای خود بسته بود بقنبر
دادند و فرمود که قسم اول عسل از بازار خریده بیار چون آورد عقیل قسم خورده میگوید که گویا من
می بینم که از هر دو دست دهن مشک را حضرت امیر گرفته اند و قنبر عسل را دران داخل میکند
بعد ازان حضرت امیر علیه السلام دهن مشک را می بست و میگریست و میفرمود - اللهم اغفر
للحسین فانه لم یعلم خداوندا از تقصیر حسین رض درگذر که او نادانسته این کار کرده انتهی بلفظه
بموجب مضمون اس روایت کے صاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے
بیت المال کی شہد مین سے بلا اجازت امام و قبل القسمت کہ جسمین دوسرے مسلمانون کے
حقوق بھی تھے لیکر تصرف کیا - مین پوچھتا ہون کہ یہہ خیانت کیہہ انکی نزدیک معصیت
نہین کیا مسلمانون کے مال مین بلا قسمت و اجازت تصرف کرنا امام کے پیچھے چلے جانے
سی کچھہ کم ہے - حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کا حال تو طشت از بام ہے

حضرت نے خلافت نبوت جو نیابت رسول ہے۔ معاذ اللہ ایک کافر کو سونپ دی حالانکہ
آپکے ساتھ باعتبار ظاہر بھی فوج کثیر تھے اور فی الحقیقت آپکو کچھ اسکی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ
آپکو اپنی موت کا تو حال معلوم ہوگا تو پھر آپکو خوف کس بات کا تھا تو یہہ معصیت اور ظلم و کفر پر اعانت
نہین تو کیا ہے جسکی بابت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسکو علما شیعہ نقل کرتے ہین
لو جز انفی لکان احب الی مما فعلہ اخی الحسن یعنی اگر میرے ناک کٹ جاتی تو اوس سے بہتر
تہا جو میرے بہائی حسن (رض) نے کیا کہ معاویہ کو خلافت سپرد کردی۔ جز انفی کے آپ معنی جانتے
ہونگے۔ خواہ حقیقی لیجیے یا مجازی بہرکیف یہہ خلع خلافت و صلح معاویہ ایسی حرکت تہی
جسکو امام معصوم اپنی ناک کٹنی سے بدتر ارشاد فرماتا ہے۔ تو اگر امام حسین (رض) کا قول حق ہے
تو فعل امام حسن رضی اللہ عنہ کا کبیرہ اور معصیت ہے اور اگر خلاف ہے تو کذب امام معصوم کی کلام
مین لازم آتا ہے اور کذب معصیت کبیرہ ہے اور یکرنہ کی خلاف تو پہر معلوم نہین کہ صحابہ نے
کیا ایسی خطا کی جس سے ادنی ادنی معصیت سے کرام ہونے سے خارج ہوئی اور انبیاء (علیہم السلام)
اور ائمہ (رض) باوجودیکہ اونکی کفر و معاصی نقل کیے جاتے ہین پہر اونکو کرام کہی جاتے ہین انبیاء (علیہم السلام)
و ائمہ (رض) کا حال تو مجملاً سن لیا اب اصحاب مقبولین کی کیفیات و حالات بہی ذرا ملاحظہ ہون تاکہ
اوس دعوی کی تصدیق جو ہمارے مجیب نے فرمایا ہے بخوبی ہوجاوے کہ حاشا و کلا کہ شیعہ
صحابہ کرام کو برا سمجھتے ہون منجملہ صحابہ کرام مقبولین شیعہ کے عبد اللہ بن عباس ہین
اونکی نسبت قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین مین تحریر فرماتے ہین علامہ حلی در خلاصة
الاقوال فی معرفة الرجال آوردہ کہ عبد اللہ بن عباس محب خاص حضرت امیر و تلمیذ او بود و حال
در بزرگی و اخلاص او با آنحضرت اشہر از آنست کہ مخفی ماند و شیخ ابو عمرو کشی در کتاب خود
بعضی از روایات آوردہ کہ متضمن قدح ست در ابن عباس و حال آنکہ شان ابن عباس (رض)
اجل و اعلی از آنست و ما آن روایات را در کتاب کبیر رجال آوردیم و جواب از آنہا گفتیم این ست تمام
کلام علامہ حلی در مبحث مام و حاصل جمیع قوادحی کہ از روایات کشی مفہوم میشود راجع بمعنی

صحابہ مقبولین شیعہ کے حالات

اعمال ابن عباس سست و مولف این کتاب را با ایمان و اعتقاد ست اما اجوبہ کہ علامہ حلی
درکتاب کبیر خود ذکر کردہ بنظر قاصر این شکستہ نرسیدہ مجملاً احال حضرت ابن عباس رضی کا
تو معلوم ہوچکا اب اون اعمال کے تفصیل سنیے - یہہ ہی حضرت ابن عباس جنکو آپ
اور آپکی بزرگوار اصحاب کرام مین شمار کرتے ہین جبکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے انکو
بصرہ پر حاکم مقرر کیا فرصت کا موقع پاکر بیت المال وہانکا لوٹ کر اور خیانت کرکے اپنی گہر
آ بیٹھے حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جو درد انگیز خط انکی نام اس معاملہ مین لکہا ہے دیکھنے کے
قابل ہے نہج البلاغت سے بعینہ نقل کرتا ہون - ومن کتاب لہ علیہ السلام الی بعض عمالہ

اما بعد فانی کنت اشرکتک فی امانتی وجعلتک شعاری وبطانتی لم یکن فی اھلی رجل اوثق
منک فی نفسی لمواساتی وموازرتی واداء الامانة الی فلما رأیت الزمان علی ابن عمک قد کلب والعدو
قد حرب وامانة الناس قد خزیت وهذه الامة قد فنکت وشغرت قلبت لابن عمک ظهر
المجن ففارقته مع المفارقین وخذلته مع الخاذلین وخنته مع الخائنین فلا ابن عمک
آسیت ولا الامانة ادیت وکانک لم تکن الله ترید بجهادک وکانک لم تکن علی بینة من ربک
وکانک انما کنت تکید هذه الامة عن دنیاهم وتنوی غرتهم عن فیئهم فلما امکنتک الشدة
فی خیانة الامة اسرعت الکرة وعاجلت الوثبة واختطفت ما قدرت علیه من اموالهم

ل اما بعد - مین نے شریک کیا تہا تجہکو اپنی امانت مین اور بنایا تہا تجکو اپنا جانی اور بہائی - میرے
جہین میری غمخواری اور معاونت اور ادائے امانت کے لیے میری اہل مین تجہسے زیادہ معتمد کوئی نہ تہا - پس جب تو نے
دیکہا کہ چچا کے بیٹے پر زمانہ دشوار و سخت ہے اور دشمن غضبناک ہے اور لوگونکی امانت ذلیل ہوگئی اور یہہ امت قتل ہوئی
اور منتشر و پریشان ہوگئی تو ڈہال کی پیٹہ اپنی چچا کے بیٹے کے لئے تو نے اولٹی کردی - اور جدا ہوگیا
اوس سے جدا ہونے والون کے ساتہہ - اور ذلیل چہوڑ دیا اوسکو چہوڑنے والونکے ساتہہ اور تو نے بہی خیانت کی
خیانت کرنیوالون کے ساتہہ - نہ تو نے اپنے چچا کے بیٹے کی غمخواری کی - اور نہ امانت ادا کی - گویا تو اپنے
جہاد مین خدا کی رضامندی کا ارادہ نرکہتا تہا - اور گویا تو اپنی پروردگار پر بہروسا نرکہتا تہا - اور گویا تو فریب کرتا تہا
اس امت سے اونکی دنیا کے لیئے - اور دل مین سوچ رہا تہا اونکی غفلت کو مال غنیمت سے پس
جب تجہکو امت کی خیانت مین حملہ کی قدرت ہوئی - سرعت سے حملہ کیا اور
جلدی سے کود پڑا - ۱۲ -

المصونة لاراملهم وايتامهم وعاجلت اختطاف الذيب الازل دامية المعزى الكسيرة فحملته
الى الحجاز رحيب الصدر بحمله غير متاثم من اخذه كانك لا ابا لغيرك حدرت الى اهلك تراثك
من ابيك وامك فسبحان الله اما تومن بالمعاد او ما تخاف نقاش الحساب ايها المعدود عندنا
من ذوي الالباب كيف تسيغ شرابا وطعاما وانت تعلم انك تاكل حراما وتشرب حراما و
وتبتاع الاماء وتنكح النساء من مال اليتامى والمساكين والمجاهدين الذين افاء الله عليهم
هذه الاموال واحرز بهم البلاد فاتق الله واردد الى هؤلاء القوم اموالهم فانك ان لم تفعل
ثم امكنني الله لاعذرن الى الله فيك ولاضربنك بسيفي الذي ما ضربت به احدا الا دخل النار
ووالله لو ان الحسن والحسين فعلا مثل الذي فعلت ما كانت لهما عندي هوادة ولا ظفرا
مني بارادة حتى آخذ الحق منهما وازيح الباطل عن مظلمتهما فاقسم بالله رب العلمين ما يسرني
ان ما اخذت به من اموالهم حلال لي ان اتركه ميراثا لمن بعدي فضح رويدا فكانك قد بلغت المدى
ودفنت تحت الثرى وعرضت عليك اعمالك بالمحل الذي ينادي الظالم فيه بالحسرة ويتمنى
المضيع الرجعة ولات حين مناص والسلام۔ ابن میثم بحرانی شارح نہج البلاغت اپنی مختصر

ملے اور جو یتیمون اور بیوون کے مال محفوظ تھے اوسکو ایسا لے اڑا اور جس طرح بھیڑیا کسی بہی جلدی کی
جو لنگڑی بکری ہو لے بھاگے۔ پس لاد کر لیگیا اوس مال کو حجاز کیطرف ہشاش بشاش۔ تو اوسکو لیتا تھا اور نہین
گیا سمجھتا تھا اوسکی لینے کو گویا تو اپنے باپ یا ان کی میراث اپنے اہل مین لاتا ہے۔ سبحان اللہ۔ کیا
تجکو قیامت کا یقین نہیں ہے کیا تو پورا حساب لینے سے نہین ڈرتا۔ ای شخص جو
ہمارے نزدیک عقلمندون میں شمار ہے تو کیونکر پی ریگا۔ کہانا پینا حالانکہ تو جانتا ہے کہ مین
حرام کہا رہا ہوں اور حرام پی رہا ہون۔ اور کیونکر لونڈیو نکو خریدتا ہے اور عورتون سے نکاح کرتا ہے
یتیمون اور مسکینون اور مجاہدون کے مال سے جو اللہ تعالے نے اونکو غنیمت مین دیا ہے۔ پس خدا سے
ڈر اور لوگون کے مال واپس کردے اگر تو نے ایسا نکیا پھر مجکو خدا نے تجپر قدرت دی تو سزا دیکر مین خدا کے
نزدیک معذور ہونگا۔ اور تجہکو ایسی تلوار سے قتل کرونگا جس سے نہین قتل کرتا ہوں کسیکو مگر دوزخ
میں داخل ہوتا ہے۔ قسم خدا کے اگر حسن اور حسین کرتے جیسا تو نے کیا
تو نہ ہوتے اون سے معافی اور نہ مطلب یاب ہوتے مجہسے اپنے ارادہ میں
یہانتک کہ میں اون سے حق لیتا اور ظلم اونکا دور کرتا۔ مین خداوند رب
العالمین کی قسم کہا کر کہتا ہوں۔ مجہکو خوش نہین آتا جو تو نے لیا ہے اونکے مال سے
حلال سمجھ کر چہوڑون میں اوسکو میراث اپنے بعد۔ پس تہوڑا صبر کر تو اپنے اجل کو
پہونچ چکا ہے۔ اور مٹی کے نیچے دفن کیا جائیگا۔ اور تجہپر تیرے
اعمال پیش کئے جائینگے۔ ایسے مقام میں کہ ظالم اوس مین حسرت کی فریاد
کریگا۔ اور حقوق ضایع کرنیوالا واپس ہونے کی آرزو کریگا۔ اور کہاں چہٹکارا کا
وقت ہے۔

شرح مین جو اسوقت میرے سامنے موجود ہے بعد نقل ایک دوسری خط کے کہتا ہے
اقول المروی ان الکتاب الاول الی عبد اللہ بن عباس کما ھو فی بعض النسخ حین کان
والیالہ علی البصرۃ ۔ قطع نظر اس سے کہ حضرت رضی نے اپنی ناموس مذہب کی حفاظت کے
یئی الی بعض عمالہ تحریر فرمایا اور صاف نام نہین لیا یہہ خط کسقدر ابن عباسؓ کے اعمال شنیعہ
اور احوال فظیعہ حرص دنیاوی اور طمع مال اور مخالفت امام برحق وغیرہا ظاہر کرتا ہے معلوم
نہین باوجود اسکی حضرت مجیب اور اونکی عسمائیے پہر کیون کرام مین شمار کررکہا ہے حالانکہ
بشہادت شہید ثالث گذارش ہوچکا ہے کہ غیر معصوم کے اصلاح کے لئیے تاویل کی
کچہہ ضرورت نہین ۔ اور یہہ ہی ابن عباس ہین جنکا اجل اور اعلیٰ ہونا شہید ثالث بیان فرماتے
ہین حضرت کلینی امام سید الساجدین زین العابدین سے روایت فرماتے ہین کہ آیت
ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی یعنی جو دنیا مین راہ حق سے نابینا ہی وہ آخرت
مین بہی راہ جنت سے اندہا ہوگا ۔ اور اوس سے بہی زیادہ گمراہ ان ہی حضرت ابن عباس
اور اونکی والد ماجد حضرت عباس کے حق مین نازل ہوئی آنتہی کلام اور یہہ ہی ابن عباسؓ ہین
کہ حضرت مفسر صافی اپنی تفسیر ان کی حق مین روایت فرماتے ہین ۔ وعن الباقر قال
قال امیر المومنین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی المسجد والناس مجتمعون
بصوت عال الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالھم فقال قال لہ ابن عباس یا ابا الحسن
لم قلت ما قلت قال قرأت شیئا من القران قال لقد قلتہ لامر قال نعم ان اللہ یقول فی کتابہ ما اتاکم
الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا افتشھد علی رسول اللہ انہ استخلف ابابکر قال ما سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصی الا الیک قال فھلا بایعتنی قال اجتمع الناس علی ابی بکر

ک امام باقرؑ سے روایت ہی کہ امیر المومنین نے بعد وفات حضرت صلعم کے مسجد مین جبکہ لوگ مجتمع تہے چلا کر پڑہا (جنہون نے کفر کیا اور منع کیا اللہ کے رستہ سے ضائع کردیئے اونکے کام) ابن عباس نے کہا یا ابا الحسن یہہ کیون پڑہا ۔ آپ نے فرمایا قرآن کے آیت پڑہی ہے ابن عباس نے کہا کہ بیشک کسی وجہ سے پڑہا ہے فرمایا کہ ہان اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مین فرمایا ہے (جو تمہارے پاس رسول خدا لاوے اسکو لو ۔ اور جس سے منع کرے اوس سے باز رہو) کیا تو گواہی دیتا ہی کہ حضرت نے ابوبکر کو خلیفہ کیا یا عرض کیا مینے حضرت سے نہین سنا مگر آپکی وصیت کو فرمایا تو پہر مجہہ سے کیون بیعت نکی عرض کیا سب لوگ ابوبکر پر مجتمع ہوگئی ۔ ۱۲

فکنت منهم فقال امیر المؤمنین کما اجتمع اهل العجل علی العجل ههنا فتنتم ومثلکم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حوله ذهب الله بنورهم وترکهم فی ظلمت لا یبصرون • صم بکم عمی فهم لا یرجعون - اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ابن عباسؓ گوسالہ پرستوں میں تھے یہی ابن عباس ہیں کہ روایت حلت متعہ کی بارہ میں حضرت امیر نے انکی نسبت فرمایا ایک رجل تائہ منجملہ صحابہ کرام کی حضرت عباس اور حضرت عقیل ہیں قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس میں لکھا ہے درکتاب کامل بہائی از امام محمد باقر روایت نمودہ کہ حضرت امیر در ایامیکہ خلافت در دست غاصبان بود دائما گفتہ - واللہ لوکان حمزۃ وجعفر حیین ما طمع فیہا ابوبکر ولکن ابتلیت بجلیفین جانبین عقیل والعباس - نقلا عن ملا محمد باقر اور انہی ہر دو بزرگوار کی نسبت روایت سابقہ کے ہم معنی روایت ہے جسکا ترجمہ ملا باقر مجلسی نے حیاۃ القلوب میں لکھا ہے - کہ سدیر از حضرت امام محمد باقر العلوم پرسید کہ کجا بود عزت وکثرت وشوکت بنی ہاشم کہ حضرت امیر المؤمنین بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از ابوبکر وعمر وسائر منافقان مغلوب گردید حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ماندہ بود جعفر وحمزہ کہ در غایت ایمان ویقین واز سابقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند ودو مرد ضعیف الیقین ذلیل تازہ مسلمان شدہ بودند عباس وعقیل ایشانرا در جنگ بدر اسیر کردند وآزاد کردند ایمان چنین قوتی ندارد بخدا سوگند اگر حمزہ وجعفر حاضر می بودند دران فتنہ ابوبکر وعمر یارای آن نداشتند کہ حق امیر المؤمنین را غصب کنند واگر سعی میکردند البتہ ایشان را میکشتند - نقلا عن منتہی الکلام - اور یہی حضرت عباس ہیں کہ انہوں نے بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہا تہا کہ حضرت امیر کے ہاتھ پر بیعت کروں

ؔ۱ میں بہی اونہی میں تہا - حضرت نے فرمایا جیسا گوسالہ پرست گوسالہ پر مجتمع ہوگئی اسیطرح سے تم بہی مفتون ہوئی (ہماری کہاوت اوس شخص جیسی کہ آگ جلائی پس جب گرد اگرد روشن ہوگیا - تو اللہ نے اونکا نور کہودیا) ۱۲ - ؔ۲ خدا کی قسم اگر حمزہ وجعفر زندہ ہوتے تو ہرگز ابوبکر و عمر امارت کی طمع نکرتے لیکن ہین دو لبہون میں جو عقیل وعباس ہیں مبتلا ہوں - ۱۲ -

لیکن حضرت ؓ ہی نے تعلل و تردد فرمایا اور حضرت نے بیعت قبول نہ کی اور کیونکہ قبول فرماتے
آپکو معلوم تہا کہ حق ابوبکر ؓ کا ہے۔ نہج البلاغت مین وہ خطبہ مذکور ہے جسمین حضرت عباس
کی درخواست بیعت کا ذکر ہے۔ اور قاضی صاحب شوستری نے مجالس مین بضمن ذکر عباس
لکہا ہے تا آنکہ بعد از فوت حضرت پیغمبر صلعم بحضرت امیر گفت امدد یدک ابایعک حتی
لایختلف فیک اثنان باوجود حضرت عباس کے اس فدائیت کو بہر بہی سہام ملامت سے
نہ بچی بلکہ جناب امیر نے انکی اس درخواست پر اعتماد نفرمایا اور نہ اسکو نفاق پر محمول کر کے
قبول نہ کیا۔ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے امیر معویہ ؓ کی رفاقت اور حضرت امیر ؓ
کی ترک رفاقت بلکہ مخالفت طشت ازبام ہے۔ پس جبکہ ادنے معصیت کرام سو نے سے نکالدیتی ہے
تو یہہ حضرات باوجود ایسے ذمائم موضوعہ کی کیونکر کرام رہے۔ چونکہ بحث طویل ہو گئی ایسلیے مختصراً
چند اصحاب کے حالات ذوالفقار سے ذکر کر کے ختم کرتا ہون منجملہ انکی سالم بن زید ہے
کہ وہ حسب تصریح کتاب نہج الحق مدعی اپنی امامت کا ہوا تہا اور تفسیر اہلبیت سے واضح ہے
کہ حروف ثقات مین رفاقت حضرت علی کی ترک کی منجملہ انکی خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین ہے
مجالس المومنین اور کامل بہائی سے واضح ہے کہ یہہ حضرت اول ان مین ہین کہ جنہون نے سعد بن
عبادہ کی خلافت پر اسکو دغلا تہا منجملہ انکی عامر بن واثلہ ہین جو امامت محمد بن حنفیہ کے قائل ہوئی
اور امام سید الساجدین کی امامت سے انکار کیا منجملہ انکی ابوذر ہین کہ جامعین صحاح ایسے
انکی نفی اسلام پر دلیل لائے ہین اور بقول ابوجعفر بن احمد بن علی قمی صاحب صفات الصادقین
اخوت پیغمبر سے خارج ہین منجملہ انکی براء بن عازب ہین کہ انہونے گواہی کا اخفا کیا حضرت امیر ؓ
نے انکو بددعا فرمائی کہ نابینا ہو گئی کما فی الکشی وخلاصۃ الاقوال اور امام حسین ؓ کے ساتہہ کربلا جانے
سے تخلف کیا کما فی مجمع البحرین وبیاض الفخری منجملہ انکی ابن مسعود ہین کہ باقر مجلسی نے
حیات القلوب مین در رد مطاعن وذمائم ابن مسعود کا احادیث ائمہ سے اعتراف کیا ہے۔

؎ یعنی اپنا ہاتہہ پہیلاؤ مین آپ سے بیعت کرلون تاکہ پہر آپکے بارہ مین کوئی شخص بہی اختلاف نکرے ۱۲۔

منجملہ اونکی حذیفہ ہین کہ بقول صاحب تخلیص الرجال کے حذیفہ اور ابن مسعود موالین خلفا سے شمار ہین اور کشی و صاحب خلاصۃ الاقوال نے منجملہ الکین کے شمار کیا ہی اور عمار کو خلفائے حاکم کوفہ کا مقرر کیا۔ اور سلمان کو حضرت عمر نے مدائن کا حاکم بنایا۔ اور ابوذر و سلمان و مقداد کو بڑی بڑی لڑائیون پر بھیجا کما نص علیہ فی الشافی و بحار حالانکہ کلینی مین نص امام باقر کے موجود ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ ای ابوبصیر کوئی شیعہ دینار بنی امیہ سے نہین پاتا مگر یہ کہ پاوی دین اوسکا مثل اوسکی اور امام کاظم سے مروی ہے کہ جو مین پہاڑ پر سے گر کر پارہ پارہ ہون۔ اس سے بہتر ہے کہ کسی سلطان کیطرفسے عامل ہون پس بموجب ان روایات کے ابوذر سلمان مقداد بھی زمرہ خلفا سے ہو کر معصیت سے نہ بچی کلہ من ذو الفقار اور بقول حضرت مجیب کے کرام ہونی ظاہر ہی علاوہ ازین اگر بالاجمال دیکھا جاوی تو کوئی صحابی خالی از معصیت نہین لیجئی چند روایتین مختصراً ذکر کرتا ہون۔ مقداد کی ذکر مین قاضی صاحب مجالس مین فرماتے ہین و شیخ ابوعمر کشی کہ از علما امامیہ ست در کتاب اسمار الرجال باسناد خود از حضرت امام محمد باقر روایت نمودہ ارتد الناس[ا] الا ثلثۃ نفر سلمان و ابوذر والمقداد فقلت فعمار قال کان حاص حیصۃ ثم رجع قال ان اردت الذی لم یشک و لم یدخلہ شی فالمقداد صدوق طائفہ شیخ ابن بابویہ قمی در علل الشرائع باسناد خود از حضرت ابوعبداللہ روایت میکند قال علیہ السلام لما کان یوم احد انہزم[۲] اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی لم یبق معہ الا علی بن ابیطالب و ابودجانۃ سماک بن خرشۃ — عن کاشف الغمہ اور تفسیر صافی مین بھی لکھا ہی و لم یبق مع رسول اللہ الا ابودجانۃ سماک بن خرشۃ و علی نسخہ سلیم بن قیس مین سلمان سے مروی ہی جسکا ترجمہ باقر مجلسی نے حق الیقین مین کیا ہے

[ا] سوا تین شخصون کے سب مرتد ہو گئی۔ سلمان۔ ابوذر۔ مقداد مین نے پوچھا اور عمار فرمایا کچھ پھر گیا تھا پھر لوٹ آیا۔ فرمایا اگر ایسا شخص چاہی جسکو شک نہوا ہو اور اوس کے دل مین کچھ (تردد) نہ آیا ہو وہ مقداد ہی [۲] امام ابوعبداللہ نے فرمایا جب احد کی لڑائی ہوئی تو سب اصحاب نے شکست کھائی اور بھاگ گئی اور حضرت کے ہمراہ سوائے علی۔ اور ابودجانہ کے کوئی باقی نہ رہا۔ ۱۲

؎ قال فلما كان الليل حمل علی فاطمة علی حمار واخذ بيدی الحسن والحسين عليهما السلام فلم يدع
احداً من اهل بدر من المهاجرين ولا من الانصار الا اتاه فی منزله وذكر حقه ودعاه الی نصرته
فما استجاب له الا اربعة واربعون رجلاً فامرهم ان يصبحوا محلقين رؤسهم معهم سلاحهم علی ان
يبايعوه علی الموت فاصبحوا لم يواف منهم الا اربعة فقلت لسلمان من الاربعة قال انا وابوذر
والمقداد والزبير بن العوام — عن منتهی الكلام — مصنف کتاب اختصاص نے عمرو بن ثابت سے روایت کی ہے
؎ قال سمعت ابا عبد الله ع يقول ان النبی صلی الله عليه وسلم لما قبض ارتد الناس علی اعقابهم كفاراً الا ثلثة
سلمان والمقداد وابوذر الغفاری وانه لما قبض رسول الله ص جاء اربعون رجلاً الی علی بن ابی طالب
فقالوا لا والله لا نعطی احداً طاعة بعدك ابداً قال ولم قالوا اسمعنا رسول الله صلی الله عليه وسلم
فيك يوم غدير قال اتفعلون قالوا نعم قال فاتونی غداً محلقين فما اتاه الا هؤلاء الثلثة قال وجاء
عمار بن ياسر بعد الظهر فضرب بيده علی صدره قال له مالك ان تستيقظ من نومة الغفلة ارجعوا
فلا حاجة لی فيكم انتم لم تطيعونی فی حلق الراس فكيف تطيعونی فی قتال جبال الحديد فلا
حاجة فيكم اور اسی کتاب میں دوسری جگہ روایت ہے عن ابن عيسی رفعه عن ابی
؎ عبد الله ع قال سلمان كان منه الی ارتفاع النهار فعاقبه الله ان وجئ عنقه حتی صيرت

؎ جب رات ہوئی تو علی نے فاطمہ کو گدہی پر سوار کیا۔ اور حسن حسین کا ہاتھ پکڑا۔ اور مہاجرین و انصار اہل بدر میں سے کسیکو نچھوڑا مگر اوسکے گہر گئے اور اپنا حق یاد دلایا اور اپنی نصرت کیطرف دعوت کی۔ پس بجز چوالیس آدمیوں کے اور کسینے آپکی اعانت قبول نہ کی۔ آپ نے اونکو حکم کیا کہ صبح سے وقت سر منڈا کر مسلح ہوکر موت پر بیعت کے لیے حاضر ہوں۔ جب صبح ہوئی تو سوائے چار شخصوں کے ان میں سے اور کوئی نہ پہنچا۔ میں نے سلمان سے پوچھا چاروں کون کون تھے۔ کہا۔ میں اور ابوذر اور مقداد اور زبیر بن العوام۔ ؎ امام ابو عبداللہ سے سنا فرماتے تھے جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی سوائے سلمان۔ ابوذر۔ مقداد کے سب لوگ مرتد ہوگئے اور جب حضرت کی وفات ہوئی تو جناب امیر کے پاس چالیس آدمی آئے۔ اور کہا خدا کی قسم ہم آپکے سوا کسیکی اطاعت کی بیعت نہ کرینگے۔ آپ نے فرمایا کیوں کہا کہ ہمنے حضرت سے سنا۔ کہ روز غدیر کے دن آپکے باب میں فرماتے تھے قسم پایا مارنے مرنے پر راضی ہو کہا ہاں فرمایا تو صبح کو سر منڈا کر میرے پاس آؤ۔ سوا ان تین آدمیوں کے اور کوئی اونکے پاس نہ آیا امام ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ عمار بعد ظہر کے آیا آپ نے اوسکی سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا اپنی غفلت کی نیند سے ابتک نہیں جاگیگا۔ جاؤ مجکو تمہاری کچھ ضرورت نہیں جب سر منڈانے میں تمنے میری اطاعت نہ کی تو لوہے کے پہاڑ کے ساتھ لڑائی میں کیونکر اطاعت کروگے تمہاری مجکو کچھ حاجت نہیں ۱۲۔ ؎ امام ابو عبداللہ سے مروی ہے کہ اونہوں نے فرمایا کہ سلمان سے تاخیر دن چڑہے تک ہوئی خدا نے اوسکو یہہ سزا دی کہ اوسکی گردن کو پامال کیا یہاں تک ۔۔ ۱۲۔

مثل السلعة حمراء وابوذر منه الی وقت الظهر فما قبد الله الی ان سلط علیه عثمان حتی حمله علی قتب واکل لحم الیته وطرده عن جوار رسول الله صلے الله علیه وآله فاما الذی لم یتغیر منذ قبض رسول الله صلے الله علیه وآله حتی فارق الدنیا طرفة عین فالمقداد ابن الاسود لم یزل قائماً قابضاً علی قائم السیف عیناً فی عین امیر المومنین ینظر متی یامره فیمضی۔ انتہی

حاصل روایات یہہ ہے کہ صحابہ کرام مین سے کوئی معصیت سے نہین بچا بلکہ ارتداد سے نہین بچا حضرت مقداد اگرچہ داخل مرتدین نہین لیکن فرار جنگ احد سے جو کبیرہ ہے اونکے حق مین وارد ہے فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا آپکی طرف منسوب ہوگا اور کرام ہونے سے بروایات شیعہ خارج ہونگی۔ پس اب کہنا چاہیے کہ ہماری حضرت محیب کا فرمانا کہ حاشا وکلا کہ شیعہ صحابہ کرام کو برا جانتی ہون فرماؤ تو سہی وہ صحابہ جنکی کرام ہونے کے ہماری محیب قائل ہین وہ کون ہین کہ جن سے کوئی معصیت سرزد نہین ہوئی وہ یہہ ہے بزرگوار ہین جنکی اوصاف کتب شیعہ سے مذکور ہوئی یا کوئی فرضی ہین اگرچہ خصال ابو جعفر محمد بن بابویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ جنکی صفت حسب مذاق محیب لبیب کرام ہوسکتی ہے بارہ ہزار ہین حدثنا احمد بن جعفر الهمدانی قال حدثنا ابراهیم بن هاشم عن ابیه عن ابن ابی عمیرة عن هشام بن سالم عن ابی عبد الله علیه السلام قال کان اصحاب رسول الله صلے الله علیه وآله اثنا عشر الفاً ثمانیة آلاف من المدینة والفان من مکة والفان من الطلقاء لم یر فیهم قدری ولا مرجی ولا حروری ولا معتزلی ولا صاحب رای کانوا یبکون اللیل والنهار ویقولون اقبض ارواحنا قبل ان ناکل الخبز الخمیر۔ انتہی بلفظہ

صحابہ بطلب لیس شیعہ بارہ ہزار ہین

ف کہ اسلام مرتد ہو گیا اور رسول کے مرنے اور ابوذر سے تا ظہر تک ہوش خدا تعالی نے اوسکو یہہ سزا دی کہ عثمان کو اوسپر مسلط کیا اوسنے اوسکو ایسی پالان پر سوار کیا جس سے اوسکا سرین زخمی ہوگیا اور رسول اللہ صلعم کی پڑوس سے اوسکو نکال دیا۔ لیکن وہ شخص جو بعد وفات رسول اللہ صلعم کے مرتے دم تک مطلق نہین بدلا مقداد بن الاسود ہے جیسے تلوار کا قبضہ پکڑے امیر المومنین کی آنکھون مین آنکھیں ڈالی مستعدی کے ساتھ منتظر رہا کہ حضرت کب حکم فرماتے ہین ۱۲۔

ف امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ کے بارہ ہزار تھے آٹھ ہزار مدینہ سے باہر کے اور دو ہزار مدینہ والے اور دو ہزار طلقا ان مین کوئی قدری تھا نہ کوئی مرجی تھا نہ کوئی خارجی تھا نہ کوئی معتزلی تھا نہ کوئی اون میں رائے کو دخل دینے والا تھا اور کہا کرتے تھے کہ خداوندا خمیری روٹی کہانے سے پہلے ہماری جان نکال لے ۱۲۔

یہہ تعداد کہ جنمین مدینہ اور غیر مدینہ سے دس ہزار اور طلقاء دو ہزار تہی اسمین معلوم نہین وہ حضرات جنکی مناقب وفضائل کتب شیعہ سے بیان ہو چکی ہین داخل ہین یا خارج اور یہہ حضرات باوجود ان محامد کے مرتدین مین معدود ہین یا نہین باہمی تناقض وتہافت روایات کچہہ اسی موقع پر منحصر نہین ہے۔ مانحن فیہ یا ولی قارورۃ کسرت فی الاسلام صدہا روایات مین یہہ ہی کیفیت تعارض وتناقض کے ہی بحجتہ تقیہ کوئی مفر نہین دیکہاتی دلیل العجز۔ پس جبکہ تمام صحابہ معاذ اللہ بروایات معتبرہ قوم عاصی اور فاسق بلکہ مرتد ہوئی تو صفت احترازیہ ہو ہی نہین سکتی کیونکہ اوسوقت صفت احترازیہ ہو سکتی ہی کہ جب بعض کرام اور بعض غیر کرام ہون اور جب اہل سنت کے نزدیک سب کرام ہین تو حسب مذہب اہل سنت صفت احترازیہ نہین ہو سکتی اور شیعہ کے نزدیک سب غیر کرام ہین تو اونکی نزدیک ہی صفت احترازیہ نہین ہو سکتی تو اس سی ثابت ہوا کہ اہلسنت سبکو بہتر و برتر سمجہتی ہین اور بہلا کہتی ہین اور شیعہ سبکو برا سمجہتی ہین اور بد کہتی ہین پس حضرت مجیب کا حصر کے ساتہہ فرمانا کہ اونکو ہی برا جانتی ہین جس سی پایا جاتا ہی کہ بعض مراد ہین غلط ہوا باقی رہا کتب فریقین سے ثابت کرنا سو یہہ ایک خیال باطل ہی کیونکہ اہلسنت کے نزدیک دو قاعدہ کلیہ مسلم ہین اول یہہ کہ بعد انبیاء کی کوئی معصوم نہین دوم یہہ کہ وصف صحابیت کی ساتہہ جسمین ایمان بہی ماخوذ ہی کوئی معصیت مضرت نہین پوہنچاتی اور کرام ہونے سے نہین خارج کرتے جیسا کہ شیعہ متعہ نکاح مین فرماتے ہین کہ ایکدفعہ متعہ کرنیسے درجہ حسین رضی اللہ عنہ کا پاوے اور دو دفعہ کرنیسے درجہ حسن رضی اللہ عنہ کا اور تین دفعہ مین علی رضی اللہ عنہ کا اور چار دفعہ متعہ مین خود حضرت افضل النبیین والمرسلین کا درجہ اوڑا دے یا حب اہلبیت کے باب مین فرماتے کہ باوجود کفر کے بہی ذریعہ نجات وفلاح ہے تو جب وصف صحابہ کے ساتہہ کوئی معصیت دون الکفر مضر نہین تو اہلسنت کی کتابون سے غیر کرام ثابت ہونا محال ہوا غایت ما فی

الباب کوئی روایت دال بمعصیت ہوگے سو وہ کرام ہونے سے خارج نہین کرتے
تو یہہ بھی غلط ہوا کہ کتب فریقین سے ثابت کرتے ہین ان آپکی کتابون سے بیشک
صحابہ کا غیر کرام ہونا ہی نہین ثابت ہوتا بلکہ ائمہ اور انبیاء کا بھی غیر کرام ہونا ثابت
ہوتا ہے لیکن اسجگہ ہماری مجیب وہی اپنا قدیمی جواب دیتے ہین - کہ یہہ امر
لازم مذہب ہے مذہب نہین قولہ - اور اگر لفظ کرام صفت کاشفہ ہے اور یہہ مطلب ہیکہ
جمیع صحابہ کرام ہین تو البتہ یہہ محل نزاع ہے اقول حضرت مجیب کی مناظرہ دانی
اور اجتہاد اسجگہ قابل دیکھنے کے ہے کیون حضرت صفت کاشفہ کسکو کہتے ہین کیا
بسم اللہ الرحمن الرحیم مین بھی صفت کاشفہ ہے موصوف مین کونسا ابہام تہا جسکے کشف کی
ضرورت ہے اور اگر بالفرض ابہام ہو بھی تو وہ باعتبار متعلق کے ہے یہہ صفت کرام اس ابہام کو
رفع نہین کرسکتی بلکہ ایسی وہم کے رفع کے لیے متعلق کیطرف اضافت کرنا چاہیے مثلاً کہین کہ صحابہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم - یعنی ہم انکو بتائی دیتے ہین ایسی صفات کو صفات مادحہ کہتے ہین صفات
کاشفہ نہین کہتے یاد رکہیگا اور جب یہہ صفت مادحہ ہوئی تو بس محل نزاع بنیا دینکم یہہ ہی ہی
قولہ - کل صحابہ کا کرام ہونا کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور خود اقوال و افعال صحابہ بلکہ
خود صاحب تحفہ کی تحقیق سے جنکو آپ خاتم المحدثین فرماتے ہین ثابت نہین ہوتا بلکہ خلاف اسکی ثابت
ہوتا ہے - اقول بفضل اللہ تعالیٰ کل اصحاب کا کرام ہونا علاوہ کتاب اللہ کے خود آپکی روایات
و قواعد سے بھی ثابت ہوتا ہے یعنی مختصر گذارش ہے آیات (۱) حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ صاحب معالم الاصول کہتا ہے وما وضع لخطاب المشافہۃ نحو یا ایہا الذین آمنوا
ویا ایہا الناس لا یعم بصیغتہ من تاخر عن زمن الخطاب وانما یثبت لھم بدلیل آخر

ترجمہ: تم ہو بہتر امت جو نکالے گئے ہو واسطے لوگوں کے حکم کرتے ہو ساتھ اچھی طرح کے اور منع کرتے ہو
برائے سے اور ایمان لاتے ہو ساتھ اللہ کے - ۱۲ - جو لفظ خطاب مشافہہ کے لیے
موضوع ہے مثل یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین آمنوا کے رہ حاضرین سے پچھلی لوگونکو اپنی صیغہ کے اعتبار سے شامل نہین ہوتا
ہو لیکن انکی حکم صرف دوسری دلیل سے ثابت ہوتا ہے - ۱۲ -

وھو قول اصحابنا والکثر اھل الخلاف۔ تو اس قاعدہ کی روسی یہہ خطاب صحابہ مہاجرین اور انصار کے شان مین وارد ہی اور وہی خیر امت ہین اور مفسرین شیعہ نے بہی اس آیت کی تفسیر مین اصحاب ہی کو مراد رکہا ہے صاحب مجمع البیان لکہتا ہے واختلف فی المعنی بالخطاب فقیل ہم المہاجرون خاصۃ وقیل ھو خطاب للصحابۃ ولکنہ یعم سائر الامۃ ۲ لَیْسُوْا سَوَآءً مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّکْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ بِالْمُتَّقِیْنَ۔ اس آیت شریفہ مین حق تعالی نے اون اہل کتاب کی مدح فرمائی جو اپنی دین کو چہوڑکر اسلام مین داخل ہو گئی تہی اور اصحاب کے زمرہ مین شامل ہوئی تفسیر صافی مین اسکی تفسیر مین لکہا ہی لیسوا یعنی اھل الکتب سواء فی ذنبہم من اھل الکتب امۃ قائمۃ علی الحق وھم الذین اسلموا منھم ۳ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اِذْ ھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِیُّھُمَا وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ اس آیت شریفہ مین حق تعالی نے انصار کے دو قبیلون بنی سلمہ اور بنی حارثہ کی لیے کیسا کچہہ تمغہ خوشنودی عطا فرمایا اور اسی سے اونکی کسقدر فضیلت ثابت ہوئی مجمع البیان طبرسی مین ہے ھما بنو سلمۃ وبنو حارثۃ

ف۱ ہماری صحاب اور اکثر اہل خلاف کا یہہ ہی قول ہے۔ ف۲ اختلاف ہوا ہی کہ خطاب سی کون مخاطب مراد ہی بعضون نے کہا کہ حضرت مہاجرین مراد ہین اور بعضی کہتی ہین کہ خطاب جمیع صحابہ کو ہی۔ لیکن تمام امت کو شامل ہے۔ ف۳ نہین وہ برابر صاحب کتاب سے ایک جماعت ہی قائم پڑہتی ہین آیتین خدا کے اوقات رات مین اور وہ سجدہ کرتے ہین۔ ایمان لاتے ہین ساتہہ اللہ کے اور دن پچہلے کے اور حکم کرتے ہین ساتہہ بہلائی کے اور منع کرتے ہین برائی سی اور جلدی کرتے ہین بیچ بہلائیون کے اور یہہ لوگ صالحون سے ہین اور جو کچہہ کرین وہ بہلائی سے پس ہرگز نکیجا دیگی ناقدری اوسکی اور اللہ جاننی والا ہی پرہیزگارونکو۔ ۱۲ ف۴ اور جب صبحکو نکلا تو لوگون اپنی سے جگہہ دیتا تہا مسلمانون کو بیہنی کے واسطی لڑائی کے اور اللہ سننی والا جاننی والا ہی جب قصد کیا تہا دو فرقے نے تم مین سے یہہ کہ نامردی کرین اور اللہ دوستدار تہا اونکا اوپر اللہ کے پس چاہیئی کہ توکل کرین ایمان والے۔ ۱۲۔ ف۵ وہ دونو گروہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ انصار کے دو قبیلی ہین اور کہتی ہین کہ بنو سلمہ قبیلہ خزرج سے تہا۔ اور بنو حارثہ قبیلہ اوس سے اور یہہ لشکر کے دو بازو تہے۔ ۱۲۔

حیان من الانصار وقیل هما بنو سلمة من الخزرج وبنو حارثة من الاوس وکانا جناحی العسکر اسجگہ حضرت مفسر صافی ذمی کی دیانت ودین قابل تماشا ہی وہ طائفتان منکم کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ اس سے مراد عبد اللہ بن ابی مع منافقین اور اوسکی اصحاب ہین۔ اول تو اس سے لفظ طائفتان جو تثنیہ واقع ہی صریح انکار کرتا ہی۔ بعد اوسکی لفظ منکم اوسکی نفی ہی پھر باینہمہ حق تعالی فرماتا ہی اللہ اونکا ولی ہے تو اگر منافقین کے ساتھ خدا تعالے کی موالات تسلیم کیجی جائیگی تو بہت سی دلائل قطعیہ شیعہ کا استیصال ہو جائیگا۔ (۴)

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (۵) الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (۶) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ اس آیت شریفہ مین حق تعالی نے مہاجرین کے لیے تکفیر سیئات اور ادخال جنات اور ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا جسکا خلف محال ہی۔ اور تکفیر سیئات سے اسطرف اشارہ ہی کہ اونسی وقوع سیئہ کچھہ ممتنع نہین ہے اور نہ قادح اونکی فضیلت کو ہی (۷)

---

۵ تحقیق جو لوگ پیٹھہ موڑ گئی تم مین سے اوسدن کہ ملیں دو جماعتین سوا اسکے نہیں کہ ڈگا یا اونکو شیطان نے بعض اونچیزسے کہ کیا تھا اونھوں نے اور تحقیق معاف کیا اللہ نے اونسی تحقیق اللہ بخشنے والا تحمل والا ہی۔ ۱۲ ۶ جن لوگوں نے قبول کیا واسطی اللہ کے اور رسول کے پیچھی اسکی کہ پہونچی اونکو زخم واسطے اون لوگوں کے کہ نیکی کی جن اونمین سے اور پرہیزگاری کرتے ہیں ثواب بڑا۔ وہ لوگ کہ کہا اونکو لوگوں نے تحقیق آدمی تحقیق جمع ہوکر مین واسطی تمہاری پس ڈرو تم پس زیادہ کیا اونکو ایمان کہا اونھون نے کفایت ہی ہمکو اللہ اور اچھا کارساز ہی۔ ۷ پس قبول کیا واسطے اون کے رب اونکی نے یہہ کہ مین نہین ضائع کرون گا عمل کسی عمل کرنیوالیکا تم مین سے مرد سے یا عورت سے بعض تمہاری بعضونسی مین پس جن لوگون نے وطن چھوڑا اور نکالی گئی گھرون اپنی سے اور ایذا دی گئی بیچ راہ میری کے اور لڑے اور مارے گئے البتہ دور کرونگا میں اونسی برائیان انکی اور البتہ داخل کرونگا مین اونکو بہشتون مین چلتی ہیں نیچی اونکے سے نہرین ثواب ہی نزدیک خدا کے سے اور اللہ نزدیک اوسکی ہے اچھا ثواب۔ ۱۲

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ حق تعالے شانہ نے اس آیت شریفہ سے مہاجرین وانصار کے لیے فضیلت فی الایمان کی شہادت دی - اور ضمیر فصل کے توسط سے جو حصر کو مفید ہے اونکی کمال ایمان کو محقق فرمایا اور اونکے لیے مغفرت اور ثواب ضیع کا وعدہ فرمایا لیکن افسوس کہ حضرات شیعہ نے اونکے حق مین مغفرت عظیمہ کو لعنت فاحشہ سے اور ایمان کامل کو کفر شدید سے اور ثواب کریم کو عذاب عظیم سے بدل دیا - سبحانک ہذا بہتان عظیم - (۸) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اس آیت شریفہ مین حق تعالے نے مہاجرین وانصار کی جو کچھہ مدح فرمائی محتاج شرح نہین حضرات شیعہ اسکی تاویل بلکہ تحریف مین بجز اسکی اور کچھہ نہین کر سکتے کہ اسکو ابوذر و مقداد وغیرہ کے ساتھہ مخصوص فرمائین اور پہلے اونکی حالات معلوم ہو چکی ہین علاوہ ازین جمع معرف بلام الفاظ عموم سے ہین بالاتفاق - (۹) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ التَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۰) لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ

ل۱؎ اور جو لوگ کہ ایمان لائی اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا بیچ راہ اللہ کے اور جن لوگون نے جاگہہ دی اور مدد کی یہہ لوگ وہی ہین ایمان لانیوالی سچی انکے واسطے بخشش ہے اور روزی ہے باکرامت - ۱۲ ل۲؎ اور آگے بڑہ جانیوالی پہلے ہجرت کرنیوالون سے اور مدد دینی والون سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہین اونکے ساتھہ نیکی کے راضی ہوا اللہ اونسی اور راضی ہوی وہ اوس سے اور تیار کر رکھی واسطے اونکی بہشتین چلتی ہین نیچے اونکی نہرین ہمیشہ رہنی والے بیچ اوسکی ہمیشہ یہہ ہے مراد پانا بڑا ۱۲ ل۳؎ تحقیق اللہ مول لیا ہے مسلمانون سے جانین اور مال اونکی - بسبب اسکے کہ واسطے اونکی بہشت ہے کہ لڑتے ہین بیچ راہ اللہ کے پس مارتے ہین اور مارے جاتے ہین وعدہ ہے اوپر اوسکے سچا بیچ توریت کے اور انجیل کے اور قرآن مجید کے اور کون شخص پورا کرنیوالا ہے عہد اپنی کو اللہ سے پس خوش وقت ہو تم سوداگری اپنی کے سے جو سوداگری کی تمنی ساتھہ اوسکے اور یہہ وہی ہے مراد پانا بڑا - توبہ کرنیوالی ہین عبادت کرنیوالی ہین تعریف کرنیوالی ہین پھرنیوالی ہین سجدہ کرنیوالی ہین حکم کرنیوالی ہین ساتھہ بھلائی کے اور منع کرنیوالی ہین نامعقول سے اور نگاہ رکھنیوالی ہین حدون اللہ کیکو اور بشارت دی ایمان والون کو - ۱۲ ل۴؎ البتہ پھر آیا اللہ اوپر نبی کے اور وطن چھوڑ دینی والون کے اور مدد دینے والون کے - ۱۲

الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِن بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ
عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ
بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ
لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (١١) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ
اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يُبَشِّرُهُمْ
رَبُّهُم بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ
عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (١٢) لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (١٣) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ
مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى
الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ
مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ
وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (١٤) أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ
عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ

---

١١ جن لوگوں نے پیروی کی اوسکی بیچ وقت تنگی کے بعد اسکے کہ نزدیک تھا کہ کج ہو جاویں دل ایک جماعت کے اونمیں سے پھر آیا اوپر اونکے
تحقیق وہ ساتھ اونکے شفقت کرنیوالا مہربان ہے اور اوپر تین شخصوں کے جو کہ پیچھے چھوڑے گئے تھے یہاں تک کہ جب تنگ ہو گئی
اوپر اونکے زمین باوجود کشادگی کے اور تنگ ہو گئی اوپر اونکی جانیں اونکی اور جانا اونہوں نے کہ نہیں پناہ اللہ سے مگر طرف اوسکے
پھر پھر آیا اوپر اونکے تو کہ پھر آویں وہ تحقیق اللہ وہی ہے پھر آنیوالا مہربان ۱۲ ۔ ١٢ جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا بیچ
راہ اللہ کے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بڑے ہیں درجہ میں نزدیک اللہ کے اور یہ لوگ وہی ہیں مراد پانیوالے بشارت دیتا ہے
اونکو رب اونکا ساتھ مہربانی کے اپنی طرف سے اور رضامندی کے اور بہشتوں کے واسطے اونکے بیچ اونکے نعمت ہے ہمیشہ رہنیوالی رہیں گے بیچ اونکے ہمیشہ تحقیق
اللہ نزدیک اوسکے ہے ثواب بڑا ۔ ١٣ لیکن رسول اور جو لوگ کہ ایمان لائے ساتھ اوسکے جہاد کیا اونہوں نے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں
اپنی کے اور یہ لوگ واسطے اونکے بھلائی ہے اور یہ لوگ وہی ہیں فلاح پانیوالے تیار کر رکھی ہیں اللہ نے واسطے اونکے بہشتیں چلتی ہیں نیچے

ع ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد
يذكر فيها اسم الله كثيرا ولينصرن الله من ينصره ان الله لقوي عزيز الذين ان مكنا
هم في الارض اقاموا الصلوة واتوا الزكوة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنكر ولله
عاقبة الامور (١٥) ع وجاهدوا في الله حق جهاده هو اجتباكم وما جعل عليكم
في الدين من حرج ملة ابيكم ابراهيم هو سماكم المسلمين من قبل وفي هذا ليكون
الرسول شهيدا عليكم وتكونوا شهداء على الناس فاقيموا الصلوة واتوا الزكوة
واعتصموا بالله هو مولاكم فنعم المولى ونعم النصير (١٦) ع هو الذي انزل
السكينة في قلوب المؤمنين ليزدادوا ايمانا مع ايمانهم ولله جنود السموت والارض
وكان الله عليما حكيما ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنت تجري من تحتها الانهر خلدين
فيها ويكفر عنهم سياتهم وكان ذلك عند الله فوزا عظيما (١٧) ع قل للمخلفين من
الاعراب ستدعون الى قوم اولي باس شديد تقاتلونهم او يسلمون فان تطيعوا
يؤتكم الله اجرا حسنا وان تتولوا كما توليتم من قبل يعذبكم عذابا اليما ليس على
الاعمى حرج ولا على الاعرج حرج ولا على المريض حرج ومن يطع الله ورسوله يدخله
جنت تجري من تحتها الانهر ومن يتول يعذبه عذابا اليما (١٨) ع لقد رضي الله

ع اور اگر نہوتا دور کرنا اللہ کا لوگون کو بعضی اونکو بعضی سے البتہ ڈہائی جاتے خلوتخانہ درویشون کی اور عبادتخانہ نصارا
کی اور عبادتخانہ یہود کے اور مسجدین کہ نام لیا جاتا ہے بیچ اونکی نام اللہ کا بہت اور البتہ مدد دیگا اللہ اوسکو کہ مدد دیتا ہے
اوسکو تحقیق اللہ البتہ زورآور ہے غالب ہے وہ لوگ کہ اگر قدرت دین ہم اونکو بیچ زمین کے تو قائم رکہین نماز کو اور دین
زکوة کو اور حکم کرین ساتہ بہلائی کے اور منع کرین نامعقول سے اور واسطے اللہ کی ہے انجام سب کامون کا ۱۲ ع اور محنت کرو بیچ راہ
اللہ کے حق محنت اوسکے اوسینے برگزیدہ کیا تمکو اور نہین کے اوپر تمہارے بیچ دین کے کچہہ تنگی دین باپ تمہارے ابراہیم کا
اوسنے نام رکہا ہے تمہارا مسلمان پہلے سے اور بیچ اس کتاب کے یہی نام رکہا گیا مسلمان تو کہ ہو پیغمبر گواہ اوپر تمہارے اور ہو تم گواہ اوپر
لوگون کے پس قائم رکہو نماز کو اور دو زکوة کو اور محکم پکڑو ساتہ اللہ کے وہی ہے دوست تمہارا پس بہت اچہا دوست ہے
اور اچہا مددگار ہے ۱۲ ع وہی ہے جسنے اوتاری تسکین بیچ دلون ایمان والونکی تو کہ بڑہ جاوین ایمان مین ساتہ ایمان
اپنی کے اور واسطے اللہ کے ہین لشکر آسمانونکے اور زمین کا اور ہے اللہ جاننے والا حکمت والا تو کہ داخل کرے ایمان والونکو
اور ایمان والیون کو بہشتون بیچ چلتی مین نیچے اونکی سے نہرین ہمیشہ رہنے والے بیچ اوسکی اور دور کرے اونسے برائیان اونکی
اور ہے یہہ نزدیک اللہ کے مراد پانا بڑا ۱۲ ع کہہ واسطے پیچہے چہوڑے گیون کے گنوارون سے شتاب بلائے جاوگے طرف
ایک قوم سخت لڑائی والے کی لڑوگے تم اونسے یا مسلمان ہوجاوینگے پس اگر مانوگے تم دیویگا تمکو اللہ تعالی ثواب اچہا
اور اگر پہر جاوگے تم جیسا پہر گئے تہے پہلے سے عذاب کریگا تمکو عذاب درد دینے والا نہین اوپر اندہے کے تنگی اور نہ اوپر لنگڑے کی
تنگی اور نہین اوپر بیمار کے تنگی اور جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسول اوسکے کی داخل کریگا اوسکو بہشتون مین
چلتی ہین نیچے اونکی سے نہرین اور جو کوئی پہر جاویگا عذاب کریگا اوسکو عذاب درد دینے والا ۱۲ ع البتہ تحقیق راضی ہوا اللہ

عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ
وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (١٩)
إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى
رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (٢٠) مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ
بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ
أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ
فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (٢١) لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ
مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا
وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (٢٢) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ

ع مسلمانون سی جس وقت بیعت کرتے تہی تجہسی نیچے درخت کیکر کے پس جانا جو کچھ بیچ دلون اونکی تہا پس اوتاری
تسکین اوپر اونکی اور ثواب دیا اونکو فتح نزدیک اور لوٹین بہت کہ لیوین گے اوسکو اور ہی الله غالب حکمت والا ۱۲
ع جس وقت کیا اون لوگون نے کہ کافر ہوتی بیچ دلون اپنے کے کد کید جاہلیت کے پس اوتاری الله نے تسکین
اوپر رسول اپنے کے اور اوپر ایمان والون کے اور لازم کردی اونکو بات پرہیزگاری کے اور تہی وہ بہت حقدار
ساتہہ اوسکی اور لائق اوسکی اور ہی الله ساتہہ ہر چیز کے جاننی والا ۱۲ ع محمد رسول الله کا ہے اور جو لوگ
کہ ساتہہ اوسکی ہین سخت ہین اوپر کفار کے رحم دل ہین درمیان اپنی دیکہتا ہی تو اونکو رکوع کرنیوالی سجدہ کرنیوالے
چاہتی ہین فضل خدا کا اور رضامندی اوسکی نشانی اونکی بیچ موہون اونکی کے اثر سجدہ کیسی ہیہ ہی
صفت اونکی بیچ توریت کے اور صفت اونکی بیچ انجیل کے جیسی کہیتی نکالی سوئی اپنی پس قوی کریے اوسکو
پس موٹی ہو جاوی پس کہڑی ہو جاوی اوپر جڑ اپنی کے خوش لگتی ہی کہیتی کرنیوالون کو تو کہ غصہ مین
لاوی الله سبب اون مسلمانون کے کافرونکو وعدہ کیا ہی الله نے اون لوگونکو کہ ایمان لائی اور کام کیئی اچھی ان مین سے
بخشش اور ثواب بڑا ۱۲ ع نہین برابر تم مین سے وہ شخص کہ جسنی خرچ کیا تہا پہلی فتح مکی سے اور لڑائی کے تہی یہہ لوگ
بڑی ہین درجون مین ان لوگون سی کہ خرچ کیا انہون نے پیچہی اوس کے اور لڑائی کے اور ہر ایک کو وعدہ دیا الله نے اچہا
ساتہہ اوسکے کہ کرتے ہو تم خبردار ہے ۱۲ ع نہ پاویگا تو کسی قوم کو کہ ایمان لاتی ہون ساتہہ الله کے اور دن پچہلی کے
دوستی کیا کریں اوس شخص سی کہ مقابلہ کرتا ہی الله کا اور رسول اوسکا اگرچہ ہوویں باپ اونکی یا بیٹی اونکی یا بہائی اونکی یا کنبا اونکا یہہ لوگ لکہہ دیا بیچ دلون کے ایمان اور قوت

تجری من تحتها الانھر خٰلدین فیھا رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ اولٰئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون (۲۳) للفقراء المھٰجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا و ینصرون اللہ و رسولہ اولٰئک ھم الصٰدقون (۲۴) والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا و یؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ و من یوق شح نفسہ فاولٰئک ھم المفلحون - علیٰ ہذا القیاس اور بہت آیات ہین جو عموماً وخصوصاً صحابہ کرام کی مدح مین وارد ہوئین اور جن سی صحابہ کبار مہاجرین و انصار کی فضائل و مناقب ثابت ہوتی ہین منصف لبیب کے واسطی تو ایک آیت ہی کافی ہی - اور نا انصافی کے سامنی تمام قرآن بھی مفید نہین اسلیے ہمنی ہر جگہ چند آیات کی مختصر بیان پر اکتفا کرکے بعض آیات کو بخوف تطویل بلا تقریر استدلال ذکر کردیا اب مختصراً اپنی اون روایات کو سن لیجیے جن سے صحابہ کا کرام ہونا کالشمس فی رابعۃ النہار ثابت ہوتا ہی (ا) سید دلدار علی لکھنوی نے اساس الاصول مین صفحہ ۷۲ پر اور بحار مجلسی کی جلد اول مین صفحہ ۲۷۵ پر لکھی ہے ہم الفاظ اساس کے لکھتے ہین - منھا ما اوردہ الصدوق فی کتاب معانی الاخبار عن ابن الولید عن الصفار عن الخشاب عن ابن کلوب عن اسحاق بن عمار عن الصادق عن ابائہ و محمد بن الحسن الصفار فی بصائر الدرجات والشیخ الطبرسی فی کتاب الاحتجاج عن الصادق از رسول اللہ قال ما وجدتم فی کتاب اللہ عز و جل

سلہ وہی ہی اونکو ستہ دوح کے اپنے طرف سے اور داخل کریگا اونکو بہشتون مین چلتی ہین نیچے اونکی نہرین ہمیشہ رہنی والے بیچ اوسکی راضی ہوا اللہ اون سے اور راضی ہوئی وہ اوس سے یہہ لوگ ہین گروہ خدا کے خبردار ہو تحقیق گروہ اللہ کے وہ ہین فلاح پانیوالے -۱۲ سلہ یہہ مال واسطی فقیرون وطن چھوڑنیوالون کے جو نکالے گئے گھرون اپنی سے اور مالون اپنی سے چاہتی ہین فضل خدا کے سے اور رضا مندی اور مدد دیتی ہین خدا کو اور رسول اوسکی کو یہہ لوگ وہ ہین سچے ۱۲ سلہ اور واسطی اون لوگون کے کہ جگہہ پکڑی ہی گھر ہجرت کے مین یعنی مدینہ مین اور ایمان مین پہلے اونسی دوست رکھتی ہین اونکو جو وطن چھوڑ کر آتی ہین طرف اونکی اور نہین پاتے بیچ دلون اپنے کے خلش اوس چیز سے کہ دی جاوے مہاجرین اور اختیار کرتے ہین اوپر جانون اپنے کے اور اگرچہ ہو اونکو تنگی اور جو کوئی بچ جاوے بخیلی جان اپنی کی سے - پس یہہ لوگ وہ ہین - فلاح پانے والے ۱۲ - سلہ امام جعفر صادق رض سے مروی ہی فرمایا جو کچھہ کتاب اللہ مین پاؤ -۱۲

فالعمل به لازم ولا عذر لکم فی ترکه وما لم تکن فی کتاب الله عزوجل وکان فی سنة منی فلا عذر لکم فی ترك سنتی وما لم یکن فی سنتی فما قال اصحابی فقولوا انما مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایها اخذ اهتدی وبای اقاویل الصحابة اخذتم اهتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمة - قیل یارسول الله من اصحابك قال اهلبیتی - یہہ سوال وجواب جو خاتمہ روایت میں ہے سراسر حضرت صدوق کی گھڑت ہے کیونکہ لفظ اصحاب کوئی پہیلی چیستان نہیں تہا جسکو حل کی ضرورت ہو یہہ بیان خلاف خود اسکو مبطل ہے علاوہ جامع الاستفسار کی روایت اس منصوبہ کو صریح باطل کرتی ہے - (۲) حدثنا الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیهقی قال حدثنا محمد بن یحیی الصولی قال حدثنا محمد بن موسیٰ بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیه السلام عن قول النبی اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم وعن قوله دعوا لی اصحابی فقال هذا صحیح - عن آیات بینات - از جامع الاخبار (۳) انا کالشمس وعلی کالقمر واصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم - عن آیات بینات (۴) اللهم واصحاب محمد خاصة الذین احسنوا الصحابة والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصره - صحیفہ کاملہ (۵) امام حسن عسکری کی تفسیر میں ہے - ان رجلا ممن یبغض آل محمد واصحابه او واحدا منهم یعذبه الله عذابا لو قسم علی مثل ما خلق الله لاهلکهم اجمعین عن آیات بینات (۶) امام کی تفسیر میں ہے - فقال یا موسی اما علمت ان فضل صحابة محمد علی صحابة جمیع المرسلین کفضل آل محمد علی آل جمیع النبیین - عن آیات بینات (۷) جامع الاخبار میں ہے

قال النبی من سبنی فاقتلوہ ومن سب اصحابی فاجلدوہ[۱] (۸) جلد اول بحار مجلسی کے صفحہ ۵۸۲ پر مذکور ہے علی[۲] عن ابیہ عن ابن ابی نجران عن ابن حمید عن ابن حازم قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ما بالی اسئلک عن المسئلۃ فتجیبنی بالجواب ثم یجیئک غیری فتجیبہ بجواب اٰخر فقال انا نجیب الناس علی الزیادہ والنقصان قال قلت فاخبرنی عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ صدقوا علی محمد ام کذبوا قال بل صدقوا قلت فما بالہم اختلفوا فقال اما تعلم ان الرجل کان یاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فیسالہ عن المسئلۃ فیجیبہ فیہا بالجواب ثم یجیبہ بعد ذلک بما ینسخ ذلک الجواب فنسخت الاحادیث بعضہا بعضًا امام کے اس ارشاد سے صاف ثابت ہی کہ صحابہ روایات حدیث میں سچے اور عدول اور ثقہ ہین ۔

(۹) وقال[۳] علیہ السلام فی مدح الانصار واللہ ربوا الاسلام کما یربی الفلو مع غنائہم بایدیہم السباط والسنتہم السلاط والفلو المہر والسباط السماح ویقال للماہر فی الطعن انہ سبط الیدین ای انہ لقیف فیہ والسلاط الحداد والفصیحۃ ۔ شرح نہج البلاغۃ ابن میثم ۔

(۱۰) منہا[۴] فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم من کرامۃ اللہ لکم منزلۃ تکرم بہا اماؤکم وتوصل بہا جیرانکم ویعظمکم من لا فضل لکم علیہ ولا ید لکم عندہ ویہابکم من لا یخاف لکم سطوۃ ولا لکم علیہ امرۃ وقد ترون عہود اللہ منقوضۃ فلا تغضبون

---

[۱] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجکو برا کہی اوسکو قتل کرو اور جو میری اصحاب کو برا کہی اور سب کری اوسکی کوڑی مارو ۔ ۱۲ [۲] ابن حازم سے مروی ہی کہتا ہی مینی امام ابو عبد اللہ کی خدمت مین عرض کیا میرا کیا حال ہی مین آپسی کوئی مسئلہ پوچھتا ہون آپ مجکو کچھہ جواب دیتے ہین پہر وہی مسئلہ دوسرا شخص اگر پوچھتا ہی تو آپ اوسکو کچھہ اور جواب دیتے ہین فرمایا ہم لوگون کو کم زبیش جواب دیتی ہین ۔ کہتا ہی مینی عرض کیا یہہ تو مجکو بتلا ہی کہ اصحاب رسول اللہ نے (احادیث رسول اللہ مین) سچ بولا ہی یا جھوٹ بولا ہی آپ نے فرمایا نہین بلکہ سچ بولا ہی مینی پوچھا تو پہر باہمی اختلاف کی کیا وجہ ہی فرمایا تو نہین جانتا کہ حضرت کی خدمت مین ایک شخص حاضر ہوکر کوئی مسئلہ پوچھتا تہا اور آپ اوسکو جواب دیتی تہی پہر بعد اوسکی اوسکا ناسخ جواب مین فرما دیتی تہی تو بعض احادیث بعض کی ناسخ ہین ۔ ۱۲ [۳] جناب امیر نے انصار کی مدح مین فرمایا خدا کی قسم انہون نے باوجود اپنی تکلیف وحاجت کی اسلام کو پرورش کیا جیسا بچھیرے کو پرورش کرتے ہین ۔ اونکی ہاتون مین سخاوت ہے اور زبانون مین طلاقت وفصاحت ۔ ۱۲ [۴] اپنے اصحاب کو خطاب کرکے فرمایا ۔ تم اللہ کی بزرگی سے جو تمکو حاصل ہوئی ایسی مرتبہ پر پہنچ گئی ہو جس سے تمہاری چھوکریونکی تکریم ہوتی ہے اور تمہاری پڑوسیون کے ساتھہ پیوند جوڑتی ہین اور وہ لوگ جن پر تمکو کچھہ فوقیت نہین ہی اور تمہارا کچھہ احسان نہین ہی تمہاری تعظیم کرتے ہین ۔ اور جو لوگ نہ تمہاری غلبہ سے ڈرتی ہین اور نہ تمہارے اونپر حکومت ہے وہ تمہاری ہیبت مانتی ہین دیکہہ رہی ہو کہ خدا تعالے کے عہود توڑے جاتے ہین اور تمکو کچھہ غصہ نہین آتا ۔ ۱۲ ۔

وانتم لقصص ذمم امائكم تانفون وكانت امور الله عليكم ترد وعنكم تصدر واليكم
ترجع فمكنتم الظلمة من منزلتكم والقيتم اليهم ازمتكم واسلمتم امور الله في ايديهم
تعملون بالشبهات وتسيرون في الشهوات وايم الله لو فرقوكم تحت كل كوكب لجمعكم
الله لشر يوم لهم اقول كرامة الله لهم بالاسلام وقوله وكانت امور الله الى قوله ترجع
اى انكم كنتم اهل الاسلام والحل والعقد فيه لانهم المهاجرون والانصار والظلمة
البغاة وامور الله التى اسلمت فى ايديهم احوال العباد والبلاد - شرح نهج البلاغة ابراهيم

(۱۱) [۴۳] ومن كلام له عليه السلام للخوارج فان ابيتم الا ان تزعموا انى اخطأت
وضللت فلم تضللون عامة امة محمد صلى الله عليه وآله بضلالى الخ - نهج البلاغة

(۱۲) [۴۳] ومن كتاب له عليه السلام الى معوية انه بايعنى القوم الذين بايعوا ابابكر
وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد وانما الشورى
للمهاجرين والانصار فان اجتمعوا على رجل وسموه اماما كان ذلك لله رضى فان خرج
من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الى ما خرج منه فان ابى قاتلوه على اتباعه غير
سبيل المومنين وولاه الله ما تولى ويصله جهنم وساءت مصيرا - نهج البلاغة

[۴۲] حالانکہ تم ہی ایسے لوگ ہو جن کی عہد شکنی سے ننگ ہوتا ہے۔ اور اللہ کے کام تمہارے ہی اوپر وارد ہوتے تھے اور تم ہی سے صادر ہوتے تھے اور تمہاری طرف ہی واپس جاتے تھے پس تم نے ظالموں کو اپنی رتبہ میں متمکن کردیا اور اپنی مہاریں انکے حوالہ کردیں اور اللہ کے کام انکے ہاتھوں میں سونپ دیئے کہ شبہات کے ساتھ عمل کرتے ہیں اور اپنی نفسانی خواہشوں میں چلتے ہیں خدا کی قسم اگر وہ تمکو ہر ستارہ کے نیچے بھی متفرق کردیں گے تو خدا تمکو انکے کسی برے دن کے لیے جمع کریگا۔ شارح کہتا ہے کہ اللہ کی کرامت انکی یعنی اسلام ہے۔ اور قول کانت امور سے لیکر ترجع تک سے یہ مراد ہے کہ تم اہل اسلام ہو اور اسلام میں اہل حل و عقد ہو یعنی مہمات اسلام کا ہونا یا نہ ہونا تمہاری ہی رائے پر منحصر ہے کیونکہ تم مہاجرین و انصار ہو اور ظالموں سے مراد باغی ہیں اور اللہ کے امور جو انکے ہاتھوں میں سپرد ہیں وہ بندوں اور شہروں کے احوال ہیں۔ ۱۲ [۴۳] آپکی کلام جو بمقابلہ خوارج ہے اگر تم یہی خیال کرو کہ میں خطا کار اور گمراہ ہوں اور مجھکو گمراہی کی طرف نسبت کرتے ہو تو میری گمراہی کے سبب سے تمام امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں گمراہ بناتے ہو۔ اگر میں گمراہ ہوں تو لازم آتا ہے کہ اہل حل و عقد امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے مجھکو خلیفہ بنایا ہے سب گمراہ ہوں [illegible]

(۱۳) ماكنت الا رجلا من المهاجرين اوردت كما اوردوا واصدرت كما اصدروا وماكان الله ليجمعهم على الضلال ولا يضربهم بالعمى — شرح نهج البلاغة (۱۴) ان هذا الامر لم يكن نصره ولا خذلانه بكثرة ولا بقلة وهو دين الله الذي اظهره وجنده الذي اعزه وامده حتى بلغ ما بلغ وطلع من حيث طلع ونحن على موعود من الله نهج البلاغة (۱۵) ومن كلام له عليه السلام في معنى الانصار قالوا لما انتهت الى امير المؤمنين ع انباء السقيفة بعد وفات رسول الله ص قال ما قالت الانصار قالوا قالت منا امير ومنكم امير قال عليه السلام فهلا احتججتم بان رسول الله وصى ان يحسن الى محسنهم ويتجاوز عن مسيئهم — نهج البلاغة (۱۶) ومن كلام له عليه السلام وقد شاوره عمر ابن الخطاب في الخروج الى غزوة الروم وقد توكل الله لاهل هذا الدين باعزاز الحوزة وستر العورة والذي نصرهم وهم قليل لا ينتصرون ومنعهم وهم قليل لا يمتنعون حي لا يموت انك متى تسر الى هذا العدو بنفسك فتلقهم فتنكب لا يكن للمسلمين كانفة دون اقصى بلادهم وليس بعدك مرجع يرجعون اليه فابعث اليهم رجلا مجربا واحفز معه اهل البلاء والنصيحة فان اظهر الله فذاك ما تحب وان تكن الاخرى كنت ردءا للناس ومثابة للمسلمين — على هذا القياس اگر تتبع تام دیکھا جاوے تو بہت روایات فضائل صحابہ اور انکے ایمان کی ثبت برآمد ہونگی لیکن اگر کوئی نظر انصاف سے دیکھے تو ایک ہی کافی ہے اب الحاصل یہی ہے کہ اسیطرح مختصر بطور تکملہ چند روایات

---

[۱] میں صرف ایک شخص مہاجرین میں سے تھا جسطرح وہ وارد ہوئے میں بھی وارد ہوا اور جسطرح وہ لوٹے میں بھی لوٹا اور ہرگز خدا انکو گمراہی پر اکٹھا نہ کریگا اور اون کو حق سے اندھی ہونے میں مبتلا نہ کریگا ۱۲ [۲] اس دین کی نصرت اور اسکی ذلت کچھ قلت و کثرت تعداد پر نہیں ہے (کیونکہ) یہ وہ خدا کا دین ہے جسکو غالب کیا اور اللہ کا لشکر ہے جسکو عزت دی اور جسکی تائید کی یہانتک کہ جس مرتبہ پر پہنچنا تھا پہنچ گیا اور جسجگہ سے نکلنا تھا نکل آیا اور ہم اللہ کے وعدہ پر ہیں ۱۲ [۳] انصار کے باب میں آپنے یہہ کلام فرمایا — بعد وفات حضرت کے جب اصحاب سقیفہ جناب امیر رضہ کی پاس پہنچی تو آپنے پوچھا کہ انصار نے کیا کہا اور ہونے عرض کیا کہ انہوں نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے ہو تو جناب امیر نے فرمایا تم نے یہہ دلیل کیوں نہ پیش کی کہ حضرت رسول نے وصیت فرمائی ہے کہ انصار کے نیکوکاروں کے ساتھ سلوک کیا جاوے اور گنہگاروں سے درگذر کیجاوے ۱۲ [۴] آپ کی تقریر جبکہ حضرت عمر رضہ نے غزوہ روم میں خود جانے کا قصد کیا — اللہ ... اور ان کی عزت اور پردہ پوشی کا ضامن ہے ... جس نے انکی تائید کی ... رفت ... کے لائق نہ تھے ... جب تم خود ... کیطرف کوچ کروگے ... کوئی پناہ کی جگہ ... اگر خدا تعالی نے غلبہ دیا تو یہہ تو چاہتا ہے اور اگر دوسرا امر پیش آیا تو لوگوں کے پشت پناہ اور مسلمانوں کے واسطے ملجا و ماوا ہے ۱۲

من فضائل شیخین رضی اللہ عنہما کی بھی بیان کی جاتی ہیں اگرچہ روایات سابقہ کے ضمن میں ابوبکر کی فضائل بلکہ
بالاولیت والاولویت ثابت ہو چکی ہیں (۱۷) علامہ شیخ کمال الدین ابن میثم بحرانی نے نہج البلاغہ کی
شرح کبیر میں ذیل شرح خط فاروق مناقب میں جناب امیر کے خط کا ایک حصہ نقل کیا ہے جسکو آپکی شریف رضی نے
بمقتضائے مذہب روایت حذف فرمایا اسکو ہم اصل شرح سے نقل کرتے ہیں ۔ ؎ وذکرت ان اللہ تعالی اجتبی له
من المسلمین اعوانا ایدهم به فکانوا فی منازلهم عنده علی قدر فضائلهم فی الاسلام
وکان افضلهم فی الاسلام کما زعمت وانصحهم لله ولرسوله الخلیفة الصدیق وخلیفة الخلیفة
الفاروق ولعمری ان مکانهما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بهما فی الاسلام لجرح شدید
یرحمهما الله وجزاهما باحسن ما عملا (۱۸) عن ابی عبد الله فی حقهما هما امامان عادلان
قاسطان کانا علی الحق وماتا علیه فعلیهما رحمة الله یوم القیمة ۔ کاشف و ایات (۱۹)
از کتاب معانی الاخبار ۔ ؎ عن الحسن بن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله ان ابابکر منی بمنزلة السمع و
ان عمر منی بمنزلة البصر وان عثمان منی بمنزلة الفواد ۔ ایات (۲۰) از کشف الغمہ ۔ انه سئل
الامام عن حلیة السیف هل یجوز فقال نعم قد حلی ابوبکر الصدیق سیفه بالفضة فقال الراوی
اتقول هکذا فوثب الامام عن مکانه فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل له الصدیق
فلا صدق الله قوله فی الدنیا والآخرة ۔ ایات وغیرہ (۲۱) اساس الاصول کے صفحہ ۱۳ پر سید دلدار
علی نے نقل کیا ہے ۔ ؎ العاشر منها هو الیمانی الاحتجاج ان المامون بعد ما زوج ابنته ام الفضل

سلہ اور تونے ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے نبی کے لیے مسلمانوں سے مددگار چنے جن سے پیغمبر کی تائید کی اور وہ پیغمبر کے نزدیک اپنی اسلامی مرتبوں
کی فضیلتوں کے اندازہ کی موافق اپنے مرتبوں میں تھے اور سب سے افضل اسلام میں جیسا کہ تونے گمان کیا اور اللہ اور رسول کا خیرخواہ خلیفہ
صدیق تھا اور دوسرا خلیفہ فاروق تھا اور میری جان کی قسم بیشک انکا مرتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور انکی مصائب اسلام میں
سخت زخم ہیں اللہ تعالی ان دونوں پر رحمت کرے اور انکو نیک کاموں کا اجر دیوے ۔ سلہ امام ابو عبد اللہ حضرت ابوبکر و عمر کی بابت
فرماتے ہیں وہ دونوں امام عادل انصاف کرنے والے حق پر تھے اور حق پر مرے قیامت کے دن ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو ۔ سلہ امام حسن کہتے ہیں رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ ابوبکر مجھ سے بمنزلہ کان کے ہے اور عمر بمنزلہ آنکھ کے ہے اور عثمان بمنزلہ دل کے ہے ۔ سلہ کسی شخص نے امام سے پوچھا کہ تلوار کو زیور کرنا جائز ہے
آپ نے فرمایا ہاں جائز ہے (کیونکہ) ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو چاندی کا زیور پہنایا راوی نے عرض کیا کیا آپ بھی ایسا کہتے ہیں (ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں) یہ سنکر امام
اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور فرمایا ہاں صدیق ہاں صدیق ہاں صدیق اور جو شخص انکو صدیق نہ کہے خدا تعالی انکی بات کو دنیا و آخرت میں
سچا نہ سمجھے ۔ سلہ احتجاج طبرسی میں ہے ۔ کہ مامون رشید بعد اسکے کہ اپنی بیٹی ام الفضل کا نکاح —

ان ابا جعفر كان في مجلس وعنده ابو جعفر ويحيى بن اكثم وجماعة كثيرة فقال له يحيى بن اكثم ما تقول يا ابن رسول الله
في الخبر الذي روي انه نزل جبرئيل على رسول الله ص وقال يا محمد ان الله عز وجل يقرئك السلام ويقول لك
سل ابا بكر هل هو راض عني فاني عنه راض فقال ابو جعفر ع لست بمنكر فضل ابي بكر ولكن يجب على صاحب الخبر
ان ياخذ مثال الخبر الذي قال رسول الله ص في حجة الوداع قد كثرت علي الكذابة وستكثر فمن كذب علي متعمدا
فليتبوء مقعده من النار فاذا اتاكم الحديث فاعرضوه على كتاب الله وسنتي فما وافق كتاب الله وسنتي
فخذوا به وما خالف كتاب الله وسنتي فلا تاخذوا به وليس يوافق هذا الخبر كتاب الله قال الله تعالى ولقد
خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس به نفسه ونحن اقرب اليه من حبل الوريد فالله سبحانه خفي عليه رضا
ابي بكر من سخطه حتى سال عن مكنون سره هذا مستحيل في العقول - انتهى - اس روایت سے صاف ثابت ہے
کہ امام معصوم نے فرمایا کہ میں ابوبکر رض کی فضیلت کا منکر نہیں لیکن صرف روایت کی صحت میں عقل
اور رائے سے کلام کیا حالانکہ محض واہیات اور خرافات حضرات شیعہ امام معصوم کی طرف نسبت کرتے ہیں کیونکہ
سوال کرنا ہرگز عدم علم کو مقتضی نہیں - قرآن میں مذکور ہے خدا تعالے نے حضرت موسی سے سوال کیا
وما تلك بيمينك يا موسى [2] اگر سوال عدم علم کو مقتضی ہے تو کیا خدا تعالے نہیں جانتا تھا کہ موسی کے
ہاتھ میں کیا ہے - اور اگر سوال سے سوائے تحصیل علم کے جو پیشتر سے حاصل نہیں تھا کوئی دوسری
غرض بھی ممکن ہے تو پھر اس روایت میں کونسا استحالہ قائم ہے کہ اسمیں سوال بجز عدم علم کے اور کسی
محمل پر محمول نہ کیا گیا - بلکہ اگر حضرات قرآن میں تتبع فرمائیں تو معلوم کریں کہ بعض افعال خدا تعالے

ف۱ امام ابوجعفر کے ساتھ کہ جنکا ایک مجلس میں تھا اور امام ابوجعفر اور یحیی بن اکثم اور ایک بڑی جماعت اہل علم بیٹھی ہوئی تھی یحیی بن اکثم نے امام سے پوچھا اے رسول اللہ کے فرزند آپ اس حدیث کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں جو مروی ہے کہ جبرئیل رسول اللہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا محمد اللہ تعالی آپکو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے ابوبکر سے پوچھ کیا وہ مجھسے راضی ہے میں تو اوس سے راضی ہوں - امام ابوجعفر نے فرمایا کہ میں ابوبکر کی بزرگی اور فضیلت کا منکر نہیں ہوں لیکن اس حدیث والے پر لازم ہے کہ اوس حدیث کی مثال کو تسلیم کرے جو حضرت ص نے حجة الوداع میں فرمائی ہے کہ مجھپر جھوٹ کی بندش بہت ہوگئی ہے اور بہت ہوگی جو شخص عمداً مجھپر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ ٹھہرالے جب تمہارے پاس کوئی حدیث آوے اوسکو کتاب اللہ پر اور میری سنت پر پیش کرو جو کتاب وسنت کے موافق ہو اوسکو قبول کرو اور جو کتاب وسنت کے مخالف ہو اوسکو قبول نکرو اور یہ خبر کتاب اللہ کے موافق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے ہمنے انسان کو پیدا کیا اور ہم جانتے ہیں اوسکے دل کے وسوسہ کو اور ہم اوسکی شہ رگ سے بھی اوسکی نزدیک ہیں تو کیا ابوبکر کی رضامندی اور نارضامندی خدا پر پوشیدہ تھی جو پوشیدہ بھید کو اوس سے پوچھا - یہ امر عقول کے نزدیک محال ہے - ۱۲ -

ف۲ اور کیا ہے تیرے ہاتھ میں اے موسی ۱۲ -

نا سلیٔ حادث کیون کہ ان سے بعض امور معلوم فرمادی حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۔ پہر فرماتا ہے أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۔ اور نیز ارشاد فرماتا ہے أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ان آیات کو ملاحظہ فرماییے اور سوچیے کیا خدا تعالیٰ کو پہلے یہہ باتین معلوم نہین کیا یہہ آیتین اور نیز سابق آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ کی مخالف نہین ہین پس یا تو ان آیات مین علم کے حاصل کرنے سے اور سوا کرنے سے کچہہ اور غرض ہے یعنی اگر کچہہ اور مرادہی تو پہر حدیث کو امام کا باطل فرمانا غلط ہوا یا ان آیات کو بہی غلط اور محرف فرماییے خدا کیلیے ذرا تو انصاف کی آنکہین کہولکر دیکہیے کیا حدیث کی مخالفت کتاب اللہ کے ساتہہ یون ہی ثابت کیجاتی ہے کیا حدیث کی تضعیف اسیطرح ہوتی ہے کیا کسی امر کو پوچہنا بجز علم کے حاصل کرنے کے اور کسی غرض سے نہین ہوتا افسوس کہ ایسی خرافات خود گہڑتے ہین اور جناب ائمہ کیطرف نسبت کرتے ہین سبحانک ہذا بہتان عظیم تو اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ یہہ حدیث بالکل مطابق کتاب اللہ ہے جسمین ہیچ بہی تفاوت نہین۔ (۲۲) لله در فلان لقد قوم الاود وداوی العمد الخ قال الشارح المراد منه ابوبکر او عمر (۲۳) از کشف الغمہ ان جعفر الصادق قال ولدنی ابوبکر الصدیق مرتین۔ ذوالفقار ولایات۔ منصف لبیب اگر ان آیات و اقوال ائمہ کو دیکہے تو ممکن نہین کہ صحابہ کرام کی بزرگی کا اعتراف نکرے پس جبکہ آیات کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ اور اقوال ائمہ سے اصحاب کا کرام ہونا ثابت و متحقق ہوگیا تو اگر بفرض محال اقوال و افعال صحابہ با صاحب تحفہ کی تحقیق سے نہ ثابت ہو

ا؎ اور یہہ دن بار کے بارے سے پہیرتے ہم انکو درمیان لوگون کے اور تو کہ ظاہر کرے اللہ ان لوگون کو کہ ایمان لائے ہین اور تو کہ پکڑے تم مین سے گواہ۔ ۲؎ کیا گمان کیا تمنے یہہ کہ داخل ہو بہشت مین اور ابہی نہ ظاہر کیا اللہ نے ان لوگون کو کہ جہاد کرتے ہین تم مین سے اور ابہی نہ ظاہر کیا صبر کرنے والون کو۔ ۳؎ کیا گمان کرتے ہو تم یہہ کہ چہوڑے جاؤ گے اور ابہی نہ ظاہر کیا اللہ نے ان لوگونکو جو جہاد کرتے ہین تم مین سے اور نہین پکڑتے سوا اللہ کے اور رسول اسکے کے اور مؤمنون کے دوست۔ ۴؎ اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہمنے آدمی کو اور جانتے ہین ہم جو کچہہ خطرہ کرتا ہے ساتہہ اسکے دل اوسکا۔ ۵؎ حاشیہ کو علوم کرنا چاہیے۔ ۶؎ امام جعفر صادق نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق نے مجکو دو بار جنا۔ امام جعفر صادق کی ماں ابوبکر صدیق کیطرف دو سلسلون سے منسوب ہین جب پر امام نے فخر دیا اور انکو صدیق کہا۔ ۱۲

تو کچھ حرج نہین اور فی الحقیقت یہہ محض آپکا خیال اور زعم ہی ہی ورنہ محال ہی کہ اہلسنت کی تحقیق خلاف کتاب ثابت ہوجائے **قولہ** چنانچہ اس باب مین مختصر گذارش ہی کتاب اللہ مین اگرچہ بہت سی آیات اسپر دال ہین مگر صرف ایک ہی آیت لکھتا ہون سورۂ جمعہ کے آخر کو ملاحظہ فرمایئے واذا راوا تجارۃ[۱] او لھوًا انفضوا الیہا وترکوک قائما۔ صحیح بخاری مین کتاب الجمعہ باب اذا نفر الناس عن الامام مین جابر بن عبد اللہ کہتے ہین بینما نحن نصلی[۲] مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبلت عیر تحمل طعامًا فالتفتوا الیہا حتی ما بقی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا اثنا عشر رجلا فنزلت ھذہ الآیۃ واذا راوا تجارۃ الخ اب انصاف فرمایئے کہ نماز واجب سی جسکو احادیث مین معراج مومن ارشاد فرمایا ہے اور رب الارباب کا مناجات کا مقام ہی اور وہ بھی رسول اللہ کی پشت اطہر کے پیچھے سی انفضاض کرنا اور آنحضرت کو کھڑا چھوڑنا اور لہو تجارت مین مشغول ہونا یہہ ہی کرامت کی نشانی ہی کوئی شخص اگر نماز جماعت کو ایک ادنی امام کے پیچھے سے قطع کرکے چلا جائے تو آپ اوسکی حق مین کیا حکم فرمادین ایک ادنے مومن نماز مستحب کو قطع کرکے خرید و فروخت مین مشغول نہین ہوسکتا اور اگر ایسا کرے تو لوم و ملامت سی نہ بچے۔ **اقول** اگرچہ اس شبہ کا جواب اقوال سابقہ سے واضح ہی لیکن ہم اسجگہ بھی بلباس دیگر باضافہ بعض فوائد اسکی رد کیطرف متوجہ ہوتے ہین مبنی اس اعتراض کا وہ ہی ایک اپنا خیالی قاعدہ ہی جو خلاف اپنی روایات مذہب کے حضرت مجیب نے تسلیم کر رکھا ہے وہ یہہ کہ معصیت مکرمت کو رفع کردیتی ہی اور ہم کہتے ہین کہ جب خداوند تعالی نے اونکی کفارۂ سئیات اور دخول جنات کا وعدہ فرمایا ہے تو کوئی سیئہ و معصیت دون الکفر مضر نہین ہی اور مکرمت صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تریاق سموم معاصی ہی پس یہہ اعتراض اپنی کمال مناظرہ دانی سے خلاف اصول اہلسنت اپنی قاعدۂ مسلمہ کی بنا کیا ہی پس اس مناظرہ دانی کو آفرین ہے کہ آپ ہی ایک قاعدہ تراش لیا اور خیالی طور پر اوسکو مسلمۂ خصم سمجھکر اوسی بنا پر اعتراض کردیا چچا کیہ

---

[۱] اور جب تجارت یا کھیل دیکھتے ہین تو تجھکو کھڑا چھوڑکر اوسکی طرف چلی جاتے ہین [۲] ہم حضرت کے ساتھہ نماز مین تھی کہ ایک قافلہ غلہ لیکر آیا سب اوسطرف متوجہ ہوگئی۔ اور بارہ آدمیون کے سوا حضرت کے ساتھہ کوئی باقی نہ رہا تو یہہ آیت نازل ہوئی۔ واذا راوا تجارۃ الخ ۔۔ ۱۲۔

وہ تو عند مسئلہ باعتبار اپنی مذہب کے بھی غلط ہو چنانچہ پہلے بیان ہو چکا - پس انصاف کا تتمہ
ہو چکا - اب مین ارباب انصاف کیخدمت مین حضرت مجیب کے دعوی اجتہاد و تحقیق حق کا دوسرا ثبوت پیش
کرتا ہون بغور ملاحظہ فرماوین - ہمارے مجیب لبیب نے حدیث بخاری کو اور قصہ انفضاض کو نماز جمعہ پر محمول
فرمایا ہے اور فرمایا کہ نماز قطع کر کے صحابہ چلے گئے جو باتفاق اہلسنت و شیعہ غلط اور خلاف واقع ہے نماز قطع کر کے
ہرگز صحابہ نہین گئے تمام مفسرین و محدثین کا اتفاق ہے کہ یہہ واقعہ خطبہ کیحالت مین پیش آیا چنانچہ مسلم کی
روایت مین صریح مذکور ہے تو پہلی نحن نصلی کے معنی نحن ننتظر الصلوۃ کے ہین یہہ ہی روایت جابر بن
عبد اللہ کی جو بخاری کے کتاب التفسیر مین وارد ہے اوسمین یہہ لفظ نہین ہے اوسکی الفاظ اس طرح ہین -
[1] عن جابر بن عبد اللہ قال اقبلت عیر یوم الجمعۃ ونحن مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فثار
الناس الا اثنا عشر رجلا فانزل اللہ واذا راوا تجارۃ الخ - تو اس سے پایا گیا کہ یہہ قصہ حالت صلوۃ کا
نہین لیکن بمقتضاء کمال بعض صحابہ کی حضرت نے بطور اجتہاد اسکو حالت صلوۃ پر محمول فرما لیا اگر
اہلسنت کی کتابونکو نہین دیکھا تو اپنی کتابون کو تو ضرور دیکھ[2] کر حق الیقین کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے تو اب سنو
سنیے آپکے رسالہ اثبات صدق سے جو میری سامنے موجود ہے کہ شد و بیان ہوا فمن ذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ کان یخطب
علی المنبر فی یوم الجمعۃ اذ جاءت عیر لقریش قد اقبلت من الشام ومعہا من یضرب بالدف
ویصفر ویستعمل ما قد حظرہ الاسلام فترکوا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ علی المنبر وانفضوا عنہ
الی اللھو واللعب رغبۃ فیہ وزھدا فی سماع موعظۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وما یتلی علیہم من القرآن
فانزل اللہ عز وجل فیہم واذا راوا تجارۃ الخ آپکی حضرت صدوق صاحب کی شہادت سے بھی ثابت ہوا
کہ یہہ قصہ نماز مین واقع نہین ہوا پس اب بھی متحقق ہوا کہ آپکا اجتہاد غلط ہے اور یہی تفسیر مجمع البیان
جو اسوقت میری سامنے رکھی ہے اوسمین بھی یہہ روایت موجود ہے - و روی عن ابی[3] عبد اللہ انہ قال

---

[1] جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہا ہے جمعہ کے دن ایک قافلہ آیا اور ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے پس سوا بارہ آدمیوں کے سب لوگ اوسکی طرف دوڑ گئے تو آیت واذا راوا تجارۃ الخ نازل ہوئی - [2] منجملہ اوسکی یہہ ہے کہ جمعہ کے دن حضرت منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے قریش کا ایک قافلہ شام سے آیا اوسکی ساتھ میں کچھہ لوگ دف بجاتے تھے کچھہ سیٹی بجاتے تھے اور منہیات شرعیہ استعمال کرتے تھے تو حضرت کو منبر پر چھوڑ کر وعظ و نصیحت سے منہہ موڑ کر لہو و لعب کی طرف چلے گئے - اوسپر خدا تعالے نے یہہ آیت نازل فرمائی - ۱۲ [3] امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے اونہوں نے فرمایا - ۱۲

انفضوا الیہا وترکوک قائما تخطب علی المنبر علاوہ ازین دوسری قاعدہ کی رو سی بہی یہہ خلاف
قاعدہ مناظرہ اعتراض کیا ہی اوریہ محض قواعد شیعہ پر اس اعتراض کی بنا ہی شرح اس اجمال کے یہہ ہی
کہ حسن و قبح اشیا عند الشیعہ عقلی ہی اور عند الاشاعرہ شرعی - تو نماز مین سی یا خطبہ مین سے
چلا جانا عقلا عند الشیعہ قبیح ہی خواہ نہی شرعی وارد ہو یا نہو اور اشاعرہ کی نزدیک جب تک نہی وارد نہو
اوسپر اطلاق قبیح کا نہین ہو سکتا اور اوسوقت تک اس فعل کے نہی وارد ہونا ثابت نہین تو اوسلیئے
صحابہ نے کوئی امر قبیح او منہی عنہ نہین کیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کی حالت مین جو
حالت تعلیم ہی ممانعت نہین فرمائی تو اس سے اس فعل کے غیر منہی عنہ ہونیکی زیادہ تقویت ہو گئی ورنہ
ممکن تہا کہ جب لوگون نے اوٹہنی کا قصد کیا تہا یا اوٹہی تہی آپ ممانعت فرمادیتی تو اسکو
اس زمانہ کی اونی مومن پر قیاس کرنا غلط ہے اور مع الفارق کیونکہ اسوقت بسبب ورود نہی کے
قبیح ہو چکا ہی اور اوس وقت مین بوجہ عدم ورود نہی کے قبیح نہ تہا ومن ادعی فعلیہ البیان ہذا
اگر بالفرض والتسلیم نہی وارد ہو چکی تہی اور شرعا یہہ فعل قبیح ہی تہا اسکی عموم مین وہ صحاب بہی تو
داخل ہین جنکو مجیب لبیب نے برخلاف شہادت قوم کرام سمجہہ رکہا ہی علی الخصوص عموم روایت صدق
نے تو کسیکو بہی باقی نہین چہوڑا پس اس اعتراض کا جو جواب اپنی صحابہ کرام کیطرف سی عطا فرما دین گے
وہ ہی تمام صحابہ کیطرف سی قبول فرمادین اور حسب روایت اہلسنت بارہ شخص مستثنی ہین جو
عشرہ مبشرہ اور بلال اور ابن مسعود رض ہین لیکن شیعہ کی روایت سی کوئی بہی مستثنی نہین ائمہ رض
سی لیکر صحابہ تک سب ہی داخل ہین پس فرمایئی وہ کرام کون ہین جو باقی رہی اور جنکو آپ
کرام سمجہتی ہین اور لوم و ملامت سی بچی ہوئی ہین اجی میر صاحب بفضل اللہ تعالے اہلسنت
کی لوم و ملامت سی تو تمام بزرگان دین بچی ہوئی ہین لیکن حضرات شیعہ کے لوم و ملامت سی
بچنا محال ہے کہ اس سے انبیا اور ائمہ اور صحابہ مین سی کوئی نہ بچا - ہان یہہ بات باقی رہ گئی
کہ آپ نے نماز کو معراج المومنین اور محل مناجات پروردگار ذکر فرمایا اور اوس سے چلی جانے کو

سلہ اوسکی طرف چلے گئے اور تجکو منبر پر کہڑے ہوئی اور خطبہ پڑہتی ہوئی چہوڑ گئے ۱۲

مستحق لوم وملامت قرار دیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپنے اسکی حدیث کو ملاحظہ نہیں کیا۔ الحسین بن سعید عن فضالۃ عن معاویۃ بن عمار قال سألت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یعبث بذکرہ فی الصلوۃ المکتوبۃ فقال لا بأس به ۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہی نماز معراج المومن ہے جسمیں ذکر سے کھیلیں یہی ہے کا نام محل مناجات ہے اور اسکی قطع کرنے سے لوم وملامت سے نہیں بچتا۔ سبحان اللہ اگر وہ نماز یہہ ہی ہو تو ایسی نماز کو سلام ہے ہماری عقل میں تو وہ محل مناجات ومعراج ہو اور قطع نظر اسکی وہ ایسا فعل ہو جاوے کہ اسمیں ذکر سے کھیلنا بھی مباح ہو

قولہ احادیث پس بخاری کی کتاب حوض اور کتاب فتن اور کتاب احکام ملاحظہ فرماوے بہت سی احادیث میری قول کے مصدق پائیگا بخوف طوالت عرض نہیں کرتا **اقول** اسکی تو حضرت مجیب نے کمال ہی تجر ظاہر فرمایا کہ کتاب پر کتاب گنتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن چونکہ اجمالی طور پر بیان کیا ہے اسلیے جواب بہ پیرایہ اجمال گذارش ہوتا ہے کہ عنوان اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو صحابیت کے معنی سے اغماض ہے شاید لغوی معنی پر اعتراض کا دار ومدار رکھا ہے وہ صحیح ہے جبکہ اہلسنت کے نزدیک صحابیت کے لیئے خاتمہ تک بقاء ایمان شرط ہے تو ممکن نہیں کہ بخاری کی کتب مذکورہ کے احادیث معنیہ آپکی قول کے مصدق ہوں اور بفرض محال اگر تسلیم کر لیا جاوے تو جو جواب آپنے اپنی عقلین کی طرف سے تجویز کر رکھا ہے وہی جواب سب کیطرف سے قبول فرما دیں۔ **قولہ** اقوال صحابہ بخاری کے کتاب الاحکام دیکھیے اسمیں اجماع کی کیفیت معلوم ہوگی یا ورایک مسئلہ متعلقہ کتاب اللہ بھی دیکھیے گا۔ **اقول** میں بخاری اور دیگر کتاب الاحکام دیکھ چکا۔ اجماع کیفیت معلوم ہے مسائل متعلقہ کتاب اللہ بحولہ وقوتہ معلوم کر چکا ہوں لیکن ان باتوں سے مدعا سامی حاصل شدنی نہیں ہے اور موقع استدلال احتجاج میں یہہ گول مول تقریریں قابل بحث والتفات نہیں ہاں اس قدر کہنا ضرور ہے کہ کتاب اللہ فضائل ومناقب صحابہ سے مملو اقوال ائمہ اور انکی مناقب بیحد بیشمار ہیں چنانچہ ایک شمہ انکا اقوال سابقہ میں

ترجمہ۔ میں نے امام ابو عبد اللہ سے پوچھا کوئی شخص نماز میں اپنے ذکر سے کھیلتا ہے کہا کچھ حرج نہیں ۱۲
مصائب نواصب ص ۱۲ —

ظاہر کر چکا ہوں جو اونے تتبع سے حاصل ہوا تہا **قولہ** اور حضرت خلیفہ ثانی نے جو سعد بن
عبادہ رئیس انصار کے حق مین فرمایا ہی۔ فقلت قتل اللہ سعد بن عبادہ بھی ملاحظہ اقدس مین گذریگا
اور قتل اللہ کے معنی آپ جانتے ہی ہونگے **اقول** یہہ کلمہ بندہ نے دیکہا اور قتل اللہ کی معنی بہی معلوم ہین
لیکن جناب کا اس سے کیونکر مدعا ثابت ہوا حضرت کی نزدیک تو جبکہ سعد بن عبادہ اپنی امامت کا مدعی
ہوا اور امام برحق کے امامت کا منکر ہوا تو کافر ہو چکا معاذ اللہ پہر جسقدر تحقیر کیجایے اور جسقدر اہانت کیجایے
بجا ہی خود ہی کیونکہ بوجہ کفر کے کوئی احترام باقی نہین رہا اور اہلسنت دون الکفر کسی معصیت کو بلحاظ
کرامت صحابیت باعث انحطاط نہین سمجہتے تو ایسی اقوال کو اوسکی مقابلہ مین پیش کرنا محض ایک خیال
خام ہی۔ معہذا اس جملہ سے یا مراد اخبار ہی یا انشا اگر اخبار مراد ہی تو کچہہ قابل گرفت نہین کیونکہ اخبار
صحیح مطابق نفس الامر ہی باین معنی کہ خداوند تعالے نے اوسکو ہلاک کردیا کہ اوسکا مدعا جو خلافت تہی حاصل
نہوا۔ اور اگر انشا ہی تو چونکہ سعد بن عبادہ سے اوسوقت نصرت حق ترک ہوئی اور ایسی خطا سرزد ہوئی
تہی جس سے اسلام مین وقوع فتنہ کا اندیشہ تہا اسلیے خلیفہ ثانی نے اونکو بددعا دی اس مین کچہہ الزام خلیفہ دوم
کی طرف ہی نہ سعد بن عبادہ کیطرف صرف باعث اسکا عناد و بغض صحابہ ہی کہ جس سے محاسن بھی قبائح
نظر آتی ہین۔ **شعر** وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ۔۔ ولکن عین السخط تبدی المساویا
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جو کلمات حضرت امیر کی حق مین فرمائی اور بطادی ابہی سابق مین گذر
ہوئی اونکا اور ان کلمات کا اپنی عقل و انصاف کے میزان مین موازنہ کر لیجیے اور پہر اعتراض کیجیے **قولہ**
آپ تحفہ کے باب مطاعن کو ملاحظہ فرمایئے اور مطاعن عمر مین سے طعن دوم نکالیے مین مفید مطلب فقرات
لکہتا ہون آپ اصل کتاب کو دیکہہ کر مطابق کر لیجیے آپکی خاتم المحدثین فرماتے ہین واگر مراد ایشان از قصد
تخویف وتہدید زبانی ست وگفتن اینکہ من خواہم سوخت پس وجہش آنست کہ این تخویف وتہدید
کسانی را بود کہ در خانہ حضرت رضی سیدالسجاد وپناہ برجماعت خیانت دانستہ و حکم حرم مکہ معظمہ دادہ در آنجا مجتمع میشدند
و فتنہ و فساد منظور میداشتند ودر بہم زدن خلافت خلیفہ اول بیہ کنگاش نہا دمشورہا فساد انگیز قصد میکردند و حضرت
زہرا ہم ازین نشست و برخاست آنہا مکدر وناخوش بود لیکن بسبب کمال حسن خلق بآنہا بے پردہ نمی فرمود

کہ در خانہ من نیامدہ باشید عمر بن الخطاب چو دید کہ حال برین منوال ست آن جماعت را تہدید نمود کہ من خانہ را بر شما خواہم سوخت تخصیص سوختن درین تہدید مبنی بر استنباط دقیق ست از حدیث پیغمبر کہ آنحضرت نیز در حق کسانیکہ در جماعت حاضر نمیشدند و یا امام اقتدا نمیکردند ہمین قسم ارشاد فرمودہ بود کہ این جماعت اگر از ترک جماعت باز نخواہند آمد من خانہا بر ایشان خواہم سوخت و چون ابوبکر نیز امام منصوب کردہ پیغمبر بود در نماز و آنہا ترک اقتدا آن امام برحق بخاطر خود می اندیشیدند و فاقت جماعت مسلمین درین باب نمیکردند مستحق ہمان تہدید پیغمبر گشتند پس این قول عمر مشابہ است بفعل پیغمبر کہ چون روز فتح با یحضور او عرض نمودند کہ ابن خطل کہ یکی از شعر الکفار بود و بارہا بہ ہجو پیغمبر در اشعار خود پرداختی خود را پناہ کردہ پناہ بخانہ خدا یعنی کعبہ معظمہ بردہ و در پردہا ئی آنخانہ بجلی آشیانہ خود را پنہان ساختہ در باب او چہ حکم است فرمود کہ او را ہم بکشید و پاس نکنید ہرگاہ این قسم مردودان جناب الٰہی را در خانہ خدا پناہ نباشد در خانہ حضرت زہرا چرا پناہ باید داد حضرت زہرا چرا از سر آدادن اشرار فساد پیشہ مکدر گردد کہ تخلقوا باخلاق اللہ شیوہ آن پاک جبینت بود انتہی بقدر الحاجۃ۔ اگرچہ اس عبارت کے ہر ہر لفظ پر بحث ہو سکتی اور تشیید المطاعن مین ہر قول بحجج ساطعہ رد کیا گیا ہے مگر اس مقام مین حضرت مجیب کی خدمت مین صرف اسقدر عرض ہے کہ اگر کل صحابہ کرام تھے اور کتاب اللہ انکی فضائل سے بہری اور اقوال عترت انکی مدائح مین بیشمار وارد مین جیسا کہ قول آتیہ مین آپ فرمائینگے تو یہ لوگ صاحب خیانت اور اشرار فساد پیشہ وہ جو این قسم مردودان جناب الٰہی جو خانہ حضرت زہرا مین جمع ہوتے تھے کون تھے صحابہ ہی مین سے تھے یا یہود و نصارا و مشرک وغیرہ تھے۔ **اقول** اسجگہ بھی مجیب لبیب نے حسب عادت قدیمہ وہی اعتراض بابت مثالب صحابہ رضی اللہ عنہم ذکر فرمایا جسکا جواب بجائے سابقہ مکرر دیا جاچکا ہے لیکن چونکہ بہ نسبت اجمال و عمومیت کے تفصیل و تعددیت کا جدا رنگ ہے اور شائقین کو از زیادتی فواید بہین سیلئے اسجگہ بھی جواب کیطرف متوجہ ہوتے ہین لیکن بطور مقدمہ چند امور ملحوظ خاطر سامی رہیں (۱) سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی شخص معصوم نہین۔ (۲) کوئی معصیت دون الکفر فضل صحبت کو رفع نہین کرتے۔ (۳) ہنگام

مصلحت کلی مثلاً جبکہ امور مہمہ مین اختلال کا اندیشہ ہو تو اوس فضل کا لحاظ نہین کیا جاتا (۴) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور امام برحق تہے (۵) مشابہت ایک شی کے دوسری شی کی ساتھہ کسی خاص فعل مین اسکو مقتضی نہین کہ مشبہ اور مشبہ بہ جمیع امورمین مشارک اور مساوی ہوجاوین اگرچہ یہہ مقدمات سابقہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت و متحقق ہین لیکن اسجگہ بحسب سلیمہ اہلسنت نے کر دیئے گئے ہین پس واضح ہو کہ اولاً جبکہ آپ مدعی ثبوت طعن کے ہین تو حسب قاعدہ مناظرہ آپکو لازم ہے کہ آپ یہہ ثابت فرماوین کہ یہہ لوگ صرف صحابہ ہی تہی سوائی صحابہ کی اور کوئی شخص اس فتنہ مین نہ تہا جب تک آپ یہہ ثابت نکرینگی آپکا دعوی ثابت نہوگا کیونکہ مانع کو پہونچتا ہی کہ وہ اس انحصار کو تسلیم کرے اور کہی کہ لانسلم کہ یہہ کل صحابہ ہی تہی بلکہ ممکن ہے کہ بعض منافقین اکا عبد اللہ بن سبا فتنہ انگیز بہی اسمین شامل ہون کہ جنکو نسبت دین اسلام کی ذرہ بہی برہمی کا خیال ہر گوز خاطر رہتا تہا - اور جب اونکا شمول محتمل ہوا تو ہم کہین گے کہ یہہ طعن صرف اونہین منافقین کیطرف متوجہ ہی جو باعث اشتعال فساد تہے اگرچہ روایت ازالۃ الخفا سے وجود حضرت امیر رضی اللہ عنہ و جمعی از بنی ہاشم معلوم ہوتا ہے لیکن یہہ عبارت نفی غیر پر قطعاً دلالت نہین کرتی - اور چونکہ یہہ بزرگ بسبب اسکی کہ ان سے مشورت خلافت صدیقی نہین کیا گیا تہا اور ناخوشی اسکی مستولی تہی تو یہہ اتفاق ہین متامل تہے منافقین نے موقع وقت پاکر اوسکو زیادہ مشتعل کیا تو چونکہ اصل بنا اس اجماع کی وہی ناخوشی اصحاب تہی اور منافقین باہم مو شگافی دوانی کرکے صرف باعث زیادتی اشتعال ہوئی اور اس قسم کا اجتماع ایسی بزرگونسی زیادہ تعجب انگیز تہا - تو ایسی روایت مین صرف ان ہی حضرات کے نام پر اکتفا کی گئی اور منافقین کا ذکر نہین کیا گیا کہ اونکا شریک ہونا ایسی امور مین بدیہی ہی کہ قدیم سے اسلام و اہل اسلام کے ساتھہ اونکا یہی وتیرہ رہا ہے - ثانیاً اگر سیاق عبارت مین توجہ سے بنظر تامل دیکہا جاوی تو معلوم ہوتا ہی کہ لفظ صاحب خیانت اور کلمہ مردودان جناب الہی ہرگز بحق صحابہ رضی اللہ عنہم راجع نہین ہی کیونکہ اس عبارت مین (پس وجہش آنست کہ این تخویف و تہدید کسانی را بود کہ خانہ زہرا رضی اللہ عنہا را ملجاء و پناہ سر صاحب خیانت دانستند) لفظ دانستند صیغہ ماضی ہے

اور اسکی ضمیر راجع بسوئی کسان ہی تو اگر صاحب خیانت سے مراد صحابہ رضہ ہون تو لازم آتا ہی کردہ
خود ہی اپنے آپکو صاحب خیانت جاننے والے ہون اور یہہ بھی البطلان ہی بلکہ حاصل معنی یہہ ہی
کہ ان صحابہ نے جو مجتمع ہوئی تھے حضرت زہرا رضہ کے خانہ برکات آشیانہ کی نسبت یہہ خیال کیا
کہ جو شخص خیانت کرکے اسمین مستجیر ہو تو یہہ بوجہ عظمت و احترام و جوار حضرت سیدۃ نساء اہل الجنۃ
کے ملجا و ماسن ہوگا اور ہمنی تو بزعم خود کوئی خیانت نہین کی ہی۔ اور اسیطرح کلمہ مردودان جناب
الٰہی صحابہ پر ہرگز نہین اطلاق کیا گیا بلکہ ابن خطل اور اوسکی امثال جنپر اطلاق کیا گیا ہی جنکو خانۂ خدا
حرم محترم کعبہ مین پناہ نہین ملی جملہ درخانہ خدا پناہ نباشد جو متصل مذکور ہی وہ اسکی دلیل ہی اور قرینہ بھی
تو تقدیر عبارت اسطرح ہے در ہر گاہ این قسم مردودان جناب الٰہی را کہ از ہجو پیغمبر ہدی خود سیاہ
کردہ جان چنین کردہ در خانہ خدا پناہ نباشد آنہا را کہ از اطاعت امام حق انحراف ورزیدند
دشورہا بہیچ فتنہ و فساد میکردند بخانہ زہرا چرا پناہ باید داد۔ تو اس سے صاف واضح ہی کہ اطلاق لفظ مردودان
جناب الٰہی کا صرف ابن خطل اور اوس قسم کے لوگون پر ہی کیونکہ جب دو صنفین جدا جدا ہین اور حکم بھی
ہر ایک کا علیحدہ ہی کہ ایک صنف کے لئے عدم پناہیت کعبہ کے ہے اور دوسری کے لئے عدم
پناہیت خانہ زہرا کی ہے تو کیا ضرورت ہی کہ ایک کو دوسری پر محمول کرکے وہ کلمات جو ایک
کے حق مین اطلاق کئے گئے اوسمین دوسری کو بھی شامل کیا جاوے کیونکہ تشابہ فی البعض جمیع امور
مین مشابہت کو مقتضی نہین۔ غرضکہ جب اہلسنت کی نزدیک صحابہ معصوم نہین اور صدور معصیت
جائز ہے تو اس معصیت کے نسبت طعن بطور استبعاد کرنا یا کسی امر اہم کے انتظام و اصلاح کے لئے
کوئی امر کیا گیا ہو اوسکی نسبت تشنیع کرنا محض عدم تدبر اصول کی وجہ سے ہی کیا معلوم نہین
کہ حضرت امیر رضہ کے زمانہ کے واقعات تو بدرجہا اس سے بڑھکر ہین باوجود اسکی اہلسنت نہ انکو
مطعون کرتے ہین نہ اونکو ملامت کرتے ہین بلکہ کہتی ہین کہ حضرت امیر رضہ نے جو کچھ اپنے زمانہ
خلافت مین انتقاما کیا حق کیا مخالفین خطا پر تہی لیکن معذور حق تعالے اونکی خطائین
حسب عہدہ بخشیگا۔ علے الخصوص ایسی امور مین کہ جسکی نظیر اور مقیس علیہ موجود ہو اور شارع

کی طرف سے ادسمین او سے قسم کی تہدید کی کہی ہو طعن کرنا بالکل خلاف عقل و نقل ہے معہذا
با اینہمہ حضرات شیعہ بھی تو جن صحابہ کو کرام اعتقاد کرتے ہین اونکو مرتدین اور خائنین اور مثال
ذلک عبارات سے تعبیر فرماتے ہین بلکہ بعض ائمہ معصوم تک بہی خیانت کا الزام لگاتے ہین
پہر جو کچہہ اسکا جواب تجویز کر رکہا ہے وہ ہی ہماری طرف سے سمجہہ لین۔ **قولہ** تعجب
وحیرت کا مقام ہے کہ اگر بیچاری شیعہ بعض اشخاص کے شاکی ہین جنہون نے موقع و فرصت پاکر
وتدابیر ملکی کرکے حکومت و ریاست حاصل کر لی اور تجہیز و تکفین و تدفین رسولؐ کیطرف بہی متوجہ
نہوئی اور بعد مین اہلبیت کو بجائی تسلی و تشفی اور تعزیت گہر جلانی کی دہمکی دی اور اسی طرح طرح کے
ظلم و ستم کیے یا در کل جور و جفا کے جو بعد مین عترت اطہار پر واقع ہوئی بانی ہوئی کچہہ بے ادبی
کرین تو رافضی و کافر و بیدین ہون اور اگر خود اہل بیت ہی ان خلفاء متغلبہ کی مخالفت کرین
تو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد ان کلمات کے جو آپکی خاتم المحدثین تحریر فرماتے ہین مستحق ہون
کیا انصاف و دینداری ہے ہماری مقابلہ مین صحابہ افضل امت ہون اور اگر اس خلافت
کو برہم کرنے کی تدبیرین کرین جسپر بجز اجماع صحابہ بزعم اہل سنت کوئی دلیل عقلی نقلی عرفی
نہین اور اس اجماع کا ہی بڑا ناز ہے تو مردودان جناب الہی شعر اکفار و منافقین ناکثین
جماعت کے مشابہ ہون۔ **اقول** اس عبارت مین بلکہ آخر قول تک حضرت مجیب نے
جہلا کر جو کچہہ زبان درازی کی ہے اور انصاف کی آنکہونکو بغض و حسد کی میل سے کور کرکے
جو کچہہ ناشائستہ گفتگو فرمائی ہے ہم اوسکی ترکی بترکی جواب مین حسب الزام اپنے زبان آلودہ
کرنا نہین چاہتے بلکہ اوسکی جواب سے اعراض و اغماض کرکے اصلی جواب کیطرف عنان
توجہ پہیرتے ہین۔ تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ مجیب لبیب با اینہمہ ادعائی انصاف ودانش
اون بیچارہ شیعہ کے رافضی اور کافر و بیدین ہونے مین متردد ہون جنہون نے انبیاء
علیہم السلام کو کافر و ابلیس سے بدرجہا و بدرجہ چند کہا ائمہ کو خائن اور تارک واجب بنایا اصحاب
مقبولین کو مرتد اور مغضوب من اللہ اور جہنمی قرار دیا۔ اہلبیت و عترت طاہرہ کی دوستی کے

حاشیہ: [illegible]

پردہ مین انکی امانت و دیانت وتدین کے وہ وہ مضمون تراشے کہ ابلیس ودجال کو بوجہ خجالت وشرمندگی مین غوطہ زن کر دیا۔ اور ذات پاک خداوندی پر تو وہ وہ بندشین باندہین کہ ایک مٹی کا پتلا بنا کر بٹھلا دیا۔ جو حضرات کہ عقل چاہے وہی کام لی تو اگر اسی کا نام دلالت الہیت ہے تو یہہ دلالت شیعیان پاک ہی کو مبارک رہی کیا انصاف و دینداری ہے کہ ہماری مقابلہ مین تو انبیاء و ائمہ معصومین اور طاہرین ہون اور صحابہ کرام کہلادین اور جب اپنی اغراض فاسدہ متعلق ہون یا بدون لحاظ تقابل ان کی شیون بیان ہون تو معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد جیسا آپکی صدوق وغیرہ فرماتے ہین انبیاء کا فرد حاسد ہون اور ائمہ خائن اور تارک واجب اور بعین علی الظلم و انسلال ہون اور اصحاب کرام مرتدین مغضوب علیہم شریر اور باوجود ان باتونکی اہلسنت پر زبان درازیان۔ روایات ان مضامین کے گذشتہ ابحاث کی مطاوی مین کسیقدر مذکور ہو چکی ہین اور کچہہ آیندہ ابحاث مین اپنی اپنی موقع پر بیان ہونگی۔ بعد اسکی اس قول مین چند وجہ سے کلام ہے۔ (۱) معلوم نہین تخصیص بالمخصص اور ترجیح بلا مرجح کی کیا وجہ ہے بعض اشخاص کو ہے کیون ذکر فرمایا جب حسب تصریح شہید ثالث سواے حضرت مقداد سب کے سب مرتد ہو چکی تہے اور رہی یہی مقداد بہی مولین اور منقفین کے عموم مین شامل ہو گئی تو بتا ہی کون باقی رہا جو بیچاری شیعہ کے سہام لعن وملامت سے بچا ہو پہر یہہ تبعیض کہانسی لیتی ہین اور اس کاغذ کی کشتی کو کہانتک بہائینگے۔ (۲) موقع و فرصت پاکر اور تدابیر ملکی کر کے اونہون نے حکومت و ریاست حاصل نہین کی بلکہ یہہ محض وعدہ و تقاضا خداوندی ہے جو اپنی وقت پر ظاہر ہوا۔ خداوند تعالے نے صحابہ کے واسطے استخلاف حقہ اور تمکین دین مرضیہ کا وعدہ اپنی اوس کلام مجید مین جسکی شان برخلاف مزعوم امامیہ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ فرمایا اور فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ الخ تو یہہ وہی موعود خداوندی ہے جو بلا تدبیر و مکر و شورہ کے محض مشیت الہی ارادہ حقانی پردہ غیب سے منصہ ظہور پر جلوہ گر ہوا جسکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وللہ سے تعبیر کرتے ہین اور عجیب لیبب داد انکی اہل تحذیر بسا اوقات معرض اعتراض مین بے سمجھے پیش کیا کرتے ہین

چونکہ یہہ وعدہ لامحالہ واقع ہونیوالا تہا اور اسکا مصداق بجز اسکی اور کوئی نہین تہا تو کمند طمع طامعین اوسکی حصول سے کوتاہ اور حسد حاسدین کا اوس سے قاصر ہی حضرت صدوق نے اس آیت شریفہ کی تاویل مین اپنی رسالہ امامت مین جو اسوقت میری سامنے موجود ہی جسقدر پیچ وتاب کہائی ہین۔ اہل انصاف کے ملاحظہ کے قابل ہین (۲۳) تجہیز وتکفین رسول صلعم کا الزام اور اشتراک ہی کیونکہ یوم انتقال سے حضرت تیسری روز دفن ہوئی پس اگر صحابہ تدابیر ملکی کے فکر مین مشغول تھی تو اہلبیت کس کام مین مشغول تہے جو نعش کو تین روز تک دفن نہین کیا اگر یہہ کہین کہ غم مین مبتلا تہی جسکی غلبہ مین کچہہ نکر سکی تو یہہ بالکل غلط اور بعید قریب بات ہی بقول حضرات شیعہ کے اہلبیت مین کسے تو حضرت کے غم مین کوئی بھی بیہوش نہین تہا کیا اپنی غصب خلافت کا غم تہا کوئی اپنی میراث وفدک کے اندوہ مین معاذ اللہ مجامع مہاجرین وانصار مین دربدر پہرتی رہی تہے اور اوسکی چہپنی مصطفی کے غم کا خیال تہا نہ مرتضی کے ابرو کا پاس تہا تو جب اہلبیت کا یہی حال تہا تو جو الزام آپ صحابہ کو دیتی ہین وہ سبہی اہلبیت کیطرف راجع ہوتا ہے۔ ثانیاً مسئلہ خلافت بہ نسبت دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہم اور ضروری اور خطرناک تہا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر بگڑتے اور متعفن ہونے سے پاک ومنزہ تہا تو اسلیے دفن کی عجلت کے ضرورت نہین ہے اور امر خلافت مین اگر اختلال واقع ہوتا اور جسطرح انصار کا منشا تہا اوسیطرح خلافت متفرق ہوتے تو اندیشہ برہمی اسلام تہا اسلیے اوسکو مقدم کیا گیا (ثالثاً) ایک کام کیطرف سب کا مجتمع ہونا ضروری نہین جب اہلبیت اسکی متولی اور متکفل تہے تو اورون کی حاضری وشرکت چندان ضروری نہین تہی اسلیے وہ دوسری ضروری کام مین مشغول ہوگیے۔ (رابعاً) حضرت امیر رضہ کی کلام سے جسکو آپکی صدوق نے خصال مین روایت کیا ہے جو اسوقت میرے روبرو حاضر ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلعم کے غسل وتکفین مین صحابہ کو خود حضرت امیر نے ہی دانستہ شریک نہین کیا تہا اور یہہ حضرت امیر کا صحابہ کو شریک نکرنا بوجہ کمال محبت کے تہا نہ یہہ کہ صحابہ ہی تدابیر ملکی مین مشغول ہکر شرکت وحاضری سے باز رہے تہے۔ حدثنا ابی محمد بن

الحسن بن احمد بن الولید و محمد بن یحیی العطار رضی اللہ عنہم قالوا حدثنا سعد بن عبد اللہ عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقبہ عن الحارث بن المغیرۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اتیا امیر المومنین علیہ السلام حین دفن فاطمۃ علیہا السلام فی حدیث طویل قال لہما فیہ اما ما ذکرتما انی لم اشہدکما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ فانہ قال لا یری عورتی غیرک الا ذہب بصرہ فلم اکن لا و ذیکما بہ الا ذلک

یہہ حدیث نص صریح ہے اس امر مین کہ صحابہ نے شرکت تجہیز و تکفین سے تقاعد نہین کیا بلکہ حضرت امیر نے ہی بنظر خیر خواہی انکو شریک نہین کیا ورنہ شکایت کا کیا موقع تہا اور حضرت امیر کی آکر جواب محبت آمیز کے کیا معنی تہے اگر انکی طرف سے کوتاہی ہوتی تو حضرت امیر یہہ فرماتے کہ تم خود ہی اپنی تدابیر ملکی مین مشغول رہکر حاضری و شرکت سے باز رہی ہمنے تمکو شرکت سے کب منع کیا تہا جو آج شکایت لیکر آئی علاوہ اسکے اس حدیث سے چند فواید حاصل ہوئی اول یہہ کہ یہہ لوگ خود حضرت کی تجہیز و تکفین مین شریک ہونے سے باز نہین رہے۔ دوم یہہ کہ حضرت امیر نے بنظر خیر خواہی شریک نہین کیا۔ سوم یہہ کہ حضرت کو ان حضرات کے ساتہہ ایسا تعلق محبت تہا کہ انکی تکالیف گران بار خاطر عاطر حضرت امیر تہی۔ چہارم یہہ کہ یہہ حضرات کافر و فاسق و غاصب و ناکث نہین تہے ورنہ ممکن نہین تہا کہ حضرت امیر کو باوجود ان اوصاف کے کہ جنکی نسبت واغلظ علیہم ارشاد ہی ایسا محبت کا تعلق ہوتا۔ (۴) اہلبیت کو بجائی تعزیت کے گہر جلانے کے دہمکی مین لیجیے اور حضرات شیعہ نے کونسی فرو پر افراد اہلبیت سے حضرت کا غم باقی چھوڑا ہی انہیں جسکا ایسا باپ انتقال کر جاوی یا جسکا ایسا مربی وفات پا جاوی انکو چند خرابی کے درخون اور تہوڑسی بنیادی ریاست کے چہن جانے کا وہ قلق ہو کہ اپنی باپ یا مربی کے غم واندوہ

ا امام ابو عبد اللہ سے مروی ہی فرمایا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم جب حضرت فاطمہ کو دفن کیا جناب امیر کے پاس آئی۔ اسکا تتمہ طویل ہے اوسمیں یہہ بہی مذکور ہے کہ جناب امیر نے اونسے کہا کہ یہہ جو تمنے (شکایۃً) کہا کہ میں تمکو حضرت صلعم کے تجہیز و تکفین میں حاضر و شریک نکیا اسکی وجہہ یہہ ہے کہ حضرت نے فرمایا تہا کہ ستر کو سوائی تیری جو دیکہیگا اوسکی بینائی جاتی رہیگی پس میں نہیں چاہتا کہ تمکو یہہ ایذا پہنچی کذا۔ ۱۲

اہلبیت کو تعزیت کی عوض دہمکی

گویکا تخت طاق نسیان مین رکہکر اون درختون کے پیچھے مچا مع کفار ومنافقین مین دربدر پہرین سہا ما کوئی عاقل سمجھیگا کہ انکو اپنی باپ کا یا اپنے مربی کا غم ہے معاذ اللہ من ذلک مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے نسخہ سلیم بن قیس ہلالی سے بروایت سلمان نقل کی۔ فلما کان اللیل حمل فاطمۃ علی حمار واخذ بید الحسن والحسین علیہما السلام فلم یدع احدا من اہل بدر من المہاجرین والانصار الا اتاہ فی منزلہ وذکر حقہ ودعاہ الی نصرتہ فما استجاب لہ الا اربعۃ واربعون رجلا فامرہم ان یصبحوا محلقین رؤسہم معہم سلاحہم علی ان یبایعوا علی الموت فاصبحوا ولم یوافہ منہم الا اربعۃ فقلت لسلمان من الاربعۃ قال انا وابوذر والمقداد والزبیر بن العوام دوسری روایت یہی ابن میثم شارح نہج البلاغۃ اپنی مختصر شرح مین جو اسوقت میری سامنی موجود ہے اس کتاب کے شرح مین جکا شروع یہہ ہے ومن کتاب[۲] لہ الی عثمان بن حنیف وہو عاملہ علی البصرۃ وقد بلغہ انہ دعی الی ولیمۃ قوم الخ لکہا ہی وفدک قریۃ کانت لرسول اللہ خاصۃ صالح اہلہا علی النصف بعد فتح خیبر واجماع الشیعۃ علی انہا اعطاہا فاطمۃ علیہا السلام فی حیاتہ فلما ولی ابوبکر الخلافۃ عزم علی اخذہا منہا فارسلت الیہ تطلب میراثہا من رسول اللہ وتقول اعطانی فدک فی حیاتہ واستشہدت علی ذلک علیا وام ایمن فشہدا لہا بہا فاجابہا عن المیراث بخبر رواہ نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ فہو صدقۃ وعن دعوی فدک انہا لم یکن للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وانما کانت مالا للمسلمین فی یدہ یحمل بہ الرجال وینفقہ فی سبیل اللہ وانا الیہ کما کان یلیہ فلما بلغہا ذلک لاثت خمارہا واقبلت فی لمۃ من حفدتہا ونساء قومہا تطأ فی ذیولہا حتی دخلت علیہ وہو فی حشد من المہاجرین والانصار الی آخرہ قال

---

[۲] فدک خاص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گانو تھا بعد فتح خیبر کے نصف محاصل پر گانو والونسی مصالحت کرلی تھی - اور شیعہ کا اسپر اجماع ہے کہ وہ گانو حضرت نے اپنی زندگی مین حضرت فاطمہ کو دیدیا تہا - جب ابوبکر خلیفہ ہوئی اور فاطمہ سے اوسکی لینی کا ارادہ کیا تو فاطمہ نے میراث کی مطالبہ کا ابوبکر کو پیغام بہیجا اور کہا کہ مجکو فدک اپنی حیات مین حضرت نے عطا فرمایا تہا اور حضرت علی اور ام ایمن سے اسپر گواہی چاہی اونہون نے اوسکی شہادت دی - ابوبکر نے میراث کا تو جواب اس حدیث سے دیا کہ ہم انبیا کے گروہ مین ہمارے وارث نہین ہوتی جو کچھہ ہم چھوڑین وہ صدقہ ہے اور دعوی فدک کا یہہ جواب دیا کہ وہ حضرت کا نہ تہا بلکہ مسلمانونکا مال آپکے تصرف مین تہا جسمین لوگونکو سواریان دیتے اور خدا کے راہ مین خرچ کرتے تھے اور مین بہی اسیطرح تصرف کرونگا جسطرح حضرت کیا کرتے تھے - جب یہہ خبر فاطمہ کو پہنچی تو اپنے اوڑہنی اوڑہی اور اپنے ہمجولیون اور اپنی قوم کے عورتونکے ساتھہ اپنی دامنونمین چلتی ہوئی آئین - اور ابوبکر کے پاس اوس مجمع مین داخل ہوئین جسمین اکثر مہاجرین اور انصار حاضر تہے ۱۲ —

ہماری مجیب منصف مزاج نے روایت ازالۃ الخفا کو جسمین اجتماع حضرت علی و زبیر وغیرہ کا بیت فاطمہ زہرا
مین ذکر تہا بیدینی فرمایا تہا تو یہہ روایات کہ جسمین معاذ اللہ توبہ توبہ محض دنیا طلبی کی غرض سے
حضرت معصومہ کا مجامع فساق و فجار و کفار و اشرار مین پہرنا مذکور ہی کس وجہ کی بیدینی بلکہ
کونسا درجہ جو بیدینی سے بالاتر ہی قرار دینگی۔ غرضکہ جب اہلبیت طاہرین سے کسیکو حضرت
کے انتقال کا غم تہا ہی نہین تو تعزیت اور تشفی کسکی کرتے (ثانیاً) ہمیشتر گذارش ہوچکا کہ اہلبیت کو
گہر جلانے کی دہمکی ہرگز نہین دی بلکہ جو لوگ خلافت حقہ کی برہم کرنی کی مشورہ کرتے تہی انپر گہر جلانے
کی دہمکی دی تہی جو عین اتباع پیغمبر تہا پس اگر ہمت در حوصلہ ہو تو بسم اللہ شوقاً اسکی برائی ثابت
کیجیئی اگر یہہ ایک برائی ثابت ہوگئی تو انشاء اللہ تعالے حضرت امیر کی نسبت دس گونہ زیادہ
ثابت ہوگی (۵) طرح طرح کے ظلم و ستم اور اقسام قسم کی جور و جفا اور انواع انواع کے آلام
و مصائب جنکا اہلبیت اطہار پر واقع ہونا صحابہ کے دست تعدی سے بیان کیا جاتا ہے
اور جنکی مجملاً تفصیل یہہ ہی کہ حضرت امیر کے ساتہہ غدر کیا اور برائی کینون سی اپنی سینونکو
بہرا اور خلافت کو غصب کیا اور فدک کو چہینا اور معافی کے سند کو پہاڑ ڈالا اور معاذ اللہ
حضرت امیر کے گلے مین رسی ڈالکر جبراً بیعت اونسی لی اور انکی قتل کے درپے ہوئی اور حضرت
سیدہ کے گہر کو جلایا اور معاذ اللہ حضرت سیدہ معصومہ کے پہلو مبارک پر لکد کا صدمہ پونچایا اور حمل
ششماہہ حضرت محسن کا اپنی ضرب کے صدمہ سے گرایا نہ حضرت سیدہ معصومہ کو دشمنونکو خبر دیکر بیپردہ
علی الاعلان تہمت فاحشہ کے ساتہہ متہم کیا اہلبیت کے لڑکیونکو غصب و عدوان کی طور
پر لیگئی قرآن تحریف کیا پیغمبر کے دین کو بدل ڈالا۔ چنانچہ کلینی اور قمی اور طوسی نے اپنی تالیفات
مین اور مجلسی نے بحار اور حق الیقین اور جلاء العیون مین ان کے تفصیل لکھی ہے اور مولانا حیدر علی
یہہ نقل فرماتے ہین و این ہمہ کہ گفتم بے شائبہ اغراق حرفے ازان کتابہا و لفظی ازان جملہا
و سنگی از بیستون و قطرہ از جیحون و خوشہ از خرمن و گلی از گلشن است۔ اور یہہ محض افترا
و بہتان اور تراشیدہ حضرات اکابر امامیہ کی ہے۔ حاشا کہ اہلسنت کی یہان اسکا نام

دشمان ہی ہوپس اہلسنت کو ایسی موضوعات ومفتریات سے الزام دینا اپنی علم وعقل وانصاف کو
رسوا کرنا ہی - اور بانی ہونی سے اگر سبب قریب مراد ہی تو اسکی بانی حسب اصول شیعہ
حضرت امیر اور حضرت حسنین اور تمام بنی ہاشم اور صحابہ مقبولین امامیہ ہین کہ اونکی خاموشی اور مداہنت
اور جبن اور مسامحت نے تو یہہ نوبت پوہنچائی کاش ان فسادات کو عباس کے پرنالہ کی برابر
وقعت کے نظر سے دیکہتی یا ابو بکر انشجع کے ہم جنب سمجہتی افسوس کہ قوم عاد کو توبی ضرورت جاکر تہ تیغ بے دریغ
کرین اور یہان اسلام خراب ہو اور اہلبیت ذلیل خوار ہون اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چلا مین اور ام کلثوم بلبلا مین اور کان
پر جون تک نچلی معاذ اللہ اگر سبب بعید مراد ہی تو پہر خود ذات پاک خداوند تعالے شانہ جو تمام علۃ العلل
اور سبب الاسباب ہی اوسکو بہی بیچاری خلفا نے کیا قصور کیا کہ وہ بیچ مین سے پکڑی گئی (۶)
خلافت صدیقی بحول اللہ تعالی حسب وعدہ خداوندی جسکی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے قائم
ہوئی اور مہاجرین وانصار نے اوسکو بسر وچشم قبول کیا اہل بیت نے اوسپر اقدام نہین کیا اور کیونکر
کرتے وہ جانتی تہی کہ یہہ حق صدیقی ہی پہر کیونکر اوسپر اقدام کرتے نہج البلاغۃ مین خطبہ مذکور ہی
کہ حضرت عباس نے اور ابو سفیان نے چاہا تہا کہ حضرت امیر کے ہاتہہ پر بیعت کرلین آپنے منظور نفرمایا
تو یہہ انکار یا بوجہ خوف ہی اور یہہ محال ہے یا بوجہ اسکی کہ اپنا حق نہین سمجہتی تہی وہو عین المدعا فثبت
انہا حق الصدیق - تو یہہ کہنا کہ بجز اجماع کے کوئی دلیل عقلی نقلی ہوئی نہین غلط محض ہی خطبہ
نہج البلاغۃ سی بعینہ نقل کرتا ہون - **ومن کلام لہ علیہ السلام** لما قبض رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وخاطبہ العباس رحمہ اللہ وابو سفیان بن حرب فی ان یبایعا لہ بالخلافۃ ایہا الناس شقوا
امواج الفتن بسفن النجاۃ وعوجوا عن طریق المنافرۃ وضعوا تیجان المفاخرۃ افلح من نہض بجناح
او استسلم فاراح ماء اجن ولقمۃ یغص بہا آکلہا ومجتنی الثمرۃ لغیر وقت ایناعہا کالزارع بغیر
ارضہ فان اقل یقولوا حرص علی الملک وان اسکت یقولوا جزع من الموت ہیہات بعد
اللتیا والتی کیف اجزع من الموت واللہ لابن ابی طالب انس بالموت من الطفل بثدی امہ
بل اندمجت علی مکنون علم لو بحت بہ لاضطربتم اضطراب الارشیۃ فی الطوی البعیدۃ - انتہی

اب مین اس خطبہ کا ترجمہ بطور شرح کے لکھتا ہون خیال و توجہ کے گوش سے طرف متوجہ فرمایئے (ہنگام وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ حضرت عباس نے اور ابوسفیان نے آپ سے آپکی خلافت پر بیعت کی درخواست کی) اور یہہ عباس کے درخواست اوسوقت تھی جبکہ حضرت تجہیز و غسل جسد مطہر مین مشغول تھے چنانچہ علامہ کنتوری نے سیف ناصری مین فاضل [illegible] اور صاحب فتح الباب سے نقل کیا ہے حضرت علی علیہ السلام یعنی بنی ہاشم تجہیز و غسل جسد مطہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشغول بودند پس عباس از علی گفت کہ دست خود را دراز کن تا با تو بیعت کنم تا مردمان خواہند گفت کہ عم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسر عم رسول خدا را بیعت کرد پس اختلاف نخواہند کرد بر تو دو کس حضرت علی علیہ السلام در جواب گفت آیا طمع خواہد کرد اندرین امر غیر ما طمع کنندہ نیست مین عباس گفت قریب است کہ خواہی دانست پس درنگ نشد کہ خبرہا آمدند کہ انصار سعد بن عبادہ را نشاندہ اند کہ او بیعت کنند عمر آمد و با ابوبکر بیعت کرد و سبقت برد بر انصار باین بیعت ابن ابی الحدید میگوید پس علی نادم شد بر اینکہ بیعت عباس را نگرفت انتہی نقلا عن [illegible] (تو ارشاد فرمایا ای لوگو فتنون کی موجونکو نجات کی کشتیون سے پہاڑ دو اور آپس مین نفرت ڈالنے کے رستی سے بچو اور باہمی فخر کرنے کی تاجونکو اوتار رکہو) یعنی خلافت کا لینا جو ناحق طور پر ہوگا فتنون اور آپس کے نفرت کا باعث ہوگا اس سے بچو کیونکہ جب یہہ دوسری شخص کا حق ہے تو ضرور فتنہ و فساد قائم ہونگے تو نجات اسی اتفاق مین ہے کہ خلافت کی بیعت اسوقت میرے ہاتھ پر کیجاوی (جو شخص قوت و بازو کے ساتھ اوٹھا اوسنی فلاح پائی یا مطیع ہوگیا تو اوسنی اپنی آپکو راحت مین رکہا) یعنے دو شخص مین ایک وہ کہ اوسکو ظاہری قوت اعوان و انصار کے اور باطنی قوت حقانیت کی حاصل ہے اور وہ اپنی قوت سے اوٹھا اوسنی فلاح پائی دنیا و آخرت مین وہ کون ہے وہ ابوبکر ہی اور ایک وہی کہ جسکا حق اطاعت تہا وہ مطیع ہوگیا اوسنی اپنی آپکو تکالیف سے راحت دی یہہ اپنی نفس کی طرف کنایہ کیا (اس خلافت کی مثال گدلا پانی کی ہے اور اسی لقمہ کی ہے جو کہانیوالے کے گلے مین پہنسے) یعنی جو شخص ناحق اسکا طالب ہو تو ایسی بات اسکو منظور نہین کرتا (پہل کا چننی والا غیر وقت مین ایسا ہی جیسا بغیر زمین کے بونیوالا) یہہ اسکی طرف اشارہ ہے کہ آپکو معلوم تہا کہ ابہی اس میری خلافت کا وقت نہین تو پہر نجا تو سعی بے سود ہے (اگر مین بولون تو کہین گے کہ بادشاہت کی حرص کی اور اگر چپ کرون تو کہین گے کہ موت سے ڈرگیا) حالانکہ نہ بادشاہت کی حرص ہے نہ موت کا ڈر ہے بلکہ اصل یہہ ہی

کراہی وقت نہین آیا (بعید ہی) یعنی تمہارا مطلوب مجھہی بعید ہی یا ملک و بادشاہت کا حرص کرنا ورموت سے ڈرنا بعید ہی (ان سب کے بعد کیونکہ موت سے مین ایسے صبری کرون قسم خدا کی ابن ابی طالب اوس بچی کے بہ نسبت جو اپنی ماں کے پستان کی رغبت کرتا ہی موت کی ساتھہ زیادہ مانوس ہی بلکہ مین ایسی پوشیدہ علم کا واقف ہون اگر اوسکو ظاہر کرون تو تم بیقرار ہو جاؤ اور لرزنے لگو جیسی رسیان گہری کنودن مین) یعنی احوال قیامت جو کچھہ مجھپر منکشف ہین اور محشر کے سختیان جو مجکو معلوم ہین اور گنہگارون اور لوگونکی حقوق مین دست اندازی کرنے والونکی بدحالیان جو مین جانتا ہون اگر مین ظاہر منکشف کردون تو تم مضطرب ہوجاؤ حضرت کی کلام کو دیکھیے اور اپنے دعوی سے مطابق فرمایی۔ **قولہ** مولوی حیدرعلی جنکو آپ تقلید میر مہدی خاتم المتکلمین لکھتے ہین ازالۃ الغین مین کنتوری علیہ الرحمۃ کی نسبت ذکر خطبہ مدبلاد فلان مین محض اس گمان سے کہ انکی زعم مین علامہ علیہ الرحمۃ نے شرح ابن میثم نہین دیکھی جس بحث کو اپنی بڑی تازہ فتح سمجھتے رہے ہدیۂ جو واقع مین بیہودہ ہی لکھا ہے کیا کیا زبان درازیان فرماوین منصب تالیف و تصنیف سے اونکو اوٹہا دین تعجب ہی کہ صاحب تحفہ کتاب ازالۃ الخفا کو جسکا حوالہ خود باب ہفتم مین دیتی ہین اور گویا انکی مصنف کی اوت کا تو زنگیا اظہار نہین فرماتی مگر آئینہ مین آیات اللہ و معجزہ رسول اللہ اونکی شان مین لکھتی ہین خود اس کتاب کو ملاحظہ فرماوین تاکہ معلوم ہو کہ خانہ حضرت زہرا مین کون بزرگوار جمع ہوتی تہی جنکی شان مین گستاخانہ ایسی کلمات کفر لکھتی ہین اور پہر خاتم المحدثین کا خطاب پاتین ہین سبحان اللہ ع

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ **قولہ** اس قول مین مجیب لبیب نے دو امر تحریر فرمائی جنکا جواب لکھنا اور اہل انصاف کی روبرو پیش کرنا ضروری معلوم ہوا اول علامہ کنتوری کے شرح ابن میثم نہ دیکھنی کے نسبت مولانا مولوی حیدرعلی رحمۃ اللہ علیہ کے اعتراض کے تحقیر و تکذیب دوسری صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت ازالۃ الخفا نہ دیکھنی کا ادعا۔ پس واضح ہو کہ حضرت مجیب امر اول کے نسبت صاف طور پر نہ اقرار کرتے ہین نہ انکار لیکن قرائن فحوای کلام سے صاف انکار مفہوم ہوتا ہے کیونکہ لکھتی ہین (محض اس گمان سے کہ انکی زعم مین شرح ابن میثم نہین دیکھی) تو اوس قول مین شرح ابن میثم کا نہ دیکھنا مجیب کے نزدیک بزعم و گمان حضرت خاتم المتکلمین گویا خلاف واقع ہی

لیکن میں پوچھتا ہوں اپنی انصاف کو نصب العین کرکے فرمایئے کہ فی الحقیقت نفس الامر میں علامہ مذکور نے
شرح ابن میثم کا مطالعہ فرمایا یا نہیں اگر مطالعہ نہیں فرمایا تو اس جوش و خروش کے ساتھ ایسی شے کا انکار تو جیہا
کہ جو صاحب تحفہ نے کی ہیں کیا معنی جو نکتہ عجیب لیجئے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ کے جواب کو زبان درازی
سے تعبیر فرمایا اپنی مناسب معلوم ہوا کہ مختصرا عبارت تحفہ کے اور اوسپر جو کچھ علامہ کنتوری نے بے وجہ
زبان درازی زیادہ گوئی فرمائی ہی لکھی جاوے تاکہ اہل انصاف پر منکشف ہو جاوے اور معلوم کریں کہ خاتم المتکلمین نے
جو کچھ تحریر فرمایا ہی وہ محض بجواب حضرت علامہ کی زبان درازی کی بحکم لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ
الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ تحریر فرمایا ہی۔ خاتم المحدثین علامہ دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے تحفہ میں
بعد نقل خطبہ لله بلاد فلان لقد قوم الاود وداوی العمد الخ کی جو عبارت تحریر فرمائی ہی اوس میں لکھتے
ہیں۔ ولہذا شارحین نہج البلاغت از امامیہ در تعیین لفظ فلان خلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند کہ مراد ابوبکر است
و بعضی گفتہ اند عمر الخ علامہ مذکور فرماتے ہیں۔ اِنَّ هٰذَا لَاُمْنِيَّةٌ ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام شارح
امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر است قال خاتم المحدثین درین عبارت سراسر بشارت ابوبکر رابدہ صفت عالی موصوف ساخت
قال العلامہ ثبت العرش ثم انقش اول این معنی را ثابت باید ساخت کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر است
بعد ازان بابن اوصاف اثبات فضل ابی بکر باید نمود قال خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ و این توجیہات
نزد ایشان تمہت الخ قال العلامہ این ادعا کذب محض است احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی می فتاد
کہ در کتب شیعہ بجائی لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود می بود چون لفظ ابوبکر موجود نیست ایشان را احتیاج بچیزی
از توجیہات نیست پس آنچہ ناصبی بعد تقریر این توجیہات از ہذیانات خود سر کردہ از جہت ابتنای
آن بر فسد از قبیل بناء فاسد علی الفاسد باشد قال خاتم المحدثین و بعضی از امامیہ الخ قال العلامہ
ہیچیک از امامیہ این توجیہ نکردہ مگر ابن ابی الحدید اور بعد اسکے لکھتا ہے واین ناصبی نیز این
کلام ابن ابی الحدید را در حاشیہ ہمین قول نقل کردہ و چون این ناصبی خود در باب اول تصریح کردہ
کہ فرقہ زیدیہ در مسئلہ امامت با اہل سنت موافق است باز مقال زیدیہ را با امامیہ نسبت دادن
کذب صریح است انتہی اب اہل انصاف علامہ کنتوری کی عبارت کو ملاحظہ کرکے اول تو یہہ فرمایئے

ذب شبہہ بلفظ فلان از علامہ کنتوری کی تکذیب

کہ علامہ کنتوری کے زبان درازی کس بنا پر ہی اور اگر بجواب اسکی کہی خوشہ چین خرمن سامین
حضرت خاتم المحدثین نے کچھہ سخت لکھدیا تو کیا بیجا کیا بعد اسکی یہہ فرمایی کہ اس عبارت سے علامہ کا شرح
نہج البلاغۃ کو دیکھنا مفہوم ہوتا ہی یا نہ دیکھنا کیا اس عبارت سے صراحۃً یہہ سمجھہ مین نہین آتا کہ علامہ نے شرح
ابن میثم کو خواب مین بھی نہین دیکھا - ورنہ ان جملون کے (بیحکسا زا امید این توجیہ نکردہ - ان ہذا
الا افک مبین - این ادعا کذب محض ست) تحریر کی ہرگز ہمت وجرأت نہوتی پھر معلوم نہین
ہمارے مجیب لبیب کس انصاف کی اقتضا سے شرح ابن میثم کے ندیکھنے کو محض مزعوم خاتم المتکلمین قرار
دیتی ہین - اور اگر فی الواقع علامہ مذکور نے شرح ابن میثم کا مطالعہ کیا ہی اور اوسمین واقعی لکھا ہی
کہ مراد لفظ فلان سے ابوبکر ہے یا عمر اور لکھا ہے کہ ابوبکر کے دس اوصاف کی ساتھہ مدح فرمایی تو پھر
آپ ہی علامہ کے حیا و انصاف کی شہادت دیجیی اور انصاف سے فرمایی کہ کیا علامہ کی مشت خاک
سے دامن آفتاب جہاد ہمی پر غبار پہونچ سکتا ہے حاشا وکلا ہماری رائی مین مولانا خاتم المتکلمین کا
بہت بڑا احسان ہی جو آپکی علامہ کی دوش گردن پر کہا - کہ انکو کتاب ابن میثم کے ندیکھنے کے عذر
وحیلہ کا موقع دیدیا اور اگر علامہ کے وفور علم وفضل اور کمال انہماک مناظرہ کے اعتبار سے وہ
یہہ فرماتے کہ علامہ نے بیشک کتاب دیکھی ہوگی - لیکن جب دارو گیر خصم سے مفر نہین ملا تو
دیدہ ودانستہ انکار کرنا ہے یہہ ممکن نہین کہ ایسی متداول کتاب ندیکھی ہو اور خیانت وغیرہ کا الزام دیتی
تو علامہ کنتوری عالم برزخ مین بھی تہراتی اور مجیب لبیب زیادہ تاب پیچ کہاتے پس مجیب لبیب کو
اس الزام پر خوش ہونا چاہیی نہ کہ ناخوش ہون - امر دوم - جو ادعا کہ نسبت ندیکھنی صاحب
تحفہ علیہ الرحمہ کے ازالۃ الخفا کو فرمایا ہے امر اول سے بہی زیادہ عجیب ہی ای حضرت فرمایی تو بہی
اس امر پر کونسی دلیل قائم ہے کہ صاحب تحفہ نے ازالۃ الخفا کو نہین دیکھا کیا حضرت نے اپنی زعم ہی کو
کافی دلیل تصور فرمالیا ہے - جو اس الزام سے آپ ہمکو دہمکاتی ہین مگر پھر آپ بہی کیا کرین -
معذور ہین جواب لکھنا ضرور ہوا تو ایسی ہی باتون سے اپنا دل نہ بہلائین تو اور کیا کرین
ذرا علامہ کی تکذیب وانکار کو خاتم المحدثین کی تحریر سے ملا کر انصاف سے دیکھیی

اور پہر بھی اگر سمجہہ مین نہ آوی تو بندہ کی گذارش کو جو جوابًا عرض کیے ہے اسکی ساتہہ منضم کرکے ملاحظہ فرمایئی پہر آپ مانین یا نہ مانین لیکن آپ پر منکشف ہو جائیگا کہ خاتم المحدثین کا قول بالکل صاف اور بے غبار ہی اور ازالۃ الخفا کی بہی مخالف نہین اور علماء نے شرح دیکہی یا نہین بہر تقدیر علماء نے انہی اس انکار مین کہ لفظ فلان سے کسی شارح نے ابوبکر یا عمر مراد نہین لیا بڑی غلطی کہائی پس اب دیکہی

ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ باقی آپکے ناشائستہ کلمات کا ہم کیا جواب لکہین

قولہ توضیحًا للمرام ازالۃ الخفا کی عبارت نقل ہوتی ہے تاکہ آپ کو بہی معلوم ہو جائے کہ جنکو ست نہین آپکے خاتم المحدثین یہہ کلمات تحریر فرماتے ہین وہ کون حضرات تہی ازالۃ الخفا کی مقصد دوم مآثر جمیلہ صدیق اکبر واقعہ صفحہ ۲۹ مطبوعہ مطبع صدیقی مقام بریلی مین تحریر فرماتے ہین درہمین ایام مشکلے دیگر فوق جمیع مشکلات تازہ رو پیش آمد و آن این بود کہ زبیر و جمعی از بنی ہاشم در خانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی جمع شدہ درباب نقض خلافت مشورتہا بکار میبردند حضرت شیخین آنرا بہ تدبیری کہ باایشان برہم زدند و تدارک نمائی کہ بمزاج حضرت فاروق تفضیلی آن غارض شدہ بود بجنس ملاطفت فرمودند در روایت قصہ یکی چیزیرا حفظ کرد و چیزی ترک نمود درینجا چند روایت نبویسیم تا قصہ منقح گردد۔ عن زید بن اسلم عن ابیہ انہ حین بویع لابی بکر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان علی والزبیر یدخلان علی فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیشاورونہا ویرتجعون فی امرہم فلما بلغ ذلک عمر بن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمۃ فقال یا بنت رسول اللہ واللہ ما من الخلق احد احب الینا من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ہؤلاء النفر عندک ان امرتہم ان یحرق علیہم البیت قال فلما خرج عمر جاؤہا فقالت تعلمون ان عمر قد جائنی وقد حلف باللہ لئن عدتم لیحرقن علیکم البیت وایم اللہ لیمضین لما حلف علیہ فانصرفوا راشدین فروا رأیکم ولا ترجعوا الی فانصرفوا عنہا فلم یرجعوا الیہا حتی بایعوا لابی بکر اخرجہ ابن ابی شیبۃ اور اگر اس روایت کی صحت مین کچہہ کلام ہو تو اسی کتاب کے مقصد ثانی کی چہٹی فصل سقیفہ عمر واقعہ صفحہ ۱۷۹ ملاحظہ فرمایئی کہ اس روایت کو باسناد صحیح علی شرط الشیخین یعنی بخاری و مسلم لکہتے ہین

اقول یہہ روایت نہ آپکو کچہہ مفید ہی اور نہ ہمکو مضر ہی کیونکہ جس بنیاد پر جناب نے اس روایت کو نقل کیا ہی فی الحقیقت وہ بنا ہی فاسد ہی۔ یہہ امر تو ظاہر ہے کہ یہہ دلسوزی حضرت زبیر رضہ کی سطحی تو نہین ہے کیونکہ اونکو تو کافر جانتی ہین تو صرف حضرت علی رضہ کیوجہ سے کہ اونکو بدون کسی دلیل عقلی نقلی عرفی کے معصوم اعتقاد کر رکہا ہے یہہ شور و شغب ہی اگر اہلسنت بہی معتقد عصمت حضرت امیر رضہ و صحابہ ہوتے تو البتہ یہہ الزام کسیقدر قابل التفات ہوتا لیکن جب اہلسنت ان حضرات کو معصوم نہین اعتقاد کرتے تو نہ اونپر یہہ الزام وارد ہوتا ہے نہ اسکی طرف التفات کی ضرورت ہان اونکو افضل امت اور کرام مین جانتی ہین اور دعوات صالحہ سے یاد کرتے ہین اور اونکی حق مین کہتی ہین ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف رحیم[1] اور کوئی معصیت انکی مرتبہ عالیہ کو کم نہین کرتی حسب وعدہ خداوندی تعالے اونکے مساعی جمیلہ فی الدین سبر در مشکور اور اونکی زلات و معاصی مغفور ہین باانہمہ کاروبار انتظامیہ اور امور مہمہ کے اختلال کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اسکی مراعات فرمائی اور فرمایا لوان فاطمۃ بنت محمد (اعاذہا اللہ من ذلک) سرقت لقطعت یدہا[2] زانی کو رجم کرایا قاذف کو حد لگوائی شارب خمر کو پٹوایا۔ تو جب دنی ادنے شخص کے حقوق مین یہہ نوبت ہے تو جن امور مین نوعی حقوق تمام مسلمانونکی اور خداوند تعالے کے متعلق ہونگی اونمین کیونکر رعایت کیجا سکتی ہے۔ اور باوجود اسکی آنحضرت نے ایسی لوگون کی نسبت جو کچہہ ارشاد فرمایا آپ جانتی ہی ہونگی۔ حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ اور حضرت کا ارشاد آپکو معلوم ہی ہوگا تو خلفاء رضی اللہ عنہم نے بہی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے یہہ طریقہ اخذ کیا اور اوسپر عمل کیا تو اگر اسپر طعن کیا جاوی گا تو سیرت نبوی صلعم پر طعن عاید ہوگا بلکہ خود حضرت امیر کے طریقہ پر طعن و الزام منصرف ہوگا کہ اونکا فعل بدرجہا اس سے زیادہ ہی کہ حضرت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محبوبہ ام المومنین کا بہی جو بالاتفاق وفات شریف تک زوجیت مین رہین

---

[1] اے ہمارے رب بخش ہمکو اور ہمارے بہائیون کو جو آگے لائے ہمسے ایمان اور مت رکہہ ہمارے دلون مین ہمارے برائی واسطے اون لوگون کے کہ ایمان لائے اے رب ہمارے تحقیق تو شفقت کرنیوالا مہربان ہے۔ ۱۲

[2] اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا محمد کی بیٹی (اللہ اوسکو پناہ مین رکہی) چوری کریگی تو مین اوسکا ہاتہہ کاٹونگا۔ ۱۲

از نجس قرآن المؤمنین مین پاس ادب نفرمایا اور قتل و قتال سے بھی دریغ نکیا علاوہ ازین نقض بیعت صدیقی
کر شور کی باستغاثہ اسکے وآپ ہی سمجھین با حق حضرت امیرؑ کی نسبت آپکی اصول کے مطابق الزام از معصیت
ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر کو غصب حقوق و خلافت کی خبر دی
تھی اور صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تھی اور فرمایا تھا خبردار کچھ بھی کیون نکرین خلافت چھینین گھر
جلادین معاذ اللہ بنات طیبات غصب کرین دشنام مارنا پیٹنا وغیرہ انکو ناگوار بھی ہو باینہمہ بتاکیدات بلیغہ و
شدیدہ آپ نقض خلافت کر شور کرنے لگے اور خلاف وصیت و حکم پیغمبر کے عمل کرنے لگے علاوہ
اسکی کہ معاذ اللہ معصیت اور مخالفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مین مبتلا ہوئی آپکی اصول پر اس مخالفت پیغمبر
کی مکافات مین خلفا نے جو کچھ عترت کے ساتھ کیا بجا کیا ۔ معہذا روایات شیعہ کے دیکھنے سے معلوم
ہوتا ہے خطا و ناشایستگی کی حرکات انبیا سے بھی سرزد ہوئی اور سبب لعن و طعن نہین قرار دیئی گئے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ پوشیدہ نہوگا کہ حضرت موسیٰ نے ہارون سے الا تتبعن
افعصیت امری[1] فرمایا اور داڑھی پکڑ کر کھینچی تو اب خیال فرمائیے گا کہ موسیٰ علیہ السلام کون تھے اور ہارون کون تھے
علی بن ابراہیم استاد کلینی نے تفسیر اہلبیت مین لکھا ہے جبکہ حضرت موسیٰ کے استاد حضرت خضر[2]
نے طفل کو مار ڈالا تو موسیٰ نے اونکو زمین پر دے مارا اور کوئی دقیقہ انکی بے حرمتی مین باقی نچھوڑا الفاظ
روایت یہ ہین ۔ اذا جنحت السفینة فی البحر قام الخضر فنظر الی جانب السفینة فکسرها و
حشاه بالخرق والطین فغضب موسیٰ غضبا شدیدا وقال للخضر اخرقتها لتغرق اهلها لقد
جئت شیئا امرا فقال له الخضر الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا قال موسیٰ لا تؤاخذنی
بما نسیت ولا ترهقنی من امری عسرا فخرجا من السفینة فنظر الخضر الی غلام یلعب بین الصبیان
حسن الوجه کانه قطعة قمر وفی اذنیه درتان فتامله الخضر ثم اخذه فقتله فوثب موسیٰ الی الخضر

---

[1] تو میری پیچھے آیا کیا تو لی رد کیا میرا حکم ۱۲ ۔ [2] جب کشتی دریا مین داخل ہوئی خضر اوٹھے کشتی کی کنارہ کو دیکھنے لگے پھر اسکو توڑ دیا [illegible]
[illegible]
اور کا نین مین دو موتی تھی خضر نے دھیان سے دیکھا پھر اوٹھا لیا اور مار ڈالا پس موسیٰ خضر پر حملہ کیا ۱۲ ۔

وجلد بہ الارض فقال اقتلت نفساً زکیۃً بغیر نفس لقد جئت شیئاً نکراً ۔ ظاہر ہے کہ جو کچھ
حضرت موسیٰ سے ظہور پذیر ہوا خطاؤ نادانستگی کے طور پر واقع ہوا کہ جوش حقانیت مین انکو تاب
نہ ہی اور کر بیٹھے جو کچھ کہ کیا اسیطرح ان حضرات سے ہی ابتدا رانعقاد خلافت صدیقی مین خطا رکوئی
امر بالغرض واقع ہوا ہو تو ہرگز سبب طعن ولعن نہین ہو سکتا ۔ **قولہ** اس مقام مین بہت کچھہ
بحث ہو سکتی ہے مگر چونکہ ہماری غرض یہان اسیقدر ہے کہ جو حضرات خانہ جناب زہرا مین جمع ہوئی
تہی وہ کون تہی ہماری زیادہ نہین لکھتے ۔ **اقول** اس تھوڑی بحث کا نتیجہ و ثمرہ تو آپ پا چکے اگر
بہت کچھہ بحث ہولی تو آپ ہی کے اجتہاد و انصاف بہت کچھہ دہمہ آتا ۔ اور اس روایت کی ذکر
سے اگر اتنی ہی غرض تہی کہ جو حضرات خانہ جناب زہرا مین جمع ہوئے تھی وہ کون تہی تو اسکا کسنی
انکار کیا ہی کہ یہہ حضرات دشمن نہین تہی اور اگر مقصود یہہ ہے کہ یہہ بزرگوار بوجہ ارتکاب اس فعل کے
درجہ مکرمت اور بزرگی سے ساقط ہو گئی اور مستوجب لعن طعن کے ہوئی تو ثابت کیجیی اور ثابت
کر کے اپنی ائمہ اور مقبولین کو بچا ہی ۔ **قولہ** مگر اس قدر عرض کرنے سے باز نہین رہ سکتی
کہ اس جگہ جو چالاکی و ہوشیاری حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کی ہی وہ قابل دید ہی فارسی عبارت
مین زبیر و جمعی از بنی ہاشم لکھا ہی جناب امیر کا نام نہین لکھا تا کہ فارسی خوان یہہ بجانتے کہ جناب
امیر بھی مخالف تہی ۔ **اقول** حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مضجعہ کے تو چالاکی ہی یا نہین
لیکن مجیب کی دانشمندی و انصاف قابل دید ہے کوئی عاقل جبکہ وہ یہہ جان سکتا ہو کہ یہہ اجتماع و شوری
جناب علی و حضرت زہرا کی خانہ مین ہوتا تہا کیا اسمین تردد کریگا کہ حضرت امیر اسمین شریک تہی یا
نہین تہی ۔ بہلا یہہ ممکن ہی کہ ایک شخص کے گہر مین اتنے بڑے عظیم الشان امر مین مشورہ ہوتا ہو
اور وہ اس کو اوس سے لگاؤ نہو علی الخصوص جبکہ اسکی ساتہہ مین یہہ ہی ضمیمہ کیا جاوی کہ حضرت
زہرا جیسی ذوجہ مکرمہ مطیعہ کی ساتہہ مشورہ ہوتا ہو تو ہرگز عقل کو اسکی تسلیم کرنے مین تامل نہو گا
اور عقل اسکو بہ ابتہ قبول کریگی کہ حضرت کو اسمین شمولیت ہی تو فارسی عبارت مین اسکا عدم ذکر

---

[۱] اور زمین پر دے پٹکا اور کہا تو نے مار ڈالی ایک ستہری جان بن بدلے کسی جان کے تو نے کی ایک چیز نا معقول ۔ ۱۲

بوجہ ہدایت کے ہی نہ چالاکی و ہوشیاری کیوجہ سے علاوہ اسکی اگر یہہ امر بدیہی نہوتا ہم فقرہ (و ملال کہ برمزاج حضرت مرتضی عارض شدہ بود تجسس بلاطفت فرمودند) اظہار اس مطلب مین ایسا صاف ہے کہ ہر شخص سمجھہ سکتا ہے کہ حضرت امیر اسوقت ناخوش تھی۔ معہذا الحبیب لبیب یہہ جو فرماتے مین (تاکہ فارسی خوان یہہ بجانے) آمین فارسی خوان سے کیا مراد ہے۔ اگر فارسی خوان سنی مراد ہی تو بالفرض اگر سنی فارسی خوان اسکو جانیگا تو کیا حرج ہے وہ کب اعتقاد رکھتے ہے کہ حضرت امیر معصوم مین اہلسنت جیسی زبیر کی معتقد فضائل مین ویسا ہے حضرت امیر کی مین جب زبیر کا ذکر اونکو مضر نہین تو حضرت امیر کا ذکر کیون مضر ہوگا جیسا انکی فعل کو خطا پر محمول کرتے مین ویسا ہی حضرت امیر کے فعل کو محمول بر خطا کریگا۔ اور اگر شیعہ مراد ہی تو اولًا یہہ کتاب شیعہ کی واسطی لکھی نہین گئی کیونکہ دلائل الزامیہ مسلمات خصم سے اسمین استدلال نہین کیا گیا۔ اور ثانیًا شیعہ تو پہلی ہی سے اعتقاد رکھتی مین کہ حضرت علی اس بیعت صدیقی کی مخالف رہی پس اگر وہ اس عبارت سے حضرت امیر کے ہی شرکت جانیگا تو کیا حرج ہوگا۔ بس یہہ حبیب لبیب کی نظر تعصب وعنادی جسنی دانشمندی و انصاف کو خاک مین ملا رکھا ہے ان چالاکی و ہوشیاری اکابر علماء شیعہ کی قابل دید ہی کہ وہ اپنی مذہب کے حفظ ناموس کے لئی روایات مین تراش خراش کر ڈالتی مین۔ ملا باقر بحار الانوار مین آگے امام المحدثین کلینی کی روایت نقل فرماتے مین اور اسکی نسبت فرماتے مین کہ اسمین صدوق صاحب نے تغیر تبدل کیا ہے۔ ھذا الخبر ماخوذ من الکافی وفیہ تغییر عجیب تورث سوء الظن بصدوق وھو انما فعل ذلک لیوافق مذھب اھل العدل اور نیز علامہ رضی کے چالاکیان ہی جو نقل خطبات جناب امیرؓ مین انہون نے فرمائی مین جنکا شراح کو بہی اعتراف ہی قابل تماشا ہی دکھا بہا فخر ادندوہ۔ بس یہہ چالاکیان و ہوشیاریان حضرت کے اکابر ہی کرتے چلے آئی مین بفضل اللہ تعالے مذہب اہلسنت

ل یہہ خبر کافی سے ماخوذ ہے اور اسمین عجیب تغیر ہے جس سے صدوق کی نسبت سوء ظن ہوتا ہے اور اسی نے یہہ تغیر کیا ہے کہ اہل عدل کے موافق ہو جائے ۱۲۔

تراش و خراش سے پاک و منزہ ہے اور یہہ حال تو اوس شخص کا ہے جو ملقب بلقب صدوق ہے تو جو
حضرات صدوق نہیں ہین اونکا کیا حال ہوگا۔ **قولہ** لطف یہہ ہے کہ شاہ صاحب گھر جلانے
کی تہدید کو حسن ملاطفت تحریر فرماتے ہین اور کچھہ نہین شرماتے شاید حضرات اہلسنت کی
اصطلاح مین ایسی ہی باتونکو حسن ملاطفت کہتی ہین تشدد تو خدا جانے کیا ہوگا۔ **اقول**
اس شرم و حیا پر آفرین ہے کہ عبارت کی مطلب خلاف سیاق خود ہی اپنی طرف سے تراش لیا
اور اعتراض کردیا ہے اور سے پر جوش حیا مین طعن و تشنیع مریدان سخیر ہم طعن و تشنیع سے قطع نظر
کرکے محبین لبیب کی خدمتمین گذارش کرتے ہین کہ شاہ صاحب نے گھر جلانے کو حسن ملاطفت
کہان تحریر فرمایا۔ عبارت شاہ صاحب کی یہہ ہے۔ (حضرت شیخین آنرا بتدبیر نیکو بالکیہ برہم
زدند و تدارک ملالی کہ بمزاج حضرت مرتضی عارض شدہ بود بحسن ملاطفت فرمودند) اسمین دو جملہ
مذکور ہین جو لاحق سابق پر بحرف واو کی ساتھہ معطوف ہے اور کیا آپ باوجود ادعای اجتہاد اتنا بھی
نہین جانتی کہ فی الاصل عطف بالواو مغایرت معطوف و معطوف علیہ کو مقتضی ہے تفسیر کا ارتکاب
اوسجگہ ہوتا ہے جسجگہ محل مغایرت کو محتمل نہو۔ استعمالات اسکی شاہد ہین ورنہ لازم آوے کہ تاکید تاسیس
سے بہتر ہو۔ حاصل مدعا عبارت کا جو صاف اور واضح طور پر الفاظ سے سمجھہ مین آتا ہے یہہ ہے
کہ شیخین رض نے اوس فتنہ کو جو ان حضرات رض کی مشورہ سے اوٹھنی والا تھا اس تدبیر اور تہدید سے فرو
کیا اور حضرت امیر رض کے ملال کا (جو مشورہ بیعت صدیقی مین نہ شامل ہونے یا اس تہدید کیوجہ سے
ناشی تھا) حسن ملاطفت سے تدارک کردیا اور دلیل اس رفع ملال کی یہہ ہے کہ آپ ہمیشہ مشورہ
مین شریک رہے اور نیک صلاح بتاتی رہے۔ نہج البلاغۃ کو ملاحظہ فرمایئے میری اس قول کی تصدیق
ہوگی اور ایک روایت استبصار کی بھی یاد آئی جو باب الحد فی اللواطۃ مین مذکور ہے سو لکھی دیتا ہون
علی الاشعری عن الحسن بن علی الکوفی عن العباس بن عامر عن سیف بن عمیرۃ عن عبد الرحمن
العرزمی قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول وجد رجل مع رجل فی امارۃ عمر فہرب احدہما

عبدالرحمن عرزمی کہتا ہے کہ مین نے امام ابو عبداللہ سے سنا فرماتے تھے کہ ایک مرد کو کسی مرد کے ساتھہ (بد فعلی کرتے ہوئی) پایا۔ ۱۲

واخذ الاخر فجئ بہ الی عمر فقال للناس ما ترون قال فقال ہذا اصنع کذا و قال ہذا اصنع کذا
قال فقال ما تقول یا ابا الحسن قال اضرب عنقہ قال فضرب عنقہ قال ثم اراد ان یحمل فقال مہ انہ قد بقی
من حدودہ شی قال ای شی قد بقی قال ادع بحطب قال فدعا عمر بحطب فامر بہ امیر المؤمنین فاحرقتا۔

اور اگر اس سے تسکین خاطر سامی نہو تو لیجیی اس سے بہی زیادہ صریح پیشکش کرتا ہون حضرت مولانا
خاتم المتکلمین رحمہ نے ازالۃ الغین مین آپکے فاضل اخباری کے جواب ایضاح مین سے عبارت نقل کی ہی وہ
عبارت ملتقطاً بندہ عرض کرتا ہی واگر بانصاف تامل فرمایند واضح است کہ بنا بر علی مزعوم امامیہ
از خلفاء ثلثہ راشدین گو نسبت با امیر المومنین و فاطمہ سلام اللہ علیہما نقض عہد و نکث بیعت
و غصب فدک و دیگر چند اعمال دال بر عناد سرزدہ اما با اینہمہ باز در ظاہر طریقہ معاشرت ایشان با اہل بیت
ہمین اعزاز و اکرام باتفاق فریقین بود و اجرای شعائر اسلام رانجبر افعال معدودہ کہ در کتب کلامیہ و سیر
موجود منشاء طعن و قدح در شان شان ست بالمرہ نزد امامیہ نیز از میان بر نداشتہ بودند یا سیاست
شرع متین را نصب العین خاطر خود ساختہ ساختہ بودند الخ ۔ اب آپ بغور اپنی فاضل اخباری کی شہادت
کو ملاحظہ فرمایئی کہ شیخین کے حسن ملاطفت کی کس طرح شہادت دیتا ہی اور پہر بہی اگر شک رہی
تو اپنی ہی فاضل کے روح پرفتوح سے دریافت کیجیے کہ حضرت جب ان بزرگوارون نے نقض عہد
کیا اور نکث بیعت کے اور فدک کو چہینا اور بنات طیبات کو غصب کیا جب یہہ سب کچہہ کیا تو تذلیل
و اہانت مین کونسا دقیقہ باقی رہگیا پہر آپ جو یہہ فرماتے مین کہ اعزاز و اکرام باتفاق فریقین بود اگر
یہہ ہی اعزاز و اکرام ہے تو خدا جانے تذلیل و اہانت کیا ہوگی آپ ایسی بات فرماتے مین اور کچہہ
نہیں شرماتے پہر جو کچہہ آپکو آپکی فاضل کے روح سے جواب ملی وہی ہمارا جواب سمجہہ لیجیی ۔

قولہ اب ذرا غور فرمایئی کہ جن حضرات کو آپکی خاتم المحدثین صاحب خیانت و اشرار فساد
پیشہ و مردودان جناب الٰہی لکہتی ہین وہ انکی والد ماجد کی شہادت سے یہہ حضرات تہی

اقول اسکا جواب سابق مین عرض کیا جاچکا ہے حاجت اعادہ نہیں اور ہمکو خیال
مانع ہے کہ ہم بار بار اون اوصاف کلمات کو نقل کرین جو شیعہ اخیار سے لیکر صحابہ تک کے

شانمین فرماتے ہین **قولہ** جناب سیدہ کی نسبت یہہ کہنا کہ اونکی پاس ایسی اشخاص آتی تہی
بی ادبی ہی نہین بلکہ بیدینی ہے آج کوئی ادنے مولوی کی بیٹی کی نسبت اوسکی شاگردونمین سے
یہہ کلمہ کہہ سکتا ہے۔ یہہ حضرات اہلسنت کی ہی کمال رشادت ہی کہ اہل بیت جناب سالتمآب
کی شانمین یہہ کلمات کہتی ہین اور پہر خواہش مین داخل اور مدعی ولاء و تمسک اہلبیت ہین **اقول**
ای اہل انصاف و ای اہل فضائل و کمالات کیا جاگتی ہو یا سو گئی قطع نظر مجیب لبیب کے تہذیب سے اونکی
اجتہاد اور انصاف و علم و فضل اور دانشمندی و عقل و جرأت و ہمت اور حیا و شرم کو ملاحظہ فرماؤ
اور تحسین و آفرین پڑہو کہ ہمارے حضرت مجیب کو اگر کتاب اللہ کی خبر نہین تو چندان مضائقہ نہین
کہ معذور ہین لیکن اپنی مذہب کے روایات پر بہی تو مطلق نظر نہین شاباش ع این کار
از تو آید و مردان چنین کنند۔ اب لیجیے اول کتاب اللہ کی شہادت سنیئے۔ حق تعالی شانہ سورۂ
نور مین ارشاد فرماتا ہی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا
عَلَى أَهْلِهَا الخ[1] یہہ آیت شریفہ صراحۃ مومنین کو اجازت دیتی ہی اور حکم کرتی ہے کہ دوسرونکی گہرونمین باجازت
و استیناس داخل ہونیکا مضائقہ نہین ہے اور یہہ بزرگوار قطع نظر اسکی کہ اکابر صحابہ مین سے ہی
حضرت زہرا و حضرت امیر کے ساتہہ قرابات بہی رکہتی ہین تو انکی لیئے بالاولے اجازت دخول معلوم ہوئی
ظاہری کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آپکی پہوپہی زاد بہائی تہی اور جب حضرت امیر بہی شریک مشورہ تہی تو ممکن نہین
کہ یہہ دخول حضرت کی بلا اجازت ہو اگر مجیب لبیب مدعی ہین تو ممانعت ثابت فرماوین۔ گر اس
سے تشفی نہو تو اور سنیئے حق تعالے شانہ مومنین کو اپنی نبی کے گہر مین باذن داخل ہونے کی اجازت
فرماتا ہے اور فرماتا ہی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ[2]
اور جبکہ خود نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے گہر مین داخل ہونے کی اجازت ہی تو اہل بیت نبی
کی گہر مین داخل ہونے سے کون مانع ہے تو جب یہہ حضرات داخلین اکابر صحابہ اور اعاظم

[1] ای ایمان والو مت جاؤ گہرون مین اپنے گہرون کے سوا جب تک نہ بول چال کرلو اور سلام دیلو ان گہرون والون پر۔ ۱۲

[2] ای ایمان والو نبی کے گہرون مین مت جاؤ۔ مگر جو تمکو اجازت ہو۔ ۱۲

مسلمین سے ہین اور جو علاوہ انکی دوسری لوگ تہی تو وہ ان ہی کی بیعت او تبعیت مین تہے اور بہ اجازت ومشورہ حضرت مین داخل ہوئی تو کوئی قباحت شرعی وعقلی لازم نہ آئی اور بحمد اللہ تعالی نے بہہ اہل سنت کی رشادت اور ولا وتمسک مین فرق وقصور آیا۔ لیکن اب حضرات شیعہ کی روایات معتبرہ کی شہادات پیش کر کے اہل انصاف سے ملتمس ہون کہ بجیب سبب داکابر شیعہ کے رشادت اور ولا وتمسک کا مشاہدہ فرماوین۔ اور دیکہین ہمارے مجیب لبیب کا پایہ انصاف دیانت کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے بجا مجلسی کی روایت جو حق الیقین مین مذکور ہے اوسکا ترجمہ مولانا حیدر علی نوراللہ ضریحہ نے ازالۃ الغین ۱۷۵ مین نقل کیا ہے سنیے حضرت صادق علیہ السلام فرمود کہ ابوبکر وعمر از امیر المومنین سوال کردند کہ شفاعت نماید وایشانرا ہمراہ خود نزد فاطمہ زہرا ببرد ہرگاہ داخل شدند گفتند کای دختر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چہ حال داری فرمود بحمد اللہ بخیریتام۔ الخ۔ یہہ دوست نص صریح ہے اس امر مین کہ شیخین رض حضرت زہرا کی پاس گہر مین داخل ہوئی دوسری روایت اگرچہ طول طویل ہے لیکن ملتقطاً فقرات موافق مطلب عرض کرتا ہون۔ پس آنحضرت بمارے ستد وجناب ولایت تابہ اوقات نمازہای پنجگانہ بمسجد میرفت وابوبکر وعمر پرسش حال سیدہ می نمود تا اینکہ بیماری آنحضرت سنگین شد آن ہر دو کس گفتند ای علی درمیان ما وفاطمہ رنجشی کہ واقع شدہ بود تو بہتر میدانی پس اگر مناسب دانی اجازت فرما تا عذری از تقصیر گناہ خود بیان نمائیم فرمود شما درین باب اختیار دارید پس آن ہر دو بر سر دروازہ حجرہ مطہرہ حاضر شدند وآنجناب اندرون دولت سرا رونق افزا گشت وفرمود کہ شیخین حاضر اند میخواہند کہ سلام نمایند بر شما پس مرضی شما چیست آنحضرت فرمود خانہ خانہ شماست ومن زوجہ مطیعہ شما ام پس ہرچہ مرضی شریف باشد بجا آرید فرمود چادر بر سر گیر پس مقنعہ مطہرہ را بر سر کشید وروی خود را جانب دیوار گردانید پس ہر دو آمدند وگفتند کہ راضی شو از ما خدا راضی شود از تو۔ الخ۔ یہہ روایت بہی مثل روایت سابقہ کے آشکارا طور پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت شیخین حضرت زہرا

پاس گھر مین داخل ہوئی اور علل شیخ المشایخ کی روایت کا خلاصہ جو ازالۃ الغین مین مذکور ہی یہہ ہی
بلکہ اوسمین یہی یہہ ہی اول حضرت سیدہ نے قسم کہائی کہ مین نہ اجازت دونگی اور نہ شیخین سے کلام
کرونگی بعد اوسکی بسفارش حضرت امیر اجازت دی اور شیخین اندر داخل ہوئی تو اب جناب لبیب کی خدمت مین
التماس ہی کہ اگر زبیر وغیرہ کا حضرت زہرا کے گہر مین آنا باوجودیکہ وہ اہلسنت کی نزدیک اعاظم اہل اسلام
اور عشرہ مبشرہ مین سے ہین اونکی بزرگی اور بیدینی ہی قرار پائی تو اب بلحاظ ان روایات کی حضرت
شیخین کے حضرت سیدہ کی پاس گہر مین داخل ہونی کی نسبت باوجود اسکی کہ حضرات شیعہ شیخین کے جناب
مین کونسی برائی اور گستاخی ہی جو نہین کرتے حضرت جناب منصف مزاج ان روایات کی حق مین کونسا
بیدینی کا مرتبہ ثابت فرماوینگے اور کس درجہ بیدین اونکو ٹہرادینگے - اور کچہہ ان روایات پر منحصر نہین حضرات شیعہ تو
معاذاللہ حضرت سیدہ کی مجلس عشاق و اہل نفاق و شقاق مین جانے بلکہ اونمین سی ہر ایک کی در بدر پہرنے کی
روایت کرتے ہین الفاظ روایت عنقریب ذکر کر آیا ہون دو چار ورق اولٹ کر دیکھہ لیجئی اور دیکہکر انصاف
سی فرمایئی کہ یہہ روایت جو ازالۃ الخفا سے نقل فرمائی ہی بیدینی ہی یا یہہ روایات جو حضرات شیعہ نے
روایت فرمائی ہین اگر آپنے اس روایت کو بنظر انصاف بیدینی فرمایا ہی تو انشاءاللہ تعالے ان روایات کو
جو آپکی اکابر علما نے نقل فرمائی ہین بعد ملاحظہ بشرط انصاف و عدم عصبیت و حمیت اہلبیت در جاہلیت کی ساتھہ
تعبیر فرماوینگے ہم تو کچہہ عرض نہین کر سکتی آپ اپنی انصاف سی جو چاہین فرماوین اور اگر روایات گذشتہ کا
دیکھنا گران بار خاطر گرامی ہو تو بحمد اللہ تعالے میری تتبع قاصر مین اور بہی روایات ہین بخوف طوالت
صرف استبصار سے جو اسوقت میری سامنی موجود ہی ایک روایت نقل کرتا ہون - باب یصلی علی الجنازہ و
معہا امراۃ مین روایت ہی علی بن الحسین عن عبد الرحمن بن ابی نجران و سندی بن محمد و محمد
ابن الولید جمیعا عن عاصم بن حمید عن یزید بن خلیفۃ قال کنت عند ابی عبداللہ علیہ السلام فسالہ
رجل من القمیین فقال یا ابا عبداللہ تصلے النساء علی الجنازہ قال فقال ابو عبداللہ ع ان رسول اللہ

ـــ۵۱ - یزید بن خلیفہ کہتا ہے کہ مین امام ابو عبداللہ ع کے پاس تہا کہ اہل قم مین کے ایک شخص نے آپ سے سوال کیا
ای ابو عبداللہ کیا عورتین بہی جنازہ کی نماز پڑہین امام ابو عبداللہ ع نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے -۱۲-

کان بیاهدهم المغیرة بن ابی العاص وحدث حدیثا طویلا وان زینب بنت النبی صلی الله
علیه وآله توفیت وان فاطمه[۱] خرجت فی نسائها فصلت علی اختها یہہ روایت حضرت سیدہ کو گہر سے
نکلنی پر دلالت کرتے ہیں اور واضح ہو کہ یہہ نکلنا دوسری روایات استبصار سے ہی ناجائز قرار پایا ہے - عنہ
عن العباس بن عامر عن ابی المغرا عن سماعة عن ابی بصیر عن ابی عبد الله[۲] ع قال لیس ینبغی للمراة
ان تخرج الی الجنازه تصلی علیها الا ان تکون امراة قد دخلت فی السن - علی بن فضال عن
محمد بن علی عن محمد بن یحیی عن غیاث بن ابراهیم عن ابی عبد الله[۳] ع قال لا صلوة علی جنازة معها
امراة - علاوہ ازین وہ روایت جو حضرت کلینی نے حضرت العتبة المعصومة ام کلثوم کی نسبت زنائی ہے
کمال دینداری پر مبنی ہے وہ نہایت حیا اور دینداری سے اول فرج غصبناہ امام سے انکی نسبت روایت
فرماتے ہین فی الواقع اہل سنت سے یہہ ہرگز ممکن نہین کہ ادنی مولوی سنی کے دختر کی نسبت ایسی فحش
اور بازاری باتین کہین چہ جائیکہ سیدہ مطہرہ کے جناب مین حاشا وکلا یہہ حضرات شیعہ ہی کی کمال رشادت
اور نہایت ولا و تمسک محبت اہل بیت طاہرین ہے کہ ایسی آرٹین جو جی مین فرماتے ہین نہ خدا سے
ڈرتی مین نہ رسول سے شرم کرتے ہین خدا کی لئی ذرا انصاف کی آنکھین کہولکر فرمائین کہ کوئی ادنے مجتہد یا
مولوی شیعہ کے بیٹی کے نسبت کوئی سنی انکی شاگرد ولنسی یا انکی دستون سے ہو ایسی کلمات جو آج
آپکی بزرگ اہلبیت کی دشمنون کی جناب مین کہہ سکتا ہے لا واللہ ثم لا واللہ حضرت سیدہ کا ایسی مجمع
مین تشریف لیجانا روایت کرنے کو رشادت اور ولا و تمسک سے تعبیر کرون یا آنکی دربدر پہرنے کو رشادت
اور ولا تمسک کہون یا آپکے پاس ایسی لوگونکی آنے کو یا حضرات شیعہ کے اس فحش بیانی کو عترت طاہرہ
کی نسبت رشادت اور ولا تمسک قرار دون ایک ہو تو عرض کرون ع دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم
انا للہ وانا الیہ راجعون - مگر غالبا یہہ دلسوزی محض بغض ائمہ اہلسنت اس بنا پر ہے کہ حضرت سیدہ سلام اللہ
علیہا اہلبیت مین معدود و محسوب ہون اور حضرت کا داخل اہلبیت ہونا غالبا اسی روز سیاہ کی لئی تسلیم

---

[۱] محمد الدیکو جبکا خون مباح کردیا تہا مغیرہ بن ابی العاص تہا اور طویل قصہ بیان فرمایا اور کہا کہ جب حضرت کی صاحبزادی
[illegible] وفات پائی اور حضرت فاطمہ عورتونکی شامل نکلیں اور اپنی بہن کے جنازہ کے نماز پڑہی ہے ۔ [۲] امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ [illegible]
عورت کو شایاں نہیں کہ جنازہ کو نکلے مگر یہہ کہ سن رسیدہ عورت ہو ۔ [۳] امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ جس جنازہ کے ساتھ عورت ہو اس پر نماز نہیں ہے

کیا گیا ہی ورنہ اگر حسب فرمودہ صاحب شافی شارح کافی کلینی وصاحب کنز العرفان دیکھا جاوی جسکی عبارت ہم
اوپر نقل کر آئی ہین تو اِس تطویل کے کچھ حاجت نہین اور اِن توجیہات کی کچھ ضرورت نہین کیونکہ جب حضرت سیدہ کا
اہلبیت مین معدود ہونا محتمل ہے بلکہ اگر اہل بیت مین معدود ہین تو مجازاً اور فی الحقیقت اہلبیت مین شامل
نہین تو بس قصہ ہی طی ہو چکا آپ کس موتہہ سی بے ادبی اور بے دینی کا اعتراض فرماینگی کیونکہ یہہ سب قصے
تو اسلیئے بنا ر کہا تہا کہ آل اہلبیت مین شمار کیجاتے تہین سو آپکی صاحب شافی اور صاحب کنز العرفان نے ایک
کرشمہ مین سارا عقدہ ہی حل کر دیا واقع مین یہہ کتابین اسم بامسمی نکلین **قولہ** اِس عبارت اداۃ التحفا
ہی وہ راستی وصدق نقل روایت جو صاحب تحفہ نے فرمائی ہی کہ حضرت زہرا ہم ازین نشست وبرخاست
انہا مکدر وناخوش بود الخ خوب واضح ہی جناب امیر کی نشست وبرخاست سے جناب زہرا معاذ اللہ ضرور
مکدر وناخوش ہوہی ہونگی **اقول** صاحب تحفہ قدس سرہ کی صدق وراستی نقل روایت مثل روز روشن
ظاہر وباہر ہی لیکن اسکا کیا علاج کہ آپنے شاید قسم کہا رکہی ہے کہ عبارت کی صحیح مطلب کو ہرگز فہم تک رسائی
نہ دینگے۔ پہر اسپر کیا کچھہ حق الیقین کا ادعا اور انصاف کا کیسا کچھہ زعم ہے لیکن آپ بہی مجبور ہین
آپ کیا کرین جیسا کچھہ صاحب نزہہ و تشیید وغیرہ نے غلط صحیح فرما دیا آپنے اعتقاد کر لیا اور اگر ایسا نکرین
تو کیا کرین حضرت میر صاحب گستاخی معاف کیجئے اوس نشست وبرخاست انہا کیجا نشست وبرخاست
جناب امیر اگر زیادہ نہین تو صرف اتنا ہی کسی طالب علم سے دریافت کر کے سمجہہ لیجیئی کہ مجموع
من حیث المجموع کا حکم افراد من حیث الافراد کی حکم سے مباین اور مغایر ہوا کرتا ہے اسکی صدہا مثالین
عالم مین موجود ہین اگر ایک پتہر کو ہزار آدمی اوٹہا سکتے ہین تو ہر ایک ہرگز نہین اوٹہا سکتا
اور اگر ایک رسی بہت سی بالون سے بنی ہوئی سے ہاتہی کو باندہ سکتی ہین تو ایک بال سے
ہاتہی نہین بندہ سکتا علاوہ ازین جو حکم کسی قید خاص کے ساتہہ مقید ہوا اوسکو محض اپنی
غلط خیال سے مطلق سمجہہ کر معترضانہ مخالف اوسکے مقابل ہونا کسقدر خلاف عقل اور ناانصافی ہے
یہہ حضرات یہہ خیال نہین فرماتے کہ وہ قید جسکی ساتہہ یہہ حکم مقید ہو رہا ہے۔ وہ علت اور مدار
حکم ہے گویا فی الحقیقت حکم اوس حیثیت پر جو بمنزلہ وصف ہی دائر اور وارد ہو رہا ہی لیکن

چونکہ عموماً حیثیات و اوصاف توابع ہوتی ہین اور بیدون وجود موصوفات کے وجود خارجی سے معرا ہوتے ہین اسلئے موصوفات کا ذکر ضروری ہوتا ہی لیکن اس کا یہہ سمجھنا کہ ذوات موصوفات کے مثل محکوم علیہا ہی مطلب ایسا غوجی خاں کی بھی بعید ہی پس اس اعتراض سے حضرت مجیب لبیب اور انکے ان بزرگوار ونکی جنہوں نے تحفہ پر اس قسم کے اعتراضات کیے ہین کمال عقل و فہم اور انصاف و تحقیق حق واضح ہوتے ہیں مہذا حضرت مجیب کا ناخوشی ہمد حضرت زہرا سے جناب امیر کے ساتھ اسقدر استنکاف محض اپنے اکابر کے تصریحات کے ناواقفیت یا تجاہل کے وجہ سے ہے ورنہ حسب تصریح علما اہالین قوم حضرت معصومہ کا جناب امیر کو (دروغ برگردن راوی) جنین ہیدہ نشین تلفظ بخارات سے تشبیہ دینا اور خانئین رخانہ گریختہ کے مثل فرمانا کونسی خوشدلی پر اور صفائی طبع پر مبنی ہی اور خاص اس معاملہ مین قرائن صاف طور پر دال ہین کہ جناب سیدہ اس نشست و برخاست سے ملکدر اور خوش نہین - قرینہ اول یہہ ہی کہ بعد تہدید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت سیدہ نے مہاجرین و انصار مین سے کسیکی دروازہ پر جا کر شکایت نہین فرمائی کہ لوگو عمر میرا گھر جلانا چاہتا ہے تعجب ہی کہ چند درخت خدا کی بہی تو (معاذ اللہ دروغ برگردن راوی) یون مجمع مہاجرین و انصار مین فریاد و فغان فرمادین اور اتنے بڑی امر کو سنکر اسطرح خاموش ہو کر بیٹھ رہین دوسرے عمر رضی اللہ عنہ سے سنکر آپ نے انکو بطور اتمام حجت کی بہی کچھ جواب نہ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا یہہ ہی منشا تھا تیسرے یہہ کہ حضرت امیر وغیرہ کو یہہ ہی صلاح دی کہ جاؤ اپنی رائے آپ سوچو اور میرے پاس نہ آؤ صریح معلوم ہوتا ہے کہ آپکا یہہ ہی مدعا تھا جو عمر رضی اللہ عنہ کی دہمکی کے پردہ مین ظاہر فرمایا اور بوجہ کمال حیا کے آپ اسکو بے پردہ نہین فرماتے تہین پس حضرت مجیب خوب غور و تامل کے ساتھ بنظر انصاف ملاحظہ فرماوین اگرچہ انصاف کی امید تو نہین **قولہ** اسمین تناقض ہے جو صاحب تحفہ کی عبارت مین واقع ہی بخوف طوالت اغماض کرکے حضرت مجیب کے اقوال آتیہ کا جواب لکھتے ہین **اقول** یہانتک مجیب لبیب نے جسقدر اعتراضات فرمائے اور اغماض نہین کیا اونہین حضرت کا تبحر علم و انصاف و تحقیق حق واضح ہوچکا اگر یہان بہی کچہہ فرماتے تو بخوبی اسکی اور سب تہا کہ ایک

دسیہ غلطی کا اور رنگ جاتا لیکن معلوم ہوتا ہی کہ اپنی ہمین کچہہ سمجھکر ہی چپکی ہو رہی ہین ہم اتنی ہی انصاف
کی شکرگذار ہین گوتناقض کا ہونا اور بوجہ طوالت اغماض کرنا ہمہ بدیہیات فرماتے ہین **قال الفاضل**
المجیب (قولہ) چنانچہ کتاب اللہ فضائل صحابہ سے پر اور اقوال عترت بیشمار اونکی مدائح مین وارد
ہین۔ (اقول) کیون حضرت شروع مین خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کو الخ لکھنا اور بعد مین فقط لفظ
صحابہ لکھکر کتاب اللہ سے اونکی فضائل کا مدعی ہونا ہمکو کیا کہتے ہین ہم تو بپاس ادب کچہہ کہہ نہین سکتے مگر آپ
منصف ہین آپ ہی ارشاد فرمائین **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** سبحان اللہ
ہمارے مجیب لبیب عبارت کو دیکھتے ہین نہ مطلب سمجھتے ہین اور اعتراض فرما دیتے ہین۔ ای حضرات
بندہ کی عبارت کو تو دیکھی کہ کیا عرض کیا گیا ہی پہر اعتراض فرمایئے اب مین اپنی عبارت نقل کرتا ہون
اہل انصاف ملاحظہ فرمائین اور دیکھین کہ اوسپہ اعتراض ہمارے مجیب کا بجا ہی یا بیجا (لیکن منتہی
مقطع اختلاف کا یہہ ہی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین علی الخصوص خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم
کو اہلسنت تمام امت سے باعتبار مرتبہ اعلی و افضل اور ایمان مین اثبت و اکمل اعتقاد کرتے ہین چنانچہ کتاب اللہ
فضائل صحابہ سے پر ہی اور اقوال عترت بیشمار اونکی مدائح مین وارد ہین) یہہ عبارت ہی جسپر مجیب لبیب
معترض ہین اور ناز کرکے فرماتے ہین کہ ہم بپاس ادب کچہہ نہین کہہ سکتے۔ حضرت مجیب کا یہہ فرمانا
کہ شروع مین خلفاء ثلثہ رض کو لکھنا اگر اس سے مراد یہہ ہی کہ صرف خلفاء ثلثہ رض کو لکھا اور عموماً
صحابہ کا ذکر نہین کیا تو محض غلط ہی شروع مین عموماً صحابہ کی افضلیت کو ذکر کیا گیا ہی اور بعد اسکے
ثانیاً بطور تخصیص بعد تعمیم خلفاء ثلثہ کو بوجہ غایت اہتمام کے ذکر کیا گیا ہے اور اگر حصر مراد نہین ہی تو صحیح ہی
لیکن مفید نہین بلکہ اعتراض مہمل ہے اور اگر لفظ کرام سے آپ متردد و مشکک ہین تو کیا آپ
ایسے ہمہ مناظرہ دانی اتنا ہی نہین جانتے کہ اہلسنت کا مذہب جمیع صحابہ کے نسبت کیا ہی علاوہ
اسکی اگر بالفرض شروع مین صحابہ کرام کا ذکر نہوتا اور صرف خلفاء ثلثہ رض کا ہی ذکر ہوتا اور بعد
اسکے لفظ صحابہ لکھکر کتاب اللہ سے اونکی فضائل کا دعوی کیا جاتا تاہم کچہہ حرج نہین تہا
نہ حسب اصول اہلسنت کوئی اعتراض تہا کیونکہ جو فضائل بحیثیت صحابیت اور ہجرت اور

انصار وغیرہ کی بیان کی گئی خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم اوسمین فرد کامل ہین تو انکی فضائل ازین بالاولی ثابت ہونگی مثلاً جناب امیر کا ذکر کرکے اگر فضائل اہل بیت کا دعویٰ کیا جاوی تو کیا یہہ خیال ہو سکتا ہی کہ حضرت امیر کے فضیلت اس سے ثابت نہو گی حاشا وکلا بلکہ بالاولی آپکے فضائل ثابت ہونگی ہم سے آپ کیا دریافت فرماتے ہین کسی اہل انصاف سے پوچھہ دیجئی آپکو بتا دیگا کہ آپ کا اعتراض محض بے سمجھی اور نا انصافی کی وجہ سے ہے **قولہ** پہلے عرض ہو چکا ہی کہ صحابہ کرام کے فضیلت سے انکار نہین مطلق صحابہ کی فضیلت مین گفتگو ہی جیسا کہ قرآن شریف سے فضائل ثابت ہین ایسی ہی ذمائم و رذائل بھی ثابت ہین چنانچہ بطور نمونہ ایک آیت لکھی گئی - **اقول** دین یہہ ہی عرض کیا جاچکا ہی کہ حسب نصوص اکابر قوم صحابہ کرام وجود عنقا صفت محض فرضی اور ادعائی ہے پس آپکا یہہ فرمانا صرف بوجہ اغماض تصریحات اپنی علماء کی ہی اور اگر آپ مدعی ہین تو بسم اللہ ہمین میدان ہین جو گان ہین گو - تشریف لائیے اور اپنی اصول پر جن صحابہ کو کرام سمجھتی ہین کتاب اللہ سے اونکا کرام ہونا ثابت فرمائیی - جبکہ صحابہ کی قرآن شریف سے فضائل بھی ثابت ہین اور رذائل بھی ثابت ہین تو کیا خداوند تعالیٰ کو معاذ اللہ سہو واقع ہوا تھا یا بداء واقع ہوا جو اس اختلاف فاحش کا سبب ہوا یا یہہ کہ فضائل عثمان جامع القرآن نے اضافہ کر دیئی اور اگر یہہ غرض ہی کہ بعض کے فضائل اور بعض آخر کی ذمائم اور رذائل مذکور ہین تو برائی خدا ذرا تعین تو کیجئی اور اپنی مقبولین کو غیر مقبولین سے تمیز تو دیجئی حق یہہ ہی کہ قرآن شریف مین حق تعالیٰ شانہٗ نے عموماً صحابہ کرام کے مدارج دنیوی و اخروی بیان فرمائی اور نہ خداوند تعالیٰ ہولا اوسکو بداء واقع ہوا اور نہ کسی نے قرآن مین کمی بیشی کی اور خداوند تعالیٰ نے انکی معاصی مغفرت کا وعدہ فرمایا جو انکی گناہ ہین وہ معفو اور جسقدر معاصی ہین وہ مغفور ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ اور جو آیت بطور نمونہ لکھی تہی اوسکی نسبت بہی ظاہر کر دیا گیا کہ جس دعویٰ کے ثبوت مین یہہ نمونہ پیش کیا تہا نی الحقیقت اوسکی یہی نمونہ نہین بلکہ حضرت کی علم و فہم و انصاف و تحقیق حق کا ایک عمدہ نمونہ ہی **قولہ** قرآن خلفاء ثلثہ کی شان مین

اقول جیساکہ آپ خصوصیت کی ساتھہ انکی فضلیت کے مدعی ومعتقد ہین ایک ہی آیت لکھی
اسمین بھی مجیب لبیب ہی کو انشاء اللہ تعالے زیادہ دقت پیش آئیگی۔ حضرت بہی تو خصوصیت
کی ساتھہ جناب امیر کی افضلیت کی مدعی ومعتقد ہین بلکہ رسل اولو العزم سے بہی افضل سمجھتے ہین
چنانچہ سابقاً ثابت کرچکا ہون تو آپ اسکی ثبوت کے لیئی ایک ہی آیت تحریر فرما دیجیئی
اور اگر آپ ہم سے اول اسکی طالب ہین تو لیجیئی ہم ہی گذارش کرتے ہین لیکن یاد رہی کہ اسیطرح
اپنی دعوی کا بہی ثبوت موافق اپنی اصول کے دینا ہوگا۔ اب سنیئی کہ سورہ نور مین خداوند تعالی شانہ
فرماتا ہی۔ ولا یأتل[۵۱] اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمهاجرین
فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم ط باتفاق اہلسنت
وشیعہ یہہ آیت شریفہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے شان مین نازل ہوئی کہ آپنے قصد انفاق مین مسطح
بن اثاثہ پر بوجہ اسکی کہ اوس سے بہی اہین کچہہ شرکت وگفتگو پائی گئی تہی انفاق ترک فرما دیا تہا
یہہ آیت نصاً ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افضلیت کو ثابت کرتی ہی۔ دوسرے سورہ واللیل مین حق تعالی
نے ارشاد فرمایا۔ وسیجنبها[۵۲] الاتقی الذی یؤتی ماله یتزکی یہہ آیت بہی حضرت ابوبکر رض کے شان مین
نازل ہوئی تفسیر مجمع البیان مین جو اسوقت میری سامنی موجود ہی لکہا ہی۔ وعن[۵۳] ابن الزبیر
قال ان الایۃ نزلت فی ابی بکر لانه اشتری الممالیک الذین اسلموا مثل بلال وعامر بن فہیرۃ وغیرهما
فاعتقهم والاولی ان یکون الایات محمولۃ علی عمومها فی کل من یعطی حق اللہ من ماله
وکل من یمنع حقه سبحانہ اور دوسری جگہ ارشاد ہی ان اکرمکم[۵۴] عند اللہ اتقاکم تو جب ابوبکر اتقی ہوئی تو عند اللہ
اکرم و افضل بہی ہونگی۔ والذی[۵۵] جاء بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون تفسیر مجمع البیان مین ہی
قیل[۵۶] الذی جاء بالصدق رسول اللہ وصدق به ابوبکر۔ ظاہر ہی کہ اسجگہ حضرت ابوبکر رض کے

---

۵۱ اور قسم نہ کہاوین بڑائی والی تم مین اور کشایش والی اسپر کہ دیوین ناطے والونکو اور محتاجون کو اور وطن چہوڑنے والونکو اللہ کے راہ مین اور چاہی معاف کرین اور درگذرین کیا تم نہین چاہتی کہ اللہ تمکو معاف کری اور اللہ بخشنی والا ہی مہربان ۱۲ ۵۲ اور بچا دیگی اوس سے بڑے پرہیزگار کو جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو ۱۲ ۵۳ ابن الزبیر سے مروی ہی کہ یہہ آیت ابوبکر کے شان مین نازل ہوئی کیونکہ اومنے وہ غلام جو مسلمان ہوگئی تہی مثل بلال اور عامر بن فہیرہ کی خرید کر آزاد کئی اور اولی یہہ ہی کہ آیات اپنی عموم پر ہر ایک اوس شخص کے حق مین جو خدا کے راہ مین اپنا مال خرچ کرتا ہی اور جو خدا کے حق کو ادا نہین کرتا محمول ہے ۱۲ ۵۴ بیشک خدا کی نزدیک زیادہ عزت والا وہی ہی جو تم مین زیادہ پرہیزگار ہی ۵۵ جو سچ لایا اور جسنی اسکی تصدیق کی وہی پرہیزگار ہین ۱۲ ۵۶ کہتے ہین جو سچ لیکر آیا رسول ہین اور جسنے تصدیق کی ابوبکر ہین ۱۲

تخصیص کے بجز اسکی اور کوئی وجہ نہین کہ آپ اس باب مین فرد کامل ٹھہرا سے سبب سی آپکا لقب
صدیق قرار پایا جسکو حضرات ائمہ نے بھی بیان فرمایا - علاوہ اسکی آیت اشداء علی الکفار - خاص
خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی صفت ہی اور اسکا مصداق جنگ بدر کے قصہ مین درباب اسیران حضرات
شیعہ نے بھی تسلیم کر لیا ہی علاوہ ان سب کے آیت استخلاف واضح طور پر خلفا رضی اللہ عنہم کے
فضیلت کو ثابت کر رہی ہی علاوہ ان کے اور بہت سی آیتین پیشتر گذارش کر چکا ہون براے
خدا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرماوین قرآن کے تحریف کے درپے نہون آئندہ آپکو اختیار ہی
قوله اقوال عترت جو بیشمار تحریر فرماتے ہین معلوم نہین کہ اس سے آپکی کیا مراد ہی اگر مقبولہ خود
مراد ہے تو وہ خصم پر حجت نہین - **اقول** اگر اقوال عترت مقبولہ خود مراد ہون تاہم مطلقاً
یہہ فرمانا کہ خصم پر حجت نہین اگر اپنے بزرگون کے اقوال کی ناواقفیت کی دلیل ہی بیشک عدم
حجت اسوقت ہی جبکہ غیر مسلمہ خصم ہون اور جبکہ خصم انکو تسلیم کرتے ہون تو اگرچہ مقبولہ خود ہون
خصم پر حجت ہونگی اب سنیی علامہ عبد الرزاق لاہجی نے گوہر مراد مین صحت روایات اہل سنت کی
تصریح فرمائی ہی وہ تحریر فرماتے ہین کہ اہل انصاف در فرقہ سنیان محدثین ایشانند کہ ہرچہ از پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ بایشان رسیدہ بیکم وکاست روایت می نمایند انتہی ملخصاً عن الازعام - پس جبکہ خصم نے
صحت روایات خصم تسلیم کر لیا تو کیا وجہ کہ اوسپر حجت نہون - **قوله** اور اگر متفق علیہ مراد ہین
تو سب سی جہان مین لکھے بعد آپکی علماء نے ہماری کتابون سی بزعم خود کل دو قول نقل کیے ہین جیسا کہ
آیات بینات والے اپنی رسالہ مین لکھتے ہین ہر ایک کا جواب اپنی محل پر دیا گیا ہی پس آپکا انکو
اقوال بیشمار لکھنا مبالغہ شاعرانہ ہی - **اقول** حضرت میر صاحب اب آنکھین کھولکر دیکھیی کہ بحول
اللہ تعالے علماء اہل سنت نے کیا کچھہ کیا باوجودیکہ آپکی علماء نے اپنی تمام عمر اخفاء محامد وفضائل
صحابہ اور اثبات مثالب ومطاعن مین صرف کردی تو ایسی حالت مین ایسی ایک قول کا ملنا جو صحابہ کے
فضائل پر دلالت کری عجائبات قدرت الہی سے ہی جیسا خوارج کی کتابون مین فضائل ومحامد
حضرت امیر رض کا پایا جانا نہایت مستبعد اور کرامت جناب امیر رض سے ہی چہ جائیکہ حسب اعتراف سامی

قول ہاں کی جاوین ائمہ کا ایک حکم بھی واجب التسلیم ہے اور جب نو مرتبہ ایک حکم فرماوین تو افسوس
کہ علماء شیعہ اسمین اونکی تکذیب فرماوین اور اون اقوال کی تحریف کرین باانہمہ یہہ تعداد حسب
اعتراف مجیب لبیب ہے ورنہ فی الحقیقت اقوال بیشمار شیعہ کی کتب سے نکل سکتی ہین چنانچہ اس عاجز نے
ابحاث سابقہ مین ایک سو تئیس (۱۲۳) اقوال نقل کیے جو صحابہ کی فضائل پر عموماً یا خصوصاً دلالت کرتے ہین
حالانکہ کتب موجودہ کا بھی پوری طرح سے بوجہ قلت فراغ تتبع نہین ہوسکا اگر سامان کتب کافی
موجود ہو اور فراغت ہو اور حسب طریقہ علماء شیعہ انجمن کیطور پر اس کام کو اہلسنت بھی کرین۔ تو
اوسوقت حضرت مجیب کو معلوم ہو۔ اسوقت ایک حدیث طویل کافی کے ذہن مین ہے لیکن خوف
تطویل اجازت نہین دیتی لیکن مختصراً حوالہ دیتا ہون کہ فروع کافی کے باب من یجب علیہ الجہاد ومن
لا یجب مین علی بن ابراہیم عن ابیہ عن بکیر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی عمرو الزبیری
عن ابی عبداللہ قال قلت لہ اخبرنی عن الدعاء الی اللہ والجہاد فی سبیلہ ھو لقوم لا یحل الا لہم الخ
روایت ہے اوسکو ملاحظہ فرمایئے اور غور کیجیے کہ کسطرح خلفاء ثلثہ رض کے استحقاق امامت کو ثابت کرتی ہے
اور مہاجرین کی رفاقت کو حضرت صلعم کے ساتھہ واضح کرتی ہے اور یہہ کہ ان حضرات نے باجازت
خداوند تعالی کسری و قیصر پر جہاد کیا اور کفار پر شدید اور مسلمانون پر رحیم تھے اور یہانتک خلوص دل سے
عبادت خداوند تعالی کی کہ حق تعالے نے ان کی تعریف توریت وانجیل مین بھی نازل فرمائی۔ غرض
اس حدیث سے صلاح حال و مآل خلفاء رضی اللہ عنہم ثابت ہوئی چنانچہ مفصل یہہ روایت عنقریب
ثبوت خلافت مین ہم بیان کرین گے اور علی ہذا القیاس روایت غوالی اللآلی ابن جمہور و دیگر مفسرین امامیہ کے
اسیران بدر کے معاملہ مین جب حضرت صلعم نے مشورہ فرمایا تو ابوبکر صدیق رض نے اخذ فدیہ کا مشورہ دیا اور عمر فاروق رض
نے قتل کے رائے دی تو آپنے فرمایا مثلک یا ابابکر مثل ابراہیم اذ قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی

ف۱ یہہ تمام روایت اور اسکا ترجمہ بحث اثبات خلافت مین مذکور ہے۔ ف۲ اے ابوبکر تیری کہاوت ابراہیم کے ہے کہ اوس نے کہا
جس نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہی اور جسنے میری نافرمانی کی تو تو بخشش والا مہربان ہے اور اے عمر تیری
مثل نوح کی ہے جبکہ اونسے کہا اے پروردگار نہ چھوڑ زمین پر کوئی کافر بسنے والا۔ ۱۲

فذلك غفور رحيم ومثالك يا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تذر على الارض من
الكافرين ديارا - اسجگه عبارت فخر رازی امامیه کی منتهی الکلام سے نقل کرتا ہون - روایت است کہ در روز بدر
هفتاد تن اسیر گرفته بودند از آن جمله عباس و عقیل بودند حضرت رسالت صلی الله در باب ایشان با صحابه
مشوره فرمود ابوبکر گفت که اکابر و اصاغر این قوم اقارب و عشائر تواند اگر هریک بقدر طاقت و استطاعت فدای
بدهند باشد که روزی بدولت هدایت برسند و حالا عدد مسلمانان زیاده شود عمر گفت یا رسول الله
ایشان تکذیب کردند ترا و بیرون کردند انها ائمه کفر اند همه را بفرما تا گردن زنند و تمکین از ایشان فدا را
عقیل یعنی بسپار و عباس را بحمزه و فلان را بمن تا گردن زنیم آنحضرت صلی الله علیه وسلم فرمود که حق
سبحانه و تعالے دلهای مردم را گاه است که نرم میسازد بمرتبه که نرم تر از شیر است و دیگر دلها میباشد که
سخت تر از سنگ مثل تو ای ابابکر همان مثل ابراهیم علیه السلام است که گفت فمن تبعنی فانه منی و
من عصانی فانک غفور رحیم مثل تو ای عمر همچو مثل نوح است وقتیکه گفت رب لا تذر علی الارض من الکافرین
دیارا و این دو حالت که نرمی و سختی است که از انبیاء صادر میشود بحسب مقام و مقتضاء وقت خوب است
چه بعضی از کفار هستند که بسیار شدید اند در کفر و ایمان از ایشان متوقع نیست و نه از اعقاب ایشان آنجا
استعمال مناسب است و دل سختی و اگر بخلاف است نرمی و خوشخوئی بعد ازین حضرت فرمود اصحاب را
اگر خواهید بکشید و اگر خواهید بستانید ایشان فدیت را اختیار کردند - پس جناب مجیب کا لفظ مشیار کو
مبالغه شاعرانه سمجھنا محض بوجه ناواقفیت اپنی کتب کے ہی و بس **قوله** معہذا خلفاء ثلثه کے
شائمین ان فرقه میں سے بھی بعض ہین - **اقول** حضرت مجیب نے یہ ادن اقوال کو جو عموماً مناقب
صحابه کرام میں وارد ہوئی ہین بوجه کمال دین و دیانت و مسلم خواست خلفا ثلثه رضی الله عنهم
کی شان میں نہین سمجھتے کہ لفظ بعض اطلاق فرماتے ہین حالانکہ یہ غلط ہی کیونکہ جو قول عموماً صحابه کے
منقبت پر دلالت کریگا خلفاء ثلثه رضی الله بالاولی اسمین شامل اور اسکی مصداق ہونگے - **قال
الفاضل المجیب** - قوله - اور شیعه انکو خلاف ثقلین بدتر از کفار و منافقین جانتے
ہین (نعوذ بالله من ذلک) اقول - انکی اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذ الله

شیعہ صحابہ کرام کو ایسا جانتی ہین - یہہ محض افترا ہی حاشا وکلا کہ شیعہ کا یہہ اعتقاد ہو **یقول**
العبد الفقیر الی مولاہ جناب مجیب کے اس جرأت کو آفرین اور اس ہمت پر شاباش
نہ اپنی کتابین دیکھین نہ اپنی علماء کی شہادتین سنین بیچاری صحابہ کس گنتی مین ہین آپکی بزرگوارون نی
تو انبیاء و ائمہ کو بہی کفر و خیانت سے نچھوڑا اور صحابہ مین سی تو فسق و کفر و نفاق و ارتداد سی شاید
ہی کوئی بچا ہو تو شاید کرام کی تسلیم علے سبیل الفرض ہوگی پس اسکو اہلسنت کا افترا کہنا طرفہ
تماشا ہی - یہہ وصف تو گستاخی معاف جناب کی ہی اکابرین پایا جاتا ہے کہ ائمہ پر افترا کرتے
تہی بہتان باندہتی تہی جہوٹی روایتین بناکر انکی طرف سی شائع کرتے تہی اور حضرت کی[1] کتابون مین
یہہ بھی موجود ہی - الشیعۃ کانوا یکذبون علی الائمۃ وھم قد تاذوا منھم علی ما ذکرہ
الکلینی فی الکافی عن ذو الفقار بالجملہ اگر شیعہ کا یہہ اعتقاد نہین ہی اور صحابہ کرام کو کرام جانتی ہین اور
اور اپنی بزرگوارون کے جنہون نے کرام ہونے سی صحابہ کو خارج کیا ہی تکذیب کرتے ہین تو مرحبا بالوفاق
وحبذا الاتفاق - **قولہ** ہان جنکا نفاق انکی نزدیک ثابت ہی اور روایات اہل سنت بہی اسکی مساعدت
کرتے ہین انکو ہی ایسا سمجہتی ہین کل کو ایسی گول مول بات لکھنی اور سبکو خلط ملط کرنا انصاف سی بعید ہی
اقول وہ منافقین کہ جنکا نفاق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت ہی اہلسنت کی نزدیک
ہرگز عداد صحابہ مین معدود نہین اہلسنت کی نزدیک صحابیت کر واسطی ایمان خاتمہ تک ہونا شرط ہی حاشا وکلا
کہ اہلسنت کی روایتین نفاق صحابہ کی مساعدت کرتی ہون لیکن ہان حضرات شیعہ کے روایات صحابہ
کرام کے ارتداد و نفاق کو صاف صاف بیان کرتے ہین پس حقیقت مین خلط ملط آپکی بزرگان دین نے
اپنی روایات مین فرمار کہا ہی نہ ہمنی - **قولہ** یہہ کب ممکن ہی کہ شیعہ خلاف ثقلین کی ہون حضرات
اہلسنت ہی اسی امر مین تو مخالفت در جہگڑہ ہی **اقول** حضرت میر صاحب یہہ محض آپکا
اور آپکی بزرگون کا زبانی دعوی ہے تشیع کو اور اتباع ثقلین کو کیا علاقہ شیعیت تو اتباع
ہشام بن الحکم اور ہشام بن سالم اور میثمی اور زرارہ اور سالم بن ابی حفصہ اور ابو الجارود اور ابو بصیر

---

[1] شیعہ ائمہ پر جہوٹی باتین تہوپتی تہی - اور امام شیعون سی اذیت پاتے تہی -

وغیرہ کے دین کا اتباع ہی آپ ہدایات کو چھوڑیی اور اپنی کتابون سی اس امر کی تحقیق فرمائیی اگر انصاف سی دیکھیی گا تو معلوم کیجیگا کہ یہہ طریقہ ان ہی حضرات کا اور ان کے بزرگون کا ایجاد و اختراع ہی کہ ہمیشہ تراش کر اور بنا بنا کر آئمہ رضی اللہ عنہم کی طرف نسبت کرتے تھی اور ائمہ انکی تکذیب فرماتے تھی کسی پر لعنت فرماتے تھی کسیکو شر من الیہود والنصاری فرماتے تہی پس جو طریقہ ایسی بزرگوارون کے توسط سی لیا جائیگا وہ ہرگز ثقلین کے مطابق نہین ہوگا تعجب یہہ ہی کہ شیعہ نے ان حضرات کی درایات و روایات کو مطاعن صحابہ و مقدمہ امامت مین تو پیشوا قرار دے رکہا ہی کیا وجہ ہی کہ الہیات مین انکی روایات و درایات کو قبول نکیا چونکہ ان حضرات کا کسیقدر حال مین روایات سابق مین بہی بیان کرچکا ہون اسلیئی اس موقع پر اسی قدر قلیل پر اکتفا کرکر حضرات شیعہ نے جو خلاف ثقلین اپنی اصول و فروع مین کیا ہی اوسکو نقل کرتا ہون۔ (۱) وجوب معرفت خدا تعالی عقلاً ہی حالانکہ یہہ ثقلین کے مخالف ہی کتاب اللہ۔ ان الحکم الا للہ[۱] لا الہ الا الحکم۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید عترت روی الکلینی عن ابی عبد اللہ ع انہ قال لیس للہ علی خلقہ ان یعرفوہ وللخلق علی اللہ ان یعرفہم (۲) اکابر شیعہ مثل زرارہ بن اعین اور بکیر بن اعین اور سلیمان بن جعفری اور محمد بن مسلم کا عقیدہ ہی کہ خدا تعالے ازل مین نہ عالم تہا نہ سمیع نہ بصیر اور یہہ صریح مخالف ثقلین ہے (۳) اکثر صاحب الحاق اور بعض اثنا عشریہ کہتی ہین کہ خدا تعالی بعض اشیاء کو قبل وجود نہین جانتا چنانچہ شیخ مقداد صاحب کنز العرفان اسکا قائل ہی کہ جزئیات سی قبل وجود خدا تعالی جاہل ہے اور یہہ بالکل خلاف ثقلین ہے (۴) ابو جعفر طوسی و شریف مرتضی کہتی ہین کہ خدا تعالے عین عدد شدہ پر قادر نہین یہہ کسطرح موافق ثقلین ہے (۵) شیعہ اعتقاد کرتے ہین کہ کلام اللہ مین صحابہ نے تحریف کی اور یہہ عقیدہ بالکل مخالف کتاب اللہ و عترت کی ہی (۶) کہتی ہین کہ معاذ اللہ خدا تعالے کو بداء واقع ہوتا ہی اور یہہ صریح مخالف ثقلین ہی (۷) اعتقاد رکہتی ہین کہ خدا تعالے غیر شیعہ کے ضلالت و گمراہی پر راضی ہی اور یہہ مخالف ثقلین ہی (۸) اعتقاد رکھتی ہین

---

[۱] نہین ہی حکم کرنا مگر اللہ تعالی کا۔ خبر دار اوسیکی ہی حکم ہی۔ جو چاہتا ہی کرتا ہی سادہ جو قصد کرتا ہی حکم کرتا ہی۔ [۲] امام جعفر صادق سی مروی ہی کہ اللہ کو حاکم کر ہی مخلوق پر اللہ نہیں ہی کہ دہ اوسکو پہچانے اور مخلوق کے لیے خدا پر واجب ہی کہ وہ انکو پہچنوائی۔ ۱۲

عقائد شیعہ جو ثقلین کے مخالف ہین

خداتعالے محکوم عقل کا ہی اور بحکم عقل بہت سی چیزین خداتعالی پر واجب ہین (۹) اعتقاد
رکھتے ہین کہ بندے بلکہ تمام طیور و بہائم و حیوانات اپنی اپنی افعال کے خالق ہین اور خداتعالے کو انکے
افعال مین کچہہ دخل نہین اور یہہ عقیدہ مخالف ثقلین کے ہی (۱۰) اعتقاد رکھتے ہین کہ ائمہ تمام
انبیاء اور رسل سے عند اللہ افضل ہین مگر رسول اللہ صلی اللہ سے اور یہہ عقیدہ ثقلین کے مخالف ہی۔
(۱۱) اعتقاد رکھتے ہین کہ انبیاء اور ملائکہ کی پیدائش بطفیل حضرت علی کے ہی اگر حق تعالے حضرت
علی کو پیدا نکرتا تو انبیاء اور ملائکہ او جنت کو پیدا نکرتا اور یہہ مخالف عقل و نقل ہے (۱۲) اعتقاد
رکھتے ہین کہ خداتعالے نے انبیاء سے اور ملائکہ سے ائمہ کی ولایت اور انکی اطاعت کا میثاق لیا۔
(۱۳) اعتقاد رکھتے ہین کہ انبیاء ائمہ کے انوار سے اقتباس کرتے تھے (۱۴) اعتقاد رکھتے ہین
کہ قیامت مین تمام انبیاء حضرت علی کے محتاج ہونگے۔ (۱۵) اکابر امامیہ انبیاء سے صدور کفر و
ثبوت کبیرہ روایت کرتے ہین۔ (۱۶) کہتے ہین کہ جبکہ خداوند تعالے نے انبیاء سے میثاق
لیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کردیا (۱۷) کہتے ہین کہ بعض رسل نے رسالت سے عذر کیا اور استعفا دیا۔
(۱۸) کہتے ہین کہ بعض مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کیوجہ سے وحی کو رد کیا اور تبلیغ
احکام سے تقاعد کیا (۱۹) اعتقاد رکھتے ہین کہ ائمہ اور انکی اعداء قبل قیامت زندہ کیے جاینگی جسکو
رجعت سے تعبیر کرتے ہین۔ (۲۰) اعتقاد رکھتے ہین کہ امامیہ مین سے کسیکو معصیت صغیرہ و کبیرہ
پر عذاب نہوگا (۲۱) مذی اور ودی اور آب استنجا کو پاک قرار دیتے ہین (۲۲) شراب کو ابن عقیل
وغیرہ نے طہارت کا حکم دیا ہی (۲۳) کہتے ہین کہ اگر حسین عورت کو حالت نماز مین بغل مین لیوے
یہانتک کہ فرش و انتشار رہو اور سر ذکر کو محاذی سوراخ عورت کے کرے اور مذی بھی بہکر گھٹنون
تک پہونچی تاہم نماز جائز ہے (۲۴) بعضی فرماتے ہین کہ نماز مین اکل و شرب مفسد نہین (۲۵)
کہتے ہین کہ بعض سورتین پڑہنی سے نماز فاسد ہوجاتی ہی۔ (۲۶) پانی مین غوطہ لگانی کو مفسد
صوم فرماتے ہین (۲۷) کہتے ہین کہ اغلام سے روزہ فاسد نہین ہوتا۔ (۲۸) لونڈیون کے
فروج کو عاریۃ دینا جائز فرماتے ہین (۲۹) عورت منکوحہ اور مملوکہ اور مانگی ہوئی اور وقف

کی ہوئی اور امانت رکھی ہوئی اور متعہ کے ساتھہ لواطت کو جائز فرماتی ہین (۳۷) متعہ دوریہ کو جائز قرار دیتی ہین اور اوسکی صورت یہہ ہی بہت سی مرد ایک عورت کی ساتھہ متعہ کرین اور دور و نوبت مقرر کر لین کہ ہر ایک شخص اپنی نوبت مین جماع کری علی ہذا القیاس بہت سی ابواب فقہ کے مسائل کتبہ مین مشتی نمونہ از خروارے و قطرہ نمونہ از بحار بہایت تلخیص و اختصار کے ساتھہ صواقع و تحفہ وغیرہ سے نقل کرہی جناب مجیب غور فرماوین اور سوچین کہ ثقلین کا اتباع اسیکا نام ہے باقی رہا تفسیر کلام اللہ کے ساتھہ جو سلوک کیا جاتا ہی وہ آئندہ کتاب اللہ کی بحث مین ذکر کیا جائیگا جناب مجیب اگر زیادہ تفصیل چاہینگے تو ہم تفصیل کے واسطے بھی حاضر ہین بعد اسکے اب یہہ امر واضح ہو گیا کہ جو جملہ مجیب لبیب نے تحریر فرمایا (اہلسنت سے اسی امر مین تو مخالفت و جھگڑہ ہے) نہایت صحیح ہی

قال الفاضل المجیب - قولہ - ہلبی حضرات شیعہ کی جہانتک دسترس ہی باطل فضائل اور اظہار مطاعن مین بجد و جہد ساعی ہین - اقول — بے شک جنکی فضائل کتاب اللہ و اقوال عترت سے ہرگز ثابت نہین اور اہلسنت خواہ مخواہ فضائل اونکے ذمہ لگاتی ہین اور وہ مطاعن جو وحشت ازبام افتادہ ہین کہ چھپائے سے نہین چھپ سکتے چھپانا چاہتی ہین ان فضائل کے باطل اور ان مطاعن کے اظہار مین جد و کوشش کرتے ہین تاکہ امر حق ظاہر ہو۔ یقول العبد الفقیر الی مولاہ بحول اللہ و قوتہ گذشتہ ابحاث مین مناقب و محامد صحابہ کرام کا اثبات کتاب اللہ سے بھی اور اقوال ائمہ سے بھی مختصر اکیا گیا اب ہم دیکھتے ہین کہ مجیب لبیب تسلیم فرماتے ہین یا برخلاف تحریر خود فضائل ثابتہ کو باطل فرماتے ہین بڑے مطاعن جناب مجیب نے دو ذکر فرمائی تھے انفضاض عن صلوۃ الجمعہ و تخلف عن جیش اسامہ سو بحمد اللہ اونکا بھی قلع و استیصال واجبی کیا جا چکا ہی پس حضرات شیعہ برخلاف شہادات کتاب اللہ و ارشادات ائمہ فضائل صحابہ کی ماہتاب کو مشتہا ئے خاک سے چھپانا چاہتی ہین اور انکی انوار اپنی موہنون سے بجھانا چاہتے ہین اور زبردستی اپنی ہیراکشی ہولی ذمائم کے نجاسات سے اونکی دامہائے مطہرہ کو ملوث کرنا چاہتی ہین اور جن صحابہ کو کافر زعم کر رکھا ہی اونکو بھی تو سہام ملامت سے خالی نہین چھوڑتے ہین - باین ہمہ صدوق الشیعین

باوجود ارتداد صحابہ کے خصائل مین یہہ بھی فرماتے ہین کہ بارہ ہزار صحابہ ایسی تھی جو کوئی اونمین سے جبری اور قدری اور حروری نہ تہا رات دن خدا کی خوف سے رویا کرتے تھی دو ہزار انصار تھی اور آٹھہ ہزار مہاجر تھی اور دو ہزار وہ تھی جو ہنگام فتح مکہ اسلام لائی تھی۔ پس کیا اُن بارہ ہزار کے فضائل خواہ مخواہ اہلسنت ہی انکی ذمہ لگاتے ہین اور انکی مطاعن جو طشت از بام ہین اہلسنت ہی چھپاتے ہین یا یہہ انکی فضائل کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہین معاذ اللہ اگر بفرض محال یہہ ہی امر حق قرار پاوے جسکی درپے حضرات شیعہ ہین تو نہ خدا کی خدائی باقی رہتی ہی نہ رسل کی رسالت نہ انبیاء کی نبوت نہ ائمہ کی امامت نہ اہلبیت کی حرمت نہ صحابہ کی صحابیت پہر ایسے امر حق کے اظہار کے سعی کا دعوی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین — **قال الفاضل المجیب** — قولہ۔ چونکہ مقدمہ اختلاف خلافت بھی اسی اصل سے ناشی ہے اور حضرات شیعہ کو اتنی بڑی فضیلت باعتبار اپنی اصول مذہب کے کب گوارا تھی اگرچہ ثقلین اوسکی ثبوت کرتے ہین اپنی خلافت کی اصول و شروط ایسی وضع فرمائی کہ جنکی رعایت سے مدعا حاصل ہوا اور ابطال استحقاق خلافت اپنی زعم مین ہو جاوی (اول) یہہ اصل ہی در اصل بجای خود نہین جیسا کہ پہلی گذارش ہوا کہ کل صحابہ اچھی نہ تھی جنکی نسبت کیا خاتم المحدثین بعض کے شان مین صاحب خیانت و شہرافسا و پیشہ مردود جناب الٰہی تحریر فرماتے ہین **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** اس اصل کا در اصل بجای خود ہونا سابقا اپنی موقع پر مشروحا بیان کیا جاچکا ہی حاجت اعادہ نہین ہے اگر کسی جگہ عنوانی مجیب لبیب اسکا اعادہ فرمائی تو تعقب کیا جاتا اور خاتم المحدثین کے کلمات کی نسبت بھی مفصلاً مذکور ہوچکا ہی لیکن یہ جگہ بھی بقدر غرض ہے کہ خاتم المحدثین نے صحابہ کے حق مین یہہ الفاظ نہین لکھی خصوصاً لفظ مردود جناب الٰہی ہرگز صحابہ کی حق مین نہین لکھا یہہ محض آنجناب یا مجیبین تحفہ کا افترا ہی اور بالفرض اگر صحابہ کی حق مین لکھا ہی تو بطور الزام و نقل مذہب شیعہ کی لکھا ہی و بس اور جناب مجیب نے جو یہہ جملہ تحریر فرمایا۔ (کل صحابہ اچھی نہ تھی) اگر مراد اس سے سلب کلی ہے تو البتہ کہا جاسکتا ہی کہ یہہ ایک جملہ ہی جو انصاف و راستی و صدق سے باعتبار اپنی روایات و اصول مذہب کے سرزد ہوا ہی اور اگر کل مجموعی کی طرف نفی راجع ہی تو خلاف نصوص و روایات ہی۔ چنانچہ بارہا اس غلطی پر متنبہ کیا جاچکا ہی

اور بہتر اچھا نہونا مرتبہ ت شکیک مین ہی اگر اس سی یہہ مراد ہی کہ معصوم نہ تہی اور شیعہ جیسا ائمہ کو نبیا
سی بھی برتر اور بہتر فرماتے ہین ایسی نتھی تو صحیح و مسلّم نہ معصوم تھی اور نہ انبیا رسے بہتر بلکہ مساوی
بہی نہ تہی اور اگر اچھی نہوتے سی یہہ مراد ہے کہ مرتد اور غاصب حق خلافت و فدک اور مغیر دین
اور محرف کلام رب العالمین تھے تو غلط اور کذب و افترا اور دساوس و تخیلات حضرات شیعہ سی ناشی ہے

قوله الخ یہہ فرذہی کہ مقدمہ خلافت ہے وہ مقدمہ ہی کہ جس صحابہ کی فضائل و رزائل پرکہی جاتی ہین

اقول - یہہ حصر بالکل غلط اور باطل ہے فضائل و رزائل صحابہ رضی اللہ عنہم کے پرکہی جانے کے
صدہا عقبات اور ہزارہا مراحل زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین قطع ہوچکی اور
انواع انواع کے تکلیفات مین آزمائشین ہوچکی اور طرح طرح کے صدمات مین امتحان ہوچکا
اول جب سی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور دعوت شروع فرمائی اور کفار ایذا و فساد
و ایذا رسانی ہوئی جن لوگون نے اسوقت حضرت کی تصدیق فرمائی اور حضرت پر ایمان لائی اور کفار کی ایذا ہی
سہی اور کبھی اپنی مال و جان و آبرو کا پاس نہین کیا علی الاعلان بے خوف و خطر آوازہ دعوت اسلام کو بلند
رکہا چنانچہ بہت سی اکابر قریش اونکی عزت کی وجہ سے شرف با یمان ہوئی اور بہت سی غلامون کو
جو ایمان لائی تھی اور کفار کے پنجہ تکلیف مین گرفتار تھے اپنی خالص مال سے خرید کر آزاد کیا اور کفار
کی تکلیف دہی سے اونکو رہائی دلوائی - اور سفر حضر مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق
غمگسار رہے دین اسلام کی محبت مین ازواج و اولاد اور خویش و اقارب سی پیوند توڑا اور مال دنیا کو چہوڑا
اپنے وطن سے موہنہ موڑا راہ غربت اختیار کی مصیبت کو سر پر لیا - صعوبتین جہیلین اذیتین سہی
تکلیفین اوٹہائین کفار و دار الکفار سی قطع تعلق کرکے حضرت کے قدمون مین پڑ رہنے کو دارین کی
سعادت سمجہا اور جنہون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپکی رفقا و اہل وطن کو اپنی گہرون مین جگہ
دی جان و مال سے خدمت کرکے دارین کی سرخروئی حاصل کی دین و اسلام کے اشاعت مین سعی
اپنی عزوات و سرایا مین اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی جانونکو معرض ہلاکت سی نہین بچایا اپنی
جانونکو حضرت کے نفس نفیس کے آڑ بنائی رکہا - دین اسلام کو عالم مین پہیلایا کفر و اہل کفر کو خذلان

ذلگونسار کیا۔ آزمائشون کے بھٹی مین انکی میل کچیل دور ہوئی اور وہان سے فیض صحبت پیغمبر نے انکو
مصفا و مجلا کیا۔ انوار آفتاب رحمت خداوندی جل شانہ سے انکی قلوب منور ہوئی اور اشعہ ماہتاب فیض
برکات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی دل روشن ہوئی عالم خلق و امر کو قطع کیا ملکوت کے سیر کیے
حقیقۃ الحقائق کو بچشم قلب مشاہدہ کیا۔ جب انکی جان نثاریان اور خدمات نمایان برگزیدہ جناب محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم اور پسندیدہ حضرت کبریائی جل وعلا شانہ ہوئین۔ تو خداوند علام الغیوب کی بارگاہ
عالی متعالی سے انکی صلہ مین رضا و خوشنودی کے تمغی عطا ہوئی اپنی رسول کے زبانی دخول جنت کا
وعدہ فرمایا انکی خطایا و زلات کی مغفرت اور معاصی و سیئات کی کفارہ کا مژدہ سنایا گیا تو گویا آزمائش
ختم ہو چکی اور انکی محامد و فضائل جوہری ہو چکی تو پھر مقدمہ خلافت پر آزمائش کا حصر کرنا اور کہنا
کہ مقدمہ خلافت ہی سے فضائل و رذائل پرکھی جاتے ہین سراسر غلط اور بدیہی البطلان ہی معیار
آزمائش اور محک امتحان وہ مراحل تھی جو حضرت کے زمانہ مین طی ہوئی منافق و مخلص ممتاز ہو گئے
حق تعالے نے فرما دیا۔ ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب[1]
وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب الخ۔ ام حسبتم ان تترکوا الخ۔ اور ایسی بزرگان دین اور
اکابر اہل یقین کے عیوب کا تجسس کرنا اپنی عمر عزیز کو رائگان برباد و تلف کرنا ہے کسی درصحن
کا جی قلبہ جو ید ٭ اضاع العمر فی طلب المحال ٭ معہذا اگر یہ ہی مقدمہ ہے جس سے فضائل
و رذائل پرکھی جاتے ہین تو بفرض محال علی سبیل التسلیم ہم کہتی ہین کہ حسب تصریحات علماء شیعہ
فضائل و رذائل پرکھی گئی بعض نے جناب وصیت تجہیز و تکفین تہی حضرت کے جنازہ اطہر کو تین روز تک
لا دفن رکھا حضرت کے وصال کا کسیکو نہ غم ہوا نہ بیہوشی ہوئی اپنی دنیاوی سلطنت اور
چند درخت خرما کی پڑگئی جسکی بہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت کا پاس کیا
کہ آپ نے صبر و سکوت کی وصیت فرمائی تہی نہ وودمان نبوی کے آبرو کا پاس کیا کہ دربدر پھرنے لگی

[1] ۔ اللہ وہ نہین کہ چھوڑ دیگا مسلمانون کو جسطرح پر تم ہو۔ جب تک جدا نکرے ناپاک کو پاک سے
اور اللہ یون نہین کہ تمکو خبر دے غیب کی۔ ۱۲

منافقین کے ہم پیالہ وہم نوالہ رہی اپنی دین کو اونکی خواہشون کے مطیع رکہا کسی شہر کو دارالاسلام نہ بنایا معاذ اللہ اللہم انی اتوب الیہ ایک ما افترو امولانا۔ اور بعض نے حضرت کے دین کو اختلافات عظیم سے بچا کر سنبہالا۔ اور عالم مین شائع کیا ہزارہا ملک فتح کیے ہزارہا کو سلک اسلام مین منسلک کیا حضرت کی وصال کے صدمہ مین یہانتک بیہوش ہوئی کہ آپ کے انتقال کا انکار کر دیا۔ پس اگر اسی مقدمہ کو معیار امتحان قرار دیا جاوی تو ہم کہتے مین آپ ہی نے یہ فضائل و رذائل کے امتیاز فرمائی ہی پہر جسپر چاہی فضائل منطبق کیجئے اور جسپر چاہی رذائل **قولہ** حب ریاست و حکومت و طمع نفسانی و حرص دنیا فانی اسقدر غالب ہوئی کہ باوجود تہدید و ترہیب و تخویف حضرت نبوی انکم ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیمۃ کما فی صحیح البخاری آپسمین مخالفت و تشاجر کر کے نعش اطہر جناب رسول خدا کو بے غسل و کفن و دفن چہوڑ کے خلیفہ بن گئی اور اہل بیت کی جنکی بزرگی کا حکم تہا بات بہی نپوچہی بات پوچہنے کے کیا معنی بجائی تسلی و تشفی کے گہر جلانے کی دہمکی دی نظر انصاف سے بخاری کو ملاحظ فرمائی کتب تاریخ و سیر کو دیکہیے تو آپکو معلوم ہو کہ وقت انعقاد بیعت کیا کیفیت تہی۔ **اقول** یہان تو عجیب بیبیب جوش بغض و عناد مین آکر جامہ سے باہر ہوگئی توسن زبان بے لگام ہوگیا انصاف و تحقیق حق کو بالائی طاق رکہ کر جو مونہہ مین آیا فرمانا شروع کر دیا۔ خیر ہم آپکی کلمات تشنیع کے جواب مین کچہ نہین لکہتے لیکن آپنی بخاری کے حدیث سی استدلال کرکے صحابہ کی حرص و طمع کو بزعم خود ثابت کیا ہی اوسکا جواب و تحقیق ضرور ہوئی پس واضح ہو کہ عجیب بیبیب جیسا اپنی استدلال مین اس حدیث کو پیش فرمائین تو اول اونکو ثابت کرنا چاہیی کہ ستحرصون مین خطاب کسکو ہی ظاہر ہے کہ تمام صحابہ تو قطعا مراد نہین ہوسکتی کہ بالاتفاق حرص علی الامارت تمام افراد صحابہ سی واقع نہین ہوئی تو لامحالہ بعض صحابہ مراد ہونگی اور اوسکے مصداق وہ بعض ہین جو بلا استحقاق امارت کی طالب ہوئی چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ چنانچہ منا امیر و منکم امیر مین لفظ امیر اسپر قرینہ اور دال ہے اور حضرت امیر معویہ رضی اللہ عنہ کہ وہ بہی طالب امارت ہوئی

جواب شیعی مع اعتراض اور حرص امارۃ و غصب آلِ علی

اور خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہم ہرگز طالب امارت نہین ہوئی اور نہ اوسپر حرص کی آپ کتب سیر و تاریخ ملاحظہ کیجیے حضرت صدیق اکبر نے اپنی خطبہ مین جو بمقابلہ انصار پڑہا فرمایا کہ عمر یا ابوعبیدہ کے ہاتہہ بیعت کرلو۔ اور اوسوقت حضرت فاروق نے اپنی اوپر سے دفع کیا اور صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتہہ پر بیعت کرلی اگر حرص دنیاوی اور طمع نفسانی ہوتے تو ہر شخص اپنی نفس کو امارت کے لیے مقدم کرتا اور کچہہ بہی نہوتا تو اسقدر ضرور تہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قول پر فاروق رضی اللہ عنہ چپکی ضرور ہوجاتے تو اس سے بروی عقل و انصاف معلوم ہوتا ہی کہ ان حضرات کو ہرگز طمع نفسانی اور حرص دنیاوی نہین تہی بلکہ امارت کیطرف استشراف بہی نہین تہا لیکن ہان تصفح تصریحات علماء شیعہ سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ بروی روایات قوم جناب امیر اس دنیاوی امارت پر حریص اور طماع رہی نسخہ سلیم بن قیس ہلالی کی روایت مینہی سے نقل کرتا ہون۔ فلما کان اللیل حمل علی فاطمۃ علی حمار واخذ بیدی الحسن والحسین فلم یدع احدا من اہل بدر من المہاجرین ولا من الانصار الا اتاہ فی منزلہ وذکرہ حقہ ودعا الی نصرتہ الخ یہہ روایت کس طرح صراحۃً معاذ اللہ حضرت کے حرص اور طمع پر دلالت کرتی ہی اور اگر اس سے تسکین نہو تو نہج البلاغۃ کو کہولیئے اور زیادہ تتبع اور تلاش کی ضرورت نہین صرف خطبہ شقشقیہ کے شروع مین دیکہیے اوسمین ابتدا ہی مین یہہ الفاظ ہین۔ واللہ[1] لقد تقمصہا فلان وانہ لیعلم ان محلی منہا محل القطب من الرحی۔ ان الفاظ سے کس قدر حسرت ٹپکتی ہی جسکا مدار صرف حرص و طمع پر ہی ابن میثم شارح نہج اپنی شرح مین جو اسوقت میری سامنی کہلی پڑی ہوئی ہی اس خطبہ کے شرح مین لکہتا ہی۔ واذا[2] ثبت انہ نافس فی ہذا الامر کان الظن غالبا بوجود الشکایۃ منہ وان لم یسمع ذلک فضلا عن ان امر الشکایۃ بلغت مبلغ التواتر المعنوی لکثرتہا وشہرتہا الخ۔ اور یہہ ہی شارح اسی خطبہ کی شرح مین کسیقدر آگی بڑہکر لکہتا ہی

---

[1] خدا کی قسم فلان شخص نے (بزور) قمیص خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ خلافت مین میرا مرتبہ ایسا ہی جیسا کیلی کا چکی مین۔ ۱۲

[2] اور جب ثابت ہوا کہ جناب امیر نے امر خلافت کیطرف رغبت فرمائی تو غالب ظن یہی ہے کہ آپ سے شکایت پائی گئی ہوگی اگرچہ مسموع نہو۔ مزید بران یہہ شکایت بسبب شہرت اور کثرت کے تواتر معنوی کی درجہ کو پہونچ گئی ہے۔ ۱۲

واتوہم بصدرہا کالنجوم وخلاصۃ خبرہم انہ لما طعن عمر دخلت علیہ وجوہ الصحابۃ فسالوہ ان یستخلف رجلا یرضاہ فقال لا احب ان اتحملہا حیا ومیتا فقالوا الا تشیر علینا فقال ان شئتم فقالوا نعم فقال الصالحون لہذا الامر ستۃ وہم سعید بن زید وانا مخرجہ منہم لانہ من اہلی[1] وسعد بن ابی وقاص وعبد الرحمن بن عوف وطلحۃ والزبیر وعثمان وعلی فاما سعد فیمنعنی منہ عنفہ ومن عبد الرحمن فانہ قارون ہذہ الامۃ ومن طلحۃ فتکبرہ ومن الزبیر فشحہ ومن عثمان فحبہ لقومہ ومن علی فحرصہ علی ہذا الامر الخ اور علاوہ اسکی نہج البلاغۃ کی بہت سی مواضع سی جناب امیر کی حرص طمع امارت پر صاف صاف ثابت ہوتی ہے اور اس خطبہ کی شرح مین جسکا عنوان یہہ ہے ومن کلام لہ فی بعض عثمان علامہ کمال الدین ابن میثم کہتا ہی[2] وفیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المنافسۃ فی ہذا الامر ہو صلاح حال المسلمین واستقامۃ امورہم وسلامتہم من الفتن آسکی آگی تہکر ملا کہتا ہی[3] فان قلت السوال من وجہین الاول ما وجہ منافستہ فی ہذا الامر مع انہ منصب یتعلق بامور الدنیا وصلاحہا مع ما اشتہر عنہ من الزہد فی الدنیا والاعراض عنہا وذمہا ورفضہا ۔ اس تصریح سے کچہہ حرص جناب امیر کے حرص و رغبت بطرف امارت ہی ظاہر نہین ہوتی اس سے یہہ بہی ثابت ہی کہ حرص بر امارت مسلمانون کی اصلاح حال اور دفع فتن کے غرض سے اعظم ارکان دین سی ہے اور اگر آپکی نزدیک حرص بر امارت مطلق حرام ہی تو معاذ اللہ جناب امیر مرتکب ہوئی اور اگر اصلاح کے غرض سی جائز ہی تو اگر فرض کرین کہ جناب خلفاء نے حرص کی تہی تو کچہہ محل طعن نہین کیونکہ انکی حرص علی الامارت بغرض اصلاح حال امت تہی چنانچہ انکی ایام امارت مین جو اصلاح امور امت ہوئی وہ شیعہ کو بہی تسلیم ہی

---

[1] شوری بصدر ہی جیسا کہ بجو ہی ۔ اور خلاصہ قصہ یہہ ہی کہ جب حضرت عمرؓ مجروح ہوئی تو بعضی صحابہ انکی پاس گئی اور کہنی لگی کہ جسکو پسند فرماوین خلیفہ مقرر فرماوین حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ مین پسند نہیں کرتا کہ بار خلافت کا حیات اور موت مین اپنی اوپر اوٹہاؤن پہر صحابہ نے پوچہا کہ بطور مشورہ ہی فرما دیجئی حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ہان اگر تم چاہو انہون نے کہا اچہا ۔ پہر فرمایا کہ اس کام کے لائق شش آدمی ہین سعید بن زید اسکو تو مین اوس سے نکالنا چاہتا ہون کیونکہ وہ میری اہل بیت سے ہے ۔ اور سعد بن ابی وقاص و عبد الرحمن بن عوف اور طلحہ اور زبیر اور عثمان اور علی ۔ لیکن مجہکو سعد سے تو اسکی درشت خوئی روکتی ہی اور عبد الرحمن سے یہہ کہ وہ اس امت کا قارون ہی اور طلحہ سی اسکا تکبر اور زبیر سے اسکا بخل اور عثمان سی حب قوم اور علی سی حرص علی الامارت [2] یعنی امارت اسواسطے کہ جناب امیر کی نیت صلاح حال مسلمین کی تہی [3] اعتراض دو وجہ سی ہی [illegible] اگرچہ کہ امور دنیاوی سی متعلق [illegible] زہد اور حرص امارت کی کیا وجہ حالانکہ آپکی [illegible]

اور وہ استقامت ہرگز جناب امیرؓ کے ایام خلافت مین نصیب نہوئی اس کے ثبوت مین ہی ہم علامہ
متبحر ابن میثم کی ہی تحقیق پیش کرتے ہین - وقد کان لبعض ممن سلف من الخلفاء استقامة امرات[1]
کان لا تبلغ عندہ کمال استقامتہا او الی ہو - دفع نتن خود بدیہی ہے کہ ایام خلافت جناب امیر
فتنو مین ہی گذری اور امر خلافت آخر تک منتظم نہوا غرضیکہ حرص علے الامارت جو بظاہر محبت کے
نزدیک مطلق حرام ہے جناب امیر سے پائی گئی - اگر یہہ بہی کافی نہو تو خصال صدوق جو تحفہ
میری سامنی کہلی ہوئی رکہی ہے اوسمین ایک روایت طویل الذیل نقل ہے جسمین بیان آزمائش
و امتحان جناب امیر کا ہی ایک یہودی کے جواب مین کہ اوسنی سوال کیا تہا کہ اوصیا کے لیئی سات
مواضع امتحان کے حیات نبی مین ہوتی ہین اور سات مواضع بعد وفات کی ہوتی ہین تو اس روایت
مین اکثر مواضع سی آپکی حسرت امارت پر اور طمع و حرص ظاہر ہوتے ہی پس اگر ستحرصون علی الامارۃ
مین خطاب اصحاب کو ہی تو جناب امیر باعتبار روایات آپکی اولی و اقدم اسکی مصداق ہین کیونکہ
انصار تو اپنی دعوی سے باز بہی آگئی لیکن (دروغ برگردن راوی) جناب کے آخر تک یہہ ہی
حسرت و تمنا رہی پس آپکی اس دلالت حب و محبت عترت کی آپکی مذہبی بہائی قربان ہوجائین کہ
ستکون ندامة یوم القیامة کا اول مصداق جناب امیر ہی کو قرار دیا - اور واضح رہی کہ حضرت امیر
مامور بالسکوت اور محکوم علیہ بالصبر تہی کہ زمانہ خلفاء مین چون و چرا نفرمائین کیونکہ خداتعالے و رسول خدا
ہر قسم کی تدابیر کرکے معاذ اللہ عاجز ہوچکی تہی ہرچند چاہا کہ حضرت امیر بعد حضرت رسالتمآب کے جانشین ہون
اور سیطرح غاصبین کی دستبرد سی یہہ حق محفوظ رہی آخر کچہہ پیش نہ چلی اور لاچار ہوکر صبر و سکوت کا حکم
کرنا پڑا لیکن اس صبر و سکوت ان سی نہوسکا اونہون نے اگر اوسطرف مخالفت کی تہی تو ادہر انہون نے
اسطرف حکم کو نمانا - باقر مجلسی نے حیات القلوب مین خاتم المتکلمین نے منتہی الکلام مین وصیت نامہ کی روایت
طویل نقل کی اوسمین سے ملخصاً نقل کرتا ہون و از جملہ امور یکہ بران حضرت شرط گرفت بامر جبرئیل از جانب
خداوند عالمیان آن بود کہ گفت یا علی وفا کنی آنچہ درین نامہ است از دوستی کسیکہ با خدا و رسول دوستی

[1] گذشتہ خلفاء کی استقامت امر تہا اگرچہ آپکے نزدیک کمال استقامت نہ تہی جو آپکی خلافت سے حاصل ہوتا نہ پہنچا ہوا تہا - ۱۲

کند واز دشمنی کسی کہ با خدا و رسول دشمنی کند دبیزاری نمودن از ایشان و بران کہ صبر کنی بر فرو خوردن خشم ایشان و بر فوتن حق و غضب کردن خمس تو وضائع کردن حرمت تو حضرت امیر گفت بلی یا رسول اللہ اور اس کے سے بہی سیری نہو تو اپنی ابن میثم کی شہادت سینئی شرح نہج البلاغۃ مین تحریر فرماتا ہی واللہ کان معہودا علیہ ان لا ینازع فی امر الخلافۃ فقط اور یہہ امر بدیہی ہی کہ یہہ کشش کوشش تمہید و مقدمات نزاع کے ہین حسب تصریحات قوم اگر حضرت کو اوسوقت اعوان بہم پہونچتی تو آپ قتال و قتال سے دریغ نفرماتے پس اہل دل او تمسک پر آفرین کہ علاوہ حرص و طمع کے آنکو عاصی امر مخالف امر الٰہی اور وصیت رسالت پناہی ٹہرایا۔ غرض خلاصہ یہہ ہی کہ حسب تصریحات شیعہ آپنے حرص و طمع فرمائی اور یہہ حرص و طمع آپکی شرعاً جائز نہ تہی۔ اس سے صاف طور پر فعلیت خلافت ہی منتفی نہین ہوئی بلکہ استحقاق و لیاقت خلافت ہی منتفی ہوگئی بالجملہ اگر آپ استحقاق کا ذکر چہیڑینگے تو آپکو اول ثبوت پیش کرنا ہوگا اور بعد اوسکی ہم معارضہ دوسری استحقاق او فعلیت سے کرینگے پس اگر آپ بردی استحقاق حدیث منحصرون مین سے بعض کو مستثنیٰ فرمائین تو چشم ما روشن دل ما شاد ہم ہی بشرطیکہ علی سبیل الفرض حرص و طمع خلفا کو تسلیم کرلین یہہ ہی عرض کرینگی باقی جسقدر اس عبارت مین عبارت اغلاط و مطاعن ہین اونکا جواب پیشتر گذارش ہوچکا ہی حاجت تکرار نہین قولہ معاذ اللہ کہ جس امر کی ثبوت کی تقیین بشا ہد ہون وہ شیعونکو گوارا ہو شیعونکا مذہب ہی ترک تقلید اور اسی امر مین ہمارا آپکا نزاع ہی۔ یہہ محض آپکا خیال ہی **اقول** اگرچہ اس معاملہ مین قریب ہم بحث کرچکی ہین جس سی ادعا تمسک کے پوری کیفیت واضح ہوئی ہے لیکن یہان ہی اتنی گذارش ضرور ہی کہ جناب میر صاحب یہہ محض آپکا خیال ہی خیال ہے جسکا دارومدار سیقدر اس امر پر ہی کہ آپ اپنی روات کی نسبت جو آپکی علماء کی تصریح کی موافق مطرود و مردود بارگاہ جناب ائمہ تہی حسن ظن بوجہ سادہ لوحی کے رکہتی ہین اگر آپ نفسانیت کو چہوڑ دین اور جذبات کو ترک کرکے بنظر انصاف اپنی ہی کتابونکا ملاحظہ فرمادین تو آپ پر یہہ عقدہ بخوبی حل ہوسکتا ہی واللہ یہدی من یشاء

ف۱؎ اور حضرت امیر سے یہہ عہد لیا گیا تہا کہ امر خلافت مین جہگڑا نہ کرین۔ ۱۲

الی صراط مستقیم معہذا اگر ایسا ہی تمسک ہی تو پہر ادن ارشادات ائمہ مین جو فضائل صحابہ و خلفا مین وارد ہین کیون تاویلات بعیدہ اور توجیہات رکیکہ کرکے اونکو مسخ کرتے ہین اونکو ویسی ظاہر پر کہ سکے سیدہی طرح تسلیم کر لیجیئے کہ واقع اور نفس الامری طور پر یہی تمسک پایا جاوی اور جب تک یہہ نہین تب تک ثقلین کا تو تمسک نہین ہان اپنی اہوار کا تمسک ہی اللہم احفظ قومنا منہ —

قولہ اصول و شروط خلافت واقعی ایسی ہی ہونے چاہئین چنانچہ دو شرطون کو تو آپ بہی تسلیم کرتے ہین اور چونکہ خلفاء ثلثہ مین عصمت کا متحقق ہونا محال ہی اسلیئے اس شرط سی در گذرتے ہین۔ **اقول** یہہ وہ مسئلہ ہی جو بیشتر بارہا مذکور ہو چکا ہی اور اسکا جواب بہی مذکور ہوا کہ یہہ آپکی غلطی اور ناواقفیت ہی کہ آپ تسلیم وقوع کو تسلیم اشتراط خیال کرتے ہین وشتان بینہما ایسے توہمات اور خیالات مین تو مبتلا ہین اکثر دلائل ایسی ہی مزعومات پر مبتنی ہین عصمت خلفاء کا محال ہونا بیان کرنا اوسوقت اپنی موقع پر ہی کہ جب کوئی شخص مدعی عصمت ہو اور جب کوئی مدعی عصمت نہین تو محض بیفایدہ ہی پس برمحل یہہ ہے کہ ہم کہتی ہین ائمہ مین عصمت کا متحقق ہونا محال ہی اور بجز اوہام و خیالات کے کوئی دلیل عقلی و نقلی حضرات ائمہ کی عصمت پر قائم نہین ہی —

قولہ جبکہ ہم نص کے قائل ہین تو وضع اصول کی نسبت ہماری طرف کیونکر صحیح ہو سکتی ہی۔ **اقول** سبحان اللہ حضرت کا یہہ افادہ کمال ہی دانشمندی اور علم۔ اور واقفیت اور فہم پر مبنی ہی۔ ای حضرت آپ یہہ کیا فرمانے لگے اگر اس سے یہہ مراد ہی کہ ہم اثبات اصول مین نص کے قائل ہین۔ تو وضع اصول کی نسبت ہماری طرف غیر صحیح ہے تو مسلم لیکن خلاف واقع کیونکہ نص کا قائل ہونا اشتراط امامت و خلافت مین مدنظر ہی نہ اثبات اصول مین۔ اور اثبات اصول و شرائط کے لیئے حضرت کی پاس کوئی نص قطعی موجود نہین سبحان اللہ اگر ہو تو لائیی اور اگر مقصود یہہ ہی کہ ہم جب خلافت و امامت ائمہ مین نص کے قائل ہین تو نسبت وضع اصول باطل ہی تو یہہ بالکل واہی ہی اور ایسی پوچ دلیل ہی کہ ادنے طالب علم بہی پیش نکری کیونکہ آپکا خصم یہہ کہتا ہے کہ یہہ آپکا نص کا قائل ہونا یہہ ہی او نہین اصول موضوعہ مین سے ہی جنکی نسبت آپکی طرف کیجاتی ہی وضع

اصول کے نسبت کی امتناع کو نفس امامت کے اصول مین ہونے سے کیا تعلق بلکہ اگر آپ تامل فرماوینگے
تو اس سے وضع اصول کی نسبت تائید ثابت ہوگی کیونکہ جب بلا نص بعض کے اصول مین ہونی
کی قائل ہوئی تو خود یہہ ہی اصل موضوع پائی گئی اور اس انتساب کی تائید و تقویت ہوگئی - پھر اس
علم و استعداد پر ہماری مجیب کے کیا کچھہ دعوی آپ فرماتے ہین کہ ہماری مقابلہ مین وہ ہی ساکت
اور وہ ہی متحیر - **قولہ** ہان یہہ ضرور ہی کہ یہہ وہ اصول و شرائط ہین کہ غیر مستحق کے خلافت
ضرور باطل اور مستحق کے بدستور ثابت و قائم رہتی ہی گو عوام الناس خلیفہ مانین اور ظاہری ریاست
حاصل ہو - **اقول** یہہ وہ اصول و شرائط ہین کہ اگر انکو تسلیم کیا جاوی تو مستحق و غیر مستحق کے
خلافت کی جڑ کاٹتی ہین بشرطیکہ واقعی اور نفس الامری طور پر موافق کتاب و سنت وجدان شرائط کا
احاد انسانیہ مین تفحص اور تجسس کیا جاوی کیونکہ تمام افراد مین سوائی انبیا علیہم السلام کے کوئی
معصوم نہین اور اگر اس سے قطع نظر کیجاوی تو یہہ وہ شرائط ہین کہ مستحق و غیر مستحق کے خلافت
کو ثابت و متحقق کرتے ہین علی الخصوص جبکہ اسکی ساتھہ مین اس طریقہ کا بھی انضمام کیا جاوے
کہ جس طریقہ سے علما شیعہ وجدان شرائط ائمہ مین بیان فرماتے ہین کیونکہ ہر ایک شخص کے
واسطے دعوی وجدان شرائط گھڑا جاسکتا ہی اور اسکی اقوال مخالفہ کی توجیہہ کیجا سکتی ہی مثلاً زیدیہ
کہتے ہین کہ حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم امام برحق ہین اگر وہ یہہ کہین کہ انمین تمام
شرائط عصمت و نص و افضلیت پائی جاتے ہین اور اقوال مخالفہ کی تاویل کرین تو فرمائیے کہ آپ
کیونکر حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان شرائط سے باطل فرماوینگا علی ہذا اسمعیلیہ کہ انکی حق
مین تو شیعہ اولا نص کے بھی قائل ہین تو اثنا عشریہ انکی امامت کو کیونکر باطل کرینگی - **قال الفاضل المجیب**
قولہ - جب دیکھا کہ شروط ثلثہ سے تطویل کلام مخل مقصود ہی اور تقریب امر حاصل نہین اسلیئی
بعض حضرات نے ہاشمیہ کو گھٹایا اور جب دیکھا - کہ پھر بھی عباسیہ کی خلش دل سے نہین
ہوئی تو علویہ کو وضع فرمایا تاکہ مطلب بسہولت نکل آوی - (اقول) آپ غور فرماوین کہ آپکا
یہہ لکھنا کیونکر صحیح ہو اگر تطویل کلام مخل مقصود ہو تو ہاشمیہ و علویہ کا گھٹانا اور زیادہ تطویل

ہوگی پہر مخل کو بڑہانی کی کیا حاجت ہے یقول العبد الفقیر الی مولاہ اس قول کے
جواب مین ہمارے مجیب لبیب نے آخر تک جسقدر تحریر فرمایا ہے اوسمین حضرت کا اندازہ علم و اجتہاد غور
فہم و ادراک قابل معاینہ ہے اور دیکہنا چاہیے کہ مینے کیا عرض کیا ہے حضرت اوسکے جواب مین کیا
فرمارہے ہین۔ ای حضرت آپ تطویل کلام سے کیا سمجہے کیا اس سے آپ یہہ سمجہے کہ بیان شرائط مین
عبارت کی تطویل ہوگی یا آپنے یہہ خیال کیا کہ اثبات شرائط مین بمقابلہ خصم تطویل کلام ہوگی
اول بدیہی البطلان ہے جملہ ہلیے بعض حضرات نے الخ اسکو باطل کرتا ہے ثانے بہی باطل ہے کیونکہ
ثبوت قیاسی تو نہین بلکہ ثبوت کا دارمدار کسی اصل شرعی پر ہے جو اسکات خصم کے لیے
کافی ہوگی تو اسمین بہی تطویل کلام نہوئے بلکہ اسکا مطلب یہہ ہے کہ شرائط ثلثہ مین باعتبار امکان
وقوع کی تعمیم ہے جو مخل مقصود ہے تو اسلیے زیادہ قیود لگاکر اوسمین تقلیل اشتراک کی فرمائی
اور بعض افراد کے ساتہہ مین مخصوص کیا تاکہ امکان وقوع اشتراک کی تعمیم کی گفتگو
کوتاہ ہو پس ہاشمیہ و علویہ کو بڑہانا گفتگو کو کوتاہ کرنا ہے نہ طویل کیونکہ ظاہر ہے کہ جسقدر قیود مخصصہ
بڑہائی جاینگی اوسیقدر تخصیص ہوتی جائیگی۔ معہذا معنی ثانی کے بہی توجیہہ ممکن ہے پس آپکا یہہ فرمانا
کہ ہاشمیہ و علویہ کے بڑہانی سے زیادہ تر تطویل ہوگی نہایت تعجب انگیز ہے اور مخل سمجہنا اور بہی زیادہ عجیب
ہے لیجیے کسیقدر مفصل گذارش کرتا ہون بغور و تامل متوجہ ہوکر سنیے اول شرائط ثلثہ وضع ہوئی
اور جب بعض دوراندیشون نے اسکی تعمیم کو مخل مقصود پایا۔ اور دیکہا کہ ہر شخص مدعی خلافت ہو اور جیسا
شرائط کا مدعی ہوسکتا ہے تو اسلیے ہاشمیت کو بڑہایا پہر بہی کسیقدر تعمیم باقی رہی۔ کہ تمام بنی ہاشم
عباسیہ وغیرہ مدعی ہوسکتے تہے تو علویہ کو بڑہایا لیکن یہہ تخصیص بہی حسب مدعا کافی نہوئی اسمین
حنفیہ کا جدا خرخشہ لگا ہوا تہا اور حسنیہ کا علیحدہ کہٹراگ تہا اور روز کی تخصیصات اور انکی
انکے تقلیلات سے بناوٹ کا زیادہ اشتباہ پیدا ہوتا تہا۔ تو اسلیے اثنا عشریہ دانشمندون نے
یہی قید لگائی کہ تمام جہگڑا ہی فیصلہ کردیا اور کہدیا کہ یہہ حصر شخصی ہے کہ بجز خاص بارہ
شخصون کے کوئی امام نہین اور جو انکے سوا دعوی کرے وہ ایسا اور ایسا چنانچہ ہمارے مجیب نے

بهی اپنی ہی قول مین اس حصر کی تسلیم کو ظاہر فرمایا ہی - کاش اگر اول ہی سی اس تعمیم کا نام ہی
نہ لیتی اور اس حصر کو بنیا لی تو آج یہہ دقت کیون پیش آتی - لیکن کیا کرین جب قرون اولی مین
اسکا پتا و نشان ہی نہین تہا ہو اولی کیونکر کر سکتی تہے اگر حضرت مجیب کو دعوی ہو تو ہماری مجیب
اپنی دوازدہ امام کی امامت دلیل قطعی سے ثابت کر دکہلائین - تو اس سے صاف معلوم ہوا
کہ یہہ محض بنائی ہوئی باتین ہین - بہہ نہ اگر شرائط ہی مین ادنے تامل سے خیال کیا جاوے
تو واضح ہوتا ہی کہ ان شرائط کی وضع ہی ٹہیک نہین کیونکہ اسمین لوازم کو بہی شرائط قرار دیا ہے
فی الحقیقت بعد نص کے کسی شرط کی حاجت نہین جب شارع کسی امر کی نسبت تخصیص فرما دے
تو اسمین کوئی حالت منتظرہ باقی نہین رہتی غایۃ مافی الباب عصمت و افضلیت لازم ہونگی تو
انکو شرائط مین داخل کرنا بالکل لغو اور فضول ہی اور غلط جب نص پائی جاویگی تو اسکی لوازمات عصمت
و افضلیت بہی پائی جاوینگی لان الشی اذا ثبت ثبت بلوازمہ - قولہ واقعہ مین شرائط ثلثہ ایسی جامع
و مانع ہین کہ انسے بخوبی مقصد حاصل و تقریب مرام تام ہے **اقول** یہہ دعوی غلط ہی کیونکہ جب تک
انکی ساتہہ مین قید حصر نہ لگائی جاویگی تب تک ہرگز مانع نہین ہونگی اور جب محتاج انضمام قید آخر ہوئی
تو یہہ فرمانا کہ انسی تقریب مرام تام ہی غلط ہی اگر یہہ دعوی صحیح ہوتا تو شیعہ مین باہم اختلاف نہوتا
آپ شیعہ کی خلاف نصوص کے اعتقادات کو ملاحظہ فرمائیے تاکہ اسکی کیفیت آپ پر واضح ہو جائے
قولہ اگر ہاشمیہ علویہ داخل شروط امامت مین تو انہین شرائط ثلثہ مین داخل ہین کیونکہ شرائط
ثلثہ مین نص بہی ہی اور نص انہین حضرات کے شان مین ہے نہ غیر کے جیسا کہ آپ بفحوای حدیث
الائمۃ من قریش امامت و خلافت قریش کا ہی حق سمجہتے ہین نہ غیر کا بس آپکا یہہ فرمانا
کہ بعد مین ہاشمیہ علویہ کو بڑہانا بیجا ہی خود نہین **اقول** جسقدر افراد خاصہ ہوتی ہین
وہ سب اپنی عام کے نیچے داخل ہوا کرتے ہین قاعدہ مسلمہ ہی اسکا کون منکر ہی لیکن کلام اس مین
ہی کہ عام مین انواع خاصہ کی تقیید محض بوجہ تقلیل اشتراک بنائی گئی ہیں اسکا کیا جواب حضرت
کی کلام مین پیدا ہوتا ہی اور بجواب اسکی یہہ کہنا کہ خاص ہے اوس عام مین داخل ہی صداقت

اس جملہ کا ہی کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان علاوہ اسکی یہہ داخل ہونا بانضمام تیسری تقیید کی ہے جو کہ خصم اوسکو بھی موضوع قرار دیتا ہے معہذا اگر داخل ہونا ہی باعث ترک ذکر اشتراط ہی تو بوجہ تلازم نص کے ساتھ عصمت و افضلیت کا ذکر بھی بیفائدہ ہے پہر آگے تفریع اور فرمانا کہ اضافہ ہاشمیہ و علویہ بجائی خود نہین محض آپکی ذہنی مقدمہ پر متفرع ہوگی اس عبارت موجودہ مین ہرگز بجائی خود نہین۔ **قولہ** اور چونکہ امامیہ کی نزدیک امامت و خلافت راشدہ شرائط ثلثہ سی ہی متحقق ہوتے ہی نہ مطلق قہر و غلبہ و تسلط و حکومت و ریاست ظاہر سے اور جبکہ شخص مین تحقق شرائط ثلثہ مقصدی امر خلافت ہو اور گو اوسکو حکومت و ریاست ظاہر حاصل ہو وہ خلیفہ مستحق و راشد نہین ہے۔ پہر عباسیہ کے خلش دور کرنیکی ہمکو کیا ضرورت تہی وہ تو شرائط ثلثہ سے بہت دور ہو چکی تھی جو اور خلفاء غیر مستحقین کا حال ہے وہی ان عباسیہ وغیرہ کا —

اقول اختلاف فیما بینہم نص کے بابت تو واقع مین ہے موجود ہی باقی رہی عصمت و افضلیت وہ ہر دو ایسی چیز نہین جو بداہتہً معلوم ہو سکی تو لامحالہ کسی ایسی بدیہی امر کی طرف ضرورت داعی ہوئی جسمین مجال گفتگو نہ ہی اس سبب سے خلفاء غیر مستحقین کے خلش دور کرنے کی ضرورت پڑی ہاشمیہ۔ علویہ۔ فاطمیہ وغیرہ ایسی بدیہی چیزین ہین جسمین مجال کلام نہین تو حسب مناسب مصلحت وقت انکو اضافہ کرتے گئی۔ تو یہہ فرمانا کہ ہمکو کیا ضرورت تہی یہہ محض اسوجہ سے ہی کہ زمانہ سابق کو جبکہ باہم شیعہ مین تکاذب و تجاحد و تخالف تہا زمانہ حال پر قیاس فرمالیا ہی اور مطلق قہر و تسلط سے تحقق خلافت راشدہ کی تعریض اگر راجع بسوی اہلسنت ہی تو اول اسکو دلائل سے ثابت کرنا چاہیی پہر بعد اسکی طعن و تعریض فرمادین۔ **قولہ** اور یہہ بات اہل حق ہی نہین کہتے بلکہ اہل سنت بھی جن اشخاص مین انکی مذہب کے شرائط پائی نہین جاتے وہ بہی اونکو خلیفہ مستحق نہین کہتے گو ظاہری حکومت اونکو حاصل ہو۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی شروع تاریخ الخلفاء مین فرماتے ہین ولم اورد احدا ممن ادعی الخلافۃ خروجا ولم یتم لہ الامر لکثیر من العلویین وقلیل من العباسیین ولم اورد احدا من الخلفاء العبیدیین لان امامتہم غیر صحیحۃ لامور

منہا انہم غیر قرشیین وا مامتہم بالاطلین جہلنا العوام ولا نخدعہم بجوسی انتہی بلفظہ الحکم

اقول پہر اس سے کیا حاصل ہے انکا انکار کسنی کیا ہے آپ پہلی اعتراض کو ہی نہین سمجہہ اول اسکو بغور سمجہیئے اوسوقت جواب دینے پر آمادہ ہوجیے۔ **قولہ** اور چونکہ یہہ شرائط ثلثہ کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام سے ثابت ہین اور واقعہ مین جامع و مانع ہین اسلیئے ہمکو اور شرائط کی وضع کرنے کی کیا حاجت ہے **اقول** شرائط ثلثہ کی ثبوت کی نسبت کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام کا اسوقت دعوی فرماتے ہین مگر معلوم نہین کہ اپنی اس رسالہ مین ان شرائط کی ثبوت کی وقت وہ آیات و احادیث و روایات و اقوال کیا نام ہستی رائی ہی برامد نہین ہوئی تھی یا فراموش ہوگئی تھی اور نیز اس ماہ مین جو ہمارے محب لبیب کا دیباچے مناظرہ مولوی مشتاق احمد صاحب سلمہ مدرس ہائی اسکول لدھیانہ سے عصمت کے اشتراط مین ہوا اور محب لبیب ساکت ہوئی اور بابت اکرسکی اور زک کہائی گیا اوسوقت تک یہہ آیات و احادیث و روایات و اقوال تصنیف و تالیف نہین ہوئی تہے لیکن یہہ تحریر تو مناظرہ سے پہلے ہی ہے پہر معلوم نہین وہ کس دن کے واسطے رکھی گئی ہین۔ اور شرائط کی نسبت جامعیت و مانعیت کا دعوی بہی بالکل غلط ہے نہ جامع ہین نہ مانع۔ جامع تو اسلیئے نہین کہ اول جناب امیر رضی اللہ عنہ اگر مامور بصبر اور وصی بالسکوت تہے تو اونہون نے اوس حکم اور وصیت کی برخلاف کیا جو سراسر معصیت ہے اور خلاف عصمت اسکی نسبت بحیدہ روایات مذکور ہوچکی ہین اور اگر زیادہ دل چاہی تو قصہ مشربہ ابن عباس اور قتل ابوبکر شجیع کو ملاحظہ فرمالیجیئے اور اگر مامور بصبر و سکوت نہین تہے تو پہر اہل بیت کی تذلیل قرآن کی تحریف دین کی تخریب کسنی کرائی معاذ اللہ حسب اصول شیعہ یہہ سب حضرت کے ذمہ علاوہ اسکی ظلم بےحد جاری کرانا وغیرہ احکام صریح مخالف عصمت ہین۔ تو اس شرط نے پہلے تو حضرت امام الائمہ سید النبین و المرسلین یا خاتم النبین کو ہی خارج کردیا۔ بعد اونکی امام ثانی شیعہ کہ اونہون نے بے وجہ خلافت جو نیابت رسول ہے خود بخود ایک غیر مستحق بلکہ بقول شیعہ کافر کے حوالہ کردی اور اسلام و اہل اسلام کو معرض تلف مین ڈال دیا یہہ ہی اعظم معاصی مین سے ہے تو اس

شرط سے آپکو بھی خارج کیا۔ انکے بعد امام ثالث شیعہ نے حسب تصریح قوم بیت المال کے مال مین بے اجازت امام کے تصرف کیا جو حرام تہا اور بپاداش اسکے امام نے اونکی زدوکوب کا قصد کیا اور نیز تقیہ جو واجب تہا ترک کرکے جوانان اہل بیت کو تہ تیغ بیدریغ ظالمان کرایا اور نساء و ذراری اہلبیت کو ذلیل وخوار کرایا تو آپکی اس شرط نے انکو بھی خارج کیا پھر اب بتلایئے جامع کیونکر رہے۔ اور اگر ان حضرات کے اقوال کو دیکھا جاوے تو خلاف شرائط ثابت ہوتا ہے۔ نہج البلاغۃ مین حضرت عثمان کے پیام کے جواب مین ارشاد ہے۔ واللہ لقد دفعت عنہ حتی خشیت ان اکون آثما اس سے صاف ثابت ہے کہ آپکو اپنے اس فعل مین معصیت اور اثم کا خوف ہے اور آپکا یہہ ارشاد لا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست بفوق ان اخطی یاد آتا ہے شاید نہج البلاغۃ مین ہے یہہ بھی نقیض عصمت کو ثابت کرتا ہے پس ہر سہ شرائط حضرت مشکل کشا ہی کے قول سے باطل ہوگئے والحمد للہ علی ذلک اور عدم نصیت عنقریب اقوال گذشتہ مین مذکور ہو چکی ہے باینہمہ اگر حضرت مجیب کو دعوی تہا تو دو چار ہی آیات و روایات و اقوال و احادیث بیان فرمائی ہوتی۔ **قولہ** مگر ان حضرات اہلسنت چونکہ ایسے خلفا کی خلافت کے قائل ہین جو بدون دلیل عقلی و نقلی محض موقع و فرصت پاکر خلیفہ بن بیٹھے البتہ اونکو ایسے اصول وضع کرنیکی اشد ضرورت تہی چنانچہ اونہون نے ایسا ہی کیا **اقول** اہلسنت ہرگز ایسے خلفا کی خلافت کے قائل نہین ہین جو موقع و فرصت پاکر خلیفہ بن بیٹھے اور جنکی خلافت دلیل عقلی و نقلی سے ثابت نہین ہے بلکہ ایسے خلفا کی خلافت کے قائل ہین جنکی خلافت کا ثبوت کتاب اللہ سے مثل روز روشن واضح ہے اور ائمہ کو بھی اونکی ہی اقتدا کا حکم تہا اور ہرگز اجازت نہ تہی کہ اونکے مقابلہ مین دم ماریں۔ یا چون و چرا کرین۔ تمام عمر ائمہ کا اونکی مطیع رہنا ہے اونکی حقیت خلافت کی لیے شاہد عدل کافی ہے پس ایسے خلفا تہے جنکے جن اصول و شرائط پر واقع ہوئی اور کتاب و سنت سے اونکو موید تہی وہی اصول و شرائط خلافت کی لیے اہلسنت نے قرار دیے اور الحمد للہ وضع اصول اہلسنت کے ماخذ صحیح سے قرار پائی بخلاف اصول موضوعہ اہل تشیع کی اونکی تکذیب جابجا خود کلام ائمہ سے ہے **قولہ** اور جب بنظر غور دیکھا گیا تو واقعی یہہ امامیہ کے شرائط ثلثہ نہایت ہی درست ہین تو پھر جو کچھ ہمارے مقابلہ مین ان شرائط کو خلاف عقل و نقل کہتے رہے۔ مگر پھر بھی ان مین سے

دو شرطین تسلیم کرتی ہین **اقول** شرائط ثلثہ کی درستی کی نسبت اہلسنت کا ذکر تو بہتی نکچہی اگر کبھی خود بہی انکی دلائل کیطرف متوجہ ہوتے ہونگی تو آپکا دل ہی جانتا ہوگا کہ دلائل سے ثابت ہین یا نہین اور دو شرطونکا تسلیم کرنا وہ غلطی ہے جو آپکی زبان پر جاری ہے اور چند بار اسپر ہم متنبہ کر چکی ہین **قولہ** اور چونکہ عصمت کسیطرح خلفاء ثلثہ مین ثابت نہ کر سکتی تہے لہذا اسکی نفی سے مجبور ہی **اقول** بحمد اللہ تعالیٰ اہلسنت کا مقتدا و پیشوا مسائل دینیہ مین کتاب اللہ و سنت ہی ہے وہ خلاف اسکی کوئی امر بہی مین ثابت نہین کرتے اور جو جسقدر ثابت ہوگیا اوسمین چون و چرا نہین کرتے بخلاف مقتدایان شیعہ کہ اونہون نے اپنا مقتدا اپنی اہوا کو قرار دی رکہا ہے خلاف کتاب و سنت جسکی لیئے جو دل چاہتا ہے ثابت کر دیتی ہین اور جس سے جو دل چاہتا ہے حسب موقع سلب کر دیتی ہین نہ کتاب و سنت کو دیکہتی ہین نہ ائمہ کی سنتی ہین منجملہ انکی یہہ مسئلہ عصمت ہے کہ زبردستی ائمہ کے سر منڈہتی ہین حالانکہ نہ کتاب اللہ اسکی مساعدت کرتی ہے نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو سکتا ہے پس اہلسنت کو اس مسئلہ کے رکہنے کی نفی ہی مجبوری اسوجہ سے ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے ثابت نہین نہ وہ کہ جسکو ہماری مجیب نے گمان کیا چنانچہ دوسری دونون شرطونکا بہی اسوجہ سے انکار کیا گیا ہے **قولہ** مگر خلفاء ثلثہ کے لیئے انبیاء کی عصمت مین قدح کرنے لگی **اقول** اس جملہ کا مطلب تو آپ یا آپکی مذہبی بہائی سمجہینگی خلفاء کے لیئے انبیاء کی عصمت مین قدح کرنے سے کیا مراد ہے اگر یہہ مطلب ہے کہ چونکہ خلفاء کو معصوم نہین اعتقاد کرتے اور انبیاء کو اگر معصوم اعتقاد کرینگے تو خلفاء سے افضلیت انبیاء پر لازم آئیگی اسلیئے انبیاء کی عصمت مین قدح کرکے انکو بہی معصوم ہونے سے خارج کرتے ہین تاکہ افضلیت لازم نہ آوی تو یہہ تو بالکل غلط اور واہیات ہے بلکہ مذہب اہلسنت کی خلاف ہے صریح مذہب اہلسنت یہہ ہے کہ انبیاء معصوم ہین اور سوا انبیاء کی کوئی شخص خلفاء مین سے ہو یا ائمہ مین سے ہرگز معصوم نہین اور اگر کچہہ اور مراد ہے جو خلاف سیاق عبارت اپنی ذہن مین اعتبار کر رکہا ہے تو صاف طور پر بیان کرنا چاہیئے لیکن بات اصل یہہ ہے کہ حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ اگر کسیکو چڑہاتی ہین تو یہانتک چڑہاتی ہین کہ اوسکو حد اعتدال سے خارج کر دیتے ہین اور گراتے ہین تو یہانتک گراتی ہین کہ

اعتدال سے نکال دیتے ہین مثلاً اسی مسئلہ عصمت انبیا مین یہانتک بڑہے کہ صغائر و کبائر سے سہواً وعمداً قبل النبوت اور بعد النبوت معصوم قرار دیا یا گرایا تو یہانتک گرایا کہ انبیاء کی نسبت کفر اور حسد وغیرہ سے بہی دریغ نکیا ائمہ کی نسبت یا تو یہانتک مبالغہ کیا کہ نبیین و مرسلین سے بہی انکا درجہ اونچا کر دیا یا گرایا تو یہہ نوبت پوہنچائی وہ امور انکی طرف منسوب کیے کہ کفار و فجار کو بہی انکی نسبت سے ننگ و عار ہو فروع مین اسکی ایسی مثال ہے کہ مثلاً صوم کی یہانتک احتیاط کہ پانی مین غوطہ لگانے سے بہی ٹوٹ جائے بد احتیاطی کے تو یہانتک کہ اغلام سے بہی نہ ٹوٹے پس مذہب کیا ہے مرزا رفیع السودا کی ہجو یا مدح ہے کہ کبہی عرش بریں پر بٹہلا دیا اور کبہی تحت الثرا مین گرا دیا یا میر ببر انیس کے مرثیون کے بند بند مین ہین کہ ہر ہر شعر مین بیشمار مبالغہ کی بہت جناب امیر رضی اللہ عنہ نے ایسی لوگونکی واسطے فرمایا ہے جو نہج البلاغہ مین کئی جگہ شریف رضی نے نقل کیا ہے سیہلک[1] فی صنفان محب مفرط یذہب بہ الحب الی غیر الحق ومبغض مفرط یذہب بہ البغض الی غیر الحق وخیر الناس فی حالا النمط الاوسط فالزموہ والزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ انتہی بقدر الحاجۃ از نہج البلاغۃ مین دوسری جگہ فرمایا یہلک[2] فی رجلان محب مطرو باہت مفتر حسب ارشاد جناب امیر رضی تمام فرق شیعہ و خوارج دونو اصحاب وعیدہ مین داخل ہوئے کسقدر اطراء فے المدح اور افراط فے المحبت ہے کہ حضرت کا مرتبہ انبیا سے بہی بڑہا دیا بحمد اللہ تعالی اہلسنت یہان بہی ثابت الاعتقاد اور راسخ القدم رہے انبیاء کو انبیاء کی درجہ مین رکہا اور خلفاء کو انکے درجہ مین رکہا نہ انکی درجہ مین اعتدال سے کمی بیشی کی نہ انکے درجہ کو اعتدال سے گہٹایا بڑہایا۔ اور اگر روایات شیعہ کا تتبع کیا جاوے تو صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ حضرات شیعہ نے ائمہ کی وجہ سے عصمت انبیا مین جرح قدح کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی انکار امامت کے روایات اور حسد کا قصہ لو بشر کا ذکر اوپر مذکور ہو چکا ہے علاوہ ازین روایات قوم سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسقدر مصائب و آلام مین مبتلا ہوئے سب بوجہ انکار امامت ائمہ مبتلا ہوئے

[1] قریب ہے کہ میرے بارے مین دو گروہ ہلاک ہونگے ایک تو افراط کی ساتھہ مجکو دوست رکہنے والے کہ میری محبت انکو ناحق کیطرف لیجائیگی دوسرے بہایت دشمنی رکہنے والے جنکو دشمنی بغض کیطرف لیجائیگی۔ اور میرے بارے مین بہتر حال والے سب سے بہتر ہین پس ضرور رہو اسکو اور بڑی جماعت کو اختیار کرو کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے ۱۲ [2] ہلاک ہونگے میرے بارے مین دو شخص افراط کے ساتھہ دوست رکہنے والا اور مفتری بہتان باندہنے والا ۱۲

اور یہہ اونکو سزا ہی انکار کی بھی ہے اہل انصاف وعقلا صاف سمجہہ سکتی ہین کہ حضرات شیعہ نے ہی ائمہ کی لئی انبیاء کی عصمت مین جرح و قدح کی ہی نہ اہل سنت نے **قولہ** غرضکہ امامت وخلافت کے بارہ مین ان حضرات کے اقوال نہایت ہی مضطرب ہین اگر حضرت مجیب یہہ سلسلہ جاری رہین گے تو انشاء اللہ تعالے بحث امامت مین انکا ذکر بخوبی آویگا۔ **اقول** معلوم نہین ہمارے مجیب نے یہہ نتیجہ کس جملہ کا اسبق سے پیدا کیا ہی اور پہلے کونسا اختلاف واضطراب اہلسنت کا مسئلہ امامت مین ذکر کیا ہی جسکی طرف یہہ غرض ایما کرنے ہی۔ اگر بالفرض اہلسنت کو مسئلہ امامت مین باہم اختلاف ہو تو یہہ اختلاف بحمد اللہ تعالی کچہہ قادح نہین کیونکہ اہلسنت کی نزدیک مسئلہ امامت فروع مین سے ہی اور بالاتفاق اختلاف فی الفروع ممنوع نہین ہے حالانکہ اہلسنت مین اسکے بابت کوئی معتد بہ اختلاف نہین ہے لیکن اگر اختلافات فرق شیعہ کو عموماً اور اختلافات فرقہ امامیہ کو خصوصاً دیکہا جاوی اور آپسمین باہم جو کچہہ منافات وتناقض وتکاذب وتجاحد ہے اوسکو غور کیا جاوی تو لاریب آیت وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ دہان سے نکلتی ہے اور آیت إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ اوسپر صادق آتی ہے خوف تطویل ہے اور یہہ مقام بہی تطفلی واستطرادی ہے ورنہ اس بحث کو ہم بسط کے ساتہہ فیہ تحریر مین لاتے لیکن جسکو اس اختلاف کے دیکہنے کا شوق ہو وہ مبسوطات مثل صواعق وتحفہ اثنا عشریہ وغیرہ کو دیکہے۔ لیکن اسجگہ بجیب لبیب میری اس گذارش سے ناخوش نہون کیونکہ یہہ اختلاف فی الحقیقت آپکا یا آپکے اکابر علماء کا قصور نہین ہے بلکہ حسب تصریحات قوم یہہ کشتی تو خضر ہی کی ڈوبائی ہوئی ہے یہہ اختلافات تو بقول حضرات شیعہ ائمہ کا ڈالا ہوا اور انہی کا تعلیم کیا ہوا ہے کلینی مین باب اختلاف الحدیث مین منصور بن ابی حازم سے روایت ہے[۵] قلت لابی عبد اللہ اسئلک عن المسئلۃ فتجیبنی فیہا بالجواب ثم یجیئک غیری فتجیبہ بجواب اخر فقال انا نجیب الناس علی الزیادۃ والنقصان اور بحار الانوار مین ہے[۶] عن محمد بن بشیر وحریز عن ابی عبد اللہ قال قلت لہ انہ لیس شیء اشد علی من اختلاف

نہ ہونے اختلاف اصحاب کی زیادہ ... [illegible]

---

[۵] منصور بن ابی حازم کہتا ہے کہ مین نے امام ابو عبد اللہ سے پوچہا کہ مین آپ سے ایک مسئلہ پوچہتا ہون آپ اوسمین کچہہ جواب دیتی ہین پہر دوسرا شخص آکر پوچہتا ہے اوسکو آپ دوسرا جواب فرماتے ہین۔ فرمایا کہ ہم لوگوں کو کم وبیش جواب دیتی ہین ۱۲

[۶] راوی کہتا ہے کہ مین نے امام ابو عبد اللہ سے کہا کہ مجہپر کوئی چیز آپکے اصحاب کی اختلاف سے زیادہ سخت نہین ۱۲

اصحابنا قال ذلک من قبلی اور بحار مین ہی عن زرارة عن ابی جعفر قال سالتہ عن مسئلة فاجابنی قال ثم جاء
رجل فسالہ عنہا فاجابہ بخلاف ما اجابنی ثم جاء رجل فسالہ عنہا فاجابہ بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج
الرجلان قلت یا ابن رسول اللہ رجلان من اہل العراق من شیعتک قدما یسئلان فاجبت کل واحد منہما بغیر
ما اجبت بالآخر فقال یا زرارة ان ہذا خیر لنا وابقی لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر واحد لقصدکم الناس ولکان
اقل لبقائنا وبقائکم فقلت لابی عبد اللہ ـ الی ان قال فاجابنی بمثل جواب ابیہ اور بحار مین ہی عن ابی عبد اللہ
قال انی لاتکلم علی سبعین وجہا فی کلہا المخرج ـ نقلا عن رغام ـ تو ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہی
کہ یہہ اختلاف فی الدین حضرات ائمہ کا ہی تلقین کیا ہوا ہی اور واضح رہی کہ اسکی تاویل مین اختلاف امتی
رحمة کو پیش نکیجیگا کیونکہ حسب تصریح صدوق جو علل الشرائع مین کیی ہی اس حدیث مین اختلاف سے مراد
اختلاف فی البلدان ہی نہ اختلاف فی الدین ـ پس ایسی اختلافات و اضطرابات سے اغماض کرکے اہل حق
کیطرف اضطراب و اختلاف منسوب کرنا طرفہ تماشا ہی ـ **قال الفاضل المجیب** ـ قولہ ـ پس
جناب مخاطب کا یہہ قول (ماخذ ان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفاء ثلثہ کا وقوع ہی) بجای
خود نہین ـ اقول ـ معلوم نہین کہ جناب مجیب نے اپنی کس قول و مقدمہ پر یہہ تفریع فرمائی ہی
اگر اصول خلافت مسلمہ خود کو اول مدلل تحریر فرماتے اور پہر خلفاء ثلثہ کی خلافت پر انکو ثابت
کرتے بعد مین ایسا لکہتی تو مضائقہ نتہا ـ اب جناب کا یہہ قول بجائی خود معلوم نہین ہوتا ـ **یقول
العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** حضرت مجیب نے یہہ عجب قسم سے اعتراض فرمایا ہی
شروع سے کچھہ مفہوم ہوتا ہی اور آخر سے کچھہ اور سمجھہ مین آتا ہی اول تحریر فرمائی ہی معلوم نہین کہ یہہ تفریع کس قول و مقدمہ
پر ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ تفریع اسوجہ سے غلط ہی کہ ما سبق مین اسکا مفرع علیہ کوئی قول و مقدمہ نہین ہی
اور آخر مین لکہتی ہین کہ اگر اپنی اصول کو مدلل لکہکر خلفاء پر ثابت کرتے اور پہر تفریع کرتے تو صحیح تہا

لہ فرمایا یہہ میری طرف سے ہی ۔ ۲ زرارہ کہتا ہی کہ مینی امام ابو جعفر سے ایک مسئلہ پوچہا آپنے مجکو جواب دیا پہر دوسرے شخص نے آکر پوچہا
اسکو میری جواب کے مخالف جواب دیا پہر تیسری شخص نے پوچہا اسکو ہم دونو کے جواب کے مخالف جواب دیا ۔ جب وہ دونو چلی گئی مینی عرض کیا
ای رسول اللہ کی فرزند عراق کی دو شخص آپکے شیعہ مین سے پوچہنی کے لیئے حاضر ہوئی آپنے ہر ایک کو دوسرے کے مخالف جواب دیا فرمایا ای زرارہ ہماری لئے یہی بہتر
اور ہماری تمہاری بقا کا سبب ہی اور اگر تم ایک امر پر اتفاق کروگی تو تمہارا قصد کرینگے اور ہماری تمہاری بقا قلیل ہوگی ۔ ۳ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہی فرمایا

ارجحا تہی سی معلوم ہوتا ہی کہ منع علیہا بن مریع دہی لیکن چونکہ نقل نہیں کیا الیسی تقریر تمام ہی قطع نظر اس سی جگہ اصل منشاء اعتراض پیدا کرنے کی غرض تھی
منقلب کیا اسمعہ پر بطلان عمر ضرب تفریع کی گئی ہی تو کون کہہ سکتا ہی کہ یہہ تفریع صحیح نہیں اور یہہ معنی ماکر دلیل پر بھی تفریع ہو سکتی تہی لیکن اس سے یہہ غرض نہ تہا
کہ دلیل تفریع صحیح ہو تفریع کی حقیقت ذکر الیسی کہ بت ہی جو اپنی بات سی کہ تفریع ہو اور بطلان اعتراض مقصود تہا اور نقل کے بعد تفریع ہی تو اوسکو تفریع کے طور پر
ذکر کرنا بھی صحیح ہو آپ کو خود فرمائی اور یہہ عبارت اسکو جو ہی **قولہ** معہذا یعنی جو یہہ کہا تہا تو کتاب کا جواب بھی یاد تہا افسوس کہ جناب نے کتاب ازالۃ الخفاء ملاحظہ نہیں فرمائی
ورنہ ہرگز یہہ تحریر نہ فرماتے اب میں ازالۃ الخفاء کی عبارت لکہکر اپنا مطلب ثابت کرتا ہوں اگر عمل کیا گیا تو ہو بسم اللہ حضرت شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء کی مقصد اول کی
فصل اول میں صفحہ نمبر ۵ چہارم مطبع مذکور میں یہہ عبارت درج ہی مسئلہ در طرق انعقاد خلافت - انعقاد خلافت بچہار طریق واقع شود طریق اول بیعت اہل
حل و عقد از علماء و قضاۃ و امراء و وجوہ ناس کہ حضور ایشان میسر شود و اتفاق اہل حل و عقد جمیع بلاد اسلام شرط نیست زیرا کہ آن متعذر
است و بیعت یک دو کس فائدہ ندارد زیرا کہ حضرت عمر در خطبہ آخر خود فرمودہ اند من بایع رجلا علی غیر مشورۃ من المسلمین فلا یبایع ہو ولا الذی بایعہ
تغرۃ ان یقتلا - و انعقاد خلافت حضرت صدیق بطریق بیعت بودہ است - طریق دوم استخلاف خلیفہ است مستجمع شروط را
یعنی خلیفہ عادل بمقتضای نصیحت مسلمین شخصی را از میان مستجمعین شروط خلافت اختیار کند و جمع نماید مردمانرا و تنصیص کند باستخلاف وی
و وصیت نماید باتباع وی پس این شخص میان سائر مستجمعین خصوصیتی پیدا کند و قوم را لازم است کہ ہمان شخص را خلیفہ سازند
و انعقاد خلافت حضرت فاروق ہمین طریق بود - طریق سوم شوری است و آن آنست کہ خلیفہ شائع گرداند خلافت را
در میان جمعی از مستجمعین شروط و گوید از میان این جماعت ہر کرا اختیار کنند خلیفہ او باشد پس بعد موت خلیفہ
مشاورت کنند و یکی را معین سازند و اگر برای اختیار شخصی یا جمعی را معین کنند ہمان شخص یا ہمان جمع معتبر
باشد و انعقاد خلافت ذی النورین ہمین طریق بود کہ حضرت فاروق خلافت را در میان شش کس شائع ساختند و آخرہا
عبد الرحمن بن عوف برای تعیین خلیفہ مقرر شد و وی حضرت ذی النورین را اختیار نمود - طریق چہارم استیلاست چون خلیفہ بمیرد
شخصی متصدی خلافت گردد بغیر بیعت و استخلاف ہمہ را بر خود جمع سازد باستیلاف قلوب یا بالقہر بنصب قتال خلیفہ شود و لازم
گردد بر مردمان اتباع فرمان او در آنچہ موافق شرع باشد و این دو نوع است یکی آنکہ مستولی مستجمع شروط باشد و صرف منازعین
کند بصلح و تدبیر از غیر ارتکاب محرمی و این قسم جائز است و رخصت و انعقاد خلافت معاویہ ابن ابی سفیان بعد حضرت
مرتضی و بعد صلح امام حسن ہمین نوع بود انتہی بقدر الحاجہ - غور فرمائیے کہ یہہ جو چار طریقے انعقاد خلافت کی لکہی ہیں
کسی طریق کو بھی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت کیا ہی حالانکہ یہہ کتاب خاص اسی باب میں بڑی زور شور سے

تحریر ہوئی ہی ہر طریقہ کی ثبوت مین ہر خلیفہ کی خلافت ہی بطور شہادت لکہی ہی پس مبرا یہہ لکہنا کہ ماخذان اصول موضوعہ کا وہی خلافت خلفا کا وقوع ہی انصاف فرمائی تو نہایت ہی درست ہی اور جناب کا یہہ لکہنا کہ بجائی خود نہین واقعہ مین بجائی خود نہین

اقول عنوان تقریر سی ثابت ہوتا ہی کہ یہہ اعتراض ہماری مجیب لبیب کا مایہ افتخار ہی و سرمایہ ناز پیشتر اسکی جواب مین جو کچہہ الزاماً و اجمالاً گذارش کیا گیا تہا افسوس کہ ہماری مجیب سلمہ نے اپنی بلند آہنگیوں مین اسکو تامل کے نظر سی ملاحظہ نہین فرمایا لہذا ضرور ہوا کہ کسیقدر تفصیل کے ساتہہ لکہا جاوے تا کہ مجیب لبیب کو معلوم ہوجائی کہ یہہ اعتراض محل گفتگو ہی نہین بلکہ محض غلط ہی اور منشا اسکا یہہ ہی کہ ازالۃ الخفا کی مطلب کو نہین سمجہی پس واضح ہو کہ حاصل اعتراض دو امر مین اول یہہ کہ اہلسنت نے چند اصول وضع کیی ہین جن سی انکی نزدیک خلافت متحقق ہوتی ہی اور چونکہ یہہ اصول موضوعہ کتاب و سنت سی ثابت نہین تو باطل ہوئی اور خلافت جسکا ثبوت ان اصول پر موقوف تہا وہ بہی باطل ہوئی۔ دوسرا امر یہہ ہی کہ جن طریقونسی خلافت خلفاء ثلثہ واقع ہوئی ہی اون ہی طریقونکو اصول قرار دیا ہی اور یہہ ایک قسم کا مصادرہ علی المطلوب ہی لیکن جہانتک غور کیا جاتا ہی معلوم ہوتا ہی کہ لزوم مصادرہ علی المطلوب بالکل غلط اور باطل ہی کیونکہ مصادرہ علی المطلوب اسکو کہتی ہین کہ مدعا کو عین دلیل یا جزو دلیل قرار دیا جاوے اور یہان کوئی بہی نہین لہذا مصادرہ نا بس حضرت مجیب کی کمال مناظرہ دانی سی ہی کہ روزمرہ کی اصطلاحات کی بہی خبر نہین پہر معلوم نہین کہ یہہ جو تحریر فرماتی ہین کہ ابتداء سن تمیز سی مناظرہ مذہبی کا شوق رہا ہی محض تہدید ہی یا سبقت قلم ہی شاید حضرت کو دور و مصادرہ علی المطلوب باہم مشتبہ ہوگئی ہونگی اور دور کو مصادرہ علی المطلوب سمجہہ گئی ہونگی کیونکہ اس بحث مین دور کا شبہہ پڑتا ہی جسکی تقریر و جواب کیطرف ہم عنقریب متوجہ ہوتی ہین اسکی تقریر یہہ ہی کہ اہلسنت نے چند اصول وضع کیی ہین جنپر خلافت کا تحقق موقوف ہی اور خلافت کی حقیت کو ان اصولسی ثابت کرتی ہین اور پہر ان ہی اصول کی حقیت کو خلافت پر موقوف کر رکہا ہی کہ ماخذان اصول کا خلافت خلفا قرار دی گئی ہی تو اہلسنت کی اصول پر دور لازم آتا ہی آپکی جواب کیطرف توجہ فرمائیی مگر اولاً یہ بات گذارش ہی کہ واضح ہو کہ خلافت خلفا کی بارہ مین اہلسنت کی دو فریق مین بعض کی رای یہہ ہی کہ یہہ خلافت منصوصہ ہی چنانچہ صاحب ازالۃ الخفا نے مشرح کہی ہی یہی رای ہی اور بعض فرماتی ہین کہ منصوص نہین ہی بلکہ بیعت اہل حل و عقد و اجماع سی ثابت ہوئی لیکن چونکہ اس جگہ فریق اول کی مسلک پر گفتگو واقع ہوئی ہی کیونکہ مجیب لبیب نے عبارت ازالۃ الخفا کو اپنا مستدل قرار دیا ہی تو اول اوسی مسلک کی بنا پر جواب کی تقریر کیجاتی ہی ظاہر ہی کہ مسلک فریق اول پر خلافت خلفا رضی اللہ عنہم نص شرعی سی ثابت ہی اور نصوص جلیہ و خفیہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اقوال اہلبیت و صحابہ رضی اللہ عنہم بتفصیل تام بما لا مزید علیہ ازالۃ الخفا مین مذکور ہین اور الزامی نصوص بہی کسیقدر ما سبق مین مذکور ہو چکی ہین تو جب خلافت نص سی ثابت ہی تو لامحالہ عند اللہ حق ہوگی اور جن اوضاع و اصول پر وہ خلافت واقع ہوگی وہ اوضاع اور اصول بہی

[illegible]

حق ہونگی تو اس اعتبار سے جب خلافت خلفاء منصوص ہوئی اور حق ہوئی تو وہ اوضاع و اصول کہ جنپر بناء حقیت خلافت مبتنی تھی وہ بھی حق ہوئی۔ تو پھر یہہ کہنا کہ جنپر خلافت کا تحقق موقوف ہے اگر اس سے مراد قطع نظر حقیت عند اللہ سے تحقق خارجی محض ہے تو لازم باطل ہے اور نہ آپکو کچھ مفید اور نہ ہمکو کچھ مضر ہے کیونکہ جب ولرد ار حقیت خلافت کا نص پر ٹھہرا تو اگر بالفرض یہہ اصول کتاب و سنت سے ثابت نہوں تو بھی خلافت خلفاء کی حقیت مین کچھ نقص نہین بلکہ برعکس اسکے بوجہ حقیت خلافت کی یہہ اصول بھی حق ہوجائنگی اور اگر مراد یہہ ہے کہ وہ اصول جنپر خلافت کی حقیت کا تحقق موقوف ہے تو یہ بھی البطلان ہے کیونکہ جب خلافت منصوصہ ہوکر حق ہوچکی تو اسکی حقیت کسی اصل پر موقوف نہوگی اور انکی حقیت کے واسطے کوئی حالت منتظرہ باقی نہوگی اگرچہ اس تقریر سے لزوم دور کا بطلان بھی واضح ہے لیکن مناسب ہے کہ بغرض رفع خلجان حضرت مجیب خاص پیرایہ مین اسکو ادا کیا جاوے۔ پس سنیے اس قیاس مین اگر توقف سے مراد توقف حقیت ہے تو صغری کاذب ہے اور قیاس غیر منتج اور اگر مراد توقف وقوع خارجی خلافت ہے تو کبری کاذب اور قیاس عقیم پس لزوم توقف الشی علی نفسہ باطل۔ دوسری یہہ کہ اس قیاس مین جہۃ توقف متحد نہین کیونکہ صغری مین بطور نفس وقوع کی ہے اور کبری مین بطور حقیت کے تو حد اوسط مکرر نہوا تو نتیجہ کاذب ہوگا۔ غرض بہرکیف ازالۃ الخفا دیکھکر یہہ سمجھنا کہ خلافت راشدہ ان اصول پر موقوف ہے بالکل غلط ہے اگرچہ بعد اسکی کچھہ ضرورت باقی نہین رہی کہ دوسری مسلک پر جواب کی تقریر کیجاوے کیونکہ مبنی اعتراض کا مسلک اول پر ہی تھا لیکن تبرعاً ہم دوسری مسلک پر بھی مختصراً جواب کی تقریر کرتے ہین تاکہ ہماری مجیب کے دل مین کوئی ہوس و انتظار باقی نرہجاوی اس مسلک پر ہم کہتے ہین کہ وہ اصول جنپر خلافت کی تحقق موقوف ہے خلافت پر موقوف نہین بلکہ اون اصول کا کتاب و سنت سے ثابت ہے اور باقی اوسپر متفرع تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ اول بیعت صدیقی بیعت حل و عقد و اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی ہے اور حجیت بیعت اہل حل و عقد آیت کنتم خیر امۃ سے ثابت ہے اور نیز اسکی صحت و حقیت کلام جناب امیر المومنین جو چند جگہ نہج البلاغۃ مین مذکور ہے اور خود شارح نہج البلاغۃ سے مفہوم ہوتی ہے (۱) انما الشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل و سموه اماما کان ذلک للہ رضی سے جو کچھہ مجیب کا اعتراض ہے اور اوسکو دلیل الزامی قرار دی ہے

اسکا جواب ہم اوسی موقع پہ بیان کرینگے۔ مگر مختصراً یہان اسقدر جاننا چاہیے کہ خود اس عبارت کا نیز
اور دوسری عبارات کا جو اس بارہ مین وارد ہوئی ہین اسکا مکذب ہی۔ (۲) لانہا بیعۃ واحدۃ لایثنی
فیہا النظر ولا یستانف فیہا الخیار الخارج منہا طاعن والمروی فیہا مداہن (۳) وکانت
امور اللہ علیکم ترد وعنکم تصدر والیکم ترجع قولہ وکانت امور اللہ الی قولہ ترجع ای انکم
کنتم اہل الاسلام والحل والعقد فیہ لانہم المہاجرون والانصار
شرح نہج البلاغۃ (۴) ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی یحضرہا
عامۃ الناس مالی ذلک سبیل ولکن اہلہا یحکمون علی من غاب عنہا ثم لیس للشاہد ان یرجع ولا للغائب
ان یختار الا وانی اقاتل رجلین رجلا ادعی ما لیس لہ وآخر منع الذی علیہ ترجمہ این عبارت بزبان زواری امامیہ کہ علی بن
حسن نام دستنایست وقسم ببندگانی [illegible] اگر امامت منعقد نشود تا آنکہ حاضر شوند جمیع مردمان نمی باشد
بانعقاد امامت راہی در ہیچ زمانی واین جواب انکار معاویہ است واہل شام اجماع را بربیعت آن امام علیہ السلام
بنا برانکہ اجماع محتاج است در انعقاد جمیع اہل اسلام وآنحضرت اشارت فرمود باین کلام باین جہ کہ اجماع
براین وجہ امکان ندارد واگر ممکن باشد عاقل او را در غایت دشواری میشمارد بلکہ معتبر در انعقاد اجماع
اتفاق اہل حل وعقد است از امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ بر امری از امور چنانچہ اشارہ فرمود بدان ولیکن
اہل امامت حکم میکنند بر کسیکہ غائب است ازان پس ازان نیست مر حاضر راضی را ہمچو طلحہ وزبیر کہ از بیعت
رجوع نماید ونہ غائب را ہمچو معاویہ کہ او را برای خویش اختیار سازد۔ الخ ۔ نقلاً عن ازالۃ الغین۔ اور جب بیعت
اہل عقد صحیح ہوئی تو بیعت صدیقی حق ہوئی اور چونکہ خلافت ہائے باقیہ اسی پر متفرع اور مبنی ہین وہ
بھی مع اصول خود صحیح اور حق ہوئی اور اگر مجیب بسبب بعض صحابہ کی تاخر کا خیال کرین تو اول تو اسکا
جواب خود ارشادات جناب امیر مین موجود ہی معہذا یہہ ثابت فرما دین کہ یہہ تاخر بوجہ قدح استحقاق خلافت
تہا جب تک یہہ ثابت نہوگا اوسوقت تک اعتراض لغو اور فضول ہوگا۔ تو اس مسلک پر برعکس دعوی
خلافت کے لیے اصول کا ماخذ ہونا مثل روز روشن ظاہر و باہر ہی اور لزوم مصادرہ علی المطلوب حباب در نقش
بر آب بلکہ لمعان سراب ہی۔ ہماری مجیب کی تقریر اعتراض کے بعینہ وہ مثال ہے جیسا طفل کراہی چلت

دیکھا ہوا وہنکہ چلنیکا قصد کرتا ہی اور گرجاتا ہی ہر جگہ پانون لڑکہڑاتا ہی کسی جگہہ بہی تقریر اعتراض یا جواب کے ٹہیک نہین پہر اسپر دعوی کیا کچہہ پس مسلک ثانی پر ماخذ اصول کا خلافت کو قرار دینا اور اصول کے موضوعہ کہنا بالکل غلط ہی اور مسلک اول پر خلافت کو ماخذ اصول کا قرار دینا تو صحیح ہی چنانچہ پہلی تحریر مین بہی اسکی طرف ایما کیا گیا تہا لیکن اوسکی نسبت یہہ کہنا کہ بطور خود چند اصول وضع کئی مین یہہ بالکل باطل ہے کیونکہ جو امر کسی دلیل شرعی سے ماخوذ ہو اگر اوسپر موضوع ہونے کا اطلاق کیا جاوے تو تمام دین موضوع ٹہر جاویگا۔ علی الخصوص اہل تشیع کا تو دین اصول فروع جو اکثر حرف ائمہ ہی کے کہے ہوئے ہیں قطعًا موضوع ہوگا غرضکہ مطلقًا خلافت کا ماخذ ہونا محل اعتراض نہین ہے۔ اگر اول منصوصیت خلافت باطل کرتے اور پہر اوسکی یہہ لکہتے تو مضائقہ نتہا۔ اور یہہ قول اب قطعًا بیجا ہی خود نہین پس میری گذارش کے تردید اس بنا پر ہی کہ ناز اتمام خفا کے مطلب کو سمجہا نہ بندہ کی گذارش کو بنظر تامل و انصاف کی ملاحظہ فرمایا سو جبر اسکا کچہہ علاج نہین۔ **قال الفاضل المجیب**۔ قولہ۔ کیونکہ درحقیقت یہہ کام حضرات شیعہ کا تہا کہ مبنی انکی اصول موضوعہ کا محض ابطال خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم ہی جسکو فقط بطریق الزام اہلسنت کیطرف نسبت فرماتی ہین۔ **اقول**۔ شیعہ اپنی اصول کو دلائل عقلیہ اور اون دلائل نقلیہ سی جو موید عقل ہون ثابت کرتے مین اور چونکہ امامت کو بہی اصول سے جانتے ہین اس اصل کو بہی مثل اور اصول کی ایسی دلائل سے ثابت کرتے ہین **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** ہماری حضرت مجیب نے جن دلائل کو عقلیہ تصور فرما رکہا ہی وہ فی الحقیقت صور خیالیہ و وہمیہ ہیں علاوہ ازین جسقدر مخالف فرقے ہین سب اپنی اپنی اصول کی نسبت اسیطرح شدومد سے صحت و حقیت کے قائل ہین۔ اگر یہہ دعوی بلا دلیل معتبر ہی تو سب فرق کے حقیت کی قائل ہو جیئے۔ و نہ اپنی اصول کے لیے دلائل حقہ کی فکر کیجیئے۔ ہم جہانتک غور و تامل سے بنظر انصاف دیکہتے ہین حضرات کے اصول مخصوصہ مین کہین اس دعوی کی تصدیق نہین پاتے۔ ائمہ کا انبیا سے افضل ہونا آپ ہی فرمائیے کہ بہیات عقلیہ مین سے ہی۔ ائمہ اور اونکی اعداء کی رجعت۔ امام آخر الزمان کی غیبوبت۔ وجوب لطف علی اللہ تعالی۔ حسن و قبح عقلی۔ مساوات اول الائمہ کی خاتم الانبیا کے ساتہہ جیسا صاحب نافع

یعنی صور ذہنیہ جنکا محض خیال ہی خیال ہو اور خارج مین وجود نہین۔

اپنی شرح مین تصریح کی - ائمہ کے عصمت اونکا علم کان وما یکون و اختیار موت وحیات وغیرہ بہت مسائل ایسی
ہین کر اونمین صرف جدلیات واقناعیات پر ہی قانع ہین اگر انصاف سے ملاحظہ فرماوین تو حقیقت حال
منکشف ہوجاوی - لیکن جب عقل و انصاف کو کام مین نہ لاوین تو اختیار ہی جو دل چاہی فرماوین زبان و
قلم کو کون روک سکتا ہی - **قولہ** اور ہر امر کی ثبوت کی لئی مقدمات و شرائط کا ہونا ضروری ہی **اقول**
اگر مقدمات و شرائط واقعی اور نفس الامری مراد ہین تو مسلّم لیکن حضرت مجیب کو مفید نہین کیونکہ شرائط مقبولہ
کی لئی نفس الامری ہونا غیر مسلم ہی اور اگر عام مراد ہی تو خود غلط ہی **قولہ** پس جب بنظر تحقیق اس بابین
غور کیا تو عقل سلیم و کتاب خدا وند علیم و احادیث رسول کریم و روایات ائمہ کرام و اقوال صحابہ عظام سے
بخوبی ثابت ہوا کر عصمت و فضلیت و منصوصیت خلافت و امامت کے لوازم مین سے ہی اسلیے ان شرطونکو ضروری
سمجھا - **اقول** عقل سلیم تو وہی ہی جو حضرت مجیب کو خصوصاً اور تمام فرقہ شیعہ کو عموماً عنایت ازلیہ سے
مرحمت ہوئی اور کتاب علیم وہ ہوگی جو جناب امیر نے ایام تخلف بیعت گہر کے اندر تخلیہ مین جمع فرمائی
اور ائمہ مین سے ہر ایک کی پاس یکی بعد دیگری صندوق تقیہ مین بند چلی آئی اور احادیث رسول کریم
و روایات ائمہ کرام وہی ہین جو حضرات زرارہ اور مومن الطاق وغیرہ مقتدایان قوم جنکا مجملاً حال
مذکور ہوچکا ہی ان ہی صدیقین کے واسطہ سی حضرات شیعہ مین شائع اور مشتہر ہوئی - اور اقوال صحابہ
اونہین صحابہ کی ہونگی جنکی مفصل حالات متقدمین و متاخرین طرفین لطف انگاف بیان فرماتے چلے آئی
اور کسیقدر سابق مین گذارش بہی ہوچکا - پہر ایسی عقل اور ایسی کتاب اور ایسی احادیث و
روایات اور ایسی اقوال پر نازو افتخار فرمانا ہماری حضرت مجیب جیسی مصنف دانشمند کا ہی کام ہی
ہم تو جہانتک غور کرتے ہین تو اوسکو خلاف عقل اور خلاف کتاب اللہ اور خلاف احادیث رسول اللہ
اور خلاف ائمہ و صحابہ پاتے ہین - اور اسیلیے شرائط ثلثہ کو ضروری نہین سمجھتے قال تعالی وانا او
ایاکم لعلی ھدی او فی ضلال مبین **قولہ** اور چونکہ یہہ شرائط ثلثہ خلفاء ثلثہ مین بالمرہ مفقود ہین
اور اہل سنت بلکہ خود خلفا ہی اسکی مقر ہین اسلیے اونکی خلافت کو امامت و خلافت راشدہ جو مراد
نیابت رسول سے ہی نہین جانتی - **اقول** یہہ شرائط ثلثہ مسلمہ حضرات ائمہ مین ہی بالمرہ

مفقود ہین چنانچہ باعتراف ائمہ ثابت ہی تو انکی امامت وخلافت راشدہ کو بھی نمایئی چونکہ مقام بسط نہین

اسلیئی چند روایات پر اکتفا کرتا ہون بنظر انصاف ملاحظہ فرمائی صحیفہ کاملہ مین تو آپ بطور ورد پڑہتی

رہتی ہونگی مگر کبھی غور سے معانی بھی تو فرمائیی - قد ملک الشیطان عنانی فی سوء الظن وضعف الیقین

وانی اشکو الی سوء مجاورتہ لی وطاعۃ نفسی لہ - ایضاً انا الذی افنت الذنوب عمرہ - نہج البلاغۃ

مین سید رضی جناب امیر سے نقل فرماتے ہین - لا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست بفوق

ان اخطی ولا امن من ذلک فی فعلی الخ ایضاً ومن کلام لہ علیہ السلام لما اراده الناس علی

البیعۃ بعد قتل عثمان دعونی والتمسوا غیری فانا مستقبلون امرا لہ وجوہ والوان لا تقوم لہ القلوب

ولا تثبت علیہ العقول وان الافاق قد اغامت والمحجۃ قد تنکرت واعلموا انی ان اجبتکم رکبت بکم ما

اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن

ولیتموہ وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا - اور ذوالفقار مین مجمع البیان طبرسی سے منقول ہی روی محمد بن ابی عمیر

عن ابراہیم بن عبد الحمید عن علی بن عبد اللہ الحسین زین العابدین انہ قال رجل انکم اہل البیت

مغفور لکم قال فغضب وقال نحن احری ان یجری فینا ما اجری فی ازواج النبی انا نرجو للمحسن ضعفین

من الاجر وللمسیٔ ضعفین من العذاب ثم قراء یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ الخ اگر آپ انصاف

سی ملاحظہ فرمائینگی تو ان روایات سے واضح ہوجائیگا کہ یہ حضرات فی الواقع معصوم نہین اور ائمہ ان کی اپنی اندنوں کے

معترف تھی اب بمعارضہ اسکی انبیاء کو ذکر فرمائیی - جبکہ دلائل شرعیہ سے ثابت کیجیی بعد اسکی اقوال و

افعال کے تاویلات و توجیہات کے درپی ہوجیی ورنہ کیسی کی واسطہ وجدان شرائط کا قائل ہوکر اسکی اقوال و

لے تحقیق شیطان میری باگ اور ضعف یقین مین میری باگ کا مالک ہوگیا ہی اور مین اسکی بڑی ہمسائگی اور اپنی نفس کے اسکا مطیع ہونیکا شکوہ کرتا ہون ۱۲ ۲ مین وہ شخص ہون جسکی تمام عمر گناہوں نے فنا کردی ۱۲ ۳ حق بات اور راست مشورہ سے ...

...

اور اگر تم مجھکو چھوڑ دوگے تو مین تم مین کا ایک جیسا ہون اور شاید مین زیادہ مطیع ہون جسکو تم امیر بناؤ اور مین اس سے کہ تمہارا امیر ہوں یہ بہتر ہی کہ وزیر ہوں ۱۲ ۵ امام زین العابدین ... ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ اہل بیت بخشے ہوئے ہو تو آپ غصہ ہوئی اور فرمایا کہ ہم زیادہ مستحق ہیں کہ جو حکم ازواج ... مین جاری ہوا ہی ہم پر جاری ہو ہم اپنی نیکو کارون کے لیئے دوچند اجر کے اور اپنی گنہگارون کے لیئے دوچند عذاب کے امیدوار ہیں

افعال کیے تاویلات مین معارضہ پیش کیا جا سکتا ہی لیکن کوئی عاقل اسکو ثبوت نہین قرار دیگا۔ و نیز بطور کا
اثبات قیاس علی الانبیاء سے کرنا قطع نظر اس سے قیاس ہے قیاس ہی پر قیاس مع الفارق ہی **قوله** پس شیعونکی
اصلی غرض اپنی اصول کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کرنا و احقاق حق و ابطال باطل ہی **اقول** و لن
یصلح العطار ما افسد الدہر جب وہ اصول خلاف عقل و نقل ہین تو حضرات شیعہ کی سعی و کوشش سے
اثبات منجملہ محالات ہی اور اس جد و جہد کا نتیجہ بجز ابطال حق اور اثبات باطل اور کچھہ نہین اور نہ یہہ غرض
حاصل ہوتی ہے **قوله** اور یہہ ظاہر ہی کہ اس صورت مین غیر مستحقین کے خلافت ثابت نہوگی **اقول** بلکہ یہہ
ظاہر ہی کہ مستحقین کے بہی خلافت اس صورت مین ثابت نہوگی کیونکہ ائمہ کی بہی خلافت باطل ہو جاویگی **قوله** نہ یہہ
کہ محض ابطال خلافت خلفاء ثلثہ کی غرض سے بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت و امامت میں
معتبر جانتے ہون جیسا کہ حضرت مجیب اور اہلسنت کا وہم و خیال ہی حاشا و کلا **اقول** اہلسنت کا یہہ
ہی خیال نہین کہ آپ بدون قیام دلیل و حجت ان شرائط کو خلافت و امامت مین معتبر جانتے ہین بلکہ اہلسنت
بدلائل قاطعہ و شہادات ائمہ یہہ ثابت کرتے ہین کہ باوجود قیام دلائل عدم اشتراط کے ان شرائط کو حضرات
شیعہ نے خلافت مین معتبر مان رکہا ہی پس جب یہہ حال ہی تو ان اصول موضوعہ کے وضع محض بغرض ابطال خلافت
خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم ہی و بس۔ **قوله** ہان چونکہ بدون قیام دلیل حضرات اہلسنت ان خلفاء کی خلافت
کے قائل ہین سلیئے انکو ضرور ایسی اصول کے جنکی سواد وقوع خلافت کوئی دلیل نہین سخت حاجت تہی ہلیئے حضرات نے
ایسی اصول وضع فرمائی۔ **اقول** خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے حقیت مثل روز روشن ظاہر
و باہر ہی آفتاب نص قرآنی اور حدیث نبوی صلی اور اقوال و افعال ائمہ نے اوسکی چہرہ ثبوت سے سحاب خفا
یک لخت دور کردیا۔ آیات و احادیث کسیقدر مذکور ہو چکی ہین اسوقت نہج البلاغۃ کے خطبہ کا ایک جملہ
یاد آیا جو ثبوت مدعا مین بشرطیکہ انصاف سے دیکہا جاوی نص ہی واذا المیثاق فی عنقی لغیری
قطع نظر اس سے کہ اس جملہ کے الفاظ سے کیا مضمون پیدا ہوا ہی جو کچھہ اس جملہ سے معنی مین سمجہا ہی ہین آمین
منفرد نہین ہون بلکہ مین حضرت ابن میثم بحرانی نے بہی یہی سمجہا للہ تعالی ہم بیان ہین اور وہ نہین
ہی اپنی مختصر شرح مین جو اسوقت میرے پاس موجود ہی مجبور ہو کر صاف کہتا ہی کہ بیعت ابی بکر کا میثاق ہی

جو جناب امیر کے گردن مبارک مین تھا حضرت آپ ابن ہیثم کی طرح لیکر سری اس گذارش کو مطابق کریں اور دیکھیں جناب امیر کس شرح حقیت خلافت کو تسلیم فرماتی ہین اور شاید اگر آپ تمام خطبہ کے شرح ملاحظہ فرمائینگی تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ جناب رضی نے اوسین کیا قطع و برید فرمائی ہے پس بعضل اللہ تعالی المنت بدون قیام نص خلافت کے قائل نہین ہوئے اور یہی وجہ ہی کہ اونکو اصول گھڑنے کی ضرورت ہوئی تو حضرت مجیب کا یہ ارشاد (جسکی سوا وقوع خلافت کوئی دلیل نہین) بالکل غلط اور خلاف واقع ہی منشا اسکا یہہ ہی کہ کتب فریقین سے بہرہ مند اور جو کچہہ دیکھا ہے اوسکا مطلب نہین سمجھی۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم قال الفاضل المجیب قولہ۔ ورنہ جبکہ ثبوت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کتاب اللہ و شہادات ائمہ رضی اللہ عنہم سے واقع ہی تو اہلسنت کو وضع اصول کی کچہہ ضرورت نہین۔ اقول۔ اگر حضرت مجیب کا یہہ قول درست ہو تو شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا مین چار طریقے انعقاد بیعت کے کیون تحریر فرمائی ہین اور کے ثبوت کی لیے شرائط و مقدمات وغیرہ کا ہونا ضروری ہے یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ازالۃ الخفا کی عبارت کو بتامل پہر ملاحظہ فرمائیے اور اوسکی مطلب کو سمجھیے با اینہمہ بہہ دانی آپنے اوسکا مطلب نہین سمجھا طریق رابع کی شق ثانی کو اگر آپ بتامل ملاحظہ فرمائینگی تو یہہ عقدہ حل ہو جائیگا قولہ تعجب ہی کہ حضرت کتابونکو ملاحظہ نہین فرماتے جو دل مین آتا ہے لکھی جاتے ہین ورنہ ہر کتاب مین طرق و شرائط مذکور و محرر ہین۔ اقول۔ اگر کتابون کی ایسی ملاحظہ کیطرف دعوت دیجاتی ہے جیسا کہ جناب نے ملاحظہ کتب فرمایا ہی تو ایسا ملاحظہ بیفائدہ ہی نہین بلکہ مضر ہے چنانچہ جناب پر واضح ہو گیا اور اگر بنظر انصاف و تحقیق ملحوظ خاطر ہی تو بندہ بھی جناب کیخدمت مین اسی امر کا ملتمس ہے کہ اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم پر عمل فرمائیے اور بندہ کی نسبت تو انشاء اللہ تعالی بشرط نظر انصاف واضح ہو جائیگا کہ کتابونکا ملاحظہ کیا ہے یا نہین کیا باقی رہا طرق و شرائط کی نسبت کب انکار ہی آپ گذارش کو بغور ملاحظہ فرمائیے قولہ معہذا اور خلفاء کی خلافت کا ثبوت خلیفہ اول کی خلافت کی ثبوت پر موقوف ہی اگر حضرت خلیفہ اول کی خلافت صحیح ثابت ہو جاوے تو پہر جای گفتگو نہین۔ اقول حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت و حقیت مین بحول اللہ تعالی کچہہ تردد و گفتگو نہین ہی کیونکہ جسکی حقیت کتاب اللہ

شاہد ہوا اور جناب امیر نے اوسکی حقیت تسلیم فرمادین اور اوسکی میثاق کو اپنی گردن مین لازم تصور فرمادین۔ اوسکی صحت مین بروی دین وایمان کیا گفتگو باقی رہی۔ اور جب اوسکی صحت وحقیت مین شک وشبہ نہین رہا تو خلافت ثلاثہ بھی باقیہ بھی صحیح ہوئی **قولہ** مگر جب اس خلافت کی انعقاد کا حال دیکھا جاتا ہی تو صاف ظاہر ہوتا ہی کہ یہہ ایسی حالت اضطراب واضطرار مین واقع ہوئی ہے کہ کسی شہادت کی بہی نوبت نہین پونہچی۔ **اقول** جب اس خلافت کا حال دیکہا جاتا ہی تو صاف ظاہر ہوتا ہی کہ اس سے اعلاء کلمۃ اللہ حاصل ہوا دین رضی خداوند تعالی کی تمکین ہوئی اسلام مسلمین کو غلبہ وشوکت ہوئی کفار ومرتدین مقتول ومخذول ہوئی اور وہ وعدہ خداوند تعالے جو خلافت حقہ کی نسبت تہا بروی کار آیا پہلی ہر عاقل کے نزدیک ایسی خلافت کو لیئی اوسکا حالت اضطرار مین واقع ہونا اور کسی شہادت کا واقع نہونا کچہہ مضر نہین کیونکہ خداوند تعالی علیم وقدیر اوسکا ذمہ دار ہوچکا تہا تو جو خلافت موعود من اللہ تعالے تہی وہی واقع ہوئی اور اس خلافت سی انکار نص قرآنی سے انکار ہی اور اوس سے ناخوشی لیغیظ بہم الکفار کا مصداق ہی علاوہ ازین شہادت کی ضرورت اوسوقت ہی کہ جب کوی منکر ہو اور جبکہ وہان کوئی منکر ہی نہین تہا تو شہادت کی پیش کرنے کی کیا ضرورت مگر تعجب تو یہہ ہی کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے بہی تو بوقت شوری کوئی شہادت پیش نہ فرمائی اور نہ امیر معویہ کی ہی مقابلہ مین کوئی حجت بجز بیعت اہل حل وعقد کے پیش فرمائے تو اگر شہادت پیش نکرنا دلیل عدم حقیت خلافت کی ہی تو آپکی اس قاعدہ سے جناب امیر کی خلافت کی عدم حقیت ثابت ہوتی ہی **قولہ** اوس طوفان بے تمیزی مین کہ جناب سرور کائنات کے انتقال فرمانی ہی سقیفہ بنی ساعدہ مین جو ایسی ہی کا ہونکی لیئی تہا ایک شور وغل منا امیر ومنکم امیر ونحن الامراء وانتم الوزراء کا بلند ہوا اور ہر گروہ نفسی نفسی کہنی لگا بہلا ایسی ثبوت وشہادت کا کیا موقع ہو سکتا ہی نہ کوئی آیت قرآنی اپنی مطلب کے موید بیان کرتا تہا نہ دلیل عقلی وعرفی لاتا تہا نہ اس بابمین حضرت سے کچہہ پوچہا بدون قول فیصل بخوف اسکی کہ مبادا انصار سی یا کسی اور قبیلہ سی کوئی خلیفہ ہو جائی اور ریاست وحکومت ہاتہہ سے نکل جاوی حضرت ثانی نے اول کو خلیفہ بنا دیا چنانچہ روایت بخاری اسپر شاہد ہی۔

اقول مجیب لبیب کے کلمات ناسزا و طعن کا تو ہم کیا جواب لکہین ہان اسقدر گذارش ضرور ہی
دماعقل کو شوائب نفسانی سی خالی فرماکر سوچین کہ جب تو روز منا امیر و منکم امیر اور نحن الامرا و انتم الوزرا
کی بلند تہا اور ہر گروہ ھسی نفسی کہتا تہا تو ایسی نفسا نفسی مین باوجودیکہ کوئی آیت یا کوئی دلیل پیش
نہین ہوئی ایک گروہ نے دوسرے گروہ کے دعوی کو کیون قبول کر لیا اور بلا دلیل کیونکر اطاعت
منظور کر لی صرف ایک شخص کے بعیت وہ بہی اپنی گروہ مین سے مخالفین کے بعیت اور اطاعت کر لئی
کیونکر حجت ہو گئی حالانکہ بقول آپ کے خود اسی گروہ کے اکابر و اعیان اوس جلسہ مین موجود نہ تہی اور ان سے
مشورہ نہین لیا گیا تہا اور وہ اسکی مخالف تہی تو ایسی حالت مین عقل سلیم کیونکر تسلیم کر سکتی ہی کہ انصار
جو اپنی بات پر مصر تہی بلا حجت و دلیل صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعیت کیوجہ سی بعیت کر لیتی اگر ایسا
ہوتا تو انصار مین سی ایک شخص اوٹہکر سعد بن عبادہ رض کے ہاتہہ پر مثلاً بعیت کر لیتا کیون انکی بعیت کو
اپنی لیی حجت قرار دیتی ورنہ کم از کم یہہ ہوتا کہ تا حاضر ہونے باقیماندگان وجوہ مہاجرین کے اپنی بعیت کو
موقوف رکہتی تو اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہی کہ انصار نے جب کہا ہی حجت تام ہو لی
اور حق منکشف نہین ہوا ہرگز بعیت نہین کی تو حضرت مجیب کا یہہ فرمانا کہ انہون نے اول کو خلیفہ بنا دیا
بالکل غلط ہی کیونکہ یہہ خلاف بعیت وجوہ مہاجرین اور اعیان انصار سی منعقد ہوئی ہی ہان اول اس خلافت
راشدہ کے انعقاد کی شرکت کے لیی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی موفق ہوئی پس روایت بخاری کا اسجگہ
ذکر کرنا بے سود بلکہ بے موقع ہی علیٰہذا جب ہم جناب امیر رضی اللہ عنہ کی استدلال کو دیکہتی ہین جبکہ آنکو اس
بعیت کی خبر پہونچی اور آپنے ارشاد فرمایا تو وہ بہی کچہہ اس سے زیادہ نہین ہی یاد رہتا ہی کہ نہج البلاغۃ
مین منقول ہی کہ آپنے فرمایا جو مطاوی احتجاجات مین مذکور ہی جسکا حاصل یہہ ہی کہ درخت کو لیا اور پہل کو
چہوڑ دیا ۔ **قولہ** ائمہ کی استشہادات کا جو ذکر فرمایا ہی مقام حیرت ہی اسوقت امام بالفعل جناب
امیر تہی اور انکی کسینی بات ہی نہ پوچہی وہ تجہیز و تکفین آنحضرت مین مشغول اور رنج و الم مین مبتلا تہی کہ ادہر
خلیفہ بن بیٹہی ۔ **اقول** بیشک مجیب لبیب کے لیی یہہ مقام حیرت ہی کیونکہ جب حضرت امیر کو
امام بالفعل تسلیم کر لیا تو دوسرون کی امامت کے لیی استشہادات کا صادر ہونا مقام حیرت ہی ہو گا لیکن

فی الواقع یہہ مقام کچہہ مقام حیرت نہین کیونکہ یہہ جملہ (اسوقت امام بالفعل جناب امیرؑ تہی) غلط ہی
اور خلاف کتاب اللہ تسلیم کر رکہا ہے جسکی وجہہ سے اس حیرت اور بردو بات مین گرفتار ہین - صحابہ
رضی اللہ عنہم کے ساتہہ دلی عداوت اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے ساتہہ زبانی محبت نے اکثر
جگہہ اصول و فروع مذہب شیعہ مین اسطرح کے اونچہاوی اور پیچیدگیان ڈال رکہین ہین کہ نہ آجتک
وہ کسی سے سلجہی اور نہ قیامت تک سلجہین ولن یصلح العطار ما افسد الدهر - انہین شہادات
کی بارہ مین علامہ ابن میثم نے اپنی شرح کبیر نہج البلاغۃ مین تحت شرح خطبہ للہ بلاد فلان مین جو
تعارض و تناقض بیان کرکے جواب تحریر فرمایا ہی قابل ملاحظہ اولوالابصار و منصفان روزگار ہی ذرا
مجیب صاحب بہی ملاحظہ فرمالین - اور اگر یہہ حیرت متعلق نفس وقوع شہادات کی ہی تو اسکا جواب بجز
اسکی کچہہ نہین کہ اپنی کتب معتبرہ دیکہکر اپنی طمانیت فرمالیوین - باقی رہا یہہ کہ ان کی کسی بات نپوچہی
سو جو امر بابت استخلاف صحابہ موعود تہا وہ لامحالہ واقع ہونیوالا تہا کچہہ ضرور نہین تہا کہ ہر ایک سے
پوچہا جاتا اور مشورہ کیا جاتا علاوہ ازین وہ وقت ایسا تنگ تہا کہ اگر اس امر مین تاخیر واقع ہوتی تو خطرہ
وقوع فتنہ کا اندیشہ تہا - اور نیز جب اکثر اکابر مہاجرین و انصار موجود تہی تو بعض اکابر کا موجود نہونا حالانکہ
وہ قادحین فی الاستحقاق سے نتہے کچہہ مضر نہین - اور رنج والم مین مقید ہونا اسکا جواب ابحاث سابقہ مین
گذر چکا ہی کہ حسب روایات سامی غلط ہی ہرگز رنج والم وفات شریف مین مبتلا نہ تہی ہان اگر تہی تو اپنی
دنیاوی حکومت کے غصب کے رنج والم مین مبتلا تہی کیونکہ امامت دینی کا تو غصب کرنا غاصبین کے
دست قدرت سے خارج تہا - ظاہری تسلط ہی انکی قبضہ سے غصب ہوا تہا تو اوسیکا رنج والم تہا علاوہ
اسکی اہل بیت رضوان اللہ علیہم تو حلول مصائب کے وقت عزیمت یعنی صبر و استرجاع کو اختیار فرماتے
ہونگی اور اپنی خدمت خاص یعنی ہدایت خلق مین مشغول ہوتے ہونگی چنانچہ بحمد اللہ اسکی موید روایات بہی موجود ہین
حدثنا محمد بن الحسن قال حدثنا الحسن مقبل الدقاق قال حدثنا یعقوب بن یزید
عن الحسن بن علی بن فضال عن محمد بن عبد اللہ الکوفی قال لما حضرت اسمعیل
بن ابی عبد اللہ الوفاۃ جزع ابو عبد اللہ جزعا شدیدا قال فلما ان غمضہ دعا بقمیص غسیل

اور جدید فلسہ تو تسرح و حرج یا مر رسینی قال فقال لہ بعض اصحابہ جعلت فداک لقد ظننا انا
لا ننتفع بک زمانا لما رأینا من جزعک فقال انا اھل بیت نجزع ما لم تنزل المصیبۃ فاذا نزلت
صبرنا انتہی عن ال العین وقال الصادق علیہ السلام انا اھل بیت نجزع قبل المصیبۃ فاذا نزل
امر اللہ عزوجل رضینا بقضائہ وسلمنا لامرہ ولیس لنا ان نکرہ ما احب اللہ لنا انتہی عن من لا یحضرہ
الفقیہ پس جبکہ جناب ائمہ کی سید دامر کو مکروہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ محبوب سمجھتے ہونگے تو رنج والم کیا
اور جزع و فزع کیونکر ہاں جزع و فزع قبل المصیبت حسب روایات مشابہ بمثل مشہور قبل از مرگ واویلا جناب
انبیاء و ائمہ ہو کی شان کے شایان ہے حضرات محبان لسانی جو دل چاہیں انکی جناب کیطرف نسبت فرمادیں
لیکن جزع و فزع قبل البلا کے علت اگر یہہ ہی ہے بلا موہوم الوجود یا متوقع الوجود ہے تو جزع و فزع بعد حلول البلا [illegible]
بلکہ قبل الوجود زیادہ مستحق حسرت ہے اور اگر امر آخر ہے تو محتاج بیان ہے۔ ایک یہی اور بھی من لا یحضرہ میں
یہہ بھی موجود ہے۔ وقال علیہ السلام ان البلاء والصبر یستبقان الی المومن فیاتیہ البلاء وھو
صبور وان البلاء والجزع یستبقان الی الکافر فیاتیہ البلاء وھو جزوع اور نیز مذکور ہے ولما
قبض علی بن محمد العسکری رأی الحسن بن علی علیہما السلام قد خرج من الدار وقد
شق قمیصہ من خلف و قدام انتہی اب ذرا اہل انصاف ان روایات میں غور و امعان نظر فرمادیں
اور جناب مجیب بھی بنظر انصاف ملاحظہ کریں رد التحسین الحسن رابعہ کو صغری بنادیں اور ثالثہ کو کبری قرار دیں
اور نہر عشیر کے مضمون کو ائمہ کی شان میں تطبیق یا دیں بعد اسکے اگر مذہب تشیع سالم باقی رہے تو اہلسنت
دست گریبان [illegible] ہوں لیکن انصاف شرط ہے۔ **قولہ** اور بعد فراغ امور ضروریہ اور انعقاد بیعت کرانے وہ
حسب شہادت روایت ازالۃ الخفا جو تحریر ہو چکی ہے خانہ حضرت زہرا میں نقض خلافت کے مشورے کرتے تھے
اور اس خلافت کے برہم کرنیکی تدبیریں فرماتے تھے جسکی لئے خلیفہ ثانی نے انکے گھر جلانیکے دھمکی دی تھی

[illegible]

کیا سکا ہی نام شہادت ہی **اقول** اگرچہ اسبق مین اسکا جواب مذکور ہو چکا ہی لیکن اسجگہ بہی
چونکہ ہماری مجیب بسبب نئے مکرر ذکر فرمایا اوسکا اعادہ باضافہ افادات کیا جاتا ہی واضح ہو کہ اگر مذہب
تشیع پر بنا ر گفتگو ہو تو حضرت مجیب ہی جواب کا فکر فرماوین کہ اولاً حضرت بسبب ترک تقیہ واجبہ و سکوت
ماموریہ و عدم منازعہ آثم ہوتے ہین - اور ثانیاً حضرت ایک لغو اور بیفایدہ امر مین مبتلا ہوئی کہ بسبب علم ماکان و ما یکون
آپکو معلوم تہا کہ یہہ امر شدنی تو اند نہین اور نیز اوس روایت کی بہی تکذیب ہوتے ہی جو آپکی عالم الغیب والشہادۃ
ہونے پر دلالت کرتے ہی ثالثاً باوجود اوس قوت و شجاعت مفرطہ کی جو روایت بساط سے بمقابلہ
و مقاتلہ قوم عاد و معاملہ قتل ابو بکر اشجع عامل فدک سی معلوم ہوتی ہے اور باوجود اوس عقل و فراست کاملہ
جسکا بیان ناممکن ہی آپ کا زنان پردہ نشین مین حسب روایات شیعہ مانند جنین ملطخ بنجاسات ازحاشین
منہمک بمعاذی ہی سیات کی طبیعت سکر خفیہ مشورہ کرنا اور اپنی مدعا پر کامیاب نہونا اور ذرا سی دہمکی سے
اپنی دعوی سے دست بردار ہو کر بیعت کرنا علاوہ اسکی کہ اصول شیعہ پر حیرت انگیز اور تعجب خیز ہی مکذب روایات
بہنین بیدہ تو دہ انکی محامد کی روایت کے ہین - اور اگر مذہب اہل سنت کی اعتبار سے گفتگو منظور ہو تو سنیی کہ اہل سنت
جناب امیر کو معصوم کب کہتی ہین اور عالم ماکان و ما یکون کب تسلیم کرتے ہین اگر آپنے ابتدا مین بالفرض
نقض خلافت کی مشورہ کیے تو یہہ خطا تہی ہمرنگ خطا اجتہادی کی اور بعد اوسکی جب آپ متنبہ ہوئی
اور اوسکی حقیقت پر مطلع و قوف حاصل کیا تو بیعت بہی کی اور شہادات بہی بیان فرمائی - غرض جبتک
بیعت نہین کی ممکن ہی کہ شہادات بیان نفرمائے ہون اور جب حق منکشف ہو گیا اور بیعت کر لی اور
رنجش دور ہو گئی بعد اوسکی شہادات بہی بیان فرمائی ہون تو اسمین کونسا تناقض اور کیا استحالہ ہی اور یہہ تقریر
اوسوقت تک ہی کہ ہم علی سبیل التنزل نقض خلافت کے مشورونکی وقوع کو تسلیم کرلین لیکن بحول اللہ تعالے
ہمکو یہہ امر حاصل ہی کہ ہم ابتداءً وقوع مشورونکو بہی باطل کر دین کیونکہ اہل حق کے نزدیک خلافت صدیقی
حق ہی اور وہ بیعت اہل حل و عقد و وجوہ مہاجرین و انصار سے واقع ہوئی اور صحابہ مین سے کوئی فرد اوسکا
مخالف نہ تہا اور کسیکو حضرت صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کی استحقاق خلافت مین انکار یا شک
و تردد نہ تہا حضرت علی رضی اللہ تعالے عنہ کو بہی اگر ملال تہا تو اس امر کا تہا کہ ہمکو شریک مشورہ کیون

یعنی نقض خلافت کی مشورہ کی [illegible]

کیا جب ہم اہل حل و عقد مین سے تھے تو ہم مستحق مشورہ تھے چنانچہ جو عذر تھی کہا گیا وہ بذیرائی جناب ہوا
اور جب اسکی بحث وہ ہو گئی اور بیعت علی الاعلان فرمائی اور فرمایا کہ ہمکو اسمین کلام نہین ہے کہ ابوبکر احق بالخلافت
ہین چنانچہ اس مضمون کو حدیث بخاری مین جو ثبت ہے اور جب ہم حدیث ازالۃ الخفا کو جو جناب مجیب کا
مستدل ہے دیکھتے ہین تو اسمین یہہ الفاظ ہین نیتاورو و نماویہ تجعون فی امرھم جسکا ترجمہ مجیب لبیب نے
یہہ کیا ہے اور جناب سیدہ سے مشورہ کرتے تھے اور اپنے کام مین مراجعت کرتے تھے اور ان الفاظ مین
کہان ہے کہ آپ نقض خلافت ہی کے مشورے کرتے تھے اور صرف مشورہ کرنے سے کیونکر لازم آیا
کہ وہ مشورے نقض خلافت ہی کے تھے بلکہ حضرت امیر کے نزدیک وہ خلافت منعقد ہو چکی تھی اگرچہ بعض
اکابر شریک نہ تھے کیونکہ بنیتر روایات شیعہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت کے نزدیک سب کا حاضر ہونا انعقاد
کے واسطے ضروری نہین ہے تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ اسکی نقض کے بابت دیدہ دانستہ مشورے
اور تدبیرین کرتے اور کیا ضرور ہے کہ ہم خطا آپکی جناب مین منسوب کرین بلکہ فی الحقیقت یہہ مشورے
اس امر کے لیے تھے کہ جب اہل حل و عقد نے بیعت صدیقی مین بلا شورہ سبقت کی اور استبداد کیا
اگرچہ ضرورۃً ہوا تاہم مقتضائے بشریت باعث ملال اور باعث تاخیر بیعت ہوا اور سمعنا صحیح کو آپکا یہہ ملال
اور یہہ تاخیر باعث ناخوشی اور کشیدگی ہوئی تو جب کشیدگی اور شکر رنجی طرفین سے ہوئی تو جناب امیر
اور انکے ساتھیون نے چاہا کہ کسیطرح ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا ہمارے پاس آوین اور ہم اونسے برادرانہ شکایت
کرین اور وہ عذر اپنا بیان فرماوین تو باہمی شکر رنجی دور ہو اور ظاہری ملال رفع ہو اور بیعت کرلین کیونکہ
اگر یہہ قضیہ مجمع مین ہو تو مبادا بسبب اسکے کہ مختلف الطباع لوگ جمع ہونگے کوئی ایسا امر نہو جاوے جو باعث
زیادتی ملال ہو بس صرف اسی امر مین مشورہ تھا اور اسی بابت تخلیہ مین گفتگو ہوتے تھے چنانچہ حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنہا بلایا اور گو حضرت عمر تنہا جانے سے مانع ہوئے لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تنہا
وہان تشریف لیگئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور اسمین ابوبکر رض کے حقیت بالخلافت کا اقرار
کیا اور عدم مشورہ اور استبداد بالبیعت کی شکایت فرمائی حضرت ابوبکر رض نے بجواب اسکے انکی فضائل مع
بیان فرمائی عدم مشورہ کا عذر کیا جو قبول ہوا اور شکایت رفع ہوئی اور پھر بیعت ہو گئی

چنانچہ آخر تک باہم شیر وشکر رہی اور شہادات فضائل ومحامد خلفا رضی اللہ عنہم بیان فرماتے ہیں
یہہ مدعا ہی صحاح اہلسنت وتصریح علماء شیعہ سے بدلالت مطابقی ظاہر وباہر ہی چنانچہ میر محسن باقر داماد نے
نبراس میں اسکو تسلیم کیا ہی اور تشیید المطاعن کے مجلد ثانی میں عبارت مذکور ہی چونکہ خوف تطویل تھا اسلیے محدث
روایات مختصراً عرض کیا گیا۔ اب باقی رہا یہہ امر کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالہ میں
یہہ جملہ جو تحریر فرمایا ہی (جمع شدہ درباب نقض خلافت مشورہا بکار میبردند) پھر اسکی کیا معنی ہونگی
سو اسکا جواب یہہ ہے کہ اولاً ظاہر ہی کہ منشا اس ملال کا یہہ ہی امر خلافت تھا تو جب گروہ مخالف نے
خفیہ مشورہ کیے تو اگرچہ یہہ مشورہ بابت نقض خلافت کی نہوں تاہم عوام میں شورش واختلال
پیدا ہونے کے باعث متمم نقض خلافت کی ہوسکتی ہیں علی الخصوص ایسی حالت میں جبکہ منافقین
اور اعداء دین تخریب دین متین کے کمین میں بیٹھے ہوئے ہوں تو چونکہ یہہ مشورہ منتج نقض خلافت
تھی تو اسلیے انپر اطلاق کیا گیا کہ یہہ مشورہ نقض خلافت کی بارہ میں تھی اسکی صدہا نظیریں عالم میں موجود ہیں
چنانچہ قاتل خطا کو قاتل کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس راز مخفی کو جو حضرت زہراؓ کی دولتسرا میں
ہوتا تھا حضرت عمرؓ تک ان بزرگواروں نے سے تو کسینے نہیں پہنچایا ہوگا جو باعث اسقدر
جوش وخروش کا ہوا جس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ حضرت عمرؓ نے ان مشوروں کی ظاہری حالت سے
سبب نقض خلافت کا سمجھکر اسقدر تنبیہ فرمائی اور اسیوجہ سے کہا گیا کہ یہہ مشورہ نقض خلافت کی بابت تھے۔ ثانیاً
مسلمنا کہ یہہ مشورہ درباب نقض خلافت کرتے تھے لیکن اسکی معنی یہہ کہاں نکلتی ہیں کہ یہہ مشورہ
کرتے تھی کہ جسطرح ہوسکے خلافت کو توڑیے بلکہ درباب نقض خلافت مشورہا میکردند۔ کی معنی یہہ ہیں
کہ نقض خلافت کی بارہ میں مشورہ کرتے تھی کہ آیا نقض خلافت مناسب ہی یا نہیں چنانچہ بالآخر
یہہ قرار پایا کہ نقض خلافت حقہ مناسب نہیں اور بیعت فرمائی۔ ثالثاً مسلمنا کہ یہہ مشورہ درباب نقض
خلافت بایں مراد تھی جو حضرت مجیب نے سمجھی لیکن یہہ حکم مجموعہ کیطرف نسبت کیا گیا ہی جسکا
صدق بعض کے طرف نسبت کرنے سے بھی ہوسکتا ہی تو ہم یہہ نہیں تسلیم کرتے کہ یہہ حکم حقیقۃً
جناب امیرؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرف راجع ہی بلکہ یہہ فعل حقیقی طور پر ان حضرات کا تھا جو

اونمیں ادنی درجہ کی تہی اور مہمات شرع پر اونکو پورا وقوف حاصل نہ تہا لیکن چونکہ حضرت امیرؑ اور زبیرؓ
اونمیں سرگروہ ہی اور بڑی ہتی تو بشرکت مجموعی مجازاً ان حضرات کیطرف ہی وہ فعل منسوب ہوگیا
چنانچہ عبارت تحفہ کو اسی طرف ناظرین بہ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے اگر بالفرض ان حضرات سے
اس قسم کے سوء ادب واقع ہوئی بہی ہون تو بہی وقوع شہادات کو مضر نہیں ہان اسقدر گذارش باقی رہگئی
کہ ہمارے مجیب صاحب یہہ جو تحریر فرماتے ہین کہ خلیفہ ثانی نے اونپر گہر جلانے کی دہمکی دی تہی) اور
پہلی تحریر مین یہہ عبارت تہی اور بیعت لینے کے لیے گہر جلانے کی دہمکی دی اگرچہ قصہ احراق بیت فاطمہ
بہت سے اہل سنت کی کتب معتبرہ مین درج ہے مگر چونکہ بعض علماء عصر انکار کرتے ہین اور شیعون کا افترا
بتاتے ہین سلیے گذارش ہے - تو اس سے معلوم ہوا کہ مجیب کو دہمکی اور قصہ احراق مین امتیاز اور تفرقہ
نہین حالانکہ فرق بدیہی ہے - **قولہ** پھر جناب امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام نے جو بالقوہ امام
تہے خلیفہ اول و ثانی کو ہر ایک کی خلافت کے زمانہ مین فرمایا کہ منبر سے اوتر کیونکہ یہہ میرے باپ کی جگہ ہے
اور ہر دو خلیفون نے بجز اقرار کے کچہہ چارہ نہ دیکہا چنانچہ کتب معتبرہ اہلسنت مثل تاریخ الخلفاء و
کنز العمال مین یہہ حال تحریر ہے پہر مین حیران ہون کہ کس جرأت سے ہمارے مجیب فرماتے ہین کہ خلافت
خلفائے ثلثہ شہادات ائمہ سے واقع ہوئی - **اقول** ہمارے حضرت مجیب کے جوش و خروش کو دیکہنا
کہ کس شد و مد سے اپنی روایات سے چشم پوشی فرماکر فرمارہے ہین - اجی حضرت آپکے یہان تو بالقوہ کیا
بہی معصوم نہین چہ جائیکہ امام بالقوہ ہو آپ اپنی کتابونکو تو ملاحظہ کیجیے اپنے علماکی شہادت تو نکو تو سنیے
تفسیر صافی مین جو اسوقت میرے سامنے کہلی ہوئی رکہی ہے محمد بن مرتضی معروف ملا محسن حضرت آدم کے
قصہ مین تحریر فرماتے ہین وفی العیون[ب] عن الرضا قال لھما لا تقربا ھذہ الشجرۃ واشار لھما الی شجرۃ
الحنطۃ ولم یقل لھما لا تاکلا من ھذہ الشجرۃ ولا مما کان من جنسھا فلم یقربا تلک الشجرۃ وانما
اکلا من غیرھا لما ان وسوس الشیطان الیھما ثم قال وکان ذلک من آدم قبل النبوۃ ولم یک

[ب] - عیون میں امام رضاؑ سے مروی ہے خدا تعالے نے آدم و حوا کو گیہوں کے درخت کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس درخت کے
نزدیک مت جاؤ یہ نہیں فرمایا تہا کہ اس درخت کو کہاؤ یا اسکی ہمجنس کے زد وہ اوس درخت کے نزدیک نہیں ہوئی اور غیر
درخت سے کہایا جبکہ شیطان نے اونکو بہکایا پہر فرمایا اور یہہ آدم سے نبوت سے پیشتر واقع ہوا تہا - ۱۲ -

ذلک بذنب کبیر استحق بہ دخول النار وانما کان من الصغائر الموهوبة التی تجوز علی الانبیاء قبل نزول الوحی الیهم فلما اجتباه الله تعالی وجعلہ نبیا کان معصوما لا یذنب صغیرة ولا کبیرة قال الله تعالی فعصی آدم ربہ فغوی ثم اجتباه ربہ فتاب علیہ وهدی وقال ان الله اصطفی آدم ونوحا الایة وفی روایة ان الله عز وجل خلق آدم حجة فی ارضہ وخلیفة فی بلاده لم یخلقہ للجنة وکانت المعصیة من آدم فی الجنة لا فی الارض لتتم مقادیر امر الله عز وجل فلما اهبط الی الارض وجعل حجة وخلیفة عصم لقولہ عز وجل ان الله اصطفی آدم ونوحا الایة ۔ ان روایات سے واضح ہے کہ قبل النبوة نبی بالقوه سے ایسی معصیت کا صدور جسکی پاداش مین جوار خداوند تعالی سے بعید کیے گیے اور جنت سے نکالے گئے اور بتوسط ائمہ معصومین دعا و التجا بجناب الٰہی مین کی جب معافی ہوئی جائز ہے بلکہ واقع پس اگر بالقوه ائمہ سے کوئی ایسی معصیت جس سے مستحق خلود یا دخول نار ہون اور وہ معصیت ہم جنب اس معصیت کے ہو جو حضرت آدم سے بروایات سامی صادر ہوئی علی الخصوص حالت طفولیت اور عدم تکلیف مین جو بمصداق حدیث رفع القلم کی ہے تو بلحاظ روایات سابقہ کیا استحالہ و استبعاد ہے لیکن ہم اس قول کو حسب ارشاد جناب امیر بمقتضاء ہی مین اوسی فعل کے برابر سمجھتے ہین جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ و دوش مبارک پر سوار ہونے کی بابت مروی ہوا ۔ قطع نظر اس سے مجیب کا مدعا اوسوقت ثابت ہو جبکہ امور مفصلہ ذیل ثابت ہون ۔ (۱) آپکو اوسوقت رفع تقیہ جائز ہو (۲) لفظ اب سے مراد حضرت علی ہون (۳) مقصود بیان استحقاق امامت جناب امیر ہو ۔ (۴) آپ اوسوقت کامل العقل اور مکلف ہون (۵) عرفاً آپکی اقوال و افعال زمانہ طفولیت پر محمول ہو کر قابل اعتماد و قبول نہ سمجھے جائین و الکل محال

اما امر اول پس حسب مزعوم شیعہ جن قاسطین و مارقین و ناکثین نے معاذ اللہ جناب فاطمی کے دشمنونکی

لے - اور کچھ بہت بڑا گناہ بھی نہین تہا کہ جس سے دخول نار کے مستحق ہون اور وہ صرف گناہ صغیرہ بخشا ہوا تہا جو انبیا سے نزول وحی سے پہلے جائز ہین - پہر جبکہ خدا نے برگزیدہ کرکے نبی بنایا تو معصوم ہو گیے کہ نہ گناہ صغیرہ کرتے تہے نہ کبیرہ حق تعالی نے فرمایا - آدم نے اپنے رب کے نافرمانی کی پس گمراہ ہوا - پہر خدا نے اوسکو برگزیدہ کیا اور اوسکی توبہ قبول کی اور ہدایت کی اور فرمایا اللہ نے آدم اور نوح کو برگزیدہ کیا - اور ایک روایت مین ہے - اللہ تعالی نے آدم کو جنت کے لیے نہین پیدا کیا تہا بلکہ اوسکو اپنی زمین مین حجت اور اپنے شہرون مین خلیفہ پیدا کیا تہا - اور گناہ آدم سے جنت مین ہوا تہا نہ زمین مین تاکہ اللہ کے امر کی تقدیر پوری ہو پس جب زمین پر اوتارا اور حجت اور خلیفہ بنایا تو معصوم ہو گیے بسبب قول الٰہی کے - ان اللہ اصطفی آدم ونوحا الایة - ۱۲

گھر کو جلایا اور ضرب شمشیر یا تازیانہ سے صدمہ پہونچا کر محسن شش ماہہ اسقاط کرایا اور برسر منبر فاحشہ کے ساتھہ متہم کیا اور اسداللہ سے جبراً گلی مین رسی ڈالکر بیعت لی اور جنات طیبات کو غصب کیا اور فدک چھینا اون سے کیا توقع تھی کہ وہ ایسی فتنہ انگیز باتون سے سکوت کرین گے۔ اور ذہرا امین معصومین کا کیا رعب ہوگا جو ایذارسانی سے باز رہینگے پس رفع تقیہ کی کوئی وجہ نہین۔ معہذا تعجب ہے کہ خلافت صدیقی سے توجو بقا ہر حسب تصریحات مطابق شرع تہی استقدر ستکرہ فرادین اور خود ہی بلا ضرورت اوس خلافت حوالہ امیر معویہ فرادین تو معلوم نہین کہ حسب اصول تقیہ خدا و رسول کو کیا جواب دینگے۔ زیادہ تعجب صاحب تشئید المطاعن سے ہے کہ ابن حجر اوسی بجواب طعن صدیقی کے عدم تقید کی علت زمانہ وجود حضرت فاطمہ قرار دیا ہی اور یہہ خیال نفرمایا کہ حسب روایات شیعہ یہہ کونسا دقیقہ ہجر متی کا اوٹہا رکہا ہی جو آپ حضرت فاطمہ کا لحاظ کرینگے یا ڈر جاینگے۔ علاوہ اسکے یہہ علت خود زمانہ خلیفہ ثانی مین جو یہہ ہی قول امام حسن سے صادر ہوا نہین جاری ہوگی۔ امر ثانی ہم کہتے مین کہ لفظ اب سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکن نہ جناب امیر کیونکہ اطفال کے عادت ہے جب اپنی بزرگ کے جگہ کسیکو بیٹہا دیکہتے ہین یا اپنی بزرگ کا کپڑا کسیکو پہنی دیکہتی ہین تو ناگوار سمجہتے ہین اور متقاضی نزع ہوتے ہین تو چونکہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوس جگہہ دیکہا۔ اب اوسکی جگہ دوسرے لوگونکو بیٹہا دیکہکر بمقتضائے طبیعت فرمایا اور فرمایا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر اور یہہ ہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے اوسکی تصدیق فرمائی اور ہزاہی ہونے سے ہی نفی نہین فرمائی بلکہ فرمایا سچ ہے تیری باپ کا منبر ہی میری باپ کا اور یہہ کہہ کر یعنی بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے میری باپ کا اور آپکی مفارقت کو یاد فرما کر رو پڑے پہر صاحب تشئید کا اسکو حاشیہ تشئید مین بعضم نفس پر محمول کرکے مقصد ہی جواب سے خارج تماشا ہے۔ امر ثالث اگر مقصود بیان استحقاق تہا تو ایسے الفاظ سے بیان کرتا جسمین احتمال ثبوت خلاف مقصود خلاف فصاحت اور بنہایت مستبعد ہو اور کچہہ ضعیف نہین چنانچہ اس عبارت سے بفرض محال اگر یہہ ہی مدعا ہو تو ہرگز بایہ ثبوت کو نہین پہنچتا۔ پس اگر بیان استحقاق مقصود تہا اور موافق تقریر صاحب تشئید مخالفین کا کچہہ خوف نہتا تو یون فرماتے۔ ایہا الناس ان مستحق الخلافۃ بعد جدی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم هو ابی علی بن ابیطالب و ان ابابکر تقمصها غصبا و عدوانا[1] فانزلوہ عن منبر جدی فانہ لیس لها اهلا۔ اوسوقت شیعہ کو گنجایش استدلال ہوتی ورنہ ایسی بڑے امر کو ایسی طرح چیستان اور پہیلی مین بیان کرنا اور ایسی عبارت مین ادا کرنا جسمین خلاف مقصود اقرب الی الفہم ہو کوئی عاقل تجویز نکریگا۔ امر رابع بدیہی البطلان ہی انبیاء کی نسبت ارشاد ہی فلما بلغ اشدہ واستوی جو صراحۃً دال ہی کہ نبوت بعد بلوغ اشد و استوی عنایت ہوئی اور مفسرین شیعہ نے اشد کے معنی کمال عقل کے فرمائے ہین محمد بن مرتضی المعروف بملا محسن تفسیر صافی مین تحت قولہ تعالے فاراد ربک ان یبلغا اشدهما ای العلم و کمال الرای[2] فرماتے ہین تو اس سے صاف ثابت ہی کہ زمانہ بلوغ اشد سے پیشتر کمال عقل و رائے حسب شہادت ملا محسن مفسر نہین ہے اور استثناء اطفال کا عموماً تکالیف شرعیہ سے اسکی دلیل ایسی واضح ہی جسمین کچھہ خفا نہین۔ امر خامس کے بطلان کے لیے حاجت تجشم استدلال نہین یاد آتا ہی کہ خود جناب امیرؓ نے جناب حسنین کے اس قول کی نسبت جو معذرت فرمائی اور شیعہ روایت کرتے ہین وہ یہہ ہی کہ تم تو بچہ تھی ہو کہ حضرت کے دوش مبارک پر سوار ہو جایا کرتے تھے جس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ انکی حالت صبا پر محمول فرما کر قابل مواخذہ و اعتبار نہین سمجھا پس ایسے استدلال خصم کے روبرو پیش کرنا حضرت مجیب جیسے ہی دانشمند کا کام ہے مگر کیا کرین جب استدلال صحیح ہم نہ پہنچین تو کیا ان ابلہ فریب تقریر و نسے ہی دل خوش نکرلین۔ یہہ معلوم نہین کہ کس حرص پر یہہ جرأت ہی اور کس بہروسہ پر دعوی تناقض مابین اقوال ائمہ و شہادات ہی۔ **قولہ** جبکہ یہہ خلافت کتاب اللہ و شہادات ائمہ علیہم وغیرہ سے واقع نہین ہوئی جیسا کہ بیان کیا گیا اسلیئے اہل سنت کو وضع اصول کی اشد ضرورت ہوئی۔ **اقول** جبکہ مجیب لبیب کی شبہات کا استیصال قرار واقعی کیا جا چکا تو وہ ہی امر حق محقق باقی رہگیا کہ خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کتاب اللہ تعالے اور شہادات ائمہ علیہم سے

---

[1] ای لوگو مستحق خلافت بعد میری نانا صلے اللہ علیہ وسلم کے میری پدر بزرگوار علی بن ابیطالب ہین اور ابوبکر نے قمیص خلافت غصب و تعدی کے طور سے پہن لیا ہی۔ اسکو میری نانا کے منبر سے اتار دو۔ کیونکہ یہہ اوسکا اہل نہین ہے۔ ۱۲۔ [2] پس تیرے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونو اپنی کمال عقل کو پہنچ جائین ۱۲

واقع ہی اور اہل سنت کو اوسکی لیی اصول بنانیکی کچھہ ضرورت نہین قال الفاضل المجیب

قولہ - ان خلافت راشدہ جسکا ثبوت کتاب اللہ وشہادات ائمہ سی ہی جن اصول وشروط

پر واقع ہوئی ہی اہل سنت کی نزدیک وہی اصول صلوح وقوع کی لیی معتبر ہین - اقول

ان آپکی قول سے معلوم ہوا کہ سوای کتاب اللہ وشہادات ائمہؑ کی بہی خلافت راشدہ کی لیی

اصول شروط مین پہر آپکا یہہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کے کچھہ ضرورت نہین - کیونکر

صحیح ہو - یقول العبد الفقیر الی مولاہ اس اعتراض سی معلوم ہوتا ہی کہ حضرت

مجیب اپنی پہلی تحریر کی اصل مطلب کو بہولی ہوئی ہین جو ایسا بے سر و پا اعتراض فرماتی

ہین لیجیی اب مین مختصر اخلاصہ مطلب تحریر سابق عرض کرتا ہون اور اوسپر جو کچھہ مینی عرض کیا

وہ بہی مختصر الکہتا ہون اہل انصاف خود دیکھہ لیوین - کہ اوسپر ہماری مجیب کیا فرماتی ہین اولا

جناب مجیب تحریر فرماتی ہین شیعہ کی نزدیک امامت مشروط بشرائط ثلثہ نص و عصمت و افضلیت ہے

اور اہلسنت ان شرائط کو شرط خلافت نہین مانتی بلکہ بطور خود چند اصول وضع کیی ہین جن سی انکی

نزدیک خلافت متحقق ہوتی ہی اور ماخذ ان اصول موضوعہ کا محض خلافت خلفا ثلثہ متنازعہ فیہا کا

وقوع ہی اور یہہ ایک قسم کا مصادرہ علی المطلوب ہی انتہی - بندہ نے اسپر یہ مضمون عرض کیا کہ

جبکہ خلافت خلفا ثلثہ رض کتاب اللہ وشہادات ائمہ رض سی ثابت و واقع ہی تو اہلسنت کو اوسکی

اثبات کی لیی اصول گہڑنی اور بنانی کی کچھہ ضرورت نہین لیکن ظاہر ہی کہ خلافت کچھہ خلفا ثلثہ مین ہی

منحصر نہین ہی اور اگرچہ لفظ خلفا رسعید ثلثہ نہ تہا تاہم بقرینہ سیاق عبارت خلافت متنازعہ

فیہا ہی مفہوم ہوتے تہی اور ظاہر ہے کہ بعد خلافتہاءی منصوصہ راشدہ کی دوسری خلافتوں کی لیی

اصول کے ضرورت تہی تو جب یہہ خلافتہا راشدہ حق ہو گئی اور انکا ثبوت کتاب اللہ سی ہوا اور ائمہ نے

انکی حقیت کی نسبت شہادات فرمائی تو جن اصول پر یہہ خلافتہاءی راشدہ واقع ہوئی ہین وہ اصول

لامحالہ حق ہونگی اور جو خلافت اون اصول کے مطابق واقع ہوئی - وہ بہی حق منعقد ہوگی پس اسپر مجیب لبیب کا

یہہ فرمانا کہ اس قول سے معلوم ہوا کہ خلافت راشدہ کی لیی سوائی کتاب اللہ وشہادات ائمہ کے بہی

اصول و شروط ہین تو آپکا یہہ فرمانا کہ اہل سنت کو وضع اصول کی کچہہ ضرورت نہین کیونکہ صحیح عدم
فہم مطلب عبارت سے ناشی نہین تو کیا ہی کیونکہ اولاً اس کلام سے یہہ مفہوم ہوتا ہی کہ مجیب نے کتاب
و شہادات کو بہی اصول قرار دیا ہی حالانکہ یہہ غلط ہی کیونکہ عبارت تحریر سابقہ سے صاف و صریح ہی کہ
اسجگہ اصول سے وہ قواعد کلیہ مراد ہین جو اپنی جزئیات پر منطبق ہون نہ قضایا ئی شخصیہ علاوہ اسکی کتاب
و شہادات پر اس امر کا اطلاق نہین ہوسکتا کہ یہہ وہ اصول ہین جو بطور خود وضع کیے ہین جسکا
الزام لگایا گیا تہا - ثانیاً مینی یہہ عرض کیا تہا کہ خلافتہائی متنازعہ فیہا کے لیے وضع اصول
کی ضرورت نہین لیکن جو اصول کہ اون سے مستنبط ہین وہ اصول وقوع و صلوح کے لیے معتبر
ہین اور اس سے ہر ایک ذی لیاقت سمجہہ سکتا ہی کہ اس سے یہہ مراد نہین ہی کہ وہ اصول مستنبط جو
خلافتہائی متنازعہ فیہا سے پیدا ہوئی ہین اپنی ہی صلوح و وقوع کے لیے معتبر ہونگی اگر اونکا اعتبار
ہوگا تو آیندہ کی لیے ہوگا - لیکن ہماری مجیب لبیب اپنی کمال دانشمندی سے یہہ سمجہہ گئی
کہ گویا لفظ صلوح و وقوع کا مضاف الیہ وہی خلافتہائی متنازعہ فیہا مراد ہین اور غلط
سمجہکر اعتراض فرمادیا - ثالثاً حضرت مجیب نے اہل حق کیطرف اون اصول کا الزام لگایا تہا جو بلا حجت
شرعیہ کی بہوائی نفسانی از خود وضع کیے جاوین اور بندہ کمترین نے اون ہی اصول موضوعہ کا
انکار نسبت خلافتہائی متنازعہ فیہا کیا ہے تو اب اس اعتراض مین معلوم ہوتا ہی کہ ہماری مجیب
اپنی اصلی قید کو فراموش فرما گیے ہین جو متعلق اثبات اصول کی دہمکی دیتی ہین - اور یہہ تمام گفتگو
اوسوقت تک ہی کہ ہم جناب مجیب کی خاطر سے تسلیم کرلین کہ ازالۃ الخفا کا مطلب جو ہماری مجیب نے
سمجہا ہی وہ صحیح ہی ورنہ فی الحقیقت اگر دیکہا جاوے تو ہماری مجیب اصل مطلب ازالۃ الخفا تک ہی
نہین پہونچی مگر سوچین اور اہل علم و انصاف سے پوچہین بندہ نے بہی ابحاث سابقہ مین اس کو مجملاً و مختصراً
بیان کیا ہی - **قولہ** بعدازان تا وقتیکہ وہ اصول و شروط مفصل بیان نہ ہون اور دلائل خارجی سے
ثابت نکیے جاوین یہہ کہنا کہ جن اصول و شروط پر واقع ہوگی ہی اہل سنت کے نزدیک وہی اصول
صلوح و وقوع کے لیے معتبر ہین مصادرہ علی المطلوب ہی **اقول** سبحان اللہ حضرت مجیب

مناظرہ دالی ختم ہی کیون جناب میر صاحب ذرا سوچکر فرمایئی تو ہہی کہ مصادرہ علی المطلوب کسکو
کہتے ہین اور یہان مصادرہ علی المطلوب کیونکر لازم آتا ہے **قولہ** اور نیز اس تکرار سی بظاہر
کوئی فائدہ معلوم نہین ہوتا۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف ذرا تو انصاف
کی آنکھین کہولکر دیکھیی ورنہ کسی دوسری سے پوچھیی کہ یہہ تکرار ہی یا نہین پہلی ہہتو فرمایئی کہ تکرار کسکو کہتی
ہین تعجب ہی کہ جناب اپنی تکرارات بیفائدہ نہین دیکھتی جو کہ بندہ بنظر اغماض و مسامحت قلم
انداز کرآیا ہی نقض خلافت کی مشوری۔ گہر جلانیکی دہمکی فضیلت امہات جناب امیرؑ۔ جناب امیر کی تجہیز
و تکفین حضرت مین مشغول۔ ابتلا رنج و الم مین کسیکا بات پوچہنا و غیرہ یہہ سب امور اور
علاوہ انکی بہت سی امور جو اسی ایک صفحہ مین مذکور ہین قطع نظر تکرارات تمام کتاب سی اگر یہہ تکرار
بیفائدہ نہین تو کیا ہی اب انصاف سی سوچکر دیکھیی اور فرمایئی کہ تکرار بیفائدہ اسکو کہتی ہین
جو آپکی عبارات مین موجود ہی یا اسکو کہتی ہین جو آپنی بندہ کی عبارت مین پیدا کیا **قولہ**
ان لفظون سی یہہ ثابت ہوتا ہی کہ جس خلافت کا ذکر حضرت نے پہلی کیا ہی وہ خلافت راشدہ
نہین۔ **اقول** عبارت کا مضمون سمجہنا یہہ خاص آپکا ہی حصہ ہی ہنیاک خلافت کا ذکر پہلی
اسطرح اس عبارت مین کرچکا ہون (ورنہ جبکہ ثبوت خلافت خلفاء رضہ کتاب اللہ و شہادات ائمہ سی
واقع ہی تو اہل سنت کو وضع اصول کی کچہہ ضرورت نہین ہی) اور ہر ایک ذکی و بلید اس عبارت کو دیکہکر
سمجہہ سکتا ہی کہ جو خلافت کتاب اللہ و شہادات ائمہ سی ثابت ہوگی وہ کیونکر راشدہ ہوگی خلافت کا
راشدہ ہونا تو اپنی اختیار سی جسکو چاہا راشدہ کہدیا جسکو چاہا امارت و سلطنت کہدیا نہ کتاب اللہ کی سنی
نہ ائمہ کی عرض نہ یہہ مضمون ہماری مجیب نے خوب سمجہا لیکن یہہ کچہہ نئی بات نہین حضرت مجیب
اور انکی اکابر علماء ہمیشہ کتاب و سنت کی مضامین ایسی ہی سمجہتی چلی آتی ہین یا بندہ اول تا دورۂ
کسرت فی الاسلام **قولہ** اور واقعہ مین بہی یہہ ہی بات ہی **اقول** جو خلافت کہ کتاب اللہ
اور شہادات ائمہ سی نا ثابت ہو اوسکو خلافت راشدہ نہ اعتقاد کرنا ہماری مجیب جیسی منصف کا ہی
کام ہی پس یہہ محض ہماری جناب مجیب کی ظن مین ہی نہ واقعہ مین **قولہ** حضرت کا یہہ فرمانا

کہ شہادت ائمہ سے خلافت راشدہ ثابت ہے سمجھہ مین نہین آتا کیونکہ خلافت راشدہ وامامت دونو
لفظ مرادف ہین۔ ائمہ خود خلفاء راشدین ہین انکی شہادت اپنی سوا کسیکی خلافت راشدہ پر سے
کیا معنی۔ اگر وہ ائمہ ہین تو خود خلفاء راشدین ہین اور اگر خلفاء راشدین ہین تو وہی امام ائمہ ہین
پھر سوائی خلفاء راشدین کے انکی غیر کو ائمہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے **اقول** سجگہ
ہماری مجیب صاحب نے اپنی کمال لیاقت و دانشمندی سے دو اعتراض خلط کر کے ذکر فرمائی اول
متعلق وقوع شہادات اور ثانی متعلق اطلاق لفظ ائمہ ان دونو اعتراضوں سے اہل علم پر بخوبی روشن
ہوسکتا ہے ع کہ تا کجا رسیدست پایگاہ علوم + پھر شہادات ائمہ سے ثبوت خلافت
راشدہ کی عدم فہم کی دلیل جو کچھہ ارشاد ہوئی وہ اور بھی نور علی نور ہے لیجیے سنیے اس تقریر کی اغلاط
مختصراً گناتا ہین اولاً خلافت راشدہ اور امامت کو (مرادف) مترادف فرمایا ہے اس پر مبنی ہے
کہ آپنے شاید میزان منطق اور تہذیب بھی نہین دیکھی جو حضرت کو مرادف کی تعریف معلوم ہوتی
اور اگر ازالۃ الخفا کی بعض عبارات آپکو شبہہ ڈالین تو واضح ہو کہ بعد تامل وہ آپکی مفید مدعا نہونگی
جو کچھہ فرمائین سوچ سمجھکر فرمائین۔ ثانیاً سلمنا کہ یہہ ہر دو لفظ اصطلاحاً مترادف ہین لیکن
کس کے نزدیک اگر شیعہ کے نزدیک مراد ہے تو اہل حق پر انکی مسلمات حجت نہین اور اگر اہل حق کے
نزدیک مراد ہے تو بداہۃً غلط ہے آخر یہہ تو آپ نے بھی سنا ہوگا کہ امام مالک رح امام شافعی رح
امام غزالی رح امام رازی رح علی العموم اطلاق کرتے ہین اور انکو ہرگز خلفاء مین سے نہین سمجھتے ہان اگر آپنے
ایسا ہی مرادف سمجھہ رکھا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مین بھی ہر جگہ یہہ ہی سمجھتے ہونگے تو پھر
ائمۃ الکفر مین کیا کہیگا قرآن کو اگر پیش کیجیگا تو پھر آپکی خصم کو بہت وسعت اور گنجایش ہوجاویگی اور
آپ تنگ ہونگے علاوہ اسکی ابن بابویہ نے خصال مین روایت کی ہے عن ابی عبد اللہ ع
قال ثلثۃ یدخلہم الجنۃ بغیر حساب وثلثۃ یدخلہم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلہم الجنۃ
بغیر حساب فامام عادل وتاجر صدوق وشیخ افنی عمرہ فی طاعۃ اللہ عز وجل واما الثلثۃ

لہ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا تین شخص ہین جو جنت مین بے حساب داخل ہونگے اور تین شخص ہین جو دوزخ مین بے حساب داخل ہونگے جو جنت
مین بے حساب داخل ہونگے وہ امام عادل اور سچا سوداگر اور وہ بڈھا جسنے اپنی عمر عبادت مین صرف کردی اور وہ تینون ۱۲

الذین یدخلہم اللہ النار بغیر حساب فاما جائر و تاجر کذوب و شیخ زان - تو اس روایت مین ترکن
کو بھی دیکھ لیجیئی اور فرمائیی کہ امام سے کیا مراد ہی چونکہ اسوقت نقل روایت سے مقصود اسی قدر ہی اسلئی اس حدیث
شریف کی تفسیر فوائد کسی دوسری وقت پر منحصر کرتا ہون ثالثاً عموماً ائمہ کا خلفاء راشدین ہونا جیسا کہ
اپنی مسلمات سے ذکر فرمایا بہہ حجت نہین ہو سکتا کیونکہ اوسکی بنا فاسد پر مبنی ہی - رابعاً اگر حصر مراد ہی تو حصر
غلط اور غیر مسلم ہی جس سے دریافت کیجیگا آپکو بتا دیگا کہ جب خلفاء اور ائمہ باہم متقابل مناظرین کے ہونگے
تو ائمہ سے ائمہ اہلبیت مراد ہونگے اور خلفاء سے خلفاء ثلثہ تو یہہ بھی غلط اور از قبیل بناء فاسد علی الفاسد ہی
خامساً اگر ائمہ خود خلفاء راشدین ہین اور خلفاء راشدین ائمہ ہین تو ہم کب کہتے ہین کہ وہ اپنے سوا
کسیکی خلافت راشدہ پر شہادت دیتے ہین بلکہ بعضہم لبعض شہادت دیتی ہین اور اسکو کوئی الزام
نہین پس اپنی سوائی کسیکی خلافت پر شہادت کے معنی دریافت کرنا بالکل لغو اور بے معنی ہی
سادساً یہہ فرمانا کہ اگر وہ ائمہ ہین تو خود خلفاء راشدین ہین الخ نے بجملہ مسلم ہی لیکن یہہ قضیہ
محض ایک وجودی حکم پر دلالت کرتا ہی اس سے نفی غیر کی سمجھنا سراسر غلط ہی پس عبارت جفر کے
معنی باعتبار ظاہر یہ ہین یا یہہ معنی کہ جن حضرات کے امامت کی تم معتقد ہو اونہین کی شہادت
سے خلفاء ثلثہ کی خلافت راشدہ ثابت ہوتی ہی یا یہہ کہ جو متفق علیہم الامر فی الدین ہین انکی شہادت سے
ثابت ہوتا ہی کہ خلافت ثلثہ راشدہ ہین یا یہہ کہ وہ ائمہ جنکی خلافت و امامت اپنی زمانہ مین سبکی
متفق علیہ ہی اونکی شہادات ثابت کرتے ہین کہ خلافتہا ثلثہ سابقہ خلافتین راشدہ مین اور ان
سب توجیہات مین کچہہ خلل نہین پس اگر اب بھی آپ یہہ ہیں اور ہٹ دہرمی کرین تو خدا سمجھی

قوله اور ثبوت کتاب للہ اور شہادات ائمہ کا جواب پہلی گذر چکا ہی **اقول** اس کا جواب
الجواب بھی وہین ملاحظہ فرما لیجیگا **قال الفاضل المجیب** - قوله بخلاف حضرات شیعہ کی
کہ انکی اصول ثلثہ باوجودیکہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہین مستلزم دو دین یا لغویۃ اول یا آخرین لان الشی
اذا ثبت ثبت بلوازمہ تو لزوم مصادرہ علی المطلوب بطور اصول اہلسنۃ بالکل باطل ہی - اقول - ہم ولی

لہ جو موضع من حساب داخل ہو کر وہ امام بری الذمہ ہوتا ہی اگر اور ہی نہ زانی - ١٢

نسبت آپکا یہہ کہنا کہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہین دعوی بلا دلیل ہے اگر کوئی دلیل تحریر فرماتے تو تعرض
کیا جاتا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ** سبحان اللہ ہمارے مجیب لبیب باین ہمہ
ادعاء مناظرہ دانی اول خود ہی اپنی تحریر سابقہ مین اپنے اصول ثلثہ کی نسبت اپنی خلاف منصب بے دلیل
دعوی فرمائین کہ ہمارے شرائط ثلثہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہین اور جب مانع نے اوسکے ثبوت کو
منع کیا تو الٹے اوس سے اوسکی منع پر دلیل کے طالب ہوئے ہین اور یہہ خیال نہین فرماتے کہ ہمارا
منصب کیا ہے اور اوسکا منصب کیا ہے نہ منصب ہی کی خبر ہے نہ حضرت کو یہہ معلوم کہ دعوی کسکو
کہتے ہین اور منع کیا چیز ہے اور دلیل کا محتاج کون ہے اور کون نہین پہر اوسپر یہہ کچہہ لن ترانیات
قولہ معہذا سوائے عصمت کے دو شرطون یعنی فضیلت خلفاء و نص کے حضرات اہل سنت بہی
قائل ہین اگر شیعہ کے اصول ثلثہ دلائل شرعیہ سے ثابت نہین تو حضرات ان شرطونکو کن دلائل سے ثابت
کرتے ہین۔ **اقول** یہہ وہی غلطی ہے جو بارہا ہمارے مجیب لبیب سے سرزد ہوئی ہے اور ہم متنبہ
کر چکے ہین اور اب بہی ہم متنبہ کرتے ہین کہ حضرت یہہ آپ غلط سمجہے ہوئے ہین اہل سنت ہرگز ان
شرائط کو شرائط نہین جانتے آپ وجود کو اشتراط سمجہہ رہے ہین جو منشاء اس غلطی کا ہے حالانکہ
بداہتہ وجود اور اشتراط مین بون بعید ہے جو اطفال مدرسہ پر بہی مخفی نہوگا **قولہ** یہہ کب ہوسکتا ہے
کہ اہل سنت غیر شرعیہ دلائل سے کسی امر کی قائل ہون۔ **اقول** بیشک آپنے یہہ صحیح و درست فرمایا
یہہ ہرگز ممکن نہین کہ اہلسنت کسی امر کی بلا قیام دلائل شرعیہ قائل ہون اونہان تک متمسک بشرع ہین کہ انکے یہان
تو حسن و قبح بہی شرعی ہے وللہ الحمد والفضل ما شہدت بہ الاعداء **قولہ** گو خلافت پر کوئی
دلیل شرعی قائم ہو **اقول** کیون حضرت اسے کیا کہتے ہین پس اپنی اصلی حالت پر آگئے اچہی حضرت
کیا آپکے نزدیک کتاب اللہ دلیل شرعی نہین لیکن اس رسالہ مین تو آپ اوسکی قطعیت کا اعتراف فرماتے
ہین گو آپکے اکابر علماء کی خلاف ہو چنانچہ اوس موقع پر انشاء اللہ ہم اسکو ثابت کرینگے پہر خلافت کے
بارہ مین کیون قابل قبول نہین اگر ائمہ رض نے تقیۃً کچہہ فرمایا ہو تو حق تعالے شانہ نے تو تقیہ نہین
کیا ہوگا ذرا اوسکو بنال صادق دیکہیے اور اپنی علماء کی تاویلات کو اوسکے ساتہہ میزان انصاف مین

تو بہی تو معلوم ہو جائیگا کہ اہل سنت بلا دلیل شرعی خلافت کے قائل ہوئے ہین یا بدلائل ولکن اللہ یہدی
من یشاء۔ **قولہ** چونکہ دور کا ذکر آپنے بالاجمال کیا ہے مجملاً جواب بہی گذارش کرتا ہون ہرچند آپکی
کتب عقائد وغیرہ سے یہہ ہرسہ شرائط خصوصاً پہلے دو شرطین یعنی افضلیت و نص تو ضرور
ثابت ہین مگر ہماری صف اول مین بہی انکار ہی چنانچہ انشاء اللہ تعالےٰ دلائل شرائط مین انکا ذکر کسیقدر
تفصیل سے آئیگا۔ مگر یہان اسقدر گذارش ہے کہ اگرچہ آپ امامت مین ان شرائط کے منکر ہین مگر نبوت
مین تو ضرور ہی قائل ہونگے جو جواب آپ وہان فرمادین۔ وہی جواب ہماری طرف سے امامت مین سمجہیئے
نبوت ہی قبول نہ ہوئی۔ **اقول** یہہ غلطی وہی ہے جسپر بارہا تنبیہ کیا جاچکا ہے کہ اہلسنت کے
نسبت تسلیم اشتراط افضلیت و نص کا مبنی محض ایک خفیف التباس پر ہے جو ادنے طلبہ پر بہی
واضح ہو سکتا ہے باقی رہا لزوم دور کے جواب مین جو بطور الزام ارشاد ہوا ہے کہ اہلسنت شرائط
ثلثہ کے اگر امامت مین منکر ہین تو نبوت مین تو ضرور قائل ہونگے سو جو جواب اس دور کا دینگے وہی جواب
ہماری طرف سے یہان قبول کرین اس الزام کا مدار محض اپنی گمان پر ہماری مجیب صاحب نے رکہہ چہوڑا ہے
کیونکہ فرماتے ہین (مگر نبوت مین تو ضرور قائل ہونگے) اول چاہیے تہا کہ شرائط ثلثہ کا اشتراط
اہل سنت کے نزدیک ثابت فرماتی اور بعد اسکی الزام دیتی اب بہی اگر کچہہ ہوش یا دہیان ہو تو بسم اللہ لیکن پہلے
اسکی شرائط اور لوازم مین تمائز اور امتیاز سمجہہ لیجیے پہر اگر نبوت مثلاً نص پر موقوف ہو اور
نص موقوف نبوت پر تو البتہ دور لازم آوے لیکن ہم کہتے ہین کہ نبوت کا توقف محض اجتبا اور اصطفا
خداوندی پر اور ظہور اوسکا موقوف معجزات پر ہے نہ نص پر بخلاف شرائط ثلثہ امامت کے کہ امامت
موقوف نص پر اور نص موقوف عصمت و افضلیت پر اور عصمت و افضلیت موقوف امامت پر تو امامت
اپنی نفس پر موقوف ہوئی اور یہہ ہی دور ہے قطع نظر اسکے ان ہی شرائط ثلثہ مین جو دوسری خرابی
آپ ہی کے تقریر سے لازم آئی وہ بہی ملاحظہ فرمالیجیے وہ یہہ کہ آپنے امامت کو ثانی نبوت قرار دیا
تو لامحالہ یہہ شرائط ثلثہ امامت نبوت کے بہی شرائط ہونگی۔ تو ہم ایک قیاس بنائینگے جسکا کبریٰ وہ قضیہ
کلیہ ہوگا جو آپ اپنی تحریر سابق مین تحریر کر آئے ہین وہ یہہ کہ (جسمین یہہ شرائط متحقق ہون

وہ امام خلق ونائب رسول ہی) قیاس اسیطرح ہوگا- الرسول یوجد فیہ ہذہ الشرائط
وکل من یوجد فیہ ہذہ الشرائط فہو امام ونائب عن الرسول ینتج الرسول نائب
عن الرسول- اور یہہ بدیہی البطلان ہی اور لزوم لغویہ کے جواب مین تو آپ حرج ہی دیکہی معلوم
ہوتا ہی کہ شاید سمجہی ہی نہین ورنہ اوسی ہی نبوت کی معارضہ فاسدہ سی ثالثی **قولہ** اور لزوم مصادرہ
علی المطلوب آپکی ہی پہلی قول سے ثابت ہی **اقول** ای جناب گستاخی معاف پہلی آپ
مصادرہ علی المطلوب کے تعریف سیکہیی اوسکی بعد اعتراض کیجیی- اسکا کیا علاج کہ آپ یہہ ہی نہین
جانتی کہ مصادرہ علی المطلوب کسکو کہتی ہین یہہ آپکا عذر کافی نہو گا کہ ہین محض فارسی خوان ہون **قال
الفاضل المجیب** - قولہ- پس اگر جناب مخاطب کو اصل اختلاف مین بحث منظور ہی
تو اول صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان وفضائل مین بحث شروع کی ہولی جو آخر منجر بہ بحث امامت
ہولی- اقول- مجکو کسی اختلاف مین خواہ اصل ہو خواہ فروع بحث کی ضرورت نہ تہی کیونکہ کتب
مناظرہ فریقین موجود ہین اور اونمین ہر قسم کی بحث لکہی ہے منصف وحق کے طالب کے لیی کافی ہی
صرف بپاس خاطر عزیز عنایت فرمائی دلی جنکا حال شروع مین تحریر ہوا یہہ سوال لکہا گیا اور جو کچہہ لکہا جاتا ہی یا لکہا
جایگا محض اونکی خاطر سی ہوگا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی**- ای جناب- آپ
اصل منشاء سوال ہی نہین سمجہی آپنی اپنی سوال مین تحریر فرمایا تہا (فرقہ اہل سنت وجماعت
وشیعہ اثنا عشریہ مین اگرچہ اصولاً وفروعاً بہت سی اختلاف مین مگر بہت بڑی مخالفت امر خلافت
مین ہی) تو اس تمہید مین جنابنی گویا ظاہر فرمایا تہا کہ علت تخصیص با بحث مسئلہ خلافت کے
اوسکی عظمت ہی بندہ نے اوسپر یہہ عرض کیا کہ اگر یہہ ہی علت ہی تو اصل سی نزاع معاملہ
صحابہ ہی اوسپر جناب اپنی ضرورت کا قصہ لے دوڑی بندہ نے کب آپکی ضرورت کا اثبات کیا تہا
جو آپنے اوس سے تبری لو تحاشی فرمانی شروع کی اور یہ معنی تہا کہ اصلی غرض تحریر سوال سے پاس
خاطر عزیز عنایت فرمائی دلی تہی لیکن یہہ تو جنابنے تحریر نہین فرمایا کہ اصل فرمائش اونکی یہہ ہی
تہی کہ مسئلہ امامت مین ہی سوال لکہا جائی بلکہ معلوم ہوتا ہی کہ اونکا مدعا یہہ تہا کہ کسی

مسئلہ مین بحث شروع ہوجاتی کیونکہ وہ خود چندان اس مسلک سے واقف نہین تہی لیکن یہہ تغییر جناب نے بطور خود مناسب سمجھکر فرمائی سو یہہ عذر بہی بخاطر عزیز کا بہی بجا نہین **قولہ** پہلی گذارش ہوا کہ اصل اختلاف ماخذ مسائل دین ہی نہ محض فضائل بعض صحابہ **اقول** اوسجگہ یہہ بہی عرض ہوچکا ہی کہ اس اصل کے اصل بہی وہی مسالہ صحابہ ہی کیونکہ انکی ماخذیت اور عدم ماخذیت باعتبار انہین اوصاف کے ہی جنہین فریقین اہلسنت وشیعہ باہم مختلف ہین —

قولہ حضرت نے بیان بعض لفظ صحابہ تحریر فرمایا جس سے سمجھا جاتا ہی کہ شیعہ کل صحابہ کے فضائل وایمان مین گفتگو رکہتی ہین حاشا وکلا یہہ ہرگز نہین کہ کل صحابہ کے فضائل کے منکر ہون یا کل کے ایمان مین کلام ہو بلکہ بعض کے فضائل وغیرہ کی نسبت البتہ گفتگو ہی - اور یہہ حرف اہل حق ہی نہین کہتی بلکہ حضرات اہلسنت کا بہی یہی حال ہی جیسا کہ پہلی ثابت کیا گیا ہی کہ کل صحابہ کے فضائل کے یہہ حضرات بہی قائل نہین — **اقول** شروع رسالہ مین کسیقدر تفصیل کے ساتھہ بیان کیا جاچکا ہی کہ علماء شیعہ کو کل صحابہ کے فضائل وایمان مین گفتگو ہی یا بعض کے اور وہینگی ثابت کیا گیا ہی کہ حضرات شیعہ علی الخصوص ہمارے مجیب کو تمام صحابہ کے فضائل وایمان مین گفتگو ہی کیونکہ انکی نزدیک معصیت خلاف کرامت ہی اور صحابہ مین سے بالاتفاق کوئی معصوم نہین اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سب صحابہ سوائی سماک بن خرشہ یوم احد جنگ سے فرار کرچکی اور بعد انتقال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ سوائے مقداد کے حسب روایات طائفہ مذکورہ سابقہ مرتد ہوچکی تو فرمایئے وہ کونسے صحابہ ہین جنکا ایمان اور جنکی فضائل ومحامد مسلم ہین اور بفرض محال اگر پانچ چار بلکہ دس تیس بہی ہوئی تو لاکہون کے شمار مین کس عداد مین محسوب ہونگی باقی اہل سنت کی نسبت یہہ الزام کردہ بہی کل صحابہ کے فضائل کے قائل نہین محض دہوکہ دہی اور افترا ہی اہلسنت کے نزدیک تو کوئی ولی امت ادنی صحابی کے رتبہ کو بہی نہین پہونچ سکتا مگر پہر بہی عصمت صحابہ مسلم نہین پس بمذہب اہلسنت صحابہ کی خطایا انکی مذمت کے واسطے بیان کرنا بالکل بے سود ہوگا اہلسنت کو باوجودیکہ انکی فضائل کا اعتراف ہی انکی عصمت مسلم نہین تو انکو یہہ روایات کچھہ مضر نہین **قولہ** فضائل ایکطرف بعض کو

آگے خاتم المحدثین صاحب خیانت و اشرار فساد پیشہ و مردودان جناب الٰہی تحریر فرماتے ہین

اقول بحول اللہ و قوتہ اسکا مفصل جواب ابحاث سابقہ مین جسجگہ ہماری حضرت مجیب نے بڑی شد و مد سے یہہ اعتراض فرمایا ہے تحریر ہوچکا ہے حاجت تکرار و اعادہ نہین مگر اسقدر گذارش ہے کہ اگر بالفرض یہہ کلمات الزاماً نہین لکھی تاہم یہہ کہنا کہ صحابہ کو مردودان جناب الٰہی لکھتے ہین محض انکا افترا اور بہتان ہے۔ **قولہ** ہان اگر ان امور مین خلفاء ثلثہ کی بابت تحریر فرماتی تو مضائقہ نہ تہا کل صحابہ کے فضائل کے نہ آپ قائل ہین نہ ہم **اقول** اگر آپکو اور علماء شیعہ کو صرف خلفاء ثلثہ رضی کے ہی فضائل و ایمان مین گفتگو ہوتی تو بیشک کچھہ مضائقہ نہ تہا کہ خلفاء ثلثہ کے ہی بابت تحریر کیجاتے لیکن آپکو تو حسب روایات کافی وغیرہ سوای چند چہار یا چہہ صحابہ کے سب ہی کے فضائل و ایمان مین گفتگو ہے منجملہ آپ ہی اگر سوای خلفاء ثلثہ کے باقی صحابہ کے فضائل و ایمان کو آپ تسلیم فرمائین تو ہم صرف معاملہ خلفاء ثلثہ ہی پیش کرینگی اور جبکہ آپکو ہزارون بلکہ لاکہون صحابہ کے فضائل و ایمان مین کلام ہو تو پہر خصوصیت خلفاء ثلثہ بالکل بیجا ہوگی اوسوقت عام طور پر بحث ہوگی جسمین خلفاء ثلثہ بہی داخل ہونگی باقی رہا یہہ کہ اہلسنت کی طرف یہہ نسبت کرنا کہ کل صحابہ کی فضائل کے قائل نہین محض کذب و افترا ہے منشا اس غلطی کا یہہ ہے کہ فضائل کو ملزوم عصمت تصور کر رکہا ہے اور یہہ سراسر غلط ہے **قولہ** پس یہہ بحث ہی آپکی قول کے موافق بالآخر منجر بحث امامت ہی ہوتی سو خیر ہمنی تو ابہی شروع کردی اب آپکا اختیار ہے۔ **اقول** افسوس کہ اعتراض کچھہ ہے آپ کچھہ سمجھہ رہے ہین سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ تاہم جو کچھہ ہو آپنے جو بحث شروع فرمائی وہ خواہ علت بدایت کے موافق ہو یا مخالف آپنے بہت اچہا کیا۔ آفرین و مرحبا اصل غرض یہہ تہی کہ علت کچھہ بیان کی اور بحث کچھہ شروع کی تو شاید بزعم خود اس خاص مبحث مین وثوق کچھہ زیادہ ہوگا ورنہ ہماری طرف سے تو جو بحث چاہیے شروع کیجیے ہم خود کیا دعوی کرین جناب کو خود معلوم ہو رہیگا۔ **قال الفاضل المجیب**

قولہ۔ لیکن جناب مخاطب کو شاید مسئلہ امامت مین زیادہ دعوی ہے اور اوسکی بحث پر وثوق

واعتماد ہوگا اسلیے اوّل اسیکو چھیڑا ۔ اقول ۔ ہر مسئلہ مختلف فیہ مین دعوی اور وثوق واعتماد ہر کسی
مسئلہ کی خصوصیت نہین ۔ یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ۔ حضرت مجتہد کے
دعوی اور وثوق و اعتماد کا حال جسقدر ابحاث گذشتہ مین اہل انصاف ذوی العقول پر منکشف ہو چکا ہی
اور رہا سہا آئندہ کہل جائیگا لیکن تعجب یہہ ہی کہ باوجود محض فارسی خوانی کے یہہ اعتماد و وثوق
کس راہ سے آیا اور مرتبہ حق الیقین کا کیونکر حاصل ہوا ہم جہانتک تحریر کو دیکھتے مین اوس سے
تو صرف یہہ معلوم ہوتا ہی کہ یہہ محض دعوی ہی دعوی ہی ۔ اور کیا عجب ہی بعض
اوقات مین آدمی کو غلطی پر بھی اعتماد اور وثوق ہوجاتا ہوگا جیسے بعض بیوقوف اپنے آپکو دانشمند
تصور کر لیتے مین اور بعض جاہل اپنے زعم مین عالم بن بیٹھتے مین آخر آپکو معلوم ہوگا کہ علم نے ایک
قسم یقین کا جہل مرکب بہی قرار دیا ہی جو اعتقاد جازم خلاف واقع کا نام ہی ۔ قولہ
مگر چونکہ اس مسئلہ مین پہلے سے گفتگو تہی جیسا کہ گذارش ہوا اور واقعی یہہ ہی مسئلہ اہم تہا
اسلیے اسکو چھیڑا گیا اقول یہہ عذر جناب نے اسی تحریر مین فرمایا اگر اصل مین
اسکو طے ہر فرماتے تو کچہہ گفتگو نہ تہی ۔ باقی امامت متنازعہ فیہا اس مسئلہ کے تو آپ ثابت کر ہی
نسکی اور جو کچہہ ثابت فرمایا وہ مفید مدعا نہین تو انحصار امامت اس مسئلہ مین جسکا دعوی اس
عبارت مین کیا گیا ہی بالکل غلط اور دعوی بلا دلیل ہے ۔ قال الفاضل المجیب
قولہ ۔ بس بہا پس خاطر منظور کرکے گذارش کرتے مین ۔ جناب مخاطب مدعی ہین کہ شروط ثلاثہ امامت
یعنی نص و عصمت و افضلیت دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت مین تو اوّل جناب کو لازم ہی کہ تعریف
امامت کی فرمادین اور بعد اوسکی شروط ثلاثہ مین سے ہر ایک کی تعریف کرکے ہر ایک کو دلائل عقلیہ
سے ثابت فرمادین ۔ اقول آپکی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہون یقول العبد الفقیر
الی مولاہ حضرت تسلیم قولہ مجیب کو امید ہی کہ بفضل الہی آپ امامت اور شروط ثلاثہ امامت
کی تعریف بخوبی جانتے ہونگے مگر بخیال میری اس قول (اور اپنے اصول خلافت جو کہین پہلے
اوسکی تعریف حصر [illegible] کی منقلب کرنے کے لیے ایسا تحریر فرمایا اقول مین جانتا ہون

خواہ نہین جانتا آپ سے دریافت کرنہین کیا حرج ہی اگر مین جانتا ہون تو یہہ کیا ضرور ہے کہ آپ
اوسکی موافق ہی ہون معہذا جبکہ آپکو جمیع مسائل مین وثوق واعتماد ہی اور حق الیقین کا مرتبہ
حاصل کر لیا ہی تو محض پوچھنی ہی پر منقلب کرنے کی ڈر سے کیون گھبراتی ہین اور آپ ندیدہ
موزہ کشیدہ کیون ہوئی جاتے ہین مگر تعجب یہہ ہی کہ یہان تو بندہ کو علم کی ایسی معتقد ہوئی
کہ یہہ امر خود بخود تسلیم کر لیا کہ مین امامت اور اوسکی شرائط کی تعریف بخوبی جانتا ہونگا اور جسجگہ امامت کے
فروع مین ہونے پر مبنی مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہی وہان کیون ایسی ناخوش
ہوئی کہ میری جاننی کو ہی بے علمی سے تعبیر کیا **قولہ** افسوس کہ جنابنے میری عرض قبول
نفرمائی ہین آپکی ارشاد کی تعمیل بسر وچشم کرتا ہون متوجہ ہوجیی۔ **اقول** جناب کا ارشاد
بے موقع و بے محل تہا اسلیئی کہ مدعی ہوکر اپنی مدعا کی اثبات سے گریز واعراض کرنا اور دوسرے لینی
مطالبہ اثبات معتقدات ہم کرنا بے محل تہا اسلیئی جناب سے اول مطالبہ کیا گیا جب جناب اپنی
واجب سے سبکدوش ہوجائینگی اور اپنی دعوی کو خصم پر ثابت فرماوینگی تو البتہ اوسوقت جناب
مستحق مطالبہ دلیل ہونگا ودونہ خرط القتاد۔ باقی رہا بندہ کی گذارش قبول فرمانا گو جنابنے
اپنا ذمہ ہی وجوب سے بزعم خود فارغ کیا ہو اور فی الحقیقت صحیح پر یانہو اوسکا بندہ ممنون
عنایات ہی **قولہ** امامت کی تعریف یہہ ہی دین دنیا کے جمیع امور مین نیابت پیغمبر سے
کل امت کا مقتدا و پیشوا ہونا عصمت ایسی حالت سے مراد ہی کہ خداوند تعالی کے لطف
وعنایات سے کسی شخص مین ثابت ہو کہ اوس حالت کے سبب سے باوجود قدرت کی بدی وگناہ
کی خواہش ورغبت اس شخص سے منتفی ہوجاوی۔ نص سے یہہ غرض ہی کہ خدا ورسول سے صاف
حکم اوسکی امامت کی بابت صادر ہو۔ افضلیت کے یہہ معنی ہین کہ کل امت سے جسکا امام ہو صفات
حمیدہ و اخلاق ستودہ مین افضل ہو **اقول** یہہ تعریفات بوجوہ چند محل بحث مین اولاً
یہہ کہ امامت کی جو تعریف فرمائی ہی یہہ تعریف قطع نظر اس سے کہ حقیقی ہی یا لفظی یہہ تعریف لغوی
ہی یا اصطلاحا اگر اول ہی تو بے محل و نیز غلط کیونکہ باعتبار لغت کے اس لفظ کے یہہ معنی پائی

بہی نہین جانتے اور اگر ثانی ہے تو اصطلاح شرع ہے یا غیر شرع اگر غیر شرع ہے تو قابل التفات نہین
اور اگر اصطلاح شرع ہے تو لسان شارع سے اسکا اثبات واجب ہے ورنہ دعوی بے دلیل کب
قابل سماعت ہے ہمکو تو تتبع موارد کلام شارع سے جن مواقع مین یہہ لفظ بلا قرینہ اطلاق کیا گیا ہے
جو حسب قاعدہ دلیل حقیقت شرعیہ ہونی کے ہے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ حد اپنی محدود پر
منطبق نہین کیونکہ جامع نہین ۔ حق تعالے شانہ نے حضرت ابراہیم کی نسبت ارشاد فرمایا ۔
انی جاعلک للناس اماما ۔ اور انبیاء کے باب مین ارشاد فرمایا ۔ وجعلناہم ائمۃ یہدون بامرنا[1]
اور بدیہی ہے کہ انبیاء کی امامت باعتبار تعریف مذکور کے صحیح نہین ہے ۔ ثانیا مسلم کہ یہہ اصطلاح
شرعی اور حقیقت شرعیہ ہے تو جسجگہ بلا قرینہ صارفہ اسکا اطلاق ہوگا یہہ ہی معنی مراد ہونگی
تو پہر کیا وجہ ہے کہ امام کے قول کو نہین مانتے اور جو کچہہ امام علیہ السلام نے نسبت شیخین کے فرمایا
ہما امامان عادلان اوسمین کیون معنی حقیقی شرعی مراد نہین لیتے اور کسواسطے تاویلات بعید
از عقل فرماتے ہین ۔ ثالثا یہہ تعریف مانع بہی نہین ہے کیونکہ یہہ تعریف اون انبیاء پر بہی صادق
آتی ہے جو کسی رسول کے بعد اوسکی شریعت کے اجرا کے واسطے بحد اللہ مبعوث ہوئی حالانکہ انبیا
اس اصطلاح کے اونکو امام اور خلیفہ راشد نہین کہتے ۔ رابعا عصمت کی تعریف حالت کے ساتہہ فرماتے
ہین کہ جسکی ثبوت پر مترتب ہے کہ اوسکی سبب سے معصیت کی رغبت منتفی ہوجاوے اور یہہ غلط ہے کیونکہ عوام
مومنین مین بہی بعض اوقات یہہ حالت بعنایت الہی پیدا ہوجاتی ہے کہ رغبت معصیت اوس
حالت کے سبب سے قطعا منتفی ہوجاتی ہے اور اسکا انکار مکابرہ ہے حالانکہ آپ اوسکو عصمت نہین فرماتی
اور تعریف عصمت اوسپر صادق آتی ہے ہان اگر ملکہ کے ساتہہ تعریف کیجئے تو شاید صحیح ہوتی
کہ اوسمین معنی رسوخ کے ہین اور حالت مین معنی تغیر و تبدل کے ۔ خامسا لفظ خواہش و رغبت سے
یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ بدون رغبت کے مثلا سہوا و نادانستگی کی حالت مین صدور معصیت جائز ہے
حالانکہ آپ اسکی قائل نہین ہین ۔ سادسا تقیہ کی آڑ مین تو حضرات نے کبایر بلکہ کفر و شرک تک

[1] من تجکو لوگونکا امام بنانیوالا ہون ۔ [2] یعنی اونکو امام بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کریں ۔ ۱۲

بہی ائمہ پر ثابت کردیا جو بخواہش و رغبت کرتے ہین کیونکہ تقیہ حسب تعریف قوم[لہ] وہی ہی موافقت اہل الخلاف
فیما یدینون بہ ہی تو پہر عصمت کس کا نام ہی سابقاً افضلیت کی تعریف مین تو ہمارے محب
رہا سہا اپنا تمام مسلم ہی خرچ کر ڈالا اجی حضرت ذرا اس تعریف کو اپنی معروف پر محمول تو فرمائیگا اور پہر
ذرا یہہ بہی تامل فرماکر دیکہہ لیجیئے کہ دور صریح لازم آتا ہی یا آپکا وہ ہی مصادرہ علی المطلوب اور بعد
اس مرحلہ کے یہہ بہی تحقیق کیجیگا کہ مبنی افضلیت کا صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ پر ہی اور مدرک
بالعقل ہی یا مدار کثرت ثواب اور قرب من اللہ تعالے پر ہی اور غیر مدرک الا بالشرع بعد ان سب کے
اپنی تعریف صحیح فرماکر درج جواب کیجیگا چونکہ خوف طوالت تہا اسلیے مختصراً اعتراضات ستہ اصل بعضہا
فی البعض عرض کردیے ۔ **قولہ** اور ان مرتبہ شرائط کی دلائل کے نسبت اگرچہ اسقدر گذارش کافی ہی
کہ جب امامت ثانی مرتبہ نبوت ہی اور نیابت نبی سے مراد ہی پس جو دلائل کہ عصمت انبیاء پر دال ہین
وہی بعینہا یا کچہہ تغیر سے عصمت ائمہ پر دال ہونگی اور ظن غالب ہی کہ عصمت انبیاء کے آپ قائل ہی ہونگے
افضلیت خلفاء کی آپ معتقد ہین نص کے باب مین ہی آپ تحریر فرماتے ہین کہ اہلسنت نص کے
علی الاطلاق منکر نہین پس اس صورت مین ہمکو مرتبہ شرائط کے دلائل کے بیان کرنیکی چندان ضرورت
نہ تہی مگر چونکہ آپنے بپاس خاطر یہہ بحث منظور فرمائی ہی اسلیے اسکی رعایت ہمکو بہی ضرور ہی **اقول**
یہہ تقریر دلفریب بالکل ناتمام بلکہ غلط ہی اگر ثانی مرتبہ نبوت سے نیابت کی علاوہ کوئی دوسرا مرتبہ مراد ہی
تو اوسکی شرح کرنے چاہیے اور اوسکا ثبوت پیش کرنا چاہیے اور اگر نیابت ہی مراد ہی اور جملہ (نیابت
نبی سے مراد ہی ۔) عطف تفسیری واقع ہی تو مسلم لیکن یہہ کہنا کہ جو دلائل عصمت انبیاء پر دال ہونگی
وہی بعینہ عصمت ائمہ پر دال ہونگی سراسر غلط ہی کیونکہ اسکا مدار اسپر ہی کہ اصل مین جسقدر اوصاف
ہونگی وہی فرع مین بہی ہونگی حالانکہ یہہ بداہۃً غلط ہی ہان اگر فیما بین اوصاف اصل و نائب تساوی
فرماتے تو مضائقہ نہ تہا اور اگر یہہ مراد ہی کہ بعض اوصاف اصل نائب مین ہوتے ہین تو قطع نظر ترجیح بلا
مرجح کے یہہ آپکا قیاس غلط اور باطل ہوگا عصمت انبیاء کا مین قائل ہون اور اہلسنت کو احیاء شرائع

لہ تقیہ اہل خلاف سے موافقت ہی اونکی دینی امور مین ۔ ۱۲

اور اجرائی شعائر و امر آخر اسلام مین نیابت نبوت اعتقاد کرتا ہون لیکن باوجود اسکے اوصاف نبوت کو
نبی کے ساتھہ مختص سمجھتا ہون اور اوصاف امام کو اوسکے سوا تھہ - اور عصمت لوازم نبوت سے ہے دلیل
پس نبوت عصمت کے لیئے امام مین بھی یہی دلائل کے امت کو صرف نیابت نبوت کا ہونا کافی سمجھنا
محض جاری مجیب کے ناجائز تقلید ہے کیونکہ یہہ ہی غلطی آپکی شہید ثالث وغیرہ کو بھی سدراہ حق ہے
وہ مجالس المومنین کے ذکر محمد بن بابویہ قمی مین فرماتے ہین زیرا کہ امام قائم مقام نبی ہست در جمیع امور
مگر در اسم نبوت و نزول وحی اور اگر زیادہ تتبع کیا جاوی تو نزول وحی کا بھی مختصات نبوت سے ہونا
باطل ہوگا اپنی امام کلینی کے حدیث ملاحظہ فرمایئے عن السجاد[1] ان علی بن ابی طالب کان محدثا
وهو الذی یرسل الله الیه الملک فیکلمه ویسمع صوته ولایری الصورة عن تحف اور کتاب
مختوم کو اتیم الذهب اور مصحف فاطمی اگر بطور وحی کے نازل نہین ہوئی تو کیونکر آئی - بہرکیف معلوم ہوتا ہے کہ
ست کہ خصوصیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مثل نکاح چار سے زائد اور ہبہ نفس سے نکاح کا ہونا وغیرہ
مختص بہ نسبت عموم امت کی ہین نہ نسبت ائمہ کے تو بس یہہ اصل آپکی اور آپکے اہل نحلت کی ہم مسلم نہ ازل
حق کے اور اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا یہہ آپ جیسی مناظرہ دان ہی کا کام ہے علاوہ اسکے یہہ
محض قیاس ہے جسکو آپ فروع مین بھی قابل اعتبار نہین سمجھتے تو معلوم نہین کہ ایسی کیا مجبوری پیش آئی
کہ جسکی بدولت اصول عقائد مین اسکو تسلیم کر کے مستدل قرار دیا - علاوہ یہہ دلائل آپکے مدعا کو کیونکر مثبت
ہونگی کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہہ دلائل عصمت انبیاء باعتبار زمن نبوت کے وارد کیے ہین یعنی
انبیاء کی عصمت صرف زمانہ نبوت مین تسلیم کئی ہین اور عصمت معتقد علیہا ساری جسکو آپ ائمہ کے
در پے ہین وہی جو صغائر و کبائر سے سہواً و عمداً از عہد تا لحد ہو تو جس مدعا پر آپ یہہ دلائل وارد کرتے ہین
مین خصم پر دلیل حجت لانا بالکل لغو اور باطل ہے - بس صرف انبیاء کی نسبت عصمت کا قائل ہونا ائمہ کے
عصمت کو مستلزم نہین اور آپکا قیاس مع الفارق اور غلط ہے - باقی رہا تنہر آ افضلیت نبی

[1] امام سجاد سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام محدث تھے اور محدث وہ ہوتا ہے کہ جسکی طرف خدا فرشتہ بھیجے وہ اوس سے باتیں کرے اور اوسکی آواز سنے اور صورت نہ دیکھے ١٢

ثبوت مین صرف میری اعتقاد افضلیت کو جو خلفاء کے نسبت ہی کافی سمجھنا اور میری اس قول کو
ملتفی خیال کرنا کہ اہل سنت علی الاطلاق نص کے منکر نہین وہ بدیہی غلطی ہی جو ادنے طالبہ ہی کرین
اور ہماری علامہ مجیب گذشتہ ایجابات مین بہت جگہ کہ چکی ہین اور ہم متنبہ کر چکی ہین اب اس
تقریر سی صاف واضح ہوگیا کہ ہماری مجیب لبیب کو مرتبہ شرائط کے دلائل کے بیان کرنے کی کسقدر
ضرورت نہی لیکن کیا کرین ہماری پاس خاطر کے رعایت لابد ہی تہی اسلیے جب کوئی دلیل بہم
نہ پہنچی تو امام رازی کے ہی دامن مین پناہ لی ولات حین مناص۔ **قولہ** لہذا گذارش ہی کہ اگرچہ
دلائل عقلیہ و نقلیہ عصمت امام پر بیشمار ہین اور ہمین سی بہت سی ہماری علماء کرام نے کتب مبسوطہ
کلامیہ مین تحریر فرماتے ہین مگر یہان صرف اسیقدر پر اکتفا کیا جاتا ہی کہ آپکی محققین فحول نے بہی اونکو
لکہا ہی تاکہ آپکو بہی جائے اعتراض نہ ہی۔ **بیت** خواہی کہ شود خصم تو عاجز دسخن * می بند بکار قول
پیران کہن * خصم از سخن تو چون نگردد ملزم * او را بسخنہای خودش ملزم کن * **اقول**
ای حضرات اہل انصاف ہماری حضرت مجیب کے اشد پیز انصاف کو دیکہنا چاہیی کہ اس میدان مرد آزما
مین کسقدر طریق عدل سی منحرف ہی کہ بحث اثبات عصمت ائمہ از مہد تا لحد مین دلائل عصمت
انبیاء کے جو زمانہ نبوت مین ہی تسلیم کیگیی ہی پیش فرماتے ہین اسکا نقض مجملاً گذشتہ
قول کے تحت مین عرض کر چکا ہون اور انشاء اللہ تعالے ہر ہر دلیل کے ساتہہ اوسپر جرح قدح
کر کے اوس خطا پر متنبہ کرونگا کہ جو ہماری مجیب دراز کی ہم مذہبونکو واقع ہوئی ہی پہر باوجود
خوبہا کسن ناز و افتخار سی رباعی زیب جواب فرماتے ہین۔ **قولہ** پوشیدہ نہی کہ امام
فخر الدین رازی صاحب نے سولہ [16] دلیلین عصمت انبیاء علیہم السلام پر قائم کی ہین کہ وہ سب بغیر
عصمت ائمہ علیہم السلام مین جاری ہین بنظر اختصار اونمین سی بعض لکہی جاتے ہین حضرت مجیب تفسیر
کبیر ملاحظہ فرمائین۔ امام صاحب موصوف سورہ بقر پارہ اول رکوع ۴ مین ذیل
قولہ تعالے فازلہما الشیطان عصمت انبیاء مین اختلاف مذاہب کے ذکر کی بعد فرماتے ہین والمختار
عندنا انہ لم یصدر عنہم الذنب حال النبوۃ البتۃ لا الکبیرۃ ولا الصغیرۃ یدل علیہ وجوہ احدہا لو صدر الذنب

عنہم کی ثواتی درجۃ من عصاۃ الامۃ فذلک غیر جائز بیان الملازمۃ ان درجات الانبیاء کانت
فی غایۃ الجلال والشرف وکل من کان کذلک کان صدور الذنب عنہ افحش الا تری الی قولہ تعالی
یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین والمحصن یرجم وغیرہ
یحد وحد العبد نصف حد الحر واما انہ لا یجوز ان یکون النبی اقل حالا من الامۃ فذلک
بالاجماع انتہی ۔ آپ ہی غور فرمایئے کہ یہہ دلیل بعینہ عصمت ائمہ میں بھی جاری ہے ائمہ کے
درجے بھی نہایت شرف وجلال میں ہیں پس ایسے گناہ کا صادر ہونا بھی افحش ہوگا اور یہہ
بات کہ امام کا امت سے کم درجہ ہونا جائز نہیں ہے افضلیت کی بحث سے ظاہر ہے چنانچہ
اسکا بیان بھی آگے آئیگا آپ افضلیت خلفاء کے معتقد ہیں ۔ **اقول** یہہ دلیل جو امام
رازی نے عصمت انبیاء میں وارد کی ہے کسیطرح عصمت ائمہ کو مثبت نہیں ہو سکتی ہے
کیونکہ بوجوہ محل بحث سے اولاً ظاہر ہے کہ ائمہ مطیع انبیاء اور داخل افراد امت ہیں انبیاء نہیں
جو جلال و شرف انبیاء کو حاصل ہے ائمہ کو نہوگا کیونکہ بالاجماع مرتبے انبیاء کے تمام امت سے اجل
واشرف ہیں ائمہ اگر جلال و شرف کے کسی مرتبہ میں واقع ہوں تاہم افراد امت سے خارج نہیں
ہو سکتے اور انبیاء کی جلال و شرف کو نہیں پہنچ سکتے تو صدور معصیت اگر منافی ہے تو اوس
غایت درجہ کے جلال و شرف کو منافی ہے جو صرف انبیاء ہی کو حاصل ہے اور افراد امت کو حاصل
نہیں ہو سکتا افراد امت میں سے اگر کسیکو کوئی شرف وجلال حاصل ہو وہ غایت درجہ کا جلال
و شرف بداہتہ نہوگا تو صدور معصیت کو بھی منافی نہوگا پس درصورت صدور معصیت مستلزم
کونسی استحالہ کو ہوگا اسمیں کیا استحالہ ہے کہ امت میں کا فرد اعلی فرد سافل ہوجاتا ہے ۔ ثانیاً افراد
امت میں سے ائمہ سے لیکر عدول و صلحائے امت تک جسقدر افراد و اصناف میں سبکو اپنی مرتبہ
کے موافق جلال و شرف حاصل ہے جسے بہ مقبولین غایت درجہ جلال و شرف میں واقع ہیں بلکہ اصحابا
مثل ابوطالب غایت درجہ شرف جلال میں واقع ہیں ازواج مطہرات میں آپکے نزدیک حضرت
ام سلمہ رضہ غایت درجہ شرف وجلال میں واقع ہیں اہل البیت سوائے ائمہ خصوصاً حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا جو آیت تطہیر مین بہی داخل ہین غایت درجہ شرف وجلال مین واقع ہین تابعین لہم باحسان غایت درجہ شرف وجلال مین واقع ہین علی ہذا القیاس محدثین فقہا زہاد عباد اولیا صالحین متکلمین خصوصاً جنکی شان مین ہی لولاھم لانقطعت آثار النبوۃ[1] غایت درجہ شرف وجلال مین واقع ہین علاوہ ان سب کے نائب صاحب الزمان جو ہنگام غیبت کا رکن ہی جسپر تمام دین کا دارمدار ہوگا غایت درجہ شرف وجلال مین واقع ہی پس اگر شرف وجلال مطلق مستلزم عصمت ہی تو تمام مذکورین معصوم ہونگی۔ ولم یقل بہ احد۔ اور اگر شرف خاص ہی تو وہ فقط انبیا کا شرف وجلال ہے کہ جو غایت اعلی درجہ کا ہی ائمہ کی شرف وجلال کا استلزام کسی دوسری دلیل سے ثابت فرمایئے۔ ودونہ خرط القتاد۔ ثالثاً نبی کا امت سے اشرف واجل واعلی وفضل ہونا اور افضل خالا بہذا امام رازی نے باجماع ثابت کیا ہی لیکن ائمہ جو کہ خود افراد امت مین داخل ہین آپ اونکا اسیطرح اجل واشرف ہونا بہی بالاجماع ثابت کیجیے ورنہ اس دلیل سے ثابت ہو لیجیے اور ائمہ کو قیاساً علی الانبیا امت سے افضل کہنا ہماری مجیب جیسے ہمہ دان کا کام ہی ورنہ فی الحقیقت یہہ تفضیل محال ہی کیونکہ مستلزم محال کو ہی تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ ائمہ احاد امت مین داخل ہین پس اگر تمام امت سے افضل ہونگی تو اپنی نفس سے بہی افضل ہونگی اور یہہ محال ہی کیونکہ مستلزم محال کو ہی وھو تفضل الشی علی نفسہ لیس افضلیت ائمہ قیاساً علی الانبیا وباطل ہوتی ہی اور اگر ائمہ سے مراد ماعدا انفسہم ہی تو پہر انبیا پر قیاس کرنا بدیہی البطلان ہی اور تمام دلیل لغو۔ رابعاً آپ ائمہ کو اگر اس دلیل سے معصوم کہتے ہین تو اس وجہ سے کہتے ہین کہ جو علت عصمت انبیا ہی وہ بعینہ ائمہ مین بہی پائی جاتی ہی یعنی جیسے انبیا بغایت درجہ جلال وشرف مین واقع ہین اسیطرح ائمہ بہی واقع ہین اور جسطرح انبیا کا امت سے کم درجہ ہونا جائز نہین ائمہ کا بہی امت سے کم درجہ ہونا جائز نہین تو بوجہ اشتراک اس علت کے جیسے انبیا معصوم ہین ائمہ بہی معصوم ہونگی اور یہہ صریح قیاس ہے کیونکہ قیاس

---

[1] اگر یہہ لوگ نہوتے تو نبوت کے آثار منقطع ہو جاتے ۱۲

تعریف صاحب معالم الاصول نے یہہ کی ہے۔ القیاس[1] هو الحکم علی معلوم مثل الحکم الثابت لمعلوم
آخر لاشتراکهما فی العلة اور یہہ تعریف بداہۃً اس جگہ صادق آتی ہے اب ہم اس کی علت کو
دیکھتے ہیں ظاہر ہے کہ یہہ علت منصوصہ تو نہیں ہے۔ تو مستنبطہ ہوئی ہے اگر آپ معالم الاصول
وغیرہ کتب اصول دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ وہ قیاس جسکی علت مستنبطہ ہو انکے نزدیک بالاجماع
باطل ہے معالم الاصول میں مذکور ہے۔ والمشترک[2] جامعاً وعلة وهی اما مستنبطة او منصوصة
وقد اطبق اصحابنا علی منع العمل بالمستنبطة الا من شذ وحکی اجماعهم فیه غیر واحد منهم
وتواتر الاخبار بانکاره عن اهل البیت[3] وبالجملة فمنعه یعد من ضروریات المذهب انتہیٰ اور بالفرض
ہمنے تسلیم کیا کہ علت منصوصہ ہی ہوئی تاہم مستلزم جواز عمل کو ہوگی نہ وجوب اعتقاد کو کیونکہ
باب اعتقادات میں ظنیات کو دخل نہیں ہے پس یہہ دلیل ثبوت عصمت ائمہ میں بالکل
ناکافی ہوئی۔ خامساً وصف جلال وشرف جو انبیاء میں موجود ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ بھی معلول
کسی علت کا ہی اور وہ علت نبوت ہے یعنی وہ جلال وشرف جسکی علت نبوت ہے مستلزم عصمت ہے
اور ظاہر ہے کہ وہ جلال وشرف جسکی علت نبوت واقع ہے ائمہ میں بالمرہ مفقود ہے تو یہہ قیاس
بھی لغو ہوا کیونکہ علت جامعہ اصل اور فرع میں مشترک ہی نہیں سادساً حکم علی المشتق علیت
ماخذ پر دلیل ہوتا ہے پس انبیاء پر حکم اجل واشرف ہونے کا کیا گیا ہے تو ظاہر دلیل ہے کہ اس
حکم کے علت نبوت واقع ہے۔ یعنی یہہ شرف وجلال جو انبیاء کو حاصل ہوا ہے اوسکی علت نبوت
اور اصطفاء خداوند تعالی شانہ ہے اور یہہ حکم جبکہ معلول نبوت ہوا تو زمانہ نبوت ہی پر مقصور ہوگا
اور جب زمانہ نبوت پر مقصور ہوا تو اسکا لازم یعنی عصمت وہ بھی زمانہ نبوت پر مقصور ہوگی
پس اگر بفرض محال یہہ دلیل عصمت ائمہ میں جاری ہے تو ہمارے مجیب کے دعا کو مثبت نہوگی کیونکہ

---

[1] قیاس وہ حکم ایک امر معلوم پر ہے مثل حکم دوسرے امر معلوم کے بسبب انکے کہ دونو علت میں مشترک ہیں ۱۲
[2] امر مشترک کو علت اور جامع کہتے ہیں اور علت یا مستنبطہ ہوتی ہے یا منصوصہ اور ہمارے اصحاب ہمیشہ سے علت مستنبطہ پر عمل منع ہے اور بہت لوگوں نے انکے اجماع بیان کیا ہے اور اہل بیت سے اسکا انکار متواتر ثابت ہے بلکہ اسکا منع ضروریات دین سے ہے۔ ۱۲

مدعی اثبات عصمت از عہد تا لحد ہی اور اس دلیل سی غایت سی غایت یہہ ثابت ہوگا کہ ائمہ زمانہ امامت
مین معصوم ہین و این ندا من ذاک - علاوہ اسکے مدار اس دلیل کا اس پر ہی کہ اگر انبیا سی معصیت صادر
ہوگی تو انبیا با اینہمہ جلال و شرف عصات امت سی اقل درجہ ہونگی اور ظاہر ہی کہ اسکا جریان
اوسی وقت ممکن ہی جبکہ نبوت ہو اور جب نبوت نہین تو امت کہان ہوگی کیونکہ امت بعد
بعثت ہوگی اور جب امت نہوی تو اقل درجہ ہونا در صورت صدور معصیت لازم نہ آیا تو عصمت
قبل نبوت ثابت نہوئی تو اس دلیل سی عصمت قبل الامامت کیونکر ثابت ہوگی پس ہمارے حضرت
مجیب ذرا انصاف سی ملاحظہ فرماوین کہ یہہ دلیل عصمت ائمہ مین کیونکر جاری ہو سکتی ہی -

قولہ پھر امام صاحب موصوف فرماتے ہین ثانیہا انہ لو اقدم علی الفسق وجب
ان لا یکون مقبول الشہادۃ بقولہ تعالی ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا لکنہ مقبول الشہادۃ و
الا لکان اقل حالا من عدول الامۃ وکیف لا نقول ذلک وانہ لا معنی للنبوۃ والرسالۃ الا
انہ یشہد علی اللہ تعالی بانہ شرع ھذا الحکم وذاک وایضا فہو یوم القیمۃ شاہد علی الکل بقولہ تعالی لتکونوا
شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا - چونکہ امام بھی احکام شریعت بیان فرماتا ہی
اور شہادت دیتا ہی کہ خدا و رسول نے یہہ حکم امت کے لیے مشروع کیا ہی پس یہہ دلیل بھی عصمت
امامت مین جاری ہی کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین قول خلیفہ کو دین مین
حجت اور اختلاف کے حیرت کا مخلص فرماتے ہین چنانچہ مقصد اول کے فصل دوم مین یہہ عبارت
درج ہی صفحہ ۱۴ مطبوعہ مطبع مذکور کے آخر سی شروع ہوتی ہی - و از لوازم خلافت خاصہ تنجیت
قول خلیفہ حجت باشد در دین نہ بآن معنی کہ تقلید عوام مسلمین او را صحیح باشد زیرا کہ این معنی
لوازم اجتہاد ست و در خلافت عامہ بیان آن گذشت و نہ بآن معنی کہ خلیفہ فی نفسہ بے اعتماد بر چیزے
دیگر واجب الطاعت باشد زیرا کہ این معنی غیر نبی را میسر نیست بلکہ مراد اینجا منزلتیست مین
المنزلتین تفصیل این صورت آنست کہ آنحضرت صلعم حوالہ فرمودہ باشند بعضی امور را بشخصی مخصوص
و او پس لازم شود متابعت او چنانکہ لازم میشود متابعت امرا در حیوۃ آنحضرت صلعم بمقتضائے امر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آنچہ سنت خلفاء راشدین بود منجملہ آنکہ قول زید بن ثابت را در فرائض مقدم
ساخت بر اقوال مجتہدین دیگر و قول عبد اللہ بن مسعود را در قرأت و فقہ و قول ابی بن کعب را در قرأت
بر قول دیگران و قول اہل مدینہ نزد یک اختلاف است بر قول دیگران آنحضرت تعلیم اللہ عز و جل را
دانستند کہ بعد آنحضرت اختلاف ظاہر خواہد شد و است در بعض مسائل بحیرت ها ندارنند کہ از
آنحضرت ہدایت تمسّک نمود بر تخلیص آن حیرت برائی ایشان معین فرمایید در دین اب جستجی
است تا تمسک کنند و این معنی ثابت است برائی خلفاء اربعہ۔ انتہی بقدر الحاجہ ــ پس یہہ دلیل بھی
عصمت امام میں جاری ہی اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے
ثابت ہی پس وہ جناب بھی معصوم ہیں۔ **اقول** یہہ دلیل بھی مثبت مدعا نہیں اور وجوہ
جیسا اسمیں احتمال ہی جیسا کہ وجوہ احتمال دلیل اول کے ابطال میں بیان کیے گئے ہیں اس دلیل
میں بھی جاری ہیں درعلاوہ اونکی اور بھی بعض وجوہ ہیں جو قادح استدلال ہیں پس مختصر اگر ہم
اولا اس دلیل کا مدار اسپر ہی کہ رسول بحکم نص تمام امت پر شہید ہی بالبداہۃ خداوند تعالی
پر شہید ہی کہ ادسنی بیداحکام مشروع فرمائی اور نیز اسپر ہی کہ رسول کا عدول امت سے کم درجہ
ہونا باطل ہے اب ہم امام کو دیکھتے ہیں تو نہ وہ بحکم نص تمام امت پر شہید ہی اور نہ خداوند تعالی کے
پر اونکی تشریع احکام کا شاہد ہی۔ امر اول کے وجہ یہہ ہی کہ حق تعالی ارشاد فرماتا ہی وَكَذٰلِكَ
جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ[1]
اور اس آیت شریفہ کا حاصل یہہ ہی کہ ہمنی تمکو امت وسط اسلیے بنایا ہی کہ تم امم ماضیہ پر جبکہ وہ
اپنی رسل کے تبلیغ کا انکار کرینگی اونکی رسل کے تبلیغ کے شہادت دو اور رسول تمہارا تمہارے لیے
فرمادی اور تمہاری صدق کے شہادت پر شہادت دیوی تو اسمیں حسب قاعدہ اصول
سامی یا خطاب اون لوگونکو ہی جو ہنگام نزول آیت موجود تھی یا خیار امت کو یا تمام امت کو
بہرکیف اگر یہہ شہادت اول مستلزم عصمت ہی تو ہزارہا احاد امت معصوم ہونگی کیونکہ

[1] اور اسیطرح کیا ہمنے تمکو گروہ معتدل تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو ــ ۱۲

اس شہادت مین سب شامل ہین اور شہادت رسول مین حق تعالے شانہ نے کسیکو امت مین سے
شریک نہین فرمایا اور نیز رسول کی شہادت فی نفسہا کیا کم ہے جو کسی دوسری کو شریک کرنے
کی ضرورت واقع ہو اور نیز مستلزم اسکو ہے کہ جو شخص احاد امت مین سے شریک شہادت رسول ہوگا اوسکی
شہادت اپنی صدق و توثیق پر ہوگی وہو بدیہی البطلان اور ظاہر ہے کہ جب یہہ شہادت
جناب امیر کے واسطے ثابت نہوئی تو عصمت بہی ثابت نہوئی - امر ثانی کے وجہ یہہ ہے کہ جملہ
[ف] وانہ لامعنی للنبوۃ والرسالۃ الا ان یشہد علی اللہ تعالی انہ شرع ہذا الحکم وذالک
کے یہہ معنی ہین کہ رسول بلا توسط کسی بشر کی بلکہ بتوسط وحی الہی کے یہہ شہادت دیتا ہے کہ یہہ احکام
خداوند تعالے نے مشروع فرمائی اور یہہ شہادت قطعاً امام کو میسر نہین کیونکہ بشہادت شہید ثالث
شوستری ثابت ہوچکا کہ نزول وحی خاصہ رسول ہے امام اگر شہادت دیتا ہے تو رسول پر شہادت
دیتا ہے اور بواسطہ رسول کے کہتا ہے کہ حق تعالی نے بوسطہ اپنی رسول کے امت کے لیے فلان احکام
مشروع فرمائی اور یہہ امر کچہہ محض امام کے ساتہہ مخصوص نہین بلکہ ہر ایک علما و فقہا و
مجتہدین و قضات و نواب وردات وغیرہ سب کے سب اپنی اپنی درجہ کی موافق اس امر کی
شہادت دیتی ہین کہ خدا تعالی نے بواسطہ اپنی رسول کے یہہ احکام امت کی لیے مشروع فرمائی
تو یہہ شہادت بہی کسیطرح مستلزم عصمت کو نہین ورنہ یہہ سب فرقہ معصوم ہون پس
اس تقریر سے صاف و واضح ہے کہ ہماری مجیب نے جو عبارت ازالۃ الخفا سے استدلال کیا ہے وہ محض
لغو اور قلت فہم ہے ورنہ اگر تہوڑی سی بہی فہم ہو تو ازالۃ الخفا کی عبارت سے مثل روز روشن ظاہر ہے
اور اس سے سمجہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ کا قول بالاستقلال بلا توسط تنبیہ رسول دین مین حجت
نہین وہ فرماتے ہین زنہار بمعنی کہ خلیفہ فی نفسہ بے اعتماد بر تنبیہ آنحضرت ؐ واجب الطاعت
باشد اس عبارت سے جو مطلب بصراحۃ ظاہر ہے وہ ادنے فارسی خوان بہی سمجہہ سکتا ہے
لیکن معلوم نہین ہماری حضرت مجیب نے باانہمہ ادعائے ہمہ دانی کیونکر اوسکو اپنا مستدل قرار دیا

ف نبوت اور رسالت کے سوا اسکی اور کچہہ معنی نہین ہین کہ خدا پر گواہی دی کہ اوسنے یہہ ارادہ حکم مشروع فرمایا ہے - ۱۲

ان بعضوں کے دخنہ فرمائیں اور اگر اور بھی کچھ کہیں تو حضرت کی خوش فہمی ہے تو ضرور ہی داد دو نہیں۔
باقی رہا یہہ جیسا کہ جناب امیر کا شاہد ہونا احادیث اہل سنت سے ثابت ہے یہہ محض بات فانتیں
پر شاخ آہو کا مصداق ہے اگر واقعی ثابت ہے تو لائیے ہم بھی تو آپکا پایہ علم دیکھیں علاوہ
اسکے احادیث احاد کو اگر بالفرض صحیح بھی تسلیم کریں تو آپ حضرات ہی فرماتے ہیں کہ اعتقادات
میں احادیث احاد کو کچھ دخل نہیں علی الخصوص جبکہ نص کے معارض واقع ہو۔ معہذا ہم نے
جناب امیر کی شہادت کا کب انکار کیا ہے لیکن یہہ شہادت مستلزم عصمت نہیں کیونکہ اگر
یہہ مستلزم عصمت ہوگی تو ہزارہا احاد امت معصوم ہونگے۔ اور امام کے امت سے کم درجہ ہونیکے
پہلی دلیل کے جواب میں اسکی بحث گذر چکی ہے — ہم بخوف تطویل اوسکا اعادہ نہیں کرتے۔ ثانیاً
بفرض محال اگر جناب امیر کا رسول کی شہادت میں شریک ہونا ثابت ہو بھی تاہم آپکا مدعا ثابت
نہیں ہوسکتا کیونکہ آپ صرف عصمت جناب امیر ہی کی تو قائل نہیں ہیں بلکہ آپکے نزدیک ائمہ
احد عشر باقی بھی معصوم ہیں اونکی شہادت بھی ثابت کیجیے ورنہ اونکی عصمت سے دست بردار
ہو جیے۔ ثالثاً یہہ دلیل مثبت مدعا مجیب نہیں ہے کیونکہ مدعا اثبات عصمت کا ہے معصیت
صغیرہ وکبیرہ سے سہواً ہو خواہ عمداً اور وہ اس سے ثابت نہیں ہوتا وجہ اسکی یہہ ہے کہ اس
دلیل کا مدار صورت صدور معصیت کی عدم قبول شہادت پر ہے اور ظاہر ہے کہ بہت سی معصیت
کے ساتھ یہہ خصوص ہے جنکا صدور مستلزم رد شہادت ہو پس جو معاصی ایسے ہیں جنکا صدور مستلزم
رد شہادت کو نہیں مثلاً سہواً کوئی صغیرہ گناہ صادر ہو جائے کہ وہ ممتنع نہو حالانکہ اوسکا صدور
بھی مثل کبائر کے ممتنع الصدور معتقد ہے۔ رابعاً اس دلیل میں قیاس پر قیاس واقع ہے کیونکہ جناب
امیر المومنین کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کر کے حکم عصمت کا لگایا ہے اور باقی گیارہ
ائمہ کو جناب امیر پر قیاس فرمایا وہو ظاہر البطلان **قولہ** پہر امام رازی صاحب فرماتے ہیں
لو صدرت المعصیۃ من الانبیاء لکانوا مستحقین للعذاب لقولہ تعالی ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ
نار جہنم خالدین فیہا ولاستحقوا اللعن لقولہ تعالی الا لعنۃ اللہ علی الظالمین ولاجتمعت الامۃ علی ان احد

من الانبیاء لم یکن مستحقا للعن ولا العذاب فثبت انہ ما صدرت المعصیۃ عنہم انتہی اسطرح کہتے ہیں کہ اگر ائمہ علیہم السلام سے گناہ صادر ہوتا تو مستحق عذاب ولعن کے ہوتے اور اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر علیہ السلام و دیگر ائمہ طاہرین علیہم السلام مستحق لعن و عذاب نہ تھے پس ثابت ہوا کہ ان حضرات سے گناہ صادر نہیں ہوا ہے **اقول** یہہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ مخدوش اور محل بحث ہے ہم کہتے ہیں کہ جناب فاطمہ رضا اور صحابہ مقبولین اور ذریہ طاہرہ غیر مستحق لعن و عذاب کے تھے تو پھر یہہ بھی معصوم ہونگی۔ بلکہ ادنے ادنے صلحاء امت و اہل تقوی مستحق لعن و عذاب خاو نار نہیں منشا اس تلبیس اور سفسطہ کا یہہ ہے کہ امامت کو ہم جنس نبوت جیسا کہ خود معتقد ہیں دیا ہے خصم کی نزدیک بھی سمجھہ لیا ہے حالانکہ خصم اسکو تسلیم نہیں کرتا اور چونکہ وصف نبوت بالبداہۃ بالاتفاق ایک ایسا وصف ہے جسمیں غایۃ تقرب اور کمال خصوصیت حق تعالے کی جناب کے ساتھہ حاصل ہے اور کوئی وصف امامت وغیرہ اس منصب کو بالاتفاق نہیں پہونچتا تو جو منافات کہ اس وصف عالی و عدم استحقاق عذاب ولعن کے ساتھہ ہوگی وہ منافات کسی دوسری وصف کے ساتھہ نہوگی اور جو استحالہ و فساد اس وصف کے ساتھہ اجتماع استحقاق لعن و عذاب سے لازم آویگا وہ کسی وصف کے تھہ اجتماع سے لازم نہ آویگا تو پس نبوت میں اس دلیل کے جاری کرنیمیں یہہ معارضہ پیش نہیں ہوسکتا علاوہ اسکی یہہ جو آپ فرماتے ہیں کہ اہل اسلام کا اجماع ہے کہ ائمہ برحق یعنی جناب امیر و دیگر ائمہ طاہرین مستحق لعن و عذاب نہ تھے پہلی آپ ان تمام حضرات کے بالاجماع امامت تو ثابت فرمائیے۔ اوسکی بعد اجماعی ہونی عدم استحقاق لعن و عذاب کا دعوی کیجیے اور بالاجماع ثبوت امامت محال ہے غرض اس دلیل سے بھی حضرات کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

قولہ پھر امام صاحب ممدوح فرماتے ہیں کہ انہم کانوا یامرون الناس بطاعۃ فلو لم یطیعوہ لدخلوا تحت قولہ تعالے اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الی قولہ کیف تحزنون اسی طرح لما تقولون ما لا تفعلون ... منصب الانبیاء انتہی میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو بات واعظین امت کو لائق نہیں کیونکہ جائز ہو کہ وہ ابرار کے طرف منسوب کیجائی ائمہ بھی آدمیونکو خدا کی اطاعت کا حکم کرتے تھی کیونکہ امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر تعریف تفصیلی امامت مین داخل ہی پس اگر ائمہ خواہی حجت اللہ جل شانہ نکرین تو اس حق
کو تحت مین داخل ہون اور جو بات کہ واسطین امت کو لائق نہین وہ ائمہ کی درخور کیونکر ثابت کیجیے
اقول یہہ دلیل بہی ثبوت عصمت ائمہ مین مثل دلائل سابقہ کے مجروح و مخدوش ہی کیونکہ
اگر مشق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مستلزم عصمت عند المجیب ہی تو بیر قضات و نائبان اور دیگر
وغیرہ کو بہی معصوم تسلیم فرمائین اور یہہ امر بدیہی ہی کہ مرتبہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اندر یکسانی کو
اور عصمت مین تشکیک بالاجماع نہین تو امام رازی رح نے فرد اعلی اعتبار فرماکر تحقیق عصمت بتسلیم کی
حاصل یہہ کہ وصف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اولاً و بالذات انبیاء کو ثابت ہی اور ثانیاً و بالتبع ائمہ
و قضات و محتسبان و وعاظ مین بہی پایا جاتا ہی تو جو امر ادنے درجہ کی لوگونکی شان کے لائق نہین وہ اعلی
درجہ والونکی لیے ممتنع و محال ہوگا کیونکہ اوس مرتبہ کے ساتھہ اوس امر کو منافات تامہ ہوگی اور یہہ ضرور نہین
کہ اگر کوئی امر اعلی درجہ والونکو واجبی ممتنع ہو جاوی تو ادنے درجہ سی بہی ممتنع ہو جاوی لائق نہونا
دوسری بات ہی اور ممتنع ہونا دوسری بات ہان اسقدر مراتب متفاوتہ مین ضرور ہوگا کہ جو مراتب ملحق
درجہ عالیہ کی ساتھہ ہونگی اونکو لحوق و قرب اور تشابہ اوس مرتبہ کے ساتھہ زیادہ ہوگا اور جو مراتب درجہ
سافلہ سی اقرب ہونگی اونکو اوس درجہ کے اوصاف کے ساتھہ زیادہ تشارک ہوگا پس چونکہ مرتبہ
امامت و خلافت کو مرتبہ نبوت سی زیادہ لحوق و قرب ہی تو اسلیے ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر معصوم
نہین تو محفوظ ہین۔ اس تقریر سی واضح ہوگیا کہ یہہ معارضہ اوسی صورت کے ساتھہ مختص ہی جبکہ
حکم فرد عالی سی متجاوز ہو کر کسی دوسری مرتبہ سافلہ مین بہی جاری کیا جاوی اور اگر اوسی مرتبہ
پر منحصر رکہا جاوی تو معارضہ نہین ہو سکتا معہذا سہو و نسیان مین بہی یہہ دلیل جاری
نہین ہو سکتی پس مدعا حضرت مجیب ثابت ہونا بہی ممتنع ہی اب بعد ختم جواب ادلّہ سامی
جو امام رازی سی منقول ہوئی مختصراً استطراداً گذارش ہی کہ علاوہ مفاسد مذکورہ کے عموماً
اونکی استدلال مین یہہ فساد ہی کہ انکو یہہ بہی معلوم نہین کہ عدم عصمت انبیاء کے صورت مین
جو محالات لازم آرہی اون محالات کا عدم عصمت ائمہ کے صورت مین کونسا لزوم ہی

ابطال دلیل عصمت ائمہ ... امام رازی کا ابطال

مدعا ہی اور کونسا نہین آپنے صرف اپنی قلت استعداد کے سبب سے دہوکہا کہایا اور آپکی توکیا حقیقت ہے آپکی جلپی وغیرہ نے العین وغیرہ مین جنکی آپ خوشہ چین ہین یہہ غلطی کہائی ۔ ایسی علمائے اعلام کی نسبت قلت استعداد کا گمان تو مستبعد ہی لیکن ہان انتصار مذہب کے واسطے بغرض فریب دہی جہال ایسی ترکیب ہوگی تفصیل اس اجمال کے یہہ ہی کہ امام رازی نے دلائل منقولہ مین عدم عصمت انبیا کی صورت مین جو لزوم محالات بیان کیا ہی مثلا پہلی دلیل مین عصاۃ مین سے آیت فتنہ کا لزوم ہی اور دلیل ثانی مین غیر مقبول الشہادۃ ہونے کا لزوم ہی اور غیر مقبول الشہادہ ہونی مین عادل امت سے اقل مرتبہ ہونے کا لزوم ہے اور دلیل ثالث مین استحقاق لعن و عذاب کا لزوم ہی اور دلیل رابع مین دخول تحت قولہ تعالے اتامرون الناس ۔ الخ ۔ کا لزوم ہی پس عدم عصمت ائمہ کی صورت مین یہہ لزوم محالات تین طرح ہوسکتا ہی یا باولویت ہوگا یا بالمساوات ہوگا یا بالضعف والقلت ہوگا لزوم بالاولویۃ اور بالمساوات اگر مستلزم ثبوت مدعا ہو تو لیکن لزوم ثالث ہرگز مثبت دعوی نہین لیکن ثبوت لزوم اول و ثانی ائمہ مین محال ۔ کیونکہ مستلزم افضلیت یا مساوات ائمہ کی انبیا سے ہی جو محال ہی سو ثبوت لزوم بالاولیہ والاولویۃ اور بالمساوات باطل ہوا اور ثبوت لزوم بالضعف و القلت مفید ہوتا مدعا نہین تو دسپر استدلال کا مدار رکہنا محض قلت فہم و استعداد یا دہوکہ دہی پر مبنی ہے آپ میری گذارش کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائین اور سوچین واللہ الہادی **قولہ** غرضکہ اسیطرح کل دلائل جو امام صاحب نے عصمت انبیا مین تحریر فرمائی ہین وہ بعینہ یا بیقدر تغیر سے عصمت ائمہ مین جاری ہین بخوف طوالت اسی پر اکتفا کیا گیا آپ تفسیر کبیر کا یہہ مقام ملاحظہ فرمادین **اقول** یہی ارشاد سامی کی تعمیل کے اور تفسیر کبیر کا یہہ مقام دیکہا اوسکے دیکہنے کا جو نتیجہ پیدا ہوا وہ جناب پر بخوبی منکشف ہوگیا ہوگا ۔ غالبا جناب نے یہہ وہ دلائل نقل فرمائی جو بعینہ بلا تغیر عصمت ائمہ مین بزعم جناب جاری ہوتے ہین سو اونکا بعینہ کیا بلکہ بتغیر بہی عصمت ائمہ مین جاری ہونا جناب پر خصوصا اور ارباب انصاف پر عموما منکشف ہی اور اون دلائل سے جو بتغیر یسیر عصمت ائمہ مین بزعم جناب جاری ہوتی ہین چشم پوشی اور اغماض فرمایا حالانکہ ثبوت عصمت

میں بعض ان دلائل میں سے اقوی بھی خالی از علت نہیں۔ غرض اہل عقل و انصاف کی نزدیک دلائل
مذکورہ سے جو بعینہ عصمت ائمہ میں بزعم مجیب صاحب جاری ہو سکتی ہیں حال دلائل غیر مذکورہ کا قیاس
کیا جا سکتا ہے۔ **قولہ** اب آپکی خاتم المحدثین صاحب کی تقریر جو تحفہ کے باب ششم عقیدہ سوم
میں تحریر فرمائے ہے لکھی جاتی ہے۔ اس سے بھی عصمت ائمہ ثابت ہے گو صاحب تحفہ اسکے منکر ہیں وہ
عبارت یہ ہے۔ والحق مرتبۂ نبوت و فائدہ بعثت مقتضی عصمت این بزرگواران است بچند وجہ اول
آنکہ اگر از انبیا گناہان عمداً صادر شوند و امت مامور است باتباع ایشان قل ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعونی۔ و خود ایشان از معاصی و گناہان مردم را باز میدارند و نہی میکنند پس تناقض در میان
دعوت قولی و فعلی لازم آید۔ دوم آنکہ اگر گناہ کنند باید کہ باشند عذاب معذب شوند لقولہ تعالی
اذا لاذقناک ضعف الحیوۃ وضعف الممات و لقولہ تعالی یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ
مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین و معذب شدن خاصہ باشد عذاب منافی و مخالف منصب
نبوت است زیرا کہ ہی تشفیع امت است و شاہد بودن ایشان است و چون خود در کار خود
درماندہ باشد شفاعت کہ کند و شہادت کرا نماید۔ سیوم آنکہ اگر گناہ میکردند مثل سلاطین
جابر میشدند کہ مردم را زجر میکنند و سیاست می نماید بر رسوم فاسدہ و ارتکاب فواحش خود بعمل
می آرند و لابد در وقت انبیا از ملوک جابرہ و سلاطین ظالم ممتاز و مباین می باید۔ چہارم آنکہ اگر گناہ
کنند مستوجب ایذا و اہانت و عقوبت گردند و قد قال اللہ تعالی ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم
اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لہم عذابا مہینا۔ پنجم آنکہ اگر گناہ ایشان بر امت ظاہر شود از
حمایت اطاعت ایشان و از نظر ایشان بیفتند بلکہ من بعد تصدیق نکنند و تکذیب نمایند و گویند
اگر ایشان در اخبار و مواعید خود راست میگفتند خود چرا مرتکب این کارہا میشدند انتہی بیان دلیل
اول یہ ہے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اولی الامر کی اطاعت
مثل اطاعت خدا و رسول کے ضرور ہے کہ جنکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے وہ معصوم ہوں
ورنہ وہ ہی تناقض لازم آئیگا باتفاق مفسرین فریقین اولی الامر سے مراد ائمہ و خلفا ہیں۔ اور اگر

آیت مین جو توجیہات بلحاظ مابعد کی آیتونکی اہل سنت کرتے ہین اون سب کو لفظ اطیعوا باطل کرتا ہی **اقول** جریان اس دلیل کا عصمت ائمہ مین بوجوہ محل بحث ہی مختصراً گذارش ہی اولاً اس استدلال مین غلطی یہہ ہی کہ اطاعت کو اور اتباع کو ہم معنی سمجھہ لیا حالانکہ ان دونو الفاظ کے معانے مین جو بدیہی تغائر ہی وہ ادنی طلبہ پر بہی مخفی نہین رسول کے حق مین اطاعت اور اتباع ہر دو نازل ہوئی ہین اور اولوا الامر ہی اگر مراد ائمہ ہی ہون تاہم انکی حق مین صرف اطاعت وارد ہوا ہی اتباع وارد نہین ہوا الحاصل علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے استدلال عصمت انبیا پر لفظ اتباع سے کیا ہی اطاعت سے نہین کیا پس یہہ ہمارے مجیب لبیب کی خوش فہمی اور عالی ہمہ دانی ہی کہ اس استدلال کو لفظ اطاعت مین لگیے حالانکہ اوسمین جاری نہین ہوسکتا ہی کیونکہ اگر ائمہ سے معصیت صادر ہو تو ہم کہہ سکتی ہین کہ ہم انکی اتباع کی مامور نہین جو معصیت مین بہی اتباع لازم آوے اور انکی معصیت مین بہی اتباع کرین اور اگر معصیت کا حکم کرین تاہم اطاعت واجب نہین کیونکہ مطاع مطلق نہین بلکہ مطاع محدود ہین کیونکہ واسطہ اطاعت خدا اور رسول ہین اور نیز لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق[1] بہی مانع ہی بخلاف اتباع کے کہ اول اتباع بحق ائمہ منصوص نہین اور اگر کہین وارد ہوا ہو تو ظاہر ہی کہ اتباع مطلق نہین بلکہ وہ بہی محدود ہی اور حق تعالے شانہ نے رسول کے پیروی کو مطلق اپنی محبت کی ساتھہ مرتبط کیا ہی جو کسی امام کے حق مین نہین ہوسکتی فرمایا ہی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ[2] حق تعالے شانہ رسول کے اتباع کو سبب محبت خدا تعالے اور سبب مغفرت ذنوب قرار دیتا ہے اور ائمہ مین یہہ امر سراسر مفقود ہی۔ ثانیاً اس آیت سے یہہ دعوی کہ اطاعت امام مثل اطاعت خدا و رسول ہی بالکل غلط ہی ہرگز آیت سے مماثلت ثابت نہین ہوتی اور نہ آیت مین کوئی لفظ مماثلت پر لفظاً و تقدیراً دال ہی اور حرف

[1] جسمین خالق کی معصیت ہو اوسمین مخلوق کی اطاعت نہین [2] تو کہہ اگر تم اللہ کو دوست رکہتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تمکو دوست رکہیگا اور تمہارے گناہ بخشیگا ۔ ۱۲

اثبات عصمت [illegible] لفظ اتباع [illegible] استدلال

تشبیہ بلفظ یا مقدر ہے پس یہہ محض ہماری مجیب کا کمال علم ہے وبس۔ ثالثاً یہہ جملہ کہ اولوا الامر
کی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول ہے ہماری مجیب کے کمال علم پر واضح دلالت کرتا ہے کیونکہ
اگر مماثلت سے مراد صرف تشارک اور مماثلت فی الجملہ ہے تو مسلم لیکن بداہتہً مفید مدعا نہین
کیونکہ نفس مماثلت مستلزم نہین کہ جو حکم مشبہ بہ کیواسطے ثابت ہو وہ مشبہ کے واسطے بھی ثا
ہو ورنہ تشبیہ قالین بہی غیر مسلم ہو اور صورت انسان علی الجدار ناطق علاوہ اسکے جو حکم کہ آپ
ائمہ مین جاری کرنے مین وہ بہی ہم اون اولوا الامر مین جاری کرینگے جنکو امام عام خاص
ولایات پر عامل و حاکم مقرر فرما کر بہیجے جیسے زیاد بن امیہ دعی ابی سفیان کہ جناب امیر کا
عامل تہا وہ بہی واجب الاطاعت ہونے مین آپکی نزدیک مثل خدا و رسول کے ہو
تو وہ بہی معصوم ہو معہذا ہم یہہ بہی سوال کرینگے کہ امام کی اطاعت مثل خدا و رسول کے ہو
اور آپنے رسول کی اطاعت کے ساتہہ مماثلت سے تو ائمہ کو خاصہ رسول سے یعنے عصمت
مین شریک فرمایا کیونکہ ظاہر ہے کہ عصمت صرف وصف رسول ہے تو رسول کے ساتہہ ائمہ کی مماثلت
ائمہ مین عصمت کے ثبوت کی مقتضی ہوگی لیکن ائمہ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کے سا
بہی مماثلت فرماتے ہو تو اس مماثلت کے اعتبار سے ائمہ کو خداوند تعالے کی کونسی خاصہ مین
فرمائیگا اور اگر مماثلت سے مراد مساوات ہے تو غلط اور غیر مسلم ہے اولوا الامر کی اطاعت مساو
اطاعت خدا و رسول کے ہرگز نہین ہو سکتی کیونکہ خدا و رسول جو کچہہ امر فرماوے اوسمین گنجائش
چون و چرا کی نہین ہو سکتی کیونکہ وہ سراسر تشریع ہے اور اولوا الامر کا امر تشریع نہین ا
تامل ہو سکتا ہے اگر موافق کتاب و سنت ہے تو واجب الاطاعت ہو گا ورنہ نہین چنانچہ خود حض
امیر نے اسکی نسبت شہادت فرمائی جو نہج البلاغہ مین منقول ہے[۱] لا تکفوا عن مقالۃ بحق او
بعدل فانی لست بفوق ان اخطی خود خداوند تعالی نے اپنی کلام مجید مین اسکی طرف اشا
فرمایا اور فرمایا۔ [۲] فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول الخ اس سے صاف معلوم

۱؎ اسکا ترجمہ بعض گذر چکا ہے، ۲؎ تم اگر کسی چیز مین جہگڑو تو اسکو اللہ اور رسول کیطرف لوٹاؤ ۱۲—

کہ امراء اولوالامر مین تنازع ممکن ہی لیکن امر خدا و رسول ہر حال واجب الاطاعت ہی اور اونمین تنازع بہی ممکن نہین بلکہ تنازع کا فیصلہ اونہی کے امر کے ساتھہ مشروط ہی تو اس سی بصاف ظاہر ہی کہ دعوی مساوات بین الاطاعتین صریح دہوکہا ہی جسکا منشا کم فہمی ہی۔ رابعاً اگر اولوالامر سی مراد ائمہ وخلفا ہین اور اونکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے ہی تو حسب شہادت جناب امیرؑ جسکو شریف رضی نے نہج البلاغۃ اور ابن میثم بحرانی نے اپنی شرح مین نقل کیا ہی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ رضی اللہ عنہم بہی امام حق اور معصوم ہونگی علامہ رضی نہج البلاغۃ کے خطبہ ومن کلام لہ علیہ السلام لما اراده الناس بالبیعۃ بعد قتل عثمان مین نقل فرماتے ہین وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ ابن میثم اسکی شرح مین تحریر فرماتے ہین قولہ وان ترکتمونی الخ ای کنت کاحدکم فی الطاعۃ لامیرکم ولعلی اکون اطوعکم لہ ای لقوۃ علمہ بوجوب طاعۃ الامام اس عبارت کو اگر آپ دیکہین تو مختصر شرح ابن میثم مین نہ دیکہین بلکہ شرح کبیر مین ملاحظہ فرماوین ظاہر ہی کہ جو شخص خود امام مفترض الطاعۃ وخلیفہ برحق ہو تو وہ خود مطاع ہوگا اوسپر کسیکی اطاعۃ لازم نہین تو جناب امیرؑ اہل حل وعقد سی اونکی بعیت کے ارادہ کے وقت یہہ ظاہر فرما رہی ہین جسمین صاف لزوم اطاعۃ امیر ذمہ جنابؑ ثابت ہوتا ہی تو اس سی صاف مفہوم ہوتا ہی کہ اوسوقت خود جناب امیرؑ امام مفترض الطاعت نہین ہی بلکہ امام مفترض الطاعت وہ شخص ہی جسکو اہل حل وعقد امام بنا دین اور جس سی وہ بعیت کرین اور خلفاء ثلثہ رض اہل حل وعقد کی بعیت سی امام ہوئی تو وہ امام حق اور خلیفہ مفترض الطاعت اور اولوالامر ہوئی اور اونکی اطاعت مثل اطاعت خدا و رسول کے باعتبار اوس مماثلت کے جو مماثلت کہ آپ مراد لین ہوگی۔ خامساً یہہ جو ہماری مجیب صاحب تحریر فرماتے ہین کہ باتفاق مفسرین فریقین اولوالامر سی مراد ائمہ ہین اگر اس سی مراد حصر ہی کہ سوای ائمہ کی اور کوئی مراد نہین تو غلط ہی باتفاق مفسرین حصر باطل ہی کیونکہ اس حکم مین امراء وعمال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وائمہ بہی شامل ہین بلکہ نزول اس آیت کا حسب تصریح محدثین ومفسرین اہل حق امراء سرایا مین واقع ہوا ہی

اخرج البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن جریر وابن المنذر
وابن ابی حاتم والبیهقی فی الدلائل من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قوله
اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم قال نزلت فی عبد الله بن حذافة بن قیس
بن عدی اذ بعثه النبی صلی الله علیه وسلم فی سریة واخرج ابن عساکر من طریق السدی
عن ابی صالح عن ابن عباس واخرج ابن جریر عن میمون بن مهران فی قوله واولی
الامر منکم قال اصحاب السرایا علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم درمنثور الی غیر ذلک
من الروایات اور یہ مجتہد مع مشہور کسی ہی منقوض ہی [illegible] کہ امام غیبت امر کا رکن ہو گا اور یہ بھی
ظاہر ہی کہ اہل بیت نے اس آیت کو بجز تقلید ائمہ مجتہدین [illegible] رکھا ہی کیونکہ انکی بہ تفسیر مع تفسیر میں
روایات وارد کی ہیں - اخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم عن عطاء فی قوله
اطیعوا الله واطیعوا الرسول قال طاعة الرسول اتباع الکتاب والسنة واولی الامر منکم قال اولی
الفقه والعلم واخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم عن ابن عباس فی قوله
تعالی واولی الامر منکم یعنی اهل الفقه والدین واهل طاعة الله الذین یعلمون الناس معانی دینهم
ویامرونهم بالمعروف وینهونهم عن المنکر فاوجب الله طاعتهم علی العباد واخرج ابن ابی شیبة
وعبد بن حمید والحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم
وصححه عن جابر بن عبد الله فی قوله واولی الامر منکم واخرج ابن ابی شیبة وابن جریر عن ابی العالیة
فی قوله واولی الامر قال هم اهل العلم الا تری انه یقول ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر

[illegible]

منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم اور اگر حصر مراد نہین ہی بلکہ جو لفظ مدلول لفظ اولی الامر ہی وہ اس حکم مین شامل ہی تو پہر ہماری محبیب ہی فرمائین کہ انکی ثبوت مدعا کی کیا سبیل ہی ائمہ کی عصمت کو خصوصیت کس دلیل سے ثابت کیجئیگا اور اوسکو عام مخصوص منہ البعض کس دلیل کر قرار دیجیگا - سادساً - اطاعت مامور بہا سے یا عام مراد ہی کہ وجوب اطاعت بطور تقیہ ہو یا بلا تقیہ - یا خاص مراد ہی اگر عام مراد ہی تو پہر حضرات شیعہ کو اسکا فکر فرمانا چاہیئے کہ تمام سلاطین جابرہ حتی کہ یزید بہی حسب اصول شیعہ واجب الاطاعت ہوکر اولو الامر مین داخل ہو گیا اور معصوم قرار پایا کیونکہ تمام امرا جور باعتبار تقیہ کے واجب الاطاعت ہین - اور اگر خاص مراد ہی یعنی وہ خاص اطاعت جو بلا تقیہ ہو تو چشم ما روشن ہم بہی اطاعت خاص ہی کہتے ہین یعنی وہ خاص اطاعت جسمین خدا و رسول صلعم کی معصیت نہو تو اس صورت مین حضرات شیعہ نے بہی اطاعت مین ایک قید لگا کر اوسکو مخصوص کیا اور ہمنی بہی ایک قید لگائی اور اطاعت کو خاص کیا - لیکن کوئی وجہ نہین ہی کہ حضرات شیعہ نے جو قید لگائی ہی وہ تو صحیح ہو اور ہمنی جو قید لگائی وہ غلط ہو جائی بلکہ سیاق آیت ہماری ہی تخصیص کے صحت کو مثبت ہی تو مدعا شیعہ جو اثبات عصمت ائمہ ہی باطل ہوا - سابعاً حضرات ائمہ نے حضرات شیعہ کے لیے اس آیت سے عصمت ائمہ پر استدلال کرنیکی کہیں گنجایش ہی نہین چہوڑی ہی - لیکن یہہ ان حضرات کی کمال دانش و علم و حیا و شرم ہی کہ اس آیت سے عصمت ائمہ پر بمقابلہ اہل حق استدلال لاتی ہین وجہ اسکی یہہ ہی کہ عصمت ائمہ پر اس آیت سے صحت استدلال اس امر پر موقوف و منحصر ہی کہ لفظ اولو الامر سے صرف ائمہ معصومین ہی مراد ہون کیونکہ اگر یہہ لفظ غیر معصومین کو بہی شامل ہوگا تو پہر اسکی دلالت ثبوت عصمت پر قطعاً باقی نرہیگی بلکہ اوسوقت اسکا مدلول وہی مدعا ہوگا جو کہ اہل حق اس آیت سے کہتے ہین - پس ہم کہتے ہین کہ جناب ائمہ رضی اللہ عنہم نے حسب نقل و روایت عروۃ المحدثین شیعہ ابن بابویہ قمی الملقب بصدوق علی الطائفہ و حسب تاویل و تصحیح خاتم المجتہدین و المجدد لمذہب شیعہ علامہ باقر مجلسی تصریح فرمادی ہی کہ اولو الامر سے ملوک مراد ہین اور جب ملوک مراد ہوئی تو وہ بہی معصوم ہونگی کیونکہ عصمت

اور تو الامر پر آیت نص ہے روایت سنیے ابن بابویہ قمی نے خصال مین ورق ۲۳۵ پر نقل کی ہے اور
اوس سے علامہ مجلسی بحار الانوار کے جلد اول مطبوعہ سلطانی ۲۵۵ صفحہ پر نقل کرتے ہین روایت طویل ہے
مختصر عرض کرتا ہون - القطان عن احمد الهمدانی عن علی بن الحسن فضال عن ابیه
عن مروان بن مسلم عن الثمالی عن ابن طریف عن ابن نباتة قال قال امیر المؤمنین علیہ السلام[1] کان
الحکماء فیما مضی من الدهر تقول ینبغی ان یکون الاختلاف الی الابواب بعشرة
اوجه اولها بیت الله عز وجل لقضاء نسکه والقیام بحقه واداء فرضه والثانی ابواب
الملوک الذین طاعتهم متصلة بطاعة الله عز وجل وحقهم واجب ونفعهم عظیم وضررهم
شدید والثالث ابواب العلماء الذین یستفاد منهم علم الدین والدنیا الی آخر ما قال -
علامہ مجلسی اسکو شرح کرتے مین ارشاد فرماتے ہین بیان[2] یحتمل ان یکون المراد بالملوک ملوک الدین
من الائمة وولاتهم ویحتمل الاعم فان طاعة ولاة الجور ایضا تقیة من طاعة الله انتهی -
حدیث سے صاف روشن ہے کہ جنکی اطاعت خدا تعالی کی اطاعت کے متصل ہے جیسا کہ آیت اطیعوا الله
واطیعوا الرسول واولی الامر مین پائی جاتی ہے وہ ملوک ہین اور بدیہی ہے کہ ملوک کا اطلاق ائمہ پر نہین
ہوتا بلکہ اون ہی امراء اور سلاطین پر ہوتا ہے جنکو تسلط ظاہری حاصل ہو لیکن علامہ مجلسی نے
اپنی حفظ مذہب کے لیے دو احتمال پیدا کیے اول یہہ کہ ملوک سے مراد ملوک دین ہین جو ائمہ اور اونکے ولاة
کو شامل ہے دوسرا احتمال یہہ کہ ملوک سے عام مراد ہو جو ملوک دین اور ملوک دنیا کو مشتمل ہو - پر احتمال
اول قطع نظر اس سے کہ یہہ اطلاق غلط اور خلاف عرف ہے شیعہ کے سراسر مخالف اور بھاری

---

[1] جناب امیر المومنین نے فرمایا کہ گذشتہ زمانہ کے حکماء نے کہا ہے کہ دس قسم کے دروازون پر آمد و رفت رکھنا مناسب ہے اول
بیت اللہ پر آمد و رفت اوسکی نسک ادا کرنے اور اوسکی حق کے برپا رکھنے اور اوسکی فرض کے بجالانے کی لیے - دوسری اون
بادشاہون کے دروازہ جنکی فرمان برداری خدا تعالے کی فرمان برداری کے ساتھہ ملی ہوئی ہے اور اونکا حق واجب ہے اور اونکا
نفع بڑا ہے اور اونکا ضرر سخت ہے - تیسری علماء کی دروازہ جن سے دین دنیا کا علم حاصل ہوتا ہے - ۱۲

[2] بیان - احتمال ہے کہ بادشاہون سے مراد دین کے بادشاہ ہون جو ائمہ اور اونکی صوبے ہین اور احتمال ہے
کہ عام بادشاہ مراد ہون - کیونکہ ظالم بادشاہونکی فرمان برداری بھی بطور تقیہ اللہ کی طاعت سے ہی واجب ہے

مدعا کو مثبت ہے۔ کیونکہ جب علاوہ ائمہ کے انکی ولاۃ وحکام کی اطاعت بھی خدا تعالے کی اطاعت کی متصل ہوئی تو وہ بھی لفظ اولو الامر مین داخل ہوئی اور ست انکی بھی اطاعت کے مثل خدا و رسول و ائمہ کی ماموربہ ہوئی تو اس سے لازم آیا کہ یہہ بھی معصوم ہون لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک سوا ہی ائمہ کے اور کوئی دوسرا معصوم نہین۔ تو اگر اس آیت سے عصمت اولو الامر پر استدلال فرماوین اور اس آیت سے عصمت اولوالامر قطعی الثبوت سمجہین تو پہر سوا انکی ائمہ کے عصمت کے ولاۃ وحکام ائمہ کی عصمت بھی قبول فرماوین اور انکو بھی معصوم اعتقاد کرین ورنہ ائمہ کی عصمت سے بھی ہاتھ دہو بیٹہین اور بروی احتمال ثانی علاوہ اسکی کہ یہہ عموم اطلاق بھی خلاف عرف ہے اور نیز الزام سابق اور اعتراض گزشتہ بیان بھی وارد ہوتا ہے یہہ حدیث تمام ملوک جابرہ بنی امیہ دعباسیہ بلکہ تمام ملوک کفار کی عصمت کو بھی مثبت ہوگی کیونکہ وہ بھی اولوالامر مین داخل ہوئی اور وہ بھی واجب الاطاعت حسب زعم شیعہ کے مثل خدا تعالے کی ہوئی ولو تقیۃً۔ تو وہ بھی معصوم ہوئی چنانچہ وجہ سادس مین ہم اسکو بیان کر چکی ہین لیکن امید ہے کہ حضرات شیعہ انکو معصوم نفرمانینگی تو پہر ائمہ کی عصمت کا بھی ثبوت اس آیت سے محال ہے۔ الحمد للہ کہ جناب امیر کی ہی ارشاد سے بطلان دلیل شیعہ ثابت ہوا اور عدم عصمت ائمہ اس آیت سے واضح ہو کر فیصلہ ہوا۔ بعد اسکی ہم ارباب انصاف کو تکلیف دیتے ہین ذرا متوجہ ہو کر ہماری مجیب کی اوس عبارت کا جو خاتمہ دلیل پر بطور دفع دخل مقدر اور حفظ ما تقدم کی تحریر فرمائی ہے مطلب فرمائین تو سہی اور ہماری مجیب کے دین و دیانت وعقل و فراست اور سیر قیاس غور فرمائین پہلی تو یہہ دیکہین کہ مابعد کے آیتون سے کیا مراد ہو سکتی ہے جنکی لحاظ سے اہل سنت اس آیت مین توجیہات کرتے ہین یہہ تو ظاہر ہے کہ یہہ آیت لفظ ما دیکا پر ختم ہو چکی اسکی مابعد کے آیتین بلکہ تمام رکوع جو لفظ مابعد سے متبادر الی الفہم ہے وجوب اطاعت خدا و رسول پر صراحۃً دال ہین اور اوسکی موکد ہین۔ تو ان آیات کے لحاظ سے اہلسنت کوئی ایسی توجیہ نہین کرتے جس سے وجوب اطاعت خدا و رسول مین فتور پڑے اور اگر اہلسنت بلحاظ مابعد کی آیات کی کوئی توجیہ کرین تو کیا قباحت ہے تو متون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض مین کیون داخل ہون

اور قاعدہ القرآن یفسر بعضہ بعضاً کو کیون ترک کرین اور اگر ما بعد کے آیتون سے مراد جملہ
شرطیہ متفرعہ ہی جو فان تنازعتم سے شروع ہوتا ہے اور تتمہ اسی آیت کا ہے تو قطع نظر اس سے
کہ یہ اطلاق محاورہ مین کس درجہ غلط ہی اسکی بعینہ وہ نظیر ہے کہ کوئی ملحد بے دین ہوا پرست
لاتقربوا الصلوٰۃ سے نماز کی ممانعت پر اور کلوا واشربوا سے وجوب مطلق اکل و شرب پر استدلال
کرے اور کہے کہ آمین جو توجیہات بلحاظ ما بعد کے مخالفین کرتے ہین اونکو لفظ لاتقربوا الصلوٰۃ
اور کلوا واشربوا باطل کرتا ہے سبحان اللہ علم و فہم ہو تو ایسا اور انصاف ہو تو ایسا۔ ع
برین عقل و دانش بباید گریست۔ اور اگر ما بعد سے مراد اور الفاظ ہین جو بعد اسکے قرآن مین
بعید واقع ہوئے ہین۔ تو اول تو سیاق کلام اوسپر دلالت نہین کرتا پھر جمیع تاویلات صحیحہ ہین
علاوہ اسکی یہ کہنا کہ لفظ اطیعوا باطل کرتا ہے بالکل غلط ہے **قولہ** اور دلیل دوم کا بیان
ادلہ امام رازی صاحب کے بیان مین ہو چکا۔ ہی شفاعت سوا اسکے یہی شفیع ہونگی فاضل
رشید ایضاح لطافۃ المقال مین حضرت امام رضا علیہ السلام کی مناقب کے ذکر مین کتاب فصل
الخطاب سے نقل کرتے ہین۔ عن الرضا انہ قال من شد رحلہ الی زیارتی استجیب دعاؤہ و غفرت
ذنوبہ و من زارنی فی تلک البقعۃ کان کمن زار رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم و کتب اللہ
ثواب الف حجۃ مبرورۃ و الف عمرۃ مقبولۃ و کنت انا و ابائی شفعاءہ یوم القیامۃ یہہ روایت
اسپر نص ہی کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اور اونکے آبا طاہرین زائرین قبر اقدس امام کی شفاعت
فرماوینگی اور شفاعت حضرت شاہ صاحب کے افادہ سے عصمت کے لوازم سے ہی پس بحمد اللہ اونکی
ہی اعتراف سے عصمت ائمہ ثابت ہے۔ **اقول** اس دلیل کا جواب ہی بیان ادلہ امام کی
جواب مین گذر چکا ہی لیکن شفاعت کے بابت جو عجیب لیب روایت فصل الخطاب سے ذکر کیا
ہے کہ غلطیون پڑی ہین اونپر متنبہ کرنا ضرور ہی اسلیے مختصر اگذارش ہے اول یہہ روایت حسب قاعدہ
حدیث ہی نہین ہے اسکی صحت مین کلام ہی صاحب فصل الخطاب التزام صحت روایات
نہین کیا ہی جو اوسکا وارد کرنا تصحیح روایت سمجھا جاوے چنانچہ بہت سی روایات ان

بابویہ قمی کو نقل کیے ہیں جن میں سے بعض روایات ہمارے مجیب لبیب نے آمیزۂ اکاذیب کہکر ابطال
کیا ہے اوسکا جواب انشاء اللہ تعالیٰ بشرح و بسط اوسی جگہ مذکور ہوگا اور ظاہر ہے کہ ابن بابویہ
اہل سنت کے رواۃ میں سے نہیں ہے بلکہ خواجہ نصر اللہ نصر اللہ مثواہ صواقع میں
اوسکو زادہ اللہ الکذب سے تعبیر فرماتے ہیں مہذا قاعدہ ہے کہ جو روایات ثواب اعمال میں
مروی ہیں اور اونمیں تھوڑے تھوڑے اعمال پر بڑی بڑی مثوبات موعود ہیں وہ اکثر ضعیف
و موضوعات ہیں۔ خاتم المحدثین قدس سرہ العزیز عجالہ نافعہ حدیث میں قواعد کلیہ وضع کے
بیان میں فرماتے ہیں ہشتم افراط وعید شدید برگناہ صغیر یا افراط در وعدہ عظیم بر فعل
قلیل چنانچہ من صلی[1] رکعتین فلہ سبعون الف دار فی کل دار سبعون الف بیت
و فی کل بیت سبعون الف سریر و علی کل سریر سبعون الف جاریۃ۔ بلکہ
احادیث این نوع را خواہ در ثواب باشند خواہ در عذاب موضوع باید شناخت۔ نہم آنکہ بر عمل
قلیل ثواب حج و عمرہ ذکر نماید انتہی۔ باوجود اسکے یہہ روایت حدیث لا تشد الرحال کے بھی معارض ہے
پس قابل رد ہے اگر بفرض محال تسلیم کیا کہ یہہ حدیث صحیح سالم عن المعارضہ ہے لیکن تاہم ہماری مجیب کا
استدلال اس سے خطا ہے وجہ اسکی یہہ ہے کہ شفاعت دو قسم ہے شفاعت عامہ ہے کہ تمام امت
کی شفاعت ہو یہہ خاصہ رسول کا ہے اور شفاعت صغری شفاعت خاصہ ہے کہ خاص خاص
لوگونکی ہوسے گی اور یہہ شفاعت صغری عوام صلحاء مومنین کو بھی حاصل ہوگی چنانچہ روایات کثیرہ
اہل سنت و شیعہ کے کتابونمیں اسکی موید مروی ہیں اور یہہ شفاعت جو اس روایت میں مروی
ہے لائق ہے وہ شفاعت خاصہ و صغری ہے کیونکہ زائرین قبر اقدس کے ساتھ مختص ہے تو یہہ مقتضی
عصمت کو نہیں ہوسکتی قطع نظر اس سے یہہ جو فرمایا کہ شفاعت شاہ صاحب کے افادہ سے
عصمت کے لوازم سے ہے انتہی یہہ بھی غلط ہے شاہ صاحب کے کلام سے ہرگز یہہ افادہ نہیں کہ شفاعت

---

[1] جو دو رکعت پڑھے اوسکی لیے ستر ہزار گھر اور ہر گھر میں ستر ہزار دالان اور ہر دالان میں ستر ہزار تخت
اور ہر تخت پر ستر ہزار چھوکریان۔ ۱۲

عصمت کے لوازم مین سے ہی ہان اگر کوئی یہہ کہی کہ شجاعت و عصمت دونوہی مین مجتمع ہین اور یہی کہ اوصاف لازمہ مین سے ہین تو مستبعد نہین لیکن ادعائی تلازم اور پہر شاہصاحب کی افادہ سے سراسر غلط ہی ہاں اگر اسکا نام اعتراف عصمت ہے جیساکہ آپ حضرت شاہصاحب قدس سرہ کی طرف منسوب کرتے ہین تو بیشک آپ میدان مناظرہ جیت چکے یہان تو نادری خوالی کا ہی حملہ شاید کچھہ مبین کیا تہے - **قوله** تیسری دلیل بعضی بعینہ ائمہ علیہم السلام عصمت مین جاری ہے کیونکہ اگر ائمہ گناہ کرسکتے تو مثل سلاطین جابر کے ہوتی کہ اور آدمیونکو رسوم فاسدہ اور ارتکاب فواحش پر زجر و سیاست کرین اور خود وہ لہو و عمل مین لائین اور ضرور ہے کہ ائمہ و خلفاء راشدہ کی روش ملوک جابر و سلاطین ظالم کے روش سے جدا ہو - **اقول** یہہ دلیل ہی عصمت ائمہ مین مثل دلائل سابقہ بوجوہ سابقہ منقوض ہے - اور یہہ تا لحد سہو ہوا اگر اس دلیل سے عصمت ثابت کیجئیے تب مدعا ثابت ہوگا - افسوس کہ سوق دلیل کے وقت آپ اپنی مدعا کو بہول جاتے ہین تمہین خیال نہین رہتا کہ مدعا کیا ہے اور ہم دلیل کیا بیان کرتے ہین علاوہ ازین یہ ائمہ خیالی جو از عہد تا لحد عوام کے ذہن مین ہے اور نام سے ہی کبہی رائحہ حکومت کا نہین سونگہا نہ امر و نہی کا جہنڈا ہوا نہ زجر و سیاست کبہی کی ہمیشہ دوسرونکے محکوم و مطیع رہے انکو ملوک سے کیا مناسبت اور سلاطین سے کیا نسبت پس اس دلیل سے انکی عصمت پر استدلال لانا اور دلیل کے مضمون سے چشم پوشی تغافل کرنا ہماری مجیب جیسی منصف کا ہی کام ہے - ہان اگر اس دلیل سے بانضمام ارشاد جناب امیر رض کہ جو نہج البلاغۃ مین منقول ہوا ہے واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین خلفاء ثلثہ رض کی عصمت پر استدلال کیا جاوی اور شارح ابن میثم نے جو کچھہ اپنی شرح کبیر مین اسکی شرح مین تحریر فرمایا ہے ملحوظ رکہا جاوی تو ہماری منصف مزاج مجیب کیسے کچھہ تغیر کرین اس استدلال کو حق سمجہین شارح ابن میثم فرماتے ہین - وفیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المنافسۃ فی ھذا الامر ھو صلاح حال المسلمین واستقامۃ امورھم وسلامتھم عن الفتن وقد کان لھم ممن سلف من الخلفاء قبلہ استقامۃ وان کانت لا تبلغ عندہ کمال استقامتہا او ولی ھو فہذا

سلہ اسکا رد سابق میں ہو چکا

سلہ اسکا رد سابق میں ہو چکا ۱۲

الامر فلذلک اقسم لیسلمن ذلک الامر ولاینازع فیہ - عاقل جناب امیر کے ارشاد
کو دیکھ کر بعد اوسکی شارح کے عبارت مین غور فرماہو تو تحقیق امت حقہ اور خلافت راشدہ کا
اس سے بخوبی معلوم ہوگا اور پہلی اس سے عنقریب گذشتہ اقوال مین حضرت رضا کی ارشاد سے
خلفاء کی اطاعت کی تسلیم گذارش کرچکا ہون تو اس سے عصمت خلفاء کبھو لی ہماری محجیب
مستنبط کرسکتے مین مگر اگرچہ بخوف تطویل اس ارشاد مین ہم بسط کے ساتھ بحث نہین کرسکتی
لیکن تاہم اسقدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہین کہ اس ارشاد سے وہ الزامات کہ جن سے شیعہ
خلفاء ثلثہ رضکے دامنہا سے پاک کو ملوث کرتے ہین وہ بشہادت جناب امیر باطل اور لغو ہین نہ
جناب سیدہ پر کوئی ظلم ہوا معاذ اللہ بنات طیبات غصب ہوئین نہ قرآن تحریف ہوا
نہ صحابہ پر ظلم و زیادتی ہوئی یہہ سب ہشام بن و زرارہ و ابو بصیر وغیرہ کے جاندان اور ابن بابویہ
و مجلسی وغیرہ کے اذہان کا ذخیرہ ہے جو ہر موقع مین نیا رنگ بکڑتا ہے اور اسیطرح ٹھیک نہین
ٹہیتا خود جناب امیر کی کلام اوسکی تکذیب ہو رہی ہے **قولہ** اور وجہ چہارم کی تقریر یہہ ہے
کہ اگر امام گناہ کرے تو مستوجب ایذا اور اہانت و عقوبت ہو قولہ وقال اللہ تعالی والذین یؤذون
المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا و اثما مبینا اس آیت کے تحت مین
نیشاپوری لکھتے ہین قیل نزلت فی اناس من المنافقین کانوا یؤذون علیا کرم اللہ وجہہ
اور نیز احادیث سے ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے ایذا رسول خدا کی ایذا ہے من اذی علیا فقد اذانی
اور جب ایک امام مین یہہ بات ثابت ہو تو کل مین ثابت ہوگی **اقول** یہہ وجہ بھی ثبوت
عصمت ائمہ مین غلط اور پوچ ہے اور نہ یہہ دلیل وہ دلیل ہے جسکو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
عصمت انبیا مین بیان فرمایا ہے بلکہ یہہ صرف ہماری مجیب لبیب کا ایجاد بندہ ہے شرح
اس اجمال کی یہہ ہے کہ دلیل شاہ صاحب کا خلاصہ یہہ ہے کہ حق تعالی شانہ انبیا کے
حق مین ارشاد فرماتا ہے ان الذین[1] یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ

[1] جو لوگ ایذا دیتی ہین اللہ کو اور اوسکے رسول کو خدا نے انپر دنیا اور آخرت مین لعنت کی ہے اور انکے لیے خواری کا عذاب تیار کیا ہے ۱۲

واعدلهم عذابا مهینا - اسمین حق تعالی نے رسول کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور مطلق ایذا کو سبب
لعن و عذاب کا قرار دیا - اور جب مطلق ایذا سبب لعن و عذاب کے ہوئی تو اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہی
کہ اون سے معصیت کا صدور ممکن نہیں ورنہ وہ مستوجب ایذا کے ہوتے اور انکی مطلق ایذا سبب
لعن و عذاب کا نہوتی اور یہہ دلیل ائمہ مین بالمرہ مفقود ہی کیونکہ جو دلیل عصمت ائمہ مین جاری
کی ہی اوسکا خلاصہ یہہ ہی کہ حق تعالے شانہ مومنین کے شان مین فرماتا ہی والذین یؤذون
المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا - اول تو حق تعالے
شانہ نے اس آیت مین عام مومنین اور مومنات کی نسبت یہہ حکم فرمایا اور عموم جمع معرف باللام
سے مستفاد ہی اور نیز حکم علی المشتق علیت ماخذ پر دلیل ہی سو جسجگہ علت پائی جائیگی یہہ حکم پایا جائیگا
سکتا کہ نزول خاص جناب امیر کی ہی نسبت ہو لیکن العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص
السبب قاعدہ مسلمہ فریقین ہے ورنہ اکثر قرآن ہی لغو ہو جائیگا کیونکہ اکثر آیات خاص مواقع
اور خاص لوگونکے حق مین نازل ہوئی ہی اگر خوف تطویل نہوتا تو ہم اسکو فریقین کے تفاسیر سے ثابت
کرتے افسوس کہ ہمارے مجیب کو اتنی بھی خبر نہین دوسری یہہ کہ مومنین کے ایذا کو حق تعالی شانہ نے
اپنی ایذا نہین فرمایا جیسا کہ رسول صلعم کے ایذا کو اپنی ایذا فرمایا اور اس صورت مین ذکر جلال
بطور توطیہ و تمہید کے واقع ہوا ہی تو اس سے معلوم ہو سکتا ہی کہ جسطرح ایذا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
ایذا خدا تعالے ہی اسطرح ایذا مومنین ایذا خدا نہین ہے پس آئینمابہ الفرق اگر پیدا ہوگا
تو یہہ ہی ہوگا کہ رسول صلعم معصوم ہی اسلیئے اوسکی ایذا مین حق تعالے نے اپنی ایذا کو شامل
فرمایا اور اوسکی ایذا کو اپنی ایذا قرار دیا اور مومنین و مومنات معصوم نہین تو انکی ایذا کیساتھ
اپنی ایذا کو شامل نفرمایا بلکہ بغیر ما اکتسبوا کی قید کے ساتھہ مقید فرمایا جس سے مفہوم ہوتا ہی
کہ ان سے اکتساب اثم اتنا لکا جسپر مستحق ایذا کے ہون ممکن ہے - تیسری یہہ کہ اگر مومنین سے

سلہ اور جو لوگ ایذا دیتے ہین ایمان والون اور ایمان والیون کو بدون کچھ کام کئے تو اوٹھایا اونہون نے جھوٹ کا
وجہال اور صریح گناہ ۱۲ —

مراد ائمہ کو قرار دیا تو لفظ مومنات کو کہاں لیجا کر ڈالینگے اور کس محل پر محمول کرینگے۔ چوتھی یہہ کہ خدا تعالے نے ایذاء مومنین کو بغیر ما اکتسبوا کے ساتھہ مقید فرمایا ہے جسکا حاصل یہہ ہے کہ جو لوگ ناحق بدون پاداش کسی جرم کے مومنین و مومنات کو ایذا دیتے ہین وہ حمّال اوزار بہتان اور آثام ہین اور جو لوگ کہ کسی فعل کے بدلہ مین ایذاء دیتے ہین وہ اس وعید سے خارج ہین۔ تو اس سے امثل روز روشن واضح ہوا کہ مومنین و مومنات عموماً مصدر ایسے افعال کے ہو سکتے ہین جنکی پاداش مین مستوجب ایذاء کے ہون بخلاف رسول کے کہ حق تعالے نے اوسکی ایذاء کو کسی قید کے ساتھہ مقید نہین فرمایا۔ بلکہ اوسکو مطلقاً سبب لعن و عذاب کا قرار دیا۔ جس سے صرف اوسکی عصمت ثابت ہوتی ہے اور ائمہ کی عصمت ہرگز ثابت نہین ہوتی۔ پانچوین یہہ کہ جب نص قرآنی سے ثابت ہو گیا کہ مطلق ایذاء مومنین محرم نہین تو یہہ جو حدیث مین وارد ہوا کہ من اذا علیا فقد آذانی۔ نہ ہمکو کچھہ مضر ہے اور نہ ہماری تجیب کے مفید مدعا کیونکہ یہہ ایذاء جناب امیرؑ جسکو اپنی ایذاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہہ وہی ایذا تھی جو بغیر ما اکتسبوا ہو نہ مطلق ایذاء معہذا اگر ہماری تجیب لبیب ایسی ہی مطلق ایذاء جناب امیرؓ کو ایذاء جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہین اور رسولؐ کے ایذاء خدا کی ایذاء ہے اور خدا کی ایذاء کفر ہے تو پھر اون کلمات موذیہ کے نسبت جنکا جناب سیدہؓ کی زبان مبارک سے نکلنا نسبت جناب امیرؓ کی علماء طائفہ شیعہ بیان فرماتے ہین کیا فرما ئینگے۔ مانند جنین پردہ نشین شدی۔ الخ ظاہر ہے کہ ایسے کلمات ناسزا اگر بما اکتسبوا ہین تو عصمت سے ہاتھہ دہوئیے اور اگر بغیر ما اکتسبوا ہین تو حسب روایت خود جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کی ایمان سے معاذ اللہ ہاتھہ دہو بیٹھئے کیونکہ ایسے کلمات جگر خراش ممکن نہین کہ باعث کوفت قلب و سوزش دل نہون۔ علی الخصوص یہہ وجہ ناحق اور ایسی ضیق کیحالت مین چنانچہ روایت خصال ابن بابویہ سے جو ایک یہودی کے جواب مین جناب امیرؓ نے اپنی مواضع ابتلاء ذکر فرمائی ظاہر ہے اور نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حسب روایت سامی جبکہ بصرہ کی بیت المال کا مال غبن کر کے مکہ لیگئے۔ یہہ بھی جناب کے ایذاء کا باعث ہے۔ چنانچہ جیسا کچھہ درد انگیز خط آپنے اونکو لکھا ہے

۱؎ روایت یہہ کتاب صفحہ ۱۱۷ الزوجین

وہ کسی پر مخفی نہیں ہم سابق مین نہج البلاغہ سے اوسکی نقل کر آئے ہین خود حضرت عباسؓ نے بہی
جبکہ ام کلثوم رضہ کا نکاح حضرت عمر رضہ سے بجبر خلاف رضا جناب امیرؓ بطمع نفسانی کیا کیسی کہہ
جناب کو ایذا پہونچائی عقیلؓ صاف امیر معویہ سے جاملے یہہ بہی آپکی ایذا کا باعث تہا
صحابہ بولیؓ نے سوائی مقداد کے آپکو مخذول کیا اور جنگ صفین وغیرہ مین اطاعت نہکی یہہ
آپکی ایذا کا سبب تہا۔ امام حسینؓ نے بیت المال کے عمل مین بلا اجازت تصرف فرمایا جس سے آپ
یہانتک ناخوش ہوئی کہ ریحان رسول کے جنکو آپ دوش مبارک پر سوار کرتے تہے مارنے کا
قصد کیا۔ اور ظاہر ہی یہہ ہر ایک کا فعل دوسری کے سخت ایذا کا باعث ہوا۔ امام حسنؓ نے
خلافت امیر معویہ کے سپرد فرمائی۔ یہہ بہی آپکی ایذا کا سبب تہا۔ اگر آپؑ بقید حیات ہوتے
تو قطعًا متاذی ہوتی۔ قطع نظر اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایذا کا سبب ہوا تہا
کہ آپنے اوسکو اپنی ناک مبارک کے کٹنی سے بدتر سمجہا۔ محمد بن الحنفیہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے
ہمراہی و اعانت سے تاخر و تقاعد کیا یہہ کس قدر آپکی ایذا کا باعث ہوگا بعد اوسکے امام سجاد سے امت
کی امامت تنازع کیا یہانتک کہ نوبت حجر الاسود کی حکومت کی پہونچی یہہ بہی یقینًا جناب امام سجاد
کی ایذا کا باعث ہی کہانتک عرض کرون یہہ آپکا قاعدہ انشاء اللہ تعالے کسیکی ایمان کو بہی
سلامت باقی نہین چہوڑیگا۔ اگر آپ اسکی علی العموم والاطلاق قائل مین توان بزرگونکی ایمانون کا
فکر فرمائیے جہتی اگر ایک امام مین عصمت ثابت ہوئی توپہر کل اماموں مین اسکا ثبوت ۔۔۔
قیاس ہوگا۔ اور وہ باب اعتقادات مین مفید نہین یا کسی دوسری طریق سے ہوگا اوسکو بیان
کرنا چاہیے کہ وہ کیا ہی اور دیکہنا چاہیے کہ وہ شرعًا باب اعتقادات مین کارآمد ہوسکتا ہے یا نہین
غرضکہ اہل انصاف روزگار اس دلیل کو دیکہکر ہماری مجیب کے فہم و انصاف کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہین
ہم اس سے زیادہ کیا عرض کرین۔ **قولہ** وجہ پنجم کا بیان ظاہر ہے کہ اگر ائمہ سے گناہ واقع
ظاہر ہون تو اطاعت سے استنکاف کرین۔ اور انکی اقتدا نسے گریزان ہون اور اونکی احکام وغیرہ کی تصدیق
و تسلیم نکرین بلکہ تکذیب کرین کہ اگر یہہ مواعید وغیرہ کے بیان مین سچے ہوتے تو خود کیون انکی

مرتکب ہوتی - **اقول** - عصمت ائمہ مین اس دلیل کا ذکر ایسی کے قابل ہی اہل انصاف سمجھہ گئی
ہونگے کہ عصمت ائمہ مین اسکا بیان مصداق اس شعر کا ہی بیت چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا - ابتدا اس دلیل کا مبنی اس امر پر ہی کہ ائمہ بالاستقلال مبلغ
شریعت ہین - پس اگر ہی تو یہہ مسئلہ علماء شیعہ کے مسلمات سے ہی کہ تمام امور شریعت کے مثلاً تحلیل وتحریم
وغیرہ سب ائمہ کو سپرد کر رکھی ہین - اہل حق ہرگز اسکو تسلیم نہین کرتے وہ انبیاء کو انبیاء سمجھتے ہین اور ائمہ
کو ائمہ اصل کو اصل اور تابع کو تابع پھر اپنی مسلمات سے خصم کو الزام دینا ہمارے مجیب جیسے ناقل
وانصاف پرست کا ہی کام ہے ظاہر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام حیات مین دین
تکمیل ہو چکا ہت الیوم اکملت لکم دینکم نزول اجلال پا چکا تہا اور امام صرف مروج شرع ہی
اور اوسکا کام یہہ ہی کہ امت کو شریعت کے راستہ پر چلاوے تو وہ اگر مرتکب معصیت ہو تو اوسکی اطاعت سے
استنکاف کی کچہہ معنی نہین ہین اور نہ اوسکی احکام جو مطابق شرع ہون عدم تصدیق وتعمیل کی
کوئی صورت ہی اور جو احکام کہ شرع کے موافق نہون وہ خود بخود واجب الاطاعت نہین تو امام کی
اطاعت من حیث انہ متبع الشرع ہی نہ بحیثیت متبع تو لزوم ان امور کا مطلق نہو گا معہذا
حق تعالی شانہ نے ائمہ کی اطاعت کی بابت صاف ارشاد فرما دیا فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ
والرسول جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اگر کسی امر مین امت واولو الامر باہم تنازع کرین اوسکو
کتاب وسنت کیطرف لوٹا دین اگر موافق ہو قبول کرین ورنہ رد کرین تو ہر شخص سمجھہ سکتا ہے
کہ یہہ کچہہ ضرور نہین کہ امام کا قول وفعل موافق شرع ہی ہو اور یہہ ہی عدم عصمت ہی پس جبکہ امت کے
ہاتہہ مین میزان مستقیم شرع موجود ہی تو اونکو امام کے غیر معصوم ہونے سے کیا ڈر اگر کسی حکم مین
امام کی تصدیق نکرے سے کیا خوف بخلاف نبی کے کہ اگر اوس سے استنکاف کرین اور اوسکی تصدیق
نکرین بلکہ تکذیب کرین - تو دین وشریعت ہی درہم برہم ہو جاتی ہے پس اس دلیل سے عصمت ائمہ
مین استدلال کرنا ایک تعجب انگیز قصہ ہی علاوہ اس بحث کے باقی نقوض واعتراضات جو اس
استدلال پر وارد ہوتی ہین - وہ ان اعتراضات سے جو ہم دلائل سابقہ کے ابطال مین بیان کر آئی ہین

معلوم ہوسکتی ہین بخوف طوالت ہم انکو ترک کرتے ہین **قولہ** الحمد للہ کہ آپکی خاتم المحدثین کے ہی
تقریر سے عصمت ائمہ ثابت ہوگئی اب تو آپ بھی مان لین۔ **اقول** یہہ بھی مجیب کا سہو ہے یہہ آپکا
زعم و وہم ہے۔ جو مقتضا جہل انسانی بعمی و بصیمہ آپکا سد راہ تحقیق ہے ورنہ درحقیقت جو امر کتاب و سنت
سے ثابت نہو بلکہ عقل و نقل کے خلاف ہو اوسکا ثبوت خاتم المحدثین رح کے تقریر سے ہرگز نہین ہوسکتا ہے
مین امید کرتا ہون کہ اگر آپ بنظر انصاف و تحقیق حق اس مسئلہ مین غور فرمائینگے تو آپ کو بھی [illegible]
کہ واقعی یہہ امر خلاف عقل و نقل ہے بلکہ آپکی روایات مذہب کے بھی مخالف ہے۔ علامہ مجلسی نے جلد اول بحار الانوار
کے باب کتمان العلم مین چند روایات تخریج فرمائی ہین جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آیت إِنَّ الَّذِينَ
يكتمون ما انزلنا من البينات والهدى من بعد ما بيناه للناس في الكتاب اولٰئك
يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون[1] کے مصداق ائمہ علیہم السلام ہین۔ عن حمران عن ابي جعفر
عليه السلام في قول الله ان الذين يكتمون ما انزلنا من البينات والهدى من بعد
ما بيناه للناس في الكتاب يعني بذلك نحن والله المستعان عن ابن ابي عمير عمن ذكره
عن ابي عبد الله عليه السلام ان الذين يكتمون ما انزلنا من البينات والهدى[2] في علي
عليه السلام عن عبد الله بن كثير عمن حدثه عن ابي عبد الله عليه السلام في قوله اولٰئك[3]
يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون قال نحن هم وقد قالوا هوام الارض عن بعض اصحابنا
عن ابي عبد الله عليه السلام قال قلت له اخبرني عن قول الله ان الذين يكتمون ما انزلنا من البينات[4]
والهدى من بعد ما بيناه للناس في الكتاب قال نحن يعني بها والله المستعان ان الرجل منا اذا صارت

---

[1] امام ابو جعفرؑ سے تفسیر فرات میں (جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ کہ اوتارا ہمنے والی ہدایت سے بعد اسکے کہ بیان کردیا ہمنے اوسکو لوگوں کے لیے کتاب میں) میں مروی ہے کہ اس سے ہم مراد ہین اور اللہ سے مدد چاہتے ہین۔ [2] امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے کہ آیت ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والہدی حضرت علیؑ کے باب میں نازل ہے۔ [3] امام ابو عبد اللہ سے تفسیر میں سے اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون میں مروی ہے فرمایا وہ ہم ہین۔ اور کہا ہے کہ حشرات الارض مراد ہین۔ [4] امام ابو عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے راوی نے آپ سے سوال کیا مجھکو خبر دیجیے۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من بینات والہدی من بعد ما بیناہ للناس فی الکتاب سے فرمایا اوس سے ہم مراد ہین۔ اور اللہ سے مدد مطلوب ہے

ابن عمر رضی کے نزدیک یہہ بھی کیفیت ہے کیونکہ جناب خلیفہ ثانی رضی کی اس قول کے جواب مین کہ
ان لم استخلف سکوت فرمایا۔ اور رد نہین کیا اور ثانیہ فرع دلیل کے ہے تو مدعا حسب المطلوب
اوسوقت ثابت ہو جبکہ ابن عمر رضی کے قول سے بطلان تمامست ہوتا ہو اور بسبب عدم رد و نفی
کے ثابت ہوجاوی اور یہہ محال ہے۔ پس اس روایت سے استدلال کرنا اس پر مبنی ہے کہ ہماری
حسب المطلوب اپنی مدعا سے متقابل ہین ابن عمر رضی کے اس قول سے اگر بفرض محال وجوب نص
ثابت ہو بھی تاہم مستلزم شتم الخلفاء نہین کہ مفید مدعا ہو۔ آپنے دیکھا ہوگا کہ امام نووی رحمہ نے
اس حدیث کی شرح مین مسلم وجوب نص پر اجماع لکہا ہے تو ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی
نص کو اولی و مستحسن سمجہتی ہوں۔ لیکن بعض علماء اسلام مستحبات کو بہی عمل مین مثل واجب کے سمجہتے
ہین اور نیز قاعدہ ہے کہ ہر شخص اپنی مدعا کو حتی الوسع دلائل مین بیان کیا کرتا ہے تو اسلیے
اونہون نے اوسکو اس دلیل پیرایہ مین ظاہر فرمایا۔ لیکن جب جواب سن لیا تو چونکہ امر ضروری
نہ تہا اسلیے سکوت فرمایا اور مکرر اس باب مین لب کشا نہوئی کیونکہ جو دلیل حضرت عمر رضی
نے ذکر فرمائی وہ بداہتہً اس امر پر دال ہے کہ استخلاف و عدم استخلاف ہر دو جائز ہین واجب نہین
اور نیز یہہ بھی ممکن ہے کہ ابتداء مین دفعتہً حضرت ابن عمر رضی کے ذہن مین لزوم نص آیا ہو
لیکن جبکہ حضرت امیر المومنین فاروق رضی اللہ عنہ کی زبانی دلائل قاطعہ سے عدم لزوم معلوم ہوگیا
تو اپنی قول سے رجوع فرمایا۔ علاوہ اسکے خلیفہ ثانی رضی نے اونکی جواب مین عدم وجوب نص
بیان فرمایا اور صحابہ مین سے کسی نے اوسکا رد و انکار نہین فرمایا تو اجماع سکوتی ہوگیا۔
پس تمام دلیل پر جو کچہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نسبت ہماری مجیب نے تحریر کیا
وہ کمال وقاحت کے دلیل ہے مدعا کو دلیل سے نہ مثبت کی پر بہی نہیں ہوتا بہی اور زبان درازی
شروع کردی حضرت ابن عمر رضی کا عقیدہ اشتراط نص کا جو مستلزم عدم انعقاد خلافت غیر
منصوصہ کو بہی پہلی ثابت فرمایا ہوتا اور اوسکی بعد کچہہ کہا ہوتا لیکن جب دیدہ بصیرت کحل
فہم و انصاف سے خالی ہو تو بجز سکوت کے کیا جواب دیا جاوے۔ قولہ جناب ابن عمر رضی

ہی منحصر نہین ہی اور صحابہ کا بھی یہہ ہی اعتقاد ہتا چنانچہ خواجہ کابلی صواقع مین جسکا ترجمہ آپکی خاتم المحدثین نے فرماکر اور تہوڑا سا تغیر و تبدل کرکے تحفہ لکہا ہی - ذیل قول جناب امیر علیہ السلام بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر الخ مطلب ثانی مقصد رابع امامت مین فرماتے مین و ذهب بعضهم الى ان الامام يجب ان يكون منصوصا عليه نصا جليا او خفيا واليه ذهب عبد الله بن مسعود وابو الدرداء وحذيفة ابن اليمان وانس بن مالك وابو هريرة وغيرهم وجم غفير من المحدثين وشرذمة من الاصوليين وطائفة من المتكلمين وجماعة من الفقهاء انتہی حیرت و تعجب ہی کہ آپکی خاتم المحدثین نے باوجودیکہ اس کتاب کے اکثر بلکہ کل مضامین ترجمہ کئی ہین اس مقام کو ملاحظہ نفرمایا ورنہ اس حضرات سی اس عقیدہ کی نسبت نفرماتی کہ یہہ عقیدہ عقل و نقل کے خلاف ہی

اقول یہہ دلیل بہ زبان حال سے چلا کر کہہ رہی ہی کہ ہماری مجیب کو اپنی مدعا کی خبر نہین رہی اور نیز اس دلیل سے یہہ بہی ثابت ہوتا ہی کہ ہماری مجیب نے یا ہماری مجیب کے اوس بزرگ نے جس سے وہ اسکو نقل فرماتے مین نقل عبارت صواقع مین کمال دیانت فرمائی ہی اور جو جملہ کہ انکی مذہب کے مخالف تہا اس عبارت کی مابعد بہت ہی قریب مذکور ہی اور گویا تتمہ اس عبارت کا ہی اسکو حذف کر دیا سمجہا ہوگا کہ صواقع عزیز الوجود کتاب ہی کہان دستیاب ہوتی ہی جو کوئی معائنہ کرکے غلطی نکالیگا - لیکن خدا تعالے کے فضل و کرم سی اس عاجز کو یہہ کتاب بلا دقت میسر ہوگئی اسلیے اصل کتاب سے پوری عبارت اہل انصاف کے سامنے پیش کرتا ہون اہل انصاف ملاحظہ فرماوین اور یہہ بہی دیکہین کہ ہماری مجیب لبیب کی مدعا سی اس دلیل کو کچہہ تعلق ہی یا نہین -

ذهب بعضهم[1] الى ان الامام يجب ان يكون منصوصا عليه نصا جليا او خفيا واليه ذهب عبد الله بن مسعود وابي الدرداء وحذيفة بن اليمان وانس بن مالك وابي هريرة وغيرهم وجم غفير من المحدثين وشرذمة من الاصوليين وطائفة من المتكلمين

[1] بعض اسطرف گئی ہین کہ امام کا منصوص ہونا خواہ نص جلی ہو یا خفی واجب ہی اور اسیطرف گئی ہین عبد اللہ بن مسعود اور ابو درداء اور حذیفہ بن یمان اور انس بن مالک اور ابو ہریرہ اور محدثین کی ایک بڑی جماعت اور اصولیین کا ایک گروہ اور متکلمین مین کا ایک فرقہ ١٢

وجماعة من الفقهاء[۱] وتمسكوا بالاحاديث الواردة فی خلافة الخلفاء الاربعة واختلفوا فی النص والجمهور علی انه جلی وجمع علی انه خفی والیه ذهب الحسن البصری واتفقوا علی انها تثبت بالاجماع ان لم یتعین الافضل ولم یوجد النص انتهی - اس عبارت کے آخر کا جملہ واتفقوا ہی جو بداہتہً مدعا کی نقیض کو ثابت کر رہا ہے ترک فرمایا تاکہ استدلال بوجہ اتم راست ہو لیکن اگرچہ نقل میں خیانت نہین تو کیا ہی - لیکن اگر اس جملہ سے قطع نظر کیجاوی تاہم یہہ عبارت ہمارے مجیب کے ثبوت مدعا مین کچھ فائدہ بخش نہین ہی - کیونکہ نص عام ہی جلی ہو یا خفی اور آپکا دعوی اثبات نص جلی کا ہی تو اس صورت مین آپکا دعوی خاص ہی اور دلیل عام ہے اور دلیل عام سے خاص مدعا کا ثبوت ناممکن ہی اور اگر بغور وتامل دیکھا جاوی تو دلیل و مدعا مین باہم عموم و خصوص نہین بلکہ تغایر و تباین ہی تفصیل اسکی یہہ ہی کہ آپکی نزدیک انعقاد امامت کے لیئے یہہ مشترط ہی کہ حق تعالے کی طرف سے اس طرح نص وارد ہوئی ہو کہ فلان شخص بعد فلان نبی یا فلان امام کے اوسکا خلیفہ ہی اگر اسطرح نص نہو گی تو امامت و خلافت متحقق نہو گی اور صحابہ مین سے کوئی اسکی لزوم و اشتراط کا قائل نہین اور سنی اوسکو ضروری نہین سمجھا اور نص جلی سے بھی یہہ مراد نہین ہے کہ جو معتقد علیہ سامی ہی - چنانچہ جملہ وتمسکوا بالاحادیث الواردة فی خلافة الخلفاء الاربعة اس مدعا پر ظاہر دلیل ہی تو بس دلیل و مدعا باہم متغایر ہوئی پس ایسی پوچ اور غلط دلیل پر اسقدر ناز و افتخار - اور جناب صاحب رحمة الله علیہ کی نسبت صواعق مین اس صفت امر کے نہ دیکھنے کا الزام بالکل لغو اور ناجائز ہی علی الخصوص جبکہ شاہ صاحب مرحوم کی عبارت کو جو تحفہ مین مذکور ہی دیکھا جاوی رد فرماتے ہین امامیہ میگویند کہ نصب امام بر خدا واجب ست پس میباید کہ منصوص بود از جانب خدا واین عقیدہ

---

[۱] اور فقہا مین سے ایک جماعت اور ان احادیث سے دلیل پکڑی ہی جو خلفا اربعہ کی خلافت کے بارہ مین وارد ہوئی ہین اور نص کے باب مین اختلاف ہی جمہور اس پر ہین کہ نص جلی ہی اور ایک جماعت اسپر ہی کہ وہ نص خفی ہی حسن بصری اسیطرف گئی ہین اور اسپر سب متفق ہین کہ اگر افضل متعین نہو اور نص نہ پائی جاوے تو خلافت اجماع کے ساتھ منعقد ہو جاتی ہی - ۱۲

مخالف عقل ونقل ہیت یہ معلوم نہین ہیہ عاجو مجموعہ امرین کا ہے اوسکو شاہ صاحب بمقتضای
عقل ونقل فرما رہے ہین اسکو ہماری مجیب نے کیونکر موافق عقل ونقل کے ثابت کیا ذرا تو انصاف فرماوین
اپنی دلیل کو بہی ملاحظہ فرماوین اور جسکی نسبت شاہ صاحب نے فرمایا کہ خلاف عقل ونقل ہے اوسکو
بہی دیکہین اسکے بعد اوسکی اپنی طعن کو میزان انصاف مین رکہکر تولین تو صاف معلوم
کرلیجیے کہ آپ نہ عبارت صواعق کو سمجہے اور نہ تحفہ کو سمجہے اور نہ خود اپنا مدعا ہی منضبط فرمایا خدا
توفیق انصاف و راہ راست عطا فرما دے۔ **قولہ** اگرچہ اس مقام مین ہم بہت کچہہ گفتگو
کرسکتے مین مگر بخیال اختصار ترک کرکے جناب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی نقل کے بابمین
شہادت دیتے ہین کہ یہ حضرت جناب مشہور آپکی خاتم المحدثین شاہ والد ماجد مین اگرچہ تحفہ مین انکی
البوت مین توریہ فرمایا ہے کہ نہایت ہی درجہ کی تعریف ومنائش فرمائی ہے حتی کہ یہی ایک آیت
الہی معجزہ زمعجزات جناب رسالت پناہی انکی شان مین لکہا ہے جیسا کہ پہلی بہی گذر چکا ہے
اقول نہایت افسوس ہے کہ اس مقام پر آپنے بہت کچہہ گفتگو نہ فرمائی۔ جس قدر اس
مقام پر گفتگو واقع ہوئی ہے اوسی سے آپکے علم و فہم وانصاف کی کیفیت اور استدلال کی حقیقت
بخوبی منکشف ہوگئی ہے اور اگر اور کچہہ گفتگو فرماتے تو اور زیادہ اغلاط فاضحہ ثابت ہوکر اس
دعوی کو باطل کرتے جو آپنے ابتداء جواب مین فرمایا ہے۔ بہتر ہوا کہ آپ نے اختصار کے سبب سے اسکو
ترک فرمایا۔ اور جو کچہہ حضرت شاہ صاحب کی نسبت لفظ جناب مشہور لکہکر تعریض فرمائی اور جو
اور عبارت تہذیب وانصاف سے بد تہذیبی کا جامہ پہنا اسکی جواب مین ایسی تعریضین بلکہ اس سے بڑہکر
ہم بہی بہت سی کچہہ مین حال وحتی فی تحفہ کی نسبت عرض کرسکتے تہی لیکن ہم بخوف طول اسکو ترک کرکے
اسکا کچہہ جواب نہین دیتے۔ اسکی بعد جو شبہات مین کہ نقل کی صحت کی بابت حضرت شاہ ولی اللہ
رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمائی اوسکی کیفیت بہی ملاحظہ ہو۔ **قولہ** آپ بنظر غور وانصاف ملاحظہ فرماوین کہ جو
تقریرین ہم نقل کے بابمین کرتے مین بعینہ وہی حضرت شاہ صاحب ازالۃ الخفا مین رقم فرماتے
ہین مقصد اول فصل دوم در لوازم خلافت خاصہ کے نکتہ سوم مین جو صفحہ [illegible] مین واقع ہے

الیہ لم یکن لہ اولم یسئلہ الا ان یبین للناس من یکون بعدہ ورواہ محمد بن مسلم قال ثم
اہل الکتاب۔ ان روایات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ ائمہ نے اللہ تعالیٰ کے دین کے چھپانے والے
اور (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ توبہ توبہ ہیں کیونکر اس کفر کو نقل کروں) خدا کے اور لعنت کرنے والوں کی لعنتوں میں پہلی اور
دوسری روایت سے تو بخوبی یہہ مدعا ثابت ہے چوتھی روایت اس مدعا کے اثبات کے لئے بہت بڑی
قوی دلیل ہے تعجب ہے حضرات شیعہ نے بمقتضاے کمال ولا و تشیع کے انکی دشمنوں کو اللہ کے احکام
چھپانے والے اور لعنتوں ٹھہرایا تو انکی غیر معصوم ہونی کو ہی ثابت نہیں کیا بلکہ کفار سے بھی بڑا کر ان میں
بڑہا دیا۔ حضرت علامہ باقر مجلسی نے اس صریح کفر کو اس طرح چھپانا چاہا ہے کہ وہ صرف تیسری روایت کے
تفسیر میں جو عبداللہ بن بکیر سے مروی ہے فرماتے ہیں بیان ضمیر ہم راجع الی اللاعنین
بہلا کوئی عاقل متدین علامہ کی اس پوچ توجیہ سے اس کفر صریح کو جو ان روایات سے مثل آفتاب
روشن ہے پوشیدہ سمجھ سکتا ہے۔ اگرچہ ہمکو علامہ کے اس تاویل باطل تحریف کے ابطال کی کچھ ضرورت
نہ تھی کیونکہ اہل فہم و انصاف سیاق عبارات سے خود سمجھ سکتے ہیں لیکن بنظر تسکین خاطر محبین کے
ہم مختصر بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلی اور دوسری روایت میں حضرت امام نے صاف فرمایا ہے کہ اس سے
ہم مراد ہیں۔ ان میں لاعنین کا ہرگز ذکر نہیں کیا بلکہ اس میں صرف کاتمین کا ہی ذکر ہے جس سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کاتمین میں ہیں نہ لاعنین علاوہ ازین لفظ واللہ المستعان فرمانا خود اسکی ثبوت
کی دلیل ہے کہ آپ کاتمین میں ہیں کیونکہ اس کا اطلاق شدت اور تکلیف کے وقت ہوتا ہے جیسا کہ
واللہ المستعان علی ما تصفون۔ چوتھی روایت اسکی ثبوت میں نص صریح ہے کیونکہ اوس سے
صاف ثابت ہے کہ یا مراد ائمہ ہیں یا اہل کتاب اور ظاہر ہے کہ لاعنین میں یہہ دونوں احتمال جاری
نہیں ہو سکتی کیونکہ اہل کتاب لاعنین نہیں۔ ہاں بعض انکی کاتمین حق میں جو ملعونین ہیں نہ
لاعنین تو یہہ دونوں احتمال کہ مراد یا ائمہ ہوں یا اہل کتاب اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے کہ ضمیر
ہم کی راجع لفظ الذین یکتمون الی آخرہ کی طرف ہو۔ قطع نظر اس سے بھی اس روایت میں حضرت
امام نے بعد اس بیان کے کہ اس سے ہم مراد ہیں اسکی تائید میں یہہ بھی فرمایا کہ ہم امام سابق پر

واجب ہی کہ وہ خلافت خلیفہ لاحق پر نص فرما دیں اور اوسکو ہرگز جایز نہین کہ وہ نص نکریں اور
اوسکو چھپا دیں تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقصود اس آیت سے بیان تہدید ائمہ سے ۔ لیکن
اسمین کوئی ایسا لفظ جو عدم وقوع کتمان یا وقوع کے محتمل ہونے پر دلالت کرے وارد نہین بلکہ یہہ کلام
صحیح وقوع کتمان پر دال ہے چنانچہ اہل کتاب اسیوجہ سے اسکی مصداق ہین تو اس سے معاذ اللہ
ائمہ رضا کے دشمنونکا بروایات حضرات شیعہ کا تعین حق ہونا ثابت ہوا اور علامہ مجلسی کو یہہ دہوکہ
شاید تفسیری روایت سے پڑ گیا ہوگا کہ اوسمین وقد قالوا ہم الائمہ مذکور ہے تو اوسکی مقابل
سمجھا جا سکتا ہے کہ یہہ تفسیر لاعنون کی ہی نہ کاتمین کے مگر یہہ اسوقت ہی کہ جبکہ یہہ مقولہ ائمہ کا
تسلیم ہو اور اگر اسکو مانع منع کریں اور کہیں کہ یہہ جملہ بعض روات شیعہ کا اپنی ناموس مذہب کے
حفاظت کے لیے تراشا ہوا ہے تو اوسوقت علامہ کا یہہ توہم ہی باطل ہوگا علاوہ تماشا یہہ ہے
کہ علامہ مجلسی کو خود ہی اس جملہ کی نسبت یقین نہین کہ یہہ جملہ ائمہ کا مقولہ ہے بلکہ علامہ کے نزدیک
احتمال ہے کہ یہہ جملہ ائمہ کا ارشاد ہو اور احتمال ہے کہ مولف کے جس سے علامہ نے نقل کیے ہیں کلام
اور احتمال ہے کہ بعض روات کا اضافہ ہو پہر جب اسقدر احتمالات قائم ہین تو استدلال نہین
ہو سکتا ہے علامہ مجلسی فرماتا ہے قولہ علیہ السلام وقد قالوا اما کلام علیہ السلام فضمیر الجمع راجع
الی العامۃ او کلام المولف او الرواۃ فیحتمل ارجاعہ الی اہل البیت علیہم السلام تجبا بفرض محال سلمنا
کہ ضمیر ہم لاعنین کیطرف ہی راجع ہے اور حضرات ائمہ ہی بقول حضرات شیعہ کے لاعنین ہین
لیکن ہم کہتے ہین یہہ بھی برائی سے خالی نہین کیونکہ جناب امیر نے اپنی شیعہ کے سب ایمان
صحابہ کو مکروہ اور ناپسند فرمایا ہے تو جو امر اونکے امت کے لیے ناپسندیدہ ہو ائمہ کی جناب مین کیونکر نسبت
کیا جا سکتا ہے ۔ ومن کلام لہ وقد سمع قوما یسبون اہل الشام ایام حربہم بصفین انی اکرہ لکم ان تکونوا

ملہ وقد قالوا یا تو امام علیہ السلام کا کلام ہے تو اس صورت میں جمع کی ضمیر عامہ (اہلسنت وغیرہ) کیطرف پہرے گی یا یہہ کلام مولف کتاب (تفسیر عیاشی) کا ہی یا دوسری راویونکا کلام ہے تو اس صورت میں احتمال یہہ بھی ہے کہ ضمیر اہلبیت علیہم کیطرف راجع ہو ۱۲

ملہ آپکا کلام جبکہ آپنے ایک گروہ کو سنا کہ اہل شام کو سب کرتے ہیں اور ایام جنگ صفین کے [illegible] مکروہ اور ناپسند سمجھتا ہون کہ تم سب کرو (برا کہو گالی دو) ہو ۱۲

سبابین۔ تعجب ہی اپنی شیعہ کے لیی تو لعان وسباب ہونا ناپسند فرمائین اور خود اسقدر لعان ہون کہ خدا تعالے اونکو اس وصف سے ذکر فرماوی یہہ صرف حضرات مدعیان ولاء وتمسک کی زبانی ولا کا مقتضا نہین تو اور کیا ہی **اقوله** اب نصب کا بیان سنیے گو آپنی بہ تقلید اپنی خاتم المحدثین کے ان شرائط کے نسبت فرمایا ہی کہ (باوجودیکہ دلائل شرعی سے ثابت نہین تکرم دُور بینا) مگر نصب کا وجوب اقوال صحابہ وعلماء کرام اہلسنت سی ثابت ہی صحیح مسلم کی کتاب الامارت مین باب الاستخلاف ملاحظہ فرماہی کہ جناب ابن عمر ترک استخلاف کو ضیاع ملک و مردم کا سبب جانتی تہی چنانچہ اپنی اس عقیدہ مین ایسی راسخ تھی کہ جب سنا کہ اونکی پدر بزرگوار بدون استخلاف دنیا سی انتقال فرمانا۔ چاہتی ہین تو نہایت ہی تدین و تورع سے اپنی باپ اور امام وقت کو نصیحت فرمائی بخوف طوالت نقل عبارت نہین کرتے آپ دیکھ لین کہ وہ استخلاف کو نہایت ہی ضروری سمجھتی ہین اور اوسکی ترک کو عین تضییع و افساد مردم جانتی تہی اور اوسکی تارک کو اوس راعی سی مشابہت دی ہی کہ شتر و غنم کو مہمل چہوڑ کر کہین چلا جاتا ہی غور فرماہی کہ آپکے خاتم المحدثین جو اس عقیدہ کو مخالف عقل و نقل فرماتے ہین کیا حضرت ابن عمر کے شان مین بہی یہا ہی فرماوینگی یا خاتم المحدثین صاحب نے صحیح مسلم ملاحظہ نہین فرمائی تہی۔ **اقول** بحول اللہ وقوتہ جبکہ ہم دلائل عصمت کا ابطال و استیصال کر چکی تو ہمکو کچھہ ضرورت نہ تہی کہ ہم ابطال دلائل نص و افضلیت مین اپنا وقت گران بہا ضائع کرین کیونکہ جب عصمت ہی باطل ہو گئی تو تمام امامت ہی اصولاً و فروعاً باطل ہو گئی تو پہر اشتراط افضلیت و نص باطلہ کے ابطال کی کچھہ حاجت نہ تہی لیکن ناظرین مناظرہ کے رفع خلجان اور اپنی مجیب لبیب کے مزید اطمینان کے لیی ہم اسطرف بہی متوجہ ہوتے ہین اور مختصراً گذارش کرتے ہین چونکہ ہماری مجیب کی عادت ہی کہ استدلال کے وقت اپنی دعوی کو بہلا دیتی ہین مدعا کچھہ ہوتا ہے اور دلائل کچھہ لاتے ہین اسلیے مناسب ہے کہ مابہ النزاع مسئلہ مجملاً بیان کرین اور ناظرین اوراق اور اپنی مجیب کو یاد دلائین کہ آپکا یہہ دعوی ہی اگر دلائل اسکی مطابق ہوئی تو البتہ قابل التفات ہونگی ورنہ لائق توجہ بہی نہین سمجھی جاوینگی

پس جبکہ صحیح ہوا کہ اس جگہ پر محل النزاع نص ہے ۔ اشتراط نص یا نصب ثابت ہے نہ مستحق ہونا
امام کے ہی بغیر نص وانصب متحمل ہے کیونکہ متنازع ہے اگر بغیر نص اور نصب نہو تو امامت باطل ہے اور
اہلسنت کہتے ہیں کہ عصمت امامت داخل عصمت شرط ہیں اسیطرح نص و افضلیت بھی شرط ہے اور
عصمت سوای انبیا کے کسی بشر میں نہیں پائی جاتی لئے نص و افضلیت کا تحقق ہو سکتا ہے
لیکن اگر انکا تحقق نہو تو بھی امامت متحقق ہو سکتی ہے ہماری غرض جبکہ امامیہ کی اثبات کے دلیل
ہیں کہ اشتراط نص کو ثابت کریں اور اسکو امامت کے لیے جو کہ مسئلہ اعتقادی ہے دلائل قطعیہ
بہم پہنچا دیں تو بس خالص دعوی عجیب ہے کہ امامت کے لیے شرط ہے اور نص نے
کیسے نص شرط ہے اگر نص پائی جائیگی تو امامت و خلافت منعقد ہوگی پس یہ مدعا کو اپنی حافظہ میں
محفوظ رکھ کہ ہماری گذارش یہ ہے کہ جب یہ مسئلہ آپکی نزدیک اصول بلکہ اصل اصول دین
میں سے ہے تو اول واجب تھا کہ اسکے اثبات کے واسطے دلائل قطعیہ بیان کرتے اس مقام
جسقدر آپنے دلائل ذکر فرمائی ہیں اگر انکی نا فہمیوں اور مفاسد سے جو مسئلہ متنازع فیہا میں
جاری کرنے سے لازم آتی ہے چشم پوشی کیجاوے اور بفرض محال انکو صحیح تسلیم کر لیا جاوے تو بہم انکی
مدعا کی ثبت نہیں ہو سکتی یا قطعی مدعا دلائل ظنیہ سے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے سو بہ ادلہ قطعیہ
اس سے کہ آپکا مدعا قطعی ہو یا ظنی اسقدر تو ضرور ہے کہ دلیل اس امر کو ثابت کرے کہ درصورت عدم
تحقق نص کے عدم تحقق امامت ہوگی اب آپ فرمائیے کہ آپکی کونسی دلیل ہے جو بالالتزام یا
بطور ثابت ہوتا ہے کہ اگر نص نہو تو امامت متحقق نہوگی ۔ اب میں تفصیلی طور پر دلیل دلیل پر
بحث کرتا ہوں بعون الله الکافی سنیئے ۔ دلیل اول صحیح مسلم کی کتاب الامارۃ سے جو ابن
عمر رضہ کے قول کا ما حصل نقل کرکے اوس سے اس مدعا پر استدلال کیا ہے بالکل غیر مثبت
مدعا ہے اور غلط کیونکہ ابن عمر رضہ کے قول سے آپکا مدعا اوسوقت ثابت ہوگا جبکہ آپ یہ ثابت
فرمائیگا کہ جو خلافت وامامت بلا نص کے بخلاف واقع ہوئی وہ انکی نزدیک باطل ہے اور حالانکہ
کہ خلافت ثالثہ اور خلافت رابعہ ابن عمر رضہ کے نزدیک بے نص واقع ہوئی بلکہ اولی کے ہم

یہہ عبارت تحریر ہی نکتہ سوم آنکہ خلافت امر خطیر است و نفوس بنی آدم مجبول بر اتباع ہوا و شیطان
در بنی آدم جاری مجری الدم چون خلافت برای شخصی مستقر شود احتمال دارد کہ جور پیش گیرد
و در مقاصد خلافت تہاون صریح بعمل آرد و ضرر این خلیفہ در امت مرحومہ اشد باشد از ضرر ترک
استخلاف دین این احتمال کثیر الوقوع ست نمی بینی کہ بادشاہان ہمہ الا ماشاء اللہ درین
مہلکہ گرفتار شدہ اند و میشوند تا وقتیکہ این احتمال برانداختہ نشود بوعدہ الٰہی یا بوحی کہ نزدیک
حصول آنہا جور و تہاون ممتنع عادی گردد ۔ و ظن قوی بعدل و قیام خلیفہ بامر ملت بظہور نرسد
استخلاف چنین شخصی خیر محض نباشد و نفوس بنی آدم تابامت او اطمینان پیدا نکنند و ہمچنین کسیکہ
مرشد خلائق گردد و ملی ایشان در ظاہر و باطن محتمل کہ در علم و حال خود غلط کردہ باشد و دیگران
ببعض قراین متمسک شدہ ہمان غلط را رواج دادہ باشند و ما الحسن ما قیل ۔ مبیت ای بسا ابلیس
آدم روی ہست ۔ پس بہر دستی نشاید داد دست ۔ تا اعتماد بر علم و حال شخصی بحدیث مستفیض
صادق و مصدوق و اشارات او حاصل نشود کار ناتمام ست پس خلافت کاملہ ہمان است کہ ثبوت او
بصاحب آن داشتہ باشیم بنص شارع و اشارات او انتہی بقدر الحاجۃ ۔ اس عبارت کو تامل و انصاف
سے ملاحظہ کیجیئے جیسی کہ اس سے نص کا وجوب ثابت ہوتا ہے ویسی ہی عصمت خلیفہ بھی ثابت ہے
بباعث خوف طوالت ہم اسکی الفاظ پر بسط و نشاط سے بحث نہین کرتے اسیقدر اشارہ
کافی سمجھتے ہین ۔ **اقول** اس دلیل کو بھی مدعا سے کچھہ ربط نہین ہے ۔ اور یہان بھی اپنا
مدعا بھولے ۔ جو نص کہ عبارت منقولہ ازالۃ الخفا سے مفہوم و مستنبط ہوتی ہے اگر وہی نص
متفق علیہ جناب مجیب و برادر ملی ہم مذہب ہونگی ہی تو مرحبا بالوفاق لیکن یہہ نص وہی نص ہے جو آیت سورہ
نور وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ اور حدیث ان تومروا ابابکر اور اسکی امثال سے ثابت ہوتی ہے
اور نیز یہہ وہی عہدہ خداوندی ہے جسنی احتمال اتباع ہوا کا استیصال کردیا اور وقوع جور
تہاون کو ممتنع عادی بنا دیا اور یہہ نص و اشارات وہ ہین جن سے صرف استحقاق خلافت
مستخرج ہوتا ہے نہ انعقاد اور یہہ نص و اشارات متعدد شخصوں کے واسطے بھی ایک وقت مین

بلا تعیین شد مقدم و تاخر ممتنع نہیں ہیں پس اگر آپ اسکی قائل ہون تو عجیبی ہے کہ آپکو یہہ خیال نہ ہو
اور اگر نص معتقد علیہ سامی جسکی اثبات کا دعوی کیا گیا ہے یہہ نہیں ہے بلکہ وہ نص جلی ہے کہ جو
علما قوم ائمہ اثنا عشریہ و اسطی دعوی کرتے چلے آئی ہین تو اسکو استنباط کو اس دلیل سے کہ آپکی
دلیل سے ثابت فرمائی ہین اس استدلال سے ہم تو حیرت ہون کہ عجیب لبیب نے اپنی آپکو کمالکم
فارسی خوان تو ضرور ہی تسلیم کیا تہا لیکن اس استدلال سے تو اس دعوی کے ہی ثبوت مین تردد ہوگیا
ہے۔ کیونکہ اگر فارسی خوان ہوتے تو کیا اس عبارت کا بہی مطلب نہیں سمجھہ سکتے تہی کہ جسکا
سہل المآخذ ہونا مثل روز روشن ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپکی سامنی کبہی یہہ عبارت پیش ہوئی
ہوگی آپہی لفظ نص کا سنکر کمال دانشمندی سے سمجہہ لیا کہ بس ثبوت نص میں حجت قاطعہ
اور خصم کے سامنی پیش ہی کردیا۔ افسوس کہ آپنی بسط و نشاط سے اس عبارت کے الفاظ پر کچھ
نہین فرمائی۔ پہر جبکہ آپ اس عبارت سے نص کو جسکا سوق اصلا ثابت نہین کر سکی
تو عصمت کو تو کیا ثابت کرینگی۔ **قوله** اور سنی مقصد اول کے فصل ششم کے مقصد دوم
مسئلہ ہشتم مین صفحہ ۲۷۳ مطبوعہ مطبع نولکشور مین یہہ فرماتے ہین دلیل اول استقرار اجماع
در باب نص را ہیچ مستند دلالت ظاہرہ دارد بر آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
در اکثر آیتہ تقریر فرمودہ سبب دیر واقعہ را بلفظی ادا کردہ کہ رضای خدا تعالی با منحصر ان کار
مفہوم شود و چون این مقدمہ را شناسیم بحدس قوی یقین می نمائیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
خلیفہ اول و ثانی و ثالث کہ در نزد یک بودند و در اختلاف قوم در استخلاف ایشان فتنہ برپا
بکارہای عظیم مثل فتح فارس و روم بہم بخورد البتہ تعیین فرمودہ اند عاقل نتوانند تجویز کرد کہ اہم مہمات اگر ابو
در میان امور جزیہ تمام تاکید سبحانک ھذا بہتان عظیم انتہی بقدر حاجت یہہ دلیل بعینہ وہی تقریر ہے کہ اہل علم
منصوص ہونے مین بیان کرتے ہین او حضرت شاہ صاحب نے اصل اس دلیل کے بار ہی کی تقریر سے اخذ
بعض الفاظ زائد اپنی طرف سے زیادہ کیے ہین اور بجای مطلق خلیفہ و امام کے خلفا ثلثہ کا بالخصوص ذکر کیا
حال یہہ ہے کہ ترجمہ ارشاد کہتی ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی امر بڑی کی تعلق

وعطوفت رکہتی تہی کہ احکام خبریہ و مسائل فروعیہ نہایت تشریح و تفصیل سے بیان فرمائی حتی کہ آپکی مصاحبت و عورتونسے مباشرت بلکہ بیت الخلا کی آداب پر واقف فرمایا کوئی مسلمان کب تجویز کرسکتا ہے کہ آنحضرت باایہمہ شفقت و رافت ایسی اہم مہمات کو کہ امت کے جمیع مصالح دینی و دنیوی اوس سے وابستہ ہین مہمل چہوڑ دین اور اوسپر نص نفرماوین اور امت کو معاذ اللہ عمداً اختلاف و تنازع و تشاجر مین ڈالدین ۱۰ **اقول** ہماری علامہ مجیب نے جو اس جگہ عبارت ازالۃ الخفا سے نقل کی وہ بالکل بے سود ہے کیونکہ ثبوت مدعا مجیب سے اوسکو کچہہ تعلق نہین علی الخصوص حضرت صاحب ازالۃ الخفا نے صدر اس بحث مین تصریح فرما چکی ہین جیسا ارشاد ہے در تقریر این نکتہ بسیط سعہ کہ ترتیب دلائل و تقریب آن مسائل بر معرفت او موقوفست و آن نکتہ اینست کہ مراد ما از تعین خلیفہ کہ بوجوب و لزوم آن زبان میکشائیم نہ آنست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک بوفات خود مسلمانان را جمع فرماید و بہ بیعت آن خلیفہ امر کناید الخ اس سے صاف واضح ہے کہ وہ نص جسکا دعوی کیا گیا ہے وہ مراد نہین اور وجہ اسکی بجز بطلان کے اور کوئی نہین اور ظاہر ہے بسبب وقائع آیندہ کی تقریر فرمائی جس سے رضا یا سخط خداوندی اوسکی ساتہہ مفہوم ہوئی تو وہ خلافت حقہ جسمین اختلاف کے سبب فتنہ کا اندیشہ نہ تہا اور بڑی بڑے اعلی درجہ کی کامونکے درہم برہم ہونیکا خوف تہا اولی واحق بالبیان ہے بہ نسبت اوس خلافت کے کہ جسمین یہہ اندیشہ نہ تہا بلکہ اوسمین خود اختلاف واقع ہونیوالا تہا اور اوس اختلاف پر بہی مطلع فرما دیا اور یہہ تقریر و اطلاع بطور کشف واقعہ اور بطور اخبار بالغیب واقع ہوئی تو یہہ غلط ہے کہ بجائی مطلق خلیفہ کے خلفا ثلثہ کو ذکر کیا کیونکہ حضرات خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے ذوات مقدسہ کے ساتہہ وقائع عظیمہ متعلق تہی کہ جسمین کوئی اونکا شریک نہین ہے اسلیے بالخصوص اونکا ذکر کیا نہ کسی دوسری وجہ سے باقی رہا یہہ کہ یہہ دلیل حضرات شیعہ کے تقریر سے اخذ کی گئی ہے اور کچہہ الفاظ کم و بیش کیے گئی ہین سو اہل انصاف جنہون نے اول سے آخر تک کتاب ازالۃ الخفا کا مطالعہ کیا ہے اور حضرات شیعہ کی تقاریر علمیہ اونکی

نہیں نظر میں معلوم کر سکتی ہیں کہ ابتداء حدوث مذہب تشیع سے یا جس روز سے کہ اس مذہب کے
علمبردار نے حجاب تقیہ کا چہرہ مذہب سے اوٹھا کر طریق کلام کو جاری کیا آجتک کسی مفسر نے
علماء شیعہ میں سے بیان معانی کتاب و سنت میں ایسی خوبی و سلیقہ کی کوئی تقریر دکھی ہو
اگر کوئی ہو تو عجیب سبب یہی ہے علاوہ اسکی ابتداء زمانہ خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ
عنہم میں جناب امیر اون ہی کے ہم مشرب رہے اون ہی کی موافق مسائل فرماتی رہے۔ دیکھا تو ان
جو متمسک عظم و ثقل اکبر ہی پردہ تقیہ میں ایسا چھپا یا کہ بجز ائمہ کی اوسکو کسی نے نہ
دیکھا اپنی زمانہ خلافت میں بھی تقیہ کے وہی حالت رہی اور بعد اوسکی تمام ائمہ کی بعد دیگری
حضرت ہی کی قدم بقدم چلی آئی اور اپنی تقاریر علمیہ اور مسائل دینیہ موافق اہل سنت کے
بیان کرتے چلی آئی پھر اگر یہہ اکابر اہلسنت سے اخذ نہیں کیا تو کہاں سے آیا اپنی مفسرین کو دیکھیے
کہ عموماً علوم مختلفہ کے بیان میں خوشہ چین خرمن فیوض اہلسنت میں تفسیر صافی کو دیکھیے کہ اسکے
مصنف نے اس بارہ میں اپنی مفسرین پر کیسی تشنیع فرمائی تفسیر مجمع البیان جو نہایت
معتبر تفاسیر میں سے ہے ایک صفحہ اوسکا آپ پڑہیں تو میری قول کی تصدیق ہو جاتی
اگر زیادہ تکلیف گوارا طبع سامی ہو تو رسالۃ المکاتیب بھی دیکھیے کہ فاضل اجل مولوی نور الدین
حسین اس بارہ میں کس درد انگیز افسوس کے ساتھ فرماتی ہیں صفحہ ۱۵ پر یہہ عبارت مکتوب ہے تا آخر
بسبب عدم مہارت فن حدیث حقیقت الامر را درک نکردہ بکاسہ لیسی عامہ پرداختہ اند
و منشاء این امر غیر از قلت استعداد در فن حدیث شریف چیزی دیگر ملحوظ نیست جبکہ علماء
اہل تشیع باعتراف خود ہمیشہ کاسہ لیس اہلسنت رہے تو بڑی شرم کی بات ہے کہ شاہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹا الزام اخذ دلیل کا لگاتی ہیں اور کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتی اور اپنی
علماء کی حالات کو لحاظ نہیں فرماتی۔ بیشک نمک حلالی اسیکا نام ہے لیکن جو دلیل کہ مجیب
نے ثبوت بغض میں بیان فرمائی اور انکی اکابر بڑی افتخار کے ساتھ ثبوت اس مدعا
میں بیان فرماتے چلے آئی ہیں استمداد کی تردید اور اوسکا جواب ضروری ہے پس واضح ہو

کہ حضرات شیعہ کو مثل مشہور الغریق[۱] یتشبث بکل حشیش جب کوئی دلیل ثبوت مدعا مین نہین
ہوتی تو ایسی ایسی واہی دلیلون سے ہی اپنا دل خوش کر لیتے ہین اور یہہ نہین سمجہتے کہ جیسا
مدعا ہوتا ہی اوسکے لیے ویسی ہی دلیلونکی ضرورت ہوتی ہی جبکہ امامت اور اوسکی شرائط
موقوف علیہ اور اصل اصول دین سے ہین تو کیا اونکا ثبوت ایسی ایسی دلیلون سے جو محض
خیالی ہین اور جنکی تائید کسی کتاب و سنت سے نہین ہوتی بلکہ بالعکس کتاب و سنت
سے اونکی تکذیب ہوتی ہی ہو سکتا ہی ہرگز نہین قطع نظر اس سے یہہ دلیل خود مستدل ہی پر
منقلب ہی کہ حق تعالے شانہ نے کلام مجید مین جسکی تمی نعمت کا وعدہ فرمایا اور اکمال دین کا
مژدہ سنایا اور اصول دین مین سے کوئی چیز ایسی نہین جسکو حق تعالے نے بیان نفرمایا ہو
بلکہ فروعات فقہیہ عبادات و معاملات مین سے صوم و صلوۃ و حج و زکوۃ نکاح و طلاق بیع
و شرا و اعتکاف وغیرہ تک بیان فرمائی تو باوجود اس رافت و رحمت کے کہ خداوند تعالے کو اپنے بندونکی
ساتہہ ہی کوئی مسلمان کیونکر تجویز کر سکتا ہی کہ حق تعالے فروعات کو تو باین اہتمام بتکرر
سہ کرر بیان فرماوی اور کلی ایسی اصل اصول دین اور اہم المہمات کو مہمل چہوڑ دی جسکی ساتہہ عباد کے
تمام مصالح دینی و دنیوی منوط ہون اور ہمیشہ عباد کو تنازع و تشتت خبط مین ڈالدی
بلکہ علاوہ فروع دین کے مثلین اور بڑے قصے بلکہ متشابہات تک فرمادی اور اصول دین کو
چہپا رکہی اور بعض نفرمادی اور تارک واجب ہو سبحانک ہذا بہتان عظیم تعجب ہی کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے نعت و رسالت کتب سابقہ مین خداوند تعالے نے خبر دی اور حضرت
عیسی علیہ السلام نے توصاف نام ظاہر فرمایا چنانچہ ارشاد ہی ۔ وَمُبَشِّرًا[۲] بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي
اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ[۳] ۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ کا خلیفہ راشد جو انبیا و رسل سابقہ سے افضل ہی اوسکا کہین
ذکر نہین فرمایا حالانکہ عباد کا ایمان اسی پر موقوف تہا تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ یہہ اصول
دین ہی مین سے نہین ورنہ خود خداوند تعالے ہی اپنے کلام مین نص فرماتا ۔ معہذا ہم کہتے ہین

---

۱ ڈوبتا ہوا ہر ایک گہانس پہونس پر ہاتہ ڈالتا ہی ۔ ۱۲ ۲ اور خوشخبری دینے والا رسول کے جو آویگا میرے پیچہے ۳ نام اوسکا احمد ہی ۱۲ ـ

کہ اگر امامت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمل چھوڑ دیا اور عمداً امت کو باوجود شفقت نہایت
اختلاف وتشاجر مین ڈال دیا اور یہ کچھ اسی پر منحصر نہین تہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نام بنام نص فرمائی اور کہتے کہ میرے بعد فلان اور اوسکے بعد فلان خلیفہ و امام ہے بلکہ ہرگاہ
خداوند تعالے اس مہم کا متکفل ہوا اور تمکین دین کا وعدہ فرمایا اور حضرت رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگیا کہ حسب وعدہ خداوندی جو خلافت واقع ہوگی وہ حق ہوگی
اور منہاج نبوت پر ہوگی تو آپ کو کچھ حاجت نہ رہی کہ آپ خلافت پر تنصیص نام
فرماوین لیکن آپ نے خلفا راور اونکی اوصاف اور مدت خلافت کو صراحتہً اور اشارۃً بیان فرمایا
اور سب سے آخر مین بطور تمہید و تنبیہ یہ کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی قائم مقام
امام صلوات مقرر فرمایا بعد وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کے وعدہ
خداوندی نے جلوہ ظہور پکڑا اور خلافت موعودہ بروئے کار آئی اور تمکین دین مرتبہ حاصل
ہوئی تو اب اس مین جسکو ذرا سی بھی عقل ہی معلوم کرسکتا ہی کہ نص نہونے کی صورت مین
کس امر کا احتمال باقی رہا اور کونسا تخالف وتشاجر ہی کہ جسمین امت کو ڈالدیا تہا اور جو تشاجر کہ
اندیشہ کو تو خود خداوند تعالے کے سچے وعدہ صادقہ نے بیخ دین سے اوکھاڑ دیا تہا بلکہ اگر
بقول شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نص فرمائی تو باوجود اوس شفقت وعطوفت ورافت و رحمت کے
جو امت مرحومہ کی حالت پر مبذول تہی تمام امت کو جسکو سالہا سال کے محنت و مشقت مین صدہا
طرح کی اذیتین اوٹھا کر مسلمان کیا تہا اس نص کی بدولت ورطۂ ضلالت مین ڈالدیا
اگر یہ نص نہوتی تو کیون لاکھون آدمی کفر مین مبتلا ہوتے کیا توحید و نبوت و معاد کا
اعتراف کافی نہ تہا غرض جسقدر مفاسد کہ یہ نص متضمن ہی ترک نص ہرگز نہین پس جبکہ
نص کہ یہی ہی یوم غدیر خم فرمائی یا کوئی اور اسکا نص نہونا تو ظاہر ہی اور اگر کوئی اور ہو
تو لائیے پیش کیجیے علاوہ ازین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رافت و رحمت
سے نص فرمائی بہی سہی لیکن کیا فائدہ ہوا جبکہ خداوند تعالے نے اوسکو ممکن نہ کیا اور اپنی رعب کو

جو لطف تھا اپنی ذمہ ہی نہ اوتارا تو جو امور دینی و دنیوی اوسکی ساتھہ وابستہ تھی وہ کیونکر
حاصل ہوئی اور نیز نص سے کیا فایدہ ہوا جبکہ امام نے غائب ہوکر باوجودیکہ تمام منافع دینی و دنیوی
اوسکی ساتھہ وابستہ تھی سبکو خاک مین ملادیا اور امت کو عمداً اختلاف و تنازع و لت جربین ڈالدیا
کیا کوئی شخص جسکو ذرا دین اسلام کا لحاظ ہوگا وہ ایسا کہہ سکتا ہے علاوہ ان سبکے ہماری مجیب کے
نزدیک اگر قطع عرق تنازع نص ہی پر منحصر تھا تو یہہ بھی بداہتہً غلط ہے کیونکہ جو تنازع و تشاجر
و تکاذب و تجاحد دربارہ نص فرق شیعہ مین عموماً اور امامیہ مین خصوصاً واقع ہو رہا ہے اوسکو دیکھکر
بی اختیار آیت وَكَفَى اللهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ زبان پر جاری ہوتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے
کہ اگر واقعی نص ہوتی تو یہہ اختلاف و تنازع جو نصرانیونکی بھی اختلاف و تنازع سے بدرجہا بڑھکر ہے
واقع نہوتا تو معلوم ہوا کہ یہہ باتین تراشی ہوئی ہین پس- اگر خوف تطویل نہوتا تو اس اختلاف
کو مفصل بیان کرتا لیکن چونکہ صواقع و تحفہ و سیف مسلول وغیرہ مین بشرح و بسط مذکور ہے جسکا دل
چاہے وہان دیکھہ لیوی **قولہ** اگرچہ اس عبارت پر بہت کچھہ گفتگو ہوسکتی ہے مگر بخیال
اختصار عرض بقدر کسے اسقدر گزارش ہے کہ باوجودیکہ خلیفہ رابع بھی خلفاء اہلسنت کے خلفاء
راشدین مین ہین اور انکی خلافت بھی مدت سی سالہ مین بھی واقع ہوئی مگر حضرت شاہ صاحب نے کمال
تورع اور تدین سے محض خلفاء ثلثہ کا ہی ذکر کیا ہے یہہ بھی قابل غور ہے تمسک عترت والی اہلبیت کی یہہ بھی
معنی ہین- **اقول** یہہ تو آپنے اپنی ہی حق مین بہت اچھا کیا کہ اس عبارت پر بہت
گفتگو نہین فرمائی کیونکہ جسقدر زیادہ گفتگو فرماتی اوسیقدر آپکی استعداد و لیاقت کی زیادہ قلعی
کھلتی سو اسکا کسی پر کچھہ احسان نہین- باقی رہا شاہ صاحب پر خلیفہ رابع رضکے نہ ذکر کرنیکا
الزام یہہ محض عدم فہم مرام و وسوسہ سے ظاہر ہے کہ خلافت رابعہ کے حقیت متفق علیہ مین
الفریقین ہے اوسکی بیان کرنیکی کچھہ ضرورت نہین اثبات اگر مقصود ہے تو خلافت ثلثہ کا
ہے جو متنازعہ فیہا ہین سو انکا بیان کرنا ضروریات سے اگر ایسی مواقع مین خلافت رابعہ کا
ذکر نہ کیا جاوے تو جبکہ اوسکو خلافت حقہ تسلیم کرلیا ہے تو ہماری تمسک دولارمین کچھہ قصور

واقع نہین ہو سکتا اگر آپ مدعی ہین تو وجوب ذکر کو کسی دلیل عقلی یا نقلی سے ثابت کیجیے
مہمات سے موقع استدلال مین کام نہین چلتا - اور نیز بیان کرنا اس امر کا مقصود تھا کہ اگر
خدانخواستہ نہین اختلاف واقع ہوتا تو اون مہمات دینی و دنیوی کو یہہ خلافتین متضمن تہین مثل
فتح روم و فارس وغیرہ ممالک اور اشاعت اسلام کے وہ سب درہم و برہم ہو جاتے چونکہ یہہ جملہ
خاص خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم ہی کا ہے اسلیے وہ اس بیان کے لیے مخصوص ہین تو اونہین کا ذکر کیا گیا
علاوہ ازین ہم اہلسنت کی روایات مین بہت جگہ دیکھتے ہین کہ صرف جناب امیر کا ذکر ہوتا ہے
اور باقی ائمہ کا نہین ہوتا تو کیا اس سے استدلال ہو سکتا ہے کہ حضرات ائمہ باقیہ سے بغض تہا
قرآن شریف مین حق تعالی شانہ نے بعض مواضع مین بعض انبیاء کا ذکر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ذکر نہین فرمایا اسیطرح بعض انبیاء کا ذکر فرمایا اور بعض کا ذکر ترک فرمایا چنانچہ ارشاد ہے
منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك[1] حالانکہ وہ بھی انبیاء تہے اور جنکا ترک
ذکر کیا تو اس سے حسب قاعدہ خود کیا سمجھیگا - یہہ حضرت ہی کی ساختہ پرداختہ ہے کہ ترک ذکر کو
دلیل بغض کے قرار دیتے ہین اور بالیل خلافت والا و شک کہتے ہین - **قولہ** اور نیز امامت کا
اہم المہمات ہونا بھی اس عبارت سے ثابت ہے جسکا شاید آپکو انکار ہے - **اقول**
جبکہ آپ میری انکار مین شاک و متردد ہین تو کچھ ضرورت نہین تہی کہ اسکا جواب لکہا جاوے
لیکن چونکہ یہہ شک نہین محض تجاہل ہے اسلیے ہم آپکو آپکی غلطی پر متنبہ کرتے ہین اور تسلیم ہو کہ
ہماری اور آپکی مسئلہ امامت مین یہہ اختلاف ہے کہ آپ اوسکو اصول دین مین سے مثل توحید
و نبوت کی سمجھتے ہین اور ہم فروع دین مین سمجھتے ہین اگر اسکی اہم المہمات ہونے کا انکار کرو
تو بایں اعتبار ہے کہ یہہ مسئلہ اصول مین سے نہین ہے اور اس عبارت سے اوسکا ہرگز اصول دین مین سے
ہونا ثابت نہین ہوتا اگر آپ اس عبارت یا کسی عبارت سے امامت کا اصول دین سے ہونا
ثابت فرماتے تو بجا تہی خود تہا ورنہ صرف یہہ فرمانا کہ اس عبارت سے امامت کا اہم المہمات ہونا

[1] بعض انبیاء تو وہ ہین جنکا ہمنے قصہ بیان کردیا ہے اور بعض ایسے ہین کہ جنکا قصہ نہین بیان کیا - ۱۲

ثابت ہی اس پر مبنی ہی کہ آپ نے محل نزاع سے تجاہل فرمایا ہی **قولہ** اور سنیی ازین فصل و
مقصد مقدمہ مین بصفحہ ٢٧٣ یہہ عبارت مرقوم ہی دلیل ثانی ہر کہ کتاب فضائل الصحابہ را
از اول خواندہ باشد و فن معرفت الصحابہ را تتبع نمودہ باشد البتہ میداند کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم در حق ہر یکی از اصحاب خود کلمہ گفتہ است و برخاست بآن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم داشتہ نفس رانی فرمودہ است و کلمہ کہ مرآت حاصل عمر او تواند بود بر زبان
شریف جاری شدہ و این قصص بیرون از شمار است ہرگاہ برای ہر کسی کلمہ روان ساختہ است
بر کبار اصحاب خود در زمان حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وزیر و مشیر او بودند بعد
وی صلی اللہ علیہ وسلم تحمل اعباء خلافت نمودند چرا نفس رانی نفرمودہ باشد و خلافت
ایشان از دو حال بیرون نیست یا خیر است یا شر اگر خیر است بہترین جمیع خیرات است کہ
من سن سنۃ حسنۃ فی الاسلام کان لہ اجرہا واجر من عمل بہا این بزرگواران را
مثل اجور جمیع مجاہدین و جمیع آنانکہ بسعی ایشان مہتدی شدہ اند حاصل است و اگر شر است
بدترین شرہا است زیرا کہ دین محمدی را برہم زدند و امام معصوم را ترسانیدند بہر تقدیر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم امور جزئیہ اصحاب خود را کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بآن متصف
شدند بیان فرماید چرا امر عظیم را اما الی الخیر واما الی الشر بیان نفرماید اگر خیر است لطف
خدای تعالی و رافت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تقاضا مینماید کہ بران
خیریت مطلع سازند تا مردم آن خیر را خیر دانند و بآن اہتمام نمایند و اگر شر است لطف الہی
و رافت حضرت رسالت پناہی تقاضا میفرماید کہ بر شریت آن مطلع سازند تا مردم آنرا
شر دانند و حجۃ اللہ بر ایشان قایم شود و اگر نوع ثالثی می بود آن نیز بیان امر خلافت است
و نوعی از تعیین خلفاء است کہ فلان فلان بخلافت حقیق نیستند و حقیق غیر ایشان است بالجملہ
تقریر سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در تکلم بر احوال صحابہ دلالت ظاہرہ دارد کہ خلفا را
بیان فرمودہ است و تعیین خلفاء بوجہ اتم کردہ است انتہی بقدر الحاجۃ سینہ تقریر حجۃ خلفائے

وجوب نص کے بارہ مین حضرت شاہ صاحب نے فرمائی ہے نہایت ہی متین و لطیف ہے اور تحقیق
و تدقیق کی داد دی ہے خلفا پر وجوب نص کو خوب ظاہر کرتے ہین چونکہ ہمارا مطلب آپکا صرف
اسقدر ہے کہ خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا واجب ہے اور یہہ شاہ صاحب کی اس دلیل سے بخوبی
واضح ہے لہذا اس باب مین کلام کہ شارع علیہ السلام نے خلفاء ثلثہ کی صحت خلافت مین تصریح
فرمائی یا بطلان خلافت مین اور انکی صحت خلافت کس قدر فضول معلوم ہوتی ہے **اقول**
یہہ دلیل بھی جو ہمارے مجیب نے ازالۃ الخفا سے نقل کی ہے انکی مدعا سے غیر مربوط ہے کہ بیان بھی اگر
مدعا یاد نرہا حضرت آپکا مدعا اشتراط نص کا اثبات تہا پہر براہ خدا ذرا تو دیکہیے کہ اس
عبارت مین اشتراط کس جگہ سے مفہوم ہوتا ہے الصاف کی آنکہون پر ایسی بھی آنہ باندہی
اول تو اس عبارت سے وجوب نص ہی ثابت نہین کیونکہ نص متنازعہ فیہ کی اثبات کو
یہہ عبارت متضمن نہین ہے اور جس نص کو یہہ عبارت متضمن ہے جسکو ہمارے مجیب نے اپنا
مستدل قرار دیا ہے وہ متنازعہ فیہ نہین ہے اگر یہہ بھی قیاس وجوب نص متنازعہ فیہ مین جاری
کرین اور یہہ مقصود ہو کہ اسی دلیل سے وجوب نص متنازعہ فیہ بھی ثابت ہے تو غیر مسلم ہے
بلکہ ہم کہتے ہین کہ وجوب نص متنازعہ فیہ کو یہہ بھی دلیل مانع ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے بیان وقائع و اوصاف سب کچہہ بیان فرمایا اور ہر ایک ہستی کی اور کی
تعین سے خبر فرمادی تو اب نص متنازعہ فیہ کے کچہہ حاجت نرہی - اور نیز یہہ بھی یاد رکہیگا
کہ آپکے نزدیک وجوب نص مین وجوب علی اللہ ہے جسکی اہلسنت تحت منکر و مخالف ہین دلیل
اسکا اثبات بھی ملحوظ رکہیے جہہ اگر وجوب نص بغرض محال ثابت بھی ہو تو اشتراط
کی ثبوت کو یہہ مستلزم نہین پس ثبوت اشتراط مین اسکو پیش کرنا قلت تدبر پر مبنی ہے قطع نظر
اس سے یہہ دلیل تشاعری ہے جو اثبات اصول مین کارآمد نہین ہو سکتی - لیکن جس مدعا کے اثبات کے
لیے حضرت شاہ صاحب نے ذکر فرمائی سو اول تو وہ اصول مین نہین پہر جسقدر دلائل آنجناب نے
ذکر فرمائی ہین وہ سب بطور مؤیدات کی اس دلیل کے ذیل مین واقع ہین جو قطعی طور پر

[illegible]

قرآنی سے مدعا کو ثابت کرتی ہے لیکن وہ مدعا آپکی مدعا سے بمراحل بعید ہے - فی الواقع یہہ تقریر
بلکہ تمام تقاریر جناب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نہایت متین و لطیف ہیں اور تحقیق حق کے
داد دی ہے - ع - والفضل ما شہدت بہ الاعداء + لیکن آپکو کچھ مفید نہیں چنانچہ
گذارش ہو چکا **قولہ** تاہم اسقدر لکھنے سے باز نہیں رہ سکتی کہ ایسی دلیل سے خلافت
خلفاء ثلثہ کی صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ اونکا غیر منصوص علیہ ہونا ایسا واضح ہے کہ
آپکی خاتم المحدثین نے تحفہ میں اسکا اقرار کر لیا ہے چنانچہ باب ہفتم تحفہ میں وہ یہہ تحریر فرماتی
ہیں زیرا کہ خلفاء ثلثہ نزد اہلسنت نہ معصوم اند و نہ منصوص علیہ و در انضمامات ہم گنجائش بحث بسیار است
پس جبکہ خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا آپکی خاتم المحدثین کے والد ماجد کی دلیل سے ضروری ثابت
ہوا اور یہہ خلفاء اہلسنت کے ہی حسب اقرار صاحب تحفہ منصوص علیہ نہیں تو اونکی خلافت
صحیح نہ ہی **اقول** ای حضرات اہل انصاف ذرا ہماری مدعی انصاف محبکے اس
دلیل کو جو ابطال خلافت خلفاء ثلثہ پر قائم فرمائی ہے ملاحظہ کیجیے اور اوس سے آپکی غور فہم و
غزارت علم اور مرتبہ اجتہاد و انصاف کا اندازہ فرمائیے اور دیکھیے حضرت کو کیسی پوچ و لچر
شبہات سد راہ حق ہو رہی ہیں باایں ہمہ دعوی یہہ ہے کہ ہمنے حق الیقین کا مرتبہ تحقیق مسائل
میں حاصل کر لیا ہے اس دعوی کو دیکھیے اور اس دلیل کو ملاحظہ فرمائیے زمین و آسمان کا فرق ہے
زیادہ فرق پائیگا اگرچہ اس لغو دلیل کے ابطال کے ارادہ میں تضییع اوقات کے چندان ضرورت
نہ تھی لیکن چونکہ ہماری محبوب بیبی نے شرہی نازو افتخار سے بیان فرمائی ہے اسلیے مناسب معلوم ہوا
کہ مختصرا اوسکی بطلان پر متنبہ کیا جاوے - پس واضح ہو کہ اول تو آپنے یہہ غلطی کہائی ہے کہ آپنے جو
وجوب نص ازالۃ الخفا سے مستنبط کیا ہے اوسکو شرط اور موقوف علیہ صحت خلافت سمجھ لیا
حالانکہ اگر بالفرض وجوب نص تسلیم بھی کر لیا جاوے تو مستلزم اشتراط نہیں دوسری شرمی خطا یہہ ہوئی
کہ جو وجوب نص حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی عبارت سے سمجھا تہا صاحب تحفہ مرحوم کی
اعتراف عدم منصوصیت خلفاء کو اوسی نص پر محمول فرمایا جسکا وجوب عبارت ازالۃ الخفا سے سمجھا تہا

حالانکہ یہہ ایسی بدیہی غلطی ہے جس سے ادنی طلبہ بہی شرماوین جس شخص کو عبارت فارسی کے
سمجھنے کا تہوڑا سا بہی سلیقہ ہو وہ بخوبی سمجہہ سکتا ہی کہ صاحب ازالۃ الخفا نے نص سے کونسی
نص مراد رکھی ہی - یہہ ہی متنازعہ فیہ ہی یا کوئی اور ظاہر ہی کہ یہہ نص متنازعہ فیہ تو مراد نہین ہی
کیونکہ وہ عبارت جو ہم اوپر بیان کرائی ہین بدلالت مطابقی اسپر دال ہی وہ فرماتی و آن
نکتہ آنست کہ مراد ما از تعیین خلیفہ کہ بر وجوب و لزوم آن لب میکشائیم نہ آنست کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نزدیک بوفات خود مسلمانان را جمع فرمایند و بہ بیعت آن خلیفہ امر نماید
بالفعل از انفعال عہد استخلاف درین حالت بعمل آید - چنانچہ الحال بر تخت نشاندن و چتر بر سر
نہادن منہم استخلاف میباشد اور بخوبی سمجہہ سکتا ہی کہ صاحب تحفہ نے عدم منصوصیت سے کونسی
عدم منصوصیت مراد رکھی ہی ظاہر ہی کہ وہ بہی عدم منصوصیت مراد رکھی ہی جو متنازعہ فیہ بین الفریقین ہی
اور وہ منصوصیت جسکا وجوب صاحب ازالۃ الخفا نے بیان فرمایا صاحب تحفہ کو اوسکا ہرگز انکار نہین
جسکا صاحب تحفہ کو انکار ہی وہ اوس سے بالکل جدا ہی پس یہہ ہماری مجیب کے فارسی دانی اور
خوش فہمی ہی کہ دونو کو ایک سمجہہ گئے - پہر ان باتون پر کیا کچہہ دعوی انصاف ہی ہان اگر
آپ انصاف سے اپنی یہان کی روایات و عبارات کو ملاحظہ فرماوین تو معلوم کرلین کہ اونسے
عدم اشتراط النص ثابت ہوتا ہی زیادہ تکلیف کی ضرورت نہین صرف نہج البلاغۃ کی شرح
ابن میثم کو ملاحظہ فرمالیجیے - (۱) المیثاق[1] ما لزمہم من بیعۃ ابی بکر بعد القاہا ای فاذا
میثاق القوم قد لزمنی فلم یمکننی المخالفۃ بعدہ - اس عبارت کو بغور دیکہیے اور فرمائیے کہ خلافت
صدیقی آپکی نزدیک بہر حال غیر منصوصہ ہی تو پہر خلافت غیر منصوصہ کا میثاق لازم کیونکر
ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اشتراط نص باطل بلکہ یہہ ہی دلیل بطلان اشتراط عصمت و افضلیت
کو بہی مثبت ہی اور اس دلیل سے صحت خلافت صدیقی مثل روز روشن ثابت ہی (م)

[1] میثاق وہ ہی جو کہ آپ پر بیعت ابی بکر اوسکی واقع کرنیکے بعد لازم ہوگئی یعنی جب قوم کا عہد مجہپر لازم ہوگیا
پہر اوس سے کیسے مخالفت مجسے ہو سکی ؟

(۲) اس خطبہ میں جسکی ابتدا یہہ ہی ومن خطبة له لما اختصمهم روایت نقل فرماتے ہیں الائمة
من قریش جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کو عام قریش میں ثابت فرما دیا تو
بعد اسکے دعوی تخصیص بنص ائمہ اثنا عشر میں محض تراشی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے اور خود آپنے
وہ نص جسکے ثبوت کا دعوی فرماتی ہیں اسکی مخالف ہے شارح ابن میثم کے جواب کو بھی جو آپنے
افادہ فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیگا۔ (۳) وہ خطبہ جسکی ابتدا یہہ ہی ومن کتاب له
الی معویة اما بعد فقد اتتنی منک موعظة اسکی شرح میں علامہ ابن میثم نے جو خط حضرت
امیر کا نقل کیا ہے وکنت امرأ من المهاجرين اوردت كما اوردوا واصدرت كما
اصدروا وما كان الله ليجمعهم على الضلال ولا يضربهم بالعمى اس عبارت سے صاف
ظاہر ہی کہ جب مہاجرین کا اجماع خطا پر نہیں ہو سکتا تو نص کا اشتراط باطل ہوا (۴)
اسی خطبہ میں اسکے بعد یہی مذکور ہے واما ما ميزت بين اهل الشام واهل البصرة وبينك
بين طلحة والزبير فلعمري ما الامر في ذلك الا واحد لانها بيعة واحدة لا يثنى فيها النظر
لانها الخ اس عبارت کو بنظر تامل دیکھا جائے معلوم ہوگا کہ کس صراحت سے اشتراط نص کو
باطل کرتی ہی اور اگر انصاف وجوانب کلام کو ملحوظ خاطر رکھیگا تو یہہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ یہہ
دلیل من باب مجارات الخصم نہیں ہے (۵) یہہ اصل مذہبی اولی ہے کہ اگر معاذ اللہ خدا تعالی
و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نص امامت واجب ہوتی تو وہ عام طور پر اسطرح
نص فرماتے جسمیں کوئی خفا باقی نہ رہتا۔ بلکہ جیسا ہر اصول دین سے تھا اور جب آئندہ نزاع
ہونیوالا تھا تو ضرور تھا کہ اکثر مجالس نشست و برخاست میں اسکی نسبت تصریح
فرماتے بلکہ قرآن منزل میں بطور وحی متلو کے نازل ہو کر زبان زد ان کا ہو جاتا ضرورت ہوتا کہ

۱؎ امام قریش میں سے ہیں ۱۲ ۲؎ میں بھی ایک شخص مہاجرین میں سے ہوں جہاں وارد ہوا میں جسطرح وہ وارد ہوئے
اور پھرا جسطرح وہ لوٹے اور اللہ انکو گمراہی پر اکٹھا نکریگا۔ اور انکو حق سے اندھا نہ بنائیگا ۱۲ ۳؎ لیکن تونے جو کچھہ اہل شام
اور اہل بصرہ میں اور اپنے میں اور طلحہ و زبیر میں فرق بیان کیا پس اپنی جان کی قسم حقیقت یہہ ایک ہی امر ہے کیونکہ ایک بیعت ہے ۱۲

اور اوسمین ہر ایک امر کا نام تک بیان کیا جاتا تاکہ پہر کسیکو اوسمین مجال شبہ اور انکار باقی
نرہتی - اور اگر بالفرض تفصیل تشخیص کی صورت مین اور ترک اسمین مخالف ہوتی نزشبہ
خصوص امامیہ کی تو باہم کچہہ اختلاف واقع ہوتا لیکن جب انکی بہی باہم تکاذب و تجاذب
پایا جاتا ہی - تو اس سی صاف یہہ نتیجہ نکلتا ہی کہ یہہ محض بنائی ہوئی باتین ہین نص نبوی
کسیکو واسطی نہین ہوئی پس نص یہہ ہی کہ جو نہج البلاغۃ مین باین الفاظ مروی ہی کہ
الائمۃ من قریش اور نص وہ ہی جو آیات کلام مجید اور احادیث مرویہ اہل سنت سی ثابت ہی
(٦) محمد بن حنفیہ اور امام سجاد کا باہم تنازع اور حجر اسود کا حکم دینا صاف دلیل ہی کہ
امامت منصوص نہین ورنہ کیا محمد بن حنفیہ پر بہی مخفی ہوتا جو جناب امیر کا اشد نزدیکی تہا ور
اگر محمد بن حنفیہ کو معلوم تہا تو نہایت مستبعد ہی کہ نص خداوندی و رسالت پناہی مین تردد یا
جرا فرمائی اور حجر اسود کو فیصلہ کو منظور کر لیا حجر اسود کی فیصلہ کی نسبت اتنا اور بہی یاد رکہنا کہ
اسمین بہی باہم اختلاف ہی بعض کہتی ہین کہ حجر اسود نے امام سجاد کی امامت کی تصدیق کی
اور بعض کہتی ہین کہ امامت محمد بن حنفیہ کی شہادت دی جسا ور انکی اور بہت دلائل ہین بوجہ
عجلت وقت انکی نقل کی فرصت نہین دیتا اسلیئی اسی پر اکتفا کرتا ہون - **قولہ** نمبر
بارہ مین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تیسری دلیل یعنی اسی مقصد فصل مقدم مین کہ
یہنا تحریر فرمائی ہین دلیل ثالث آنکہ فن مغازی را تتبع نمودہ باشد بدانستہ میداند کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہرگاہ برای غزوہ از مدینہ منورہ سفر میفرمودند شخصی را حاکم مدینہ میکردند
بر مسلمین اگہی ہمی گذاشتند پس چون کوس رحلت از دنیا نواختند وغیبت کبری
پیش آمد آن سیرت مرضیہ خود را چرا از امات نفرمایند اگر تامل کنی در رفتار آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم تند رو ندگذاشتن است بغیر نسق محال دانی واگر مصالح عالم سبب
بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدرست مبین نظر ولری شاعر گذاشتن بنی آدم بعد
سعی بلیغ در تربیت واصلاح آنہا تہافت وتناقض انگاری واگر بسیرت علیہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم در نصب حکام و قضات و تفویض ہر امری بمستحق آن نظر بر کمال علم
استخلاف بعد و کردن و بنا بستن گرد ہمت بعد شماری استقرا اکثر افراد و احوال و حکم کردن
بموجب آن در افراد و احوال باقیہ کہ از ادلہ خطابیہ است کہ در معرفت احکام تا بآن اکتفا نمیتوان
کرد و قصص نصب ثواب بعد برآمدن در غزوات از آن واضح تر است کہ بنقل رشتہ از آن
احتیاج افتد انتہی یہہ دلیل بھی نہایت متین لطیف ہے اگر اہل حق یعنی اہلسنت
یہہ دلیل بیان کرتے تو حضرات شیعہ کیا کیا کچھہ نہ کہتے اور حماقت و عقل کے سخافت کی منسوب
کرتے عقل و نقل کے خلاف فرماتے مگر چونکہ حضرت شاہ صاحب نے یہہ دلیل بیان فرمائی ہے اب
مجال نہیں کہ اس کے طرح تصحیح میں چون بھی کر سکیں ۔ **اقول** اس ضعیف اور واہی
استدلال پر ہماری حبیب لبیب کا یہہ نازو افتخار و جوش و خروش قابل تماشا ہے ابھی حضرت
میر صاحب جناب کو اسکی ابھی کچھہ خبر ہی کہ وہ مدعا جسپر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
اس دلیل کو اپنا مستدل قرار دیا ہے کچھہ اور ہی اور وہ مدعا جسپر آپ اس دلیل کو کھینچا تانی
کر گئے ہیں بیٹھے میں کچھہ اور ہی باہم ہر دو دعووں کی تغائر دیتا میں ہے گستاخی معاف پھر اگر
اہلسنت حماقت و سخافت عقل کے طرف آپکو منسوب نکریں اور تحمیق و تجہیل نکریں تو اور کیا
کریں کیونکہ حماقت کی کام پر کچھہ تحمیق ہی نہیں ہے ۔ اور تغائر حضرت شاہ صاحب کے دعوی کا
آپکے دعوی سے ایسا بدیہی ہے کہ محتاج بیان نہیں اور ما قبل میں ہم کسیقدر بیان بھی کر آئے
ہیں اب بھی اگر شک ہے تو کسی فارسی خوان سے دریافت کر لیجیئگا عبارت ازالۃ الخفا
کو پڑھکر ان شاء اللہ تعالیٰ آپکو بتلا دیگا ۔ اور اسی دلیل کا آپکی مدعا میں جاری ہونا یہہ بھی ایسا ہی
بدیہی ہے چنانچہ اسکیطرف آپ بھی متنبہ ہوئی اور آئندہ عبارت میں بزعم خود اس اعتراض
کی دفع کرنے میں تمام علم اصول و معقول کو خرچ کر ڈالا ۔ چنانچہ اسکی کیفیت ہم اسی
قول کی شرح میں آپ پر اور ناظرین پر واضح کرینگی چونکہ یہہ دلیل متین اور لطیف حسب
اقرار سامی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدعا کو پوری پوری مفید و مثبت ہے

اور کچھہ کہنا ایسی چون وچرا کی ہمت نہیں ہے کہ ہم کو کچھہ تامل ہو نہ آپ بہی کچھہ چون کر سکتے ہین لیکن
آپ کی مدعا کو جو شاہ صاحب عمر کی دعا کی مانند ہے ہرگز نسبت نہیں ہے بحول اللہ و قوتہ اسکی
نسبت آپ سب کچھہ تسویہ کر سکتے ہین اور سب کچھہ کہہ سکتے ہین لیکن جناب کا یہہ خیال کہ یہہ
دلیل چونکہ شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہے اسلیے اسمین چون وچرا نہین کر سکتے محض غلط ہے منشا
اسکا یہہ ہے کہ اہل سنت کی کتابون کو بنظر ملاحظہ نہین فرمایا ہمیشہ اہل سنت قول راجح کی تقویت
اور ضعیف کے تضعیف و ترضیف کرتے رہتے ہین اگر آپ ازالۃ الخفا کو بہی دیکہین گے تو اس دعوی کو
ثبوت پائینگے۔ قولہ اگرچہ شاہ صاحب کی پہلی کلام اس دلیل مین استقرار کیطرف راجع ہے
لیکن شروع کلام صریح دلالت کرتے ہے کہ یہہ دلیل قیاس بالاولویت ہے بالاتفاق معتبر ہے
اور عقل بہی کو اسکی اعتبار پر صراحۃً دلالت کرتے ہے راجح ہے۔ اقول یہہ ہی قول ہے جسمین
ہماری مجیب لبیب نے بنا میم اصول خرچ فرمایا اور چند اصطلاحات بطور دفع دخل مقدر ذکر فرمائے
لیکن بقول مشہور ہنوز دلی دور است مطلب کو پہونچنا تو درکنار ایسی غلطیون مین غلطان و پیچان ہوئے
کہ جو حضرت کے دعوی فضل و کمال مسلم و اجتہاد کی نقیض ہے واضح دلائل ہین پس واضح ہو کہ
فاضل مجیب نے اس دلیل کو قیاس بالاولویت فرمایا اور یہہ محض خطا ہے کیونکہ قیاس بالاولویت اگر
تسلیم کرلین کہ قیاس ہے اسجگہ ہرگز جاری نہین ہو سکتا اسکی مثال جو بالاتفاق ائمہ اصول سے ثابت
حرمت ضرب کا شتم ہے جو بالاولی حرمت تافیف سے مفہوم ہوتی ہے اسجگہ اصل مین حرمت کا
حکم منصوص ہے کہ نص قرآنی نے تافیف مثل حرمت ثابت بیان فرمائی تو چونکہ اصل مین
یہہ حکم قطعی ہے اور فرع مین بالاولویت ثابت ہوا تو قطعی ہوا بخلاف دلیل مذکورہ کے کہ اسمین
نہ اصل اصل ہے نہ فرع فرع نہ اول ہین جسکا حکم وجوب منصوص قطعی ثابت ہے بلکہ نص سے وجوب ہی ثابت
نہین پس جسکو فرع قرار دی کیسا ہے اوسمین کیونکر وہ حکم یعنی وجوب قطعی کی ثابت ہو گا
تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ احوال سیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سفر غزوات وغیرہ
مین پائی جاتے تہی اس امر پر دال ہین کہ آپ نے جب کبہی سفر فرمایا تو کسیکو مدینہ پر خلیفہ و حاکم

مقرر فرمایا اب اسکو بنظر غور ملاحظہ فرمائیے کہ آپکی قیاس بالاولویت کی اگر اصل ہی تو یہ ہی سفر
غزوات وغیرہ ہی پس انکی اصالت کو دیکھیے اور یہہ دیکھیے کہ اسمین حکم کونسا ہی اور وجوب اسکا
کس دلیل سی ثابت ہی اور علت اوس حکم کی کیا ہی اور جبکہ اصل کی یہہ کیفیت ہی تو فرع
کی کیا حالت ہوگی پس اسکا قیاس بالاولویت کہنا صریح غلطی ہے علاوہ ازین لفظ لیکن
کو ساتہہ جملہ سابقہ کا استدراک فرمایا جسکا حاصل یہہ تہا کہ شاہ صاحب کی آخر کلام
استقرار کی طرف راجع ہی اگر اس استدراک سی یہہ غرض ہی کہ ہرگاہ شروع کلام اس دلیل
کی قیاس بالاولویت ہونی پر دلالت کرتی ہی تو راجع الی الاستقرار ہونی کا اعتبار نہ ہا
تو یہہ بہی غلط ہی کیونکہ آخر کلام اول کلام کے لیے معتبر ہوتی ہے نہ بالعکس سو قیاس بالاولویت
ہونا باطل ہو نہ رجوع الی الاستقرار۔ معہذا جبکہ دارمدار تتبع و استقرار احوال پر ہی ہی تو
اوسکو کوئی کیونکر رفع کرسکتا ہی اور اگر غرض یہہ ہی کہ قیاس بالاولویت جو شروع کلام سے
مفہوم ہوتا ہی وہ اس دلیل مین بجائی خود معتبر ہی اور رجوع الی الاستقرار جو پچہلی کلام سی
معلوم ہوتا ہے وہ اپنی جگہ معتبر ہے اور ایک دوسری کو مزاحم ومصادم نہین تو
اوس سی بہی زیادہ بدیہی غلطی ہی کیونکہ یہہ ایک دلیل ہی جو اعتبار قیاس بالاولویت
اس دلیل کے قطعی ہونی کو مستلزم ہے اور اعتبار رجوع الی الاستقرار اسکی ظنیۃ کو مقتضی ہی
تو ایک ہی دلیل قطعی ہی ہوئی اور ظنی بہی معہذا اتنا تو آپ ہی جانتی ہونگی کہ قطعی
اور غیر قطعی سے مرکب قطعی نہین ہوسکتا پہر معلوم نہین کہ اس استدراک نے آپکو کیا
فایدہ دیا اور بفرض محال اگر قیاس بالاولویت ثابت ہی ہو تو آپکو کیا مفید ہی اسکی بعد
اسقدر اور گذارش ہی کہ یہہ بہی ضد آسم رای عالی ہی کہ قیاس بالاولویت کو قیاس کہنا
صرف علامہ طوسی[1] کے نزدیک ہی ورنہ آپکی یہان محقق وغیرہ سے اسکی قیاس ہونے سے
انکار کیا ہی معالم الاصول بحث قیاس مین مذکور ہی — ذہب العلامۃ فی التہذیب وکثیر من العامۃ

[1] علامہ طوسی تہذیب مین اور بہت لوگ عامہ مین سے اسطرف گئے مین ١٢

الی ان تعدیت الحکم فی تحریر التانیف الی انواع الاذی الزائدۃ عنہ من باب القیاس وسموہ القیاس الجلی وانکر ذلک المحقق وجمع من الناس - اور جو لوگ کہ اسکو قیاس ہونیکے منکر ہین وہ اسکو مفہوم الموافقہ اور فحوی الخطاب وغیرہ اسماء سے مسمی کرتے ہین اس سے یہہ بہی معلوم ہو سکتا ہی کہ یہہ بجز نصوص کے دوسری جگہ جاری نہین ہو سکتا پہر معلوم نہین ہماری فاضل مجیب باوجود علم و فضل ایسی کیون بہکے کہ اپنی اصول و فروع کی بہی خبر نہ رکہی - ہم نے مانا کہ حضرت کا قیاس باولویت عقلاً معتبر ہے لیکن کہان معتبر ہے جسجگہ جاری ہو اوسجگہ معتبر ہی یا جسجگہ جاری نہو وہان بہی اسکو معتبر سمجہیگا اگر وہان بہی معتبر ہے تو بجز اسکی کہ اسکی اعتبار کرنے والی صرف ہماری فاضل مجیب ہی کی عقل ہو اور کسی فرد بشر کی نہوگی واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ** اور سینی پہر اسی صفحہ مین فرماتے ہین دلیل رابع اگر شریعتی را کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برای دفع مفاسد عالم و اصلاح جہانیان بیاورد بچشم عبرت تتبع کنی شک نداری درانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آن اقترابات کہ از اولہ بنی آدم را از حضیض بہیمیت باوج ملکیت رساند بیان فرمودہ بعد از آن ہرچہ حاجت این نسل از آداب معیشت و مکاسب و معاملات و تدبیر منازل و سیاست مدن ہمہ را مشروح ساختہ ہر نا شایستی کہ در انجا بود از آن منع و زجر نمودہ و از آن ہمہ گذشتہ تحسینات و سد ذرائع مفاسد و دواعی اثم را بوجہ اتم مبین گردانید و ہر چیزی بیان کردہ ارکان و شروط و آداب مفصل ساختہ مثل این حکیم دانا و مشفق مہربان عقل تجویز میکند کہ است خود را در عین مہلکہ بسپارد و تدبیر خلاص ایشان نفرماید در غزوہ تبوک متوجہ شام شود اشارہ قوۃ غضبیہ و سیہ کینہ و ایشان را تخویف نماید و نامہ بکسری نویسد کہ آتش غیرت بسبب آن بدماغ او رسد و وی از کمال رعونت خود قاصدی پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرستد و قصد اہانت کند و متنبیان مانند مسیلمہ کذاب

ف کہ اوس حکم کا تعدیہ صورت تانیف سے ہر انواع تکلیفات کیطرف جو تانیف سے زائد ہین باب قیاس سے ہی اور اسکا قیاس جلی نام رکہا ہی اور محقق اور ایک جماعت نے اسکے انکار کیا ہی ۱۲ -

واسود عنسی از زمین عرب برخاسته باشند و مردم ضعیف الاسلام در پی تردیج کفر افتاده باشند
و سور قرآن مانند عصا فیر در دست مردم پراگنده باشند بحکمت این حکیم دانا و رافت این مشفق
مهربان مناسبت دارد که تدبیر اصلاح عالم نا کرده امت خود را زیر نسق خلیفه نسپرده از عالم
بگذرد - سوال اگر گوئی همه احکام در شرع مبین نشده است بلکه بسیاری از احکام بقیاس مجتهدین
حواله گذاشته اند نصب خلیفه هم از احکام غیر مبینه باش گو - جواب گوئیم چیزی که در زمان
آنحضرت صلی الله علیه وسلم واقع بود خبر آن بآن حضرت رسیده لابد اصلاح آن حضرت صلی الله
علیه وسلم فرموده است اگر خیر است تقریر نموده و اگر شر است منع فرموده والا تقریر بر معصیت
لازم آید و آن محالست بتضادم عصمت و چیزیکه قریب الوجود و قریب الحصول بود آنرا بیان
فرموده آری آنچه بعید الوقوع است اثارت شبهات بآن نکرد و آن عین رحمت است احکام
بقیاس مجتهدین حواله کرده اند آن وقایع بعید الوقوع است نه قریب الوقوع و اقعه که تقریر
آن کردیم قریب الوقوع است پیش پا افتاده که هر عاقلی وقوع آنرا عنقریب بعد عنقریب میداند نشستان
بین القبلتین باز بر قیاس مجتهدین آنرا حواله کرد که عقل به تحقیق آن مشتغل باشد نه آنچه تعبدی
محض باشد و تعیین خلیفه که در زمان آینده تا تغییر و تبدیل نکنند وسعی او مفید مطالب
مقصوده باشد امری موکول بترجمان لسان غیب که عقل را مدخل نتوان بود - انتهی غور فرمایئے
کہ اس دلیل کا ہر حرف ہماری مدعا کو کیسا ثابت کرتا ہے اور وہ چاروں اصول انعقاد بیعت
خصوصاً اصل اول کہ حضرت شاہ صاحب نے اس کتاب کے شروع میں لکھے ہیں کیسے بیان مشورا
ہوگئے بخوف طوالت زیادہ نہیں لکھ سکتے۔ **اقول** یہہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ
ہمارے فاضل مجیب کے مدعا سے بمراحل بعید ہے کیونکہ اولاً یہہ دلیل بھی دلائل خطابیہ میں سے ہے
اور ظنی ہے تو اس مدعا کو جو اصل اصول دین میں ہے ہرگز مثبت نہوگی - ثانیاً جو نص
کہ اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہے یا اوس نص پر محمول ہے جو مدعا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کا ہے اور یا اوس نص پر حمل کیجیگا جو ہمارے فاضل مجیب کا مقصود بالاثبات ہے اگر بفرض

ابطال دلیل اول فاضل مجیب

احتمال وہی نقص مراد ہو جسکی اثبات کی مجیب در پی ہین تاہم مانع کو گنجایش ہی کہ وہ اس استدلال کو منع کری اور وہ یہہ کہی کہ محتمل ہی کہ وہ نقص مراد ہو کہ جو مدعا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہی اور قاعدہ ہی اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال تو یہہ استدلال جب تک کہ رفع احتمال کیا جاوی باطل ہوگا اور اس احتمال کا رفع ہونا محال ہی اور ظاہر ہی کہ اگر اس نقص کو اوسپر محمول کیا جاوی جو شاہ صاحب کا مدعا ہی اور بروی عقل و نقل اسی پر محمول ہی تو اس صورت مین اس دلیل سی ہماری مجیب کے مدعا کی ثبوت کی کوئی سبیل نہین۔ باقی رہا یہہ جو آپ فرماتی ہین کہ اس دلیل سی چارون اصول انعقاد بیعت کہ خصوصاً اصل اول ہبا منثورا ہوگئی سو یہہ ہماری فاضل مجیب کے خوش فہمی سی منشا اوسکا یہہ ہی کہ اول نقص سی وہ نقص سمجھی جو اپنا مدعا تھا بعد اوسکی یہہ سمجھی کہ یہہ نقص انعقاد کی کافی تھی حالانکہ یہہ ہر دو امر فاسد تھی نہ نقص سی وہ نقص مراد ہی جو مجیب نے سمجھا ہی اور نہ یہہ نقص انعقاد کے لیئی کافی ہی کیونکہ یہہ نقص محض کاشف وقائع اور مثبت استحقاق ہی پس بطلان اصول کا دعوی محض غلط فہمی سی ناشی ہے اور بنا فاسد علی الفاسد۔

قولہ پہر صفحہ ۲۷۴ مین فرماتے ہین دلیل خامس غلبہ بر جمیع ادیان در رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منطوی بود کما قال عز من قائل هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ وکما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالتواتر انہ بشر بفتح فارس والروم فی اول بعثتہ بمکۃ وفی اول قدومہ بالمدینۃ وعند وفاتہ وآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تقریب عباد بآن فریضۂ مفترضہ نکنند ادای واجب کردہ باشند حاشا من ذلک زیرا کہ فتوح فارس وروم لازم آن قبیل نیست کہ بدون نصب خلیفہ راشد میسر شود پس حق ایجاب خلیفہ انتی خلیفہ کان کفایت نمیکند زیرا کہ برای امر قربت بر نفسی مساعد نیست سخن با غیر سنتی مشتبہ ست و فرد اختیار برای کسی زدن کہ برای آن موفق باشد و آن امر بروی میسر گردد از علوم امتیان بیرون ست و مقدمۃ الواجب واجبۃ گفتند

رویت معلوم آنحضرت صلی الله علیه وسلم بود که پیدا شد فی است نزول یا ایها الذین آمنوا
من یرتد منکم عن دینه و اول این فتنه در زمان شریف ظهور کرد که مسیلمه کذاب و اسود عنسی
سر برداشتند و بالقطع معلوم بود که آن متنبیان و مرتدان اگر دست یابند ملت اسلام را برهم
زنند و مسلمانان را استیصال سازند دفع این فتنه سوای نصب خلیفه راشد ممکن نیست و نه هر خلیفه
باشد بلکه شخصی عزیز القدری که تدبیر غیب برای این امر عظیم تعیین فرماید و دفع ضرر واجب است
و حقیقت حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم بطریق تقریب بخیر و تبعید از شر متحقق نمیشود و قال الله تعالی
اذ قالوا لنبی لهم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل الله۔ اگر درین آیت فهم خود را کار فرما شوی
بدانی که مقاتله با کفار استبداد و وقوف بنصب خلیفه امکان نیست و هر خلیفه آن قائم نتوانند شد
بل واحد بعد واحد و تمیز این واحد از عقول عامه خارج است پیغامبری باید که از تلقی غیب تعیین
آن نماید و فتنه اختلاف ظاهربینان در تعیین خلافت فرو نشاند و آتش شغب قدح کنندگان
بعض معایب عرفیه و مثالب رسمیه بآب زلال معارف حقه اطفا نماید و اگر تاریخ ملوک را بخوانی
البته بدانی که در مثل این حالات مضطر شده اند بنصب پادشاهی عزیز الوجود و در تعیین آن پادشاه
گاهی بدلیل نجوم متمسک میشدند و گاهی بر رؤیا و استخاره و گاهی بفراست حکیمی یا بر کهانت او اعتماد
داشته باشند۔ جزئیات این قصص از حد شمار بیرون است و اگر یاد نداری مگر قصه رای زدن
زال و دستان بعد قتل نوذر و گفتن او۔ بیت۔ نزیبد بهر پهلوی تاج و تخت * بباید یکی
شاه فرخنده بخت * که باشد برو فره ایزدی * بتابد ز گفتارش بخردی * و در آخر کار
بر زو طهماسب اتفاق نمودن و قصه ضعف سلطنت کاوس در وقت پیری او و خواب دیدن گودرز
که اصلاح سلطنت فارس بخلافت کیخسرو خواهد بود و گیو را فرستادن برای آوردن کیخسرو از
اقصای توران این نیز کفایت میکند۔ انتهی۔ اقول۔ اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ان فصیح
کلموں اور ان عمدہ عبارتوں سے حضرت شاہ صاحب کا کیا مطلب ہے مگر الحمد للہ کہ یہ بھی
تقریریں ہمارا مدعا ثابت اور آپکا مطلب باطل کرتے ہیں کیونکہ جب ان دلیلوں سے خلیفہ ہمہ

نص کا وجوب ثابت ہوگیا تو ہمارا مطلب بکمال وضوح حاصل ہوا اور اس باب مین آپکی تمام شبہین بھی
دفع ہوگئیں۔ **اقول** یہہ دلیل بھی مثل دلائل گذشتہ کے ہرگز آپکی مثبت مدعا نہین ہے
اور اگرچہ آپ اس دلیل کی تعریف فرماتے ہین اور اسکو تسلیم کرتے ہین اور اپنا مثبت مرام
اعتقاد کرتے ہین لیکن فی الحقیقت اگر آپ نظر غور سے ملاحظہ فرمائینگے تو آپکو واضح معلوم
ہوجائیگا کہ یہہ دلیل آپکے خرمن مطالب کے لیے صاعقہ آتش بار ہے کہ جسنے اصول مطالب کا
بیخ و بن سے استیصال کردیا قطع نظر مفاسد استدلالات سابقہ کی جو یہان بھی لازم آتی
ہین اس اجمال کی شرح ذرا گوش انصاف وہوش سے سنیے واضح ہو کہ مختصر اخذ اسکے مطلب
دلیل یہہ ہے کہ خداوند تعالے شانہ کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے دین اسلام کا
جمیع ادیان پر غالب کرنا منظور تھا چنانچہ لیظہرہ علی الدین کلہ ارشاد ہوا اور نیز وعدہ تھا
کہ دین اسلام کو تمکین کامل دینگے اور خوف کو زائل کردینگے اور اسکی جگہ امن تام عطا فرمائینگے پس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم بقا کیطرف رحلت فرمائی اور یہہ امور حجاب قوۃ سے
منصہ فعلیت پر جلوہ گر نہوئی کیونکہ خود دو سلطنتین عظیمہ پہلو بہ پہلو تھی وہ اسوقت تک
اسی قوت وشوکت پر تھی کہ جنکو ہر طرح غلبہ تھا اور اونسے امن ہونا عقل سلیم ہرگز تسلیم
نہین کرسکتی تھی تو لامحالہ ایسے شخص کی ضرورت ہوئی جو نبی کے قائم مقام ہو اور اوسکا
فعل بمنزلہ فعل رسول ہو اور مراد خداوند تعالے کی ظہور کا جارحہ بنے یہہ دو سلطنتین پامال
ہون مرتدین نے جو اوسوقت سر اوٹھایا تھا اونکی سرکوبی فرمادی اور آتش فتن معاندین کو با
تدابیر حسنہ سے فرو کری اور جسقدر امور داخلی وخارجی مین تشتت ہو اوسکو منتظم فرمادی
اور ایسے شخص کا دریافت ہونا عقول وا مرسے خارج ہے تو ایسی ضرور ہے کہ ایسے عزیز الوجود کو
خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عنیت تلقی فرماکر تعین فرمادی کہ جسکی ہاتھہ پر یہہ مہمات
سر انجام ہون اب ہمکو بعد اس دلیل کے مطالب کو آپکی ائمہ کی حالات سے مطابقت کرکے
دیکھتے ہین تو مثل روز روشن واضح اور ہر شخص پر معلوم ہوتا ہے کہ اون حضرات کے

[illegible]

ہاتھوں نہ روم فتح ہوا نہ فارس فتح ہوا نہ مرتدین کی بیخ کنی ہوئی نہ اسلام غالب رہا نہ شائع ہوا
نہ دین کی تمکین ہوئی نہ خوف زائل ہوا نہ امن حاصل ہوا بلکہ برخلاف اسکی ہمیشہ خائف
و مختفی و غیر مامون رہی دین ہمیشہ مغلوب رہا کفار و منافقین کی خوف سے ہمیشہ جھوٹ
بولتی رہی اور غلط مسائل امت کو بتلاتی رہی ثقل اعظم آجتک تیرہ سو برس گذر گیی وہی
محرف اور غلط امت مین مروج رہا کبھی اوسکو نہ سنبھالا ثقل اصغر کے ساتھ کیا کچھ سلوک
ہوئی اور کچھ اوسکا چارہ نہو سکا بلکہ خلعت خلافت حقہ اپنی بدن ہی سے جدا کرکے ایک ایسی
غیر مستحق کو عطا فرما دیا کہ جس سے کیا کچھ دین اسلام مین فتن پھیلی کہ جنکی نظیر شاید عالم
مین ہو پھر کیا ایسی ہی اشخاص غیب سے انصرام مہمات کے لیے متعین ہوئی ہین اور ایسی ہی
حضرات معاذ اللہ بقول آپکی جو انحطاط دولت دین کے چارہ ہوئی سبب غلبہ دین کے
ہو سکتی ہین سبحانک ہذا بہتان عظیم ہم کہانتک عرض کرین در خانہ اگر کس است یک حرف
بس است پس اگر بفرض محال اس دلیل سے وجوب نصب مدعا بھی ثابت ہو جاوی تو اوسکا
مصداق کونسی ائمہ کو قرار دیجیگا۔ اور ثبوت اشتراط نص محال ہی وجوہات گذشتہ سے
یہہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہی اعادہ کی ضرورت نہین۔ **قولہ** اگرچہ کسیقدر طول ہو گیا
مگر شاہ صاحب کا ایک دقیقہ اور سن لیجیے پھر فضیلت کے دلائل گوش توجہ سے اصغا فرمائیے
انصاف کرنا آپکا کام ہی عبارت مسطورہ کی متصل یہ فرماتی ہین و اینجا دقیقہ ایست
اگر فہم کنی اکثر معضلات آسان شود سنۃ اللہ جاری است بر آن کہ چون اکثر خلق
بشدتی در مانند مدبر السموات والارض الہامی بالتقریبی می فرستد تا اصلاح عالم بآن تدبیر
و رفع شدت صورت گیرد بعث رسل و نصب مجدد دین بر سر مائۃ و چیزہای بسیار متفرع
بر ہمین اصل است سری کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در وقت غلبہ کفر در آفاق
تقاضا کردہ است۔ کما جاء فی الحدیث القدسی ان اللہ مقت عربهم وعجمهم الا بقایا من اهل الکتاب
وانی اردت ان ابتلیک وان ابتلیهم بک الحدیث

ہمان سرچون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از عالم ادنی بعالم اعلی انتقال فرمودہنوز فہم این
حق چنانکہ می بائست نشدہ و اسباب اختلال دین حق بہم رسیدہ باشد کہ بہمہ قطع از نو می بکشاد
کشاد و تعیین خلیفہ ثم خلیفہ نمود تا آنکہ مراد حق تمام شد و موعود او منجز گشت و چنانکہ معرفت
شخصی کہ متحمل اعبار نبوت میشود از علوم بشر خارج است و لہذا جاہلان گفتند لولا نزل
هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم ہمچنان معرفت شخصی کہ اعبار خلافت حمل نماید و آن را
حق بکمال رساند مقدور بشر نیست انچہ تدبیر غیب است کہ از پس پردہ کار ہا میکند و لابد
کہ پیغامبر آن شخص معین ارشاد فرماید انتہی بقدر الحاجۃ - یہہ کلام بلاغت نظام اس مطلب کے
مطلب کو نہایت ہی صراحۃ ثابت کرتے ہیں اور طالب حق کو ہدایت کے منزل پر پہونچاتی
ہیں کیونکہ اس سے بذریعہ وحی یزدانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا مراد
وا علی پر بالوجوب ثابت ہوا یہہ بہی صاف ظاہر ہی کہ انسان کا مقدور نہیں کہ متحمل
اعبار خلافت اور بانی مسند امامت کو پہچان سکے **اقول** اس کلام بلاغت نظام کی
نسبت جسقدر تعریف و توصیف مدح و ثنا فرمائی بجا و درست ہی وہ اسی کے قابل ہی لیکن مین
اس تعریف کے نسبت وہ کہتا ہون جو جناب امیر رضی اللہ عنہ نے کسی موقع پر فرمایا ہی
کلمۃ حق ارید بہا باطل اگرچہ دلائل سابقہ کی جوابات مین آپکی تمام استدلالات کا بخوبی ابطال
ہوچکا ہی لیکن یہان بہی استدلال مسلمہ مرقوم ہی کہ یہہ جو آپ فرماتے مین کہ اس سے بذریعہ
وحی یزدانی و ارشاد رسول ربانی خلیفہ کا منصوص علیہ ہونا بالوجوب ثابت ہی یہہ بالکل غلط
کیونکہ ظاہر ہی کہ وجوب سے مراد حسب قاعدہ وجوب علی اللہ ہی اور اس دلیل سے وجوب
علی اللہ کا عدم ثبوت اجلی بدیہیات سے بہی زیادہ واضح ہی بلکہ وجوب علی اللہ کا ابطال
جابجا قرآن مجید اور احادیث رسول کریم صلوات اللہ علیہ وسلامہ اور اقوال ائمہ سے ثابت
معہذا اگر معاذ اللہ خدا تعالے پر بعث رسل و استخلاف ائمہ واجب ہی تو اوسکی علت غائی
یہہ ہی کہ عالم کے اصلاح ہو اور وہ شدت کہ جسمین لوگ مبتلا ہون رفع ہو جاوی تو اصلاح

عالم کی پیشتر واجب ہوئی اور جب اصلاح عالم کی خدا تعالی پر واجب ہوئی تو پہر وقوع فساد بجز اسکی
کیونکر ممکن ہی کہ خدا تعالے لے تارک واجب ہو تو جب وقوع فساد ممکن نہوا تو بعث رسل کی کیا
ضرورت رہی اور اوسکا وجوب محض لغو ہوگیا تو وجوب نفس خود اس دلیل سے باطل ہوگیا
علاوہ ازین جو عبارت کہ مابعد متصل اس عبارت منقولہ کے مذکور ہی اور جسکو ہماری فاضل مجیب نے
اپنی مخالف مطلب سمجھکر نہین لکھی ہی وہ خود اس استدلال کو بیخ وبن سے اوکھاڑ رہی ہی
حضرت شاہ صاحب رح اس عبارت منقولہ کے بعد یہی فرماتی ہین ۔ واگر فرض کنیم کہ بعض انواع
تعیین بگذارد وآن نخواہد بود الا از جہت اعتماد بر تکفل الہی کہ یابی اللہ والمومنون الا ابابکر اس سے
صاف ظاہر ہی کہ جب کہ خداوند تعالے شانہ اسکی سرانجام کا متکفل ہوچکا تو ضرورت نہین ہی
کہ تعیین وتخصیص خاص فرماوی تو وہ نص جسکی آپ تمام عبارت مین دربی اثبات ہین ہباء
منثورا ہوگئی ۔ انکو چاہئی کہ آپ خاص نص مدعا یہ کہ نبوت کی لئی دلیل کے فکر فرماوین ورنہ
دلیل عام کے ضمن مین مدعا خاص کا ثبوت محال ہی ۔ اور یہہ جو آپ فرماتی ہین کہ بشر کے مقدور
نہین کہ متحمل اعباء خلافت اور لائق مسند امامت کو پہچان سکی اس سے اگر مراد یہہ ہی کہ جو خلافت
کی بوجہہ کو اوٹہا سکی اور مواعید خداوندی استخلاف سے اوسکی ہاتہون پر پوری ہون اور کفار
وفجار وفساق واشرار کا ہم پیالہ وہم نوالہ نہ بنی تو مسلم نفس الواقع ایسی شخص کی پہچان مقدور
عوام الناس نہین لیکن یہہ ظاہر ہی کہ انکو کچہہ مفید نہین اور اگر مراد یہہ ہی کہ ایسی خلیفہ کی
پہچان مقدور بشر نہین ہی جو بوجہ خلافت اوٹہا سکی بلکہ کفار وفجار کی ہمیشہ ہم پیالہ وہم نوالہ
رہی بلکہ اوسکی مسامحت ومداہنت اور ضعف اور جبن کی سبب دین اسلام تباہ وبرباد ہو اور
باوجود قدرت کی کسی امر کی اصلاح اوس سے نہوسکی یا فرض کرو ایسا شخص ہو کہ جسکی نسبت
انصرام مہمات خلافت مین تردد ہوا اور یہہ معلوم نہو کہ سرانجام امور خلافت اس سے ہوسکیگا
یا نہوسکیگا تو یہہ غیر مسلم اور بیشک غلط ہی کہ محتاج دلیل نہین پہر باوجود اپنی علماء کی تصریحات دیکھنی
کے جو ائمہ کی حالات کے متعلق ہین یہہ فرمانا کہ اونکی پہچان مقدور بشر نہین

آپ ہی کے علم و انصاف پر زیبا ہی - علاوہ اوسکے اس بہچان اور عدم بہچان کا قضیہ تو خود حضرت امیر علیہ السلام نے بہی منفصل فرمادیا اور اون خطبات مین جو نہج البلاغۃ اور اوسکی شروح مین منقول ہین یہہ قصہ چکا دیا شرح اس اجمال کی یہہ ہی کہ علامہ ابن میثم بحرانی اپنی شرح کبیر نہج البلاغۃ مین اوس خطبہ کی شرح مین جسکا عنوان یہہ ہی ومن کتاب لہ علیہ السلام الی معویۃ اما بعد فقد اتتنی منک موعظۃ موصلۃ الخ فرماتی ہین وکنت امرأ من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا وما کان اللہ لیجمعہم علی ضلال ولیضربہم بالعمی جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اہل حل و عقد مہاجرین و انصار جسپر اتفاق کرلین اور مجتمع ہوجاوین وہی امام و خلیفہ برحق ہی خواہ وہ اون امور کی حصول کو جو مقاصد خلافت ہین اوسکی نسبت جسکو امام بناوین معلوم کرین یا نکرین اور بہچانین یا نہ بہچانین کیونکہ بشہادت جناب امیر رضہ اونکا اجماع ضلال پر محال ہی تو معلوم ہوا کہ حسب ارشاد جناب امیر رضہ بیعت اہل حل و عقد کافی ہی چنانچہ دوسری خطبہ مین بہی اوسکو بتصریحہ ظاہر فرمایا وانما الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی اس ارشاد سے بداہۃً واضح ہی کہ اجماع اہل حل و عقد خلاف رضی حق ہو نہین سکتا تو حسب ارشاد جناب امیر رضہ آپکا یہہ کہنا کہ ہم امام نہ بہچانین اور اوسکی منصوص ہونے پر استدلال کرین - **قولہ** پس یہہ بعینہ ہماری ہی تقریر ہی کہ ہم کہتی ہین کہ چونکہ امامت مین عصمت شرط ہی اور عصمت کا علم مقدور بشر نہین لہذا ضرور ہی کہ امام منصوص اللہ والرسول ہو - پس فرق لفظ عصمت کے ہونے نہونے مین ہی ورنہ مطلب ایک ہی

اقول اول تو یہہ ہی غلط کہ بجز عصمت کی آپکی تقریر مین اور حضرت شاہ صاحب کی تقریر مین درباب نقل کچہہ فرق نہین کیونکہ اولاً آپ اسکی جو سب علی اللہ کے قائل ہین اور حضرت شاہ صاحب اوسکی قائل نہین اور نہ کوئی عاقل مومن اوسکا قائل ہوسکتا ہی - اور ثانیاً آپ ایک نفس کے قرب حق مثبت ہین جسکا اثبات نہ عقل سے ہوسکتا ہی نہ نقل سے اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بیان سے ہرگز اوسکا اثبات نہین ہوتا - معہذا یہہ فرق جو عصمت کے ہونے نہونے کا ہی کہ خود ...

ضیاء وظلام کے فرق سے بھی زیادہ ہی کیا آپکے نزدیک کچھ فرق نہین ہی - اسکی اوپر تو دلیل
کی صحت وغلط ہونے کا مدار ہی - چونکہ عصمت خود باطل ہے چنانچہ گذارش ہوچکا اسلیے جو
دلیل اسپر مبنی ہی وہ بھی از قبیل بناء فاسد علی الفاسد اور باطل ہی اور حضرت شاہ صاحب کی
دلیل ایک ایسی امر حق پر متفرع جسمین مخالفین کو بھی چون کرنے کی گنجایش نہین ہی - ایسے
امرین مین کچھ فرق نہ سمجھنا اور اس دلیل کو بعینہ اپنی دلیل سمجھنا اور یہہ کہنا کہ ورنہ مطلب ایک ہی
ہماری مجیب صاحب جیسے مدعی انصاف کے سوا کسی دوسری عاقل کا کام نہین - **قولہ**
اگر حضرات اہل سنت ہماری تقریر لفظ عصمت کے سبب پسند نفرماوین اور اس سے گھبراوین
اور انکار کے لیے آمادہ ہون تو حضرت شاہ صاحب کی یہہ عبارتین جو اوپر مذکور ہوئی پیش نظر
رکھین اور ہماری لفظونکا خیال نفرماکر نزاع لفظی نفرماوین بلکہ مطالب کے اتحاد پر نظر کر کے
اسکو تسلیم کرین اگر ہم عبارت منقولہ از ازالۃ الخفا پر بسط سے گفتگو کرتے تو ایک کتاب ہوجاتی
ریہت طول ہوتا محض اسی خیال سے صرف اشارات ہی پر اکتفا کیا گیا حضرت مجیب صاحب
غور انکو ملاحظہ فرماوین انہین عبارت سے عصمت بھی بخوبی ثابت ہی بلکہ اگر نظر دقیق سے دیکھا
جاے تو عصمت کی ہی لیے ان امور کی ضرورت ہی جو شاہ صاحب نے بیان فرمائی ہین مگر چونکہ خلفاء
ثلثہ مین عصمت مفقود ہی ان معانی کو اور الفاظ سے بیان کیا ہی انصاف کے یہہ ہی
معنی ہین - **اقول** بفضل اللہ تعالیٰ حضرت شاہ صاحب رح کی عبارتین اہلسنت کے
پیش نظر ہین اور وہ انکی مطلب و مدعا سے بخوبی واقف وآگاہ ہین اور جسقدر آپ بھی سمجھتی ہین
چنانچہ آپ ہی فرماچکی - (کہ اگرچہ آپ جانتی ہین کہ ان فصیح کلمون اور عمدہ عبارتونسے حضرت
شاہ صاحب کا کیا مطلب ہی) لیکن آپ کیا کرین اپنی انصاف کے ہاتھہ سے لاچار ہین اگر
ان عبارتونکو اپنی مدعا کی طرف نہ کھینچین تو اور کیا کرین - کتاب و سنت سے تو دلائل کا میسر
ہونا معلوم تو اب ایسی مجبوری کی حالت مین اپنا دل یون ہی خوش کرین پھر اسکا
نام جواب رکھہ چھوڑا ہی اور اسپر یہہ جوش وخروش ہی شاید عوام کالانعام تو دھوکہ کہا

کہان جا بینگی اور کچھہ دینگی کہ جناب میر صاحب نے دلائل بعض تحریر فرمائی ورنہ اہل علم و انصاف ایسے جواب سے
سکوت بہتر سمجھتے ہین۔ جب نص کا یہہ حال ہے جو سوق قرآن و دلائل کا ہے تو وہ اسی پر حال
ثبوت عصمت کہ جسکی طرف اشارہ ہی اشارہ ہے اور نیز عصمت جبکہ ان دلائل سے بھی ثابت
نہو سکی جسپر کیا کیا کچھہ ناز و افتخار تھا قرآن و دلائل سے آپ کیا ثابت کر سکین گے مشتی نمونہ
از خروارے و قطرہ و انموذج بحار حضرت کے اشارات ہی سے بسط گفتگو کا حال معلوم ہو گیا اور بخوبی صحیح
صحیح اندازہ کر لیا گیا فی الحقیقت آپنے دانشمندی کو کام فرمایا کہ کلام مین بسط نہین کیا
اور اشارات ہی پر اکتفا فرمایا۔ کمینہ نے بھی بجواب اسکی محض اشارات پر ہی اکتفا کیا اور
مجملاً و مختصراً آپکو آپکی غلطیون پر متنبہ کر دیا اگر جناب بسط و تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے تو آپ ہی
آپ ہی اندازہ فرما لیجئے کہ بندہ بھی بجواب اسکی کیا کیا کچھہ آپکی استدلالات کے ساتھ سلوک
کرتا اور آپکی ذخیرہ دلائل پر کیسی صواعق اعتراضات نازل ہوتین باقی رہا خلفاء ثلثہ رضی اللہ
عنہم مین عصمت کا مفقود ہونا سو یہہ اہل سنت کے نزدیک کچھہ خلفاء ثلثہ کی ہی ساتھ مخصوص
نہین بلکہ اہل بیت و صحابہ بلکہ سوائے انبیاء تمام افراد انسانی اسمین شامل ہین لیکن اگر خدا نخواستہ
اہل سنت بھی معاذ اللہ خلاف کتاب و سنت مثل حضرات شیعہ کے خلفاء کے لیے مدعی عصمت
ہوتے اور انکی عصمت کیلیے ایسی ہی دلائل جیسے حضرات شیعہ ائمہ کیلیے پیش کرتے ہین پیش کرتے
تو آپ کے دلائل سے کچھہ زیادہ ہی مضبوط ہوتی مگر اہلسنت کا امام و مقتدا تو کتاب و سنت ہے
جو اس سے ثابت نہو وہ معتبر نہین بخلاف حضرات شیعہ کے کہ باوجودیکہ عصمت کتاب اللہ یا
کسی دلیل قطعی سے ثابت نہین پھر اسکی ایسے معتقد ہین کہ اصول دین مین سے سمجھہ رکھا ہے
اور اسی پر کیا منحصر ہے بہت مسائل فروعی و اعتقادی ہین جنمین یہہ ہی حال ہے کتاب
کے معانی کو پھیر پھیر کر اپنی طرف کھینچتے ہین اور نہین کھینچتے تو تاویلات بعیدہ و رکیکہ کرتے ہین
اور کسی کل سیدھی نہین بیٹھتی واقعی انصاف کے بھی معنی ہین اہل سنت کو حاشا للہ
یہہ انصاف کہان نصیب ہو سکتا ہے **قولہ** اب اس بحث کو ختم کرتے ہین

اور افضلیت کو شروع کرتے ہین اسکو دلائل جنکی یہہ ہی عقل و نقل سے ثابت ہے اول ایک
دو عقلی دلیلین عرض ہین غور سے سنئی خلافت ریاست عامہ دین و دنیا سے مراد ہے اور
غرض اس سے شرائع الٰہیہ و معالم ربانیہ کی ترویج اور مسائل دینیہ و احکام شرعیہ کا پہیلانا
اور حدود و ثغور کا ضبط و جہاد کرنا اور ظالم سے مظلوم کا انصاف لینا وغیرہ ہے اور یہہ
سب کام اسطرح ہونی چاہیئین کہ رضاء الٰہی حاصل ہوا اور یہہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص
اعلم و اتقی و اورع و اعقل و افضل ہوگا بیشک اوس شخص سے کہ جو علم و ورع و تقوی وغیرہ
مین ایسا نہ ہو اوسکی کم ہوگا خلافت کے امور مطلوبہ بوجہ احسن بجا لائیگا اور حصول رضی
حق تعالے جسطرح اس سے ہوگا مفضول سے ہرگز نہوگا اور بدیہی ہے کہ ایسے شخص سے جو خلافت
کی امور بوجہ احسن انجام کری خلافت لیکر ایسے مفضول کو دین کہ یہہ امور اوس سے
ویسے سر انجام نہو سکین عقل مستقیم و رای سلیم کے نزدیک نہایت ہی قبیح و شنیع ہے۔
اقول یہہ شعر بہی مثل اپنی اخوتین کی خلاف عقل و نقل باطل ہے اور جسقدر دلائل اسجگہ
ذکر ہوئی ہین وہ ہرگز مثبت مدعا مجیب نہین ہین بلکہ افضلیت کے معنی جو ہماری مجیب
لبیب نے سمجھہ رکھی ہین اور اس عبارت سے مفہوم ہوتی ہین اور سابق مین تعریف افضلیت
مین بہ تحریر آئی ہین وہ بہی غلط اور خلاف تصریحات علماء قوم ہین اسلیے ضرور ہوا کہ اول
مجیب لبیب کو اونکی علماء کی بخصوص سے افضلیت کو بتلا دیا جاوے کہ اوسکا دار مدار کن
امور پر ہے بعد اوسکی ناظرین رسالہ مجیب صاحب کی غلطی کو خود سمجہہ لینگی اور تہوڑی سے
تنبیہ کے بعد فاضل مجیب بہی اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائینگے۔ پس واضح ہو کہ پہلی افضلیت کی
تعریف ہماری فاضل مجیب نے یہہ فرمائی (افضلیت کے یہہ معنی ہین کہ کل امت سے جسکا امام ہو
صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ مین افضل ہو) اسجگہ مدار افضلیت کا صفات حمیدہ
و اخلاق ستودہ پر رکہا کہ ملکات نفسانیہ ہین اور اس دلیل کے ضمن مین فرمایا (جو شخص
اعلم و اتقی و اورع و اعقل و افضل ہوگا) گویا اسجگہ ہماری مجیب نے صفات حمیدہ و اخلاق ستودہ کی

دلائل افضلیت

ابطال معنی افضلیت جو مجیب نے ... [illegible]

تفصیل بیان کرون - قطع نظر اس سے کہ اجمال و تفصیل باہم موافق ہیں یا نہیں جب ہم علماء کی
تصریحات کو اس باب میں دیکھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ تا مل صاحب کا افضلیت کی بحث
میں اعتقاد بالکل غلط ہے اور مدار فضل کا اون پر ہرگز نہیں آپکی شیخ مفید صاحب اپنی رسالہ
امیر المومنین میں جو اسوقت میری سامنے موجود ہے تحریر فرماتے ہیں[1] فصل وقد اعتمد اکثر اہل
النظر فی التفضیل علی ثلث طرق احدها ظواهر الاعمال والثانی علی السمع الوارد بمقادیر
الثواب وما دلت علیه معانی الکلام والثالث المنافع فی الدین بالاعمال انتہی بقدر الحاجۃ
اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ افضلیت کا مدار صفات داخلی پر نہیں شیخ صاحب
اسی رسالہ میں دوسری جگہ بیان اختلاف مسئلہ تفضیل میں فرماتے ہیں[2] ووقف منهم نفر
قلیل فی هذا الباب فقالوا لسنا نعلم اکان افضل ممن سلف من الانبیاء او کان مساویا لهم
او دونهم فیما یستحق به الثواب آپکے حضرت علم الہدی اپنی امالیہ میں فرماتے ہیں -
[3] اعلم انه لا طریق من جهة العلم والعقل الی القطع بفضل مکلف علی آخر لان الفضل الراجع
فی هذا الباب هو زیادة استحقاق الثواب ولا سبیل الی معرفة مقادیر الثواب من ظواهر
فعل الطاعات - اور اسکی کچھ بعد فرماتے ہیں - فان دل سمع مقطوع به من ذلک علی شیء عمل علیه
والا کان الواجب التوقف عنه والشک فیه - آپکے علم الہدی صاحب نے تو فیصلہ ہی کر دیا
کہ افضلیت کا مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہے اور اوسمین عقل کو کچھ دخل نہیں صرف
اور نقل و سمع پر جو قطعی ہی موقوف و منحصر ہے پھر اب آپ اپنی افادہ کو اس سے
مطابق کیجیے اور انصاف سے دیکھیے کہ آپ اونکی موافق ہیں یا مخالف - سبب افضلیت اگر
مدار اخلاق حمیدہ و صفات پسندیدہ پر ہو تو لازم آوے کہ حضرت ہارون حضرت موسی

---

[1] فصل اہل نظر نے تفضیل میں تین طریقون پر اعتماد کیا ہے - ایک تو ظاہر سے اعمال دوسری شارع سے منقول
مقادیر ثواب میں وارد ہو اور جسپر معانی کلام دلالت کرین - تیسری دین میں منافع جو اعمال سے حاصل
ہوتی ہون - ١٢

استعمال ہوئین کیونکہ جب ہم تفاسیر شیعہ سے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے حالات دریافت کرتے ہین
تو آپکے اخلاق کی نسبت معلوم ہوتا ہے کہ آپ مین بجائے اخلاق حمیدہ کے معاذ اللہ اخلاق
ناپسندیدہ تھے تفسیر صافی سورہ کہف مین جو معاملہ حضرت موسیٰ کا اپنی اوستاد خضر کے ساتھ
واقع ہوا قابل دید ہے — القمی عن الباقر لما اخبر رسول اللہ قریشا بخبر اصحاب الکہف قالوا
اخبرنا عن العالم الذی امر اللہ موسیٰ ان یتبعہ وما قصتہ فانزل اللہ عزوجل واذ قال موسیٰ لفتاہ
قال وکان سبب ذلک انہ لما کلم اللہ موسیٰ تکلیما فانزل علیہ الالواح وفیہا کما قال وکتبنا لہ
فی الالواح من کل شیٔ موعظۃ وتفصیلا لکل شیٔ رجع موسیٰ الی بنی اسرائیل فصعد
المنبر فاخبرہم ان اللہ قد انزل علیہ التوراۃ وکلمہ قال فی نفسہ ما خلق خلقا اعلم منی فاوحی
اللہ الی جبرئیل ادرک موسیٰ فقد ہلک واعلمہ ان عند ملتقی البحرین عند الصخرۃ رجلا اعلم
منک فصر الیہ وتعلم من علمہ فنزل جبرئیل علی موسیٰ واخبرہ وذل موسیٰ وعلم انہ اخطأ
ودخلہ الرعب وقال لوصیہ یوشع ان اللہ قد امرنی ان اتبع رجلا عند ملتقی البحرین واتعلم
منہ فتزود یوشع حوتا مملوحا وخرجا ۔ اگرچہ اس روایت مین بہت سے فوائد مشکوک ہین لیکن
بخیال تطویل تمہید ناظرین پر چھوڑا گیا صرف بیان مقصود پر اکتفا کیا جاتا ہے وہ یہہ کہ بعض
خدا تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اعلم تھے اور بحکم خداوندی
حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم اور انکی اتباع کی مامور ہوئے اور بارشاد خداوند تعالیٰ
بقصد حصول شاگردی و تلمذ و استرشاد اپنی اوستاد کی تلاش مین اپنی وصی کو لیکر

ملا قمی نے امام باقر سے روایت کی ہے جب حضرت صلعم نے قریش کو اصحاب کہف کا قصہ سنایا اونہون نے کہا کہ ہمکو اس
بڑے عالم کا قصہ سناؤ جسکی اتباع کا خدا نے موسیٰ کو حکم فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہہ آیت واذ قال موسیٰ لفتاہ نازل کی
فرمایا کہ سبب یہہ ہوا جب خدا نے موسیٰ سے کلام کی اور تختیان اوتاری اور ان مین حسب ارشاد ہر شی کی نصیحت اور ہر شی کی
تفصیل لکھدی موسیٰ بنی اسرائیل مین پھر لوٹے اور انکو خبر دی کہ خدا نے اوسپر توراۃ نازل فرمائی اور کلام کی اور اپنے دلمین کہا
کہ خدا نے کوئی مخلوق مین مجھسے زیادہ جاننے والا نہین پیدا کیا خدا نے جبرئیل کیطرف وحی کی کہ موسیٰ کی خبر لے کہ وہ ہلاک ہوگیا
اور اسکو بتلا کہ ملتقی البحرین مین صخرہ کے پاس ایک شخص ہے وہ تجھسے زیادہ جاننے والا ہے اسکی طرف جا اور اسکے علم سے سیکھ جبرئیل موسیٰ کے پاس
آئے اور خبر دی اور موسیٰ کو رستہ بتایا اور موسیٰ سمجھا کہ اپنی خطا کی اور ڈرا اور اپنے وصی یوشع کو کہا کہ خدا نے مجھکو ایک شخص کے پیروی اور اسکے تعلم کا حکم دیا ہے جو ملتقی البحرین [illegible]

بیابان فور دشت غربت ہوئی اور پہر بعد ملاقات کی کس عہد و پیمان سے ہمراہ ہوئی کہ بین کیسے
معاملہ مین چون وچرا نکرونگا چنانچہ بصراحت تمام نص قرآنی مین مذکور ہے۔ اسکی بعد کا قصہ سینئی
غلام کے قتل پر حضرت موسی کو کیسا کچھ جوش آیا اور اپنی عہد و پیمان کو یک لخت توڑ ڈالا۔
اور اپنی اوستاد کی کیسی بیحرمتی فرمائی۔ فی العلل عن الصادق[1] فغضب موسی واخذ
بتلبیبہ وقال اقتلت الآیہ قال الخضر ان العقول لا تحکم علے امر اللہ بل امر اللہ یحکم
علیہا فسلم لما تری واصبر علیہا فقد کنت علمت انک لن تستطیع معی صبرا
اس سے یہہ بہی یاد رکہیگا کہ عقول پر امر اللہ حاکم ہے نہ بالعکس جیسا کہ حضرت شیعہ معتقدین
اور اونکی کچہہ آگی مذکور ہے۔ القمی عن الرضا علیہ السلام فی تتمۃ الحدیث السابق فمروا ثلثہم حتی انتہوا
الی ساحل البحر وقد شحنت سفینۃ وھی ترید ان تعبر فقال ارباب السفینۃ نحمل ھؤلاء الثلثۃ
نفر فانہم قوم صالحون فحملوھم فلما جنحت السفینۃ فی البحر قام الخضر الی جوانب السفینۃ
فکسرھا وحشاھا بالخرق والطین فغضب موسی غضبا شدیدا وقال للخضر اخرقتہا
لتغرق اھلہا لقد جئت شیئا امرا قال لہ الخضر الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا
قال لا تؤاخذنی بما نسیت ولا ترھقنی من امری عسرا فخرجوا من السفینۃ فنظر الخضر الی
غلام یلعب بین الصبیان حسن الوجہ کانہ قطعۃ قمر وفی اذنیہ درتان فتاملہ الخضر وقتلہ
فوثب موسی علے الخضر وجلد بہ الارض فقال اقتلت نفسا زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا
نکرا فقال الخضر الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا اور اس سے یہہ بہی ثابت ہوا کہ اعلمیت
مستلزم افضلیت کو نہین کیونکہ حضرت خضر اعلم تہی اور افضل نہ تہی اور سینئی کہ قارون کے
لیے خلاف رضاء خداوندی عذاب کے خواستگار ہوئی اور جب عذاب نازل ہوا تو ہر چند قارون نے

---

[1] علل میں امام صادق سے مروی ہے کہ موسی غصہ ہوئی اور خضر کی گردن پکڑ لی اور کہا اقتلت نفسا الخ خضر نے کہا کہ عقول خدا کے امر پر حاکم نہیں ہین بلکہ اللہ کا امر عقلوں پر حاکم ہے پس جو کچہہ تو دیکہہ رہا ہے اوسکو تسلیم کر اور اوس پر صبر کر میں تو جانتا تہا کہ تو میری ساتھ صبر نہیں کر سکیگا ۱۲ منہ۔

تضرع وزاری کی لیکن شدت غضب مین ایک مسموع نہوئی جو جناب خداوندی مین ناپسند
ہوئی اور حق تعالے نے اونہین کلمات کے ساتہہ موسیٰ کو عار دلایا جن کلمات کے ساتہہ قارون کو
آپنے عار دلایا تہا مختصر عبارت تفسیر لکہتا ہون۔ وقد کان قارون قد امران یغلق
باب القصر فاقبل موسی فاومی الی الباب فانفرجت ودخل علیہ فلما نظر الیہ قارون علم انہ قد
اوتی بالعذاب فقال یا موسی اسألک بالرحم الذی بینی وبینک فقال لہ موسی یا ابن لاوی
لا تزدنی من کلامک یا ارض خذیہ فدخل القصر بما فیہ فی الارض ودخل قارون الی رکبتیہ
فبکی وحلفہ بالرحم فقال لہ موسی یا ابن لاوی لا تزدنی من کلامک یا ارض خذیہ فابتلعتہ
بقصرہ وخزائنہ وہذا ما قال موسی لقارون یوم اہلکہ اللہ عز وجل فعیرہ اللہ عز وجل بما
قالہ لقارون فعلم موسی ان اللہ تبارک وتعالی قد عیرہ بذلک فقال یارب ان قارون دعانی
بغیرک ولو دعاک لاجبتہ فقال اللہ عز وجل یا ابن لاوی لا تزدنی من کلامک فقال موسی
یارب لو علمت ان ذلک لک رضی لاجبتہ انتہی بقدر الحاجۃ علاوہ اسکی قبطی کو مار ڈالنا
اور اپنے بڑے بہائی بے گناہ کی جو بنی تہے داڑہی پکڑ کر کہینچنا الواح تورات جو عطیہ خداوندی تہا اور جسمین
موعظہ اور تفصیل ہر ایک شی کے مذکور تہی شدت غضب مین ڈال دینا حضرت کے اخلاق واوصاف
پر پوری دلیل ہے حضرت ہارون کے اخلاق کی نسبت جو ہمنے اپنی تفسیر صافی مین دیکہی ہین تو اوسکی تفسیر سورہ
اعراف تحت آیت واخذ براس اخیہ یجرہ الیہ قال ابن ام ۔ یہ مین لکہا ہے وفی الکافی عن امیر المؤمنین

سلہ قارون نے حکم کیا تہا کہ محل کا دروازہ بند کیا جاوے موسیٰ آئے اور دروازہ کیطرف اشارہ کیا وہ کہل گیا اندر اوسکے پاس گئے جب موسیٰ کو قارون نے
دیکہا سمجہا کہ عذاب آیا۔ کہا اے موسیٰ مین تجسے بواسطہ اوس رحم کے جو تیرے اور میرے درمیان ہے سوال کرتا ہون موسیٰ نے اوسکو کہا اے
لاوی کے بیٹے مجسے زیادہ کلام مت کر اے زمین لے اسکو پس محل اور جو کچہہ اوسمین تہا زمین مین اوتر گیا اور قارون بہی گہٹنون تک دہنس گیا
پہر قارون رو پڑا اور موسیٰ کو رحم کی قسم دینے لگا موسیٰ نے کہا اے لاوی کے بیٹے مجسے زیادہ بات مت کر اے زمین اسکو لے پس زمین نے اوسکو اور اوسکے
محل اور خزانون کو نگل لیا یہہ وہ بات جو قارون کی ہلاکی کے دن موسیٰ نے کہا۔ پہر خدا تعالے نے موسیٰ کو اس کلام سے جو قارون کو کہی تہی عار
دلایا اور موسیٰ سمجہے کہ خدا تعالے نے اوس کلام سے مجہکو عار دلایا عرض کیا اے پروردگار قارون نے تیرے غیر کے واسطے سے مجہکو پکارا تہا اگر تیرے
واسطے سے پکارتا تو مین قبول کرتا اللہ تعالے نے فرمایا اے لاوی کے فرزند مجسے زیادہ بات مت کر موسیٰ نے عرض کیا اے پروردگار اگر مین یہہ
جانتا کہ اسمین تیری رضا ہے تو مین قبول کرتا۔ ۱۲۔ سلہ کافی مین جناب امیر رضی اللہ عنہ سے خطبہ وسیلہ مین مروی ہے ۱۲۔

فی خطبة الوسیلة انه کان اخاه لابیه وامه واقتصی مثله عن الباقر والصادق قیل کان هارون اکبر من موسی بثلث سنین وکان محبوبا لینا ولذلک کان احب الی بنی اسرائیل انتهی

اب ہم اون روایات مین اہل سنت کی نظر سے دیکھتے ہین اور حسب قاعدہ حضرات شیعہ کے عقل کو حسن وقبح مین خدا پر بھی حاکم ہے اس معاملہ مین حکم کرتے مین تو معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت موسی مین اخلاق ناپسندیدہ تھے اور اگر بالفرض ظاہر سے بہیر تاویل بھی آپ فرماینگے تو بشہادت باقی اسباب یہہ ثابت ہوگا کہ فی الجملہ بعض مواقع مین درشتی وسختی وغلظت وفظاظت محمود ہوتی ہے لیکن بروے عقل جسکو احکم الحاکمین کہنا آپکے قاعدہ کے بموجب واجب ہے بداہتہ یہہ ثابت ہوتا ہے کہ علی العموم لین ورفق بہ نسبت درشتی وعنف کے زیادہ محمود وپسندیدہ مین اور اگر یہہ تسلیم نکرینگے تو لازم آئیگا کہ حضرت موسی علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہون آپکی نسبت حق تعالے ارشاد فرماتا ہے ۔ فبما رحمة من اللہ لنت لہم اور رؤف رحیم آپکی صفات خاصہ مین معصوم وقائع واحوال آپکے رفق ولینت ورافت ورحمت کے شاہد حال ہین [illegible] قصہ شاید آپکو یاد ہوگا ۔ الحاصل اگر مدار تفضیل کا اخلاق حمیدہ پر ہی تو حضرت ہارون وغیرہ جنمین رفق ولینت پائی جاتی ہے حضرت موسی سے افضل ہونگے اور نیز حضرت امام حسن رضی اللہ تعالے عنہ جناب امیر المومنین والد بزرگوار سے افضل اور امام سجاد اپنے والد سے افضل ہون اور یہہ آپکی نزدیک بدیہی البطلان ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ مدار افضلیت کا اخلاق حمیدہ پر نہین ہے جو مدرک بالعقل ہو بلکہ مدار زیادتی استحقاق ثواب پر ہی اور غیر مدرک بالعقل چنانچہ بیان تعریف افضلیت مین ہم اوسکی طرف ایما کر چکے مین اب بعد اسکی گذارش ہے کہ اگر عقل ہیولی کی قید بھی ایجاد واختراع ہی قطع نظر اس سے عقلا افضلیت کا جاننا اسپر موقوف نہین

له کہ ہارون موسی کا حقیقی بہائی تہا اور نبی نے مثل اسکی امام باقر اور امام صادق سے روایت کی کہ کہتے ہین کہ ہارون موسی سے تین سال بڑے تہے اور نہایت متحمل اور نرم مزاج تہے اسی سبب سے بنی اسرائیل انکو زیادہ دوست رکہتے تہے ۱۲ ۔ سه یعنی خدا کی رحمت کے سبب تو انکے لیے نرم ہوگیا ہے ۱۲

کہ حرب و وقائع وغیرہ معاملات مین اون سے تدابیر حسنہ ظاہر ہوں اور بہتر نتایج محمودہ کو
ہون اور اپنی ناخن تدابیر صائبہ سے پیچیدہ معاملات کی گتھیوں کو عمدہ طور پر سلجھا دے اور جب
ائمہ کی تاریخی حالات کو دیکھا جاتا ہے تو اس سے ہرگز یہہ نہین ثابت ہوتا کہ آپ اعقل تھے
اور نہین تو قصہ تحکیم کو ہی ملاحظہ فرمایئے یا خلع اپنی خلیفہ ثانی کو ہی دیکھ لیجئے غرضکہ ایام
خلافت مین جسقدر معاملات پیش آئے اون مین سے کوئی بھی سلجھا اور کوئی بھی اوبرہ ہوا اور خلافت سے جو غرض
حق تعالے کی تھی کہ ترویج شرائع آلہیہ و معالم ربانیہ ہو اور مسائل دینیہ و احکام شرعیہ پہیلین کچھہ بھی
حاصل ہوئی اور جب کچھہ حاصل نہوئی تو اونکو قاعدہ کلیہ معلوم ہی ہوگا اذا خلا الشی عن مقصود
لغا۔ علاوہ ازین اعقلیت کی ضرورت تو اوسوقت ہے جبکہ معصوم نہون اور جب معصوم ہون
اور سہو اور عمداً خطا کا صادر ہونا اونسے محال ہو تو پس یہہ قید محض لغو ہے۔ اعلم ہونے کی قید
بھی غلط ہے وجہ اسکی یہہ ہے کہ جب امامت تالی نبوت ہے تو اوصاف مشترکہ مین بھی فرعیہ
ہوگی نبوت کو جب نظر تامل سے دیکھا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوسکا مدار محض اصطفا
و اجتبا خداوند تعالی شانہ پر ہے حق تعالے اپنے عباد مین سے جسکو چاہتا ہے برگزیدہ فرمادے جسکو
کچھہ زور خداوند تعالی پر نہین اور نہ کچھہ اعتراض لا یسئل عما یفعل اوسکی شان ہے اور نہ یہہ ہے
کہ جو اعلم اہل زمان ہو وہی نبوت کے واسطے برگزیدہ ہو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم امی پیدا ہوئے اور بعثت تک امی رہے کسی قسم کی ظاہری تعلیم نہین پائی
اور اس زمانہ مین صدہا علما و احبار دین موسوی و عیسوی کی موجود تھے جنکو کتب سماوی
از بر تھی اور مسائل شرعیہ مستحضر لیکن خلعت رسالت ہمارے پیغمبر نبی امی صلوات اللہ علیہ وسلامہ
کو ہی عطا ہوا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ گو بعد نبوت کے حق تعالے شانہ اپنی
نبی کے سینہ کو مرات لوح محفوظ بنا دی اور اوسکی قلب کو گنجینہ علوم و معارف فرمادی
اسیطرح امامت کا حال ہونا چاہیے کہ جو امام ہو وہ محض اصطفا خداوندی سے ہو چنانچہ اثنا عشرحہ
نفس اسپر دال ہے اور قبل ادا امامت اوسکا اعلم اہل زمان ہونا ضروری نہو بلکہ باتباع رسول امی

گو بعد امامت بسبب محدثیة کی کہ خاصہ امام ہی اعلم ہو جاوی لیکن پہلی سی اوسکی اعلمیة کا مدعی
ہونا غلط ہی اور آپکو اس بحث امین حضرت موسی و خضر کا قصہ یاد ہوگا باوجودیکہ خضر اعلم تہی
تو بہی حضرت موسی اونسی افضل تہی۔ باقی رہا یہہ کہ خلافت فاضل سی لیکر مفضول کو
دینا عقلا نہایت قبیح ہی اسمین یہہ تو فرمائیی کہ فاضل سی خلافت لینی کے کیا معنی
مین لینا فرع استخلاف کی ہی اور جب استخلاف نہین تو لینا کیونکر متحقق ہوگا ہان اگر اسکے
معنی یہہ ہین کہ فاضل کو چہوڑ کر مفضول کو خلافت دینا ہی تو صحیح ہی مگر کلی سبب کذا ترہا
کہ ہم اسکی قبح کو تسلیم نہین کرتے کیونکہ بنص قرآنی ثابت ہی کہ حق تعالی نے فاضل کو چہوڑ کر
مفضول کو امامت عطا فرمائی۔ حضرت شمویل علیہ السلام جو اپنی زمانہ مین نبی اور اورع اور اکرم
اور اعلم اور اتقی تہی حق تعالی نے اونکو چہوڑ کر طالوت کو امام بنایا جو اونسی کم تہی تو اس سی کہ یہہ ثابت ہوا
کہ فاضل کو چہوڑ کر مفضول کو امام بنانی کا قبح محض اگر احکم الحاکمین عقل ہی کے ناشی ہے ورنہ فی الواقع
عند اللہ تعالی کچہہ قبح نہین یہ سلمنا قبح سہی لیکن یہہ ہی قبح و شناعت بعینہ
نواب و عمال مین ہی جاری ہی کیونکہ جیسی امامت تالی نبوت ہی ویسی نیابت تالی امامت ہی پس مثلا
قبیح ہی کہ فاضل کو چہوڑ کر مفضول کو کسی ملک پہ نائب اور حاکم مقرر کر کے بہیجا جائی اور
اس سی زیادہ اقبح و اشنع یہہ ہی کہ حکومت اوس شخص سی لیکر جو عمدگی سے اوسکی فرائض
بجا لا رہا ہو کسی دوسری ایسی کو دیدین جسکا حال ابہی تک تجربہ مین نہ آچکا ہو اسکی بعد آپ
شرح نہج البلاغة یا متن ہی کو کہولیی اور جناب امیر کے حالات کو ملاحظہ فرمایی کہ آپنے کس
کس کو حاکم بنایا اور کس کس کو معزول فرمایا اور کہان تک اس شرط کی رعایت رکہی تاکہ
آپکو اسکی بابت بندہ کی قول کی تصدیق ہو جاوے اور ہم بہی کسی موقع پر انشاء اللہ تعالی
آپکو متنبہ کرینگے **قوله** اور نیز افضل کے ہوتے مفضول کی خلافت کے بطلان پر دلیل
اور طرح بہی دلالت کرتی ہی اور وہ یہہ کہ اگر مفضول افضل کے ہوتے خلیفہ ہو تو لازم آئی افضل
مفضول کا محکوم ہو اور اشرف ادون کی تواضع کا مامور ہو کیونکہ افضل مفضول کی اطاعت پر مجبور

ہوگا اور رعایا خلیفہ کی تواضع کرتی ہوئی اور یہہ بات عقلاً نہایت قبیح ہے اور اگر آپ ہماری
عرض قبول نہین کرتے تو فخر الدین رازی صاحب کی تقریر سینئے وہ سورہ بقر کی تفسیر مین
جس مقام پر کہ اُن لوگونکی دلائل بیان کیے ہین کہ جو انبیاء کو ملائکہ پر تفضیل دیتے ہین یہہ فرماتے
ہین - و خامسہا قال نفضل الانبیاء علے الملائکۃ بامور احدھا ان اللہ تعالے امر الملائکۃ
بالسجود لآدم وثبت ان آدم لم یکن کالقبلۃ بل کانت السجدۃ فے الحقیقۃ لہ واذا ثبت
ذالک فوجب ان یکون آدم افضل منہ لان السجود نہایۃ التواضع وتکلیف الاشرف
بنہایۃ التواضع للادون مستقبح فے العقول فانہ یقبح ان یومر ابو حنیفہ ان یخدم
اقل الناس بضاعۃ فے الفقہ فدل ھذا علے ان ادم علیہ السلام کان افضل من الملائکۃ
انتہی **اقول** یہہ دلیل بھی بمراحل ہا سے بعید ہی اور بوجوہ چند محل بحث ہے اولاً یہہ کہ گفتگو
اشتراط افضلیت مین ہے اور یہہ دلیل ہرگز مثبت اشتراط نہین کیونکہ اشتراط او سوقت ثابت ہو
جبکہ دلیل مفضول کے امامت کی عدم انعقاد پر یقیناً دلالت کرے یہان اگر ہے تو لزوم قبح ہے
جس پر عنقریب بحث کیجاویگی ہان اگر اہل حل وعقد کسیکو خلیفہ کرین تو البتہ افضلیت کو
مرعی رکھین اور اگر کوئی فاضل جامع شرائط افضل کے ہوتے مفضول کی خلافت ہو تو اوسکی
خلافت کی عدم انعقاد پر یہہ دلیل ہرگز دلالت نہین کرتے - ثانیاً افضل کا مفضول کے لیے
مامور ہونے اور اشرف کا ادون کے لیے محکوم ہونے کا لزوم بھی غلط ہے ہم کب کہتے ہین کہ فاضل
مفضول کا مامور اور اشرف ادون کا محکوم ہو بلکہ ہم یہہ کہتے ہین کہ وہ قانون شریعت جسکو
حق تعالے شانہ نے بواسطہ رسول کے امت کے لیے دستور العمل مقرر فرمایا ہے تمام امت کیا افضل
کیا مفضول اور کیا شریف اور کیا وضیع سب اوسکے محکوم و مامور ہین امام کا حکم اگر واجب
الاطاعت ہے تو اوسی حیثیت سے ہے کہ وہ حکم موافق قانون شریعت ہو چنانچہ خود ہماری
سل مجیب بھی فرما چکے ہین کہ غرض اوس سے شرائع الٰہیہ ومعالم ربانیہ کی ترویج ہے پس
اگر کوئی ایسا نہو جو اوس حیثیت واعتبار سے خالی ہو تو وہ ہرگز واجب الاطاعت نہین ہوگا

مثلاً اگر امام کہی کہ اپنی زوجہ کو طلاق دیدی یا اپنا تمام مال میرے حوالہ کر دے - یا
فی سبیل اللہ لٹا دی یا مجکو سجدہ کری تو یہہ حکم ہرگز واجب الامتثال نہوگا چنانچہ قول الٰہی
فان تنازعتم سے اسکی طرف اشارہ ہی بخلاف رسول کے کہ جمیع قول و افعال محضہ
وغیرہ مباحات کی بھی تشریع ہی کیونکہ امت کی بھی شریعت کا حصول بدون وساطت رسول
کے ممکن نہین - بالجملہ ہرجگہ فاضل کا مفضول کے محکوم ہونا لازم نہین آتا - ثالثاً مسلّم افضل
مفضول کا محکوم ہو لیکن ہم اسکا قبیح ہونا تسلیم نہین کرتے کیونکہ بالاتفاق طالوت سے
حضرت شموئیل بلکہ حضرت داؤد افضل تہے اور اونکی محکوم اور تابع ہوئی اور حضرت خضر سے
حضرت موسیٰ افضل تہے اور اونکی امور مطیع ہوئی تو معلوم ہوا کہ افضل کا مفضول کے مطیع و تابع
قبیح نہین ورنہ لازم آوی کہ معاذ اللہ شارع آمر بالقبیح ہو جو کہ عقلاً و شرعاً قبیح بلکہ محال اگر
تو لزوم قبیح عقلاً و شرعاً باطل ہے - رابعاً بالفرض و التسلیم اگر افضل کا محکوم ہونا مفضول
کی ایسی قبیح و شنیع ہے تو سب جگہ ہی تعین نواب عمال و حکام سرایا و جیوش و نصب قضاۃ
وغیرہ مین سب جگہ جاری ہوگا لیکن جب ہم اس معاملہ مین جناب امیر علیہ السلام کے حالات کا تتبع
کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ حضرت نے ہرگز اسکی پابندی نہین کی ہی اور اس قبیح کو قبیح
نہین جانا آپ شرح نہج البلاغۃ ہی کو ملاحظہ فرمالیجیے مختصراً تنبیہاً گذارش کرتا ہون کہ آپ نے
عمر بن ابی سلمہ کو جو حضرت ام المومنین ام سلمہ کی صاحبزادی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ربیب تہی بحرین کی حکومت سے معزول فرماکر نعمان بن عجلان کو مقرر فرمایا حالانکہ حضرت
عمر بن ابی سلمہ نے امارت کی مہمات کو ایسی طرح ادا کیا کہ مورد تحسین و آفرین ہے چنانچہ اوسکی تحسین
موجود ہی تو کیا نعمان عمر سے افضل تہی اور ظاہر ہے کہ عمر بن ابی سلمہ نہ حضرت امیر کے کسی کام کی
موذوحت ملیہ تہی اور نہ حضرت آپکی محتاج تہی پہر بلا ضرورت داعیہ کیون آپنی ارتکاب قبیح
فرمایا لو رباً نعما عصمت اور بہی زیادہ اقبح و اشنع ہی اور اسیطرح محمد بن ابی بکر کو اب
معزول کر کے اشتر کو مقرر فرمایا اور اپنی جیش سے دو امیرون پہ جو زیاد بن نضر اور

ابن ہانی بہتی اور اونکی اتباع سے مالک بن حارث اشتر کو امیر کیا اور اونکو لکہا فاسمعا لہ واطیعا
ان سب کو بہی وجہی زیاد بن ابی سفیان کو فارس پر امیر کیا اسکا مختصر احال گذارش کرنا
ضرور ہی آپ شروح نہج البلاغۃ سے مطابق فرمالین یہہ شخص سمیہ لونڈی کا بیٹا کمبخت
زبان کا فصیح و بلیغ و زبان آور تہا ایک روز حضرت عمر رضہ کی روبرو مجلس مین ایسی تقریر
کی۔ کہ حاضرین کو نہایت پسند خاطر ہوئی عمرو بن العاص بولی کاش اگر یہہ قریشی ہوتا تو تمام
عرب کو اپنی لاٹہی سے ہانکتا۔ ابو سفیان نے کہا خدا کی قسم یہہ قریشی ہی اور اگر تو جانی تو معلوم
کرلے کہ یہہ قبیلہ کی عمدہ لوگو نمین سے ہے عمرو بن العاص نے پوچہا کہ اسکا باپ کون ہے قسم کہا کر
کہا مینی اسکو اسکی ماں کے رحم مین رکہا تہا عمرو بن العاص نے کہا تو پہر اسکو اپنی ساتہہ نسب
مین کیون نہین ملالیتا۔ اونسی امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کیطرف اشارہ
کرکے کہا کہ اس سے ڈرتا ہون کہ میری بدن پر سیری کہال ہی جلادیگا چونکہ اسکی باپ کا
تعین نہین اسلیے اسکو زیاد ابن سمیہ اور زیاد بن ابی سفیان اور زیاد بن ابیہ کہتی ہین۔ جناب
امیر رضہ نے اپنی زمانہ امارت مین اسکو فارس کا حاکم مقرر فرمایا بعد اوسکی حضرت کو معلوم ہوا
کہ امیر معویہ بغوا اسکو تحریص و ترغیب دی رہا ہے اور اپنی ساتہہ ملانا چاہتا ہے تو آپنے زیاد کو
خط لکہا جو نہج البلاغۃ مین مروی ہے۔ اوس خط کو پڑہکر قسم کہا کر کہا کہ حضرت نے بہی ابو سفیان
کی دعوی کے صدق کی شہادت دی قد شہد بہا ورب الکعبۃ انجام یہہ ہوا کہ حضرت
امیر المومنین کو چہوڑکر امیر معویہ سے جاملا اور اوسکا جو کچہہ نتیجہ نکلا وہ سب کو معلوم ہے غرضکہ
ایسی شخص کو جسپر ولد الزنا ہونے کا ظن غالب تہا آپنے فارس پر حاکم مقرر فرمایا حالانکہ
ولد الزنا نجس عین ہے اور اوسکا جہوٹا تک نجس ہے من لایحضرہ میں ہے ولا یجوز الوضوء بسور[1]
الیہودی والنصرانی وولد الزنا والمشرک۔ اور ہرگز ولد الزنا مومن نہین ہوتا ابن بابویہ قمی خصال مین روایت کی ہے
عن ابی عبد اللہ لایدخل حلاوۃ الایمان قلب سندی ولا خوزی ولا زنجی ولا کردی ولا بربری

[1] یہودی نصرانی۔ ولد الزنا۔ مشرک کی جہوٹے پانی سے وضو جائز نہین ہے ۱۲

ولا تبانک نہی ولا من جلتہ اسے سوال ہی۔ شریح بن حارث کو جو خلفا ر کی زمانہ سی قاضی تہی اپنا
قاضی مقرر فرمایا ان حالات کو دیکہنی سے صاف ظاہر ہی کہ آپ نے تعین مین افضلیت کا
ملحوظ خاطر نہین فرمایا - پس اس سی عدم اشتراط افضلیت ائمہ مین بہی ثابت ہوا - خامساً
امام رازی نے کی دلیل کو جو افضلیت انبیا ر مین بیان کی ہی اپنا مستدل قرار دینا غلطی ہی اور
اوسپر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہی - کیونکہ امام کی دلیل کے استدلال کا مدار سجود ہی پر
جو نہایت تواضع ہی اور نیز سجود بہی اسطرح کہ بالاستقلال حضرت آدم کو ہی تہا یہہ نہین تہا
کہ سجود سے بحقیقت خدا تعالی کو ہوتا اور حضرت آدم محض اسلئے تہی اور فاضل محبت کے ذیل مین
نہ نہایت تواضع ہی کہ امت امام کی اطاعت کرنی مامور ہی بشرطیکہ حکم موافق شرع کی دی اور یہہ
اطاعت ہرگز نہایت تواضع نہین نہایت تواضع جب ہو کہ جب امت امام کو سجدہ کرنے کی
لیے مامور ہو پس یہہ کہنا کہ رعایا خلیفہ کے نہایت تواضع کے لیے ہی نامزد ہی اور نہ تواضع
یا اطاعت بالاستقلال ہے بلکہ امام کی اطاعت اس حیثیت سے ہی کہ وہ واسطہ اطاعت خدا
و رسول ہی آپ خود فرما چکے ہین کہ مقصود امامت سی ترویج شرائع الہیہ مسائل دینیہ ہی اور اگر
آپ کو دعوی ہو کہ امام کے لیے امت مامور بہ نہایت تواضع ہے اور امام بالاستقلال مطیع
مطاع ہی تو ثابت کیجیے اور دلیل دیجیے - سادساً اس دلیل کا ذکر کرنا اور اوسکا جواب جو امام
رازی نے اون لوگونکی طرف سے دیا ہی جو ملائکہ کی تفضیل کے قائل مین ذکر نکرنا کسقدر ناانصافی
ہی - ابہی ہم اس جواب کو نقل کرتے ہین اور جواب استدلال کو اوسپر ختم کرتے ہین -
اجاب القائلون تفضیل الملک عن الحجۃ الاولی فقالوا قد سبق بیان ان من الناس من
قال المراد من السجود ہو التواضع لا وضع الجبہۃ علی الارض ومنہم من قال انہ عبارۃ عن وضع

سـ۱ـہ امام ابو محمد شعبی مروی ہی کہ یہان کے شریح سندہی اور حوری اور زنجی اور کردی اور عربی اور ...
... ۱۲ سـ۲ـہ جو لوگ فرشتوں کی تفضیل کے قائل ہو ئی مین اونہون نے
حجت کا جواب دیا ہی کہ پہلی گذر چکا کہ بعض لوگ کہتی ہین کہ سجود سی مراد تواضع ہے نہ پیشانی رکہنا اہلہ
کہتے ہیں ۱۲ —

الجبهة علی الارض لکنه قال السجود لله تعالی وادم قبلة السجود علی هذین القولین لا اشکال انما اذا سلمنا ان السجود کان لادم فلم قلتم ان ذلك لا یجوز من الاشرف فی حق الشریف وذلك لان الحکمة قد یقتضی ذلك کثیرا من حب الاشرف واظهار النهایة فی الانقیاد فان للسلطان ان یجلس اقل عبیده فی الصدر وان یامر الاکابر بخدمته ویکون غرضه من ذلك اظهار کونهم مطیعین له فی کل الامور منقادین له فی جمیع الاحوال فلم لا یجوز ان یکون الامر ههنا کذلك وایضا الیس من مذهبنا انه یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید وان افعاله غیر معللة ولذلك قلنا انه لا اعتراض علیه فی خلق الکفر فی الانسان ثم فی تعذیبه علیه ابد الاباد واذا کان کذلك فکیف یعترض علیه فی ان یامر الاعلی بالسجود للادون انتهی **قوله** آپ تفسیر بیضاوی ملاحظہ کیجیے تحت آیت فلما انبأهم باسمائهم لخ وہ یہہ لکھتے ہیں واعلم ان هذه الآیات تدل علی شرف الانسان ومزیة العلم وفضله علی العبادة وانه شرط فی الخلافة بل العمدة فیها انتہی بقدر الحاجة اور پہر آگے اخیر میں یہہ لکھتے ہیں وان ادم افضل من هؤلاء الملائکة لانه اعلم منهم والاعلم افضل لقوله تعالی هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون دیکھیے آگے قاضی صاحب اسکو شرط خلافت بل العمدہ فرماتے ہیں۔ **اقول** یہہ استدلال تو اوس استدلال سے بہی کہین بڑہکر ہی جیسا کسینے لا تقربوا الصلوة سے کیا تہا اوس کمبخت نے تو صرف قید ہی کو حذف کرکے معنی مقصود کو بگاڑا تہا اور جملہ کے معنی حقیقی ٹہیک رکہے تہے لیکن ہمارے فضل مجیب نے تو نہ سیاق عبارت کا ہی لحاظ فرمایا اور نہ جملہ کے معنی صحیح رکہے پس اضحوکہ

لہ کہ سجدہ انہار کہنا ہی ہی لیکن سجدہ اللہ تعالی کو تہا اور آدم سجدہ کرنے بطور قبلہ کے تہی اور ان دونو اقوال پر کچہہ اشکال نہین لیکن جب یہہ تسلیم کرین کہ سجدہ آدم کو تہا تو تم یہہ کیون کہتے ہو کہ یہہ اشرف سے شریف کی حق مین جائز نہین اور یہہ اسوجہ سے کہ بسا اوقات حکمت اسکی مقتضی ہوتی ہی کہ اشرف کی محبت اور اسکی نہایت اطاعت ظاہر کیجاوی - بادشاہ کو اختیار کہ کمترین غلامان کو صدر مین بٹہلا دی اور اکابر کو اوسکی خدمت کا حکم کری اور اسکی غرض اس سے اظہار اطاعت و انقیاد تمام امور و احوال مین ہو تو کیا جائز نہین ہی کہ یہان بہی اسیطرح ہو اور نیز کیا ہمارا مذہب نہین ہی کہ خدا تعالی جو چاہتا ہی کرتا ہی اور جسکا ارادہ فرماتا ہی حکم کرتا ہی اور اوسکی افعال معلل نہین ہین اسی سبب سے کفر کے پیدا کرنے مین انسان مین اوسپر کچہہ اعتراض نہین ہی اور نہ پہر اسکو ابد الاباد تک عذاب کرنے مین کچہہ اعتراض ہی اور جب یہہ حال ہی تو اوسپر اسمین کیونکر اعتراض ہو سکتا ہی کہ وہ اعلی کو ادنی کی سجدہ

کہ ابتدا اس قصہ کے یہہ ہی کہ حق تعالی شانہ نے ملائکہ سے فرمایا کہ ہم زمین مین نائب بنانا چاہتی ہین
وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً تو اب اس سے اہل انصاف
و علم و عقل و فہم بخوبی سمجھہ سکتی ہین کہ خلافت سے کونسی خلافت مراد ہے اور حضرت آدم
کس معنی کر خلیفہ تہی کیا اسجگہ وہ خلافت جو ہماری اور ہماری مجیب کے متنازعہ فیہا ہی اور
جسمین اسوقت گفتگو ہو رہی ہی اور جسکی لئی شرائط ثلثہ نص و عصمت و افضلیت مختلف فیہا
بین الفریقین ہین وہ ہی خلافت مراد ہے اگر وہ ہی خلافت مراد ہی تو فرماوین تو سہی
کہ حضرت آدم علیہ السلام کونسی نبی کے خلیفہ تہی یا کوئی اور خلافت مراد ہی افسوس کہ ہمارے
مجیب کو یہہ بہی خبر نہین کہ اسجگہ خلافت سے کونسی خلافت مراد ہی اگر قرآن شریف یاد
نہین تہا تو کہولکر دیکہہ لینا تہا یا کسی سنی حافظ سے ہی پوچہہ لیا ہوتا تاکہ سیاق عبارت
سے واضح ہو جاتا کہ یہہ حضرت آدم کا قصہ ہی اور خلافت سے مراد خلافت نبوت ہی علاوہ
ازین اسجگہ ہماری ناصب مجیب کے علم و فہم پر آفرین ہی کہ اس عبارت کو اشتراط افضلیت
کی دلیل سمجہکر پیش کیا ہی اور اپنی کمال دانشمندی اور وفور علم سے یہہ سمجہی ہین کہ (وانہ اظہر)
مین وانہ کی ضمیر شرف یا افضل کیطرف راجع ہی حالانکہ اطفال کافیہ خوان بہی سمجہہ سکتی ہین
کہ یہہ غلط ہی پہر اور سپر طرہ یہہ ہی کہ اس سے آگی فرماتی ہین کہ دیکہی آپکے قاضی صاحب
اسکو شرط خلافت بل العمدہ فرماتی مین اسجگہ بہی لفظ (اسکو) پر التفات فرمایا اور یہہ
کہ قاضی صاحب کسکو شرط خلافت فرماتی ہین مسلمنا آپکی سیاق عبارت کی خلاف مرجع
ضمیر (وانہ) کا علم ہی اور لفظ اسکو بہی علم ہی کیطرف راجع ہی لیکن تاہم مدعا سے
بعید ہی کیونکہ یہہ جب ثابت ہو کہ جب اعلمیت افضلیت کو مستلزم ہو حالانکہ یہہ بہی
آپکے اعتراف سے باطل ہی آپنے افضلیت کے تعریف مین اسکا دار و مدار اخلاق حمیدہ اور
صفات پسندیدہ پر رکہا تہا اور شروع دلائل مین علم دار و ورع و تقی و اعقل ہونے
رکہا تہا جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اعلمیت مستلزم افضلیت کو نہین بلکہ اسکی

لیے اور صفات کا حاصل ہونا ضروریات سے ہی علی الخصوص ملکات نفسانیہ کا ہونا واجبات سے ہی
پس جبکہ اعلمیت مستلزم افضلیت کو نہیں ہی تو یہہ استدلال ہی لغو ہوا۔ قطع نظر اس سے
جب ہم نفس اس عبارت مین تامل کی نظر سے دیکھتے ہین تو بداہتہً معلوم ہوتا ہی کہ یہہ عبارت
ہرگز مثبت مدعا نہین کیونکہ قاضی رح فرماتے ہین وانہ شرط فی الخلافۃ بل العمدۃ فیہا اوظاہر ہی
کہ لفظ بل اسجگہ ترقی کے واسطے نہین ہی کیونکہ شرط بہ نسبت عمدہ ہونے کے اعلی و اقوی ہی تو ترقی
ادنی سے اعلی کیطرف ہوتی ہی نہ بالعکس اور اگر ترقی تسلیم کیجاوے تو اعلی یہی جو شرط ہی ادنی کیطرف
جو عمدگی ہی ہوگی کیونکہ شرط موقوف علیہ ہوتی ہی اور عمدگی اگرچہ اولویتہ ہی نہ موقوف علیہ
تو لابد لفظ بل اسجگہ اضراب کے واسطے ہوگا اور اتیان بلفظ الشرط محض لغرض مزید تاکید ہوگا تو گویا
قاضی رح نے لفظ بل العمدۃ فیہا کہکر یہہ ثابت کردیا۔ وانہ شرط فی الخلافۃ سے یہہ مراد نہین
کہ وہ موقوف علیہ خلافت کا ہی اور اگر یہہ معنی نہونگی تو لفظ بل العمدۃ فیہا محض لغو و لاطائل
مخل مقصود ہوگا پس قاضی صاحب کا یہہ قول آپکو کچھہ مفید نہین بلکہ مضر ہی کیونکہ عدم اشتراط
پر دلالت کرتا ہی نہ اشتراط پر **قولہ** حدیث سنیے آپکی علامہ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع
و جامع صغیر مین روایت کی ہی۔ ایما رجل استعمل رجلا علی عشرۃ انفس وعلم ان فی العشرۃ
افضل ممن استعمل فقد غش اللہ ورسولہ وغش جماعۃ المومنین ع۔ عن حذیفۃ انتہی
اب ذرا انصاف فرمایئے کہ جب مفضول کی حکومت دس آدمیون پر جائز نہو اور اسمین خدا و
رسول و جماعت مومنین سے دغا لازم آوے پس تمام مومنین پر مفضول کی حکومت مین کہ اموال
و انفس وغیرہ کا شمول ہی اولی تصرف ہو کسقدر قباحت و شناعت لازم آئیگی **اقول** اس
حدیث کی معنی آپنے جو کچھہ سمجھی غلط ہین یہان افضلیت سے افضلیت متنازعہ فیہا
ہرگز مراد نہین کہ من حیث مرتبۃ استحقاق الثواب عند اللہ افضل ہو بلکہ اسجگہ افضلیت سے
مراد بالفضل الجزئی ہی کہ جو متعلق بجا آوری مقاصد ریاست و شرائط سرداری کی ہو مثلاً اگر کسی
سریہ یا جیش پر حاکم مقرر کیا جاوے تو وہ شخص زیادہ لائق ہوگا جو خاص فن حروب و طعان

وضرب مین زیادہ ماہر و خبیر ہو اور شجیع ہو اور خدع حرب اور اوسکی چالونسی واقف ہو
اور اگر کسیکو کسی ملک پر حاکم کیا جاوی تو وصف تالیف قلوب بغیر زر اور سیاست
بدون ظلم اوسمین اعلی درجہ کا ہو یا مثلاً باوجود مساوات یا کمی کے کسی خاص مصلحت کی وجہ سے
مقدم کیا جاوی۔ مثلاً کسی خاص سانحہ کی وجہ سی اوسکی سعی و کوشش اوسمین زیادہ موثر
متصور ہو آپکو معلوم ہوگا کہ طالوت سی حضرت شمویل علیہ السلام و داود علیہ السلام افضل تھی باوجود
اسکی حق تعالی نے مفضول کو امام مقرر فرمایا اور ظاہر ہی کہ یہہ کچھہ ضرور نہین کہ جس شخص کو
زیادتی استحقاق ثواب حاصل ہو اور ولی کامل ہو وہ مہم متعلقہ کو بہی سب سی عمدہ طور پر
انجام دیوی علاوہ ازین ہم کب کہتی ہین کہ مراعات افضلیت نہین چاہیی ہم اگر انکار کرتی
ہین تو اشتراط کا انکار کرتے ہین۔ اس حدیث سی صرف اسقدر معلوم ہوتا ہی کہ جب کوئی
عامل بنایا جاوی تو لحاظ افضلیت ضرور ہی ہم بہی یہہ ہی کہتی ہین کہ جب کسیکو امیر یا عامل بناوین
تو افضلیت ملحوظ رکھنا چاہیی لیکن اس سی یہہ کیونکر ثابت ہوا کہ اگر افضلیت فوت ہوگئی
تو امارت غیر منعقد ہوگی اور اوسکی اطاعت واجب نہوگی بلکہ اگر تامل کی نظر سی دیکہا جاوی
تو اسی روایت سی انعقاد مفہوم ہوتا ہی کیونکہ خدا و رسول و جماعت مومنین کے ساتھہ غش تو اوسی
وقت سی ہی جبکہ اوسکی امارت منعقد ہوگی اور وہ واجب الاطاعت ہوگا اور اگر وہ واجب الاطاعت
ہی نہین ہوا اور اوسکی امارت ہی منعقد نہین ہوئی تو مثل عوام کے رہا اور کیا غش ہوا وہ تامیر
ہی لغو ہوگئی غرضکہ افضلیت کی مراعات سی انکار نہین اشتراط سی انکار ہی تحفہ اثنا عشریہ
کی بحث افضلیت مین تو کہی آپنے دیکہا ہوگا آری اگر نصب رئیس بہ تعیین اہل حل
و عقد باشد می باید کہ نصب افضل کنند در ریاست و شرائط سرداری نہ در امور دیگر آری
بسا ولی کامل عالم متبحر سید جمیل الطرفین کہ از وی امور سرداری یک خانہ سرانجام نمی تواند شد
درینجا فضیلتی دیگر می باید۔ اس سی قطع نظر آپکو بحث مین عنقریب معلوم ہو چکا ہی
کہ جناب امیر نے اس شرط کا لحاظ نہین فرمایا کیونکہ جب زیاد جیسی شخص کو ایک ملک کا

حاکم بنا دیا تو بس اس سے بڑھکر اور کیا عدم رعایت اس شرط کی ہوگی پس اس سے معلوم ہوا
کہ یہ شرط جناب امیر رضہ کے نزدیک منسوخ ہے اور معمول بہ نہین یا آپ معصوم نہین کیونکہ
خدا اور رسول صلعم و جماعت مومنین کے ساتھ غش کیا۔ معاذ اللہ **قولہ** ایک دو اور حدیث شاہ
ولی اللہ صاحب رح کی نقل کلام مین آجیگی اس مقام مین عترت کی شہادت حسن تعیین آیکی عالم
جلیل فاضل نبیل خواجہ محمد بن محمد بن محمود مشہور بمحمد پارسائی باوجود سخت تعصب کے
کتاب فصل الخطاب کے آخر مین بعد ذکر ائمہ اثنا عشر ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ سے علامات
امام مین جناب امام رضا علیہ السلام سے ایک طویل روایت لکھے ہین چونکہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے
بھی وہ روایت رسالہ مناقب و احوال ائمہ اطہار مین جسکا ذکر فاضل رشید نے بھی ایضاح
مین کیا ہے نقل کی ہے لہذا بخوف طوالت شیخ صاحب دہلوی کی ہی فارسی روایت پہ
اکتفا کرتے ہین وہ اس رسالہ کی اخیر مین بعد ذکر ائمہ فرماتے ہین عبارتہ ہکذا و این ابو جعفر
قمی مذکور در علامات امام و فضل وی از امام علی رضا آوردہ ست کہ فرمود امام را علامات ست
کہ عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار تر و شجاع تر و عابد تر از دیگران باشد و ولادت کردہ شود
مختون و وی پاک باشد و از پیش و پس یکسان بیند و چون از شکم مادر بر زمین آید بر دو کف دست
افتد و آواز بشہادتین بر آورد و محتلم نشود و چشم او بخواب رود و دلش بیدار بود و محدث باشد
و درع رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بر وی راست آید و نزد وی سلاح آنحضرت صلعم باشد و شمشیر او
ذو الفقار و نزد وی مصحف فاطمہ رضہ بود و نزد وی صحیفہ بود کہ در وی نامہای مخالفان او تا روز
قیامت باشد ثبت بود و بول و غائط او را کسی نبیند و زمین موکل بود بہ فرو بردن آنچہ بیرون
آید از وی و بوی وی خوشتر از بوی مشک بود و بر مردم از نفسہای ایشان نزدیکتر بود
مہربان تر از مادر و پدر و متواضع ترین مردم بود مر حق را عز و علا و امر معروف کنندہ
نہی از منکر کنندہ تر بود و از ہمہ خلق دعای او مستجاب بود کہ اگر بر سنگ دعا کند
پارہ شود و موید بروح قدس بود و میان او و خدا عمودی بود از نور کہ بیند در وی

اعمال بندگان از در جهت به آن محتاج بود گاهی پیش کرده شود و برای او پس مانده گاهی قبض کرده شود از وی پس نماند و امام زائیده شود و نزاید تندرست بود و مریض بشود و بخورد و بنوشد و جماع کند و بخسپد و شادمان شود و غمگین نشود و بخندد و بگرید و بزید و بمیرد و در قبر نهاده شود و زیارت کرده شود و حشر کرده شود و ایستاده کرده شود در موقف عرصات و عرض کرده شود برای اعمال پرسیده شود از انها و اکرام کرده شود و شفاعتش قبول کرده شود و دلیل در دو خصلت است یکی علم و دیگر استجابت دعوات و ائمه بعد از پیغمبر صلی الله علیه وسلم کشته شده اند بشمشیر و زهر و این کشته شدن در حقیقت و نفس الامر است نه چنانکه غلات گویند علیهم اللعنت که ایشان کشته نشده اند و در حقیقت بر مردم مشتبه ایشان انداختند و این سخن دروغ است چه این مخصوص از انبیا و اولیا بعیسی بن مریم ع است چه وی را از زمین زنده برداشتند در میان زمین و آسمان روح او را قبض کردند و چون بر آسمانش بردند روح او را در بدنش باز آوردند و امامت بزرگتر و عظیم تر است از آنکه مردم بعقل یا بنه آن برسند و یا بکسب حاصل کنند امام مخصوص است بتمام فضل بی طلب و کسب بلکه بمحض اختصاص از مفضل و اب حکما متحیر و عقلا قاصر و ادبا عاجز و بلغا محصور از وصف نشانی از نشانهای وی و فضلی از فضائل او رسیده او را حق تعالی مخزن از علم و حکمت خود آنچه نمی دهد غیر او را۔ انتهی

اگرچہ اس روایت سے جو خرابی کہ مذہب اہلسنت و خلافت و امامت خلفاء ثلثہ و دیگر خلفاء متغلبہ پر کہ ان اوصاف سے موصوف نہ تھے آتی ہے بسبب فی کی بلکہ ادنیٰ صاحب فہم پر پوشیدہ نہیں مگر یہاں مد نظر صرف شرط افضلیت امام کا ثابت کرنا ہے اور وہ اس روایت سے اظہر من الشمس ہے قطع نظر اور اوصاف مندرجہ روایت ہذا کے شروع علامات امام میں یہ الفاظ ہیں عالم تر و حاکم تر و حلیم تر و پرہیزگار و شجاع تر و عابد نزد دیگران باشد اور یہ افضلیت پر دال ہیں کہ اہل حق خلافت و امامت کی شرط جانتے ہیں حضرت مجیب از کسی ہم مذہب کو یہ وہم ہو کہ چونکہ یہ روایت ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے اہلیہ

اہل سنت پر حجت نہین کیونکہ یہہ وہم فاسد چند وجہ سے مردود ہی اول یہہ کہ خواجہ پارسا اور
شیخ عبد الحق دہلوی نے اس روایت کی نقل کے بعد سکوت کیا ہی اور ہرگز انکار یا رد کا اشارہ
تک نہین کیا اور آپکی خاتم المحدثین کے نزدیک نقل کے بعد سکوت تسلیم کی دلیل ہی دوم روایات
شیخ ابو جعفر قمی علیہ الرحمۃ خواجہ پارسا کی نزدیک مقبول و شیخ ممدوح معتبر و قابل احتجاج . دروایت
کی ہین چنانچہ اس سی پہلی چند روائتین نقل کرکے کہتی ہین - اخرج ہذہ الاحادیث
الخمسہ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی وکان من شیوخ ائمۃ الشیعۃ
و مشہوریہم استشہد بہ البخاری رح فی کتاب الطب الخ اور شیخ عبد الحق صاحب
اس رسالہ مین فرماتی ہین - و این پنج حدیث ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی ابن بابویہ
القمی اخراج کردہ و ابن بابویہ از شیوخ شیعہ و مشہوران ایشان ست بخاری در کتاب خود در کتاب
الطب بوی استشہاد کردہ و در حدیثیکہ مضمونش اینست کہ شفا در سہ چیز ست حجامت کردن و عسل
خوردن و داغ نہادن گفتہ رواہ القمی عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس انتہی آوردہ ست
در کتاب الانساب امام ابو سعید عبد الکریم محمد سمعانی انتہی - **اقول** ہماری فاضل
محبیب اس روایت کو نقل کرکے خوشی سے پہولی نہین سماتی جامہ سے باہر ہوئی جاتی ہین اللہ
اللہ سہ پر کیا کچھہ اترائی مین اور کیسا کچھہ نازش و افتخار ہی گویا میدان مناظرہ آج آپ ہی کے
ہاتھہ ہی اور بزعم خود مذہب اہلسنت پر کیسی کچھہ خرابی ڈالی مگر یہہ خبر نہین کہ اسی روایت
بدولت بطر و فرح کے بدلی حزن و غمگینی اور نازش و افتخار کے عوض ذلت و شرمندگی نصیب ہوگی
ہم تو کیا عرض کرین اہل انصاف خود دیکھہ لینگی اور انصاف سے بول اوٹھینگی کہ یہہ آپکا ناز و
افتخار بجا ہی یا بیجا اور تعلی و ترفع روا ہی یا ناروا ہمکو سخت افسوس ہی کہ آپنے فصل الخطاب
کو ماقبل و مابعد سی ذرا بہی نہ دیکہا کہ آپکو معلوم ہو جاتا کہ یہہ روایت کس موقع کی ہی اور کس
عبارت سی اسکا ربط ہی اور کس مدعا کی لیے نقل کی گئی ہی اگر آپ بتامل کتاب کو ملاحظہ فرماتے
تو مین یقین کرتا ہون آپ اس روایت کو اہل حق کے مقابلہ مین نقل تک بہی نہ فرماتی

[illegible]

چہ جائیکہ آپ نازو افتخار اوسپر فرماتے ہیں اگرچہ آپ نے اس روایت کو رسالہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے لیکن چونکہ اصل روایت فصل الخطاب کی ہے اور رسالہ مذکور میں بھی اوسی سے ترجمہ لیا گیا ہے۔ اسلیے ہم اصل فصل الخطاب ہی کو پیش نظر رکھکر تشنہ جواب ہوتے ہیں کہ یہہ ترجمہ کے جواب سے بھی مستغنی ہوگا۔ ہمکو ضرورت نہ تھی کہ بجواب اس روایت کے ہم ابوجعفر راوی کے اسقاط و تضعیف اور روایت کی تغلیط و تزئیف کی طرف متوجہ ہوتے کیونکہ بحول اللہ و قوتہ ہمارے پاس اسکا جواب ہادم بنیان استدلال اور قاطع عرق شبہ موجود ہے جسکو ہم آئندہ گذارش و پیشکش کرینگے لیکن جبکہ ہمارے مجیب صاحب نے بطور دفع دخل مقدر کے فرمایا ہے اور گویا بزعم خود دلائل سے ثابت کردیا کہ نہ راوی کی تکذیب ممکن ہے اور نہ روایت کی تغلیط ہوسکتی ہے تو ضرور ہوا کہ ہم اپنے مجیب لبیب کو اونکی غلطی پر متنبہ کردین واضح ہو کہ صحت و عدم صحت و اعتبار و عدم اعتبار روایت باتفاق فریقین عدالت و عدم عدالت اور صدق و کذب رواۃ پر منحصر ہے۔ آپکے شہید ثانی صاحب معالم الاصول مین تحریر فرماتے ہین ملخصاً عرض کرتا ہون۔ وللعمل بخبر الواحد شرائط کلہا تتعلق بالراوی[1] الاول التکلیف الثانی الاسلام الثالث الایمان الرابع العدالۃ وھی ملکۃ فی النفس تمنعہا عن فعل الکبائر و الاصرار علی الصغائر و منافیات المروۃ الخامس الضبط۔ علی ہذا القیاس آپکو معلوم ہوگا کہ اہلسنت کے نزدیک بھی روایت کا اعتبار راوی کی اعتبار پر ہے اگر آپنے شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کوئی رسالہ متعلق اصول حدیث ملاحظہ فرمایا ہوگا تو معلوم ہوگا کہ شیخ رحمہ اللہ بھی یہہ ہی فرماتے ہین اور طریق معرفت عدالت بھی چند امور پر موقوف ہے معالم الاصول ہی مین دیکھہ لیجیے لکھا ہے

[1] خبر واحد پر عمل کرنے کی کئی شرائط ہیں سب متعلق راوی کے ہین پہلی شرط مکلف ہونا ہے دوسری اسلام تیسری ایمان چوتھی عدالت اور وہ نفس میں ایک ملکہ ہے جو اوسکو کبیرہ گناہونکے کرنے اور صغیرہ گناہون پر اصرار کرنے سے بچاتا ہے اور مروت کے مخالف باتوں سے پانچوین ضبط ہے۔ ۱۲

تعرف عدالۃ الراوی بالاختبار بالصحبۃ المتاکدۃ وملازمۃ بحیث تظہر احوالہ ویحصل الاطلاع علے سریرتہ حیث یکون ذلک ممکنا وھو واضح ومع عدمہ باشتہارھا بین العلماء واھل الحدیث وبالقرائن المتکثرۃ المتعاضدۃ وبالتزکیۃ من المسلم بھا انتہی تقدیر الحاجۃ۔

پس جب ہم روایت مذکورہ کی راوی ابوجعفر قمی کی حالات کی طرف تفحص کی نظر سے متوجہ ہو کر دیکھتی ہیں تو اہل حق کے اسماء الرجال میں اسکا کہیں نام و نشان بھی نہیں پالی عدول وحفاظ میں تو کہاں ضعفا و مجاہیل میں بھی حضرت کا کہیں پتا و نشان نہیں تقریب التہذیب مغنی میزان الاعتدال انمین کسی میں آپکا ذکر نہیں ہان متکلمین نے مناظرہ کی کتابوں میں آپکا ذکر کیا ہی مجملاً او مفصلاً بھی خاص کیکی ہیں مولانا خواجہ نصر اللہ رحمہ اللہ نے صواقع میں اور حضرت خاتم المحدثین علامہ دہلوی نے تحفہ میں ذکر فرمایا ہی سو مولانا خواجہ نصر اللہ رحمہ تو امثال کلمہ نزاہۃ الکذب سے یاد فرماتے ہیں اور تحفہ میں آپنے خود ہی ملاحظہ فرمایا ہوگا کس درجہ کی تکذیب فرمائی بخاری کی طرف نسبت کرنا کہ اونے اپنی صحیح میں ابوجعفر قمی سے استشہاد کیا ہی سو ہر حافظ صحیح بخاری اور اسکی شروح[1] بفضلہ تعا نادر الوجود نہیں جسکا دل چاہے دیکھ لیوی اوسمین ہرگز ابوجعفر قمی کسی سے استشہاد نہیں بلکہ وہ قمی جس سے امام بخاری نے استشہاد فرمایا ہی اور شخص ہے اور اس قمی کا ہے سو قسطلانی میں ہی رواہ القمی[2] بضم القاف وتشدید المیم المکسورۃ یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک بن ہانی بن عامر بن ابی العامر الاشعری من اہل قم مدینۃ عظیمۃ حصینۃ واھلہا شیعۃ وصلہ البزار

---

[1] راوی کے عدالت اسقدر پختہ صحبت اور ملازمت کے ساتھہ آزمایش سے معلوم ہو جاتی ہی کہ اسکی احوال ظاہر ہو جاتین اور اسکی چھپی ہوئی حالات پر اطلاع ہو جاوی جسجگہ ممکن ہو اور یہ امر واضح ہے اور جب یہ نہو سکی تو عدالت علماء اور اہل حدیث مین شہرت سے معلوم ہوتی ہے۔ اور قرائن سے جو بہت سی ہون اور باہم ایک دوسری کی تقویت کری۔ اور نیز کسی جانبی ہوئی کی تزکیہ سے بھی معلوم ہو جاتی ہے ۱۲ [2] قمی بضم قاف اور تشدید میم کسورہ سے یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک بن ہانی بن عامر بن ابی العامر اشعری قم کے لوگوں سے ہے اور قم ایک بڑا مستحکم شہر ہے۔ اور اوسکی باشندے شیعہ ہیں۔ ۱۲

اور اسیطرح دوسری شروح مین بہی اسکی تشریح ہے ہوا اِس سے ثابت ہوا کہ یہہ ابو جعفر ضعفاء رجال
ہی مین نہین بلکہ اہل حق اسکو وضاعین دکذابین مین سے سمجہتے مین خواجہ پارسا اور شیخ رحمۃ اللہ
علیہما کی کتابونمین جو یہہ لکہا ہوا ہے کہ بخاری نے اس سے استشہاد کیا اسکو توثیق سمجہنا بالکل غلط اور نقش
بر آب یا لمعان سراب ہے کیونکہ یہہ توثیق نہین بلکہ حکایت ملزوم توثیق سے بلکہ حکایت بلا
حکایت کیونکہ خواجہ ح انساب سمعانی سے حکایت کرتے مین اور صاحب انساب بخاری سے
اور یہی ہے کہ صحت حکایت محکی عنہ کی موافقت پر موقوف ہے اگر حکایت محکی عنہ کی مطابق ہے
تو حکایت صحیح اور قابل اعتبار ہوگی اور اگر محکی عنہ کے مطابق نہین ہے تو ہرگز قابل اعتبار نہین اور
اسجگہ حکایت مرو محکی عنہ کے مطابق نہین بخاری کے استشہاد کا حال تو واضح خدمت ہو ہی
چکا ہے دوسری حکایت انساب کے نسبت عنقریب واضح خدمت کیا جائیگا - باقی رہا خواجہ صاحب
رحمۃ اللہ کا خلاف واقع حکایت کرنا اگر فی الواقع صحیح ہو اور یہہ جملہ الحاقیہ نہو چنانچہ قرائن اسکے
الحاق پر دال مین اور ہم عرض خدمت کرینگے باعث کسی حرج یا خوف کا نہین ہے کیونکہ
ہمنے کب دعوی کیا ہے کہ خواجہ صاحب سہو و خطا سے معصوم مین اگر اونہون نے ایسا لکہا
اونسے خطا ہوئی بحمد اللہ مذہب اہلسنت ایسا محجہ بیضا ہے کہ اوسمین کسیکی غلطی سے حتمال
نقصان ہے اور نہ غلطی کا اتباع کیا جا سکتا ہے کیونکہ اصل امام کتاب و سنت کو قرار دے
رکہا ہے نہ اپنی ہوا کو والحمد للہ علی ذالک لیکن جب ہم قرائن مین غور کرتے مین تو
ظن قریب یقین کے ہوتا ہے کہ خواجہ محمد پارسا کی کتاب فصل الخطاب مین یہہ عبارت
استشہد به البخاری فی کتاب الطب فقال فی حدیث الشفاء فی ثلثة شرطة محجم و شربة
عسل وکیة بنار رواه القمی عن لیث عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کذا فی کتاب
الانساب للامام ابی سعد عبد الکریم بن محمد السمعانی الحاقی ہے کیونکہ اولاً جو جملہ کہ اس عبارت سے

[1] یعنی اپنی کتاب کے کتاب الطب مین سکو سامنے استشہاد کیا ہے اور حدیث ہے جسکا حاصل یہہ ہے شفا تین چیزون مین ہے پچہنے لگوانا اور شہد پینا اور داغ لگوانا یعنی کہا ہے حدیث سیا کو قمی نے لیث سے اور اونہون نے مجاہد سے اور اونہون نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اسیطرح امام ابو سعد عبد الکریم بن محمد سمعانی کی کتاب انساب مین ہے

پہلی متصل کو ہی وکان من شیوخ الشیعة ومشہوریہم اسکی بالکل مخالف و منافی ہی کیونکہ وہ جملہ پکار کر کہہ رہا ہی کہ یہہ شخص شیوخ شیعہ اور مشہورین اونکی سی ہی تو قابل رد و انکار ہی مطالب الحق کی اصول حدیث کی رسائل مین علی الخصوص شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی تحریرات مین جنا بنے مطالعہ فرمایا ہو گا کہ جو شخص متہم بہ بدعت ہو وہ درجہ اعتبار سی ساقط ہی علی الخصوص بدعت تشیع مین باوث ہونا جسکو اہل حق رفض ہی تعبیر فرماتے ہین اوسکا اونی شائبہ مسقط اعتبار ہی اور وجہ اسکی یہہ ہی کہ روایت کی صحت کا مدار صدق راوی پر ہی اور ان حضرات کے نزدیک کذب بالتقیہ جایز بلکہ فرض قطعی ہے جسکی تارک کو دین سی خارج فرماتے ہین تو اونکی صدق و کذب کی حالت ایسی ملتبس و مشتبہ ہو گئی کہ جسمین امتیاز احدہما عن الآخر محال و ممتنع ہو گیا تو جس شخص کے نسبت یہہ کہا گیا کہ یہہ متہم بہ بدعت رفض ہی تو گویا اوس سے یہہ مراد ہوئی کہ درجہ اعتبار سی ساقط ہی تو جس شخص کے لیے اوعان و یقین کے ساتھہ یہہ لکھا گیا ہو کہ یہہ شخص اس جماعت کا سرگروہ اور امام ہی اور از سرتا پا تشیع مصطلح مین غرق ہی تو اوسپر قیاس کر لینا چاہیے کہ اوسکا سقوط اعتبار کس درجہ مین ہو گا اور جب اوسکا سقوط و عدم اعتبار اسدرجہ پر پہونچ گیا تو اب یہہ جملہ استشہد بہ البخاری الخ جو فی الجملہ وثوق و اعتبار پر دال ہی گویا جواز اجتماع نقیضین کا حکم ہی۔ علاوہ ازین بخاری اور اوسکی شروح عزیز الوجود نہین اور ہر زمانہ مین اسکی یہہ ہی تداول و کثرت رہی ہی چنانچہ خود امام ہی کی اسکی روایت آلاف کی درجہ کو پہونچی تھی اور نیز خواجہ پارسا اپنی کتاب مین بخاری سی روایات نقل فرماتے ہین اور اوسکی بعض شروح سی بھی نقل کرتے ہین تو ایسی حالت مین عقل سلیم ہرگز تسلیم نہین کرتے کہ باوجود علم اس امر کے کہ ابو جعفر شیوخ شیعہ سی ہی بلا مراجعت اصل کتاب کے محض سمعانی کی نقل پر اوسکو اسدرجہ معتبر اور صحیح سمجھین کہ اوسکو اپنی کتاب مین بھی داخل کر دین غرض بہر کیف سیاق و سباق کو دیکھکر اس جملہ کے الحاقی ہونیکا قوی شبہہ پیدا ہوتا ہی۔ معہذا یہہ کہنا کہ اس روایت کی نقل کے

بعد سکوت کیا اور ہرگز رد یا انکار نہین کیا سو اسپر غلط ہی کیونکہ جب ماسبق مین بیان ہو چکا تھا
کہ اس روایت کا راوی شیوخ شیعہ اکابر محدثین مین سے ہی تو اب حاجت اسکی رد و انکار کی
باقی نہین رہی کیونکہ اوس سے معلوم ہو چکا تھا کہ جسقدر روایات بواسطہ اس راوی کے جنمین
یہہ متفرد ہو گا مروی ہونگی وہ قابل اعتبار نہونگی سو فی الحقیقت کلام سابق مین اس روایت
پر بھی رد و انکار ہو چکا تھا اور نیز بعد ختم روایات اہلسنت سے نقل کیا کہ وہ اپنی دعا مین کہا
کرتے تھی اللہم العن الرافضۃ فانہم ینمونا۔ تو اب یہہ صریح رد و انکار نہین ہوا کیا تو
پھر تعجب ہی کہ آپ یہہ فرمائین کہ رد و انکار کا اشارہ تک نہین کیا اور بفرض محال اگر یہہ استشہاد
صحیح ہوتا ہم ہماری مجیب کا استدلال بالکل فاسد ہی کیونکہ جب یہہ بات محقق ہو چکی کہ ابو جعفر
راوی شیوخ شیعہ سے ہی تو پھر اگر کسی روایت مین استشہاد کیا تو اوس سے جمیع مرویات کی
نسبت اعتبار اور وثوق سمجھنا سراسر غلط و نادانی ہی کیونکہ قاعدہ ہی کہ اگر کسی متہم بہ عیب کا
وثوق و اعتبار بھی ہو تو اوسکی مرویات کا اعتبار مقصور اون ہی روایات تک ہی کہ جن روایات
مین اپنی مذہب کیطرف دعوت نہین کی اور جن روایات مین مذہب کیطرف دعوت پائی
جاویگی وہ قطعا واجب الرد و الانکار ہونگی سو اگر بخاری نے بالفرض ابو جعفر سے روایت مین استشہاد
ہی کیا ہی تو یہہ روایت وہ روایت ہی جسمین دعوت اپنی مذہب کیطرف نہین پائی جاتی تو اس
روایت سے استشہاد مطلق اوسکی وثوق پر دال نہین اور اس سے اوس روایت کی تصحیح و تقویت
نہین ہو سکتی جسکو ہماری مجیب نے اپنا مستدل قرار دے رکہا ہی کیونکہ اوس روایت مین صاف
اور صریح اپنی مذہب کیطرف دعوت ہی تو حسب قاعدہ مذکورہ وہ روایت جس سے ہماری مجیب نے
استدلال فرمایا ہی قابل قبول نہین ہو سکتی۔ لیکن بحمد اللہ تعالی وبحولہ وقوتہ ہمکو اسکی
کچھہ ضرورت نہین کہ ہم ابو جعفر کی تکذیب کرین یا روایت کی عدم اعتبار کو اس بنا پر ثابت
کرین۔ کیونکہ جب اس عبارت کو اسکی ماقبل سے دیکھا جاتا ہی تو صاف معلوم ہوتا ہی

سلہ الٰہی رافضیوں پر لعنت فرما کہ وہ ہمپر تہمت لگاتے ہین۔ ۱۲

کہ خواجہ پارسا رحمہ نے کچھ ماسبق سے مذہب شیعہ ائمہ کی بابت بیان کرنا شروع کیا ہی اور چونکہ
اس مدعا کی یہی ضرور تہا کہ شیعہ ہی کی روایات نقل کرتے تو لامحالہ اونکی روایات کو نقل فرمایا
جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جملہ استشہد بہ البخاری الخ اپنی ماسبق سے بے جوڑ اور بے ربط
ہی اور الحاقی ہونے کا گمان ہوتا ہی لیکن نقل روایات کے اثناء مین بعض روایات شیعہ کے
جو موافق روایات اہلسنت کی واقع ہوگئی تو اسلیے اونکو بعدہ ہی چند روایات اہل سنت کی بہی
ذکر کرکے پہر اصل بیان کیطرف عود کیا جو کہ مقصود تہا یعنی بیان مذہب شیعہ ائمہ کی نسبت شروع
کر دیا تو اس سے یہہ سمجہا کہ خواجہ صاحب نے روایت مذکورہ اپنی مقبولہ بیان کی تہی سراسر غلطی ہی منشا
اس غلطی کا یہہ ہی کہ اول تو یہہ نہین سمجہی کہ یہہ مذہب شیعہ کا ذکر روایات سے بیان ہو رہا ہی
دوسری یہہ غلطی ہوئی کہ جو روایات اثنا مین تبعاً اہل سنت کی مذکور ہوئی تہی اونکی نسبت یہہ
نہین خیال کیا کہ یہہ محض بطور جملہ معترضہ کے ہین اوسکی بعد یہہ خطا ہوئی کہ جب روایات اہل سنت
کو ختم کرکے اصل مدعا کی طرف رجوع کیا تو اوسکو یہہ نہین سمجہا کہ رجوع الی المقصود ہی بلکہ اپنی
ناسمجہی سے یہہ سمجہہ گئی کہ خواجہ صاحب نے یہہ اپنا مذہب اور اپنا معتقد بیان کر رہے ہین
حالانکہ یہہ گمان بالکل غلط تہا اب مین تمام عبارت متعلقہ مع اوسکے آخر تک مفصل الفاظ
کو نقل کرتا ہون اور ناظرین جو اپکے مذہبات مین عموماً اور اپنی محبین کی خدمت مین خصوصاً
گذارش کرتا ہون کہ ذرا ملاحظہ فرماوین اگرچہ نقل تمام عبارت خالی از اطناب و تطویل نہین
لیکن چونکہ مدار نقل عبارت پر ہے اسلیے آپ مجکو معاف فرمائینگے۔ وقال[۵۱] الامام فخر الملة
والدین الرازی ایضاً رحمة اللہ فی کتاب المحصل اما الامامیة فالذی استقر علیہ رایہم ان
الامام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ثم ولدہ الحسن ثم اخوہ الحسین

۵۱ اور نیز امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب محصل مین فرمایا ہے۔ لیکن جمہور امامیہ کی اسپر ہی رائے ہی
کہ امام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہین پہر اونکی فرزند حسن رضی اللہ عنہ
پہر اونکی بہائی حسین رضی اللہ عنہ ۱۲

ثم ابنه علي زين العابدين ثم ابنه محمد الباقر ثم ابنه جعفر الصادق ثم ابنه موسى
الكاظم ثم ابنه علي الرضا ثم ابنه محمد التقي ثم ابنه علي النقي ثم ابنه الحسن الزكي ثم ابنه محمد
القائم المنتظر رضي الله عنهم اجمعين ولقد كان لهم في كل هذه المراتب اختلافا وروى عن جعفر
الصادق رضي الله عنه باسناده عن ابائه الكرام رضي الله عنهم عن امير المومنين علي رضي الله
عنه انه سئل عن معنى حديث كتاب الله وعترتي من العترة فقال رضي الله عنه انا والحسن والحسين و
الائمة الى المهدي رضي الله عنهم لا يفارقون كتاب الله عز وجل ولا يفارقهم حتى يردوا
على رسول الله صلى الله عليه وسلم حوضه وعن السيد زين العابدين علي بن الحسين رضي الله عنهما عن
سيد الشهداء الحسين بن علي عن امير المومنين علي رضي الله عنه انه قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم الائمة بعدي اثنا عشر اولهم انت يا علي واخرهم المهدي الذي يفتح الله سبحانه على يديه
مشارق الارض ومغاربها وفي حديث ابي عبد الله جعفر الصادق رضي الله عنه عن ابائه عن علي
رضي الله عنهم انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اثنا عشر من اهل بيتي اعطاهم الله عز وجل
فهمي وحكمتي وخلقهم من طينتي فويل للمنكرين عليهم بعدي وعن وكيع رحمه الله
باسناده عن سيد الشهداء الحسين بن علي رضي الله عنهما انه قال منا اثنا عشر مهديا اولهم
علي بن ابي طالب رضي الله عنهم واخرهم المهدي القائم بالحق يحيي الله تعالى به الارض بعد موتها

ل پھر انکے فرزند زین العابدین پھر انکے فرزند محمد باقر پھر انکے فرزند جعفر صادق پھر انکے فرزند موسی کاظم پھر انکے فرزند علی رضا پھر انکے فرزند
محمد تقی پھر انکے فرزند علی نقی پھر انکے فرزند حسن زکی پھر انکے فرزند محمد امت کے نگہبان جنکا انتظار ہے۔ خدا ان سب سے راضی ہو اور ان
فرزندوں کو ان مراتب کے ہر ایک مرتبہ میں باہم اختلافات ہیں۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے انکے آباء کرام رضی اللہ عنہم سے کہ جناب امیر سے کسی نے
کتاب اللہ و عترتی کے معنی میں پوچھا کہ عترت کون ہے تو فرمایا میں اور حسن اور حسین اور ائمہ مہدی تک رضی اللہ عنہم ہمیشہ کتاب اللہ سے جدا نہ ہونگے اور وہ بھی
انسے جدا نہ ہوگی یہانتک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے۔ امام زین العابدین سے روایت ہے وہ سید الشہداء امام حسین سے وہ جناب امیر سے روایت کرتے ہیں
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد بارہ امام ہونگے اے علی تم ہو اولاد ان کا آخر مہدی ہے جسکے ہاتھ پر مشارق
ومغارب زمین کی فتح کریگا۔ امام جعفر صادق کی حدیث میں ہے انکے آباء کرام کی جناب سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
میری اہل بیت میں بارہ شخص ہیں اللہ تعالی نے انکو میری سمجھ اور میری حکمت عطا فرمائی ہے اور انکو میری مٹی سے پیدا کیا ہے پس ہلاکت ہو
انکے منکروں کیلئے میرے بعد۔ وکیع سے روایت ہے انکی سند کیساتھ سید الشہداء امام حسین سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ہم میں بارہ مہدی ہیں
جن میں اول علی بن ابی طالب ہیں اور پچھلا مہدی حق کا قائم کرنے والا ہے جسکے سبب سے اللہ تعالی زمین کو آباد کریگا۔ ۱۲

ويظهر به دين الحق على الدين كله ولو كره المشركون وعن ابي عبد الله جعفر الصادق رضي الله عنه انه قال منا اثنا عشر مهديا مضى ستة وبقي ستة ويضع الله تعالى في السادس ما احب اخرج هذه الاحاديث الخمسة ابو جعفر محمد بن علي بن الحسين بن موسى بن بابويه القمي وكان من شيوخ الشيعة ومشهوريهم استشهد به البخاري رحمه الله في كتابه في كتاب الطب فقال في حديث الشفاء في ثلاثة شرطة محجم وشربة عسل وكية نار رواه القمي عن ليث عن مجاهد عن ابن عباس رضي الله عنهما كذا في كتاب الانساب للامام ابي سعد عبد الكريم بن محمد السمعاني رحمه الله وقد اخرج ابو جعفر القمي هذا باسناده عن جابر بن سمرة رضي الله عنه انه قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم فسمعته يقول ان هذا الامر لن ينقضي حتى يملك اثنا عشر خليفة كلهم فقال كلمة خفية لم افهمها قلت لابي ما قال فقال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كلهم من قريش وفي رواية كلهم يعمل بالهدى ودين الحق وفي رواية وليس بعزيز ان يجمع الله تعالى هذه الامة يوما او نصف يوم وان يوما عند ربك كالف سنة مما تعدون وحديث جابر بن سمرة رضي الله عنهما اخرجه البخاري ومسلم والترمذي وابو داود رحمهم الله وقد مضى عن قريب روايات هذا الحديث وتاويله ويلاتيه وعن ابي جعفر القمي هذا باسناده عن علي رضي الله عنه انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم البشر والحر البشر والثلاث تترى انما مثل امتي كمثل غيث لا يدرى

اور دین حق کو تمام ادیان پر غالب کریگا اگرچہ مشرکونکو برا لگیگا ۲ امام جعفر صادق سے مروی ہے انہون نے فرمایا ہم مین بارہ مہدی ہین چھ گذر گئے اور چھ باقی رہے اور اللہ تعالی چھٹے مین جو چاہیگا رکھیگا۔ ان پانچون حدیثون کی تخریج ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ قمی نے کی ہے اور وہ شیعہ کے شیوخ اور انکی شہرت یافتون مین سے ہے۔ بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب الطب مین اسکی ساتھ استشہاد کیا ہے اور اس حدیث مین مضمون یہہ ہے کہ شفا تین چیزون مین ہے۔ سینگی لگانا شہد پینا آگ سے داغ دینا کہا ہے کہ اسکو قمی نے لیث سے اور اس نے مجاہد سے اور انہون نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اسیطرح امام ابی سعد عبد الکریم بن محمد سمعانی کی کتاب الانساب مین ہے اور اس قمی نے اپنی اسنادون سے جابر بن عبد اللہ سے تخریج کی ہے کہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا تو مین نے سنا آپ فرماتے تھے یہہ امر تمام نہوگا یہانتک کہ بارہ خلیفہ مالک ہونگے سب قریش سے ہونگے اور ایک روایت مین ہے سبکے سب ہدایت اور دین حق پر عمل کرینگے اور ایک روایت مین ہے کہ یہہ دشوار نہین ہے کہ خدا تعالی اس امت کو ایک دن یا آدھا دن اکٹھا کر دے اور دن تیرے معبود کے نزدیک تمہاری گنتی کے موافق ہزار برس کے برابر ہے اور جابر بن سمرہ کی حدیث بخاری و مسلم و ترمذی و ابو داود نے تخریج کی ہے اور عنقریب اسکی روایات اور تاویلات گذر چکی ہین اور اسی ابو جعفر قمی سے بواسطہ اوسکی اسنادکی جناب امیر سے

اولا خيرهم آخره وكيف يهلك امة انا اولها وانا من خليفة من بعدي والمسيح عيسى بن
مريم آخرها وفي كتاب نوادر الاصول في معرفة اخبار الرسول صلى الله عليه وسلم تاليف
الشيخ الامام الاديب المحدث ابي عبد الله محمد بن علي الحكيم الترمذي قدس الله
روحه ونور ضريحه في الاصل الرابع والعشرين والمائة حدثنا الحسين بن عمر بن شقيق
قال حدثنا ايوب بن ... عن مكحول عن ابي الدرداء رضي الله عنه قال قال رسول
الله صلى الله عليه وسلم خير هذه اولها واخرها وفي وسطها الكدر حدثنا صالح بن عبد
الله قال حدثنا عيسى بن ميمون ... عن بكر بن عبد الله المزني عن ابن عمر رضي الله عنهما
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل امتي مثل المطر لا يدرى اوله خير او آخره اخبرنا صالح
... عن ثابت البناني عن انس رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثله حدثنا الفضل
بن محمد حدثنا ابراهيم بن الوليد بن سلمة الدمشقي حدثني عبد الملك بن ...
الازدي الواسطي عن ابي يونس مولى ابي هريرة رضي الله عنه عن عبد الرحمن بن سمرة قال
بعثني خالد بن الوليد بشيرا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم مؤتة فلما دخلت
عليه قلت يا رسول الله فقال على رسلك يا عبد الرحمن اخذ اللواء زيد بن حارثة
فقاتل زيد حتى قتل رحم الله زيدا ثم اخذ اللواء جعفر فقاتل جعفر حتى قتل رحم الله

سلہ اسکا اول بہتر ہے یا آخر اور وہ امت کیونکر ہلاک ہو گی جسکی اول میں ہوں اور درمیان مہدی ہیں اور مسیح ابن مریم آخر
میں ہیں اور کتاب نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار رسول کا ... شیخ امام ابی عبد اللہ محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ ...
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت
اول اور آخر اسکا ... [illegible] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (۱)
امت کی مثال مینہ کی ہے ... جانا جاتا کہ اسکا اول بہتر ہے یا آخر ... رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ... اور عبد الرحمن بن سمرہ ... روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھکو جنگ موتہ کے اندر
... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جب میں ... عرض کیا یا رسول
... اے عبد الرحمن ... زید بن حارثہ نے جھنڈا لیا اور قتال کیا یہانتک کہ مقتول ہوا اللہ تعالی زید پر رحمت
... جعفر نے جھنڈا لیا اور لڑا یہانتک کہ مقتول ہوا اللہ تعالی جعفر پر رحمت کرے ۔۔ ۱۲

[1]اخذ اللواء عبد الله فقاتل فقتل رحم الله عبد الله ثم اخذ اللواء خالد ففتح الله لخالد
فخالد سيف من سيوف الله فبكى اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وهم حوله
فقال ما يبكيكم فقالوا وما لنا لا نبكي وقد قتل خيارنا واشرافنا واهل الفضل منا
قال لا تبكوا فانما مثل امتي مثل حديقة قام عليها صاحبها فاجتث رواكبها
وهيأ مساكنها وحلق سعفها فاطعمت عاما فوجا ثم عاما فوجا ثم عاما فوجا فلعل اخرها
طعما يكون اجودها قنوانا واطولها شمراخا والذي بعثني بالحق ليجدن ابن مريم في
امتي خلفا من حواريه حدثنا علي بن سعيد بن مسروق الكندي قال حدثنا عيسى بن
يونس عن صفوان بن عمرو السكسكي عن عبد الرحمن بن جبير بن نفير الحضرمي قال لما اشتد
جزع اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم على من اصيب مع زيد بن حارثة يوم مؤتة
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليدركن المسيح من هذه الامة اقوام انهم لمثلكم
او خير منكم ثلاث مرات ولن يخزي الله تعالى امة انا اولها والمسيح اخرها قال ابو عبد الله
رحمه الله فمن الله سبحانه على هذه الامة خصوصا ثم عدد المنة فقال كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ
أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ والموصوف
بالسطة هو الموصوف بالعدل لا يميل الى افراط ولا الى نقصان فالميزان لسانه في وسطه

---

[1] پھر عبد اللہ نے جھنڈا لیا اور لڑکر مقتول ہوا اللہ تعالے عبد اللہ پر رحمت کرے پھر خالد نے جھنڈا لیا پس اللہ نے خالد کو فتح دی خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے پس اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے اور وہ آپکے گرد تھے آپنے پوچھا تم کیوں روتے ہو عرض کیا ہم کیونکر نہ روئیں حالانکہ ہمارے بہتر اور اشراف اور بزرگی والے مقتول ہوئے فرمایا مت روؤ کیونکہ میری امت کی مثال مثل اوس باغ کی ہے کہ اوسکا مالک اوسکی اصلاح کرے اوسکی بیکار جڑ اکھاڑ ڈالے اور اوسکی کھجور کے تنہ میں سے دوسری کھجور نکلی ہوئی کو اوکھاڑ ڈالا اور اوسکی رہنے کے جگہ کو تیار کیا اور اوسکی شاخون کو برابر کیا پس اوسنے ایک سال ایک جماعت کو پھل دیا پھر دوسرے سال اور جماعت کو پھر تیسرے برس اور جماعت کو پس شاید پچھلے پھل والا عمدہ خوشون والا اور لمبی شاخون والا ہو پس اوس ذات کی قسم جس نے مجھکو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ابن مریم میری امت میں اپنی حواریین کا جانشین پائیگا ۔ عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہے جبکہ جنگ موتہ کے دن انپر جو زید بن حارثہ کے ساتھ شہید ہوئے تھے صحابہ کا واویلا سخت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا اس امت کی بعض لوگ عیسی بن مریم کو ملینگے وہ تم جیسے یا تم سے بہتر ہونگے اور اللہ تعالے اوس امت کو رسوا نہیں کریگا جسکا اول میں اور آخر میں مسیح ہوگا ۔ ابو عبد اللہ رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر خصوصاً احسان کیا پھر احسان گنائے اور فرمایا تم بہتر امت ہو جو لوگوں کیلئے نکالی گئی ہو۔ اور اسیطرح کیا ہمنے تمکو گروہ بہتر ایسے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور جو وسط ہونے کے ساتھ موصوف ہے وہی عدل کے ساتھ موصوف ہے جو افراط و تفریط کی طرف مائل نہو پس ترازو کا کانٹا اوسکے بیچ میں ہوتا ہے ۔ ۱۲

وباستواء الطرفين والكفتين يستوي لسان الميزان ويقوم الوزن فجعلت اوائل هذه
الامة واواخرها ممن يهدون بالحق وبه يعدلون فجعل اولها واخرها ككفتي الميزان
يستويان وما بينهما من الكدر والتج والعوج كلسان الميزان يستقيم ولا يميل هكذا
ومتى اما استواء الكفتين فمعناه ان يجيء هذا الوسط بين الكفتين فاذا مال
الوسط الى اي الجانبين مال الى ركن ويثق فغير استواء هاتين الكفتين اعوجاج هذا
الوسط ونجيه الاثري انه عمهم فقال وكذلك جعلناكم امة وسطا اي عدلا وفي وسط
الامة اعوجاج فكما كان في استواء الكفتين استقامة اللسان فكذلك في استواء اوائل
هذه الامة واواخرها يقوم الوسط فلا يهلك وقد جاء في الخبر انه سيظهر العلم في اخر الزمان
ويقبل الناس على امر الله سبحانه حتى يتم حجة الله على عباده وقد احتج ابو جعفر القمي المذكور في
علامات الامام وذكر فضل الامام عن الرضا رضي الله عنه انه قال للامام علامات يكون
اعلم الناس واحكم الناس واتقى الناس واسخى الناس واشجع الناس
واعبد الناس ويولد مختونا ويكون مطهرا ويرى من خلفه كما يرى من بين يديه واذا وقع
على الارض من بطن امه وقع على راحتيه رافعا صوته بالشهادتين ولا يحتلم وينام عينه ولا
ينام قلبه ويكون محدثا ويستوي عليه درع رسول الله صلى الله عليه وسلم ويكون عنده

ف اور دو پلڑوں کی برابری سے کانٹا سیدھا رہتا ہے اور وزن بھی برابر رہتا ہے اس امت کی پہلی اور پچھلی لوگ کسی حق سے رہنمائی
میں اور اسی کے ساتھ انصاف کرنے میں پس دیکھو ترازو کے دونوں پلڑے کا جو برابر رہنا ہے اور ان کی درمیان میں کدورت اور کجی ہو
جیسی ترازو کا کانٹا سیدھا رہتا ہے اور لوگوں کی برابری کے سب اور امر میں جھکتا تو اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں پلڑے کے سب سیدھے رہیں
یہی بات پائی جائیگی کیونکہ اگر درمیان دونوں جانبوں میں سے کسی طرف مائل ہوگا تو مقصود کی کیفیت مائل ہوگی ۔ تو ان دونوں
پلڑوں کی ہمواری میں درمیان کی کجی ہے ۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ حق تعالی نے عام طور پر فرمایا ہے (اسطرح کیا ہمی تم کو عادل گروہ)
حالانکہ وسط امت میں کجی ہے مثل اسطرح پلڑوں کی برابری میں کانٹے کی ہمواری حاصل ہوتی ہے ۔ اسیطرح اس امت کے پہلوں
اور پچھلوں کی صلاحیت سے وسط کا قیام رہے تو وہ ہلاک نہ ہوگا ۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں علم ظاہر ہوگا اور لوگ اللہ کی
دین کی طرف متوجہ ہوجائینگے یہانتک کہ اللہ کی حجت اس کے بندوں پر پوری ہوجائیگی ۔ اور ابو جعفر قمی مذکور نے علامات امام میں حجت کی ہے
اور امام کی بزرگی امام رضا رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے امام کی نشانیاں ہیں وہ یہ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ عالم ہو اور سب سے
زیادہ حاکم اور سب سے زیادہ حلیم ہو اور سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ عابد ہو ختنہ کیا ہوا پیدا ہو اور پاک ہو
جیسا سامنے سے دیکھتا ہے ویسا ہی پیچھے سے بھی دیکھے اور جب ماں کے پیٹ سے زمین پر گرے تو ہتھیلیوں کے بل گرے اور شہادتین پکار کر کہتا ہوا اور محتلم نہ ہو
اور آنکھ سوئے دل نہ سوئے اور محدث ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ اس پر برابر آتی ہو اور اس کے پاس

سلاح رسول الله صلى الله عليه وسلم وسيفه ذو الفقار ويكون عنده مصحف فاطمة رضي الله عنها ويكون عنده صحيفة فيها أسماء شيعتهم الى يوم القيمة ولا يرى له بول ولا غائط لان الله تعالى قد وكل الأرض بابتلاع ما يخرج عنه ويكون رائحته اطيب من رائحة المسك ويكون اولى الناس منهم بانفسهم واشفق عليهم من ابائهم وامهاتهم ويكون اشد الناس تواضعا لله تعالى ويكون اخذ الناس بما يامر به واكف الناس عما ينهى عنه ويكون دعاؤه مستجابا حتى انه لو دعا على صخرة لانشقت بنصفين ويكون مويدا بروح القدس بينه وبين الله تعالى عمود من نور يرى فيه اعمال العباد وكلما احتاج اليه يبسط له فيعلم ويقبض عنه فلا يعلم والامام يولد ويلد ويصح ويمرض ويأكل ويشرب وينكح وينام ويفرح ويحزن ويضحك ويبكي ويموت ويقبر ويزار ويحشر ويوقف ويعرض ويسأل ويكرم ويشفع ودلالة في خصلتين في العلم واستجابة الدعوة والائمة بعد النبي صلى الله عليه وسلم ورضي عنهم قتلوا بالسيف او السم ويجري ذلك عليهم على الحقيقة لا كما يقول الغلاة عليهم اللعنة فانهم يقولون انهم لم يقتلوا على الحقيقة وانه شبه على الناس امرهم فكذبوا عليهم غضب الله عز وجل فانه ما شبه امر احد من انبياء الله سبحانه واوليائه للناس الا امر عيسى بن مريم عليهما الصلوة والسلام لانه رفع من الارض حيا وقبض روحه بين السماء والارض ثم رفع الى السماء ورد

ف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتیار ہون اور اوسکی تلوار ذوالفقار ہو اور اوسکی پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف ہو اور اوسکی پاس ایک ایسا صحیفہ ہو جسمین اوسکی محبین کے نام ہون جو قیامت تک ہونگی اور اوسکا پیشاب پاخانہ کوئی نہ دیکھ سکے کیونکہ اوسکی فضلات کی نگلنی پر زمین مقرر ہی اور اوسکی خوشبو مشک سے اچہی ہو اور لوگون کا اونکی جانون سے زیادہ اولی ہو اور اونکی ماں باپ سے زیادہ اون پر مہربان ہو اور اللہ کی سامنی سب سے زیادہ عاجزی کرنے والا ہو اور جسکا حکم کری خود اوسپر سب سے زیادہ عمل کرنے والا ہو اور جس بات سے منع کری خود سب سے زیادہ اوس سے بچنی والا ہو اور اوسکی دعا یہانتک مستجاب ہو کہ اگر پتہر پر دعا کری تو بیچ سے دو ٹکڑی ہو جائی۔ اور روح القدس کے ساتھ موید ہو اور اوسکی اور اللہ تعالے کے بیچ مین نور کا ایک ستون ہو جسمین بندونکی اعمال اور جسکی ضرورت ہو دیکھ لیا کری۔ گاہی اوسکی لیے بسط ہوتا ہی پس جان لیتا ہے اور کبھی قبض ہوتا ہی پس نہین جانتا۔ امام پیدا ہوتا ہے اور اوس سے اولاد ہوتی ہی اور تندرست ہوتا ہے اور بیمار ہوتا ہی اور کہاتا ہے اور پیتا ہی اور نکاح کرتا ہی اور سوتا ہی اور خوش ہوتا ہی اور غمگین ہوتا ہی اور ہنستا ہی اور روتا ہی اور مرتا ہی اور دفن ہوتا ہی اور زیارت کیا جاتا ہے اور (قیامت مین) اوٹہایا جائیگا اور ٹہرایا جائیگا اور پیش کیا جائیگا اور سوال کیا جائیگا اور اکرام کیا جائیگا اور شفاعت قبول کیا جائیگا اور اوسکی ولایت دو خصلتون مین علم اور قبولیت دعا مین ہے اور امام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھی تلوار یا زہر سے قتل ہوئی اور یہ مقتول ہونا واقعی ہے نہ جیسا غالی شیعہ کہتی ہین خدا تعالی اونپر لعنت کری وہ کہتی ہین کہ دراصل مین مقتول نہین ہوئی بلکہ لوگونکو اونکا اشتباہ ہو گیا ہے پس وہ جھوٹی ہین خدا کا اونپر غضب ہو کیونکہ انبیا اور اولیا مین سے بجز عیسی بن مریم کے کسیکا امر مشتبہ نہین ہوا وہ زندہ زمین سے اوٹہا لیا گیا اور اوسکی روح زمین و آسمان کے بیچ مین قبض کی گئی پہر آسمان پر بلند کیا گیا اور اوسکی روح اوسکو واپس دی گئی۔

عليه روحه وذلك قول الله عز وجل اذ قال الله يا عيسى اني متوفيك ورافعك اليّ الآية[1]
ان الامام اجل قدرا واعظم شأنا من ان يبلغه الناس بعقولهم او ينالوه بآرائهم الامام مخصوص
بالفضل كله من غير طلب منه ولا اكتساب بل اختصاص من المفضل الوهاب تحيرت الحكماء
وتقاصرت الاولياء وعجزت الادباء وحصرت البلغاء عن وصف شأن من شؤونه او فضيلة
من فضائله يؤتيه الله عز وجل من مخزون علمه وحكمه ما لا يؤتي غيره وعن الرضا رضي
الله عنه انه قال ان سرك ان يلقى الله عز وجل ولا ذنب عليك فزر الحسين رضي الله عنه ان
بكيت على الحسين رضي الله عنه ثم سالت دموعك على خديك غفر الله تعالى لك كل ذنب وان سرك
ان يكون لك من الثواب مثل ما لمن استشهد مع الحسين رضي الله عنه من اهل بيته وهم
ما لهم في الارض شبيه فقل متى ما ذكرته يا ليتني كنت معهم فافوز فوزا عظيما ولقد
نزل الى الارض من الملائكة اربعة آلاف لنصره لم يؤذن لهم فهم عند قبره شعث غبر الى ان
يقوم القائم رضي الله عنه فيكونون من انصاره وسئل الرضا عن قبر فاطمة رضي الله عنها
فقال دفنت في بيتها فلما زادوا في المسجد صار قبرها في المسجد وعن الرضا رضي الله عنه انه قال
من شد رحله الى زيارتي استجيب دعاؤه وغفرت له ذنوبه من زارني في تلك البقعة كان
كمن زار رسول الله صلى الله عليه وسلم وكتب الله له ثواب الف حجة مبرورة والف عمرة مقبولة

---

[1] اور یہ اللہ عزّ کا قول ہے (جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجکو دنیا سے لیلونگا اور اپنی طرف اوٹھا لونگا) بیشک امامت باعتبار رتبہ کی بڑا اور عظیم الشان کام ہے اس سے بالا تر ہی کہ لوگ اوسکو اپنی عقلوں سے پہنچ سکیں اور اوسکو رائیوں سے پا سکیں امام پوری بزرگی کے ساتھ مخصوص ہی بدون طلب کے بلکہ مفضل وہاب کیطرف سے محض اختصاص ہی اوسکی احوال میں سے کیا حال اور اوسکی فضائل سے ایک فضیلت کے وصف سے حکما حیران اور ولی قاصر اور ادیب عاجز اور فصیح گونگے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی علم وحکمت کی خزانہ سے جسقدر اوسکو دیتا ہی دوسرے کو نہیں دیتا اور امام رضا سے ہی روایت ہے اگر تجکو پسند آوے تو خدا سے ملے اور تجھپر کوئی گناہ نہ ہو تو امام حسین کی زیارت کر اور اگر تو حسین پر روے اور تیرے آنسو رخساروں پر بہیں تو اللہ تیرے تمام گناہ بخش دیگا اور اگر تجکو خوش لگے کہ تجکو بھی اسیقدر ثواب ملے جسقدر اونکو ملا ہے جو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اونکی اہل بیت سے شہید ہوئے جنکا روے زمین پر کوئی مشابہ نہیں ہی تو جب یاد کرے تو یہ کہہ یا لیتنی کنت معہم فافوز فوزا عظیما اور زمین پر چار ہزار فرشتے اوسکی مدد کو اترے لیکن اونکو اجازت نہوئی پس وہ اوسکی قبر کے پاس پراگندہ و سر غبار آلودہ قائم رضی اللہ عنہ کی قیام تک رہینگے وہ اوسکی مددگاروں میں سے ہونگے امام رضا سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر پوچھا فرمایا اپنے گھر میں دفن ہوئیں اور جب مسجد میں بڑھایا اونکی قبر مسجد میں ہوگئی اور امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہی فرمایا جو شخص میری زیارت کی نیت کرے اوسکی دعا قبول ہو اور اوسکے گناہ معاف ہوں اور جو شخص اوس جگہ میری زیارت کرے گویا اوسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور اوسکے لیے ہزار حج مقبول اور ہزار عمرہ مقبول کا ثواب لکھا جاویگا ۱۲

ولكنت انا وآبائي شفعاؤه يوم القيمه وهذه البقعة روضة من رياض الجنة ومختلف
الملائكة لا يزال فوج ينزل من السماء وفوج يصعد الى ان ينفخ في الصور وعن رسول الله صلى
الله عليه وسلم انه قال ستدفن بضعة مني بارض خراسان ما زارها مكروب الا نفس
الله تعالى كربته ولا مذنب الا غفر الله تعالى ذنوبه وعن الرضا رضي الله عنه من زارني وهو
على غسل خرج من ذنوبه كيوم ولدته امه وعن الرضا رضي الله عنه من زارني عارفا بحقي غفر الله
تعالى له ما تقدم من ذنبه وما تأخر وعن الرضا رضي الله عنه من زارني في غربتي كان معي
في درجتي يوم القيمة مغفورا له وعن علي بن محمد بن الرضا رضي الله عنهم انه قال من زار الرضا
فاصابه في الطريق قطرة من السماء حرم الله تعالى جسده على النار وعن علي بن محمد الرضا
رضي الله عنهم انه قال من كانت له الى الله عز وجل حاجة فليزر قبر جد الرضا رضي الله عنه وهو
على غسل وليصل عند راسه ركعتين وليسأل الله تعالى حاجته فانه يستجاب له ما لم يسأل
في مأثم او قطيعة رحم وان موضع قبره لبقعة من بقاع الجنة لا يزورها مؤمن الا
اعتقه الله تعالى من النار وادخله دار القرار وعن الصادق رضي الله عنه انه قال من
زار واحدا من الائمة فكانما زار رسول الله صلى الله عليه وسلم وقيل للرضا رضي الله عنه
علمني قولا بليغا كاملا اذا زرت واحدا منكم فقال اذا صرت الى الباب فقف واشهد

ك اور قیامت مین مین اور میری آبا اوسکی شفیع ہونگی اور یہہ جگہ جنت کی باغون مین سے ایک باغ ہے اور فرشتون کے آمد و رفت کی جگہ ہے نفخ صور تک ہمیشہ
ایک جماعت فرشتونکی اترینگی اور ایک چڑہینگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا عنقریب میرا لخت جگر خراسان کی زمین مین دفن
ہوگا جو شخص سختی رسیدہ اوسکی زیارت کریگا خدا اوسکی سختی دور کردیگا اور جو گنہگار اوسکی زیارت کریگا اوسکی گناہ معاف کریگا - امام رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے فرمایا جو شخص نہا کر میری زیارت کرے اپنی گناہون سے ایسا پاک ہو جائیگا جیسا کہ مان کے پیٹ سے پیدا ہونے کی دن تہا
امام رضا رضہ سے مروی ہے جو شخص میرا حق سمجہکر میری زیارت کریگا اوسکی پہلی پچہلے گناہ خدا تعالی بخشیگا - امام رضا رضہ سے مروی ہے
جو شخص میری غربت مین میری زیارت کریگا قیامت کی دن میری ساتہہ میری درجہ مین بخشا ہوا ہوگا - علی بن محمد رضا رضی اللہ عنہم
سے مروی ہے فرمایا جس شخص نے امام رضا کی زیارت کی اور رستہ مین اوسکو آسمان سے مینہ کا قطرہ پہنچ گیا اللہ تعالی اوسکی بدن کو آگ دوزخ پر حرام
کردیگا - علی بن محمد رضا رضی اللہ عنہم سے مروی ہے فرمایا جسکو خدا کیطرف کوئی حاجت ہو چاہیے کہ نہا کر دادا رضا کی قبر کی زیارت
کرے اور سر کے متصل دو رکعتین پڑہے اور اللہ سے حاجت مانگے تو اوسکی دعا قبول ہوگی جبتک کہ گناہ اور قطع رحم کے دعا نہ کرے اور
اوسکی قبر کے جگہ جنت کے ٹکڑون مین سے ایک ٹکڑا ہے جو مومن اوسکی زیارت کریگا اللہ اوسکو آگ سے آزاد کریگا اور اوسکو جنت مین داخل
کریگا - امام صادق رضہ سے مروی ہے فرمایا جس نے کسی امام کی زیارت کی گویا اوسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی - امام رضا رضہ سے
کسی نے کہا کہ مجھکو کوئی بلیغ کامل کلمہ سکہائیے کہ مین آپکی زیارت کے وقت پڑہون فرمایا جب دروازہ پر جاوے تو ٹہر اور شہادتین پڑہ ۱۲

الشهادتين وانت على غسل واذا دخلت ورايت القبر فقف وقل الله اكبر الله اكبر
ثلثين مرة ثم امش قليلا وعليك السكينة والوقار وقارب بين خطاك ثم قف و
كبر الله عزوجل ثلثين مرة ثم ادن من القبر وكبر الله عزوجل اربعين مرة تمام مائة مرة
ثم قل السلام عليكم يا اهل بيت الرسالة ومختلف الملائكة ومهبط الوحي وخزان العلم
ومنتهى الحلم ومعدن الرحمة واصول الكرم وقادة الامم وعناصر الابرار ودعائم
الاخيار وابواب الايمان وامناء الرحمن وسلالة النبيين وعترة صفوة المرسلين صلى الله عليه
وسلم ورحمة الله وبركاته السلام على ائمة الهدى ومصابيح الدجى واعلام التقى وذوي
الحجى والنهى ورحمة الله وبركاته السلام على محال معرفة الله تعالى السلام على مساكن ذكر الله
تعالى ومساكن بركة الله تعالى ومعادن حكمة الله تعالى سر الله عزوجل وحملة كتاب الله عزو جل
وورثة رسول الله صلى الله عليه وسلم ورحمة الله وبركاته السلام على الدعاة الى الله عزو
والادلاء على مرضات الله عزوجل والمظهرين لامر الله عزوجل ونهيه والمخلصين في توحيد
الله سبحانه ورحمة الله وبركاته اني مستشفع الى الله تعالى بكم ومقدمكم امام طلبي وارادتي ومسألتي
وحاجتي اشهد الله سبحانه اني مؤمن بسركم وعلانيتكم واني ابرأ الى الله عزوجل من عدو

لے اور تو نہایا ہوا ہو جب اندر جائے اور قبر دیکھے تو ٹھہر اور تیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ پھر تھوڑا سا تسکین و وقار کے ساتھ چل اور چھوٹے
قدم رکھ پھر ٹھہر اور تیس مرتبہ تکبیر پڑھ پھر قبر کے قریب ہو اور چالیس مرتبہ تکبیر پڑھ یہ پوری سو مرتبہ ہو گئی پھر کہہ تم پر سلام ہو
اے اہل بیت رسالت اور ملائکہ کی آمد و رفت کی جگہ اور وحی کے نزول کی جگہ اور علم کے خزانچی اور حلم کے ختم ہونے کی جگہ اور رحمت کی
کان اور کرم کے اصل اور ستون کے سردار اور نیکوں کے عنصر اور بہتروں کے ستون اور ایمان کے دروازے اور خدا کی امانت دار اور انبیاء کے
خلاصہ اور رسولوں کے برگزیدہ اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں سلام اور ائمہ ہدیٰ اور اندھیروں کے چراغ اور تقویٰ کے
جھنڈے عقل و ہوش والے اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں اللہ تعالیٰ کی معرفت کی محلوں پر سلام اللہ تعالیٰ کے ذکر کے
مساکن پر سلام اور اللہ کی حکمت کے معادن اور بھید والوں کا اور اللہ کی کتاب کے اٹھانے والو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثو پر سلام
اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں خدا کی طرف بلانے والوں پر اور اللہ کی رضا کی طرف راہ بتانے والوں پر اور اللہ کی امر و نہی کے ظاہر کرنے
والوں پر اللہ کی توحید میں خلوص والوں پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکات ہوں میں اللہ کی بہ وسیلہ تمہاری شفاعت چاہتا ہوں
اپنی طلب و سوال و ارادہ و حاجت سے آگے تم کو پیش کرتا ہوں میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں تمہاری ظاہر و باطن

آل محمد من الجن والانس وصلی الله علی محمد وآله الطاهرین وسلم تسلیما وعن الرضا رضی الله عنه وعن آبایه رضی الله عنهم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قیل له یا رسول الله متی یخرج القایم من ذریتک فقال صلی الله علیه وسلم مثله مثل الساعة لا یجلیها لوقتها الا هو ثقلت فی السموت والارض لا تاتیکم الا بغتة وبروایة اهل البیت فی صفة المهدی رضی الله عنه یحکم بالعدل ویامر به یخرج من تهامة یصدقه الله عز وجل فی قوله ویصدق الله عز وجل یجمع الله تعالی له من اقصی البلاد علی عدة اهل بدر ثلثمایة وثلثة عشر رجلا معه صحیفة مختومة فیها عدد اصحابه باسمایهم وبلادهم وحلاهم له علم اذا حان وقت خروجه انتشر ذلک العلم وانطقه الله عز وجل وناداه العلم اخرج یا ولی الله وله سیف مغمد فاذا حان وقت خروجه اقتلع ذلک السیف من غمده وانطقه الله عز وجل وناداه السیف اخرج یا ولی الله فیخرج ویقیم حدود الله ویحکم بحکم الله عز وجل جبرئیل علیه السلام عن یمینه ومیکائیل علیه السلام عن یساره طوبی لمن لقیه وطوبی لمن احبه وطوبی لمن قال به وعن ابی عبد الله جعفر الصادق رضی الله عنه انه قال منا اثنا عشر مهدیا مضی ستة وبقی ستة ویضع الله عز وجل فی السادس ما احب ومما قیل فی مرثیة الرضا رضی الله عنه

سله اور ہین آل محمد کی دشمن سے خواہ جن ہو یا انسان اللہ کی طرف بیزار ہون اور رحمت ہو اللہ کی محمد پر اور اوسکی اولاد طاہرین پر اور سلام ہو۔ امام رضا اور اونکی آبا سے روایت ہی کہ کسینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ آپکی اولاد سے قائم کب ظہور فرمائیگا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوسکی مثال قیامت کی ہی وہی ظاہر کریگا اوسکو اوسکی وقت پر بھاری ہی آسمانون مین اور زمینون مین تمہاری پاس نہین آئیگی مگر ناگہان اور اہلبیت کی روایت سے مہدی رضی اللہ عنہ کی صفت مین کہ وہ انصاف کے ساتھ حکم کریگا۔ تہامہ کی زمین سے نکلیگا اللہ تعالی اوسکی قول کی تصدیق کریگا اور وہ اللہ تعالی کی تصدیق کریگا اللہ تعالی اوسکی پیچھے اقصی بلاد سے تین سو تیرہ آدمی بقدر تعداد اہل بدر کے اکٹھی کریگا اور اوسکی پاس ایک مہری صحیفہ ہوگا جسمین اوسکی اصحاب کی تعداد اور اونکی نام اور انکی شہر اور انکی حلیے اور اوسکا علم ہوگا جب اوسکی ظہور کا وقت قریب آئیگا تو یہہ علم منتشر ہوگا اور اللہ تعالی اوسکو گویا کریگا اور پکاریگا اپنے ولی اللہ نکل اور اوسکی تلوار میان میں ہی جب اوسکی خروج کا وقت قریب ہوگا وہ تلوار اپنی میان سے نکلیگی اور اللہ تعالی اوسکو گویا کریگا اور تلوار اوسکو پکاریگی ای ولی اللہ نکل پھر نکلیگا اور اللہ کی حدود قائم کریگا اور اللہ تعالی کے حکم کے ساتھ حکم کریگا جبرئیل علیہ السلام اوسکی داہنی اور میکائیل علیہ السلام اوسکی بائین ہوگا مبارک ہو جو اوس سے ملا مبارک ہو جسنی اوسکو دوست رکھا مژدہ ہو جو اسکا قائل ہوا امام ابو عبد اللہ جعفر صادق سے مروی ہے فرمایا ہم مین بارہ مہدی ہین چھہ گذر چکی اور چھہ باقی رہی اور اللہ تعالی چھٹی مین جو چاہیگا دیگا۔ امام رضا کے مرثیہ مین کسینی کہا ہے۔

اشعار قبر بطوس به اقام امام + حتم اليه زيارة ولمام + قبر سنا انواره يجلو العمى + وبتربه قد يدفع الاسقام + قبر اذا حل الوفود بربعه + رحلوا وحطت عنهم الآثام + ارواحكم موجودة اعيانها + ان عن عيون غيبت اجسام +

تربة الرضا رضي الله عنه بطوس مباركة كان يستشفى بها الناس وعن بعض وزراء خوارزم انه اصابه البرص فدعا الله تعالى عندها فشفاه الله سبحانه فعمر لك الوزير فيها عمارة انفق فيها قريبًا من عشرة الآف دينار وعن بعض كبار اهل البيت انه كان يقول في دعائه **اللهم العن الرافضة فانهم يتهموننا** وعن زين العابدين علي بن الحسين رضي الله عنهما انه قال له رجل كيف منزلة ابي بكر وعمر رضي الله عنهما من النبي صلى الله عليه وسلم فقال كمنزلتهما اليوم وعن زين العابدين رضي الله عنه انه قال اقرب ما يكون العبد من غضب الله عز وجل اذا غضب ومن كلامه رضي الله عنه انما ملك خفي ومن كلامه قنوطك اعظم من ذنبك ومن روايته رضي الله عنه يقول الله عز وجل اذا عصاني من خلقي من يعرفني سلطت عليه من خلقي من لا يعرفني ومن كلامه رضي الله عنه يا اهل العراق احبونا حب الاسلام فما زال حبكم بنا حتى صار علينا عارا انّ شيعتنا انا لا نغني عنهم من الله سبحانه شيئًا وان ولايتنا لا تنال الا بالورع

له مرقد طوس میں قبر حسین امام عظیم ہے - اسکی زیارت اور اسکی طرف قرب واجب ہے [illegible]

اب اہل علم و انصاف اس عبارت مین بنظر تامل ملاحظہ فرمائین اور دیکھین کہ اول خواجہ پارسا
نی مذہب شیعہ ائمہ اثنا عشر کے نسبت امام رازی سے نقل فرمایا اوسکے بعد اونکی روایات خمسہ نقل فرمائی کہ جن
سے ائمہ اثنا عشر کی امامت کا ثبوت پایا جاتا ہے اور اون روایات کی مخرج کی مذہب کو بیان کر دیا تا
لوگ اوسکی اون روایات سے دہوکا نہ کہا دین جو متضمن بیان مذہب کو ہون - اور اگر الحاق نہین ہے
تو غلطی سے استشہاد بخاری نقلاً عن الانساب نقل کر دیا بعد اوسکی اوسی قمی راوی سے چھٹی روایت
جو کتاب الخصال مین مروی ہے - او مطابق روایات اہل حق ہے نقل کی اور اوسکی تخریج اہل سنت کی
روایات سے کر کے اوسکی تا ویلات سابقہ کیطرف اشارہ کیا اور اونکو یاد دلایا اور اس روایت کی
نقل سے اس امر کی طرف ایما کیا ہے کہ روایات خمسہ سابقہ حضرت ابو جعفر کی موضوعہ و مخترعہ ہین
اور صحیح یہہ ہی ہے جو موید بروایات اہل حق ہے بعد اوسکی ساتوین روایت اوسی سے نقل کی جو
کتاب الخصال مین مذکور ہے اور اوسمین بطور بشارت کے دو امر ارشاد ہوئی ہین ایک یہہ کہ امت کے
مثل باران ہیسی ہے جسکی اول و آخر کی تمیز (خیریت و نفع رسانی مین) دشوار ہے دوسری یہہ
کہ جس امت کی اول مین مین اور ائمہ اثنا عشر ہون اور آخر مین عیسی بن مریم ہون وہ کیونکر
ہلاک ہو سکتی ہے چونکہ فی الجملہ یہہ روایت بہی روایات اہل حق کے مطابق تہی جزو
اول پورا مطابق ہے جزو دوم مین ذکر خلفا اثنا عشر خضر قمی نے اپنی طرف سے تراش کر بڑہا دیا حالانکہ
اپنی مذہب کے بہی خلاف ہے کیونکہ ائمہ اثنا عشر کو اوائل امت مین شمار کرنا غلط ہے امام قائم
بالامر اواخر امت مین متصل حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کے ہین نہ اوائل امت مین پس حضرت
صدوق کو حسب قاعدہ کلیہ اسکا خیال نہ رہا ورنہ یون فرماتے انا و احد عشر خلیفۃ من بعدی اولہا
و الامام القائم بالامر و عیسی بن مریم آخرہا - اور اگر ترکیب عبارت اسطرح ہے انا اولہا و اثنا عشر
خلیفۃ من بعدی والمسیح بن مریم آخرہا کہ مسیح کا عطف اثنا عشر پر ہے تو اول سے بہی زیادہ غلط
چنانچہ خود بدیہی ہے کہ ائمہ اثنا عشر کو جناب امیر سے لیکر آخر تک جانب آخر امت مین کہنا
بدیہی البطلان اور خلاف واقع ہے تو اسلیے خواجہ پارسا علیہ الرحمۃ نے اپنی روایات سے جو

فی الجملہ اس روایت کی مطابق تہی ذکر و اشارہ کر دیا کہ اس روایت مین لفظ و ثنا عشر خلیفۃً
بعدی حضرت قمی کا افترا و اختراع ہی پہر یہہ روایات نقل کر کے اصل مقصود کیطرف جو ائمہ
کی بابت مذہب شیعہ کا بیان کرنا تہا رجوع کیا اور اوسی ابو جعفر قمی کی روایت علامات امام
مین نقل فرمائی جسکو ہماری فاضل مجیب نے اپنی استدلال مین پیش کیا اور اپنی کمال دانشمندی سے
یہہ سمجھہ گیی کہ یہہ روایت خواجہ پارسا کی مقبولہ ہے اور اسپر یہہ قرینہ قرار دیا کہ چونکہ بعد نقل
روایت سکوت کیا تو یہہ سکوت لیل قبول تسلیم روایت ہی اور یہہ نہ سمجہی کہ مقصود اس روایت کی
نقل سے صرف حکایت مذہب شیعہ ہی اسکو قبول و عدم قبول روایت سے کچہہ تعلق نہین ہوسکی بعد
اوسکے روایتین شیعہ کی متعلق فضائل ائمہ نقل فرمائی اور خاتمہ روایات پر تمام مرویات شیعہ کی جو ائمہ کی
حق مین مبالغہ آمیز روایتین کی ہین اور اونکی مناقب و مدائح مین غلو و اغراق فرمائی ہین یہانتک
کہ انبیا کے مرتبہ سے بہی بڑہا دیتی ہین جسپر جناب امیر کی پیشین گوئی خوب صادق آتی ہے یہلک
فی صنفان محب مفرط الخ روایات اہلبیت سے تکذیب فرمادی اور کبار اہلبیت سے نقل فرمایا
کہ وہ اپنی دعا مین بجناب باری عزشانہٗ عرض کیا کرتے تہی اللہم العن المرافضۃ فانہم یتمو ننا
افسوس کہ اسپر بہی آپ یہہ ہی فرماتی ہین کہ خواجہ پارسانی بعد نقل روایت سکوت کیا اور اسیکو
آپ تسلیم کی دلیل قرار دیتی ہین۔ اگرچہ یہہ بحث کسیقدر طویل ہوگیی ہی لیکن ایک گذرش باقی رہگیی ہی
ذرا گوش انصاف و ہوش اسطرف متوجہ فرما کر سن لیجیی وہ یہہ کہ کمال تعجب اور نہایت افسوس ہے
کہ آپنے باوجودیکہ سن تمیز سے ہی آپکو مناظرہ مین توغل و انہماک رہا اور بہت کچہہ کتابین دیکہہ ڈالی
اور بہت لوگونسے مباحثہ کیا گویا اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اسمین صرف کیا اور مسائل خلافیہ
وغیرہ مین حق الیقین کا مرتبہ بہی بزعم خود حاصل کر لیا اور گویا اپنی مجتہدین سے بہی گوئی سبقت
لیگیی با اینہمہ ادعائی ہمہ دانی تحفہ کو بہی ملاحظہ نفرمایا جو اس دبستان کے اطفال کا پہلا سبق ہی
کہ اوسکی مصنف خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اس شبہ کا کیسا استیصال کیا ہی مجہی امید ہی کہ اگر
آپ اوسکو ملاحظہ فرماتی تو اس دلیل کا نام بہی نہ لیتی لیجیی اب مین تحفہ کی عبارت نقل کرتا ہون

خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ تحفہ کے باب سیوم در ذکر احوال اسلاف شیعہ فرماتے ہین - محمد بن علی بن بابویہ القمی وابن قمی غیر آن قمی ست کہ بخاری بوی استشہاد کردہ است و در روایت حدیث الشفاء فی ثلث شرطۃ محجم وشربۃ عسل وکیۃ بنار در کتاب الطب از صحیح خود گفتہ ست ورواہ القمی عن لیث عن مجاہد زیرا کہ ابن بابویہ قمی از قرن رابع است ولیث از اوائل قرن ثانی امکان نیست کہ لیث را دیدہ باشد و از وی روایت کردہ واگر روایت عن لیث را بر ارسال و روایت بالواسطہ حمل کنیم حالانکہ خلاف متعارف بخاری ست در امثال این مقامات نیز درست نمی شود زیرا کہ وفات بخاری در سطہ ۲۵۶ است پس ابن بابویہ از وی متاخر ست بزمان بسیار بوی چہ قسم استشہاد تواند کرد و لنعم ما قیل فی میلاد البخاری و فاتہ وسنی عمرہ ولد فی صدق وعاش حمیدا ومات فی نور و در این مقام بعضی از بزرگان متاخر را در فہم عبارت سمعانی غلط افتادہ چنان گمان بردہ اند کہ این قمی ہمان قمی ست کہ بخاری بوی استشہاد نمودہ در ینجا نقل عبارت سمعانی کردہ شود و منشا غلط بیان کردہ آید قال السمعانی فی المنسوبین الی قم وابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی نزل بغداد وحدث بہا عن ابیہ وکان من شیوخ الشیعۃ ومشہوری الرافضۃ روی عنہ محمد بن طلحۃ النعالی ویعقوب بن عبد اللہ بن سعد القمی مستشہد بہ للبخاری فی صحیحہ فی کتاب الطب قال فی حدیث الشفاء فی ثلثۃ شرطۃ محجم وشربۃ عسل وکیۃ بنار ورواہ القمی عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس والاسناد العمید ابو طاہر سعد بن علی بن عیسی القمی ا[...] وزیر السلطان سنجر بن ملکشاہ الی اخر ما قال عبارت الانساب وصرح شراح [...]اری بان القمی الذی استشہد بہ البخاری ہو یعقوب بن عبد اللہ بن سعد القمی

---

۱ سمعانی نے اونکے بیان مین جو قم کی طرف منسوب ہین کہا ہی اور ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی بغداد مین ٹھہرا اور اپنے باپ سے وہان حدیث کی شیعہ کے شیوخ اور رافضیونکی شہرت یافتو نمین ہے محمد بن طلحہ نعالی نے اوس سے روایت کیا اور یعقوب بن عبد اللہ بن سعد قمی بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب الطب مین اسکی ساتھہ استشہاد کیا ہی اور اوس حدیث مین جسکا حاصل یہ ہی کہ شفا تین چیزون مین ہی سینگی لگوانا شہد پینا آگ کے ساتھہ داغ دلوانا کہا ہی (روایت کیا ہی اسکو قمی نے لیث سے اور اوسنے مجاہد سے اور اوسنے ابن عباس سے) اور عمید ابو طاہر سعد بن علی بن عیسی قمی ہے جو سلطان سنجر بن ملک شاہ کا وزیر ہو گیا تہا آخر عبارت سمعانی تک - اور بخاری کے شارحین نے تصریح کی ہی کہ بخاری نے جس قمی کے ساتھہ استشہاد کیا ہی وہ یعقوب بن عبد اللہ بن سعد قمی ہے - ۱۲ -

لا ابن بابویہ والضابطۃ فی کتاب الانساب ان یعطف احد المنسوبین بنسبۃ واحدۃ علی آخر بلا واو عطف مکتوبۃ بالحمرۃ فلعل ناسخ نسخۃ ذلک البعض سہا فکتب تلک الواو بالسواد حتی ظن من رواۃ ابن بابویہ وان ما بعدہ وہو قولہ استشہد بہ البخاری مما یتعلق بحال ابن بابویہ والواقع لیس کذلک بل تمت ترجمۃ ابن بابویہ الی قولہ روی عنہ محمد بن طلحۃ النعالی وابتداء بقولہ ویعقوب بن عبد اللہ بن سعد استشہد بہ البخاری فی ترجمۃ اخری وکل ہذا نشاء من غلط الناسخ وتحرف النساخ اشد تغلیطا من ہذا القدر واللہ العاصم عن کل زلل - انتہی

ملفظہ الشریف اب اس تقریر سی صاف واضح ہوگیا کہ ابوجعفر قمی سی نہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استشہاد کیا اور نہ انساب میں بخاری کا اوس سی استشہاد منقول ہی صرف بعض متاخرین کو کاتب کی غلطی سی غلطی واقع ہوگئی ہی اور واضح ہو کہ بالفرض اگر بعض سی مراد علامہ ذہبی ہوں کی خواجہ پارسا ہم ہی تاہم اس تقریر کا مدار اسی امر پر ہی کہ اس عبارت کو خواجہ موصوف کی تسلیم کر لیجاوی اور اوسمین اونکی انکی نسبت چون و چرا کی جاوی - چونکہ ثبوت الحاق کا انحصار قرائن خارجیہ ہی پر ہی جسمین گفتگو کی گنجایش ہی اور جواب بدون اسکی بھی حاصل تہا تو اولیٰ حضرت خاتم المحدثین صاحب تحفہ نے اوس عبارت کو خواجہ پارسا کی ہی تسلیم و فرض کرکے جواب تحریر فرمایا تو اب بعد اسکی اس تقریر میں اور تقریر سابقہ میں جو متعلق الحاق بیان ہوچکی ہی باہم کچہہ تعارض و تناقض نہیں ہی اب اسقدر گذارش کرنا اور باقی رکہا ہی کہ بحمد اللہ تعالی ایسی کذب واہیہ و موضوعات و مفتریات سی اہل سنت کی مذہب پر خدشہ واقع ہونا محالات سی ہے - لیکن یہہ ہی روایت کہ جسکی ناصبیہ کاذبہ سی امارات وضع و افترا ظاہر

ل؎ مراد اس بات سی یہ ہی کہ کتاب الانساب کا قاعدہ یہہ ہی کہ جو لوگ ایک نسبت کے ساتھ منسوب ہیں آپس میں ایک کے دوسری پر بغیر حرف واو درمیان میں لکہے عطف کرتا ہی تو شاید ناسخ کی کاتب نے یہہ واو سیاہی سی لکھدیا یہانتک کہ یعقوب بن عبد اللہ ابن بابویہ کی روات سے گمان کیا گیا اور یہہ کہ ابن بابویہ کے حال سے متعلق ہو حالانکہ واقع میں ایسا نہیں بلکہ ابن بابویہ کا حال قول روی عنہ محمد بن طلحۃ النعالی تک تمام ہوگیا تب ابتدا قول و یعقوب بن عبد اللہ بن سعد استشہد بہ البخاری سے دوسرا حال شروع کیا اور یہہ سب کاتبوں کی غلطی سے ناشی ہوا اور کاتبوں کی غلطی اس سے بھی زیادہ سخت ہوئی ہے اور اللہ تعالی ہی نگہبان ہی ہر ایک لغزش سے ۔۱۲۔

وہا ہیں حضرات شیعہ کی مذہب پر خرابی ڈالنی کے واسطے کافی ہی۔ شرح اس اجمال کے مختصر اینہ ہے کہ اس روایت میں بعضی جا ہیں جو دوسری روایات کی معارض و مناقض ہیں اور نیز باہم متعارض ہیں (۱) اس روایت میں مذکور ہی کہ شجاع تر ہو اور جب ہم تتبع روایات و حالات ائمہ کرتے ہیں تو نقیض شجاعت ثابت ہوتی ہی روی الاخباریون کلھم من الامامیۃ عن ابی حمزۃ الثمالی عن علی بن الحسین قال ابو حمزۃ قال لی علی بن الحسین کنت متکئا علی الحائط وانا حزین متفکر اذ دخل علی رجل حسن الثیاب طیب الرائحۃ فنظر فی وجہی ثم قال ما سبب حزنک قلت الخوف من فتنۃ ابن الزبیر قال فضحک ثم قال یا علی ہل رایت احدا خاف اللہ ولم ینجہ قلت لا قال یا علی ہل رایت احدا سال اللہ فلم یعطہ قلت لا ثم نظرت فلم ار قدامی احدا فعجبت من ذالک فاذا بقائل اسمع صوتہ ولا اری شخصہ یقول یا علی ہذا الخضر عن تحفہ قطع نظر اس ہی اس روایت سے قرائن اور حالات کو حسب تصریح علما شیعہ جب دیکھا جاتا ہی تو کچھ نفی شجاعت ہی نہیں پائی جاتی بلکہ معاذ اللہ توبہ توبہ قطع نظر عدم شجاعت سے بغیر نسبت حفاظتی حضرات کی دشمنوں کی طرف منسوب ہوتی ہی جناب امیر اور جناب حسنین رضی اللہ عنہم کی نسبت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت میں انکی مظلومی کی کیفیت بیان کرنے پر آتے ہیں تو نہ شجاعت ہی چھوڑتے ہیں اور نہ غیرت و حمیت ہی باقی رہنی دیتے ہیں بلکہ دین و ایمان تک خیر باد کہدیتے ہیں (۲) و محدث باشد یہہ بالکل خلاف کتاب اللہ ہی کیونکہ قرآن مجید میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفت بصراحت تمام مذکور ہی ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نبوت آپ پر ختم ہو چکی اب ائمہ کو محدث کہنا حضرت کے ختم نبوت کو بالکل باطل کرنا ہی

ـــــــــــــ

۵ امامیہ کے تمام اخباریوں نے بواسطہ ابو حمزہ ثمالی کے امام علی بن الحسین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی ابو حمزہ نے کہا کہ مجھسے امام زین العابدین نے فرمایا میں اندوہ اور فکر کی حالت میں دیوار سے سہارا لگائی ہوئی تہا ناگاہ ایک شخص عمدہ لباس اچھی خوشبو والا آیا اور میری طرف دیکھا اور کہا کہ تیری اندوہ کا کیا سبب ہی میں نے کہا کہ میں ابن زبیر کے فتنہ سے ڈرتا ہوں فرمایا وہ ہنس پڑا پھر کہا کیا تو نے کسیکو دیکھا کہ خدا سے ڈرا ہو اور اسکو نجات نہ دی ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا ای علی کیا تو نے کسیکو دیکھا ہے کہ اسنے سوال کیا اور اسکو نہ دیا ہو میں نے کہا نہیں پھر میں نے نظر کی تو اپنی سامنے کسیکو نہ دیکھا مجکو اس سے تعجب ہوا ناگاہ ایک کہنے والے کی آواز سنا جسکی صورت کو نہ دیکھتا تہا کہتا تہا ای علی یہہ خضر ہے ۱۲

کیونکہ محدثیت اسکا نام ہی کہ نزول وحی کا بواسطہ فرشتہ کے ہو لیکن اسطرح پر کہ فرشتہ کی صرف آواز مسموع ہو اور اسکا مشاہدہ نہو خواہ اوسکا نام وحی رکہا جاوے یا نہ رکہا جاوے یہہ آپکی اختیار ہے آپکی حضرت کلینی نے امام سجاد سے روایت کی ہے وان علی بن ابی طالب کان محدثا وھو الذی یرسل اللہ الیہ الملک یکلمہ ویسمع الصوت ولا یری الصورۃ (۳) ونزد وی مصحف فاطمہ ہم بود۔ کیا جناب امیر کا مصحف کافی نہ تہا جو صحیفہ جناب فاطمی کے ضرورت پڑی (۴) وامر معروف کنندہ ونہی از منکر کنندہ ترود کیا اسکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نام ہی کہ غلط مسائل خلق کو بتا کر گمراہ کریں استبصار کو دیکہہ لیجیے حال منکشف ہو جائیگا اوسمیں کہا کہ امراء جور کی جہوٹی تعریفیں اور خوشامد کریں خلیفہ للہ بلا وفلان وعبرو سے آپکی کیفیت منکشف ہو سکتی ہے کیا امر بمعروف ونہی از منکر اسیکا نام ہے جو جناب امام حسن نے خلع خلافت کر کے کیا (۵) دعائی او مستجاب بود کہ بر سنگ دعا کند دو پارہ شود۔ افسوس کہ حکام ظالمین کے ظلم سے دنیا ان سے بہم نعلین ذلیل وخراب ہوئی دین و دنیا ایک عالم کے درہم برہم ہوئی تمام اسکا دفع کر سکتی تہی اور نہ کیا اگر ظاہر ہے فوج وسپاہ ذوعدد وعدہ نہیں تہی تو کاش کوئی دعای سحری ہی کام کرتے جس سے معاندین دین کا کام تمام ہوتا امت کی اصلاح ہوتی حق حقدار کو پہونچتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جسقدر ائمہ کی زمانہ مین حکام امراہی جابر و ظالم دشمن دین تہی ورنہ پہر استجابت کسکے لیے رکہہ چہوڑی تہی (۶) درمیان او وخدا عمودی بود از نور کہ بہ بیند دروی اعمال بندگان ہرچہ بدان محتاج بود یہہ جملہ اور دو جملہ جو اسکی بعد متصل مذکور ہے باہم متعارض ہین اور وہ جملہ یہہ ہی وگاہی بسط کردہ شود برائی اوپس بداند وگاہی قبض کردہ شود از وی پس نداند جملہ اول دلالت کرتا ہی کہ ہر شئی کو ہر وقت معلوم کر سکتی ہین تو ہر وقت بدون تخصیص شئی دون شئی وزمان دون زمان ہر ایک شئی جسکی حاجت ہو معلوم کر سکتی ہین اور جملہ دوسرا اوسکا مدعا یہہ ہی کہ ائمہ ہر دو حالتین

صہ او می بن ابی طالب محدث تہی اور محدث وہ ہے جسکی طرف اللہ فرشتہ بہیجی وہ اوس سے کلام کری اور آواز سنی اور اسکی صورت نہ دیکہی ۱۲

طاری ہوتی ہین ایک حالت قبض کے اور دوسری حالت بسط کی حالت بسط مین مغیبات کو جانتی ہین اور حالت قبض مین مغیبات کے ساتھہ علم متعلق نہین ہوتا اور نیز جسقدر ثانیہ اوسکی بھی منافی جو آپکی علماء محدثین شیخ‌الاسلام تحریرین نے جناب امیر کے واسطے علم ما کان و ما یکون اپسی روایات سے ثابت کیا ہی کہ شاید بعض برتبہ مین درجہ تواتر کو پہونچتی ہون چنانچہ آپکی امام کلینی کافی مین اور ابن بابویہ نے خصال وغیرہ مین ثابت کیا ہی بنظر اختصار اسجگہ صرف ایک روایت خصال پر اکتفا کرتا ہون — حدثنا ابی و محمد بن الحسن رضی اللّٰہ عنہما قال حدثنا سعد بن عبداللّٰہ قال حدثنا محمد بن عیسی بن عبید و ابراہیم بن اسحٰق بن ابراہیم عن عبداللّٰہ بن حماد الانصاری عن صباح المزنی عن الحارث بن حضر عن الاصبغ بن نباتہ[1] عن امیرالمومنین علیہ السلام قال سمعتہ یقول ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علمنی الف باب من الحلال والحرام ومما کان وما یکون الی یوم القیمۃ کل باب منہا یفتح الف باب فذلک الف الف باب حتی علمت علم المنایا والبلایا وفصل الخصومات — اب اس روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور اسکے ساتھ مطابقت دیکھیے کہ اس روایت سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ جناب امیر کو جسقدر علم ما کان و ما یکون تھا وہ اس تعلیم کے طفیل تھا جو حضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے مرض کے حالت مین سرگوشی فرماکر تعلیم فرمایا ہت تو معلوم ہوتا ہے کہ عمو دنوری محض حضرات کا اختراع ہی اور یہہ ظاہر ہی کہ یہہ تعلیم ائمہ باقیہ تک انہین پونچی تو چاہیے کہ ان کو علم ما کان و ما یکون نہو علاوہ ازین کتاب اللّٰہ کی بھی مخالف ہی حق تعالی شانہ فرماتا ہی[2] وما تدری نفس ماذا تکسب غدا الخ عن الصادق[3] فھذہ الخمسۃ اشیاء لم یطلع علیہا ملک مقرب ولا نبی مرسل وھی من صفات اللّٰہ تعالی اور فرمایا ہی عالم الغیب فلا یظہر

---

[1] اصبغ بن نباتہ جناب امیر سے روایت کرتا ہی کہتا ہی مینی جناب امیر سے سنا فرماتے ہتی کہ مجکو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ نے حلال سی اور حرام سی جو گذر چکا ہی اور جو آئندہ ہوگا ہزار باب تعلیم فرمائی کہ ہر باب ومنن کا ہزار باب کہولتا ہی تو یہہ اسکا لاکہہ باب ہوئی یہانتک کہ مین تون اور مصیبتون اور جہگڑونکی فیصلہ کا علم سکہلایا گیا۔ ۱۲ [2] اور کوئی نفس نہین جانتا ہی کل کو کیا کمایگا۔ [3] امام صادق سی روایت ہی ان پانچ چیزون پر نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی مرسل مطلع ہی اور یہہ اللّٰہ کی صفات سی ہین ۔ ۱۲

علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول الخ (۷) ابن بابویه قمی نے جو روایت خصال میں بیان
علامات امام میں لکھی ہے ہم اوسکو نقل کرکے بعض فوائد بیان کرتے ہیں۔ عشر خصال من علامات الامام علیه السلام
عن ابی عبد الله جعفر بن محمد علیهما السلام قال عشر خصال من صفات الامام العصمة و
النص وان یکون اعلم الناس واتقیهم لله واعلمهم بکتاب الله وان یکون صاحب
الوصیة الظاهرة ویکون له المعجزة والدلیل وینام عینه ولا ینام قلبه ولا یکون له فیئ ویری
من خلفه کما یری من بین یدیه قال مصنف هذا الکتاب معجز الامام ودلیله فی
العلم واستجابة الدعوة فاما اخباره بالحوادث التی تحدث قبل حدوثها فذلک بعهد
معهود الیه من رسول الله صلی الله علیه وآله وانما لا یکون له فیئ لانه مخلوق من نور الله
عز وجل واما رؤیته من خلفه کما یری من بین یدیه فذلک لما اوتی من التوسم والتفرس
فی الاشیاء قال الله عز وجل ان فی ذلک لآیات للمتوسمین۔ انتهی اب براہ مہربانی اس
روایت کو ملاحظہ فرمائیے اور دیکھیے کہ آپکے صدوق صاحب نے اس روایت میں جو روایت سابقہ
سے کسیقدر مخالف ہے ائمہ کی لیے معجزہ بھی ثابت کردیا ہے بعد اسکے آپ اپنے صدوق صاحب کی
تاویل بلکہ تحریف کا بھی معائنہ فرمائیے کہ اونہوں نے معجزہ کو علم کے ساتھ مخصوص بنایا اور اخبار
بالحوادث کو معجزہ ہونے سے خارج کیا اور اوسکی نسبت فرمایا کہ اخبار بالحوادث بعہد
معہود من الرسول ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ وہ ہونا چاہیے جو اپنا خانہ زاد ہو اور کسی سے
ماخوذ نہو تو آپکے حضرت صدوق نے علم کو حضرت امیر کا خانہ زاد سمجھا اور یہ خیال کیا کہ یہ
بعہد معہود الیہ من الرسول نہیں ہے حالانکہ اونہی اپنی کتاب الخصال کی وہ روایت جو ابھی

سلہ بھید کا جاننے والا ہیں ظاہر کرتا اپنے بھید کو کسی پر مگر جو پسند کر لیا کسی رسول کو ۱۲ سلہ امام کی صفات سے دس خصلتیں ہیں عصمت
اور نص اور یہ کہ زیادہ عالم اور زیادہ پرہیزگار اور زیادہ کتاب اللہ جاننے والا اور ظاہر وصیت والا ہو اور اوسکی لیے
معجزہ اور دلیل حاصل ہو اور اوسکی آنکھ سوتی اور دل بیدار ہو اور اوسکی سایہ نہو اور جیسا سامنے سے دیکھے ویسا ہی
پیچھے سے دیکھے اس کتاب کا مصنف کہتا ہے امام کا معجزہ اور دلیل علم اور قبولیت دعا میں ہے اور امام جو پیشین
گوئیاں [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے حاصل ہیں اور سایہ اسلیے نہیں ہوتا کہ وہ خدا کے نور سے مخلوق ہے اور
پیچھے کا دیکھنا [illegible] فراست ظاہر کی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے بیشک اسمیں نشانیاں ہیں فراست والوں کی لیے ۱۲

خصال سے نقل کیے گئی علمنی الف باب خود بطریق سُنو عمد روایت فرمائی ہی حضرت کو وہ یاد نہی علاوہ اسکی جب اخبار بالحوادث بعہد معہود الیہ ہی تو وہ عہود نوری جو روایت سابقہ مین بیا گیا ہی وہ محض وضع واختلاق ہی اور نیز قصہ قبض وبسط کا سبب ہے غلط ہوا

قولہ سیوم یہہ کہ فاضل رشید نے شیخ عبد الحق صاحب دہلوی کی توصیف مین کتاب ایضاح لطافۃ المقال مین لکہا ہی کہ تصانیفش در علوم دینیہ مسلم الثبوت نزد علماء اہل سنت وجماعت وکلامش بجہت اتصاف بجودت واتصاف مستند اصحاب دیانت وبراعت است انتہی بقدر الحاجۃ - اور یہہ روایت ہی شیخ عبد الحق صاحب کے تصنیف دینی مین بلا رد وانکار منقول ہی چاہئی کہ یہہ بہی مسلم الثبوت علماء اہل سنت وجماعت کے نزدیک ہو - **اقول** فاضل رشید رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز یہہ نہین فرمایا کہ شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ معصوم از سہو وخطا تہی بفرض محال اگر یہہ بات ثابت بہی ہوجاوی کہ یہہ روایت بلا رد وانکار علی سبیل التسلیم نقل کی ہی تو بہی اسکی صحت کو مقتضی نہین کیونکہ جب بداہۃً نقل مطابق منقول عنہ کے نہین تو کیونکر واجب التسلیم ہوگی - معہذا اگر یہہ قاعدہ آپکا مسلمہ ہی تو ابن بابویہ کی تمام مرویات اور اسیطرح ابنی طوسی صاحب کے تمام روایات واجب القبول ہونگی علاوہ ان سب کے کافی کلینی جو کتاب اللہ سے بہی اصح سمجہی جاتی ہی اسکی روایات تو ضرور ہی واجب القبول ہونگی - اور متقدمین مین سے جوالیقی وصاحب الطاق وغیرہ بہی مسلم الثبوت مین انکی روایات بہی بلا دلیل بہر وچشم قبول ہونگی لیکن ہم دیکہتے ہین کہ یہہ بالکل غلط اور غیر معمول بہ ہی ہشام بن الحکم نے جوالیقی اور صاحب الطاق پر رد لکہا ہی معالم العلماء محمد بن علی بن شہر آشوب مین دیکہہ لیجیی ہشام بن الحکم کے ترجمہ مین لکہا ہی جس جگہ اسکی مصنفات بیان کیی ہین - الرد علی ہشام الجوالیقی اور یہہ لکہا ہی کتاب علی شیطان الطاق اور واضح ہو کہ یہہ مبارک لقب آپکی ابن شہر آشوب کا ہی عطیہ ہی بندہ کے طرف سے نہ خیال فرماوین کہ بندہ نے یہہ گستاخی نہین کی - آپکی امام کلینی جو مسلم الثبوت اور کتاب کافی جو صحاح اربعہ مین اعلی مرتبہ اور امام پر پڑہی گئی ہی آپکو معلوم ہی کہ اسمین تحریف

واسقاط آیات قرآنی کی نسبت روایات باسانید صحیحہ مروی ہین حالانکہ ابن بابویہ نے اون آیات کو موضوع ومفتری اور اونکی قایل کو کاذب فرمایا ہی - وقال شیخنا الصدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ القمی طیب اللہ ثراہ فی اعتقاداتہ اعتقادنا ان القرآن الذی انزلہ اللہ علی نبیہ هو ما بین الدفتین وما فی ایدی الناس لیس اکثر من ذلک قال ومن نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فهو کاذب انتہی ملخصاً تنقیح المقال صفحہ نمبر ۱۵

اسیطرح ابن طہر حلی نے حدیث لیلۃ التعریس اور حدیث ذی الیدین کو موضوع کہا ہی حالانکہ کلینی مین باسناد صحیح مروی ہے اور نیز شریف مرتضی نے اپنی استاد الاستاد شیخ ابن بابویہ کی حدیث جو سیہو نبی کا بابت روایت کی ہی تکذیب کی ہی اور موضوع کہا ہی باوجودیکہ اوسکی سند بہی صحیح ہی لیکن اتنا فرق ہی کہ ہمنی اوس روایت کی ہی جسکی سند حسب قاعدہ بالاتفاق مجروح تہی تکذیب کی ہی اور حضرات نے اون روایات کو موضوع ومفتری کہا ہی جنکی سند کی صحت مسلم الثبوت فرمی پہر جو جواب ہماری صحیب اپنی روایات کیطرف سی تجویز فرمادین وہی ہماری طرف سی براہ مہربانی قبول فرمادین - باقی رہا رد وانکار کے نسبت بہی گذارش مفصلاً ہو ہی چکا ہی **قولہ**

چہارم یہہ کہ اگر یہہ روایت جو خواجہ پارسا وشیخ عبد الحق نے علامات امام مین نقل کے ہی موضوع ومفتری ہی اور ہم جانتی ہین کہ حضرات اہل سنت کو شاید مجبوراً یہہ ہی کہنا پڑیگا سو لازم آئیگا کہ حضرت خواجہ پارسا وشیخ عبد الحق صاحب نہایت ہی صاحب حیا وغیرت ہین کہ خود ہی اپنی مباحث مین اہل حق پر اس گمان ووہم سی کہ روایتین موضوعہ نقل کرکے جناب امیر ع کی افضلیت ثابت کرتے ہین نہایت ہی تشنیعات شنیع وتعریضات قبیح وارد کی ہین یہہ کیا اندہیر ہی کہ بمصداق اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ تمام اپنی افادات کو پس پشت ڈالکر آپ ہی امر کی خود مرتکب ہوئی

بسلہ ہماری شیخ صدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ قمی طیب اللہ ثراہ نے اپنی اعتقادات میں کہا ہی ہمارا اعتقاد یہہ ہی کہ قرآن جو خدا نے اپنے نبی پر نازل فرمایا ہے وہ وہی ہے جو دو دفتیوں کے درمیان ہے اور جو لوگوں کے پاس ہے وہ اس سے زیادہ نہیں ہے اور جو ہماری طرف نسبت کرے کہ ہم کہتے ہیں کہ یہہ زیادہ ہے وہ جہوٹا ہے - ۱۲

کہ جسکا طعن اہل حق پر کرتے تھے یعنی ایسی حدیث موضوع وروایت مجعول کہ اونکے زعم مین محض
کذب وافترا ہی حضرت امام رضا کی نام لگاکر روایت کی اور اوسکو دینی کتاب مین جو ہدایت
خلق سیما اہل سنت کی لیے تصنیف کی ہی لکھی اور کچھہ بہی اوسکا رد وانکار نہ کیا بلکہ برعکس اوسکی راوی
کی توثیق دیجاری کا اعتماد نقل کیا اور سنی مسلمانونکو جو ضعیفونکی ایسی خرافات سے پاک مین گمراہ
کیا کیونکہ جب وہ دیکھینگی کہ ایسی عالم ثقہ وجلیل ومعتمد نے اس حدیث کو اپنی دینی کتاب مین لکھا ہی
اور بجائی رد وانکار کے اوسکی راوی کی توثیق کی ہی تو بیشک اوسکو حق سمجھینگی اور تصدیق کرینگی
اقول یہہ جوش وخروش ہماری محبیب کا محض اپنی اور اپنی اکابر کے خوش فہمی کے سبب سے
ہی کہ عبارت فصل الخطاب ورسالہ مناقب جسمین ترجمہ فصل الخطاب مذکور ہی نہین سمجھی ورنہ فی الحقیقت
نہ اوس روایت کی اونمین توثیق ہے بلکہ رد وانکار ثابت ہی اور نہ کسیکو گمراہ کیا۔ اگر کوئی اپنی کوتہ
فہمی سے گمراہ ہوا اوسکا الزام اونکی ذمہ نہین ہوسکتا ہزارہا آدمی معانی قرآن کے نہ سمجھنے کی
وجہ سے گمراہ ہوگئی معاذ اللہ خداتعالے پر اوسکا الزام آپکے نزدیک نہین حالانکہ وجوب لطف
کی بہی آپ قائل ہین پس بحمد اللہ بقول سامی سنی مسلمان اب بہی ایسی خرافات سے پاک ومنزہ
ہین اور اہل سنت کی تشنیعات وتعریضات کچھہ بفضائل ائمہ کرام ہی بابت نہین ہین بلکہ تمام الٰہیات
ونبوات واعتقادات وعملیات کی نسبت ہین اگر آپ تہوڑی سے بہی تحقیقات اپنی روایات
مرویات کی فرماوین تو آپ پر بہی واضح ہوسکتا ہی اور مشرح جواب اس دلیل کا ابحاث سابقہ
کی ضمن مین گذر چکا ہی اوس سے آپکو واضح ہوگیا ہوگا کہ ہمکو کچھہ مجبوری نہین کہ ہم اوس
روایت کو موضوع ومفتری ہی کہین گو فی الحقیقت موضوع ومفتری ہے پس
آپکا یہہ فرمانا صرف آپکی کمال فہم وبہایت دانشمندی کی دلیل ہی۔ باقی کلمات
ناملائم کا جواب ہم والسند قلم انداز کرتے ہین **قولہ** اب افضلیت کے باب مین حضرت
خلیفہ اول کی شہادت لیجیی۔ کنز العمال کے فرع اول خلافت ابوبکر باب ثانی کے
فصل ثانی نے کتاب الامارت حرف ہمزہ مین لکھا ہی عن ابی النضر قال لما ابطاء الناس

عن بعد ابی بکر قال من احق بهذا الامر منی الست من صلی الست فذکر خصالا-
خلیفہ اول کے یہہ کلام صریح اسپر دال ہے کہ سبقت اسلامیہ وخصائل متعددہ اپنی کو اپنی خلافت
کی فضلیت پر دلیل لائی - اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک بہی احق خلافت وہی ہی
جو افضل ہو- **اقول** اجی میر صاحب ہمنی یہہ کب کہا ہی کہ افضل احق بالخلافت نہین
ہی مدعا کچہہ ہت آپ کچہہ فرمانے لگے جس مدعا کی اثبات کا آپنے بیڑا اوٹہایا ہی وہ ہی
آپکی حافظہ شریفہ سے نکل گیا ہی پہلی اوسکو سوچکر یاد کیجیی پہر اس روایت سے اوس مدعا پر
استدلال کیجیی- افسوس کہ جناب نے یہہ خیال نفرمایا کہ ثبوت احقیت مثبت اشتراط افضلیت
نہین ہے بلکہ اگر آپ بنظر تامل ملاحظہ اس دلیل کا کرین تو اس آپکے ہی دلیل سے اثبات
عدم اشتراط افضلیت ہوتا ہی کیونکہ جسوقت ایک فرد کے لیی افضلیت اور احقیت ثابت
ہوئی اور ظاہر ہی کہ افعل التفضیل مین زیادتی نسبی ہوتی ہی جسکو اوسکی وضع مقتضی ہے
تو افراد باقیہ کے لیی بہی نفس افضل احقیق بالخلافت ہونا ثابت ہوا پہر اگر خلافت حق
کو کسی وجہ سے نہ پونہچی اور حقیق کو بہو نچ جاوی توکوئی وجہ نہین ہے کہ منعقد نہو کیونکہ جب
حقیق بالخلافت ہونا اوسکی لیی پایا گیا تو وہ خود بالبداہۃ مستلزم انعقاد کو ہی ورنہ حقیق
ہونا باطل ہوگا وذلک خلف تو اس سے ثابت ہوا کہ افضلیت شرط انعقاد خلافت نہین
وہذا ہو المطلوب- **قولہ** چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا مین اعتراف
کرتے مین کہ اثبات خلافت خاصہ مین افضلیت کو دخل ہی مسند ابی بکر فصل رابع مقصد اول
واقع صفحہ نمبر ۵ مین یہہ عبارت لکہی ہے اما اثبات صدیق رض خلافت حضرت فاروق را
بافضلیت او- فقد اخرج الترمذی عن جابر بن عبد اللہ قال عمر لابی بکر یا خیر الناس
بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر اما انک ان قلت ذاک فلقد سمعت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر واخرج ابوبکر
بن ابی شیبۃ عن زبید بن حارث ان ابا بکر حین حضرہ الموت ارسل الی عمر یستخلفہ فقال

الناس تستخلف علینا فظا غلیظا ولو قد ولینا کان افظ و اغلظ فما تقول لربک اذا لقیتہ واستخلفت علینا عمر قال ابوبکر ابربی تخوفنی اقول اللھم استخلفت علیھم خیر خلقک الحدیث واخرج ابوبکر بن ابی شیبۃ عن محمد عن رجل من بنی زریق فی قصۃ طویلۃ قال ابوبکر لعمر انت اقوی منی فقال عمر انت افضل منی

ناظر منصف درین آثار مضطر میشود درآنکہ این اوصاف را دخلی ہست در اثبات خلافت خاصہ کہ در طبقہ اولے بود والا ذکر این کلمات در مبحث اثبات خلافت خارج از قانون مخاطبات باشد انتہی۔ دیکھیے حضرت خلیفہ اول کے نزدیک افضلیت خلافت کے لیے ایسی ضروری تہی کہ باوجودیکہ اصحاب کرام خلیفہ ثانی کو فظ غلیظ کہتے تہے اور انکی خلیفہ کرنے سے خداوند تعالے سے ڈراتے رہے مگر چونکہ خلیفہ اول کے نزدیک وہ افضل تہے کچہہ بہی خیال نہ کیا اور خلیفہ کر ہی دیا۔ **اقول** یہہ دلیل بہی مثل دلیل سابق کے موافق مدعا نہیں اور اس سے بہی اشتراط افضلیت ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حسب اعتراف فاضل مجیب اس دلیل سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ افضلیت کو اثبات خلافت خاصہ مین دخل ہے اور اسکا ہمنی انکار نہین کیا۔ انکار صرف اشتراط کا ہے اور مطلق دخل ہونا بداہۃ مستلزم اشتراط کو نہین پس اثبات اشتراط کے لیے اسکو پیش کرنا بیجا ہے خود نہین اور جبکہ افضلیت کو دخل ہے تو ہنگام استخلاف ضرور اسکو ملحوظ رکہا جائیگا اور افضل احق بالخلافت ہوگا لیکن اس سے اشتراط افضلیت سمجہنا اور عدم انعقاد کا قائل ہونا خطا ہے اور خلیفہ بنانا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو باوجود لوگونکی ڈرانے کے ایسا مثمر خیرات و منتج حسنات ہوا کہ ایک عالم مین خدا تعالے کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ڈنکا بجگیا اور حسب ارشاد جناب امیر و اللہ منجز وعدہ خداوند تعالے شانہ کا وعدہ استخلاف ظاہر ہوا اس سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ فراست صدیقی اس معاملہ مین رضامی خداوند تعالے کے موافق ہوئی اور جو لوگ اس باب مین مخالف تہے انکی فراست خطا پر تہی۔ باقی رہا فظ و غلیظ ہونا یہہ وہ صفت ہے جو مقبول و پسندیدہ جناب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو چکی اور اسکے زبدر کی

قصہ مین اسی وصف مین حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے تشبیہ عطا ہوئی اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اونکی شان تھی اونپر اعتراض لیغیظ بہم الكفار کی مصداق ہے ۔ **قولہ** اب حضرت خلیفہ ثانی بانی مبانی خلافت خلیفہ اول کی شہادت لیجیی بخاری کی کتاب المحاربین باب الرجم علی الحبلی من الزنا اذا احصنت مین حدیث فلتہ مسطور ہے وہ بہت بڑی روایت ہی انعقاد بیعت خلیفہ اول کی کل کیفیت لکھی ہے اوسکے شروع سے مطلب کا فقرہ لکھتے مین آپ وہ مقام ملاحظہ فرمائین وہ یہہ ہی ۔ ولیس فیکم من یقطع الاعناق الیہ مثل ابی بکر الخ اب غور فرمائی کہ باوجود اس بیعت کی فلتۃ یعنی کار بے اندیشہ بدون مشورہ ہونیکی چونکہ آپکی خلیفہ ثانی کے زعم مین خلیفہ اول افضل تھے بدون مشورہ واجماع وتامل یہہ بیعت صحیح ہوگیی چنانچہ آپکی خاتم المحدثین مطاعن ابوبکر طعن نہم مین یہہ عبارت لکھتے ہین کہ در آخر این کلام کہ شیعہ از برای ترویج شبہ خود نقل کردہ اند این لفظ ہم واقع است ولیس فیکم مثل ابی بکر یعنی نیست در شما مثل ابوبکر در افضلیت وخیریت وعدم احتیاج بمشورہ وتامل در حق او ۔ انتہی بقدر الحاجۃ ۔ **اقول** افسوس ہماری فاضل مجیب الیں استدلال مین بھی وہی غلطی کہا ئی جو دلائل سابقہ مین کہا چکی تھے اور یہہ دلیل بھی مثل دلائل سابقہ کے مدعا کے ساتھہ مربوط نہین ہی کیونکہ اس دلیل سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہی کہ افضلیت کو خلافت مین مدخل ہے اور ہم بھی کہتے ہین کہ افضلیت کو خلافت مین دخل ہی افضل احق بالخلافت ہی لیکن اس سے اثبات اشتراط افضلیت خیال محال ہی باقی رہا فلتہ کے معنی کار بے اندیشہ وبدون مشورہ کے فرماکر نفی اجماع کی فرمانا ہم تو کچھہ عرض نہین کرسکتی گستاخی مین شمار ہوگا ۔ لیکن جناب ہی فرمائین کہ یہہ کہانکی دیانت ہی کہ جو مفہوم لفظ کا نہین ہے اوسکو اوسپر چپکاتی ہین ۔ ذرا ادہر بھی تو سمجھو کہ اجماع کو فلتہ سے کیا تعلق ہی آپ اگر نظر انصاف سے ذرا بھی تامل فرمائینگی تو واضح ہوجائیگا کہ پہلی سے کام مین تامل ومشورہ نہ کرنا دوسرا امر ہے اور بلے تامل ومشورہ ایک امر کو بالاجماع قبول کرلینا دوسرا امر اول کی نفی سے دوسری کی نفی سمجھنا حضرت کی خوش

فہمی کی دلیل ہے **قولہ** تعجب حیرت ہے کہ آپکی خاتم المحدثین افضلیت کو شرط خلافت نہین
مانتی بلکہ اوسکو ہماری مقابلہ مین خلاف عقل ونقل فرماتے ہین اور خود ہی اسمقام مین تحریر فرماتے
ہین کہ بسبب افضل وخیر ہونے خلیفہ اول کے مشورہ وتامل کے بہی احتیاج نہین - **اقول**
یہہ آپکی حیرت وتعجب خود قابل حیرت وتعجب ہے کیونکہ اس قول سے (کہ بسبب افضل وخیر ہونے
خلیفہ اول کے مشورہ وتامل کے بھی احتیاج نہین) ہرگز اشتراط افضلیت پر دلالت نہین
بلکہ اس سے صرف اسقدر مفہوم ہوتا ہے کہ افضل احق بالخلافت ہے - پس اس سے اشتراط سمجہنا
آپ جیسی منصف ومناظرہ دان وذکی وذہین سے البتہ لائق سخت حیرت وتعجب کی ہوگا پہر اوسپر
اظہار حیرت وتعجب باعث مزید حیرت وتعجب اضعاف مضاعفہ ہے - آپکی دلمین افضلیت
کچہہ ایسی سمائی ہے کہ آپکی عادت ہوگیی ہے کہ جسجگہ آپنے لفظ افضلیت دیکہا سمجہا کہ
اشتراط افضلیت کی دلیل ہے اور جہٹ پیش کردیا بیت بسکہ درجان فگار وچشم
بیدارم توئی * ہرکہ پیدا میشود از دور پندارم توئی * اور یہہ نہین خیال فرماتی کہ بمقابلہ خصم
ایسی دلائل پیش کرنے سے بجز ندامت وشرمندگی کچہہ حاصل نہین - **قولہ** اصل اجماع
جو حضرات سینہ نے محض اس خلافت کے لیے وضع کی تہی اور اوسپر بڑا ناز ہی اوسکا بہی کچہہ
خیال نفرمایا **اقول** ای اہل دانش وانصاف خدا کے لیے ذرا اس جملہ کے مطلب کو فرمانا
اور اوس تعارض وتخالف کو جو فیما بین قلتہ اور اجماع کے ہماری فاضل صاحب نے واقع کیا ہی
دیکہنا اور ہماری مجیب لبیب کے فہم کے داد دینا کیا لاحل اعتراض طبع وقاد سے ایجاد فرمایا
سبحان اللہ - انحضرت مشورہ وتامل کو اجماع کے ساتہہ تساوی اتحاد نہین ہے کہ اگر مشورہ
وتامل نہو تو اجماع بہی نہوسکے بلکہ ہوسکتا ہے کہ مشورہ وتامل ہوا اور اجماع نہو یا مشورہ وتامل نہو اور اجماع ہوجاے
اسمین کوئی استحالہ نہین ذرا تامل فرمائیے اور سوچیئے - **قولہ** افسوس ہے کہ آپکی خاتم المحدثین
اپنا قول بہی یاد نہین رکہتی اور یہہ بات کچہہ اسی مقام سے منحصر نہین بلکہ تحفہ مین اکثر جا ایسا
ہوا ہے اور سبب اسکا آپ جانتی ہی ہین ہم کیا عرض کرین **اقول** جہانتک ہمکو علم ہے

دیکھا ہے تجربہ شاہد ہے ہم نے اپنا حاشیہ مین کر دیا تو آپکی اور آپکی ان بزرگونکو جو تحفہ پر اعتراض کرتے مین خوش
فہمی نہیں ہے محض عداوت وعناد ہے جسکی بدولت ع عیب نماید ہنرش در نظر ؛ کی مصداق
ہو رہا ہے - آپنے اپنی اعتراض کا حال دیکھہ ہی لیا ہے اور حضرات کا حال بھی اسی پر قیاس فرمالیجیگا
پس آپ کا یہہ افسوس لائق افسوس کے ہے کہ مطلب خود نسمجھین اور الزام قائل کے ذمہ لگائین
علاوہ ازین آپکو معلوم ہے کہ زبان عناد سے خدا تعالے اور اوسکی کتاب پاک اور رسول بھی نہین
بچی تو بمقابلہ اونکی تحفہ و صاحب تحفہ رح کے کیا حقیقت ہے باانہمہ ہم صاحب تحفہ کو سہو
ونسیان سے معصوم بھی نہین سمجھتے **قوله** علاوہ اسکی اور بہت سے اقوال خلیفہ ثانی کی شرط
افضلیت پر دلالت کرتے مین بخوف طوالت اونکو ترک کیا جاتا ہے **اقول** جبکہ آپنے اون
اقوال سے تعرض نہین فرمایا تو ہم بھی اونسی اغماض کرتے ہین اگر آپ اون اقوال کو ذکر فرماتے
ہم بھی انشاء اللہ تعالے دربی استعمال استدلال کی ہوتی **قوله** مگر اسقدر گذارش
کرنا ضرور ہے کہ خلیفہ ثانی کا افضلیت کو شرط خلافت جاننا ایسا صریح امر ہے کہ محققین اہل سنت
نے اوسکا اقرار کیا ہے چنانچہ صدر المحققین ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری مین کتاب
الاحکام نحو اواخر الکتاب باب کیف یبایع الامام مین حدیث شوریٰ کی شرح مین
ابن بطال سے نقل کرتے ہین فان قیل بعض ہؤلاء الستة افضل من بعض وکان رای
عمر ان الاحق بالخلافة ارضاہم دینا وانه لا یصح ولایة المفضول مع وجود الفاضل
فالجواب انه لو صرح بالافضل منہم لکان قد نص علی استخلافه وہو قصد ان لا یتقلد
العہدة فنزل ذلك فجعلہا فی ستة متقاربین فی الفضل لانه تحقق انہم لا یجتمعون
علی تولیة المفضول ولا یالون المسلمین نصحا فی النظر والشوریٰ وان المفضول منہم
لا یتقدم علی الفاضل ولا یتکلم فی منزلة وغیرہ احق بہا منه وعلم رضی الامة بمن رضی
به الستة - انتہی اس سے صاف ثابت ہے کہ علاوہ خلیفہ ثانی کے کل صحابہ کے نزدیک
افضلیت خلافت کے لیے شرط تھی کہ وہ مفضول کی خلافت صحیح نجانتی تھی **اقول**

یہہ استدلال بھی ہماری فاضل مجیب کے لیے مثبت مدعا نہین کیونکہ جملہ (وکان یراہ عمر ان الاحق
بالخلافۃ ارضاهم دینا) بصراحۃ اس امر کو بیان کر رہا ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب
یہہ تہا کہ احق بالخلافت وہ شخص ہے جو زیادہ دیندار ہو اور ازین سے بالبداہۃ یہہ ثابت ہوتا
ہی کہ اشتراط افضلیت باطل ہی کیونکہ اسم تفضیل جسکی صفت واقع ہے اوسکی لیے ثبوت
فعل مع زیادت پایا جاتا ہے تو یہہ ہرگز اسکو مانع نہین ہے کہ نفس فعل بدون زیادت کسیکی
واسطی ثابت ہو بلکہ باعتبار اقتضاء اصل وضع تفضیل کے وجود ایسی فرد کا ہونا چاہیی جسکی نسبت
زیادتی ثابت ہو ورنہ مبالغہ اور تفضیل مین کچہہ فرق باعتبار معنی کے نرہیگا جبکہ اس جملہ کا
مطلب ذہن نشین ہوچکا تو دوسرا جملہ جو اس جملہ سے مستنبط اور مستخرج ہے اسکی مطابق ہونا
چاہیی اور اوسکا بہی مطلب صاف واضح ہے کہ لایصلح کی معنی تولیہ کے ہین اور لایصلح کی معنی
لایجوز کے حاصل مدعا عبارت یہہ ہوگا - وانہ لایجوز تولیۃ المفضول مع وجود الفاضل یعنی
فاضل کی ہوتے مفضول کو متولی امور بنانا جایز نہین - پس اس صورت مین یہہ جملہ اور جملہ سابقہ ہم
معنی ہوگئی کہ دونوں کا حاصل احقیۃ بالخلافت افضل کے لیے ہے اور اگر اس جملہ کو باوجودیکہ جملہ اولی کے
فرع ہی اوسکی طرف راجع نکیا جاویگا تو باہم اصل و فرع متعارض رہینگے - اسکی بعد سینی کہ خاتمہ جواب کے
عبارت سے جو لاز تحقق سے آخر تک مذکور ہوئی یہہ سمجہا کہ کل صحابہ کے نزدیک افضلیت خلافت
کو ایسی شرط تہی کہ وہ مفضول کے خلافت صحیح نجانتے تہی سراسر غلط ہی کیونکہ اول تو حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے خلافت کو تمام صحابہ مین دایر نہین کیا تہا بلکہ صرف چہہ شخصون مین منحصر
کردیا تہا جنکا عبارت اعتراض مین صراحۃ ذکر ہے تو جسقدر ضمایر جمع کی اس عبارت مین
مذکور ہین وہ سب راجع بطرف ستہ متقاربین فی الفضل ہین تو دوسی ہماری فاضل
مجیب کا کل صحابہ کو سمجہنا کمال خوش فہمی کا شاہد ہی اور دوسری یہہ کہ بصراحت اوس عبارت
سے بہی فاضل کا احق بالخلافت ہونا ثابت ہوتا ہی - جو نہ ہماری فاضل مجیب کو کچہہ
مضر ہے اور نہ ہمکو کچہہ مضر ہے - لیکن اس سے استدلال سمجہنا البتہ تعجب انگیز ہی منشا اسکا

مدعا سے ان کا ثابت نہیں۔ مثلاً اگر بفرض محال یہ دلیل مثبت اشتراط ہو تاہم ہمارے مجیب کے
مذہب کو مفید نہین کیونکہ مسئلہ امامت جبکہ اصول مذہب سے ہے تو اوسکے اور اوسکی شرائط کا اثبات
بھی ایسے ہونا چاہیے جو اپنے مدلول کو قطعی طور پر ثابت کرین ظنیات اسمین ہرگز کار آمد نہین
اور بالفرض اہل سنت کے نزدیک اگر افراد امامت کی کسی فرد مین اشتراط افضلیت ثابت ہوجاوے
تو یہہ مسئلہ چونکہ اونکے نزدیک فروعات مین سے ہے ایسے اوسکی ثبوت کی لیے ادلہ ظنیہ کافی ہونگے
اور قطعیہ کی ضرورت نہوگی۔ لیکن اون ادلہ کو علماء شیعہ کا بمقابلہ اہل حق پیش کرنا ثبوت
اشتراط افضلیت مین جو اونکی زعم مین اصول اعتقادیات سے ہے باطل ہوگا پس ہمارے مجیب
جب ان دلائل کو جنکو بزعم خود مثبت اشتراط سمجھہ رکھا ہے ہمارے مقابلہ مین پیش کرتے ہین
اور جن پر حسب تجہد زور و احتجاج فرما کر جامہ سے باہر ہوئی جاتی ہین کو فی الواقع مثبت اشتراط نہین
لیکن اگر واقع کی روسے اشتراط افضلیت ثابت ہو بھی تاہم اپنی مدعا کی ثبوت مین انکو پیش
کرنا سراسر غلط اور خلاف قاعدہ ہے علی ہذا القیاس جسقدر شرائط ثلثہ کی اثبات کے دلائل فرمائی
سب کی یہہ ہی حالت ہے کیونکہ حضرت مجیب کا گمان یہہ ہے کہ الزامی جوابات و استدلالات
کافی ہونگے چنانچہ فرو مباحث سے ابتدائے بحث مین ایک رباعی بھی زیب جواب فرمائی تھی
جسکا اول مصرع یہہ ہے ع خواہی کہ شود خصم تو ناچیز سخن ۔ حالانکہ یہہ غایت درجہ کی
بدیہی غلطی ہے اگر بفرض محال ان دلائل سے یہہ مدعا ثابت ہوتا ہم مفید مذہب شیعہ
نہین ہوسکتا اور خصم کو گنجایش ہے کہ اوسکو صرف اسی وجہ سے رد کرے کہ چونکہ ہر دو علماء
اہل سنت و شیعہ مین زمین و آسمان کا فرق ہے اونکے نزدیک مسئلہ متنازعہ فیہا فروعی اور انکے
نزدیک اصولی ہے تو کیا ضرور ہے اگر دلائل ظنیہ سے شرائط کا ثبوت اہلسنت کے نزدیک ہوتا ہے تو
قطعی طور پر بھی ثبوت ہو کر مفید مدعا اہل تشیع ہو بلکہ جب دلائل ظنیہ مین تو مثبت مدعا
قطعی کو نہین ہوسکتی۔ پھر با وجود ایسی موٹی بات اور ایسی غلطیاں کہ جو ہمارے فاضل
مجیب سے سرزد ہوئی ہین یہہ دعویٰ کرنا کیونکر صحیح ہوگا کہ ہمنی تمام مسائل متنازعہ فیہا مین

مرتبہ حق الیقین کا حاصل کر لیا ہی۔ افسوس کہ اتنا بڑا دعوی کیا اور اسکا ثبوت کہین نہین دیا پس بجز اسکے کہ اسکو سہو و نسیان پر محمول کرکے ٹال دیا جاوے ہمین اور کچھہ عرض نہین کر سکتا کاش خود بہی چشم انصاف کہولکر ملاحظہ فرماوین۔ علاوہ ازین ترجمہ عبارت مین جو کچھہ غلطیان واقع ہوئی اونکو ہم بخوف تطویل ترک کرتے ہین **قولہ** تعجب ہے حیرت ہی کہ آپکی خاتم المحدثین نے با اینہمہ تبحر فتح الباری کو بہی ملاحظہ نفرمایا کہ با وجود خلیفہ ثانی بلکہ کل صحابہ کی افضلیت کو شرط خلافت جانتی ہی سکے اس شرط کو لازم نہین مانتی اور نہین تو خلیفہ ثانی کی تقلید تو اونکو لازم تہی **اقول** یہہ تعجب حیرت سامی اس سے ناشی ہی کہ با اینہمہ ادعائی ہمہ دانی آپ نے فتح الباری کی عبارت کا مطلب نہین سمجھا۔ لیکن طرفہ یہہ ہی کہ اس بیجا ہی پر اپنی سمجھ پر یہہ کچھہ ناز ہی کہ خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت فتح الباری کے نہ دیکھنے کا الزام لگاتی ہین حالانکہ یہہ خود ہی علامہ کنتوری نے شرح ابن میثم نہ دیکھنی کے الزام کے جواب مین یہہ فرماتے ہین (کچھہ ضرور ہی کہ علامہ نے شرح دیکھی ہو یا دیکھی ہو اور اسکا نام ہی تحریر ہو) افسوس کہ یہان اگر اپنی غلط فہمی کا خیال نہ آیا تہا تو کیا وہ عذر ہی محو خاطر سامی ہو گیا تہا **قولہ** آپنے جو بتقلید اپنی خاتم المحدثین کے ان شرائط کو دلائل شیعہ کی خلاف فرمایا ہے ظن غالب ہی کہ اب تو آپ ہی اس شرط کو مان لین کیونکہ اقتدائی صحابہ خصوصاً خلیفہ ثانی آپکو لازم ہی۔ **اقول** جو کچھہ ہمنے ان دلائل کی نسبت گذارش خدمت کیا تہا وہ محض تقلیداً ہی نہین تہا چنانچہ ابحاث سابقہ سے جناب کو معلوم ہو ہی گیا ہو گا پس مجھکو امید ہی کہ جناب میری معروضات کو نظر انصاف و تامل سے خالی الذہن ملاحظہ فرمائینگی تو انشاء اللہ تعالی آپ خود ان شرائط سے دست بردار ہو جائینگی واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **قولہ** اور نیز خلیفہ ثانی اور صحابہ کی یہہ رائی کہ افضلیت کو شرط خلافت جانتی تہی اگرچہ اس روایت سے بخوبی واضح ہے مگر توضیحاً اسقدر اور گذارش ہے کہ بخاری کی کتاب الفضائل مین حدیث سقیفہ ملاحظہ فرمائیی کہ خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے جواب مین فرمایا۔

بل نبایعك انت فانت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ
اور خلیفہ ثانی کی یہہ کلام صریح دلیل اسکی ہے کہ جو شخص سبسے افضل ہو وہ خلافت کا احق ہی
اقول ہم بہی کہتی ہین کہ بیشک وہ شخص جو افضل ہو احق بالخلافت ہی لیکن اس سے
آپکا مدعا کیا حاصل ہوا ابکا وہی غلطی ہے جو اکثر استدلالات مین آپکو واقع ہوئی ہی
پس اسکا پیش کرنا حضرت کی کمال فہم پر دلالت کرتا ہی افسوس فہم کا یہہ حال ہے اور ان
ترانیونکا وہ حال- **قولہ** اور یہہ بہی ثابت ہوا جب آپ الرسول ہی احق بالخلافت ہی اسکو
یاد رکہیگا اگر آپنے یہہ سلسلہ جاری رکہا تو پہر کسی کام آئیگا۔ **اقول** تسلیم شکر گذار ہون
کو بندہ کو پہلے سے بہی یاد ہے لیکن تعمیل حکم یاد کر لیا ہے اور اوسوقت کا بہی منتظر ہون
جسوقت یہہ لفظ کام آئیگا- **قولہ** غرضکہ اسوقت صحابہ نے خلیفہ ثانی کے اس قول کو
تسلیم کر لیا اور یہہ نہین کہا کہ افضلیت کو خلافت مین کیا دخل ہے شرط خلافت
افضلیت نہین تو معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک افضلیت شرط تہی **اقول** اے حضرات
اہل انصاف ہماری فاضل مجیب کے اس دلیل کی خوبی و متانت و برجستگی و لطافت کو تو ذرا
ملاحظہ فرمائیگا کہ کسطرح اس دلیل سے کل صحابہ کے نزدیک اشتراط افضلیت ثابت فرمایا ہی
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے یہہ ثابت ہوتا ہی کہ افضلیت کو خلافت مین دخل ہے
اچہا مسلم لیکن دخل ہونی سے یہہ کیونکر لازم آیا کہ افضلیت شرط خلافت بہی ہوگئی علاوہ ازین
بجواب اس قول کے سکوت صحابہ کا کیونکر اشتراط کے واسطے حجت ہوگیا۔ ممکن ہی کہ یہہ
سکوت اسوجہ سے ہو کہ جب کہ ہر ایک کے نزدیک اوس خلافت کا تحقق ہوگیا تو کسینی اوسکی
حقیت پر کسی دلیل سے استدلال کرکے حق جانا ہو اور کسینی کسی دلیل سے مثلاً بعض نص قرآنی سے
اوسکی حقیت سمجہے ہو اور بعض نے احادیث سے اور بعض نے اونکے ساتہہ دلائل قیاسیہ بہی منضم
کیے ہون- تو چونکہ مدعا اور مطلوب ہر ایک کا متحد تہا تو کیا ضرورت تہی کہ اون دلائل مین
اوجہتی جو اپنی بہی مدعا کو موید تہی اور نیز باعتبار نفس الامر کی صحیح تہی اور مطابق واقع کی تہی

پس اس سکوت کو حجت سمجھنا البتہ باعث استعجاب ہی ۔ معہذا انس سکوت کو تو آپ دلیل تسلیم کی تسلیم فرماتے ہین اور تعجب ہی کہ جناب امیرؓ کی سکوت کو جو بزمان خلفاء ثلثہ فرمایا بلکہ مسائل بہی اون ہی کے موافق بتلاتے رہی اور سامنی ہوکر یہہ کبہی نفرمایا کہ اہل بیت کے سوا کوئی خلیفہ نہین ہوسکتا ہی تسلیم کی دلیل تسلیم نہین فرماتے علی ہذا القیاس جناب امام حسن رضی اللہ عنہ کی سکوت بلکہ تسلیم کو بہی تسلیم نہین کرتے اور اسیطرح ائمہ باقیہ مین سے جنہونکے سکوت فرمایا اور سب کچہہ دیکہتے رہے اور کچہہ نہ بولے تو اسکو بہی تسلیم تصور کیجیگا ۔ بلاخوف وجاہی تقیہ کا جہگڑا دہ خود ایک اعجوبہ بات ہی کہ اصول شیعہ کے موافق بہی کوئی اوسکو تسلیم نہین کرسکتا ۔ یہہ حرف اصلی عرض کیا ہے کہ آپنے سکوت کی حجیت کو تسلیم کرکے استدلال فرمایا ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول انت سیدنا وخیرنا واحبنا الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بمحضر صحابہ رضی اللہ عنہم کہ اس اعتبار سے بہی مسلم تہا کہ باعتبار واقع کے صدیق رضی اللہ عنہ کو یہہ اوصاف حاصل ہیے اور اس اعتبار سے بہی تسلیم تہا کہ اون اوصاف کو خلافت مین دخل ہے **قولہ** اگرچہ بعض صحابہ جلیل القدر مثل ابن عباس وابن عمر وغیرہ کے یہہ رائی کتب معتبرہ اہل سنت مثل ازالۃ الخفا وغیرہ مین مفصل درج ہی اور دلائل کہ گذارش سے بخوف اطناب باز رہا اگر حضرت مجیب چاہین ازالۃ الخفا ملاحظہ فرماوین اکثر علما اہلسنت کا یہہ مذہب ہی کہ افضل امام ہوتا ہی چنانچہ شرح مقاصد کے مبحث سادس کے خاتمہ مین تحریر ہی ۔ ذہب معظم اہل السنۃ وکثیر من الفرق الی انہ یتعین للامامۃ افضل اہل العصر ۔ **اقول** ظاہر ہی کہ جن دلائل سے جنابنے استمرار افضلیت پر استدلال فرمایا ہے تو وہ دلائل بہ نسبت اون دلائل کے جو ترک فرمائی اصح واقوی ہونگی تو جبکہ مین دلائل مذکورہ کو جو اصح واقوی تہی دیکہہ چکا اور اونکو باطل کرچکا تو مترو که دلائل کے دیکہنے کی کیا حاجت باقی رہی بہرکیف جنکو ترک فرمایا ہے وہ دلائل مذکورہ سے کچہہ کم درجہ کے ہی ہونگی تو جو اونکا جواب ہے وہی جواب تقریبا اونکا بہی سمجہیے شرح مقاصد کے

عبارت آپکی مثبت مدعا نہین اور اسکی مشابہ کو آپنی نہین سمجھا افضل اہل العصر کی امامت
کے لیے متعین ہونے کے یہہ معنی ہین کہ اگر اہل حل وعقد بیعت خلافت کے لیے امام کو منتخب کرین
تو جو نہایہ افضل اہل ہے اوس سے تجاوز کرکے کسی دوسری کو امام بنا دین۔ افضل کے ہوتے
فاضل یا مفضول امام بنا نا نہین چاہیے اور اسکی یہہ معنی نہین ہین کہ افضل بدون بیعت
اہل حل وعقد کے امام ہو جایگا اور اوسکی انعقاد خلافت کے لیے بیعت اہل حل وعقد
حاجت نہوگی اور اگر افضل کے ہوتی فاضل یا مفضول امام ہوگیا تو اوسکا انعقاد نہوگا اور
اوسکی اطاعت لازم نہوگی پس اس سے بہی اشتراط کا ثبوت نہین ہو سکتا۔ **قولہ**
تعجب ہے، عبرت کا مقام ہے کہ آپکے خاتم المحدثین باینہمہ والی ان اپنی کتابون مین احادیث
واقوال صحابہ وعلما ملاحظہ فرما کر اس شرط کو مخصوص امام افضل سے فرماتے ہین اور اوسکی تحقیق
کتاب اللہ سے اپنی زعم مین ثابت کرتے ہین۔ **اقول** یہہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ عبارات کے
مطالب تک ذہن رسائی رسائی نہین ہوائی ورنہ اگر نظر انصاف سے اون دلائل کو ملاحظہ فرمائینگے
وبعد رعنایت فقیر کو بنظر انصاف دیکہین گے تو خود اپنی فہم پر تعجب فرمائین گے اور اوسیکو
عبرت کا مقام سمجھینگے چنانچہ پیشتر ہی عرض کیا جاچکا ہے۔ **قولہ** اگرچہ اور بہت سے
بیانات اسکی ثبوت مین ہین مگر بخوف طوالت ان سب سے قطع نظر کرکے اب کچہہ شہادتین
آپکی خاتم المحدثین کے والد بزرگوار کے پیش کرتے ہین وہ کتاب قرۃ العینین مین لکھتے ہین
کہ۔ این سخن حق ست کہ تا اعتقاد افضلیت مبلغ قرآن وسنت ومبین ہدایے مرد تکند
خاطر ہا بر اخذ شرائع جمع نگردد۔ اور یہہ بہی اوسمین لکھا ہے شیعہ قائل شدہ اند باآنکہ امام می باید کہ افضل
امت باشد معصوم ومفترض الطاعت ومنصوب من جہۃ اللہ ورسولہ واین قول متضمن
حق وباطل ہر دو شدہ ست قول محقق آنست کہ افضلیت از امت بہ نسبت اہل خلافت
و نبوت کہ متضمن قوانین مبلغ شرائع ومروج دین باشند لازم ست والا اعتماد کلی حاصل
نشود وبجای عصمت حفظ الٰہی و تائید ربانی بحسب عادت می باید اثبات کرد وبجای قول اون

طاعت ونصب من عند اللہ ورسولہ استخلاف منصوص واشارت می باید ذکر کرد تا سخن درست گردد انتہی۔ اگرچہ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ محض خلافت خلفاء ثلثہ بجائی کے لیے شاہ صاحب نے یہہ تاویل عاملیل یادون دلیل فرمائے ہیں اور خود انکی آنی قول سے رد ہو سکتی ہے اور ہمارا دعوی ثابت ہے مگر چونکہ یہہ محل صرف افضلیت کی ثبوت کا ہے اسلیے ہم اوس سے تعرض نہین کرتے اور افضلیت اس عبارت سے بخوبی ثابت ہے کہ افضلیت امامت کو لازم لکھتے ہین۔

اقول چونکہ ہماری مجیب لبیب نے اسجگہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کلام سے استدلال فرمایا ہے اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسیقدر بسط وتفصیل کے ساتھ جواب گذارش کرین تاکہ وہ شبہات جو ہمارے فاضل مجیب کو عبارت ازالۃ الخفا وغیرہ سے واقع ہوئی ہین رفع ہو جائین اور اس وقت ہین قرۃ العینین سے دو جگہ کی عبارتین نقل فرمائی ہین لیکن ہم صرف دوسری عبارت کو جسکو ہماری مجیب صاحب نے مثبت مدعا زیادہ سمجھہ رکھا ہے بتمامہ نقل کرتے ہین اس سے یہہ بھی واضح ہو جائیگا کہ بعض مواضع مین نقل عبارت مین شاید سہواً خطا واقع ہوئی ہے ونیز این سخن بدان ماند کہ شیعہ قائل شدہ اند باینکہ امام می باید کہ افضل است باشد ومعصوم ومفترض الطاعت ومنصوب من عند اللہ ورسولہ واین قول مشتمل حق وباطل بر دو شدہ است قول محقق آنست کہ افضلیت از امت بہ نسبت اہل خدمت نبوت کہ متعلق قوانین مبلغ شرائع ومروج دین ایشانند لازم است والا اعتماد کلی حاصل نشود وبجای عصمت حفظ الٰہی وتائید رحمانی بحسب عادت اللہ می باید اثبات نمود وبجای افتراض طاعت ونصب من عند اللہ ورسولہ استخلاف نص واشارت می باید ذکر کرد اہل سنت وجماعت ہمین قول محقق را منقح در شیخین بلکہ در خلفاء اربعہ اثبات نمودند تفصیل این اجمال آنکہ افضلیت کہ میگویند در طبقہ اولی می باید کہ ہنگام احکام دین وترویج شریعت متعلق قوانین آن بودند در مرتبہ مخصوص زیرا کہ در ملک مخصوص عامل علم دیگر است واصحاب دولت دیگر چنانکہ فتوحی موقوف بود بر علم تسخیر اجمال اینہمہ فتوحات را منقح کردہ نوشتہ اند

اجمال کی تفصیل ... مثبت افضلیت

اسی اصل عبارت والی جی بائیدو یس انتہی - اس عبارت مین لفظ اہل خلافت نبوت بترکیب
اضافی واقع ہی اور ہماری مجیب لبیب کی عبارت منقولہ مین واو عاطفہ زیادہ ہو کر اہل خلافت
ونبوت منقول ہوا ہی فرق باہمی صرف اطلاق وتقیید ہے اور عجب نہین کہ اصل نسخہ منقول
عنہ مین یہہ غلطی کاتب سی ہوئی ہو غرضکہ ہمکو اس سے چندان تعرض نہین ہے اسکی
بعد گذارش ہے کہ جو کچھہ افضلیت کے بارہ مین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر
فرمایا ہی نہ وہ آپکی مدعا کو مثبت ہے اور نہ اوسکی معارض و مخالف ہی جو حضرت خاتم المحدثین
رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنا عشریہ مین مع شرائط افضلیت کی نسبت تحریر فرمایا ہے وجہ اوسکی
یہہ ہی کہ خلاصہ مطلب عبارات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو مواقع شتی مین بیان
فرمائی ہین یہہ ہی کہ خلافت ایک کلی ہے جسکی بہی افراد مختلفہ مین اور انکی عوارض جداگانہ
اور اس کلی کا اپنی افراد پر صدق بطور تشکیک کے ہی پس مستحصل ع جا یہہ ہی کہ خلافت جو طبقہ
اولی مین پائی جاتے ہی وہ حسب تصریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدت
معین تک ہی اور متصف بصفت خلافت نبوت ہی اور افراد خلافت مین اکمل ہی اور ایسی دیگر
خواص مین سی چند امور مین مثلاً اول لازم ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین اور حاضران حدیبیہ اور
حاضران نزول سورہ نور اور حاضران مشاہد عظیمہ مثل بدر و تبوک مین سی ہو - دوسری یہہ کہ مبشر
بجنت ہو تیسری یہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی ساتھہ ایسا معاملہ فرمایا ہو جیسا کہ امیر
مستقل الامارت کے ساتھہ معاملہ کیا کرتا ہی - چوتھی یہہ کہ جن امور کی ظہور کا وعدہ حق تعالے
شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہو بعض اونمین سے اوسکی ہاتھہ پر بہی ظاہر
ہون - پانچوین یہہ کہ اوسکا قول دین مین حجت ہو بسبب ترویج و تنفیذ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی - ساتوین یہہ کہ افضل امت ہو اس سی صاف ظاہر ہے کہ افضلیت گویا نتیجہ
اوصاف و لوازمات سابقہ کا ہی اور وہ خلافت نبوت جو طبقہ اولی مین پائی جاتے ہے
وہ منحصر خلفاء اربعہ پر ہی اور مخصوص اونہین کے ذوات مقدسہ کے ساتھہ ہی اسکی

بعد اسکے کہ جو لوازم خلافت خاصہ کی مذکور ہوئی اگر اونمین سے کسیکا تحقق خلیفہ مین نہ پایا جاوے
مثلاً افضلیت ہی مفقود ہو تو اس خلافت کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہین کہ وہ خلافت منعقد تو ہو جائیگی لیکن مرتبہ اکمل سے اوسکا انحطاط ہوگا اور
مرتبہ عزیمت سے نکلکر درجہ رخصت مین مستقر ہوگی لیکن اوسکی خلیفہ کی اطاعت واجب
ہوگی اوسکی تحت حکم جہاد جہاد کہلائیگا اوسکا نصب عمال و قضات و اخذ زکوۃ و صدقات
صحیح ہوگا حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ افضلیت ایسی شرط خلافت ہی کہ اگر وہ فوت ہوجاوے تو
مطلق خلافت باطل ہوجائیگی اور اوسکی اطاعت و اعانت اور اوسکی ساتھہ ہوکر جہاد معصیت ہوگا پس
منشاء اختلاف صاف ظاہر ہی کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے افضلیت وغیرہ کو شرط کمال قرار دیا ہی
جسکی فوت ہونے سے نفس خلافت فوت نہین ہوسکتی اور حضرات شیعہ نے اوسکو شرط نفس خلافت
ٹھہرایا ہی جسکی فوت ہونے سے اونکی نزدیک اصل خلافت فوت ہوجائیگی پہر اگر حضرت شاہ
عبد العزیز رحمۃ اللہ نے تحفہ مین بمقابلہ شیعہ کے اشتراط افضلیت کا انکار کیا ہی تو وہ ہرگز
معارض اونکی والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کے نہین ہی کیونکہ حضرت صاحب تحفہ
نے جس اشتراط کا انکار کیا ہے وہ اشتراط وہ ہی جسکی شیعہ قائل ہوئی ہین وہ یہہ کہ
افضلیت کو شرط نفس خلافت قرار دیا ہی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
نے جس اشتراط کا اثبات فرمایا ہے نہ وہ اشتراط ہی کہ جسکی شیعہ مثبت ہین اور صاحب
تحفہ نافی بلکہ وہ اشتراط اس سے جدا ہے اور وہ اشتراط راجع الی الکمال ہی نہ نفس خلافت
کیطرف پس نفی و اثبات اون مختلفین کیطرف راجع ہین اور آپکو شاید معلوم ہوگا
کہ تناقض مین آٹھہ وحدتین ماخوذ و معتبر ہین جب اونمین سے کوئی فوت ہوجاویگی تناقض رفع
ہوجائیگا اور اجتماع جائز ہوگا اب اس تقریر سے یہہ بھی ازالہ ہم ہوگیا کہ جسقدر عبارتین ازالۃ الخفا یا قرۃ العینین
مین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مثبت اشتراط تحریر ہین ہماری مجیب لبیب کا اونسی
استشہاد صحیح نہین ہی اسلیے کہ اونکی مدعا کی موافق نہین اونکا مدعا اثبات اشتراط

افضلیت کا ہی نفس خلافت کے واسطے اور اون عبارتوں کا مدعا ثبوت اشتراط افضلیت کا واسطے
نفس خلافت کے نہین ہے بلکہ کاملیت خلافت کے واسطے ہے پس اگرچہ یہہ باریک فرق اگرچہ عبارات
مین تامل کرنے سے واضح ہے تاہم اگر ہماری جیب لبیب پر پوشیدہ رہا تو ہم معذور سمجھتے ہین
علاوہ ازین ہم پہلی گذارش کر آئی ہین کہ آپکا مدعا جو اصول دین مین ہین ثبوت قطعی کو مقتضی
ہے اور ہماری واسطے اسکی ثبوت کے لیے دلائل تصحیحہ کے اسلیے ضرورت نہین کہ اسکو اصول
مین سے نہین سمجھتے تو ہمکو دلائل ظنیہ کافی ہونگی لیکن آپ انکو ہماری مقابلہ مین اپنی
مدعا کی ثبوت مین کیونکر پیش کرسکتے ہین اور وہ آپکے مدعا کو کیونکر ثابت کرسکتے ہین
پس اون دلائل کا اپنی دعوی کے ثبوت مین پیش کرنا صریح غلطی ہے جسکا منشا یہہ ہے
کہ آپ ہمیشہ اپنی دعوی کو بھول جاتے ہین اور یا یہہ ہے کہ دھوکہ دہی مدنظر عالی ہے

قولہ اب ذرا ازالۃ الخفا کو جو کثیر الوجود ہی ملاحظہ فرمایئے مقصد اول کے فصل دوم
واقعہ صفحہ ۱۷ کو دیکھیے یہہ عبارت تحریر ہے ولوازم خلافت خاصہ آنست کہ خلیفہ افضل
است باشد در زمان خلافت خود عقلاً و نقلاً ازانجہت کہ در نکتہ اولی تقریر کردیم کہ چون
خلافت ظاہرہ بدل از خلافت حقیقیہ است و شبح شی درمحل خود ثابت گردد لیکن اینجا این نکتہ
باید شناخت کہ عین بعض خواص ریاست خواص را لازم نیست پس خلافت او معلق نباشد
نصب غیر افضل حکم رخصت دارد بہ نسبت عزیمۃ و رخصت خالی از ضعفی نیست بمورد
مدح مطلق نتواند شد و از آن جہت کہ در خلافت خاصہ تمکین دین مرتضی من کل وجہ مطلوب است
و آن بغیر استخلاف افضل صورت نبندد چنانکہ حضرت مرتضی نزدیک استخلاف امام حسن فرمود
ان یرد اللہ بالناس خیرا فسیجمعهم بعدی علی خیرهم - رواه الحاکم -
بخلاف خلافت عامہ کہ آنجا تمکین دین مرتضی من وجہ دون وجہ مطلوب است لا من کل الوجوہ ازانجہت کہ
خلافت خاصہ شبیہ است بہ نبوت زیراکہ در حدیث آمدہ خلافۃ علی منہاج النبوۃ و نیز آمدہ
تکون نبوۃ و رحمۃ ثم خلافۃ و رحمۃ و وجہ جمع ہر دو ریاست عامہ است در دین و دنیا ظاہرا و باطنا

پس چنانکہ استخلاف شخصی دلالت میکند بر افضلیت وی بر امت تا قبح از مستفتی جل ذکرہ مرتفع
گردد ہمچنان استخلاف شخصی بر امت دلالت می نماید بر افضلیت وی بر امت و از انجہت
کہ عامل ساختن شخص مفضول خیانت است عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من استعمل رجلا من عصابۃ وفی تلک العصابۃ من ہو ارضی للہ منہ
فقد خان اللہ وخان رسولہ وخان المؤمنین وعن ابی بکر الصدیق قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولی من امر المسلمین شیئا فامر علیہم احدا محاباۃ فعلیہ
لعنۃ اللہ لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا حتی یدخلہ جہنم اخرجہما الحاکم۔
ازینجا میتوان دانست کہ خلافت کبری چہ خواہد بود آری نزدیک تزاحم امور و اختلاط خیر و شر و عدم تمام
امر علی ما ہو حقہ میتوان رالہ ترخص پیش گرفت و ازانجہت کہ در وقت مشاورت صحابہ مدار
استخلاف افضلیت را نہادند لفظ احق بہذا الامر گفتند و جمعیکہ مناقشہ داشتند در استخلاف
صدیق اکبر چون خطا رای خود برایشان ظاہر شد قائل شدند بافضلیت او و این مقتضی است
برانکہ استخلاف بافضلیت صادق باشد و افضلیت خلفاء اربعہ ثابت است بترتیب خلافت بدلائل
بسیار اینجا برسہ مسلک اکتفا کنیم مسلک اول آنکہ استخلاف این بزرگواران بنص و اجماع ثابت شدہ
واستخلاف کذا لازم است افضلیت را کما مر تقریرہ انتہی بقدر الحاجۃ۔ اس عبارت کو بنظر غور و انصاف
ملاحظہ فرمائیے کہ عقلا و نقلا افضلیت کے قائل ہیں اور جس حدیث کا ہم وعدہ کر آئے تھے
وہ بھی اسمیں مذکور ہے **اقول** قول سابق کے جواب میں جو تقریر مسلک سوم حضرت
شاہ ولی اللہ صاحب کی عبارت کی کر آیا ہوں بصراحت یہاں جاری ہے افسوس
کہ آپنے باوجود اس وضوح مرام اور ظہور مطلب کے عبارت کو نہ سمجھا اور مثل لاتقربوا الصلوۃ
کے استدلال فرمایا پس مختصرا گذارش ہے متوجہ ہو کر سنئے وہی مدعا یہاں حضرت شاہ صاحب
فرماتے ہیں کہ جو خلافت نبوت کے مرتبہ کمال میں واقع ہے اور عالی مرتبہ ہے اسکے لیے
افضلیت خلیفہ لازم ہے جس جگہ یہہ خلافت پائی جائیگی افضلیت بھی ضرور پائی جائیگی

اور جسجگہ افضلیت فوت ہوگی یہہ خلافت باعتبار اپنی اُس مرتبہ کے فوت ہوجائیگی - دلیل اسکی خود
شاہ صاحب کے اسی عبارتسی ظاہر ہی فرماتے ہین (و نصب غیر افضل حکم رخصت وارد نیست
عزیمت و رخصت خالی از حقیقت نیست و صورت صحیح مطلق تواند شد) اس سی صاف ظاہر ہی کہ بغیر افضل
کی امامت و خلافت منعقد ہوجاتی ہے - لیکن مرتبہ عزیمت مین نہین رہتی اور مطلق صورت صحیح
نہین رہتی تو افضلیت شرط کاملیت خلافت ہوئی نہ شرط نفس خلافت - اور اسی سی آگی
فرماتے ہین - آری نزدیک تزاحم امور و اختلاط خیر و شر و عدم انتظام علی ما ہو حقہ میتوان اہ
ترخص پیش گرفت تعجب ہی کہ آپنے اس عبارت کو نقل کیا - اور اس سے استدلال
فرمایا اور ان جملونکو نہ دیکھا اور نہ انکی مطلب کو سمجھا - ای کاش کچھہ بھی فہم و انصاف
سی کام لیتی اب ملاحظہ فرمائیے کہ آپکا استدلال ان عبارتونسی اور جو انکی مماثل مین
کیونکر صحیح ہوگا اور حدیث موعود کیا کارآمد ہوگی **قولہ** حیرت ہی کہ حضرت شاہ
صاحب تو اس شرط کے عقلاً و نقلاً قائل ہون اور اونکی خلف رشید یعنی آپکی خاتم المحدثین
اس عقیدہ کو مخصوص بروافض جانین اور کتاب اللہ سی اوسکی مخالفت بزعم خود ثابت
کرین اور کتب احادیث وغیرہ تو خیر - کاش یہہ کتاب اپنی پدر بزرگوار کی ہی جسکا حوالہ
خود فرماتے ہین مطالعہ کرلیتے **اقول** اس افسوس کا مورد ہماری حضرت فاضل مجیب کے
فہم شریف ہی ہی اور یہہ امر عبارات ازالۃ الخفاء وغیرہ کو دیکھکر اور بندہ کی گذارش سنکر شخص
سمجھہ سکتا ہی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جسکی عقلاً و نقلاً قائل ہین حضرت خاتم المحدثین
رحمۃ اللہ علیہ اسکی ہرگز منکر و مخالف نہین یہہ معارضہ محض فاضل مجیب کی خوش فہمی سے
ناشی ہی حضرت خاتم المحدثین نے اسکی نسبت جو کچھہ تحریر فرمایا وہ سر تا پا صحیح ہی یہہ عقیدہ مخصوص
شیعہ کے ساتھہ ہی اور مخالف عقل و نقل کے ہی نہ اسکو کتاب اللہ مساعد ہی اور نہ احادیث صحیحہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اسکی موید فارجع البصر کرتین **قولہ** حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس عقیدہ
کی تقریر اسی مقام مین نہین فرمائی - بلکہ ملازمت افضلیت و خلافت مین

ایک طومار طویل الذیل لکھا ہی اور کتاب و سنت و اقوال صحابہ سی دلائل و براہین لائی ہین چونکہ
وہ عبارت طویل ہی اور اس مختصر رسالہ مین طول نہونا چاہیی لہذا ہم نہین لکھتی اگر حضرت
محب لبیب چاہین تو ازالۃ الخفا کا ملاحظہ فرماوین ہم نشان بقید فصل و مقصد و صفحہ گذارش کرتے
ہین مسلک رابع در اثبات افضلیت شیخین کے مقدمہ اولی کو واقعہ صفحہ ۳۲۸ کو بنظر غور ملاحظہ فرماوین
شروع اسکا بیان ملازمت درمیان خلافت خاصہ و افضلیت شخصی کر باین خلافت نگرش
ساختہ اند او ختم ۔ پس افضلیت لازم خلافت خاصہ گشت واللہ اعلم ہی **اقول**
ہمنی ازالۃ الخفا مین یہہ مقام ہی دیکھا علاوہ اسکی بہت مواضع مین افضلیت کے
اثبات مین تامل کیا ہماری فاضل محب لبیب کے مفید مدعا نہین اور اس سے شرط افضلیت
مطلق خلافت کی لیی ثابت نہین ہوتا جسکی اثبات کی ہماری فاضل محب لبیب لائی ہین در حاصل مطلب
دلائل وہی ہی جو پیشتر گذارش ہو چکا حاجت تکرار نہین **قولہ** اگرچہ افضلیت کی ثبوت مین جسقدر
گذارش ہوا منصف کو لیی کافی و وافی ہی اور کسیقدر طول ہی ہو گیا مگر اس شرط کا ثبوت مختصر سا آپکی خاتم المحدثین
کی تقریر سی ہی پیش کرتے ہین وہ اور سن لیجیی پہر اپنی اقوال باقیہ کا جواب بگوش توجہ سنیی اور وہ
یہہ کہ آپکی خاتم المحدثین باب نبوت عقیدہ دوم مین یہہ تحریر فرماتے ہین و عقل نیز صریح دلالت
میکند کہ نبی را واجب الاطاعت کردن و وحی بسوی او فرستادن و او را آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق
ساختن و امام را تابع و تابع او گردانیدن بدون افضلیت نبی بر وصی متصور نیست و چون
اینہمہ معانی در حق نبی موجود اند و در حق امام مفقود ہیچ امام از ہیچ نبی افضل نمیتواند بود
انتہی بقدر الحاجۃ یہہ کلام صریح دلالت کرتے ہی کہ نبی کا آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا
افضلیت کا سبب ہی اور امام کا متبوع ہونا اوسکی مفضولیت کا موجب ہی اور آپکی
خاتم المحدثین کے نزدیک یہی امر عقل صریح دلالت کرتے ہی پس بحمد اللہ کہ آپکی خاتم المحدثین کے اس افادہ سی امام کا
افضل ہونا سارے رعایا سی ثابت ہو گیا کیونکہ امام ہی آمر و ناہی حاکم علی الاطلاق ہی اور تمام رعایا اوسکی تابع ہین **اقول**
گستاخی معاف عصبیت کے غبار نے نور بصیرت فہم و انصاف سامی کو یہانتک مکدر کردیا ہی کہ سلیس سہل الماخذ عبارتونکو

آپ نہین سمجھتے اور اوسکی فہم مطالب مین سراسر خطا کی راہ پر چلتی مین افسوس آپ جیسا ذکی
الطبع مناظرہ دان جسنے تمام مسائل خلافیہ مین یہانتک تحقیقات کی ہوکر مرتبہ حق الیقین کا
حاصل کر لیا ہو ایسی عبارت فہمی مین ایسی فحش غلطی کہاوی فیا للعجب ولفضیحتہ لا دب آپنے اس عبارت
سے استدلال نہین کیا بلکہ اوسکو مسخ و تحریف کرڈالا آپ جیسے محقق الکذا رش ہی شاہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ نبی کا واجب الطاعت ہونا اور وحی کا اوسکی طرف نازل ہونا
اور آمر و ناہی وحاکم علی الاطلاق ہونا اور امام کا اوسکی تابع ہونا یہہ مجموعہ اوصاف جو خداوند
تعالے نے نبی مین ودیعت رکہی ہین اس امر کو مستلزم ہین کہ نبی امام سے افضل ہو اور
یہہ وجہ افضلیت نبی کے امام پر یہہ امور متصور نہین اور یہہ تمام اوصاف ایک نبی مین
پائی جاتے ہین اور امام مین مفقود ہین تو کوئی امام کسی نبی سے افضل نہین ہوسکتا ہے
آپنے اس سے استدلال اسطرح فرمایا کہ آمر و ناہی وحاکم علے الاطلاق ہونا افضلیت کا
سبب ہے اور یہہ امر یعنی آمر و ناہی وحاکم علی الاطلاق ہونا امام مین بہی پایا جاتا ہے تو وہ
بہی افضل ہوگا اس استدلال مین چند وجہ سے بحث و تامل ہے اول یہہ کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ
علیہ نے بصراحت ان امور کے امام مین نہ پائی جانے کو بیان فرمایا ہے آپنے اپنی استدلال
مین اوسکی خلاف اوسکو تحریف کیا اور یہہ کہا کہ امام مین آمر و ناہی وحاکم علی الاطلاق ہونا
پایا جاتا ہے اور باوجود اسکی اس مخالف دعوی کو کسی دلیل سے ثابت نہین فرمایا پس
شاہ صاحب کی عبارت سے یہہ کونسا استدلال ہے آپکو شاید یہہ خیال نہین رہا کہ اس تغییر سے
تمام دلیل ہی درہم برہم ہوجاویگی اور اصل مدعا سے اوسکو کچھہ تعلق نہین رہیگا کیونکہ مدعا
یہہ تہا کہ کوئی امام کسی نبی سے افضل نہین ہوسکتا اور جب وہ اوصاف مخصوصہ جن
پر نبی کی افضلیت کا مدار تہا امام مین بہی پائی جاوے تسلیم کریں تو تمام دلیل و
مدعا کو مسخ کردیا بس آپکے تحقیق یہہ استدلال شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دلیل سے نہین
بلکہ اپنی مقدمہ مطویہ فی الذہن سے استدلال ہوا جسکا ثبوت نہ عقلا ہوسکے اور نہ نقلا

ثانیاً ہم کہتے ہین کہ سبب افضلیت مجموعہ صفات مذکورہ کا ہے نہ ہر واحد کیونکہ واجب الاطاعت عصمت
ہونا علی العموم علت افضلیت نہین ہے کال وتفسات بلکہ والدین واجب الاطاعت ہین اور ایسے نفس افضلیت
شرط نہین تو یہہ حضرت مجیب کی کمال مناظرہ دانی اور نہایت فہم و انصاف ہے کہ
اون مجموعہ مین سے بعض اوصاف لیکر اوسپر حکم مجموعی محمول فرمایا اور یہہ سمجھا کہ مجموعہ کا
حکم اجزا کی حکم سے جداگانہ ہوتا ہے اتہین نزول وحی کو بھی شامل کیا ہوتا کہ امام کیواسطے
ثابت ہے چنانچہ آپکی حضرت کلینی نے محدث کے معنی مین ایک قسم کے نزول وحی کو روایت
کیا ہے اور جب نزول وحی اور آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق ہونا ثابت ہوتا تو آپکا استدلال
شاید صحیح ہوجاتا گو خصم کے نزدیک صحیح ہوتا یا نہین۔ ثالثاً سلمنا کہ آمر و ناہی و حاکم
علی الاطلاق ہونا مستلزم افضلیت ہے۔ لیکن ہم کب تسلیم کرتے ہین کہ امام آمر و ناہی علی الاطلاق
و حاکم علی الاطلاق ہے یہہ تو صرف حضرات شیعہ ہی نے خلاف عقل و نقل تسلیم
فرما رکھا ہے پس اپنے مسلمات سے خصم کو الزام دینا ہماری مجیب لبیب کی کمال
دانشمندی اور مناظرہ دانی ہے۔ ہم امام کو آمر و ناہی و حاکم علی الاطلاق نہین کہتے بلکہ
علی التقیید کہتے ہین کیونکہ وہ متبع قانون شرع ہے بخلاف نبی کے کہ اوسکی اوامر و نواہی خود
تشریع ہین جو کچھ وہ فرماوی وہ قطعاً حکم خداوند تعالے ہے اوسمین دوسرا احتمال نہین اور نہ
کوئی دوسرا قانون اوسکیلیے ہے کہ جسکی مطابقت و عدم مطابقت سے اوسکی صحت
و غلطی پر مطلع ہوسکین وہ دوسرونکی اوامر و نواہی کیلیے میزان و قانون ہے۔ رابعاً
اس جملہ کا مطلب ہماری سمجھہ مین نہین آیا معلوم نہین یہہ کیا چیستان و پہیلی ہے (اور
امام کا متبوع ہونا اوسکی مفضولیت کا موجب ہے) ہماری مجیب فرماوین تو سہی کہ
حضرت نے اس جملہ مین مطلب رکہا ہے یا نہین ہماری خیال مین تو یہہ آتا ہے کہ متبوع اسم
مفعول کا صیغہ تہا تو خیال کیا ہوگا کہ اوسکیلیے مخالف صیغہ اسم فاعل کا (فاضل یا افضل)
تو مناسب نہین اور باعتبار معنی کے صحیح نہوگا اوسکیلیے اگر صحیح ہوگا تو ہمجنس مفعول کے واسطے

مفعول کا ہی صیغہ ہوگا اسلیے مفضولیت کا اطلاق کردیا سبحان اللہ عجب برین علم و دانش
ببا ید گریست * بلکہ بباید بخندید - پہر اس فہم ولیاقت پر یہہ دعوی یہہ کچہہ ہندی کی شکل سوجہی ہی
اس برتے پر تتا پانی **قولہ** اب امید ہی کہ کوئی غبی بہی چہ جائیکہ ہمارے مجیب سے ذکی
وذی ہوش اس شرط کا انکار نکریگا کیونکہ ہمنے عقل ونقل کتاب وسنت حتی کہ اقوال شیخین
وصحابہ وعترت وعلماء اہلسنت ووالد ماجد آپکے خاتم المحدثین کے قول سے اس شرط کو بخوبی
ثابت کردیا والحمد للہ علی ذلک **اقول** جسقدر آپنے افضلیت بلکہ شرائط ثلثہ کی ثبوت مین
دلائل پیش فرمائی اور بزعم خود عقل ونقل کتاب وسنت واقوال شیخین وصحابہ وعترت وعلماء
اہلسنت سے ثابت کیا وہ فی الحقیقت نقش برآب بلکہ لمعان سراب تہا بحول اللہ وقوتہ تعالی
ہماری معروضات سے جو اوسپر متعلق جرح وقدح کے کیے گئی یک لخت کرماد اشتدت بہ الریح
فی یوم عاصف ہباء منثور ہوگیا اور مثل تار بود عنکبوت کی ہمنے اوسکو توڑ پہوڑ کر رکہدیا - اور مثل
آفتاب نیمروز کی واضح کردیا کہ یہہ استدلالات محض حضرت مجیب کی اور اونکی بزرگوں کی خوش
فہمی سے ناشی ہین اب بعد اسکی یقین ہی کہ کوئی اجہل واغبی بہی چہ جائیکہ ہمارے فاضل
مجیب جیسے ذکی لقب وذی ہوش ان شرائط کو تسلیم نکریگا کیونکہ جو امر عقل ونقل کے خلاف
ہو اوسکو کوئی عاقل ونیز ارباب التسلیم نہین کرسکتا واللہ الموفق للرشاد **و قال الفاضل المجیب**
قولہ - اور بیان کرنا چاہیے کہ مدار وجوب نصب کا اس اصل پر ہے کہ لطف علی اللہ واجب ہے پہر تعیین
اگر دیگر تو اسکا اثبات بہی ضروری ہے - **اقول** ہم آپکے علماء وصحابہ مقبولہ کے اقوال سے وجوب
نصب ثابت کرچکے آپ اپنے علماء سے دریافت کیجیے کہ وجوب نصب کا مدار اس اصل پر ہے یا کس اصل پر
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ہمارے فاضل مجیب علماء وصحابہ کے اقوال سے جیسا
کچہہ وجوب نصب ثابت فرماکر آئے وہ اہل علم والنصاف پر بخوبی واضح ہوچکا اب اس سے
صاف ظاہر ہے کہ یہہ محض تعلل دفع الوقتی بلکہ گریز ہے جب ان حضرات کو دار وگیر ابحاث کے
شکنجہ مین پہنسنے کا خوف ہوتا ہے تو اسیطرح راہ فرار ڈہونڈہتے ہین علاوہ ازین

یہہ کیا ضرور ہی کہ جو چیز وجوب نص کے لیے آپکی نزدیک اصل مدار ہو وہ ہی ہماری نزدیک
بھی ہو - ہماری نزدیک سرے سی وجوب علی اللہ ہی غلط اور لغو ہی لیکن آپکی نزدیک
بروی آپکی عقل کے خداوند تعالے عما یقولون علوا کبیرا کی ذات پاک پر لطف واجب ہی
اور وجوب علی اللہ ثابت ہی اور وجوب نص کا مدار بھی اسی پر ہے - لیکن چونکہ
وجوب نص کے دلائل بھی ہین بہت غلط ان وبیجا ان ہوے اور بہزار دقت وہ بہی
غلط سلط دلائل نقل کیے تو اب اگر اس اصل کے دلائل کو چہیڑا جاتا تو دلائل بہم پہونچنی تو
تو معلوم ہو لیکن بحکم المبنی علی الفاسد فاسد - جسقدر دلائل ثبوت وجوب نص مین ذکر فرمائی
ہین وہ بہی لغو اور لاطائل ہوجاتی اس دور بینی پر آفرین ہی **قولہ** اگرچہ اسیقدر جواب
کافی تہا اور جو عبارت کہ ازالۃ الخفا کی نقل ہوئی ہین اونمین اس وجوب کا مدار بھی اسیقدر
لکہا ہی مگر ہم حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہین اور مدار بہی اس وجوب کا عرض کرتے
ہین چونکہ امامت کے لیے عصمت ضروری ہی چنانچہ ثبوت اسکا گذر چکا اور عصمت
سوای اللہ جل شانہ کے کوئی نہین جانتا اسلیے ضرور ہی کہ امام منصوص من اللہ ورسول
ہو - عبارت ازالۃ الخفا سے بہی یہہ بات ثابت ہی گو شاہ صاحب نے لفظ عصمت صریح نہین لکہا
اور وہ بپاس خلافت خلفاء ثلثہ یہہ لفظ کیونکر لکہہ سکتے تہی - **اقول** کتب عقائد
شرح تجرید و شرح باب حادی عشر المسمی بالنافع یوم المحشر کے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اصل
امامت کا بہی مدار اسی اصل پر ہی کہ لطف علی اللہ واجب ہی اور اوسکی یہہ شرائط بہی خواہ بلاواسطہ
خواہ بالواسطہ اوسی اصل کی طرف راجع ہونگی - لیکن وجوب لطف کا نام کیونکر لین اسلیے
نہ اوسکی اصالت کا اقرار کرتے ہین اور نہ اوس سے انکار ہی فرماتے ہین اگر اقرار کرین
تو اوسکا ثبوت کہان سے لاوین اور انکار کرین تو یہہ ڈر ہی کہ کل کو خصم دست بگریبان ہوگا
اسلیے آپنے وجوب نص کا مدار وجوب عصمت کو ٹہرایا اور اصل سوال (کہ وجوب نص کا مدار
اس اصل پر کہ لطف علی اللہ واجب ہی یا نہین) کی جواب مین لا و نعم کچہہ نفرمایا یہہ مناظرہ مین

واردگیر خصم سے کہ جنبی کے ہتکھنڈے ہی نہین تو کیا ہین۔ لیکن آپکی خصم کج کب چھپا چھوڑتی والا ہی
اور جو وجوب لطف کو اچھا رہنے دیا اگر وجوب عصمت پر ہی کچھ ناز ہی تو ہمتی اوسکی دلائل
پر بہی مختصر اور کچھ جرح وقدح کی ہی جو آپ جانینگی اور حضرت شاہ صاحب نے اگر عصمت کو
نہین لکہا تو بپاس خلافت خلفا نہین بلکہ بپاس کتاب وسنت نہین لکہا کہ خلاف کتاب
وسنت کیونکر لکھہ سکتی ہی **قوله** اور لطف علی اللہ کا جو ذکر کیا ہی اور اوسکا ثبوت
چاہا ہی اگرچہ یہہ اصل بھی اپنی محل پر ثابت کی گیی ہی مگر چونکہ یہہ بحث الہیات سے
متعلق ہی لہذا اوسکی ثبوت کی چندان ضرورت نہین **اقول** جناب میر صاحب
یون تو آپکا جو دل چاہی فرمائین نہ آپکو ثبوت الہیات کی ضرورت نہ ثبوت آپکے حرف ایک
امامت ہی امامت کافی ہی لیکن پہلی آپ اپنی خصم ملجم کے گذارش سنئے اوسکی بعد فرمائیے کہ آیا
وجوب لطف کے ثبوت کی ضرورت ہی یا نہین وہ یہہ گذارش خدمت والا کرتا ہی کہ وجوب
عصمت نص وغیرہ بلکہ تمام مبحث امامت کے لیے وجوب لطف علی اللہ اصل ہی یا نہین
اگر ہی اور فی الواقع آپکی نزدیک اوسکی اصالت مسلم ہی تو یہہ اصل فاسد ہی کیونکہ مستلزم
محال کو ہی تو وہ فرع جو اس اصل پر متفرع ہوگی وہ بہی فاسد وباطل ہو گئے تو گویا آپکی خصم نے
اس صورت مین آپکے مسئلہ امامت کو مع اوسکی لواحق کے مبدا بحث ہی مین باطل کرنا چاہا
اور خیال کیا کہ ابطال دلائل مین زیادہ تجشم استدلالات کی ضرورت نہ پڑیگی اسپر جناب والا کا
یہہ فرمانا کہ چونکہ یہہ بحث الہیات سے متعلق ہی لہذا اوسکی ثبوت کی چندان ضرورت نہین
آپ ہی انصاف سے فرما دین کہ بہ قواعد مناظرہ کے صحیح ہی یا غلط ہی اور آپکو
بحث امامت ہی مین اوسکی ثبوت واثبات کے ضرورت ہی یا نہین۔ علاوہ ازین اس
بحث کے الہیات سے متعلق ہونے سے اگر یہہ غرض ہی کہ اسکا امامت سے کچھ تعلق نہین
تو غلط ہی چنانچہ ابہی واضح ہو چکا ہی اور اگر نفی علاقہ کی امامت سے مقصود نہین تو پہر یہہ
ارشاد فرمانا کہ اسکی ثبوت کی چندان ضرورت نہین میدان مناظرہ سے صریح گریز ہی۔ **بیت**

حرف مطلب کو میری سنکے بصد ناز کہا + ہم سمجھتے نہین بکتا ہی یہہ سودائی کیا + شاید انمط حیدان سلیے بڑہا لیوگا کوئی کلمہ ضرورت تو ہی لیکن بمقابلہ کشمکش سکنجہ انتظار کی کا لعم یکن سمجھی گئی قال الفاضل المجیب قولہ۔ اور اختلاف نص کے صورت مین کسکو امام سمجھا جائیگا۔ اقول۔ اسکا مطلب سمجہہ مین نہین آتا جبکہ نص کی شرط ہمنے ثابت کردی اختلاف نص کے کیا معنی اگر نص مین اختلاف ہی تو نص ہی کہان ثابت ہوئی یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی۔ حضرت میر صاحب واقعی اسکا مطلب جناب کے فہم شریف مین نہ آیا ہوگا کیونکہ باوجود اینہمہ ادعائے تبحر آپکو اپنی مذہب کے روایات و نصوص کی خبر نہین ہی لیجیے ہم ہی خدمت سامی مین گذارش کرتے ہین کہ حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ کی جو دو فرزند تہی ایک اسمعیل دوسرے حضرت موسی کاظم ان مین سے آپکی فرزند کلان اسمعیل تہی جنکو آپ حسب تصریح صاحب تذکرۃ الائمہ سب سے زیادہ محبوب رکہتے تہی اور بہت پیار کرتے تہے اور قدر و منزلت مین تمام اولاد سے زیادہ برگزیدہ و ممتاز سمجہتے تہی اول حضرت نے امامت کو اونکی نامزد فرمایا اور اونکی ہی امامت کی نص فرمائی یہہ ہی وجہ ہوئی کہ ایک جم غفیر اسمعیل کی امامت کا قائل ہے جو فرقہ اسمعیلیہ کے نام سے موسوم ہے بعد اوسکی حسب روایات حضرت شیعہ (دروغ بر گردن راوی) جب اسمعیل سے افعال ذمیمہ و حرکات قبیحہ کا ہوا تو حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ نے امامت کو بنام امام موسی کاظم کے منصوص فرمایا اور اپنی اصحاب کے جواب مین جو بابت اختلاف نص صادر ہوا بدا کا عذر فرمایا آپکے رئیس المتکلمین نے نقد المحصل مین اپنے پیشوایان دین سے نقل کیا ہی کہ حضرت امام صادق رضی اللہ عنہ اسمعیل پسر خود را قائم مقام خویش فرمود و بر امامتش نص نمودند چون امور ناشایستہ از وے صادر یافت امامت را بنام موسی کاظم قرار دادند و بجواب اصحاب عذر بدا را آغاز نہادند۔ انتہی نقلا عن ازالۃ الغین اور اسکی تائید و تقویت کلینی کی روایت سے ہوتے ہے جسکو خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین مین نقل کیا ہی سعد بن عبد اللہ عن ابی ہاشم قال کنت عند ابی الحسن بعد ما مضی ابنہ ابو جعفر وانی لافکر فی نفسی ارید ان اقول کانہما اعنی ابا جعفر و ابا محمد فی ہذا الوقت کابی الحسن موسی و اسمعیل ابنی جعفر بن محمد علیہما السلام وان قصتہما کقصتہما اذ کان ابو محمد المرجی بعد ابی جعفر علیہما السلام فاقبل علی ابو الحسن قبل ان انطق فقال نعم یا ابا ہاشم بدا للہ فی ابی محمد بعد ابی جعفر ما لم یکن یعرف لہ کما بدا لہ فی

بعد مضی اسمعیل بلکہ روایت کلینی کی اس اختلاف کے علاوہ دوسرا اختلاف امامت محمد کا
اسے جعفر مین بہی معلوم ہوتا ہے پس ان روایات کو ملاحظہ فرمائیے اور انکا مطلب سمجھیے اور
اور اختلاف نقص کو دیکہیے سب ہماری گذارش اپ سمجھہ مین آجائیگی بعد اسکے جواب کا فکر کیجیے اور اگر
پھر بھی سمجھہ مین نہ آوے تو بندہ کا قصور نہین ہے **قولہ** کیا بارگاہ خداوندی مین بہی مثل
تخالف و تشاجر صحابہ اختلاف واقع ہوتا ہے **اقول** جناب کیا آپکو معلوم نہین کہ حسب روایات
حضرات شیعہ کے بارگاہ خداوندی مین (معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد) مثل تخالف و تشاجر
صحابہ بلکہ مثل عوام اختلاف ہوتا ہے اور مقتضاء ان روایات کے جاری ہے کہ (نعوذ باللہ) خداوند
تعالے شانہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا اول خلاف مصلحت نادانستگی سے کوئی ارادہ
یا امر فرما دیتا ہے بعد اسکی امر قرین مصلحت دریافت ہوا اور اسکا حکم فرما دیا اور اسکو نقصہ بدا سے تعبیر
فرماتے ہین چنانچہ روایات سابقہ مین پہلی نادانستگی سے اسمعیل کے نام خلاف مصلحت
امامت کی نص ہوئی اور جب انسے اعمال ناشائستہ سرزد ہوئی اور معلوم ہوا کہ پہلی نص
جو انکے نام تھی خلاف مصلحت تھی تو پھر دوسری دفعہ حضرت امام موسی کاظم کے نام امامت کے
نص فرمائی اور عذر کر دیا گیا کہ پہلی نص مین خدا تعالے کو (معاذ اللہ) بدا رو واقع ہو گیا تھا۔
علی ہذا القیاس اور بہت روایتین ہین جو اس امر کو ثابت کرتی ہین تفسیر صافی سورہ رعد تحت قولہ
تعالے یمحو اللہ ما یشاء روایت مذکور ہے والعیاشی عن ابی عبد اللہ قال کان علی بن الحسین
یقول لو لا آیۃ فی کتاب اللہ لحدثتکم بما یکون الی یوم القیمۃ فقلت لہ ایۃ آیۃ قال
قول اللہ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِ اس روایت سے صاف ظاہر ہے

---

[1] یعنی جعفر کے بہی یا تو کسمدس اللہ کو اجواء انکو یہی یہیں ہی ناجانا تہا اور تم ہو گیا جیسا اسمعیل کے مرنیکے بعد موسی
امین ہو بہا۔ [2] معنی یہ ہے کہ شیعہ نے امام او سے روایت کی ہی کہا امام زین العابدین فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کتاب اللہ
میں ایک آیت ہو تو میں تمکو قیامت تک ہو نے والی باتوں کی خبر دیتا۔ میں نے پوچھا کہ کونسی آیت ہی فرمایا اللہ
کا قول جسکا ترجمہ یہ ہے مٹاتا ہے اللہ جو چاہتا ہے اور ثابت رکہتا ہے اور اسکی پاس ہے اصل کتاب ۱۲

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

کہ حضرت امام کو اگر حالات آئندہ کے بیان کرنے مین خوف تہا تو یہہ بہی بات کہ شاید
بطور بدا اسکے بدل بدل ہو جاوے اور ہم جہوٹے ہون اور نہین بیان فرماتے تہے تو اسی وجہ سے نہین
بیان فرماتے تہے اور علاوہ اسکی تفسیر صافی کے مواضع مختلفہ سے بدلالت النص بدا ثابت ہے
اور نیز خاتم المحدثین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ مین جو اسکی نسبت بہت روایات
نقل فرمائے ہین اونمین سے تبرکا چند روایات نقل کرتا ہون - وما رواہ ایضاً صاحب الکافی [۵۱]
فی کتاب النکاح فی باب اللواطۃ فی تضاعیف حدیث رواہ بالاسناد عن ابی جعفر و
ھذا موضع الحاجۃ منہ قال لھم اوط یا رسل ربی فما امرکم ربی قالوا امرنا ان ناخذھم
بالسحر قال فلی الیکم حاجۃ قالوا وما حاجتک قال تاخذوھم الساعۃ فانی اخاف ان
یبدو فیھم لربی وما رواہ صاحب الکافی فی باب بدء خلق الانسان من کتاب
العقیقۃ ان اللہ یقول للملکین الخلاقین اکتبا علیہ قضائی وقدری ونافذ امری
واشترطا لی البداء فیما تکتبان اور تفسیر صافی مین ہے [۵۲] وعن الصادق انہ سئل عن قول اللہ
تعالیٰ اُدْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ قال کتبھا لھم ثم محاھا ثم کتبھا
لابنائھم فدخلوھا واللہ یمحو ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب - لیکن فقیر گذارش کرتا ہے
کہ اس بداء مذکورہ کو نسخ کہنا کہ نہ تامل و بیجا بدا ہر کو آپکے علمائے محققین نے اسطرح بیان فرمایا ہے
یقال بدا لہ اذا ظھر لہ رای یخالف للرای الاول وظھر لہ من الامر ما لم یکن ظاھرا —

[۵۱] اور نیز وہ جو صاحب کافی نے کتاب نکاح کے باب لواطت مین ایک حدیث کے ضمن مین بوحہ اپنی اسناد کے ابو جعفر سے روایت
کیا ہے اوسمین سے بقدر حاجت یہہ ہے کہ فرشتون کو لوط نے کہا ای میری رب کے پیغام پہنچانیوالو تمکو میری پروردگار نے کیا حکم کیا ہی اونہون نے کہا
کہ ہمکو حکم کیا ہی کہ ہم اونکو وقت سحر پکڑ لین کہا تو مجکو تمہارے طرف حاجت ہے اونہون نے پوچہا کیا حاجت ہے کہا کہ ابہی پکڑو کیونکہ مین ڈرتا ہون
کہ نہین اونمین میرے پروردگار کو بدا ہو جاوے اور وہ ہے جو صاحب کافی نے کتاب عقیقہ کے باب بدء الخلق مین روایت کی ہے
اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والی دونو فرشتون کو فرماتا ہے کہ لکہو میری قضا اور میری قدر اور میرا حکم جاری لکہو اور میرے لیے بدا کی شرط
جو کچہہ لکہو اوسمین کر لیجو [۵۲] - امام صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اونسے کسی نے اس آیت کو پوچہا
ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم فرمایا اونکی لیے اوسکو لکہا تہا پہر مٹا دیا پہر اونکی اولاد کے لیے لکہا اور وہ داخل ہوے
واللہ یمحو ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب - ۱۲

اور بدا مین نا دانستگی اور خلاف مصلحت ہوتی ہے بخلاف نسخ کے کہ نسخ مین بیان اتمام حکم ہوتا ہی
وبس غرضکہ بدا اور نسخ مترادف و متبائن ہین انمین اتحاد نہین **قولہ** اسکو مفصل تحریر فرما کر سمجھا دینے
تا کہ جواب گذارش ہو **اقول** ہمنے مفصل گذارش کر کے بخوبی سمجھا دیا حسب وعدہ جواب عنایت
ہو- **قال الفاضل الحبیب** قولہ- اور زمان فترت مین کیا حکم ہوگا- اقول
وہی جو زمان فترت نبوت مین ہوتا ہے **یقول العبد الفقیر الی مولاہ**
یہہ جواب محل بحث و تامل ہی کیونکہ فترۃ الرسل کے معنی حسب تصریح صاحب تفسیر صافی کے
فتور الارسال اور انقطاع الوحی کے ہین جس سے مراد وہ زمانہ ہی جسمین رسالت بند ہو جاوے
اور وحی منقطع ہو جاوے تو ہمارے فاضل نے جو فترۃ امامت کا فترۃ رسالت پر قیاس کیا ہی یہ قیاس
قیاس مع الفارق اور غلط ہی کیونکہ شرائع سابقہ کے نسبت خداوند تعالیٰ شانہ کیطرف سے
حفظ اور بقا کا وعدہ نہین تہا یہہ ہی وجہ ہوتی تہی کہ لوگ دین کو متغیر کر دیتے تہی
اور کتاب اللہ کو تحریف کر ڈالتے تہی بعد اسکی جب کوئی نبی مبعوث ہوتا تہا تو اوسکی تجدید
کرتا تہا اور جو کچھہ اوسمین خرابیان ہوتی تہی رفع فرماتا تہا کوئی مستقل شریعت جداگانہ دیکر
بہیجا جاتا تہا جب ہمارے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم الی کافۃ العرب والعجم مبعوث
ہوئی اور خداوند تعالیٰ شانہ نے کتاب نازل فرما کر دین کی تکمیل فرمائی اور اوسکی حفظ و حمایت
کا وعدہ فرمایا اور تمام ادیان پر دین اسلام کی غلبہ کا مژدہ سنایا تو اس سے صاف معلوم
ہوتا ہی کہ اس شریعت مین تغیر واقع نہوگی اور اوسکی کتاب محرف نہوگی تو اگر ایسی شریعت مین
فترۃ امامت واقع ہی جسکا واقع ہونا کچھہ ضرر رسان نہین ہی تو اوسکو ایسی شرائع کی فترۃ رسالت پر قیاس
کرنا جو مندرس ہو چکی ہو اور نہ اوسکی کتاب باقی ہو اور نہ اوسکی احکام اپنی حال پر ثابت
رہی ہون سخت بدیہی غلطی ہے قطع نظر اس سے فترۃ کا واقع ہونا ہی خود وجوب
لطف کے خلاف ہی گویا اگر نبی مبعوث نفرماوی یا ائمہ منصوص نفرماوی تو معاذ اللہ
آپکی نزدیک خداتعالی خود تارک واجب اور ملام ہوگا تعالی شانہ عما یصفون اور ظاہر ہی

کہ قضیہ موجبہ مین وجود موضوع کی ضرورت ہی تو اگرچہ حضرات شیعہ خلاف کتاب اللہ
وشواہد حسیہ محض ایک خبر واحد کی وجہ سے جو خود ہی جناب امیر سے روایت کرتے ہین
لا یخلو الارض من قائم للہ بحجۃ اما ظاہر مشہور واما خائف مغمور زمان فترت کو منکر
ہین لیکن ہماری ناقص سمجھ سے انصاف تو یہ تہا کہ فترت کو قبول کر لیا اگر قیاس ہی کا لحاظ تہا کہانی سو خیر ہم اسکو بہی غنیمت
سمجہتے ہین - قال الفاضل المجیب - قولہ و بعد تحقق امامت نزع و خلع جائز ہے
یا نہین - اقول - اس سوال کا جواب ہی تعجب ہی جبکہ ہم ثابت کر چکے کہ امت کا کام ہی امام
بنانا نہین ہے بلکہ منصوص مین اللہ و من الرسول ہونا چاہیے تو بعد تحقق امامت نزع و
خلع کے کیا معنی - یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی بے شک
اس سوال سے جناب کو تعجب ہوگا لیکن شاید تعجب اسوجہ سے ہوگا کہ اپنی خلیفہ دوم جناب
امام حسن رضی اللہ عنہ کا قصہ مصالحت محفوظ خاطر اشرف نہ رہا ہوگا اور عنقریب بزعم
خود منصوصیت امام ثابت کر لی ہین تو ایسی حالت مین اس سوال سے زیادہ استعجاب ہوگا
لیکن جناب ذرا بہی قصہ مصالحت کو دیکہین اور مصالحت نامہ کو تاریخ کی کتابوں مین پڑہین
تو پہر یہہ استعجاب جو سوال سے ناشی ہوا ہی رفع ہو جائیگا اگرچہ دوسری حیرت لاحق حال
ہو جائیگی اول مصالحت نامہ کی نقل کرتا ہون یعنی میرزا غیاث الدین شیرازی نے جنکا تشیع
انکی تاریخ سے ثابت ہی اپنی تاریخ مسمی حبیب السیر مین جلد دوم صفحہ ۱۴ و ۱۵ پر مصالحت
نامہ باین الفاظ لکہا ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم هذا ما صالح علیہ الحسن بن علی بن
ابیطالب ومعویہ بن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم الیہ ولایۃ امر المسلمین
علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ تعالی وسنۃ رسولہ وسیرۃ الخلفاء الصالحین ولیس لمعویۃ

سلہ اللہ کی زمین امام سے خالی نہین ہوتی یا تو ظاہر مشہور ہوتا ہی اور یا ڈر کی وجہ سے چہپا ہوا - ۱۲ - سلہ بسم اللہ الرحمن الرحیم
یہہ وہ ہی جسپر حسن بن علی بن ابیطالب نے معویہ کے ساتہ مصالحت کی یہہ مصالحت کہ مسلمانون کے امر کی ولایت اسکو سپرد کر دی اس شرط پر
کہ انمین کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور سیرت خلفاء صالحین پر عمل کرے اور یہہ کہ معویہ - ۱۲ -

سلہ بن ابی سفیان ان یعهد الی احد من بعده عهدا بل یکون الامر من بعده
شوری بین المسلمین وعلی ان الناس امنون حیث کانوا من ارض الله فی شامهم
وعراقهم وحجازهم ویمنهم وعلی ان اصحاب علی وشیعته امنون علی انفسهم
واموالهم ونسائهم واولادهم وعلی معویة بن ابی سفیان بذلک عهد الله
ومیثاقه وما اخذ الله علی احد من خلقه بالوفاء وبما اعطی الله من نفسه و
وعلی ان لا یبتغی للحسن بن علی بن ابی طالب ولا لاخیه الحسین ولا لاحد من
اهل بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم غائلة سرا ولا جهرا ولا یخیف احدا منهم
فی الافاق تشهد علیه بذلک وکفی بالله شهیدا فلان وفلان والسلام اس
صلح نامہ کی کلمات کو غور و تامل سے ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت امام نے امیر معویہ کو کیا چیز
تسلیم فرمائی وہ تولیت اور ولایت امر المسلمین ہے جو منصب امامت ہی یا کوئی اور چیز ہے
اگر ولایت امر المسلمین ہی سپرد فرمائی ہے تو پھر آپ ہی فرمائیے کہ امامت کو اپنی سے خلع
کیا یا نہیں کیا اب فرمائیے آپکی وہ نص کہاں گئی جسکو آپ ثابت فرما کر آئی تھی۔ اور
علاوہ اسکی دو جملے علی ان یعمل فیہم بکتاب اللہ وسنت رسولہ وسیرة الخلفاء الصالحین
اور بل یکون الامر من بعدہ شوری بین المسلمین مذہب تشیع پر کیسی کچھ خرابی و آفت ڈھاتی
ہیں اور چند تشیع کی نکالتی ہیں چونکہ مقصود اختصار ہے اسلیے اشارہ کیے دیتی ہیں اہل فہم

سلہ معاویہ بن ابی سفیان کو اختیار نہیں کہ اپنے بعد کسیکو اپنا ولی عہد سازی بلکہ اسکی بعد امر سلطنت میں بعد مشورہ کی ہوگا
اور یہ کہ لوگ امن میں رہیں جس جگہ ہونگی خواہ شام میں ہو عراق میں اور حجاز یمن اور یہ کہ امن میں رہیں گی اور یہ
کہ علی کے اصحاب اور اسکی شیعہ اپنی جانوں اور مالوں اور عورتوں اور بچوں پر امن میں ہونگی۔ اور اس معاملہ
میں معاویہ بن ابی سفیان پر خدا کا عہد اور میثاق ہے اور جو عہد اللہ نے عہد لیا ہے کسی سے اپنی مخلوق میں سے
وفا کرنے اور اس عہد پر جو اپنی طرف سے خدا نے ساتھ کیا ہے اور حسن بن علی بن ابی طالب
اور اسکی بھائی حسین کو اور اہلبیت میں سے کسیکو کوئی فریب ہوگا پوشیدہ اور نہ ظاہر اور نہ کوئی ڈرایا کسی کو
عالم میں گواہ ہیں اس پر فلاں فلاں گواہ ہوتے اور اللہ گواہ کافی ہے ۔ ۱۲ ۔

وہ کاسہ جہہ لیتین - ہان یہان اسقدر باقی رہگیا کہ حضرت امام نے خلافت و امامت حضرت
امیر معویہ کو تسلیم تو فرمادی - لیکن بیعت بھی فرمائی یا نہین فرمائی سو اسکو ہم حبیب السیر
مین دیکھتے ہین - اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام نے بیعت بھی فرمائی ملخصا عبارتہ
چون امام ہمام اہل اسلام بقبضہ اقتدار حاکم شام درآمد روزی عمرو بن العاص معویہ را
گفت کہ حسن را بگو کہ خطبہ خواند و مردمان را از استعفای خویش و خلافت تو آگاہ گرداند وحیا
نمود کہ حسن رضی اللہ عنہ از ادای خطبہ عاجز خواہد آمد و خلایق را معلوم خواہد شد کہ او را
قابلیت این امر نبودہ معویہ گفت از قبول این سخن ابا نمودہ بالآخر بنابر الحاح عمرو آن
امر را از امام حسن التماس نمود آنحضرت ملتمس او را مبذول داشتہ در مجمعی کہ جمہور اعیان عراق
و شام حاضر بودند بر منبر صعود فرمودہ فرمود کہ ایہا الناس بہترین مراکب تقوی ست
و بدترین حمق فجور ست و بدرستی کہ اگر شما طلب نمائید از جابلقا و جابلسا مردی را کہ جد او محمد
باشد نیابید کسی غیر از من و برادرم حسین شناسید کہ خداتعالی شما را ہدایت داد بجد من و نجات بخشید
از غوایت و شما را عزیز گردانید بعد از ذلت و بسیار ساخت بعد از قلت و بدرستیکہ معویہ
با من نزاع کرد در امری کہ حق من بود پس من برای قطع فتنہ و صلاح امت این مہم را
بوی باز گذاشتم و ترک محاربہ گفتہ ریختن خون اہل شام را روا نداشتم و ہر آئینہ شما ملامت
کنید مرا کہ این امر را بغیر اہل آن دادم و این حق را در غیر موضعش نہادم الا قصد من صلاح
امت بود وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین چون سخن بدینجا رسید معویہ
بی طاقت شدہ گفت بس است ای ابو محمد فرود آی و بدانکہ در کشف الغمہ مرقوم گشتہ
در آن خطبہ مذکورہ مسطور ست کہ قد بایعتہ[لہ] ورأیت ان حقن الدماء خیر من سفکہا ولم
ارد بذلک الا صلاحکم وبقائکم وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین -

---

لہ تحقیق یعنی اس سے بیعت کرلی ہے اور میری رائے مین یہ آیا کہ خون ریزی سے اوسکی حفاظت بہتر ہے اور میرا ارادہ اس سے
بجز تمہاری خیر خواہی اور بقا کے اور کچھ نہین ہے اور مین نہین جانتا شاید تمہاری یہی فتنہ ہو اور ایک وقت تک نفع لوٹنا ہو - ۱۲

اوسکو تسبیح سمجہنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا تخطیہ صریح ہے پس ہم پوچہتے ہین کہ عصمت اوٹھا
لیتی ہے۔ علاوہ اذین اوائل رسالہ ہذا مین گذرچکا ہی کہ ایک دفعہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیت المال
کی عسل سے ایک ضیف کے لیے بقدر ایک رطل کے عسل لے لیا ہتا اوسپر جناب امیر نے بہت قدر
غیظ و غضب فرمایا کہ مارنے کا قصد کیا اور بعذر استحقاق بیت المال کا عذر قبول نفرمایا بلکہ تصرف
قبل القسمت کو ناجائز فرمایا اور حضرت امام نے جسقدر عسل بیت المال سے لیا تہا فی الفور
جناب امیر رضی اللہ عنہ نے قیمت اول بازار سے خرید کرکے اوسیقدر اوسمین داخل فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہہ
تخطیہ صریح ہے پس اب فرمایئے کہ عصمت اوٹھا لیتی ہے۔ لیجیے آپ امکان تخطیہ کے بہی منکر
ہتے ہمنے آپکو اوسکا وقوع ثابت کردیا۔ اور نیز شروع اس رسالہ مین ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ
عنہا کا جناب امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت تخطیہ کرنا اور کلمات سخت مثل جنین پردہ
نشین ہمہ شدہ الخ فرمانا بیان کرآئی ہین آپکو یاد ہوگا اب ہمکو نظر آتا ہے کہ آپ بہ عصا ایجات
مین محصور ہوکر بیچارہ مین قصہ حضرت موسی و ہارون علیہما السلام کو سمجہینگے اور الزاما اوسکو
پیش فرمائینگے لیکن اتنا خیال رہے کہ اول اونکا تخطیہ ہونا باطل ہے علاوہ اسکا اوسی خطا ہونا
جس سے انبیا معصوم ہین غیر مسلم ہے اور بفرض محال اگر انبیا مین تخطیہ واقع ہوا بہی تو چونکہ
انبیاء باتفاق فریقین معصوم ہین اور اونکی عصمت دلائل قطعیہ سے ثابت ہی تو ایسی ذکر
تاویل ضرور ہوگی بخلاف ائمہ کی کہ اونکی عصمت مسلم نہین اور نہ اوسپر کوئی دلیل مثبت قائم ہے
تو اوسکو انبیاء کی تخطیہ پر قیاس کرنا کیونکر صحیح ہوگا **قوله** مگر ہم حسب مذاق حضرت
مجیب عرض کرتے ہین کہ بفرض محال اگر یہہ امر ثابت بہی ہو تو اسی طرح سمجہا جائیگا جسطرح
انبیا ایک دوسری کا تخطیہ فرماتے ہین جو جواب حضرت مجیب وہان دینگے وہی یہان بہی
تصور فرمادین۔ **اقول** ہماری فاضل مجیب کو فرض محال کے تکلیف اوٹہانی کی کچہ
ضرورت نہین کیونکہ ہمنے آپکی ہی روایات سے وقوع تخطیہ ثابت کردیا اب فرمائین کہ انبیا مین
کونسا تخطیہ واقع ہوا ہے جو امر تخطیہ کے برابر ہو جسکو مشترک الجواب تصور فرمارکہا ہی

علاوہ ازین اسکا دارومدار ثبوت عصمت ائمہ پر ہی اور ثبوت کو ہم سابق مین باطل کر آئی ہین تو یہہ
محض بناء فاسد علی الفاسد ہوگی۔ قطع نظر اس سی اگر اسکو تامل سی دیکہا جاے تو یہہ مشترک
الالزام بہی نہین ہوسکتا کیونکہ جو تخطیہ ائمہ مین واقع ہوا ہی وہ اسطرح ہی کہ امام بالفعل نی
امام بالقوہ کی تخطیہ فرمایا ہی اور اگر یہہ ہی صورت تخطیہ کے انبیا مین فرض کیجاوی تو چونکہ
عصمت انبیا قبل البعثۃ علی الخصوص صغایر سی مختلف فیہ بین اہل السنت ہی اسلیی کہا جاسکتا ہی
کہ نبی بالفعل کا تخطیہ کرنا نبی بالقوہ کی نسبت صحیح ہی۔ اور جب آپکی حکم کے موجب ہمنی اس
جواب کو آپکی طرف سی ائمہ مین بہی تصور فرمایا تو یہہ ثابت ہوا کہ جو تخطیہ ائمہ مین واقع ہوگا
اوسمین امام بالفعل صواب پر ہوگا اور امام بالقوہ خطا پر تو غسل کے قصہ مین جناب امیر رضی اللہ عنہ
صواب پر تھے اور معاملہ صلح مین جناب امام حسن رضی اللہ عنہ صواب پر تہی لیجیی الحمد للہ ان
عصمت کو بیان تو خود تسلیم فرمالیا قال الفاضل المجیب۔ قولہ اور نہ عصمت کا
تحقق جمیع عمر مین ہی یا بعض مین۔ اقول۔ مذہب اہل حق یہہ ہی کہ از مہد تا لحد عصمت
متحقق ہی یقول العبد الفقیر الی مولاہ چونکہ عصمت کی نسبت سابق مین
بہت کچہہ بحث ہوچکی ہی جو کافی ہی اسلیی اوسکی اعادہ کی ضرورت نہین ہاں صرف اسقدر گذارش
ہی کہ قطع نظر اس سی کہ ابتدا و انتہا ازمہد صحیح ہی یا نہین کیونکہ شاید آپکو معلوم نہین ہوگا
کہ اسمین بہی باہم اختلاف ہی اسلیی آپکو مذہب اہل حق فرماتے ہین بحث اثبات عصمت
مین جسقدر دلائل ذکر فرمائی ہین ان مین سی کوئی دلیل بہی عصمت از مہد پر دلالت نہین کرتی
کاش اثبات کے وقت بہی یہہ بہی دعوی ملحوظ خاطر سامی ہوتا قال الفاضل المجیب
قولہ جب جناب مخاطب اپنی شرائط کو دلائل کے ساتہہ بیان فرماوینگی تو اوسپر ردو قدح اوسطرح
ہوگی۔ اقول۔ ہمنی آپکی ہی کتب سی یہہ شرائط مدلل بیان کردیی اگر آپ ردو قدح بجز
علماکی کلام و صحابہ کی اقوال پر کرسکتی ہین تو بسم اللہ کیجیی ہمارا ہر طرح فائدہ ہی۔ یقول
العبد الفقیر الی مولاہ سبحان اللہ یہہ ہمارا ہی فاضل مجیب کی

سمجھتے ہیں یہہ تحریر فرماتے ہیں۔ منها ما اورده الرضی فی نہج البلاغة عن امیر المومنین
فی کتاب کتبه الی معاویة وهو اما بعد فان بیعتی یا معاویة لزمتک
وانت بالشام فانه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی
ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما
الشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذلک لله
رضی فان خرج منهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی
اتباعه غیر سبیل المؤمنین وولاه الله ما تولی واصلاه جهنم وساءت مصیرا۔ انتہی
اب اسکے جواب سنیے یہہ امر بخوبی ثابت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خلیفہ اول کے سعی
بغرض انعقاد خلافت نہیں کی بلکہ اوسکی برہم کرنے کی تدبیرین فرماتے رہے چنانچہ اوسکی تحقیق
کی عبارت ہیہ بقصد احراق بیت جناب سیدہ علیہا السلام مین نقل ہوئی ہے سیر شاہ کو
اور بعینہ جو بیعت فرمائی وہ بھی بخوشی نہیں کی چنانچہ بروایت بخاری جبکہ صحیحین تا شش ماہ
وحیات جناب سیدہ بیعت نہیں کی اور اس روایت مین یہہ الفاظ ہین وکان لعلی
من الناس وجه حیاة فاطمة فلما توفیت استنکر علی وجوه الناس فالتمس
مصالحة ابی بکر ومبایعته پس اگر اس خط سے جو جناب امیرؑ نے معاویہ کیطرف تحریر فرمایا ہے
خلیفہ اول کے صحت خلافت ثابت ہو اور جناب امیر علیہ السلام اسکی معتقد ہوں تو لازم آئے
کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام خلیفہ برحق وامام مطلق سے تا شش ماہ منحرف رہے
ہوں بلکہ اور یہی برحق خلیفہ کے خلاف امامت برہم کرنے کی بھی مشورہ کرتے رہے ہوں
حالانکہ کتاب اللہ میں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ
مِنْكُمْ۔ وحدیث رسول اللہ ہیں مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً
مرتبہ بھی اور جناب امیر علیہ السلام کے شان اقدس سے ارفع ہے بلکہ اصل بات یہہ ہے کہ یہہ
جناب امیر الہام معاویہ کو تحریر فرمایا ہے چونکہ معاویہ خلفاء سابق کو برحق خلیفہ جانتا تھا

اور انکا یہی حاکم کردہ تہا اسلیئے جناب امیر نے اوسپر حجت ختم فرمائی چنانچہ اس خطبہ کے
یہہ الفاظ انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما بایعوھم اسپر صاف
دلالت کرتے ہین اگر یہہ امر تحقیقی ہوتا تو اسکی لکھنے کی کیا ضرورت تہی اور خصوصاً وہ
فقرہ جو آپکے خاتم المحدثین اپنی تحریر عالمی سے ہی صحیح سمجھے یعنی لزمتك وانت بالشام
الزامی تحریر پر دال ہے کیونکہ یہہ دابِ تحریر نہین ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان کرکے
خصم پر کوئی بات لازم کرین - **اقول** ہمنی تبرعاً اجمالی طور پر جناب امیر کا
والا نامہ جو بنام امیر شام تحریر فرمایا مخصماً بصراحۃ تکذیب شعر الثلثہ کے لیے اور فی الحقیقت
استیصال اصول و فروع مذہب تشیع کی غرض سے گذارش خدمت کیا تہا بجواب اوسکی جناب نے
اوسکی تحقیقی ہونے سے تو انکار کیا اور الزامی ہونا اوسکا تسلیم فرمایا گویا اس امر کو تسلیم کرلیا
کہ اگر یہہ کلام جناب امیر رضی اللہ عنہ سے بطور تحقیق کے صادر ہوئی ہو تو شعر الثلثہ بلکہ
تمام اصول و فروع مذہب شیعہ کے باطل اور کرماد اشتدت بہ الریح ہبا منثورا ہوینگے
بس اب نگاہ یہ ٹہرسہ ہے فیصلہ دلکا ÷ اب ہمپر لازم ہے کہ اوس خط کی الزامی ہونیکا
بطلان اظہر من الشمس و ابین من الامس کرکے دکھلا دین اور ثابت کردین کہ یہہ خطبہ الزامی
طور پر تحریر نہین ہوا بلکہ واقعی و تحقیقی طور پر جناب نے تحریر فرمایا ہے - پس واضح ہو کہ جب ہم اس
خطبہ کے جملونین اور اونکے مضامین مین غور و تامل کی نظر سے دیکھتے ہین تو تمام خطبہ مین اول
سے آخر تک کوئی حرف ایسا نہین پاتے ہین جو اوسکی الزامی ہونے پر دلالت کرتا ہو اسلیئے
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اول تمام خط کی نقل شرح ابن میثم بحرانی سے کیجاوے اور بعد اوسکی اوسکے
جملونسے ثابت کیا جاوے کہ یہہ الزام نہین بلکہ تحقیق ہے اوس خطبہ کی شرح مین جسکا
شروع یہہ ہے - ومن کلام له علیه السلام وقد اشار الیه اصحابه بالاستعداد لحرب
اهل الشام بعد ارساله الی معویة جریر بن عبد الله - شارح ابن میثم تحریر فرماتا ہے

له یہ آپکے اوس کلام مین سے ہے جبکہ آپکے اصحاب نے اہل شام کی لڑائی کی لیے مستعد ہونیکا مشورہ جریر بن عبد اللہ کو معویہ کیطرف بہیجنے کے بعد دیا۔

ثم كتب معها بالجمل فان بيعتي بالمدينة لزمتك وانت بالشام لانه بايعني القوم
الذين بايعوا ابابكر وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار
ولا للغائب ان يرد وانما الشورى للمهاجرين والانصار اذا اجتمعوا على رجل فسموه
اماما كان ذلك لله رضى فان خرج من امرهم خارج بطعن او رغبة ردوه الى ما خرج
منه فان ابى قاتلوه على اتباعه غير سبيل المؤمنين وولاه الله ما تولى ويصليه
جهنم وساءت مصيرا وان طلحة والزبير بايعاني ثم نقضا بيعتي فكان نقضهما كردتهما
فجاهدتهما على ذلك حتى جاء الحق وظهر امر الله وهم كارهون فادخل فيما دخل
فيه المسلمون فان احب الامور الي فيك العافية الا ان تتعرض للبلاء فان تعرضت له
قاتلتك واستعنت بالله عليك وقد اكثرت في قتلة عثمان فادخل فيما دخل فيه الناس
ثم حاكم القوم الي احملك واياهم على كتاب الله فاما تلك التي تريدها فخدعة
الصبي عن اللبن ولعمري وان نظرت بعقلك دون هواك لتجدني ابرأ قريش من دم
عثمان - واعلم انك من الطلقاء الذين لا تحل لهم الخلافة ولا تعرض فيهم الشورى
وقد ارسلت جرير بن عبد الله وهو من اهل الايمان والهجرة فبايع ولا قوة الا بالله

سلہ پھر دکی ساتھ لکھکر بھیجا بعد حمد وصلواۃ کے میری بیعت مدینہ میں تجھپر لازم ہو گئی گو تو شام میں ہے کیونکہ مجھسے ان لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان سے بیعت کی تھی تو نہ حاضر کو اختیار ہے اور نہ غائب رد کر سکتا ہے شوریٰ صرف مہاجرین و انصار کا ہے جب وہ کسی شخص پر مجتمع ہو جاویں اور امام جان لیں وہ اللہ کو پسند ہے پس اگر کوئی کسی طعن یا رغبت سے ان کے حکم سے نکلے اسکو ادھر جہاں سے نکلا ہے لوٹا دیں اگر انکار کرے تو اس سے لڑیں کیونکہ مومنین کے رستہ کے سوا پیروی کرنے لگا اور اللہ اوسکو متوجہ کریگا جدہر وہ پھرا ہے اور داخل کریگا اوسکو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ ہے اور طلحہ و زبیر نے مجھسے بیعت کی پھر بیعت توڑ دی تو یہ انکا بیعت توڑنا بمنزلہ ارتداد کے تھا تو میں نے اوس پر ان سے جہاد کیا یہانتک کہ حق آیا اور غالب ہوا اللہ کا حکم اور وہ ناخوش ہی تھے تو بھی داخل ہو جا جس میں مسلمان داخل ہوئے ہیں کیونکہ مجھکو یہ زیادہ پسند ہے کہ تیری عافیت ہو مگر یہ کہ تو بلا کی راہ پر ہے اگر تو بلا کی راہ چلیگا تو میں تجھسے لڑونگا اور تجھپر خدا سے اعانت چاہونگا اور قتل عثمان کے قاتلوں میں بہت گفتگو کی ہے تو جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں تو بھی داخل ہو۔ پھر قوم کو میری طرف محاکمہ میں لا تو میں تجھکو اور انکو کتاب اللہ پر اوٹھاونگا اور یہ جو تو چاہتا ہے تو یہ بچے کو دودھ سے فریب دینا ہے اور میری زندگانی کی قسم اگر تو اپنی عقل سے بدون ہوا کے نظر کریگا تو مجکو قریش میں عثمان کے خون سے سب سے زیادہ بری پائیگا اور جان تو کہ تو طلقا میں سے ہے جنکے لیے خلافت کا ہونا حلال نہیں ہے اور نہ انکو شوریٰ میں کچھ تعرض ہے اور میں نے تیری طرف جریر بن عبد اللہ کو بھیجا ہے وہ اہل ایمان اور ہجرت سے ہے پس تو بیعت کرلے ولا قوۃ الا باللہ ۱۲

عاقل منصف اول اس تمام خط کی عبارت کو اجمالی نظر سے دیکھے کوئی جملہ یا کوئی حرف وغیرہ
اس خط کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا ہے ہرگز نہیں تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہہ خط
الزامی نہین اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ خبریں فی الحقیقت حکایت ہوتے ہیں اور اوسکا محکی عنہ یا تو
حال واقع ہوتا ہے یا اعتقاد متکلم بلکہ اعتقاد متکلم کا محکی عنہ ہوتا ہے اسی وجہ سے معتبر ہے کہ متکلم
اپنے اعتقاد کو مطابق واقع کے سمجھتا ہے یہی وجہ ہے کہ صدق و کذب کا مدار جمہور کے
نزدیک مطابقت اور عدم مطابقت واقع پر ہوا ہے پس جب کوئی متکلم کسی خبر کے ساتھ تکلم کریگا تو سامع مجرد استماع
خبر کے یہہ سمجھیگا کہ متکلم نے حال واقع یا اپنے اعتقاد کی حکایت کی اور اسقدر سمجھنے
مین کسی قرینہ حالیہ یا مقالیہ کی محتاج نہوگا اور ظاہر ہے کہ متبادر الی الفہم دلیل حقیقت کی ہے
لفظ موضوع کی اطلاق کے بعد جو معنی کہ بلا احتیاج قرینہ متبادر الی الفہم ہونگے اونکو حقیقی
سمجھا جاویگا اور جو معنی کہ کسی قرینہ سے سمجھے جاوینگے اور محتاج سمجھنے مین قرینہ کی طرف
ہونگے اونکو حقیقت نہین کہا جاویگا بلکہ اونکو مجاز کہینگے تو اب اگر اس خط کی مضمون
کو حقیقی سمجھا جاویگا تو تمام عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول ہوگی اور بسبب متبادر الی الفہم
ہونے کے کسی قرینہ کی محتاج نہوگی اور سمجھا جاویگا کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ حال واقع کی
حکایت فرما رہے ہین - اور اگر اسکو الزامی سمجھا جاوے اور تصور کیا جاوے کہ حضرت بطور
الزام کے حکایت حال اعتقاد مخاطب کے فرما رہے ہین تو یہہ عبارت اپنی معنی حقیقی پر محمول
نہوگی اور بسبب عدم تبادر الی الفہم کے محتاج قرینہ کی طرف ہوگی اگر کوئی قرینہ پایا جاویگا
تو اپنی حقیقت سے متجاوز ہوکر اس معنی پر محمول ہوگی ورنہ نہین - اب تفصیلی نظر سے اہل فہم
و انصاف ہر ایک جملہ کی مضمون کو بغور ملاحظہ فرماوین اور دیکھین کہ اس کلام مین کوئی
قرینہ پایا جاتا ہے جس سے اسکا الزامی ہونا سمجھا جاوے یا نہین اور واضح رہے کہ قرینہ خارجیہ جو
کلام کو معنی حقیقی پر محمول ہونے سے مانع ہو وہ ہوتا ہے جو تمام طور پر متبادر الی الفہم ہو
اور ہر شخص اوس سے سمجھ سکے کہ یہہ کلام مصروف عن الظاہر ہے اور ما نحن فیہ مین ایسا قرینہ

معقود ہی اور جسکی نسبت ادعا ہی وہ بلا دلیل ہی اور غیر مسلم اول جملہ لانما یعنی القوم الذین
بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوهم علیه - ہی اور ظاہر ہی کہ یہہ جملہ حال
واقع کی حکایت ہی اور اپنی محل کی عند کے مطابق ہی اور یہہ اخبار باعتبار واقع کے صحیح ہی
کیونکہ جن لوگون نے خلفاء ثلثہ سے بیعت کی تہی اور اہل حل وعقد تہی اونہون ہی نے
حضرت سی ہی بیعت کی - دوسرا جملہ فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد
ہی اس جملہ مین کوئی قرینہ دلالت نہین کرتا کہ برخلاف واقع کے صرف مخاصب کے
اعتقاد پر مدار کلام ہی اور اسکی معنی فاذا عدکم لیس للشاهد ان یختار الخ ہین اور جب
کوئی قرینہ موجود نہین تو یہہ جملہ اس معنی خلاف متبادر ظاہر پر محمول ہوگا بلکہ اپنی معنی حقیقی
پر جو متبادر الی الفہم عند عدم القرینہ ہوتا ہی محمول ہوگا اور وہ یہہ کہ بیعت اہل حل وعقد کی
صورت مین باعتبار واقع ونفس الامر کے نہ شاہد اختیار کر سکتا ہی نہ غائب منع کر سکتا ہی جب
بیعت اہل عقد کی واقع ہوگئی تو پہر کسیکو چون وچرا کی گنجایش نہی تیسرا جملہ وانما الشوری
للمهاجرین والانصار ہی اس جملہ مین ہی کوئی قرینہ نہین جو اسکی الزامی ہونے پر دلالت
کرے بلکہ اگر اس عبارت مین تامل کیا جاوی تو صراحۃً ثابت ہوتا ہی کہ اس سی مراد
تحقیق ہے اور الزام نہین کیونکہ لفظ انما مفید حصر کو ہی جسکی معنی یہہ ہوئی کہ شوری حق
مہاجرین وانصار ہی مین منحصر ہی اور کسی دوسری کو اوسمین دخل نہین تو گویا ضمناً اسجگہ
یہہ ثابت کیا کہ مخاطب کو جو طلقا مین سی ہے شوری مین بہی کچہہ دخل نہین تو خلافت کا
مستحق کیونکر ہو سکتا ہی اور اس حصر کے موجب یہہ تقریر اوسی وقت صحیح ہو سکتی ہی جبکہ اسکو
تحقیق پر محمول کیا جاوے اور اگر اسکو الزام پر حمل کیا جاوی تو باطل ہی کیونکہ امیر معویہ اس
امر کے قائل نہین کہ شوری منحصر مہاجرین وانصار مین ہی - بلکہ اونکی نزدیک شوری مین
تمام مسلمین کو دخل ہی چنانچہ اس خط کی جواب مین جو خط امیر شام نے جناب امیر کی خدمت مین
بہیجا ہی اوس سی ظاہر ہی اور اوس خط کو ہم آئندہ نقل کرینگی - اس جگہ کچہہ بے موقع

نہین ہے اگر ہم اپنی دعوی کے ثبوت مین شارح ابن ہیثم کے عبارت جو اس جملہ کی شرح
مین لکہی ہے نقل کرین اہل انصاف وفہم اوس عبارت سے بخوبی سمجہہ لینگے کہ یہہ عبارت
بلکہ تمام خط تحقیقی ہے یا الزامی وھذہ عبارتہ وحصر الشوری والاجماع فی المہاجرین
والانصار لانہم اہل الحل والعقد من امت محمد فاذا اتفقت کلمتہم علی حکم من الاحکام
کاجتماعہم علی بیعتہ وتسمیتہ اماما کان ذلک اجماعا حقا انتہی بقدر الحاجہ
چوتہا جملہ فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی ہے اسمین بہی کوئی
قرینہ نہین جس سے سمجہا جاوے کہ مراد فی الواقع نہین بلکہ عند المخاطب ہے اور صارف عن الحقیقہ ہو
تو اس عبارت کا خلاف واقع اور کذب پر محمول کرنا بلا قرینہ کیونکر جائز سمجہا جائیگا کیونکہ
بلا ضرورت مصیر الی المجاز جائز نہین تو بس یہہ عبارت محمول اپنی معنی حقیقی پر ہو گی اور حاصل
معنی یہہ ہوگا کہ اگر لوگ یعنی اہل حل وعقد مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بناوین تو وہ شخص
فی الواقع عند اللہ امام ہو جائیگا اور اوسکی امامت خدا تعالے کے نزدیک پسندیدہ ہو گی
پانچوان جملہ فان خرج منہم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ ہے
اس جملہ مین بہی کوئی حرف نہین جو صارف عن الحقیقہ ہو اور الزام ہونے پر دلالت کرے
تو اپنی معنی حقیقی پر محمول ہوگا اور نسبہ مطابق واقع نفس الامر کے متصور ہو گی چہٹا جملہ
فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین وولاہ اللہ ما تولی واصلاہ جہنم و
ساءت مصیرا ہے - اس عبارت مین بہی کوئی لفظ نہین جو اسکی الزام ہونے پر دلالت کرے
بلکہ یہہ عبارت بصراحۃ اس امر پر دال ہے کہ مراد تحقیق ہے نہ الزام کیونکہ یہہ عبارت بطور اقتباس کے
کلام اللہ سے ارشاد ہوئی ہے اور اس آیت شریفہ کی طرف مشیر ہے جو سورہ نساء مین ہے
ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی
ونصلہ جہنم وساءت مصیرا - اور اس آیت سے استدلال فرما کر امیر معاویہ کو
کو متنبہ کیا کہ یہہ استدلال گویا نص قرآنی کے ساتہہ استدلال ہے اور اسمین مجال گنجایش شک وشبہ کے

نہین ہو کیونکہ جس دلیل کا مبنی علاوہ اجماع کے نص قطعی پر ہو اوسمین شک اور شبہ کو دخل
نہین ہوسکتا اور ظاہر ہی کہ اتباع غیر سبیل کے مذمت حق تعالے شانہ نے بطور الزام
نہین فرمائی بلکہ بسبب تحقیق فرمائی ہے اور اس آیت شریفہ سی کسیکو الزام نہین دیا بلکہ
واقع اور نفس امر کے اعتبار سے فرمایا ہی پس جناب امیر نے اوسی آیت شریفہ کو اوسی قسم کے
اپنی مدعی کی ثبوت مین پیش فرمایا تو کیونکر ممکن ہی کہ اوسکو الزام پر محمول کیا جاوے کیونکہ اگر
اسکو الزام پر محمول کیا جاویگا تو یہہ ثابت ہوگا کہ جناب امیر اس آیت شریفہ کے معنی
سمجہتے نہی حالانکہ یہہ بالبداہت غلط ہی - پس انہین جملون سے مثل بدیہی اولی کے واضح ہوگیا کہ یہہ کلام
بنا بر تحقیق واقع پر مبنی ہی اور حضرات علماء شیعہ کو جو خوش فہم ہین کہ اس کلام کو الزام پر محمول
کرکے اوسکی مدلول کی تحریف فرماتے ہین اور مکرر تاکید کرتے ہین صریح دیکہتے ہین کہ مذہب
تشیع کی بیخ و بنیاد اوکہڑی جاتی ہی اسلیے ہاتہ پانو مارتے ہین تو اس تمام عبارت مین
باوجود اسقدر طول طویل کے با اینہمہ عقل و فراست و دانش و کیاست ایک حرف بہی
ایسا تحریر فرمایا جو اس کلام کے الزامی ہونے پر دلالت کرتا حالانکہ بدون قرینہ کے
ہرگز الزام پر حمل نہین کیا جا سکتا بلکہ جسقدر بسط کیا اور جسقدر رجال جمع کی اوتنی اس امر کا ثبوت
قوی ہوتا گیا کہ اس عبارت کی بنا تحقیق پر ہی الزام ہرگز ممکن نہین پس اگر اب بہی اوسکو
الزام ہی پر محمول کیا جاوی تو اس سی یہہ ثابت ہوگا کہ معاذ اللہ حضرت امیر کو عبارت
نویسی کا کچہہ بہی سلیقہ نہین تہا اور آپکو یہہ بہی خبر نہین تہی کہ کس مضمون کیلیے قرینہ کی حاجت
ہی اور کونسی معنی قرینہ سے مستغنی ہین علاوہ اسکی جو عبارت کہ اسکی بعد اس خط کی شارح نے بزاول
جسکو حضرت مفتی صاحب نے قطع کردی ہی جسکو ہم اوپر نقل کر آئی ہین وہ بہی دلالت کرتے ہی
کہ مقصود الزام نہین وہ جملے یہہ ہین - وان طلحۃ والزبیر بایعانی ثم نقضا بیعتی وکان
نقضہما کردتہما فجاہدتہما جب حقیت خلافت اہل اجماعی و نصی سی ثابت فرما چکی
اوسکی بنا پر فرماتے ہین کہ طلحہ اور زبیر نے بیعت خلافت جو دلائل حقہ سی ثابت تہی

تو وہی اور یہہ نقض مثل یہود نقض کے ہی کیونکہ گویا انکار بعض کا ہے جیسا کہ یہود نے کیا تو اس سے
معلوم ہوا کہ سابق مین جو کچھہ فرمایا تھا وہ تحقیقی تھا الزامی نہین تھا اوسکی بعد فرماتے ہین
فادخل فیما دخل فیه المسلمون فان احب الامور الیّ فیک العافیة
پہر مکرر امیر معویہ کو اتباع سبیل المومنین کی تاکید فرماتے ہین کہ جس امر مین مسلمان داخل ہوے ہی
تو بہی داخل ہو کیونکہ وہی حق ہی اور اسمین عافیت ہی اور مجھکو پسند وہی امر ہی کہ جسمین
عافیت ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسکو مسلمان اختیار کرین وہ حق ہوگا اور دسمین
عافیت دارین مقصور ہوگی تو وہ امر جسکو کبرائے اہل اسلام نے کیا اور اہل حل و عقد نے منعقد
کیا وہ کیونکر حق نہوگا۔ پس اس عبارت نے بالبداہت ثابت کر دیا کہ تمام دلیل سابق
تحقیقی ہی الزامی نہین اسکے بعد آخر خط مین تحریر فرماتے ہین واعلم انک من الطلقاء
الذین لا تحل لهم الخلافة ولا یتعرض لهم الشوریٰ اس عبارت سے
بالکل واضح ہی کہ یہہ الزام نہین بلکہ تحقیق ہی کہ باعتبار واقع و نفس الامر کے خلافت و شوریٰ
مین طلقاء کو کچھہ دخل نہین خلافت ہی سوائے طلقاء کے اور لوگون کی ہے اور اہل شوریٰ بہی
سوای طلقاء دوسرے آدمی ہین تو اس سے سمجہا گیا کہ شوریٰ ہی حق ہی پس اس سے کونسی شئے اوسکا
بطلان سمجہی گا۔ اب اسکی بعد گذارش ہی کہ جو جواب اس خط کا امیر معویہ نے تحریر کیا
اور جو کچھہ اوسکا جواب الجواب جناب امیر نے تحریر فرمایا ہم اوسکو شرح سے نقل کرتے ہین
آپ اونکو ملاحظہ فرماوین اور دیکھین کہ وہ خط بدیہی طور پر ثابت کر رہی ہین کہ ان تحریرات کا
مدار الزام پر نہین اور یہہ دلائل باب مجادلات الخصم سے ہرگز نہین بلکہ بیان واقع اور تحقیق نفس الامر
سے

فاجابه معویة اما بعد فلعمری لو بایعک القوم الذین بایعوک وانت بری
من دم عثمان کنت کابی بکر و عمر و عثمان ولکنک اغریت بعثمان وخذلت

لہ پس معاویہ نے اسکا جواب لکہا۔ اما بعد مجہکو قسم ہے جنہون نے بیعت کی ہی اگر وہ تجہسی بیعت کرتے اور عثمان کے خون سے بری ہوتا
تو تو بہی مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتا لیکن تو نے عثمان پر (فتنہ کی آگ کہڑکائی) اور اوسکی مددگاری کو ترک کر دیا ۔۱۲۔

عنه الانصار فاطاعك الجاهل وتقوى بك الضعيف وقد ابى اهل الشام
الا قتالك حتى تدفع اليهم قتلة عثمان فان فعلت كانت شورى بين المسلمين
ولعمري ما حجتك على كحجتك على طلحة والزبير لانهما بايعاك ولم ابايعك وما
حجتك على اهل الشام كحجتك على اهل البصرة لانهم اطاعوك ولم يطعك اهل الشام
واما شرفك في الاسلام وقرابتك من النبي صلى الله عليه وسلم وموضعك من
قريش فلست ادفعه وكتب في آخر الكتاب قصيدة كعب بن جعيل اور بعض روايات مين
اس خط کے الفاظ اسطرح مسطور ہوئے ہین من معوية بن ابي سفيان الى علي بن ابي طالب
اما بعد فلو كنت على ما كان عليه ابو بكر وعمر وعثمان ما قاتلتك ولا استحللت
ذلك ولكنه انما افسد عليك صنيع خطيئتك في عثمان وانما كان اهل الحجاز
الحكام على الناس حين كان الحق فيهم فلما تركوه صار اهل الشام الحكام على
اهل الحجاز وغيرهم من الناس ولعمري ما حجتك على اهل الشام الخ ابن خلدون کی منصور ہیں
اہل انصاف ودانش تامل فرماوین اگر جناب امیر کا خط الزام ہو تو بالکل مہمل و بے معنی
ہوا جاتا ہے کیونکہ امیر معویہ کے خط سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جب خلیفہ خلافت

سلہ تو جاہل نے تیری اطاعت کی اور ضعیف اب بسبب تیری قوی ہوگیا اور اہل شام نے سوای تیرے قتال کی انکار کیا یہانتک کہ تو قاتلان عثمان کو انکو حوالہ کردے پھر اگر تو نے ایسا کیا تو خلافت بطور شوری کے مسلمانون مین ہوگی اور میری زندگانی کی قسم جیسی تیری حجت طلحہ اور زبیر پر تھی ویسی مجھ پر نہین کیونکہ انہون نے تجسے بیعت کی تھی اور مین نے بیعت نہین کی اور جیسی تیری حجت بصرہ والون پر تھی اہل شام پر نہین کیونکہ انہون نے تیری اطاعت کی تھی ۔ اور اہل شام نے تیری اطاعت نہین کی اور لیکن تیری بزرگی اسلام مین اور تیری قرابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور تیرا مرتبہ قریش کے بیچ مین سو انکو نہین ادفع کرتا اور خط کے آخر مین کعب بن جعیل کا قصیدہ لکھا ۱۲ سلہ معویہ کیطرف سے علی بن ابی طالب کیطرف ۔ اما بعد ۔ اگر تو اوس طریق پر ہوتا جس پر ابو بکر و عمر و عثمان تھے تو مین تجسے نہ لڑتا اور نہ تیرا قتال حلال جانتا لیکن صرف عثمان کے معاملہ مین تیری خطا نے میری بیعت کو تیرے ساتھ بگاڑ دیا اور حجاز والے لوگون پر حاکم اسوقت تک تھے جب تک انمین حق رہا اور جب انہون نے حق چھوڑ دیا تو اہل شام حجاز والون اور دوسرے لوگون پر حاکم ہین اور میری حیات کی قسم تیری حجت اہل شام پر ویسی نہین جیسی اہل بصرہ پر ہے ۔ الخ ۔ ۱۲ ۔

لائق ہو اور مہمات خلافت کو سرانجام نکر سکے تو بیعت اہل حل وعقد سے وہ شخص خلیفہ
نہیں ہوسکتا ہے تو جب اوسکا یہہ مذہب ہے تو اوسکو یہہ الزام دینا کہ ہماری خلافت ثابت
ہے کیونکہ ہم سے اہل حل وعقد نے بیعت کی ہے اور جس سے اہل حل وعقد نے بیعت کے
وہ خلیفہ ہے بالکل پوچ اور لغو ہوگا اسلیے کہ معویہ رضی اللہ عنہ بیعت اہل حل وعقد کو
بدون وجود صلاحیت کے بالکل لغو اور مختل سمجھتا ہے بلکہ اس پوچ الزام پر بسط
کلام اور تطویل اور بھی زیادہ بیہودہ ہے چنانچہ اہل ذوق صحیح اسکو بخوبی سمجھ سکتے ہین
اور صاحب تحفہ علیہ الرحمۃ نے اسیکی طرف اشارہ فرمایا ہے اسکے بعد اس خط کا جو کچھہ جواب
جناب امیر رضی نے تحریر فرمایا اور اوسکو آپکی حضرت رضی نے نہج البلاغۃ مین نقل کیا ہے
لیکن اپنی عادت شریفہ کے موافق حضرت رضی نے اوسمین کمی وبیشی فرمائی اور سبب
اسکا آپ جانتے ہی ہین کہ حضرت رضی جناب امیر کے خطوط مین ایسا تصرف
کیون فرماتے ہین اور کسواسطے اونکی تحریف کرتے ہین اسلیے ہم اصل خط شرح ابن میثم
سے نقل کرتے ہین اور بعد اسکی شارح نے جو کچھہ تحریف کی نسبت لکھا ہے نقل کرینگے
[1] فکتب جوابه من عبد الله علی امیر المومنین الی معوية بن صخر اما بعد فانه
اتانی کتابك کتاب امرء لیس له بصر یهدیه ولا قاید یرشده قد دعی الهوی
فاجابه وقاده الضلال فاتبعه فهجر لاغطا وضل خابطا ان قال زعمت انما افسد
علی بیعتك ولکنت امرء من المهاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا

[1] جناب امیر نے اوسکا جواب لکھا اللہ کے بندہ امیر المومنین علی کیطرف سے معویہ بن صخر کیطرف اما بعد میرے
پاس تیرا خط آیا ایسے شخص کا خط تہا کہ نہ اوسکی بینائی ہے جو راہ دکہلادے اور نہ کہینچنے والا ہے جو سیدہا رستہ چلادے
خواہش نفسانی نے اوسکو بلایا اوسنے اوسکی اجابت کی اور گمراہی نے اوسکو کہینچا تو اوسنے اوسکا اتباع کیا پس
بیہودہ بکواس کی اور خبط مین گمراہ ہوا یعنی انکے کو فرمایا تو نے گمان کیا کہ تیری بیعت کو میری ساتھہ
بگاڑ دیا۔ مین بہی ایک شخص مہاجرین مین سے ہون وارد ہوا مین جسطرح وہ وارد ہوئے اور لوٹا
جس طرح سے وہ لوٹے ۱۲ م

وما کان الله لیجمعهم علی ضلال ولم یضربهم بعمی واما ما شجر بین اهل الشام واهل البصرة وبینک وبین طلحة والزبیر فلعمری ما الامر فی ذلک الا واحد لانه بیعة واحدة لا یثنی فیها النظر ولا یستانف فیها الخیار والخارج منها طاعن والمروی فیها مداهن

اس خط سے جیسی کچھ خرابی معیت مذہب شیعہ پر واقع ہوئی ہی بے پایان اور خارج از بیان ہی اور جو کچھ فواید و منافع اس سے حاصل ہوتے ہین اونکا حصر و احاطہ خارج از حیطہ امکان ہی لہذا بخوف اطناب حوالہ اذہان صافیہ اولو الابصار البصائر کرکے صرف اس بحث کی متعلق اسقدر بیان کرتے ہیں کہ یہہ خط صریح دلیل ہی کہ جو کچھہ مضامین پہلے خط مین مرقوم تھی جنکی نسبت الزامی ہونیکا دعوی کیا گیا ہت وہ سب تحقیقی تہی اور الزامی ہونا اونکا بالکل باطل ہی پس واضح ہو کہ جناب امیر نے اپنی پہلی خط مین جسمین بحث واقع ہو رہی ہے جو کچھہ تحریر فرمایا ہت امیر معویہ نے اوسکی جواب مین اوسکی مضامین مین سے دو امر کی تردید کی اور ایک امر کو کنایۃً غیر مسلم رکھا اور باقی امور کو تسلیم کیا جناب امیر نے دلیل اول یہہ تحریر فرمائی تہی کہ میری خلافت اہل حل و عقد کی بیعت سے کہ جنکی بیعت سے ابوبکر و عمر و عثمان کی بہی خلافت ثابت ہوئی تہی واقع ہوئی چونکہ اوس خلافت کی حقیقت جو بیعت اہل حل و عقد سے واقع ہو عند الله و عند المومنین واقعی اور نفس الامری ہی ایسی ہی اوسمین نہ حاضر کو بدل سدل کا اختیار نہ غائب کو رد کی گنجایش اور اہل شوری صرف مہاجرین و انصار ہین جسکو وہ امام

[illegible] اوس کو گمراہی پر اکہٹا نہیں کرے گا اور اونکو اندہی پن مین مبتلا نہیں فرمایگا اور جو کچھ قول اہل شام اور اہل بصرہ مین اور طلحہ و زبیر اور اپنے مین قرار کیا ہی پس میری زندگانی کی قسم اسمین صرف ایک حکم ہی کیونکہ ایک بیعت ہی اسمین مکرر نظر ہو سکتی ہی نہ پہر سے اختیار ہو سکتا ہی اسمین سے نکلنے والا طعن کرنے والا ہی اور اسمین توقف کرنیوالا مداہن ہے ۱۲



بنائین اور جسپر وہ اکٹھی ہو جائین وہی خدا کی نزدیک بہی پسندیدہ ہوگا امیر معاویہ نے
اسکی جواب مین اس امر کو تو تسلیم کیا کہ بے شک آپ سی اہل حل وعقد نے بیعت کی ہی
اور وہ مہاجرین و انصار نے جنہون نے خلفاء ثلثہ سی بہی بیعت کی اونہون ہی نے
آنکو بہی خلیفہ بنایا گویا امیر معویہ نے قیاس کے صغریٰ کو تسلیم کیا لیکن کبرے قیاس کو
نمانا اور اوسکی کلیت کو باطل کیا اور کہا کہ یہہ غلط ہی کہ جس شخص سے مہاجرین و انصار
بیعت کرلین وہ امام برحق ہی بلکہ اگر وہ شخص جس سی اہل حل و عقد بیعت کرین صلاحیت خلافت
نرکہتا ہو تو وہ بیعت اہل حل وعقد سی خلیفہ نہین ہو سکتا اور آپ خلافت کی صلاحیت نہین
رکہتی کیونکہ تہہات خلافت کا سرانجام نہین کرسکتی اور قوی سی ضعیف کا حق نہین دلا سکتی بلکہ
بلکہ امام برحق کے خون مین شریک ہوئی کہ اونکی مدد نہ کی یہانتک کہ بغاۃ نے اونکو شہید
کرڈالا پس اگر تم مین صلاحیت خلافت ہوتی اور جیسی صالح للخلافت ابوبکر و عمر و عثمان
تہی ایسی ہی تم بہی ہوتے تو بیعت اہل حل وعقد تمکو بہی مفید اور باعث انعقاد خلافت
ہوتے اور جب تم مثل خلفاء سابقین کے صالح للخلافت نہین تو تمکو بیعت اہل حل عقد
کچہہ مفید نہین اور نہ اونکی بیعت سی تمہاری خلافت بسبب عدم صلاحیت کے منعقد
ہو سکتی ہی اگر تم مثل ابوبکر و عمر و عثمان کے ہوتی تو مین تمہاری ساتہہ ہرگز قتال نکرتا لیکن
جب تم جور پیشہ ہوگئی تو اب خلافت تم مین سی نکل گیی اسکی جواب مین جو کچہہ جناب امیر نے
تحریر فرمایا وہ قابل دیکہنی کے ہی حضرات شیعہ خصوصًا ہماری مجیب لبیب بغور ملاحظہ فرمائین
حاصل جواب یہہ ہی کہ تیری کتاب پونہچی ایسی شخص کے کتاب کہ اوسکی لیئی عقل ہادی نہ کوئی قائد
رہنما ہی ہوا کا مطیع ضلال کا متبع ہوکر بیہودہ گوئی کی اور خبط کے ساتہہ ہاتہہ پانو ماری۔ جو
معاملہ شہادت عثمان مین ذکر کیا اور سقوط صلاحیت خلافت اور فساد بیعت کا سبب
سمجہا اور فارق میری اور خلفاء ثلثہ کے درمیان جتایا کیا سو بالکل بے عقلی اور ضلال اور بیہودہ
گوئی اور خبط ہی۔ کیونکہ مین بہی مہاجرین مین سی ایک شخص ہون جیسی وہ وارد ہوئی میں بہی

مین بہی وارد ہوا - اور جیسی وہ سعادت ہوئی مین بہی صادر ہوا اور خدا تعالے اونکو یعنی
مہاجرین کو گمراہی پر اکٹھا نہین کریگا - اور سبکو اندہی پن مین مبتلا نہین فرمائیگا ماحصل یہہ
کہ موجب اعتراض کے اگر مین صالح للخلافت ہوں اور یہہ دن میری صلاحیت کی اہل حل
وعقد نے میرے ساتہہ بیعت خلافت کی ہو تو سب اہل حل وعقد وجوہ مہاجرین و اعیان
انصار گمراہی پر ہون کہ غیر صالح لخلافت کو خلیفہ بنا دیا اور مہاجرین و انصار کا گمراہی
پر مجتمع ہونا محال ہے کیونکہ خدا تعالے ہرگز اونکو گمراہی پر مجتمع نہین فرمائیگا اور نہ اونکو اندہی
نابینا کریگا تو اس سے ثابت ہوا کہ جب وجوہ مہاجرین و انصار نے میری ساتہہ بیعت کی
تو مین صالح لخلافت ہون ورنہ لازم آویگا کہ تمام مہاجرین و انصار گمراہی پر مجتمع ہون اور
یہہ محال ہے اور ثبوت اس استحالہ کا کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ سے ہے اب
اوس خط کی عبارت مین باہتمام مطلب اس خط کی عاقل منصف تامل فرماوے اور سوچے تو اوسکا
اوس سے مقصود قطع نظر قرینہ اور عدم قرینہ کے الزام ہے یا تحقیق - اس خط کی عبارت
مثل روز روشن روشن کرد یا کہ پہلے خط مین جسقدر مضمون شوری کے متعلق تہا وہ
سب تحقیقی تہا ہرگز الزامی نہین تہا کیونکہ اگر اوسکو الزامی تسلیم کیا جاوے گا تو یہہ
جواب بالکل لغو و مہمل ہو جاویگا - اسلیے کہ جب امیر معویہ رضہ بیعت مہاجرین و انصار کو
بدون صلاحیت لغو سمجہتے ہین تو پہر اونہین مہاجرین و انصار کے بیعت سے الزاماً
اپنی صلاحیت استحقاق خلافت ثابت کرنا بالکل خلاف عقل ہوگا دوسرا اعادہ جناب امیر نے
طلحہ و زبیر کا تحریر فرمایا ہے کہ اونہون نے بیعت توڑی اور مینے اونسے جہاد کیا سو اگر
تو بہی مخالفت کریگا تو تجسے بہی جہاد کرونگا - امیر معویہ نے اسکا جواب لکہا کہ میری
اور طلحہ و زبیر و اہل شام اور اہل بصرہ کے معاملہ مین زمین و آسمان کا فرق ہے جیسی
آپکی حجت طلحہ و زبیر و اہل بصرہ پر قائم ہے مجہپر قائم نہین ہوسکتی کیونکہ طلحہ و زبیر نے
آپکی بیعت کی تہی اور مینے آپسے بیعت نہین کی اور اہل بصرہ نے آپکا ربقہ اطاعت

اپنی گردن مین ڈال لیا تہا اور اہل شام نے نہین قبول کیا تو آپ کی بیعت و اطاعت
جنہون نے قبول کی ہے اون ہی پر لازم ہے نہ ہمنی قبول کی ہی اور نہ ہمپر لازم ہو سکتی ہی
جناب امیرؑ نے اوسکی جواب مین یہہ مضمون لکہا اور قسم کہا کر فرمایا کہ اسمین کچہہ فرق نہین
حاضر و غائب سب برابر ہین کیونکہ ایک بیعت ہی نہ اسمین مکرر سوچکر کچہہ ہو سکتا ہی
اور نہ از سر نو کچہہ اختیار ہو سکتا جو ایک دفعہ منعقد ہوگیی وہ ہوگیی اوسمین گنجایش
چون و چرا کی کچہہ نہین رہی حاضر و غائب سب پر لازم ہوگیی جو شخص اوسمین سے خارج ہو
وہ گویا اوسمین طاعن ہی اور اوسکی ساتہہ جہاد کرنا واجب ہی کہ سبیل المومنین کا مخالف ہی
اور جو اوسمین متوقف ہو وہ مداہن ہی اور یہہ بہی ایک قسم کا نفاق ہی شارح فرماتا ہی
قولهٗ[1] الخارج منہا الخ قسمہ من لم یدخل فی بیعتہ الی قسمین لانہ اما خارج عنہا
وھو الطاعن فی صحتہا و یجب مجاھدتہ لمخالفتہ سبیل المومنین واما مؤقف
فی ذالک متوقف و حکمہ انہ مداھن وھو نوع من النفاق انتہی اہل انصاف اسی جواب کو بہی بلاحظہ فرماوین
کہ اہل حل و عقد کی بیعت کی ثبوت کو جناب الزاماً فرمارہی ہین یا تحقیقاً اور قسم اوسکی الزام
ہونے پر کہارہی ہین یا تحقیق ہونے پر اگر الزام ہے تو اوسنی کب اسکو تسلیم کیا تہا
اور اگر تحقیق ہی تو ہو المراد غرض جواب بجواب انضمام سی مثل آفتاب نیم روز روشن ہوگیا
کہ پہلی خط مین حضرت نے جو کچہہ تحریر فرمایا ہے وہ الزامی طور پر نہین بلکہ تحقیقی طور پر ہی
اور جس امر کو کنایۃً غیر مسلم رکہا وہ یہہ تہا کہ حضرت نے شوری کو مہاجرین و انصار مین
منحصر فرمایا تہا اور فرمایا تہا کہ طلقا کو اوسمین کچہہ دخل نہین تو اسکی عدم تسلیم کیطرف کنایۃً

---

[1] قولهٗ الخارج منہا الخ جو لوگ آپکی بیعت مین داخل نہین ہوئی انکو دو قسمون پر منقسم کیا کیونکہ یا تو بعد
بیعت کے اوسمین سی نکلنی والا تہا اور وہ اوسکی صحت مین طعن کرنے والا ہی اور اس سے مومنین کے رستہ کی
مخالفت کے سبب جہاد کرنا واجب ہی اور یا بیعت مین متوقف ہی اور اوسکا حکم یہہ ہی کہ وہ مداہن ہے
اور یہہ بہی نفاق کی ایک قسم ہے ١٢ —

ایسا کیا اور کہا کہ اگر تم قاتلین عثمان رضہ کو ہمارے حوالہ کردو تو خلافت شوری بین المسلمین ہوگی
گویا عموماً اہل اسلام جسکو خلیفہ بنا دین وہی خلیفہ سمجھا جاویگا کچھہ تخصیص اہل حل و عقد کی نہیں۔
اب دیکھو بعد حسب وعدہ جناب امیر کے خطونکی تحریف کی بابت جو کچھہ الزام حضرت رضی
کیطرف شارح نے قائم کیا ہے اوسکو نقل کرتے ہین شارح اس جواب الجواب کی شرح
مین جسکا شروع یہہ ہی ومن کتاب له علیه السلام الی معویة اما بعد فقد اتتنی منك موعظة
موصلة لکہتے ہین فکتب جوابه من عبد الله علی امیر المؤمنین الی معویة بن صخر
اما بعد فانه اتانی کتابك کتاب امرء الی قوله خابطا لم یتصل به ان قال ثم
انما افسد علیك بیعتك ولکنت امرأ من المهاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت
کما اصدروا وما کان الله لیجمعهم علی ضلال ویضربهم بعمی واما ما میزت
بین اهل الشام واهل البصرة وبینك وبین طلحة والزبیر فلعمری ما الامر فی
ذلك الا واحد ثم یتصل به قوله لانها بیعة عامة الخ آخر مین شارح کہتا ہی
ومما ینبه علی هذا ان هذا الفصل المذکور لیس من الکتاب الاول لان
الاول لم یکن فیه ذکر موعظة حتی یذکرها فی جوابه غیر ان السید
اضافه الی هذا الکتاب کما هو عادته فی عدم مراعات ذلك وامثاله انتهی ۔
اب تو آپکو تحریف کا یقین ہوا کہ رضی صاحب نے اپنی طرف سے خطبہ مین عبارت جو اوس مین
نہین تہی اضافہ کردی اور واضح ہو کہ یہہ عبارت جو عجیبت انما افسد سے شروع ہو کر بعمی پر
بہی ختم ہوئی جو مخالف مذہب کے تہی یہہ بہی حذف فرمادی ہے تا کہ سب کو موقع استدلال کا
ہاتہہ نہ آوے اسکے بعد جو دوسری کتاب نقل کی ہے جسکا شروع یہہ ہی

ل اور سجاد اول مورکے حق پرمسبہ کرنا چاہیے یہہ ہے کہ یہ فصل مذکور پہلے خط مین ہے نہین کیونکہ پہلے
خط میں موعظت کا ذکر نہ تہا جیا تک کہ اسکی جواب میں اوسکا ذکر ہوتا مگر سید نے اس خط میں اضافہ کر دیا۔
جیسا کہ اونکی عادت ہی کہ ایسا جیسی امور کی رعایت نہیں کرتے ۔ ۱۲ ۔

ومن کتاب له الی معویة فاراد قومنا قتل نبینا شارح اسکی شرح مین فرماتے ہین
ثم یتصل به قوله ولعمری الخ[١] وهذا خبط عجیب من السید رح مع وجود
کتبه ع فی کثیر من التواریخ اب آپ کچھہ سمجھی که شارح اسکی تسمیہ کے نسبت دق ہو ہو کر کیا کیا
کچھہ فرما رہی ہین خیر یہہ ایک بطور جملہ معترضہ کی حضرت مخاطب کو جتلا دیا ہی یاد رہین
اور کچھہ اسی جگہ خاص نہین بلکہ یہہ قطع و برید بہت جگہہ ہی اب پہر ہم اصل مقصود کیطرف
رجوع کرتے ہین اور گذارش کرتے ہین کہ جناب امیر کی کلام بلاغت نظام سے واضح
وعیان ہوگیا کہ خلفاء راشدین کے بیعت اجماع اہل حل وعقد سے منعقد ہوئی اور خداوند تعالی
کی رضوان کے نورانی اوپر پرتو روشنی ڈالا اور جس شخص نے اوس سے انحراف کیا بغاۃ مین معدود
ہو کر مستوجب جہاد ہوا بلکہ جہنم کا مستحق ہوا اب فرماتی کہ جناب امیر خلفاء راشدین رض
خلافت کی وقت اگر ہمراہ مہاجرین و انصار کے تہی جیساکہ معتقد اہل حق کا ہی تو ہو المراد
اور اگر مہاجرین و انصار سے خارج تہی حاشا ثم حاشا معاذ اللہ جو کچھہ لازم آتا ہی ظاہر
وباہر ہی آپکے ہی زبان اوسکی ادا کی طاقت رکھتی ہے اگرچہ بعد اس وضوح و تبیان کے
حاجت نہین رہی کہ ہم اوس خط کا تحقیقی ہونا اور بہی ثابت کرین۔ لیکن تبرعاً حضرت مجیب کے
مزید اطمینان کے لیے تہوڑی سی اور بہی گذارش کرتے ہین ذرا متوجہ ہو کر سنئین علاوہ اوسکی
کہ جو کچھہ نہج البلاغۃ سے نقل کیا اور جگہہ بہی جو آیا اوسمین مذکور ہین اسپر اول دلیل
یہہ ہین کہ حضرات ائمہ اہل حل وعقد کو تسلیم کرتے تہی اور امامت کو اجماع سے منعقد اعتقاد کرتے
تہی بلکہ ثبوت اجماع کے لیے اجتماع جمیع کا شرط نہین سمجہتی تہی اول ہم ارادہ الغین سے
نقل کرتے ہین۔ ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتی یحضرها عامة الناس
ما الی ذلک سبیل ولکن اهلها یحکمون علی من غاب عنها ثم لیس للشاهد ان یرجع ولا للغائب

---

[١] پہر اسکے ساتھہ متصل ہے قول او ولعمری الخ اور یہہ سید رح سے عجیب قسم کا خبط ہی باوجودیکہ جناب
امیر کے خطوط اکثر تواریخ مین مذکور ہین۔ ۱۲

ایسا کہا اور کہا کہ اگر تم قاتلین عثمان رضہ کو ہمارے ہاتھ میں حوالہ کر دو اور عمر بن العاص البسر لہ والخصم

گویا عموماً اہل اسلام جسکو خلیفہ بنا دیں جاری داری الا سبیہ کہ علی بن حسن نام اوست ثابت ذکر

اب اسکی بعد حسب وعدہ جناب امیر تو تا آنکہ حاضر شوند جمیع مردمان ممکن باشد با نعقاد امامت

کیطرف شارح نے قائم کیا ہے اب انکار رعوبہ بیعت و اہل شام را بر بیعت آن امام علیہ السلام

میں جسکا شارح محتاج است در انعقاد جمیع اہل اسلام و آنحضرت اشارت فرمود باین کلام

امکان ندارد و اگر ممکن باشد عاقل او را در غایت دشواری میشمارد بلکہ معتبر در انعقاد

اتفاق اہل حل و عقد است از امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بر امری از امور چنانچہ اشارت

بدان ولیکن اہل امامت حکم میکنند بر کسیکہ غائب است از آن پس از آن بیعت مردم

ہمچو طلحہ و زبیر کہ او بیعت رجوع نماید و نہ غائب را ہمچو معاویہ کہ او را برای خویش

بلفظہ اس عبارت کو تامل کے نظر سے ملاحظہ فرما دیں اور اسکی ترجمہ کو جو آپکی زبان

پڑہیں اور دیکہیں کس صراحت کی ساتہہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے اہل حل و عقد کی

ثابت فرمایا اور انکی اجماع سے انعقاد امامت کو تسلیم فرمایا اور انعقاد اجماع کے لیے

نسبت عدم اشتراط ظاہر فرمایا اور حضور بعض کو کافی فرمایا اور یہی ہے کہ

الزام نہیں تو وہ خطبہ جو مابہ النزاع ہی اور اسکی ہم معنی ہے وہ بہی الزامی

الحمد للہ والمنۃ خود جناب امیر نے اہل حل و عقد کی اجماع کی حجیت انعقاد

کو بہی ثابت فرما کر اور مہاجرین و انصار کے اتفاق پر ترتب رضا الٰہی

بدست شیع کو بیخ و بنیاد سے قلع و قمع کر ڈالا۔ دوسری نہج البلاغۃ میں

جسکا شروع یہہ ہی۔ ومنہا فی خطاب اصحابہ وقد بلغتم من کرامۃ اللہ

اما و کم اس خطبہ میں یہہ جملہ مذکور ہی دکانت امور اللہ علیکم ترد وعنکم تصدر

شارح ابن میثم اپنی مختصر شرح میں اس جملہ کی شرح اس طرح فرماتے

ف ۱ اور اللہ کے کام ... امیر نے ... کی طرف ...

قوله لما کانت امور الله الی قوله ترجع ای انکم کنتم اهل الاسلام والحل والعقد
فیه وهم المهاجرون والانصار اب ان الفاظ کو ملاحظہ فرمایئے اور دیکھیے
کہ حضرت اپنے اصحاب کو اہل حل وعقد فرماتے ہین اور شارح کی تصریح سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ اہل حل وعقد مہاجرین وانصار ہین اور جب اہل حل وعقد ہونا ثابت ہوا
تو انکی شرائط ثلثہ باطل ہوئی تو اصل اصول دین آپکا جو امامت ہے وہ بھی باطل ہوا کہ
تمام اصول وفروع بھی باطل ہوگئے اور ظاہر ہے کہ یہ خطبہ بخطاب اپنے خواص اصحاب
کی ہے تو اسمین نہ الزامی ہونے کا احتمال ہوسکتا ہے اور نہ تقیہ کے گنجایش ہوسکتی
ہے تیسری جو صلح نامہ فیما بین حضرت امام حسن اور حضرت امیر معویہ تحریر ہوا تھا
اور اوسکی نقل ہم عنقریب اوپر کرچکے ہین اوسکی چند الفاظ کی نقل اپنے مدعا کی اثبات کیلیے
لیے کرتے ہین ہماری فاضل مجیب ملاحظہ فرماوین چنانچہ علے ان یسلم الیه ولایة
امر المسلمین علی ان یعمل فیهم بکتاب الله تعالی وسنة رسوله صلی الله علیه وسلم
وسیرة الخلفاء الصالحین وسیرة الخلفاء الراشدین المهدیین
واقع ہوا چنانچہ صاحب ازالة الغین کے مخاطب نے اسیطرح ضبط کیا ہے اور دوسرا جملہ اسکی
متصل مذکور ہے ولیس لمعویة بن ابی سفیان ان یعهد الی احد من بعده
بل یکون الامر من بعده شوری بین المسلمین انتهی یہ ہردو جملے اس صلح نامہ کے حقیت خلافت خلفا کو
اور صحت وحقیت اوس بیعت کو جو بطور شوری کے بین المسلمین واقع ہو ثابت کرتے ہین اور جبکہ
یہ امر ثابت ہوگیا تو تمام مذہب شیعہ اصولاً وفروعاً باطل ہوگیا اور مذہب اہل حق ثابت والحمد لله
علی ذلک بعد اسکی اسقدر گذارش کرنا ضرور ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے اس خط کی الزامی ہونے
پر جب اونکو کوئی دلیل بہم نہ پہنچی تو تاخر بیعت کو قرینہ الزام قرار دیا اور حدیث بخاری کو
جو مشعر ہے کہ جناب نے تا ایام حیات فاطمہ رضی الله عنہا بیعت نہین فرمائی اپنا مستدل
ٹھرایا تو ضرور ہوا کہ مختصر ہم اسکا بھی جواب گذارش کرین پس واضح ہو کہ ہمکو مجملاً اسکی

جواب مین اسیقدر کافی ہی کہ یہہ فے الحقیقت قرینہ ہی نہین ہی کیونکہ اولاً تاخیر غیر مسلم ہے
چنانچہ ابہی عرض ہوتا ہی - ثانیاً اگر تاخیر تہا تو قدح فے الاستحقاق غیر مسلم اور باطل ہے ثالثاً
ممکن ہی کہ تاخیر خطاء اجتہادی کے وجہ سے ہو - رابعاً اس تاخیر کی دلالت اس لحظ کے الزامی
ہونے پر تسلیم نہین کیجا سکتی کیونکہ اگر بالفرض اس تاخیر بیعت سے آپکی ناخوشی مفہوم
ہوتی ہو بہی تو ایسا ما تحت آپکا خلفا کی ساتہہ تمام دنیادی و دینوی امور مین شفیق
و غمگسار رہنا صریح اوسکا مبطل و ناسخ ہے ہان اگر آپ رضی اللہ عنہ خلفاء کی بیعت سے تمام
عمر ناخوش رہتے اور اونکی کسی کام مین شریک نہوتے اور اونکی اعانت نکرتے اور وہانسے
مہاجرت کرکے کہین نکل جاتے اور تمام عمر خلفاء کی عداوت مین رہتے تو شاید یہہ کلام
اس قرینہ سے الزامی سمجہی جاسکتے - علاوہ ازین اسیقدر واضح گذارش ہی کہ جناب امیر کا
مذہب معلوم ہوچکا ہی کہ انعقاد خلافت کے واسطے جمیع کی بیعت کو ضروری نہین سمجہتے تو
جب اکثر افراد اہل حل و عقد نے بیعت کرلی خلافت منعقد ہوگئی تو جناب نے یہہ خیال فرمایا
کہ بیعت تو منعقد ہوچکی ہے خواہ مین بیعت کرون یا نکرون لیکن آپکی دلمین بطور شکر رنجکی
استبداد و عدم مشورہ کی وجہ سے ملال تہا ہی نہ یہہ کہ معاذ اللہ آپکو استحقاق خلافت
خلیفہ اول مین تامل ہو اسلیئے آپنے تاخیر فرمایا اور یہہ نہین ہوا کہ آپنے اطاعت سے
انحراف کیا ہو اور اگر کبہی اتفاقاً بالفرض ہوا ہو تو ہم کب آپکو معصوم اعتقاد کرتے ہین
غرض جناب امیر کو استحقاق خلیفہ اول کی نسبت مین کبہی تردد نہین ہوا اور نہ کبہی
استحقاق خلافت کا انکار کیا باقی رہا نقض خلافت کے شورہ کی بابت ہم شروع
رسالہ مین عرض کرچکے کہ روایت سے صراحۃً یہہ مفہوم نہین ہوتا کہ نقض خلافت کے شوری
کیے ہون بلکہ چونکہ یہہ اجتماع و شوری منجر بفساد تہی تو اسلیے اونکو نقض خلافت کے
شوری کہا گیا بعد عذر و معذرت کے صفائی ہوگئی تو بخوشی و طیب نفس بیعت
کرلے - چنانچہ یہہ بہی اوس روایت مین مذکور ہی جسکی تخریج بخاری سے بخاری صحیح

سبب نے فرمائی علاوہ ازین ہم حسب مذاق اہل تشیع کہتے ہیں کہ یہہ بھی کہہ سکتے ہین کہ حسب روایات شیعہ کے یہہ بھی ممکن نہین کہ جناب امیر بعد انعقاد خلافت صدیقی بیعت کرنے اور تخلف فرماوین بلکہ شش ماہ تک متحرف رہین کیونکہ بہ تاکید و تشدید آپ سے صبر و سکوت کا عہد لیا گیا تہا اور عدم منازعہ و مناقشہ کا حتمی عہدہ کرایا گیا کتاب مختوم بخواتیم الذہب اسی بد عاکی واسطی نازل ہوئی وصیت نامہ آپ ہی شہادات و خواتیم کے ساتہہ مرتب ہوا تہا سابق مین ہم شرح نہج البلاغہ سے لکھہ ہی چکے ہین وکان معہودا الیہ ان لا ینازع[1] فی امر الخلافۃ الخ اور صدہا روایات اسپر دال ہین تحفہ مین روایت نقل کی ہی[2]

روی ابان بن عیاش عن سلیم بن قیس الہلالی وغیرہ عن غیرہ ان عمر قال لعلی ان لم تبایع ابابکر لنقتلنک قال لولا عہد عہدہ الی خلیلی لست اخونہ لعلمت اینا اضعف ناصرا واقل عددا- قرآن کے تحریف پر آپ چپ سے نہ بولے نبات طیبات کے معاذ اللہ توبہ توبہ غصب پر آپ چپ ہوں وچرا کی صدہا احداثات اور بدعات ہوئی اور جنکی اہی باعث سے بیٹہی دیکہا کیے تو باوجود معصومیت کی کیونکر ممکن ہی کہ حکم الٰہی کا خلاف فرماوین اور وصیت رسالت پناہی پس پشت ڈال دین اور تسلیم خلافت مین چون وچرا فرماوین ہان یہہ ممکن ہی کہ بعد انتقال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غم مفارقت مین مبتلا رہی ہوں اور بعد اسکی جمع مصحف مین مشغول رہی ہون جسکی نسبت قسم کہائی تہی کہ جبتک جمع نہین کرلونگا چادر نہین پہنونگا۔ تفسیر صافی مین ہی[3] روی علی بن ابراہیم القمی باسنادہ عن ابی عبد اللہ قال ان رسول اللہ قال لعلی

---

[1] جناب امیر سے عہد لیا گیا تہا کہ امر خلافت مین جہگڑا نہ کرنا ۱۲ [2] سلیم بن قیس ہلالی وغیرہ سے روایت ہے کہ عمر نے علی سے کہا اگر تو ابوبکر سے بیعت نہین کریگا تو بیشک ہم تجہکو قتل کر ڈالینگے حضرت علی نے جواب دیا کہ اگر عہد جو میرے خلیل نے مجہسے لیا ہی کہ جسکو مین توڑ نہین سکتا تو تو جانتا کہ ہم مین کون ضعیف تر مددگار والا اور تہوڑی تعداد والا ہے ۱۲ [3] امام ابو عبد اللہ سے مروی ہی کہتے ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا ۱۲

يا علي[1] ان القرآن خلف فراشي في الصحف والحرير والقراطيس فخذوه واجمعوه ولا تضيعوه كما ضيعت اليهود التوارة فانطلق علي فجمعه في ثوب اصفر ثم ختم عليه في بيته وقال لا ارتدي حتى اجمعه قال كان الرجل ليأتيه فيخرج اليه بغير رداء حتى جمعه

اور ظاہر ہے کہ اس جمع و تالیف کے لیے ایک مدت دراز چاہیے۔ اس سے فارغ ہوئے کہ حضرت فاطمہ کی دلجوئی اور تیمارداری غرض جانکاہی میں مشغول و مبتلا ہوئے ہونگے تو ان حیلوں کی وجہ سے یا حجابات فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بیعت میں تاخیر رہا ہوگا ورنہ بطور منافسہ اور منازعہ کے ہرگز ممکن نہیں کہ آپ نے بیعت سے تاخیر فرمایا ہو بہرحال یہ خلاف روایات معتمدہ اہل سنت اگر اس تاخیر کے وقوع کو جو روایت منقولہ سے مفہوم ہوتا ہے تسلیم کر لیا جاوے تو فریقین کے نزدیک بر روایات خود واجب التاویل اور مصروف عن الظاہر ہے اہل سنت کے نزدیک تو ظاہر ہے کہ ابوبکر صدیق خلیفہ برحق ہیں اور ادنی انحراف کبیرہ تھا تو بغرض طہارت ذیل جناب امیر تاویل واجب ہے اور شیعہ کے نزدیک اس سے بھی اظہر ہے کیونکہ امام معصوم کا خلاف حکم خدا اور رسول کرنا محال ہے تو تاویل لازم ہوئی باقی رہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجاہت کا حال سو شرح نہج البلاغہ اور تالیفات مجلسی سے خوب روشن ہے کہ خلفا و صحابہ کے نزدیک کیسی وجاہت تھی کیا اسی کا نام وجاہت ہے کہ کوئی دقیقہ تذلیل و توہین و بے حرمتی کا (معاذ اللہ خاک بدہن دشمنان آن پاک نژاد) اوٹھا نہ رکھا تفصیل جسقدر سابق میں مذکور ہو چکی تو جنہوں نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حقوق غصب کیے اور ضرب و توہین کے اور گھر کو جلا ڈالا تو وہ اونکی وجاہت کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کیا رعایت کرینگے

---

[1] اے علی قرآن میرے فرش کے پیچھے صحیفوں اور ریشم اور کاغذوں میں ہے اسکو لیکر اکٹھا کرلو اور ضائع مت کرو جیسے یہود نے تورات کو ضائع کر دیا پس علی نے اوسکو جمع کیا ایک زرد کپڑے میں پھر اوس پر مہر لگائی اپنے گھر میں اور فرمایا میں تا وقتیکہ اسکو جمع نہ کرلوں چادر نہ اوڑھونگا۔ کہ بعض شخص انکے پاس آتا تھا تو وہ بے چادر کے اوسکی طرف نکلتے تھے یہانتک کہ آپ نے اوسکو جمع کر لیا۔ ۱۲ منہ

ثانی اسقدر گذارش کرنا رہا جاتا ہے کہ یہہ روایت بخاری کے جسکو بخاری جیب لبیب نے اپنی استدلال مین پیش کیا ہی دوسری روایت صحیحہ سے معارض ہے جسمین صاف مذکور ہی کہ حضرت علی و زبیر نے ابتداء الغفا و خلافت مین بیعت فرمائی اور وہ روایت ابن سعد اور حاکم اور بیہقی نے تخریج کی ہی اور الفاظ اوسکو مختصا صواعق سے نقل کرتا ہون ثم بایعه[1] المهاجرون والانصار وصعد ابو بکر المنبر و نظر فی وجوه القوم فلم یر الزبیر فدعا به فجاء فقال قلت ابن عمة رسول الله صلی الله علیه وسلم وحواریه اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تثریب یا خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم فقام فبایعه ثم نظر فی وجوه القوم فلم یر علیاً فدعا به فجاء فقال قلت ابن عم رسول الله صلی الله علیه وسلم وختنه علی بنته اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تثریب یا خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم فبایعه اور نیز اسیکی قریب دوسری روایت ابن حجر نے صواعق مین نقل کی ہے[2] واخرج موسی بن عقبة فی مغازیه والحاکم وصححه عن عبد الرحمن بن عوف قال خطب ابو بکر فقال والله ما کنت حریصاً علی الامارة یوما ولا لیلة قط ولا کنت راغباً فیها ولا سألت الله فی سر وعلانیة ولکن اشفقت من الفتنة وما لی فی الامارة من راحة لقد قلدت امراً عظیماً

---

[1] پھر آپسے مہاجرین انصار نے بیعت کی - اور ابو بکر منبر پر چڑھی اور وجوہ قوم مین نظر کی زبیر کو نہ پایا اسکو بلایا وہ آئی فرمایا مین نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا اور آپکا حواری تو نے مسلمانون کی جماعت کا تفرق کرنا چاہا کہا ای رسول اللہ کے جانشین ملامت نہین پس اوٹھا اور بیعت کی پھر وجوہ قوم مین نظر کی اور علی کو نہ دیکھا بلایا وہ آئی فرمایا مینی کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو بیٹا اور آپکا داماد تو نے مسلمانون جماعت کا تفرق کرنا چاہا - کہا ای خلیفہ رسول اللہ کے ملامت نہین پھر بیعت کی ۱۲ -

[2] موسی ابن عقبہ نے اپنی مغازی مین اور حاکم نے تخریج کی ہی اور تصحیح کی ہی عبد الرحمن بن عوف سی کہا خطبہ پڑھا ابو بکر نے اور کہا کہ اللہ کی قسم مین امارت پر کبھی کسی دن اور نہ کسی رات حریص تھا اور نہین اوسمین راغب تھا اور نہ پوشیدہ و ظاہر خدا سے اسکا سوال کیا ہے لیکن مین فتنہ سے ڈرا اور مجکو امارت مین کچھ راحت نہین مین ایک امر عظیم گلی مین پہنایا گیا ہون - ۱۲ -

تأتی بہ من طاقۃ ولا یدا الا بتقویۃ اللہ تعالیٰ فقال علی والزبیر ما غضبنا الا لانا اخرنا عن المشورۃ وانا نری ان ابا بکر احق الناس بہا انہ لصاحب الغار وانا لنعرف شرفہ وخیرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالصلوۃ وھو حی الخ یہ روایت مین جو ابو سعید سے مروی ہوئی اور اس روایت مین جو بخاری مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہوئی اور ہماری مجیب لبیب نے اوسکو اپنا مستدل قرار دیا ہی وجوہ تطبیق کو دیکھتی مین تو ظاہر ہے کہ حضرت ام المومنین کا اون مجامع مین شریک ہونا ثابت نہین بلکہ بظاہر نہایت مستبعد ہی اور ابو سعید خدری راوی حدیث بیعت ضرور ان مجامع مین شریک تہی تو وہ جو کچھہ بیان کرینگی اپنی مشاہدہ محسوس اور اپنی معاینہ روایت کرینگے اور بدیہی ہی لیس الخبر کالمعاینۃ تو اسلیے روایت ابو سعید کے جو مثبت بیعت ہی بہ نسبت روایت ام المومنین کے جو نافی ہے ارجح ہوگی علاوہ ازین حضرت ام المومنین کے روایت متضمن نفی کو ہی اور حضرت ابو سعید کے روایت متضمن اثبات کو اور قاعدہ ہی کہ عند الترجیح اثبات نفی پر مقدم ہے اور مثبت نافی سے ارجح واقوی ہی علی الخصوص جبکہ اسکی سب تعدادین آیت وحدیث کو بھی منضم کیا جاوی جسکو ہماری فاضل مجیب نے ملتفطم کیا ہی [1] یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ و من مات ولم یعرف امام زمانہ الخ اور اس ضمیمہ سے خیال کیا جاوی کہ حضرت امیر کے شان ارفع ہی کہ خلیفہ برحق سے تا شش ماہ منحرف رہین - چنانچہ سابقاً بروایت بحار مجلسی گزرچکا ہی کہ تقیۃ امر اور جو رہی مثل خدا ورسول کے واجب الاطاعۃ ہین اور اولو الامر کے زمرہ مین معدود ہین تو ان

---

[1] حکی بحر اللہ کے تقویت سے مجکو طاقت اور قوت نہیں تو اسپر علی اور زبیر نے کہا ہم ناخوش نہیں ہوئی مگر اسلئے ہم مشورہ سے پیچھے ہٹائے گئے - اور ہم جانتی ہین کہ ابوبکر لوگون مین سب سے زیادہ اوسکی مستحق ہین کیونکہ وہ یار غار ہیں اور اون کے بزرگی اور بہلائی کو ہم پہچانتی ہیں - اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں نماز کے امامت کا اونکو حکم فرمایا تہا - ۱۲ - [2] خبر معاینہ کی برابر نہین ہوتے ۱۲ -

وجوہ مذکورہ سے ابو سعید کے روایت کو حسب قاعدہ رجحان واعتبار ہوگا تو اب اس صورت میں مرجع نفی بیعت اول کا جو روایت بخاری میں ام المومنین سے ہے یا تو علم اور اطلاع کی طرف ہے کہ آپکو بیعت سابقہ کی اطلاع نہیں ہوئی اور یا وہ بیعت ہے جسکے بعد کچھ ملال وشکر رنجی نہیں ہو چونکہ بیعت اول کے بعد بھی نسبے جسمله ملال رہا تھا اور معاملہ فدک اوسکا ضمیمہ ہوکر اور باعث کشیدگی ہو گیا اور دلجوئی وتیمارداری حضرت زہرا اور بھی مشغولی اور عدم حاضری مجالس خلیفہ برحق کا سبب ہوا اوسکی بعد جب آپنے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی پاس بلاکر تفصیلاً معذرت فرمائی اور افضلیت کا اقرار کیا اور مکرر بیعت کر تو قلب شریف ملال وکدورت سے بالکل صاف ہو گیا اور عام طور پر سمجھا گیا کہ آپنے بیعت فرمائی بہرکیف جہانتک روایات میں دیکھا جاتا ہے تو آپ کا ملال یا تاخر عدم اہلیۃ وصلاحیت خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے نہیں تہا جو قادح یا مضر اجماع ہو کہیں رواۃ نے اسکو صراحۃً بیان کیا۔ ما غضبنا الا انا اخرنا عن المشورۃ اور کہیں کنایۃً روایت کیا اور کہا ولکنا کنا نری ان لنا فی ہذا الامر نصیبا اور ظاہر ہے کہ بقرینہ سیاق عبارت ہذا الامر نصیبا سے مراد مشورہ ہے کیونکہ ماقبل اس عبارت کا یہہ ہے وحد ثنا لم نعلم علے الذی صنع نفاستہ علے ابی بکر ولا انکار للذی فضلہ اللہ بہ اور بعد میں مذکور ہے واستبد علینا تو اس عبارت کے ماقبل ومابعد کے لحاظ سے ہرگز یہہ معنی معلوم نہیں ہوتے کہ لنا فی ہذا الامر نصیبا سے مراد استحقاق خلافت ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہوں کہ ہم جانتے تھے کہ خلافت ہمارا حق ہے یہہ حضرات شیعہ کی خوش فہمی ہے روایت مسلم کی ابو سعید سے جو تاخر بیعت پر دال ہے اوسکو شراح بخاری نے بسبب عدم

ے اور لیکن ہم جانتے تھے کہ ہم کو بھی اس امر میں حصہ ہے - ۱۲ - سلے اور بیان کیا کہ ابوبکر ...ئی اور اسکی فضیلت کے انکار نے کچھہ اسپر برانگیختہ نہیں کیا جو کام کیا ہے - ۱۲ -

+ + + + + + +

اسناد زہری کی ضعیف کہا ہی اور صواعق محرقہ مین لکہا ہی قال البیہقی واما ما وقع
فی صحیح مسلم عن ابی سعید من تاخر بیعتہ ہو وغیرہ من بنی ہاشم الی
موت فاطمۃ فضعیف فان الزہری لم یسندہ وایضاً فالروایۃ الاولی عن ابی
سعید ہی الموصولۃ فیکون اصح انتہی پس بعد اس تحقیق کے ثابت ہوا کہ استحقاق بیعت خلافت
خلیفہ اول سے جناب امیر کو کبہی انکار نہین ہوا اور روایت تاخیر بیعت کو رجوع ہی او
اوس سے استدلال ہمارے دشمن مجیب کا صحیح نہین ہی اور داونکی سعید مدعا تو اس جملہ کا
تحریر فرمانا - انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان اسوجہ سے ہی
کرہ خلافتین عند اللہ اور ہماری نزدیک اور تمہاری نزدیک حق ہی اور بیعت اہل حل وعقد
سے ثابت ہوئی ہین اور جس سے وہ بیعت کرین اوسکی خلافت حق ہی تو اس جملہ سے استدلال
استدلال فرمایا کہ اوسکی حقیت میں کسیکو کسیطرح کا تامل نہ تہا اور ہمیشہ دانشمندونکا قاعدہ ہی
کہ ایسی ہی دلائل سے استدلال کیا کرتے ہین کہ جنکی حقیت مثل آفتاب نیمروز روشن ہو
پس یہہ دلیل بہی ایسی قضایا حقہ سے مرکب ہی کہ جنکی حقیت عند اللہ وعند الفریقین
مسلم ہی اور فی الحقیقت یہہ دلیل اوسی وقت تام ہو سکتی ہے بلکہ لاجواب ہی جبکہ اسکو
تحقیقی تسلیم کیجاوی اور مقدمات حقہ سے مرکب سمجہی جاوی کیونکہ جب واقع اور نفس الامر
اور عند اللہ وعند الفریقین صحت وحقیت خلافت کے اجماع اہل حل وعقد سے ثابت ہو
ہی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی بہی حقیت خلافت اسیطرح اوراسی دلیل سے ہم ثابت
کرلیتے ہین تو آپ ہی فرماہی کہ اس دلیل کا کیا جواب ہی اور امیر معویہ رضہ اوسکی کیونکر تردید
کرسکتی ہین اگر اسکی جواب میں یہہ کہین کہ صحت وحقیت خلافت بیعت اہل حل وعقد

---

[1] بیہقی نے کہا ہی کہ جو روایت ابو سعید سے مسلم مین واقع ہوئی ہی موت فاطمہ رضی اللہ عنہا تک
بیعت جناب امیر ودیگر بنی ہاشم کی بابت وہ ضعیف ہی کیونکہ زہری نے اوسکا مسند نہین کیا اور نیز پہلی
ابو سعید سی موصول ہے تو وہ اصح ہوئی - ۱۲

اوسوقت مترتب ہوتی ہی جبکہ بیعت اہل حل وعقد صالح للخلافت کی واسطی واقع ہو چنانچہ خلفا ثلثہ کی ایسی ہوے ہتی اور اگر غیر صالح کے لیی واقع ہوگی جیساکہ جناب کے لیی ہوئی تو وہ بیعت مثبت نہوگی تو ظاہر ہی کہ یہہ تردید بالکل مردود ہی اور اسکا جواب خود جناب امیر رضہ نی اوس خط مین جو اسکی جواب مین لکہا تحریر فرمایا وہ یہہ کہ جب خداوند تعالے نے صحت خلافت بیعت اہل حل وعقد پر رکہدی ہی تو جسکو وہ خلیفہ بناوینگی اور باختیار خود جسکی ہاتہہ بیعت کرینگی وہ صالح للخلافت ہوگا اسلیی اسکی خلافت حق ہوگی کیونکہ خداوند تعالے کے اونکو ہرگز گمراہی پر مجتمع نہین فرماویگا اور اگر اونکی بیعت خلافت باختیار خود کسی غیر صالح للخلافت کے ہاتہہ پر واقع ہوجائی تو سب گمراہ اور ضال ہوگئی اور تمام ضلالت پر مجتمع ہوگئی اور یہہ محال ہی تو اہل حل وعقد کا کسی شخص کے بیعت پر متفق ہونا خود اوسکی صلاحیت اور اہلیت کی دلیل ہے اور اس جواب کا کچہہ جواب نہین ہوسکتا نہ امیر معویہ اسکا کچہہ جواب دیسکتی ہین اگر حوصلہ ہو تو آپ ہی اونکی طرف سے اسکی تردید کیجیی اور اگر اس دلیل کو دلیل الزامی کہا جاوی تو ناقص و ناتمام ہے اور ہرگز مثبت مدعا نہوگی اور اسکی جواب مین جناب امیر ملزم و مجحوج ہوجاینگی کیونکہ جب امیر معویہ نے بجواب اسکی اہل حل وعقد کے بیعت پر ترتب حقیت کیلیی صلاحیت وعدم صلاحیت کا فرق نکالا تو اب فرمائی الزام تو باطل ہوگیا اب جناب امیر کو مرحلہ ثبوت صلاحیت واہلیت کا پیش آیا تو اوسکو خود اس بیعت اہل حل وعقد سی ثابت نہین کرسکتی کیونکہ واقعی اور نفس الامری نہین تو دوسری کسی دلیل کیطرف مثل نص وعصمت کی رجوع فرماوینگی اور یہہ دلایل ایسی ہین کہ صدہا مواقع و مراحل پیش آئی لیکن کبہی ظاہر نہین کی گئین پس انکی نسبت امیر معویہ کو اونکی ابطال مین اتناہی کہنا کافی ہوگا کہ حضرت یہہ دلایل خلفا ثلثہ کے زمانہ مین کبہی پیش ہوئی ہین جو آج میرے مقابلہ پیش کیجاتے ہین اور جب اونہون نے تسلیم نہین کی تو مین کیونکر تسلیم کردون تو آپ ہی فرمائیی کہ حضرت امیر کے پاس اسکا کیا

جواب ہی اور اس مرحلہ سے کیونکر خلاصی ممکن ہی بجز اسکی کہ آپ ملزم و محجوج ہون اور
اگر جناب نے کوئی امر اسوقت تراشا بہی ہو تو اوس جواب کا ملحوظ خاطر رکہنا ضرور ہوگا جو
اسکی جواب مین خود حضرت نے تحریر فرمایا ورنہ وہ بالکل لغو ہوگا ۔ اور اس قول مین جو آپنے
یہہ جملہ تحریر فرمایا (اور خصوصًا وہ فقرہ جو آپکے خاتم المحدثین اپنی تبحر علمی سے اصل
سمجہہ گیی ہین یعنے لزمتک و انت بالشام الزامی تحریر پر دال ہی کیونکہ یہہ داب تحریر نہین ہے
کہ اپنی مسلمات کو بیان کرکے خصم پر کوئی بات لازم کرین) معلوم نہین آپنے کس
حالت مین یہہ جملہ تحریر فرمایا نہ مدعا صحیح ہی نہ دلیل دعوی کے مطابق اور اسکی تنقیح
اب سنیی کہ حضرت خاتم المحدثین رح کی نسبت الزامًا تحریر فرمایا کہ وہ جملہ لزمتک و
انت بالشام کو اپنی تبحر علمی سے اصل سمجہہ گیی تو اس جگہ اصل و فروع کو کیا دخل ہی اور
یہان اصل سے کیا مراد ہے اور اسکی اصل ہونے کی کیا وجہ ہے خط مذکور مین جناب
امیر نے اول اپنا دعوی ذکر فرمایا اور وہ یہہ ہی جملہ ہی یعنے لزمتک و انت بالشام
اور اسکی بعد اسکی دلیل بیان فرمائی پس جملہ مذکورہ اس اعتبار سے کہ مکتوب مین داخل
اصل ہے اور اس اعتبار سے بہی اصل ہی کہ دعوی مقصود ہی جسکا اثبات مد نظر ہی
پہر حضرت شاہ صاحب کو الزام دینا کہ وہ اپنی تبحر علمی سے اصل سمجہہ گیی اور گویا فی الحقیقت
اصل نہین ہے سراسر نافہمی ہی قطع نظر اس سے جسجگہ حضرت شاہ صاحب نے اس خط کو
نقل فرمایا ہی اور اوسپر بحث کی ہی چنانچہ ہماری فاضل مجیب بہی اوسیجگہ سے اس خط کو نقل
فرماتے ہین وہان اس جملہ کا کچہہ مذکور نہین ہے اور نہ اسکی اصالت و عدم اصالت سے
تعرض فرمایا ہی اور اس جملہ سے تعرض کرنیکے کوئی وجہ بہی نہین ہی کیونکہ یہہ محض دعوی
ہی دعوی ہی اگر بحث و گفتگو واقع ہوئی ہی تو دلیل کی نسبت ہی کہ دلیل مقدمات
الزامیہ مسلمہ خصم سے استدلال فرمایا ہی یا مقدمات حقہ ثابتہ فی نفس الامر سے اور اس
جملہ کی اصالت و عدم اصالت کو دلیل کی تحقیقی و الزامی ہونے سے کیا تعلق ہی

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی اصالت سے تعرض فرمایا اور اگر ہو بھی تو اسکی اصالت مین کچھہ
تردد نہین مدعا حاصل ہوا ہی کرتا ہی۔ پس یہہ الزام محض لغو اور پوچ ہے جسکا مدار ہماری
فاضل مجیب کے خوش فہمی پر ہی تحفہ کے جوابات مین کہین کچھہ مضمون دیکھا ہوگا بے سمجھے اسکو
کچھہ سے کچھہ نقل و ترجمہ کر دیا اسکی بعد یہہ لکہنا کہ یہہ جملہ الزامی تحریر ہونے پر دال ہے سراسر
بحار اور واہیات محض ہی مدعا کو دلیل کے الزامی یا تحقیقی ہونے پر دلالت سے کیا علاقہ اسکی لیے
خواہ دلیل الزامی ہو خواہ تحقیقی ہو وہ ہر طرح اپنا مسلمہ ہی اور خصم کا غیر مسلمہ اگر اوسکا ثبوت صحت
و حقیت نفس الامری و عند الخصم مطلوب ہوگا تو دلیل تحقیقی ذکر کیجاویگی ورنہ اگر صرف
اسکات و الزام خصم مقصود ہوگا تو دلیل الزامی ذکر کیجاوے گی پس یہہ کہنا کہ یہہ جملہ تحریر کے
الزامی ہونے پر دال ہی حضرت کے کمال تبحر علمی پر دال ہی ہان حضرت کی تبحر علمی سے
کچھہ بعید نہین کہ اس جملہ مین جو لفظ لزمتک کا واقع ہوا چونکہ مادہ الزام کا تہا تو اس سے
جناب نے اپنی تبحر علمی کے بدولت سمجھا ہو کہ یہہ مادہ الزام اس تحریر کے الزامی ہونے پر
دال ہی اسکی بعد اسکی دلیل ارشاد ہوئی کیونکہ یہہ داب تحریر نہین ہے کہ اپنی مسلمات کو بیان
کرکے خصم پر کوئی بات لازم کرین سبحان اللہ یہہ دلیل اور یہی حضرت کے تبحر علمی خصوصاً
مناظرہ دانی پر صریح دلیل ہے کیون حضرت یہہ دلیل جو جملہ لزمتک وانت بالشام کے
الزامی ہونے پر وارد فرماتے ہین اوسکو کیونکر مثبت ہی ذرا سمجھایئے تو سہی کاش
آپکے ان افادات تازہ کو کوئی مصنف لبیب دیکھے اور آپکو آپکی علم اور فہم اور مناظرہ دانی کی داد دی
اس عبارت سے صاف مستفاد ہوتا ہی کہ جملہ لزمتک وانت بالشام کو بھی آپ مسلمات
خصم سے سمجھے ہوئی ہین حالانکہ یہہ مدعا ہی یہہ اگر مسلم خصم ہو تو وہ خصم ہی کیون بنی اور
دلیل سے اوسکی اثبات کی ہی کیا ضرورت پڑی ای حضرت یہہ دعوی ہی جو صرف اپنا ہی
مسلم ہی اور خصم اسکا منکر ہی اپنا اس دعوی کا دلیل سے ثابت کرنا مطلوب ہو قطع نظر
اس سے ہم پوچھتے ہین اس قول سے کہ یہہ داب تحریر نہین کہ اپنی مسلمات سے خصم پر کوئی

بات لازم کرین) کیا مراد ہی اگر یہہ مراد ہی کہ ایسی اقوال سی جو صرف اپنی ہی مسلمات ہین اور خصم اونکو تسلیم نہین کرتا اور واقع اور نفس الامر کی اعتبار سی مسلم نہین خصم پر کوئی بات لازم کرنا داب تحریر نہین تو صحیح و مسلم لیکن آپکو مفید نہین کیونکہ اس دلیل کی نسبت ہم کب کہتی ہین کہ صرف جناب امیر کی ہی مسلم ہی اور باعتبار واقع کے غیر مسلم ہی اور اگر یہہ مراد ہی کہ اپنی مسلمات سی گو وہ حق و واقع اور مسلم خصم ہی کیون نہون الیسی خصم پر کسی امر کا لازم کرنا خارج از داب تحریر ہی تو غلط ہی اور اوسکی غلطی ایسی بدیہی ہی کہ اوسپر حاجت دلیل پیش کرنیکی ہی نہین اور ہم اس دلیل کو ایسا ہی کہتی ہین مثلاً کوئی شخص اہل اسلام مین سے کسی مسلمان پر قرآن کے آیت پیش کری یا حدیث پیش کرے یا اجماع پیش کرے تو اوسکو کوئی الزامی دلیل نہین کہیگا حالانکہ اوسنی اپنی مسلمات سی خصم پر الزام دیا جاتا ہی غرضکہ یہ جملہ عجیب و غریب ہی جو حضرت کی تبحر علمی کو آشکارا طور پر بیان کرتا ہی اور علم و فہم و مناظرہ دانی کا پورا پورا اندازہ بتاتا ہے **قولہ** جناب امیر علیہ السلام جونکہ حجت خدا تھی خصم پر ایسی حجت ختم فرماتی تھے کہ پھر جواب کا موقع نرہی- **اقول** اس دلیل کا ایسی حجت ہونا جسکو پھر جواب کا موقع نرہی وسیوقت ممکن ہی جبکہ اسکو باتباع اہل سنت دلیل تحقیقی قرار دیجا دی اور اوسکی بموجب حضرت امیر کا حجت خدا ہونا بھی بقول شیعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر اس دلیل کو حسب تقریر علماء شیعہ دلیل الزامی کہا جاوے تو پھر یہہ دلیل ہی تام نہین رہ جائیگا عمیر کا جواب ہوا جو حضرت کا حجت خدا ثابت ہونا تو درکنار الٹا ملزم و مفحم ہونا لازم آئیگا چنانچہ مفصلاً ہم ابھی گذارش کر آئی ہین **قولہ** جیسا کہ بعد انعقاد بیعت و خلافت خلیفہ اول جب حضرت کو بیعت کرنی کے لیے بلایا تو آپنے فرمایا کہ تمنی قرابت رسول کے ذریعہ سے انصار سی خلافت لی ہی اب تم سی انہماک کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سی کون اقرب ہی چونکہ تمنی حق پایا ہی حق دو

جواب بجز سختی ودرشتی حسب عادت خود خلیفہ ثانی نے کچھہ ندیا اور جواب ہی کیا تھا
چنانچہ یہہ کل حال کتب معتبرہ تواریخ مثل روضۃ الصفا وغیرہ مین مفصل و مشرح مندرج ہی
اقول اس کلام مین بوجوہ چند بحث وکلام ہے اولاً اس قصہ کو اہل سنت کی معتبر
کتابون سی ثابت کیجیی اوسکی بعد جواب لیجیی اور کتب معتبرہ کے اندراج کی نسبت جو کچھہ
آپنے تحریر فرمایا اگر معتبرہ سے اپنی کتب معتبرہ مراد ہین تو ہم پر حجت نہین اور اگر ہماری
معتبرہ مراد ہین تو پہلی اعتبار ثابت فرمایی اور روضۃ الصفا کا معتبر ہونا غیر مسلم ہی ثانیاً
خود آپکی ہی کتب معتبرہ مین اسطرح مروی نہین نہج البلاغۃ جو نہایت معتبر کتاب ہی
اسمین لکھا ہی ومن کلام[ل] لہ علیہ السلام لما انتہت الی امیر المومنین انباء السقیفۃ
بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما قالت الانصار قالوا قالت
منا امیر ومنکم امیر قال فہلا احتججتم علیہم بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وصی بان یحسن الی محسنہم ویتجاوز عن مسیئہم قالوا وما فی ہذا من الحجۃ فقال
لو کانت الامارۃ فیہم لم یکن الوصیۃ بہم ثم قال فما ذا قالت قریش قالوا احتجت بانہا
شجرۃ الرسول فقال احتجوا بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ انتہی۔ دیکہو نہ اس مجلس مین خلیفہ
ثانی کا حاضر ہونا ہی نہ حق خلافت کا مطالبہ ہے نہ مخالفت سی کلام وگفتگو ہی نہ
باہم سختی و درشتی ہی اسمین صرف اسقدر مذکور ہی کہ جب آپکو سقیفہ کی خبرین پہنچی تو آپنے
حال دریافت فرمایا اور یہہ کلام فرمایا اور اگر وہ ہی روایت معتبرہ ہوتی تو اوسکو آپکے
رضی صاحب نقل فرماتے کہ اول علی المقصود تہی۔ ثالثاً یہہ مطالبہ اپنی حق کا کرنا

[ل] اور آپکی کلام مین یہی ہی جبکہ سقیفہ کے خبرین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکے پاس پہنچی پوچھا انصار نے کیا کہا اونہون نے
جواب دیا کہ انصار نے کہا اور ایک امیر ہم مین سی ہو اور ایک امیر تم مین سی فرمایا تمنی اونپر یہہ دلیل کیون نہ پیش کی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہی کہ اونکی نیکوکارون کے ساتھہ احسان کیا جاوے اور اونکی گنہگارون سی درگذر کیجاوے
اونہون نے کہا کہ اسمین تو کچھہ حجت نہین ہی فرمایا اگر اونمین امارت ہوتی تو اونکی وصیت نہوتی فرمایا تو قریش نے کیا کہا
کہا کہ قریش یہہ دلیل لائی کہ وہ رسول کے درخت مین یعنی رسول اور وہ ایک درخت کی شاخین مین بس فرمایا
درخت سی تمسک تو کیا اور پہل کو چہوڑ دیا ۱۲

اور خاعار کے ساتھ معاملہ خلافت مین جون وجرا کرنا سراسر خلاف حکم آلہی اور ہیبت رسالت پناہی ناجایز اور حرام تہا تو کیونکر ممکن ہو کہ آپ باوجود عصمت کے اسکے مرتکب معصیت کے ہولی چنانچہ اسکی ایک خطبہ مین جسکا شروع یہہ ہی وہ منزلکلام کہ جیعۃ عثمان فرماتی ہین واللہ لا سلمن ما سلمت امیر المسلمین و لم یکن فیہا جہر الخ تو اس سے معلوم ہوا کہ یہہ روایت بالکل غلط اور موضوع و مفتری ہے۔ رابعاً جب ہم نفس اس الزام مین تامل کرتے مین تو اسکو غلط اور لوچ پاتے ہین اور دیکہتی ہین کہ اس دلیل سے ہرگز احتجاج صحیح نہین ہو سکتا ہی اور نہ کوئی عاقل اس دلیل کو لائق احتجاج سمجہہ سکتا ہی کیونکہ یہہ دلیل حضرت نے اپنی حقیت خلافت کے لیے حسب زعم اولیا سامی فرمائی ہی پس ہم دیکہتی ہین کہ اس سے آپکی احقیت خلافت کسیطرح ثابت نہین ہوتی کیونکہ آپکی اس قول سے کہ قریش نے شجرہ کو پکڑا اور ثمرہ کو ضائع کیا یا یہہ مراد ہی کہ ابعد کو لیا اور اقرب کو چہوڑ دیا تو اس سے آپکی خلافت متنازعہ فیہا یعنی بلافصل ہرگز ثابت نہین ہوتے بلکہ اس تقریر سے لازم آتا ہی کہ حضرت عباس عقیل احق بالخلافت ہین کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اقرب الیہ تعبات ہین اعمام کا درجہ بنی الاعمام سے مقدم ہے۔ یا یہہ مراد ہی کہ اصول کو لیا اور فروع کو چہوڑا تو اس سے بہی واضح ہی کہ جناب امیر اسجگہ اپنی آپکو فروع ہونے سے تعبیر فرماتے ہین حالانکہ ابن العم فروع مین داخل نہین اور اگر احقیت بخلافت فروع کے لیے ثابت ہو گی تو جناب حسنین بہ نسبت جناب امیر احق بخلافت ہونگی اور اگر دعیہ مجازیہ مراد ہی تو قطع نظر اس سے کہ ایسی امور مین مجازیہ کو دخل نہین اور لفظ شجرہ اور ثمرہ دس سے ابا کرتا ہی یہہ لازم آتا ہی کہ اسامہ بن زید احق بالخلافت ہون غرض یہہ دلیل کسی پہلو پر ٹہیک نہین بیٹہتی اور کسی کل سے نہین ہوتے۔ ایسی واہی دلائل کا حضرت کے طرف منسوب کرنا گویا آپکی حجت خدا ہونے مین قدح کرنا ہی کہ معاذ اللہ حضرت کو سلیقہ استدلال کا کچھہ بہی نہین تہا

جناسا گا ظاہر ہی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو اوس وقت سقیفہ بنی ساعدہ مین انصار کے
دعوی خلافت کے تردید مین جو دلیل پیش کے تہی جسکو سب نے تسلیم کیا اور کسی نے چون و چرا
نہین کی اور جو متفق علیہ فریقین ہے وہ یہہ حدیث ہی کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
[1] الائمۃ من قریش۔ صورت استدلال یہہ تہی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نص سے
امامت کا خاص قریش مین ہونا ثابت ہوا کہ جسمین انصار شریک نہین ہوسکتے تو انصار کا
استحقاق باطل اور اونکا مطالبہ بے محل ہوا اور اس حدیث متفق علیہ شیعہ و اہل سنت سے
یہہ بہی واضح ہی کہ جب امامت قریش کا ہی حق ہی تو نفس اس حق مین تمام قریش متساوی
الاقدام ہین کیونکہ الفاظ نص سے کسیکی تخصیص و ترجیح مفہوم نہین ہوسکتے اور ظاہر ہی
کہ خداوند کریم کے نزدیک اوسکے عباد مین سے محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو اور یہہ
[2] ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ ارشاد ہوا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک
پیارا وہی ہے جو احکام الٰہی کا زیادہ مطیع ہو خواہ حر ہو یا عبد عربی یا عجمی چنانچہ شرح
نہج البلاغۃ مین آپ سے نقل ہوا ہی [3] ان ولی محمد من اطاع اللہ وان بعدت لحمتہ وان
عدو محمد من عصی اللہ وان قربت قرابتہ۔ اسیواسطے خداوند کریم نے
حضرت نوح کے فرزند کی نسبت انہ لیس من اہلک فرمایا تو اس سے صاف ظاہر ہی کہ
مدار قرب کا قرب قرابت پر نہین بلکہ اوسکی لیے دوسری اوصاف کی ضرورت ہی تو اس سے
واضح ہوا کہ اس حدیث مین حضرت علیہ السلام نے خاص قریش ہی کو اس فضل خاص کے ساتھہ
مخصوص فرمایا کہ الائمۃ من قریش یہہ خصوصیت محض توقیفی ہے عقل کو اس مین دخل نہین
ہی اور قاعدہ ہی کہ جو امر شارع علیہ الصلوۃ سے خلاف قیاس ثابت ہوا اوسکا تعدیہ نہین
ہوسکتا اور شیعہ کے نزدیک تو قیاس شرعًا یون ہی جائز نہین ہی حضرت خلیفہ اول رضی

[1] امام قریش مین سے ہونگے ۱۲ [2] خدا کے نزدیک تم مین بزرگ وہ ہی جو تم مین زیادہ پرہیزگار ہو۔ ۱۲
[3] محمد کا دوست وہ ہی جو خدا کی اطاعت کرے اگرچہ اوسکی قرابت بعید ہو اور محمد کا دشمن وہ ہی جو خدا کی نافرمانی کرے اگرچہ اوسکی قرابت قریب ہو ۱۲

اگر اس حدیث سے انصار کی امت کو رد کیا تو ایسی نص سے رد کیا جو خلاف قیاس محض تعبدی تھی تو اگر جناب امیر نے ارشاد سنکر یہہ فرمایا ہو احتجوا بالشجرۃ واضاعوا الثمرۃ جیسا کہ شیعہ کا زعم ہے اور واقع میں ایسا آپ نے نہیں فرمایا ہوگا تو گویا آپنے خلاف قیاس نص میں قیاس کیا اور یہہ ایسی خطا ہے کہ مجتہدین امت سے بھی صادر نہیں ہو سکتی آپکے شہید ثانی نے معالم الاصول میں تحریر فرماتے ہیں القیاس هو الحکم علی معلوم بمثل الحکم الثابت لمعلوم اخر لاشتراکهما فی علة الحکم فموضوع الحکم الثابت یسمی اصلاً و موضوع الاخر یسمی فرعاً والمشترک جامعاً وعلةً وهی اما مستنبطة و منصوصة وقد اطبق اصحابنا علی منع العمل بالمستنبطة الا من شذ وحکی اجماعهم فیه غیر واحد منهم وتواترت الاخبار بانکاره عن اهل البیت علیهم السلام وبالجملة فمنعه یعد من ضروریات الدین واما المنصوصة ففی العمل بها خلاف بینهم فظاهر المرتضی المنع ایضاً الخ اور نیز اس متفق علیہ نص سے یہہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تخصیص ائمہ اثنا عشر کے غلط اور بلا دلیل ہے کیونکہ جب ایک حکم ایک بڑی قبیلہ کیطرف عموماً نسبت کیا گیا ہے وہ اسکی تمام افراد کو شامل ہوگا اور اس قبیلہ کی افراد میں سے جسجگہ وہ حکم پایا جائیگا معتبر اور صحیح ہوگا ورنہ ظاہر ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامت بابت نص فرماتے کہ ائمہ کے ہی واسطی ہے تو الائمۃ من قریش کی کیا ضرورت تھی پس معلوم ہوا کہ وہ نص محض حضرات کی تراشی ہوئی ہے الغرض یہہ الزام ایسا واہی الزام ہے کہ ہمکو چہ جائیکہ ذراسی بھی عقل ہوگی وہ اس الزام کا جناب امیر کیطرف منسوب کرنا نہایت شنیع سمجھیگا اور حضرات شیعہ کو اسی پر کیا کچھہ افتخار و ناز ہے اور اسیکو لاجواب سمجھتے ہیں افسوس ایسی وقت میں تمام نصوص و وصایا حضرت کو فراموش ہوگئیں اور یاد آیا تو یہہ ایک ناقص و لغو استدلال یاد آیا فاعتبروا یا اولی الالباب **قوله** اسیطرح اس خط میں معویہ کو الزاماً تحریر فرماتے ہیں کہ تو خلفاء سابقہ کی خلافت کو حق جانتا ہے اور مہاجرین

وانصار کا شوری حجت سمجھتا ہو میری بیعت بھی تجھپر لازم ہے کیونکہ یہہ بیعت بھی اون
اشخاص نے کی ہے کہ جنہون نے خلفاء سابقہ کی بیعت کی تھی **اقول** حضرت
خط کے آخر جملونکی مطلب کا خلاصہ بھی تو ذکر فرمایا ہوتا تاکہ بزعم سامی الزام کو اور
زیادہ تقویت ہوتی۔ آخر کس مصلحت سے اونکے مضمون کو ترک کیا ہے ہم سابق مین تفصیل کے
ساتھہ گذارش کر آئی ہین کہ یہہ دلیل دلیل الزامی نہین ہوسکتی اور یہہ جو ہمارے فاضل
مجیب اپنی کمال تبحر اور تدین سے فرما رہے ہین کہ تو خلفاء سابقہ کی خلافت کو حق
جانتا تھا اور مہاجرین وانصار کا شوری حجت سمجھتا تھا یہہ ہرگز اون الفاظ سے
مفہوم نہین ہوتا اگر اس عبارت کے یہہ معنی ہون تو مصداق المعنی فی بطن الشاعر کا
ہوگا اور کیا ضرورت ہے جو بے ضرورت خلاف اصل ارتکاب حذف کا اختیار کیا جاوے
پس خلاصہ اور سیدہا مطلب اوس عبارت کا یہہ ہے جو ہم کہتے ہین کہ معاویہ کو تحریر فرمایا
میری ہاتھہ پر بیعت کی ہے اور ہمین کسی حاضر و غائب کو چون و چرا
کی گنجایش نہین ہے کیونکہ شوری کا استحقاق صرف مہاجرین وانصار ہی کو ہے جب وہ
کسی امر پر مجتمع ہو جاوین اور کسی کو امام بنالین تو اوسمین خدا کی رضامندی ہے اور اگر
کوئی طعن یا بدعت کرکے اوس سے نکلے اوسکو اوسمین لوٹا دو اور اگر انکار کرے تو
لڑو۔ اور خدا اوسکو جہنم مین ڈالیگا۔ آپ اس مضمون کو بھی مطابق اصل عبارت کے ترجمہ
اور اپنی مدعا کو بھی مطابق کیجیے اور انصاف سے دیکھیے کہ کونسا ترجمہ مطابق عبارت
کے ہے پھر آنکھین کھولکر دیکھیے کہ الزام ہے یا تحقیق واللہ ہو الموفق **قولہ** آنکہ خاتم المحدثین
یہہ فرماتے ہین کہ دسیسہ دیگر آنست کہ بیعت مہاجرین وانصار را کہ ہرگز حجت نبود
نبود اگر حجت می شد چرا در حیات حضرت امیر در مجالس و مکاتیب خود ذکر کرد
انتہی بلفظہ بحاجتہ۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ یہہ لازم نہین کہ ہر دعوی اپنے قول
و فعل مین ہمیشہ صواب پر ہو اور اوسکے افعال یا اقوال مین تناقض نہو بلکہ اہل ہوا

وہی ب دنیا کا یہہ ہی حال ہی کہ جسمین اپنا نفع دیکھتے ہین اوسی دو اختیار کرلیتے ہین جب خلفائ
ثلاثہ کی خلافت مین اپنا دنیوی فائدہ دیکہا اونکی صحت حقیقت خلافت کا قائل ہو گیا
اور جب سمجہا کہ جناب امیر علیہ السلام کے صحت خلافت مین دو فائدہ دنیوی نہی گا منکر
باغی ہوگیا ورنہ آپ ہی فرماوین کہ اگر معویہ خلفاء ثلثہ کی صحت خلافت پر مہاجرین و انصار
کی بیعت کا قائل تہا تو انکی خلافت اوسکے نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تہی کیا
ستیہ جو رجال المومنین اور اصحاب رسول اللہ صلعم سے ہی اجماع اہل حل و عقد کو حجت سمجہتا تہا
اور وہی مثل روافض بعض عصمت و افضلیت کا قائل تہا یا اوسکے نزدیک خلافت کے
اور شرطین تہین اگر یہہ بات ہی تب بہی اجماع حجت نہ ہوا اور خلیفہ اول کے خلافت
جو اجماع سے ثابت ہی ادرہل سنت کا اسپر ہی نازہی درست نہی **اقول** اگرچہ اسکا جواب
ہماری کلام سابق سے واضح ہے لیکن چونکہ حضرت مجیب کو عبارت تحفہ کی فہم مین
خطا ہوئی اور یہہ مضمون اوسپر بطور اعتراض بیان فرمایا ہے اسلئے آپکے خوش فہمی کا اظہار
بہی واجبات سے ہی پس واضح ہو کہ ای حضرت میر صاحب سخن فہمی جناب پر ختم ہے
جواب تو آپنے تحریر فرمایا لیکن پہلی تحفہ کی عبارت کا مضمون تو سمجہا ہوتا بے سوچی
سمجہی انا پ شناپ یونہین کہہ دینا کونسی عقل کا کام ہے چونکہ تحفہ عام طور پر چہپ کر
دستیاب ہوتا ہی نقل عبارت کے کچہہ ضرورت نہین صرف بیان مضمون پر اکتفا
کرتا ہون اور اوسکے بعد آپکی جواب کے خوبیان ظاہر ہو جاینگی حضرت خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ
اس دلیل کے الزامی ہونے کی ابطال مین فرماتے ہین کہ اگر یہہ دلیل الزامی ہو تو الزامی
دلیل کے واسطے لازم ہے کہ اوسکے مقدمات مسلم عند الخصم ہون - اور امیر معویہ کے نزدیک
یہہ مقدمات کب مسلم تہی اوسکا مذہب جو اوسکے خطوط سے جو حضرت امیر کی خطوط کی
جواب مین بہیجی اور اسیہ زیدیہ کی کتابون مین مذکور ہین ظاہر ہوتا ہی وہ یہہ ہی کہ جو مسلمان
قریشی کہ تمام امت کو سر انجام کرسکے اور تنفیذ احکام و جہاد کفار و سیاست رعا

اور تجہیز جیوش اور سد ثغور پر قادر ہو اور مسلمانوں مین سے ایک جماعت اوسکے ہاتھہ پر بیعت کرلین
خواہ وہ جماعت اہل مدینہ اور مکہ ہون یا اہل عراق و شام وہ امام ہے اور جسکے اندر یہہ صفات
مذکورہ نپائی جاوین اور وہ نپر قادر ہو اور دفع مفاسد نکر سکے گو وہ مہاجرین اولین سے ہو
اور اگرچہ اوسکے ہاتھہ پر مہاجرین و انصار نے بیعت کی ہو وہ صالح اور اہل للامامۃ نہین اور
بیعت اہل حل و عقد سے وہ امام نہین ہو سکتا پس جناب امیر رضی اللہ عنہ کی خلافت امیر معویہ رضہ
کے نزدیک اسیواسطے صحیح نہین ہے کہ اوسکے زعم مین جناب مین یہہ اوصاف مفقود تھی
بلکہ علاوہ فقدان اوصاف کی کہ جو خلافت کی لیے شرائط ہین بوجہ اتہام قتل عثمان رضی اللہ عنہ
اور اونکی قاتلین کے حمایت کے حضرت کو غیر مصلح اور ساعی فے الارض بالفساد گمان کرتا
تھا چنانچہ بارہا مجالس و مکاتیب مین اوسکا ذکر کیا اور طنز و تعریض کے طور پر تخطیہ کیا تو ایسی
حالت مین جبکہ اوسکے نزدیک معاذ اللہ جناب امیر مین شرائط صحت خلافت ہی مفقود
ہین اور آپ اہل اور صالح للخلافت ہی نہین ہین تو بیعت مہاجرین و انصار اوسکے نزدیک
کیا حقیقت و وقعت رکھہ سکتی ہے اور یہہ بیعت اوسکے نزدیک کیونکہ صحیح اور مسلم ہو سکتی
ہی اور اس بیعت سے اوسپر کیونکر الزام دیا جا سکتا ہی بخلاف خلفاء ثلثہ رض کی کہ وہ بحول اللہ
وقوتہ ان سب صفات کے ساتہہ متصف تھی مرتدین کی قوت و شوکت کو اون ہی کی ہمت
عالیہ نے خاک مین ملایا کسری و قیصر کے بڑی بڑی سلطنتین اون ہی کی حسن تدابیر
سے پائمال ہو کر اہل اسلام کے قبضہ مین آئی شرق سے غرب تک اسلام کا شیوع اون
ہی کی قوت ایمانی اور سیاست ملکی کا ثمرہ ہے اور اون ہی کے نامہ اعمال مین ثبت ہے
جناب امیر اسیواسطے ہمیشہ حسرت سے فرماتے رہے ابتلیت بقتال اہل القبلہ
اور اس سے زیادہ اونکی قوت و شوکت ہمت و شجاعت و حسن تدبیر کی کیا دلیل
ہو سکتی ہے کہ اونہون نے امامت کو بزور و زبردستی ایسی شخص کے ہاتہہ سے غصب
کیا جو شجاعت مین یکتا اور تہور مین لاثانی اور جرأت مین بے مثل تمام قوم عاد کو تن تنہا

ایک لحظہ مین دار الفنا کو پہنچا دیا اور منصوص من اللہ اور منصوب من الرسول تہا موت و حیات کا بہی اوسکو علم تہا بلکہ اختیار بہی تہا اگر تمام روی زمین کے آدمی بہی اوسکے مقابلہ مین ہوتے تو کچہہ پرواہ کرتے حالانکہ بہا فی الواقع ایسی شخص سے زبردستی غصب کرنا بڑی تعجب اور عقل کی دہل ہے بلکہ اس سے زیادہ یہہ ہی کہ معاذ اللہ توبہ توبہ خدا اور رسول نے ہی اوسکو بکمال تاکید وتشدید اجمع الناس و اعقل الناس کو فرمایا کرتوا اونکی مقابلہ مین چون و چرا کچہہ نکیجو اور بہولے سے بہی کبہی اپنی حق کا نام نلیجو اور اپنی بیعت بہی کرلینا اور جسطرح گذری تقیہ کی پردہ مین اطاعت و آشتی سے گذارنا پس جب اونکی اندر یہہ کمالات وجوہر تہی تو جب اہل حل و عقد نے اونکی ہاتہہ پر بیعت کرلی تو معویہ کو اسمین کیا چون و چرا کی گنجایش تہی اور کسی منتدین عاقل کو اسمین چون و چرا نہین ہوسکتی اب اسپر آپکا یہہ فرمانا کہ (اگر معویہ صحت خلافت خلفا ء بہ بیعت مہاجرین و انصار کا قائل نہ تہا تو اونکی خلافت اسکی نزدیک کیونکر اور کس دلیل سے ثابت ہوئی تہی) بالکل لغو اور پوچ ہوگیا منشا اوسکا یہہ تہا کہ مطلب عبارت کا نہین سمجہی اوسکے بعد اوسکے یہہ فرمانا کہ (کیا عصمت و نص و افضلیت کا قائل تہا یا اوسکی نزدیک اور شرطین تہی تب بہی ثبوت خلافت باجماع نہ تہا) اوس سے بہی زیادہ لغو اور بیہودہ ہی عبارت تحفہ کو سمجہیے اوس سے بخوبی واضح ہی کہ اوسکو کون امر تسلیم خلافت جناب امیر سے مانع تہا اور وہ خلفاء ثلثہ مین موجود تہی یا مفقود نہ اوسکی نزدیک شرائط ثلثہ شرط خلافت تہی نہ کوئی اور شرط تہی بلکہ بیعت اہل اسلام کو مع وجود الامن وجہا نکیتہ شرط خلافت کہتا تہا جو اوسکی زعم مین جناب امیر مین مفقود تہی اور خلفاء ثلثہ مین موجود۔ پس پیروی اوسکی مذہب کی خلفاء ثلثہ رضو کی صحت خلافت مین تامل نہین ہوسکتی رہا یہہ الزام کہ امیر معویہ نے جبتک خلفاء ثلثہ کی خلافت مین اپنا دنیوی فایدہ دیکہا اونکی حقیت خلافت کا قائل رہا اور جب سمجہا کہ جناب امیر کی خلافت مین وہ فایدہ نہ ہوگا منکر و باغی ہوگیا تعجب بالاے تعجب ہی کیا آپکی نزدیک امیر معویہ بہی مثل

جناب امیر کی محدث و غیب دان تہا کہ وہ اول ہی سے سمجہہ گیا کہ حضرت کی خلافت مین وہ فایدہ
نرہیگا گیا امیر معویہ زیاد بن ابی سفیان سے ہی زیادہ برا تہا کہ آپ نے اوسکو عامل مقرر فرمایا اور
امیر معویہ کو نکرتے ۔ علاوہ ازین اگر آپکی نزدیک یہہ امر شنیع ہی تو آپکی حضرت محمد بن الحنفیہ نے
جناب سید الشہداء کی رفاقت ترک کی اور یزید کی خدمت اور آستانہ بوسی کا احرام
باندہا دستان بینہما ۔ آپکی صحابہ مقبولین نے جناب امیر کی خدمت چہوڑ کر خلفاء کا عامل ہونا
قبول فرمایا ۔ پس آپکی نزدیک اگر یہہ حضرات مطعون بطلب دنیا ہین تو امیر معویہ بہی ہہی
ورنہ جو جواب یہان دین وہی وہان بہی قبول فرماوین ۔ **قولہ** واقعی یہہ الزامی
حجت جناب امیر نے اوسپر ایسی ختم فرمائی تہی کہ اوسکا کچہہ جواب نہ دیسکا اور صرف دو کاغذ
سفید و سادہ بیچیدہ کرکے اور یہہ عبارت لکہکر من معویۃ بن ابی سفیان الی علی بن
ابی طالب بہیجدیئی چنانچہ ابن ابی الحدید نے زبیر بن بکار سے جو محدثین اہل سنت سے ہے
نقل کیا ہی کہ اوسنے جریر بن عبد اللہ بجلی سے ایک طویل روایت کی ضمن مین روایت کی ہے
لما جاء ھذا الکتاب وصل بین ابیضین ثم طواہما وکتب عنوانہما من معویۃ
بن ابی سفیان الی علی بن ابی طالب ودفعہما الی لا اعلم ما فیہما ولا اظنہما الا جوابا و
بعث معی رجلا من بنی عبس لا ادری ما معہ فخرجنا حتی قدمنا الکوفۃ واجتمع
الناس فی المسجد لا یشکون انہا بیعۃ اہل الشام فلما فتح علی الکتاب لم یجد شیئا انتہی
اور جو نسبت اسکی آپکی خاتم المحدثین نے لکہا ہی اگر وہی ہوتا تو اس خط کی جواب مین کیون نہ
لکہا اس سے صاف ظاہر ہی کہ یہہ حجت الزامی اوسپر ایسی ختم ہوئی تہی کہ بجز سادہ کاغذ کچہہ
جواب نہ دیسکا کیونکہ ایسی مجبوری الزامی حجت ہی مین ہوسکتی ہی ورنہ اور قسم کا جواب تو ہر شخص
اپنی عقل کے موافق دے سکتا ہی **اقول** امیر معویہ رضہ کے جواب نہ بہیجنے اور سادہ کاغذ لپیٹ کر
بہیجنے کی نسبت جو کچہہ لکہا وہ حضرت کے باوجود ادعائی ہمہ دانی کے کمال تبحر علمی پر ماتم
کرتا ہے اور اوسکی تکذیب ہماری پہلی قول سے جسمین ہمنی ابن ہشام سے جواب

اور جواب بجواب نقل کیا ہی کہ حقہ ہوتی ہے اور ابن ابی الحدید باوجود معتزلی ہونے کے اگرچہ
علماء شیعہ کے نزدیک فی الجملہ معتبر ہی لیکن بمقابلہ ابن میثم اسکا قول ہرگز قابل احتجاج
نہین ہو سکتا ہی اور اہلسنت پر انکی قول وروایت سے حجت لانا ہماری فاضل مجیب جیسے مناظرہ
دان کا ہی کام ہی غرض آپ شرح ابن میثم دیکھہ لیجیئے انکو ابن ابی الحدید کی روایت کی غلطی
معلوم ہو جاویگی اور ثابت ہو جائیگا کہ امیر معویہ نے ایسا جواب دیا کہ اگر یہہ تحریر الزام
تو آپ بانعم مفحم ہون اور اگر بالفرض سادہ کاغذ ہی جیبدہ کرکے بہیجدیا تو اس سے ہماری مجیب
لبیب کا یہ مطلب سمجھنا کہ چونکہ جواب کچھہ نہی اسکا اسلیے سادہ کاغذ لپیٹ کر بہیجدیا
بالکل غلط ہی بلکہ ممکن ہے کہ اس جہت سے سادہ کاغذ بہیجا ہو کہ اس امر کی طرف اشارہ ہوجاوے
کہ آپکا مدعا یہان حاصل ہونیکا نہین ہے چونکہ آپنے جریر کے ہاتہہ جو خط بہیجا ہے اوسمین
بیعت کر لینے کو لکہا تہا تو یہہ سادہ کاغذ اوس سے انکار کے طور پر بہیجا تاکہ اوسمین ناکامیابی
پر دلیل ہو جاوی - یا ممکن ہے کہ سادہ بہیجنی سے ایما اسطرف ہی کہ یہہ تحریر قابل جواب
ہی نہین کیونکہ پہلی آپ اپنے آپ کو اہل ورصالح للخلافت تو ثابت کرین - باقی رہا
یہہ* فرمانا کہ ایسی مجبوری الزامی حجت ہی مین ہو سکتی ہے - ورنہ اوس قسم کا جواب
تو ہر شخص اپنی عقل کے موافق دے سکتا ہے) حضرت کی کمال مناظرہ دانی پر دال ہی
حضرت کو یہہ بہی ابتک معلوم نہین کہ اقسام ادلہ مین سے کونسی دلیل زیادہ قوی اعتبار
ہوتی ہے - حضرت میر صاحب الزامی دلیل کے واسطی یہہ لازم نہین ہے کہ باعتبار واقع
اور نفس الامر کے بہی صحیح ہو یا نہو پس اگر اوسکی صحت ہوتی ہی تو صرف بزعم مستدل علیہ کے الزام
ہوتے ہی خواہ واقع مین اور عندالخصم غلط ہی کیون نہو اور ہم اس تحریر کو جو دلیل تحقیقی
اور مقدمات حقہ سے مرکب کہتی ہین اوس سے یہہ مراد ہی کہ یہہ دلیل عنداللہ حق ہے
اور باعتبار واقع کے صحیح تو ہر ایک مسلمان کو اوسکا اتباع واجب ہی کیونکہ اسکی حقیقت
اصول شرع سے ثابت ہو وہ تمام اہل اسلام کو واجب القبول ہے اور مستدل اور خصم سکے

نزدیک مسلم ہوگی اب خیال فرمایئے یہہ تحقیق قوی ہی جو سب کے مسلم ہی یا وہ الزام قوی ہے
جو صرف خصم کے ہی بزعم مستدل مسلم ہی - اگر بالفرض اسپر بھی امیر معاویہ کیطرف سے کوئی آپ یہی
اعتراض فرمادین جو انہون نے کہا ہی سو اوسکا جواب وہی ہی جو جناب امیر نے تحریر
فرمایا کہ جب خدا تعالے نے اتباع سبیل المومنین کا حکم فرمایا اور اوسکی مخالفت سے ڈرایا
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ میری امت گمراہی پر مجتمع نہوگی تو اب یہہ کہنا
کہ بیعت اہل حل وعقد کی غیر صالح للامامت کے واسطے ہوئی گویا سب کی تضلیل ہے جو مستلزم
تکذیب خداوند تعالے شانہ ہی چنانچہ اسکا جواب امیر معویہ رض کی طرف سے ہماری نظر سے نہین
گذرا اور اگر کوئی اسکا جواب ہوگا ہی تو غالبًا اوسی قسم کا جیسا پہلی جواب دیا تھا جسکے
تردید ایک جملہ مین کردی گیی تو اب آپ خیال فرماوین کہ اگر اس تحریر کو الزامی سمجہا جائے تو
امیر معویہ کے اعتراض کا کچھہ جواب نہین ہوسکتا اور جب تک اسکو تحقیقی تسلیم نفرماوین
اوسوقت تک یہہ خط لاجواب نہین ہوسکتا لیکن اسکی تحقیقی ہونے مین مذہب تشیع سے
دست بردار ہونا پڑیگا کیونکہ یہہ خط قلع اساس تشیع بالبداہۃ کر رہا ہی - **قولہ**
جب یہہ ثابت ہوگیا کہ یہہ خط اوسکو الزامًا لکھا گیا ہی تو یہہ فقرہ انما الشوری الخ بھی الزامی
ہی ہی آگے خاتم المحدثین یہہ جو فرماتے ہین کہ باز چشم پوشی نمودن از اطراف دیگر جوانب
کلام کہ زائد بر قدر الزام است الخ انکی اس تحریر سے سخت تعجب ہی کیونکہ دلائل الزامیہ
اسطرح بیان کرنے چاہئین کہ مخالف کے نزدیک اونکی قدر ومنزلت ہو اور یہہ بدون بسط کلام
وتکریر شرط ہو نہین سکتا - **اقول** جو کچھہ آپنے بزعم خود ثابت سمجہا تہا کہ یہہ خط
الزامًا لکھا گیا ہے وہ محض کنسیج العنکبوت تہا اوسپر بندہ نے جو کچھہ گذارش کیا
اوس سے ہی مثل روز روشن جلی وواضح ہوگیا کہ اس خط کا الزامی ہونا غلط اور باطل ہی بلکہ تحقیقی ہونا
ثابت ہی خاتم المحدثین رح کی تحریر سے اگر آپکو سخت تعجب لاحق حال ہو تو کچھہ تعجب
نہین عمومًا آپکا فہم عبارات مین یہی حال ہے کہ سہل عبارتو مین غلطان وپیچان

ہوتی ہین اور نہین سمجھتی اگر اس عبارت کو بھی نہ سمجھی تو کچھ تعجب نہین اس کلام مین
قدر الزام سے جسقدر زیادہ بسط کیا ہی وہ صاف طور پر اوسکی تحقیقی ہونے پر دال ہے
تو جب ایسی کبھی بڑہائی جائیگی جو الزامی ہونے کو باطل کریگی تو کیونکر مخالف کے نزدیک
باعث قدر و منزلت دلیل کے ہوگی تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہین پھر چشم پوشی
کریا اطراف و جوانب کلام سے جو زاید قدر الزام سے ہی الزام صرف اسیقدر سے حاصل
ہو سکتا ہی کہ ذکر بیعت فرما دیتی اور باقی عبارت کو فاذا اجتمعوا علی رجل سے اخر
تک الزام مین کچھ دخل نہین ہی ترک کر دیتے امام معصوم معاذ اللہ کیون جھوٹ بولی اور وہ بھی
خدا تعالی کے پر کان اللہ رضی ویصلہ جہنم وساءت مصیرا کمال نشاط و تحسین و تاکید
و تکریر کے ساتھ معاذ اللہ غرض کلام کی اطراف جوانب جو زائد قدر الزام سے ہین وہ
مین جکو الزام مین کچھ دخل نہین ہی کذب بیجا محض ور الزام کے مخالف ہین ان مین
بسط و نشاط کرنا سراسر بیجا اور ناجائز ہی افسوس کہ کلام مین اسقدر بسط و نشاط ہو
اور ایک لفظ بھی ایسا نہ فرما دین جو اسکی الزام ہونے پر دال ہو بلکہ جسقدر بسط کرین وہ
اور نشاط اوسکی تحقیقی ہونے پر زیادہ دلیل ہوتا جاتا ہی آپ ہی کہ اعتقاد کے بموجب جناب
کی ایسی کلام ہو سکتی ہے کہ ارادہ کچھ کرین اور زبان سے اوسکی خلاف کچھ ظاہر ہو معاذ اللہ
من سوء الظن **قولہ** معہذا ایسے کلام کو بطور الزام فرمانے مگر واقع مین عین مطابق
محض حق ہی اور اسی سی بطلان خلافت خلیفہ اول ثابت ہی کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت
پر سب مہاجرین و انصار کا اجماع نہین ہوا کیونکہ جناب امیر علی و بنی ہاشم وغیرہ و سعد
بن عبادہ نے بیعت نہین کی چونکہ اسمین ذات ستودہ صفات جناب امیر بھی
داخل ہے کیونکہ آنحضرت بھی سید مہاجرین بلکہ رئیس المہاجرین تھی فی نفسہ
ہماری مؤید ہی اس تقریر پر چاہیی کہ شش ماہ تک خلیفہ اول خلیفہ و امام ہوون اولی
الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اسوقت ہماری فاضل صاحب نے اس دلیل کی تحقیقی ہونا

قبول فرمایا شعر امی مسیحا میرے آیام پہلے آنگی جب ابن بلالی میرے گہر آپ چلی آنگی + ہماری فاضل مجیب فرماتے ہیں تو یہہ کلام بطور الزام کے ہی لیکن واقع میں عین صدق اور محض حق ہے اور ہم تحقیقی اسکو کہتے ہیں کہ جو باعتبار واقع اور نفس الامر کے عین صدق اور محض حق ہو تو جب یہہ کلام باعتبار واقع کے عین صدق و محض حق ہے تو ہر ایک جملہ اوسکا مطابق واقع کے ہی اور صغری و کبری قیاس کے عند اللہ حق ہیں تو صغری قیاس اقترانی کا جو اس دلیل سے مستنبط ہوتا ہے یہہ ہے لانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما بایعوہم علیہ اور اسکا کبری یہہ ہوگا وکل من بایعہ ہولاء القوم فلیس لمن شہد بیعتہم ان یختار غیر من بایعوہ ولا للغائب عنہا ان یردہا اور یہہ ہر دو صغری و کبری حسب اعتراف فاضل مجیب عین صدق و محض حق ہیں تو نتیجہ اسکا بہی حق ہوگا وہ یہہ کہ انہ لیس لاحد من حضر او غاب ان یرد بیعتہم لی اور یہہ اس امر کو مستلزم ہی کہ حاضر و غائب سب پر بیعت لازم ہوگئی کیونکہ جب یہہ عند اللہ حق ہولی تو اسکو حاضرین و غائبین میں سے کون چارا کی گنجایش نہیں ہو سکتی عبارت شرح ابن میثم کی آپکو مع یہہ عرض کرتا ہوں ۔ فقولہ اما بعد الی قولہ الشام صورۃ الدعوی وقولہ لانہ بایعنی الی قولہ علیہ صورۃ صغری القیاس من الشکل الاول لینتج منہ ملزوم تلک الدعوی لغایۃ صدقہما بصدق ملزومہا وتقدیر الکبری وکل من بایعہ ہؤلاء القوم فلیس لمن شہد بیعتہم ان یختار غیر من بایعوہ ولا للغائب عنہا ان یردہا ینتج انہ لیس لاحد ممن حضر او غاب ان یرد بیعتہم لہ ذلک یستلزم کونہا لازمۃ لمن حضر او غاب وہذہ النتیجۃ ہی قولہ تلزم بکن الی قولہ

لہ قولہ۔ اما بعد سی قولہ الشام تک دعوی کے صورت ہی اور قولہ بایعنی سے قولہ علیہ تک شکل اول سے قیاس کا صغری ہی تاکہ اس سی اس دعوی کے ملزوم کا نتیجہ حاصل ہو جائی کیونکہ اوسکی ملزوم کے صدق کو منتج ہے اور کبری کی تقدیر یہی ہی : کل من بایعہ ہولاء فلیس لمن شہد بیعتہم ان یختار غیر من بایعوہ ولا للغائب عنہا ان یردہا ۔ تو نتیجہ یہہ ہوگا لیس لاحد ممن حضر او غاب ان یرد بیعتہم لہ ۔ اور یہہ مستلزم ہی کہ بیعت حاضر اور غائب کو لازم ہو جائے ۱۲ ۔

يردُّ وقوله وانما الی قوله تولی تقریر الکبری القیاس وحصر الشوری والاجماع فی
المهاجرین والانصار لانهم اهل الحل والعقد من امة محمد صلے الله علیه وسلم
فاذا اتفقت کلمتهم علے حکم من الاحکام کاجماعهم علے بیعته وتسمیته اماما کان
ذلک اجماعا ورضی لله ای رضاله وسبیل المؤمنین الذی یجب اتباعه فان خالف
امرهم وخرج عنه بطعن فیهم او بدعة ان اجمعوا علیه کخلاف معویة وطعنه فیه تبرءعثمان
ونحوه او بدعة کخلاف اصحاب الجمل وبدعتهم فی نکث بیعته ردوه الی ماخرج عنه فان
ابی قاتلوه علے اتباعه غیر سبیل المومنین حتی یرجع الیه وولاه الله ما تولی واصلاه
جهنم وساءت مصیرا۔ اگرچہ اس عبارت سے اس دلیل کا تحقیقی ہونا صاف صریح
مفہوم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ بمقابلہ اعتراف سامی اس عبارت سے اوسکی تحقیقی ہونے
پر کسی شاہد وبرہان کی ضرورت نہین تو یہہ عبارت صرف بطور تنبیہ وتشریح اجزا قیاس
عرض کی گئی ہے تو جب اس کلام کا حسب اعتراف فاضل مجیب عین صدق اور
محض حق ہونا ثابت ہوا تو اس کلام مین ابوبکر وعمر وعثمان کے حقیت خلافت کو ساتھ
اپنی خلافت کے حقیت پر استدلال کیا ہے اگر اونکی خلافت کے صحت وحقیت کسی دلیل
سے باطل ہو تو آپ کے خلافت بہی ثابت نہو گی اور اگر اونکی خلافتین حق ہونگی تو چونکہ یہہ خلافت
بہی اون ہی پر متفرع اور اون ہی کی قدم بقدم ہے یہہ بہی حق ہوگی تو اس کلام کے
عین صدق ومحض حق ہونے کی صورت مین ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلثہ کی

سلہ اور یہہ شیوہ قولہ لکین سے قولہ یرد تک ہے اور قولہ انما سے قولہ تولی تک کبری قیاس کی تقریر ہی اور شوری اور اجماع کو مہاجرین
اور انصار مین حصر کیا کیونکہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین وہ ہی اہل حل وعقد ہین جب وہ متفق ہوکر کسی حکم پر احکام مین سے
ہوجاوین جیسا آپکی بیعت اور آپکی امام بنانے پر تو یہہ اجماع صحیح اور اللہ کا پسندیدہ اور مومنین کا رستہ جسکا اتباع واجب ہی ہوگا پھر
اگر کوئی اونکی امر کی مخالفت کری اور اونمین سے اوس پر طعن کر کے نکلے جیسا کہ معویہ نے خلاف کیا اور جناب مین قتل عثمان
کا طعن کیا یا مثل اسکے کوئی شخص بدعت کر کے نکلے جیسا اصحاب جمل نے خلاف کیا اور بیعت نکالی تو اونکو پہرا دو جس جگہ سے
نکلے ہین اور اگر انکار کرے تو لڑو مسلمانوں کے سوا اس رستہ کی پیروی کرنے پر یہانتک کہ اسطرف لوٹے اور اسکو پہیر دیگا اوسکو
طرف جو پہرا ہی اور جہنم مین داخل کریگا اور وہ بری جگہ ہے ۔ ۱۲

اولاً ہی اور ثبوت حقیت خلافت جناب امیر ثانیاً کیونکہ اولاً اجماع و بیعت اہل حل و عقد کے
صحت حجیت ثابت ہوئی بعد اوسکی صحت و حقیت خلافت خلفاء ثابت ہوئی اوسکے بعد
حضرت کی خلافت کی حقیت ثابت ہوئی اسمیں ہماری فاضل مجیب کا یہہ ارشاد کہ اسی سے
بطلان خلافت خلیفہ اول ثابت ہی کیونکہ خلیفہ اول کی بیعت پر سب مہاجرین و انصار کا
اجتماع نہین ہوا الخ قابل تماشا ہے منصفان روزگار اولو الابصار ہی کیونکہ اس
قول مین کہان ہی کہ انعقاد خلافت کے لیے تمام مہاجرین و انصار کی بیعت کی ضرورت ہی
اور اس کلام مین کس جگہ اشتراط اجتماع جمیع اہل حل و عقد حقیت خلافت کو لیے لکہا ہی
اسمین تو صاف و صریح مثل آفتاب روشن ہے کہ میری ہاتہہ پر بیعت اون لوگون نے
کی۔ جنہون نے ابوبکر و عمر و عثمان کی ہاتہہ پر کی تہی خواہ وہ تمام مہاجرین و انصار تہی
اور خواہ وہ بعض سے تہے اور خواہ وہ دس تہی یا پانچ سے تہے یا ہزار تہے یا دس ہزار تہی
جسقدر تہی انکی بیعت کرنے سے انعقاد خلافت ثابت ہوا اور حقیت خلافت متحقق ہوگی
خواہ جناب امیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ شریک تہی یا نہین تہی حضرت امیر نے اس
قول مین صدق و اخلص حق مین یہہ تسلیم فرمالیا کہ جنہون نے خلفاء سے بیعت کی وہ
کوئی تہی اور اگرچہ بالفرض وہ مہاجرین بہی نہین تہی کیونکہ معرفت حجیت کے جو شرط ہجرت
علی مزعوم الامامیہ ہی مفقود تہی تاہم انکا بیعت کرنا موجب حقیت خلافت تہا پہر اس
پر دعوی عدم ثبوت خلافت خلفاء کو ذرا سوچیی اور دلمین شرمایی حفظت شیئاً و
غابت عنک اشیاء خود اس خط کا یہہ جملہ فلم یکن للشاہد ان یختار ولا للغائب ان یرد
اور شارح کا یہہ قول فلیس[1] لمن شہد بیعتہم ان یختار غیر من بایعوہ ولا للغائب
عنہا ان یردہا[2] اور یہہ فرمانا وذلک یستلزم کونہا لازمۃ لمن حضر او غاب

---

[1] اور شخص کہ انکی بیعت مین حاضر ہوا اوسکو یہہ امر حاصل نہین ہے کہ اوسکی سوا کسیکو اختیار کری
جسکی ساتہہ اہل حل و عقد نے بیعت کی ہی اور نہ غائب کو حاصل ہے کہ اوسکو رد کرے ۱۲
[2] اور یہہ حاضر و غائب پر لازم ہونی کو مستلزم ہی ۱۲

بدلالت مطابقی اس امر کو ثابت ہی کہ بعد اون لوگون کے جنہون نے خلفاء ثلثہ سے بیعت کی تہی کسی بات کے عیب ہونے اور کسی متخلف کا تخلف اسکو قادح نہین ہے اور نہ اوسکی انعقاد کو مانع ہے بلکہ جب اونہون نے بیعت کر لی چونکہ اونکا ضلالت پر اکہٹا ہونا محال ہی اور سب کا حق سے الگ ہونا ناممکن ہے لہذا وہ خلافت راشدہ ہولی ہی اور سب حاضرین و غائبین پر لازم ہو جاتی ہی تو جیسا طلحہ و زبیر و لیبر معویہ و جمیع اہل شام پر باوجود انکی تخلف کی لازم ہوگئی ہی اسیطرح جناب امیر و زبیر و بنی ہاشم و سعد بن عبادہ پر لازم ہو گیی تہی پس جبکہ حسب اعتراف سامی یہہ کلام عین صدق اور محض حق ہوئی اور فی الواقع ایسی ہی ہے اور اس سے جو آپنے اپنی نوسن فہمی سے بطلان خلافت خلفاء سمجہا تہا وہ بالبداہۃ باطل ہوا تو اس پر ملاحظہ فرمایئے کہ آپکے شرائط ثلثہ بلکہ تمام امامت بلکہ تمام اصول و فروع کا کیا حال ہوا سب پر یکقلم پانی پہر گیا اور مٹی چہت گیی کور آگئی بلکہ جناب سید کی اعتراف سے صحت و حقیت مذہب اہل حق ثابت ہوئی والحمد للہ علی ذلک مضمون آیت۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ صادق آیا باقی رہا نفس تخلف کی نسبت گذارش ہی کہ جناب امیر و حضرت زبیر کے تخلف کے نسبت پہلی مفصلا عرض ہو چکا ہے۔ سعد بن عبادہ کا بیعت سے تخلف کرنا مرجوح اور ضعیف ہی چنانچہ صواعق اور صواقع اور منتہی الکلام وغیرہ سے معلوم ہوتا ہی اور ابن میثم بحرانی نے بہی اپنی کبیر شرح نہج البلاغۃ مین انکی طرف لفظ قیل سے اشارہ کیا ہی وہذا

سعد بن عبادۃ و ھو مریض بادح ل میہ لہ وقیل انہ بقی ممتنعا من البیعۃ حتی مات بحوران فی طریق الشام۔ علاوہ ازین حسب اقرار سامی اگر بفرض محال خلیفہ اول چہہ ماہ تک امام نہون اور بعد چہہ ماہ کے تمام اہل حل و عقد خلیفہ برحق

سلہ [1] سعد بن عبادہ کو حضا کی حالت مین مٹہا کر گہر میں لگئی اور کہا گیا ہی کہ وہ بیعت سے باز رہا یہانتک کہ راہ شام میں بمقام حوران انکی وفات ہوئی۔ [illegible]

ہو جاوین تو آپ خیال کریں کہ مذہب شیعہ کی استعمال کے واسطے تو یہہ بہی بہت بکار آمد ہے
پہر آپکا بعد چہہ ماہ کے خلافت کو حق تسلیم کرنا خود آپکی حق مین باعتبار آپکی مذہب کے
مسلم ہو گیا - اچہا اگر آپکی دین وایمان وعقل وانصاف کے رو سے بہی خلیفہ اول چہہ ماہ تک
خلیفہ نہوں اور بعد شش ماہ اونکی خلافت ثابت ہوئی ہو تو آپ اوسی وقت سے اونکی
حقیت خلافت کے قائل ومعتقد ہو جیئے شش ماہ کے لیے پہر ہم آپ سے سمجہ لینگے
ہان خوب یاد آیا اسکی تو ہم آپکی نہایت شکرگزار ہین کہ آپنے اس کلام کو باعتبار واقع ونفس
الامر کے عین صدق ومحض حق تسلیم فرمایا - لیکن آپنے اوسکے ساتھ یہہ کیا فرمایا
کہ (یہہ کلام کو بطور الزام فرمائی) اگر اس سے یہہ مراد ہی کہ یہہ کلام دلیل الزامی ہے
لیکن باوجود اسکی پہر واقع مین عین صدق اور محض حق ہے تو ظاہر البطلان ہے
کیونکہ دلیل الزامی صرف اوسکو ہی کہتی ہین جو صرف مسلم خصم ہو اور بطور مجازات
مع الخصم ذکر کیجاوی اور اگر یہہ مراد نہین ہے تو اسکی ذکر کی کیا ضرورت تہی اور کیا
اسمین فائدہ تہا - ظاہر ہے کہ دلیل تحقیقی سے بہی مقصود یہی ہوتا ہے کہ خصم یہہ
مدعا کو لازم کرین اور اوسکا تسلیم کرنا واجب ہو - غرض الزام وتحقیق کا اجتماع اسجگہ ذکر فرمانا
صرف حضرت مجیب کے مناظرہ دانی کے اوضح دلیل ہے - ہم نے یہہ جملہ صرف آپکی
دعوی مناظرہ دانی کی ہی وجہ سے ذکر کردیا ہے وبس - **قولہ** اور نیز نہج البلاغہ
مین اس خطبہ سے چند ورق پہلے ایک خطبہ موجود ہے جسمین یہہ عبارت ہے لا یقع اسم
المهاجر على احد الا بمعرفة الحجة فمن عرفها واقر بها فهو مهاجر - اور ابن ابی الحدید
نے اسکی شرح مین لکہا ہے لا يصح ان يعد الانسان من المهاجرين الا بمعرفة امام
زمانه وهو معنى الا بمعرفة الحجة في الارض قال فمن عرف الامام واقر بها
فهو مهاجر - انتهى - جناب امیر علیہ السلام کے اس فرمانے کے بموجب خلیفہ اول کی
بیعت کرنے والی مہاجرین بہی نہ ٹہرے کیونکہ اسوقت تک انکو امامت وامام وقت جناب

امیر علیہ السلام تہی کہ اونہون نے نہ پہچانا اور اگر موافق اہل سنت کی اسکی معنی لیجاتین تو معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام و بنی ہاشم وغیرہ مہاجرین نہین ہوتی **اقول** اس قول مین بوجوہ چند بحث ہی۔ اولاً افسوس کہ ہماری فاضل مجیب نے شرم و حیا کو بالای طاق رکہکر رضی شیعی اور ابن ابی الحدید معتزلی بلکہ شیعی کے اقوال سی اہل سنت الال فرمایا ہم نے کب تسلیم کیا ہی کہ یہہ خطبہ قول جناب امیر علیہ السلام کا ہی ہم ایسی پوچ پوچ اقوال کو جو باعتبار لغت و اصطلاح کے ہرگز صحیح نہین کب جناب امیر کیطرف منسوب کرتے ہین ثانیاً ہمنی کب کہا ہی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسی حجۃ اللہ اور امام مطلق تہی جنکی نہ پہچاننی سے آدمی مہاجر نہین رہتا۔ ثالثاً ہمنی ہرگز نہین کہا ہی کہ ثبوت ہجرت کے واسطی معرفت خلیفہ وقت شرط ہی۔ رابعاً ہم ہرگز نہین کہتی کہ جناب امیر و بنی ہاشم وغیرہ کو امام وقت کی معرفت نہین تہی خامساً ہم کہتی ہین کہ اس قول مین امام سے مراد خلیفہ نہین بلکہ رسول ہی اور اوسکی معرفت کر مراد اوسپر ایمان لانا ہی یعنی مہاجر انسان اوسوقت ہوتا ہی جبکہ رسولؐ پر ایمان لاکر ہجرت کرے ورنہ مہاجر نہین ہوتا۔ سادساً اگر مہاجر ہونا معرفت خلیفہ پر ہی موقوف ہو تو ہم کہتی ہین کہ حسب مذاق شیعہ خلفاء ثلثہ اور اونسی بیعت کرنے والی سب مہاجرین تہی کیونکہ اونکو معرفت حجۃ اللہ فی الارض حاصل تہی ایسی کہ اونہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سی علی زعمہم الامامیہ جناب امیر کی خلافت و امامت کی نسبت ہزارہا نصوص سنی تہی و صدہا مرتبہ تاکیدات و تشدیدات قارع صماخ ہوئی اور یہی نہین تو خم غدیر کا خطبہ تو ضرور یاد تہا جو آج تک اہلسنت کی بہی کتابون مین مروی ہی علاوہ ازین بہت روایتین شیعہ کی اسپر دال ہین کہ صحابہ نے نکث عہد کیا اور عہد کو پس پشت ڈال دیا خلاصہ یہہ کہ اسمین کسی شیعہ کو چون و چرا نہین ہی کہ صحابہ حضرت امیر کو امام برحق و خلیفہ مطلق جانتی تہی لیکن باوجود امام برحق جاننی کے بطمع نفسانی

مقصدی خلافت ہوئی اور حق جناب امیر کا غصب کیا غرض اس ساری گفتگو سے
یہہ ثابت ہوا کہ علی زعمھم تمام صحابہ جناب امیر کو خلیفہ برحق پہچانتی تہی۔ لیکن
معاذ اللہ طمع لقبائے کے ناپہنہ سکی لاچار ہو کر مخالفت اختیار کر رکہی تہی پس اس سے ثابت
ہوا کہ وہ مہاجرین ہوئی کیونکہ مہاجر ہونے کے جو شرط معرفت امام کی ہی وہ اونمین پائی
گیٔی اور چونکہ مہاجر ہونے کے واسطی صرف معرفت شرط ہی تسلیم و انقیاد کا ہونا اس سے
مفہوم نہین ہوتا اسلیی عدم انقیاد و تسلیم اونکی مہاجر ہونے کو مضر اور قادح نہوئی
چنانچہ خداوند تعالے شانہ نے اوس معرفت کو جو کہ کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حاصل تہی جسکو ان الفاظ کے ساتہہ تعبیر فرمایا ہے یَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ اَبْنَاءَهُمْ[1] وَ
جَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا[2] ایمان کے تحقیق کے واسطی
کافی نہین فرمایا اور ہاجرت مین صرف معرفت ہی ضروری ہی اور وہ متحقق ہے تو مہاجر
ہونا صحابہ کا متحقق ہوا۔ سابعاً آپکی صحابہ مقبولین ہی جنہون نے خلفاء ثلثہ کی
بیعت کی اور اونکی حکم کے موافق خدمات بجا لائی کوئی عامل ہوا اور کوئی حاکم ہوا وہ بہی مہاجر
نہی جو جواب اونکی طرف سے دیجیگا وہی ہماری طرف سے قبول کیجیگا ثامناً باعتبار
لغت کی مہاجر وہ ہی جو ایک جگہ سے چہوڑ کر دوسری جگہ چلا جاوی اور اصطلاح شرع
مین وہ ہی جو مومن دار الکفر سے قطع تعلق کر کے اور جدا ہو کر دار الایمان مین آکر
متوطن ہو پس معرفت خلیفہ کو ہجرت کے لبی نہ لغۃً ہی نہ اصطلاحاً تاسعاً اگر فرض ہو
کوئی شخص دار الکفر مین ایمان لاوی اور اوسکو چہوڑ کر دار الاسلام مین توطن اختیار کری
تو ظاہر ہی کہ اسوقت بعد غیبت کبری کے امام کی معرفت شیعان اخص الخواص کو
بہی حاصل نہین ہی چہ جائیکہ ایک بیچارہ نو مسلم کو حاصل ہو تو ایسی حالت مین شیعیان

---

[1] اوسکو پہچانتی ہین جیسا اپنی بیٹونکو پہچانتی ہین ۱۲ [2] اور اونہون نے اسکا انکار کیا براہ ظلم
اور بڑائی کے اور اونکی دلون نے اوسکا یقین کر لیا تہا ۱۲

پاک اوسکی ہجرت کو معتبر کہینگے یا نہین - خاتمہ ا بطور جمل گذارش ہی کہ آپنے اپنی عادت
قدیمہ کے موافق اس عبارت کے فہم مین بہی خطا کی اور صحیح مطلب نہ سمجھے اپنی مختصر
شرح ابن میثم بحرانی کی عبارت اسکی متعلق نقل کرکے اصل مطلب عرض کرتا ہون
شیخ متبحر کمال الدین بحرانی فرماتے مین قولہ والہجرۃ قائمۃ علی حدہا الاول ای
لما کانت حقیقۃ الہجرۃ ترک منزل الی آخر لم یکن تخصیصہا بہجرۃ الرسول صلی اللہ
علیہ وسلم من مکۃ الی المدینۃ ومن تبعہ مہاجرا بہا من حدہا اللغوی واذا کان
کذلک کان مرادہ من بقائہا علی حدہا الاول صدق قولہ علی من ہاجر الیہ والی الائمۃ
من اہل بیتہ علیہ السلام فی طلب دین اللہ کما صدق قولہ علی من ہاجر الی الرسول ع
وفی معناہا ترک الباطل الی الحق کقولہ ومن یہاجر فی سبیل اللہ الآیۃ وکقولہ
صلعم المہاجر من ہاجر ما حرم اللہ علیہ والمقصود من الہجرۃ لیس الا اقتباس
الدین وتعرف کیفیۃ سبیل اللہ وہذا المقصود حاصل ممن یقوم مقام الرسول ع ہیہات
لا فرق الا النبوۃ والامامۃ ولا مدخل لاحد ہذین الوصفین فی تخصیص مسمی
الہجرۃ بمن قصدہ دون من قصد الائمۃ - انتہی بلفظہ الحاجۃ شارح کی یہہ کلام صریح
طور پر دلالت کرتی ہی کہ جناب امیر کا مقصود اس کلام سے یہہ ہی کہ واہمہ تخصیص کا رفع
ہو جائی اور متحقق ہو جائے کہ جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین متحقق تہی اب بہی

سلہ قولہ والہجرۃ قائمۃ علی حدہا الاول - یعنی جبکہ حقیقت ہجرت کی ایک مکان کو چہوڑکر دوسری جگہ جانا
تو اسکو ہجرت رسول ع ساتہہ خاص کرنا جو کہ مکہ سے مدینہ کیطرف ہوئی لغوی معنی کا مقتضا نہیں اور جب یہہ ہی تو اوسکی حد اول کا
باقی رہنے سے مراد اوسکا صدق ہی اوپر جنہوں نے جناب کیطرف اور ائمہ اہلبیت کیطرف اللہ کی دین کی طلب مین ہجرت کی جیسا کہ
صدق ہی اوپر جنہوں نے رسول کیطرف ہجرت کی اور اسکی ہم معنی ہی باطل چہوڑکر حق کیطرف ہجرت کرنا جیسا کہ خدا فرماتا ہی ومن
یہاجر فی سبیل اللہ الآیۃ۔ اور مثل قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر وہ ہی جو حرام چیز سے ہجرت کری اور ہجرت سے مقصود نہیں مگر دین کا حاصل کرنا
اور خدا کی راہ کی معرفت ہی سو یہہ مقصود نہیں یہہ مقصود رسول کے قائم مقام سے حاصل ہی کیونکہ دونو مین بجز نبوت اور امامت
کچہہ فرق نہیں اور ان دونو وصفونکو ہجرت کی تخصیص میں اوسکی ساتہہ جنہوں نے رسول کا قصد کیا نہ کہ ساتہہ جنہوں نے ائمہ کا قصد کیا کچہہ دخل نہیں

متحقق اور ظاہر ہی کہ رسول صلعم کے زمانہ میں جن لوگون نے بعد ایمان لانے کے دار الکفر کو
چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں توطن اختیار کیا تو اونکو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی معرفت اور تسلیم و انقیاد حاصل ہی تو اس اعتبار سے وہ لوگ مہاجرین ہیں اور
اسلیے خداوند تعالےٰ نے جا بجا اونکو مہاجرین کے نام سے ذکر کرکے مشرف فرمایا
تو جب اونکا مہاجر ہونا مشخص ہو گیا تو پھر اونکی ایسی حالت منتظرہ کی ضرورت ہی چنانچہ
نہیں رہی اور نہ اور کوئی موقوف علیہ ہے لیکن اس قرن کے بعد کے لوگ جو امام کے
زمانہ میں ہجرت کرین گے اونکی لیے بموجب اس قول کے اوس امام کے معرفت ضرور
ہوگی پس لیکن اگر بنظر تدقیق سے دیکھا جاوے تو تخصیص اس امر کی کہ معرفت امام موجود کے
شرط ہجرت ہی بالکل غلط ہی کیونکہ مشاہدہ تو شرط نہیں اخبار پر بھی کفایت ہی تو جیسے گذشتہ
ائمہ میں ہر ایک کو پہچان کر بلکہ نبی ہی کو پہچان کر ہجرت کی تو چاہیے کہ وہ مہاجر ہو
اور یسملہ ولا یدخل لاحد من المومنین فی تخصیص مسمی الھجرۃ الا بسر حاف
دلالت کرتا ہی کہ معرفت لائقی بسبیل التعیین کسیکی ہونی چاہیے علاوہ ازین کیا ضرور ہی کہ
حجت سے مراد بتقلید ابن ابی الحدید خلیفہ ہو بلکہ حجت سے مراد حکم خداوندی ہی جو نبی نے
اور خلیفہ نے پہنچایا اور ایمان کی طرف دعوت کی جو شخص اوس حجت یعنی حکم خداوندی کو جو انبیاء
کی واسطے سے پہنچی پہچانی اور ایمان لا کر دار الکفر سے قطع تعلق کرکے دار الاسلام میں آیا ہو
وہ مہاجر ہے چنانچہ عبارت آئندہ اسپر دلالت کرتی ہی ولا یقع اسم الاستضعاف
علی من بلغتہ الحجۃ پس اسجگہ حجت سے خلیفہ مراد لینا خود غلط ہی ہان حسب اعتراف
اصل حجیت خط انہ یا لیتنی القوم الذین الخ میں صدق مخبر حق ہی جو مثبت حقیت
خلافت خلفاء ثلثہ ہی اور بجائی خود امام کو حجت اعتقاد کرتے رکھا ہی جسکی نہ پہچاننی سے
یا جمہور کا باطل ہونا ہی اور یہ بھی اعتراف ہی کہ جناب امیر نے خلفاء ثلثہ کو خلفاء

استضعاف کا نام اوسپر واقع نہیں ہوتا جسکو حجت پہونچ چکی ہو ۱۲

نہین مانا تو لازم آیا کہ حضرت امیر و بنی ہاشم و زبیر وغیرہم مہاجر نہ ہی اور مین لم یعرف
امام زمانہ کی وعید مین زیادہ نہین تو شش ماہ تک حسب اعتراف فاضل مجیب داخل
ہوئی تعجب یہہ ہی کہ مہاجرین ہوئے نہین تو یہہ تصرف کیا لیکن انصار ہونے
مین کچہہ کیون نہ تراشا گیا۔ شارح ابن میثم کی کلام سے جو اس خطبہ کے متعلق ہی
معلوم ہوتا ہی کہ اس جملہ مین بہی آپکو حضرت رضی نے قطع و برید فرمائی ہی تحقیق مین
البحرین والکلمۃ وما قبلھا وما بعدھا وھو قولہ یقع اسم الھجرۃ الی قولہ قبلہ کلمات
ملتقطۃ منقطعۃ اب آپ اس گزارش کو بہی ملاحظہ فرمائیے اور اپنی استدلالات کو بہی دیکہیے **قولہ** جناب
امیر علیہ السلام حجت خدا تہی ایسی کلام جامع مانع فرماتے تہی کہ مخالف کو چون و چرا
کی گنجایش ہی نہ ہی **اقول** یہہ تو حضرات کا محض زبانی دعوی ہے دعوی ہے
جسقدر اسکی ثبوت مین تحریر فرمایا وہ فی الحقیقت اس دعوی کو تو مثبت نہین ہان اسکی
نقیض کو مثبت ہی چنانچہ جو کچہہ مجملاً و مفصلاً گذارش ہو چکا منصف لبیب کے لیے وہ
ہی کافی و وافی ہے۔ **قولہ** انما الشوری الخ اصل مین یہ فقرہ مین قابل بیان خلافت
خلفاء سابقہ ہی اور ظاہر مین اونکے مذہب کے موافق ہی سوائی حجت الہی یہہ کسیکا کام
نہین **اقول** معاذ اللہ توبہ توبہ اصول تشیع مین حجت الہی اوسکا نام ہی جو ظاہر
مین کچہہ اور باطن مین کچہہ اور اوسکا قول ذو وجہین ہو ایسی حضرت امیر کی کلام میں یہہ
اعجاز ہی جیسا آپکا ظاہر و باطن یکسان نہ تہا ظاہر مین خلفاء سابقہ کے ساتہہ خلا و ملا
محبت و الفت رکہتے تہی اور باطن مین خلاف و عداوت اوسیکا اثر گویا حسب زعم
مجیب لبیب آپکی کلام مین ہی کہ اوسکا ظاہر کچہہ اور باطن کچہہ اور ہی ہی لیکن سوای مخلصین لسانی
کے دوسرونکو اوسکا سمجہنا محال ہی اہل فہم اس تقریر سے اس قول کے لغو اور واہی ہونے
کو علاوہ یہہ بہی سمجہہ گئے ہونگی کہ اصول تشیع پر جناب امیر معاذ اللہ وحاشاہ عن ذلک

ـــــــــ

له یہہ کلمہ اور سکے ماقبل و مابعد اور وہ قول لا یقع اسم الہجرۃ سے قول قبلہ تک کلمات ملتقطہ اور منقطع ہیں ۱۲

صفت نفاق مین تمام منافقین سی بڑہکر تہی کہ اونکا راز تو فاش ہی ہوگیا ہتا لیکن یہہ
عقدہ کہل ہی نہین سکتا نعوذ باللہ من ذلک ۔ ان حضرات دشمن دوست نما اہلبیت
سی کوئی پوچھی کہ ایسی واہیات باتونسی جن سے علاوہ توہین اہلبیت کی خود اپنی عقل وفہم
دہبہ لگی اور الزام آوی کیا حاصل ہے اسیکی بدولت ہماری فاضل مجیب اپنی اون تاویلات
کی صحت سی ہاتہہ دہو بیٹہین جنمین اگر وہ تو وہ منافق شجاعت وشوکت بمقابلہ خلفا
روایت کیی جاتی ہین کیونکہ جب جناب امیر کو یہانتک اخفا منظور تہا اور یہانتک
رعایت فرمائی تہی کہ محض اونکی خوشنودی کے واسطی ایسی کلام فرمائی تہی جو بظاہر
اونکی مؤید ہو اور فی الحقیقت اونکی خلافت کی قاطع بنیان ہو تو کیونکہ ممکن ہے کہ ایسی
امور جو باعث اثارہ وہیجان فتن ہوتے برملا عمل مین لاوین بہت اچہا ہماری فاضل
مجیب نے اپنی زبان شریف سے بیان ہی اسقدر اعتراف فرمایا کہ یہہ کلام بظاہر خلفا
کی مذہب کے موافق ہی اور یہی ہمارا ادعا ہی کیونکہ جب ہمکو ظاہر کا ہی مامور اور پابند فرمایا
اور یہہ حکم نہین کیا کہ لوگونکی دل چیر کر دیکہین تو جب ظاہر کے اعتبار سے حسب اعتراف
سامی ہماری مؤید ہی تو ہماری استدلال کے حقیت کے لیی بس ہی خداوند تعالی نے کہ یہان
بہی ہماری لیی یہہ ہی آپکی حجت الہی کا قول سند کافی ہوگا اور واضح رہے کہ ظاہر مین
اس خطبہ کا خلفاء کی مذہب کے مؤید ہونا اوسی وقت ممکن ہی جبکہ اوسکو دلیل تحقیقی
قرار دیا جاوے اور عدم دہدان اجماع سی بطلان خلافت پر حجت نہ لایا جاوی اور اگر
اوسکو دلیل الزامی قرار دین جیساکہ علماء شیعہ نے توجیہ فرمار کہا ہی تو پہر بظاہر مؤید
ہونا بہی غلط ہوگا تو اس صورت مین آپنے اوسکی تحقیقی ہونے کا اعتراف فرمالیا
والحمدللہ ۔ باقی رہا اس قول کا فی الحقیقت قاطع بنیان خلافت خلفاء ہونا سو
بحول اللہ تعالی وقوتہ بخوبی ہم اسکا قلع بنیان کرچکی ہین ضرورت اعادہ نہین قال
الفاضل المجیب ۔ قولہ ۔ اور دوسری جگہ مذکور ہے ۔ وانہ لا بد للناس من

اميرٌ برٌّ او فاجرٌ يعمل في امرته المؤمن ويستمتع فيها الكافر — اقول حضرات
اہل سنت کے فہم و عقل پر تعجب ہی کہ اصل مطلب کو نہین سمجھتے فحوای کلام کو نہین
دیکھتے ماقبل و مابعد کا کچھ خیال نہین کرتے جہان لفظ امیر وغیرہ دیکھا اور فوراً سند الزاماً
نقل کر دیا اور اپنے زعم مین اہل حق کو جواب دیا آدمی کو کچھ تو عقل و علم سے بھی کام لینا
چاہیے انصاف بالای طاعت ہی شعر مشہور ہی یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی
اسکے جواب مین ہم اور کچھ نہین صرف اسقدر باادب گذارش کرتے ہین کہ اہل علم و انصاف
فریقین کے مذہب کی تحقیقات کا اصولاً و فروعاً عموماً اور ہماری اور ہماری فاضل
مجیب کے تقریرات کا خصوصاً موازنہ کرکے دیکھین اور جو کچھ امر واجبی انصاف سے اور
سمجھ مین آوے فرماوین۔ **قولہ** اب ذرا انصاف فرماوین کہ اگر آپکا یہہ توہم صحیح ہو
تو اوس سے لازم آتا ہی کہ معاذ اللہ جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت بھی شرط
امامت نہ تھی کیونکہ آپکی غرض اس نقل کرنے سے یہہ ہی کہ آنجناب نے فرمایا ہی کہ آدمیونکو
امیر نیک یا فاسق و فاجر سے چارہ نہین پس اگر عصمت شرط امامت ہوتی تو فاجر کی امامت
امامت کیون صحیح ہوتی حالانکہ جناب امیر نے فاجر کی امامت صحیح فرمائی و فاجر معصوم
نہین اگر یہہ بات درست ہی تو باوجود ادعای تمسک اہل بیت حضرات اہل سنت عدالت
کی قید کو وقت نصب ہی کیون نہو کیون لگاتے ہین چنانچہ آپکی خاتم المحدثین تحفہ مین لکھتے
ہین آری در وقت نصب باید کہ مرتکب کبایر و مصر بر صغایر نباشد کہ معنی عدالت است
اقول مناظرہ دانان روزگار و ارباب قانون توجیہ و استدلال کہان ہین جو ہماری
فاضل مجیب کے ادعای مناظرہ دانی کا تماشا دیکھین کہ حضرت کو اپنی منصب کا بھی
ہوش نہین رہا بندہ نے ابطال شرط امامت کے لیے الزاماً نہج البلاغۃ کی ایک عبارت

سلہ اور یہہ کہ ضرور ہے کہ لوگون کے لیے امیر خواہ نیک ہو یا فاجر مومن اوسکی امارت مین عمل کرے
اور کافر اوسمین فائدہ اوٹھاوے ۱۲ منہ

نقل کے تھی جس سے صاف متحقق ہوتا ہی کہ امامت کے لیے عصمت وغیرہ تو ایک طرف
عدالت بھی شرط نہیں ہی کیونکہ فاسق وفاجر کی امامت کو جناب امیر نے بزعم شیعہ ضروری
تسلیم فرمائی اور فرماتے ہیں وانہ لابد للناس من امیر بر او فاجر اس کے جواب میں ہمارے حضرت
فاضل مجیب ارشاد فرماتے ہیں (کہ اگر آپکا یہہ توہم صحیح ہو تو لازم آتا ہی کہ معاذ اللہ
جناب امیر علیہ السلام کے نزدیک عدالت بھی شرط امامت نہو) میں کہتا ہوں کہ یہہ توہم
نہیں بلکہ واقعی مضمون ہی جو اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہی کہ بزعم شیعہ جناب امیر کی
نزدیک عدالت بھی شرط امامت نہیں پس اسکا لزوم آپکو بھی مخالف ومضر ہی نہ ہمکو اور
آپ ہی اسکی جوابدہ ہیں نہ ہم تو اس لزوم سے آپکا ہمکو ڈراتا یہہ آپکی مناظرہ دانی اور کمال عقل
وفہم کی دلیل ہے - ہمنے خود اسی لزوم کے لیے نقل عبارت کی ہے رہا اہلسنت پر الزام
دینا کہ جب تم بھی مدعی مسلک اہلبیت ہو تو یہہ الزام درباب تعارض عدالت تمہاری
بھی مخالف ہی اور زیادہ عقل وفہم سامی کا اندازہ بتاتا ہی کیونکہ جب یہہ لزوم محض نہج البلاغہ
کی عبارت سے ہے تو اس سے اہل حق کو الزام دینا اسیر خلاف عقل ہی ہم کب کہتے ہیں
کہ جو آپکے رضی صاحب نے نقل کیا ہی وہ صحیح ہے **قولہ** اگر فرماتے ہی کہ ہمنے الزاما یہہ روایت
پیش کی ہی جو اعتراض اسپر ہوگا اوسکی جوابدہ شیعہ ہیں نہ اہلسنت **اقول** یہہ
تو صاف واضح تہا کہ یہہ الزاما عرض کیا گیا ہی پھر جانے میں اس حشو وتطویل سے کیا فائدہ تہا
ہاں اس کلام سے یہہ مترشح ہوتا ہی کہ پہلے تو بزعم خود جواب لکھا اوسکی بعد تنبہ ہوا
اور آنکھہ کہلی تو معلوم ہوا کہ یہہ جواب تو کچھہ بھی نہیں ہے کیونکہ خصم الزام دے رہا ہی
تو اوسکو اسطرح پھیرا سوا اسکی کیفیت بھی آئندہ ملاحظہ ہو- **قولہ** اسکے جواب
میں گذارش ہی کہ اول تو کتاب نہج البلاغہ ثقات اہلسنت مثل نوشجی و تفتازانی و یعقوب
لاہوری وگاذرونی کے اعتراف سے جناب امیر کی کلام سے ہے **اقول** سبحان اللہ
ثقات اہلسنت کے اعتراف سے نہج البلاغہ کا کلام جناب امیر ہونا اب حضرت ثابت

وہانگی حالانکہ ہمنی اُنکی فاضل متبحر ابن میثم شارح نہج البلاغۃ کے اعتراف سے ثابت کردیا کہ اوسمین جا بجا حضرت رضی صاحب کے طرف سے خلط وخبط وحذف والحاق ومحو واثبات ہی پس کیونکر ممکن ہی کہ اہل سنت جو کلام حق وباطل کے امتیاز کے لیے نقاد ومعیار ہین اسکو خالص کلام جناب امیرؓ کا تسلیم کرلین اہل سنت کے اصول حدیث کا عام قاعدہ ہی کہ جس روایت کے سلسلہ سند مین کوئی راوی اگر غیر ثقہ واقع ہو تو اوسکو صحیح نہین سمجھتے پس نہج البلاغۃ کی روایت جو صرف بواسطہ حضرت رضی صاحبؒ کے ہی اوسکو کیونکر کلام جناب امیر کا باور کرین گے ۔ علی الخصوص اوسمین جابجا جگہ اونکی عقیدہ فاسدہ کیطرف دعوت پائی جاتی ہی ۔ ہان نہج البلاغۃ کو جناب امیر کی ایسی کلام سمجھین تو کچھ عیب نہین جیساکہ توراۃ وانجیل کو جو آب یہود ونصاری کے پاس ہی یا بعد تحریف کے بہی کلام خداوند تعالیٰ شانہ کی سمجھتے ہین ۔ اور آنکو یہہ تسلیم کچھ مفید نہین ہی ۔

قولہ ثانیاً اہل سنت کے اورکتابونمین یہہ کلام جناب امیر علیہ السلام سے وارد ہی چنانچہ شہرستانی نے کتاب ملل ونحل ترجمہ خوارج محکمہ مین لکھا ہی ولما سمع امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ ھذہ الکلمۃ قال کلمۃ عدل یراد بھا جور انما یقولون لا امارۃ ولابد من امارۃ برۃ او فاجرۃ اور درمنثور مین ذیل آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ الخ یہہ عبارت لکھی ہی اخرج البیھقی عن علی بن ابی طالب قال لا یصلح الناس الا امیر بر او فاجر الخ اور اوسکی وجہ بہی بیان فرمائی ہے ہمنی صرف اشارہ کردیا ہے آپ تفسیر مذکورہ کا یہہ مقام ملاحظہ فرماوین ۔ ثالثاً اہل سنت نے مثل اسی کلام کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہی نقل کیے ہین چنانچہ کنز العمال کے کتاب الامارۃ حرف الالف مین تحریر ہی ۔ لابد للناس من الامارۃ برۃ او فاجرۃ فاما البرۃ فتعدل فی القسم وتقسم بینکم بالسویۃ واما الفاجرۃ فیبتلی فیہا المومن والامارۃ خیر من الھرج قیل یا رسول اللہ وما الھرج قال القتل والکذب طب عن ابن مسعود ۔ انتہی اب فرمایئے کہ اگر کوئی ان روایتونسے دلیل لائی

کہ جناب امیر علیہ السلام و جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فجار کے امارت و خلافت جائز فرمائی اور تم عدالت کی قید گو وقت نصب ہی ہو کیوں لگاتی ہو تو آپ کیا جواب فرماینگے کیونکہ یہاں باب تاویل خود جناب نے ہی بند کر دیا ہی بالجملہ جو جواب عدالت کے شرط قائم رکھنے کے واسطے فرمائیں وہی ہماری طرف سے عصمت مین قبول فرمائیں۔ **اقول** للہ الحمد ہر چیز کہ خاطر میخواست * آمد آخر زپس پردہ تقدیر پدید * یہاں تو ہماری فاضل مجیب نے اپنی شرط عصمت کی خود اپنی ہاتھہ سے جڑ کاٹ ڈالی۔ تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ اسجگہ امارت برہ اور فاجرہ ہماری روایات سے ثابت کر کے فرماتے ہین کہ یہہ جیسا عصمت کی منافی ہی ویسا ہی عدالت کی مخالف ہی جو معتقد علیہ اہلسنت ہی پس جو جواب عدالت کیطرف سے اہلسنت دیوین وہی جواب شیعہ کیطرف سے عصمت کے بارہ مین قبول فرمادین۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہی جواب ہماری فاضل مجیب کو عصمت کے بابمین تسلیم ہوگا خواہ اوس جواب سے عصمت باقی رہی یا نرہی۔ پس واضح ہو کہ جو مذہب اہلسنت کا اشتراط عدالت کی نسبت ہی۔ اوسکو یہہ روایات ہرگز مخالف نہین ہین اول روایات کی الفاظ مین تامل کرنا چاہیے اور پھر مذہب اہلسنت کو سمجھکر اوسکی مطابق کرنا چاہیے روایات کے الفاظ سے صاف ظاہر ہی کہ امارت ضرور ہی خواہ برہ ہو یا فاجرہ اور امیر ضرور ہونا چاہیے خواہ برہو یا فاجر اور وقت ضرورت و احتیاج اگر امیر بر نہو سکی تو فاجر ہی ہونا چاہیے مثلاً کوئی شخص فاجر اپنی غلبہ و استیلا کی وجہ سے امیر ہوگیا یا اہل حل و عقد نے کسی بر کو امیر بنایا تھا اور بعد امارت کے وہ فاجر ہوگیا اور جور پیشہ ہوگیا تو ایسی وقت مین اس امارت فاجرہ کو ہی تسلیم کیا جاویگا کیونکہ اسکی رفع مین نائرہ قتل و قتال متضمن افناء نفوس مشتعل ہوگا جو بہ نسبت اس امارت کے مفاسد کے اشد ہی۔ بالجملہ اسوقت اس امارت کی لابدیت جو لفظ لابد سے مفہوم ہوتی ہے صادق ہے پس اب ہم مذہب اہل سنت مین اشتراط عدالت کی

نسبت تامل کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ اشتراط عدالت اہل سنت کی نزدیک اوس وقت
کی ساتہہ مخصوص ہی جبکہ اہل حل و عقد باختیار خود دانستہ کسی شخص کو امیر بناوین اور اگر بعد ثبوت
ہو تو انعقاد امارت کے لیے اشتراط عدالت نہین ہے بلکہ وہ امارت فاجرہ ہی منعقد
ہو جاویگی اور انواع زکوٰۃ و عشر و خراج اوسکو ادا کرنے سے ادا ہو جاویگا اور اوسکی ساتہہ
ہو کر جہاد بہی ادا کیا جاویگا اوسکی غنائم و لسوالی و سبایا وغیرہ سب حلال ہونگی غرض
اس تقریر سے یہہ ثابت ہوا کہ یہہ روایات مذہب اہل حق کے درباب اشتراط عدالت
منافی نہین ہین اور نہ اہل حق کے نزدیک اشتراط عدالت بالعموم ہے بلکہ ضرورت اور زمانہ
وقت مین شرط عدالت ساقط ہو جاتی ہی اور امارت غیر عادلہ منعقد ہو جاتی ہی چنانچہ
اشتراط قرشیت کے بارہ مین یاد آتا ہے کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین یہہ ہی
لکہا ہی پس حسب الحکم جناب مجیب جب ہم اس جواب کو جو ہمنے اشتراط عدالت کے بارہ مین
اہلسنت کی طرف سے دیا ہی حضرت مجیب کی طرف سے قبول کر لیتے ہین تو اوسکا حاصل
یہہ نکلتا ہی کہ ہماری و فاضل مجیب بلکہ تمام شیعہ عصمت کی مسئلہ مین اس امر کے معتقد ہین
کہ اشتراط عصمت علی العموم ثابت نہین بلکہ اگر کوئی شخص بنص خداوندی بلکہ جیسا
اہل حق کا مذہب ہی امام ہو تو وہ معصوم ہوگا اور اگر کوئی شخص بدون نص یا بیعت اختیاری اہل
حل و عقد مدعی ریاست ہو اور دار الاسلام پر اپنا تسلط و استیلا کرے تو اوسکی امارت
باوجود عدم عصمت کے بہی منعقد ہو جاویگی اور باوجود عدم عصمت کے اوسکی امارت منعقد ہوکر
اوسکو نصب عمال و قضات و اخذ جزیہ و خراج و صدقات و قسمت غنائم وغیرہ حلال ہوگا
اور ظاہر ہی کہ عصمت کے لیے ہی نص کی ضرورت ہی جب اشتراط عصمت مرتفع ہو گیا
تو نص بہی مرتفع ہو گئی پس حسب ارشاد ہی فاضل مجیب کے اشتراط عصمت مین اس
جواب کو ہمنے انکی طرف سے نہایت شکر گذاری کے ساتہہ قبول کر لیا اور اگر اپنی اس
قول پر مستقیم رہینگے اور اس سے نہین پہرینگے تو مذہب تشیع سے پہر جاوینگے اور اوسکو باطل کر دینگے

تسلیم کر چکے اور فی الواقع وہ مذہب اسی لائق تھا **قولہ** یہہ جواب تو الزامی تھا اب بطور حل گوش توجہ سے سنیئے یہہ کلام بلاغت نظام خوارج لئام کے مقابلہ مین روا لقولہم کہ بارادہ باطل کہتے تہے لاحکم الا للہ صادر ہوا ہے کیونکہ نہج البلاغۃ مین اسکا عنوان اسطرح مسطور ہے ومن کلام لہ علیہ السلام فی معنی الخوارج لما سمع علیہ السلام قولہم لاحکم الا للہ فقال کلمۃ حق یراد بہا الباطل نعم لاحکم الا للہ ولکن ہؤلاء یقولون لا امرۃ وانہ لابد للناس من امیر بر او فاجر الخ جناب امیر نے جب اوسکا یہہ قول لاحکم الا للہ سنا تو فرمایا کہ یہہ کلمہ حق ہے مگر اس سے باطل مراد لی گئی ہے خوارج نے اسکی اصل معنے ہی نہین سمجھی اور باطل معنے سمجھکر گمان کیا ہے کہ ہمکو رئیس کی متابعت درکار نہین اسکے جواب مین فرمایا لابد للناس الخ غرض اس سے یہہ ہے کہ چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اور بدون مشارکت بنی نوع اسکے کام تمام نہین ہوتے اور مشارکت واجتماع بدون سیاست منجر بفساد وافساد ہوتا ہے اور جانون مالون کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے پس انسان کی جبلی یہہ بات ہے کہ بدون رئیس وامیر کے خواہ نیک ہو خواہ بد زندگی بسر نہین کرسکتا اور مطلق امارت سے انکار بدیہی امر کا انکار ہے چنانچہ یہہ ہی سبب تھا کہ باوجود اس انکار زبانی کے عبد اللہ بن وہب کو اپنا امیر کرلیا اور بدون امیر اونکا کام منتظم نہوا چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے انہم کانوا فی بدو امرہم یقولون ذلک ویذہبون الی انہ لاحاجۃ الی الامامۃ ثم رجعوا عن ذلک القول لما امروا علیہم عبد اللہ وہب الراسبی انتہی **قولہ** اب ہم اس حل کی بھی قلعی کہولی دیتے ہین ذرا گوش توجہ سے سنیے کہ شیعہ کے نزدیک حسن وقبح عقلی ہین عقل جسکے حسن کی شہادت دے وہ حسن ہے اور جسکے قبح کی شہادت دے وہ قبیح ہے چونکہ آپکو اسکا اعتراف ہے کہ شروع رسالہ مین اہل حق پر حسن وقبح شرعی ہونے کی نسبت طعن فرمایا ہے تو اسلیئے حاجت نقل روایات وتصریحات طایفہ نہین ہے اب ہم مطلق امارت کو دیکھتے ہین تو بروئے عقل

نہایت ضروری علوم توحید سے ہے اور چونکہ انسان مدنی الطبع ہی اسکی امور کا انتظام
واجتماع بدون مشارکت ابنای نوع کے ممکن نہین ہی اور مشارکت واجتماع بوجہ اختلاف طبائع
منجر بفساد ہی تو سیاست لابدی ہی جو بدون امارت حاصل نہین ہو سکتی تو امارت
خواہ جائرہ ہو یا عادلہ انسان کے لیے لابد اور ضروری ہی اور واجب عقلاً اقسام حسن مین
داخل ہی بلکہ اقسام حسن مین سے اعلی قسم ہے کیونکہ اوسکی اقسام مین سے مندوب نہین
ہی مین پس جب امارت مطلقہ خواہ عادلہ ہو یا فاجرہ حسن ہوئی اور حسن مین بھی اعلی درجہ کے
یعنی واجب ہوئی تو پھر خلاف حکم عقل کے حکم شرع سے وہ قبیح اور ناجائز اور حرام نہین
ہو سکتی اور نہ حکم شرع بمقابلہ حاکم عقل کے جو بدیہی ہی یا حسب اصول قوم مسموع ہو سکتا ہی
ہان یہہ بھی چونکہ مرتبہ تشکیک کو بہت گنجایش ہے تو اوسکی اعتبار سے یہہ ممکن
ہی کہ فیمابین ہر دو قسم امارت یعنی عادلہ و فاجرہ کی تشکیک ہو اور امارت عادلہ امارت
فاجرہ سے اولی و احق ہو چنانچہ عقل اسکی استحسان کے بھی بالبداہت شہادت دیتی ہی
جسکا کسی عاقل کو انکار نہین اور اگر فاضل مجیب یا اونکی کسی ہم مذہب کو یہہ شبہ ہو کہ امام
برحق کے ہوتی امام جائر کے ضرورت اور اوسکا لابدی ہونا غیر مسلم ہے اور جب ضروری
نہوئی تو قبیح ہوئی تو اسکا جواب یہہ ہی کہ اول تو اس صورت مین بلکہ عبارت خطبہ کے
لغو اور مہمل ہو جاویگی کیونکہ ہم پوچھتی ہین امارت مطلقہ خواہ عادلہ یا فاجرہ ضروری ہی
یا غیر ضروری - اگر ضروری ہی تو مدعا حاصل اور اوسکی ضرورت سے انکار باطل ہوا اگر غیر ضروری
ہی تو خطبہ مین مطلق امارت برہ یا فاجرہ کو ضروری کہنا غلط اور کذب ہوا اور نیز اوسکی
ضرورت کا ابھی اعتراف کر چکے ہین اوسکی مناقض ہوگا دوسری یہہ کہ امام کے غیبت مین
علی الخصوص جبکہ غیبت کبری کے حاصل ہو تو اوس وقت بداہتہ عباد امام برحق کی بیعت
کرنے مین عاجز ہین اور اوسکو کسی تدبیر و حیلہ سے حاصل نہین کر سکتی چنانچہ ابن [illegible]
اس وجہ سے ہین لکھو کہ سب مومنین ساکنان بلاد الایمان ایران اسکی منتظر ہین اور روایت ایسی

لابدی ہی کہ بدون اوسکے مدت قلیل بہی گذارنا دشوار ہی تو اگر امارت فاجرہ کی ایسی وقت
مین بہی ضرورت نہوگی تو کس وقت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ مطلق امارت و سیاست کی کچہہ
ضرورت نہین علاوہ ازین اگر بالفرض امام بہی موجود ہو لیکن کوئی شخص کسی حیلہ و تدبیر
سی لوگونکو اپنی طرف راجع کر لے اور امیر بن جاوے اور مسند امارت پر ایسا استحکام پیدا کری
کہ اگر اوسکی عزل کا نام بہی لیا جاوے تو ہیجان فتن و ثوران حوادث مفاسد کی یقین
ہون تو ایسی وقت مین کوئی سلیم العقل اوسکی ضروری ہونیکا انکار نہین کرسکتا تو جب امارت
مطلقہ عقلاً لابدی اور حسن ہوئی تو لامحالہ شرعاً بہی حسن ہوئی کیونکہ برخلاف حکم عقل
شرعاً قبیح نہین ہوسکتی اور جب عقلاً و شرعاً لابد اور حسن ہوئی تو کم از کم اتنا تو ضرور ہوگا
کہ ضرورت کی وقت مین منعقد ہو جاوے اور شرعاً و عقلاً اوسپر احکام امامت کی جاری
ہون اور جہاد و قسمت غنائم وغیرہ مین اوسکا حکم شرعاً نافذ ہو اور شرعاً اوسکی اطاعت
واجب ہو اور عموم اولی الامر مین شمار کیا جاوے چنانچہ مذہب اہل سنت کا بہی اس بارہ
مین یہہ ہے کہ ایسی امارتین ضرورۃً منعقد ہو جاتے ہین اور شرعاً انکا حکم امارت جاری
ہوتا ہی اور اونکی اطاعت واجب ہوتی ہی اور اگر خود ان ہی الفاظ مین جو بعینہ ابلاغ
مین ہین تامل کیا جاوے تو مفہوم ہوتا ہی کہ جناب امیر نے اس کلام مین کہ لابد للناس من
امیر بر او فاجر فرمایا مسلم او کافر نہین فرمایا حالانکہ انسانی ضرورت کیواسطے امارت مسلم
اور کافرہ دونو برابر ہین سب سیاست اوس سے حاصل ہوتے ہین کافرہ سے بہی حاصل ہوتی ہی
اور انتظام و اجتماع و دفع فساد و افساد جیسی اوس سے مقصود ہی اس سے بہی مقصود ہی باوجود
اسکی حضرت امیر نے کافرہ نہین فرمایا کیونکہ کافر کے امامت کسیطرح صحیح نہین ہے
ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا ارشاد ہی اور مسلم کے امامت تو فاجرہ
ضرورۃً منعقد ہو جاتی ہی اور یہہ ہی مذہب اہل سنت کا ہی جو موافق ارشاد جناب امیر کے
ہی بخلاف شیعہ کے کہ اونکی نزدیک کسی وجہ سے امامت کیسا ہی متقی ہو نہ ہوگا بلکہ

اور اللہ ہرگز نہ کریگا کافرونکو ایماندارون پر راہ ۱۲ ۔

قریشی فاطمی حسنی حسینی ہو اوسکی امامت علاوہ ایمہ اثنا عشر کے ہرگز صحیح نہین اور ایسے
ہی ضرورت کے وقت مین ہو منعقد نہین ہوسکتی سوائے ایمہ اثنا عشر کے کوئی شخص
واجب الاطاعۃ نہین ہوسکتا اور نہ اوسکے ساتہہ ہو کر جہاد جائز ہے اور جو سبایا و اموال
کفار کہ اوسکی جہاد سے حاصل ہون نہ وہ حلال ہین اسلئے حنفیہ وغیرہ وغیرہ کی
بابت علما شیعہ مبتلائے تشویش ہین بہرحال اس تقریر سے ثابت ہوا کہ یہہ مذہب
حضرت ع کے ارشاد کے سراسر منافی و مخالف ہے اور جناب امیر کے اس ارشاد سے
بطلان عصمت واضح طور پر ثابت ہے مگر اوسکے سمجہنے کے لئے بہی عقل بنیا چاہیئے۔
وباللہ التوفیق **قولہ** بالجملہ اس قول سے جناب امیر ع کی غرض یہہ ہے کہ انسان
کو باعتبار اسکے مدنی الطبع ہونے کے امیر سے چارہ نہین نیک ہو یا فاجر اس سے یہہ تیاس
نہین کر سکتے کہ امام مصطلح شرعی جو نایب رسول سے مراد ہے وہ بہی فاجر ہوسکی پس
یہہ کلام بلاغت نظام جناب امیر تعیش انسان کے بیان مین ہے نہ حکم شریعت مین
اقول ہمارا مدعا بہی اسی غرض سے جو جناب امیر رض کی اس کلام سے ہی حاصل
ہے کیونکہ جب کوئی فرد افراد امامت مین سے ایسی ثابت ہوئی کہ جو باوجود عدم عصمت
کے بہی منعقد ہوئی تو آپ کا دعوے عصمت باطل ہوا اور ہمارا مدعا ثابت ہوا باقی رہا
خلیفہ راشد اور امام مصطلح کا فاجر نہونا سو اسکے ہم بہی معتقد ہین بیشک فاسق و فاجر خلیفہ
راشد نہوگا لیکن یہہ اسکو مستلزم نہین کہ معصوم ہو کیونکہ عصمت اور فسق و فجور کے درمیان مین
مراتب کثیرہ ہین اور نہ خلیفہ راشد کا فاجر نہونا اسکو مستلزم ہے کہ غیر راشد امام بامامت عامہ
نہوسکے ممکن ہے کہ علے سبیل التنزل ضرورۃً اوسکی امامت منعقد ہوجاوے اور اوس سے منافع دینی
و دنیوی حاصل ہون اور کچہہ نہو تو انتظام و سیاست و شوکت اسلام تو ضرور حاصل ہونگی غرض
انسان کو باعتبار مدنی الطبع ہونے کے جب امیر نیک یا فاجر سے چارہ نہین تو جناب امیر کا یہہ ارشاد
اگرچہ تعیش انسان کے بیان مین ہو لیکن تاہم مستلزم حکم تشریع کو ہوگا اور تشریع اس امر کی

جو برو سے عقل انسان کو لازم و متحتم ہے مخالف عقل ہو گی چنانچہ فی الواقع ایسا ہی ہے کہ
تشریع اسکے خلاف واقع نہین ہوئی بلکہ جا بجا روایات سے اسکی تائید و تقویت ثابت ہوتی
ہے اسوقت صرف ایک ہی روایت پر اکتفا کرتا ہون ابن بابویہ قمی نے خصال مین روایت
کی ہے عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ثلثۃ یدخلھم اللہ الجنۃ بغیر حساب
وثلثۃ یدخلھم النار بغیر حساب فاما الذین یدخلھم الجنۃ بغیر حساب
فامام عادل وتاجر صدوق وشیخ افنی عمرہ فی طاعۃ اللہ عز وجل واما
الثلاثۃ الذین یدخلھم اللہ النار بغیر حساب فامام جائر
وتاجر کذوب وشیخ زان اس روایت سے صاف واضح ہے کہ ائمہ نے جزا و سزا کو عدل
و جور کے ساتھ جو بعد امامت کی فصل خصومات وغیرہ مین پیش آتے ہین منوط و مربوط فرمایا ہے
اور اصل بناء فساد یعنے انعقاد امامت جائرہ کی نسبت کچھ نہین فرمایا اول واجب تھا کہ اوسکی
نسبت عدم انعقاد بیان فرماتے اور لوگون کو ہدایت کرتے کہ اوس سے نزع و خلع کرا دیں اور امام
جائر پر خروج کرین جب یہہ نہین فرمایا تو معلوم ہوا کہ امامت جائرہ جیسی کچھ ہے ضرورۃً منعقد
تو ہو گئی اب اوسکے مفاسد سے جو آئندہ محتمل ہین کہ امام جائر سے صادر ہون اوسکو تخویف
و ترہیب ضروری ہوئی۔ علاوہ ازین یہہ جو حضرات شیعہ کی عادت ہے کہ جہان
کہین لفظ امام کا اپنے مذہب کے مخالف دیکھا اوسکے معنے لغوی لینے پر تیار ہو گئے
اس حدیث سے وہ بھی باطل ہو گیا اور ثابت ہوا کہ امام فاجر سے با امامت عامہ نہ با مامۃ
خاصہ راشدہ لفظ امام اصطلاحی کا مصداق ہے۔ کیونکہ لفظ امام اپنے معنے اصطلاحی شرعی
مین حقیقۃ شرعیہ ہے اور عدول حقیقۃ سے تا وقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ نہو جائز نہین ہے قائلین کے معنے کہ تو الا ممکن

(۱) امام ابو عبد اللہ رضہ سے مروی ہے فرمایا تین شخص ہین جنکو اللہ تعالے بلا حساب جنت مین داخل کریگا اور
تین ہین جنکو دوزخ مین بلا حساب داخل کریگا جنکو جنت مین بلا حساب داخل کریگا وہ ایک امام عادل دوسرا سچا سوداگر
تیسرا بڈھا جسنے اپنی عمر اللہ کی طاعت مین فنا کر دی ہو اور جن تینونکو بلا حساب دوزخ مین داخل کریگا وہ امام ظالم اور جھوٹا سوداگر اور بڈھا زانی

نصوص اپنے ظواہر سے محمول ہوتے ہیں پس ظاہر ہے کہ اس جگہ بالمقابل ولفظ امام
عادل اور امام جائر واقع ہیں پس ان دونو لفظونسے یا ہر دو جگہ معنی لغوی مراد ہیں اور یہہ
باطل ہے کیونکہ اول تو کوئی قرینہ نہیں جو حقیقت شرعیہ سے صارف ہو علاوہ ازین جو سلاطین
وخلفا کہ عادل گذرے ہیں جنکا اب تک عدل ضرب المثل ہے مثل کسریٰ نوشیروان وعمر
بن خطاب رضی اللہ عنہ وعمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ وہ سب برخلاف مزعوم امامیہ
اس وعدہ کی مستحق ہونگے اور اگر ایک جگہ معنی اصطلاحی اور دوسرے جگہ معنی لغوی مراد لیے جاوین
تو یہہ بھی صحیح نہیں کیونکہ وجود قرینہ جو صارف عن الحقیقت ہو غیر مسلم ہے علاوہ ازین تقابل
صحیح نہیں ہوگا بلکہ خود تقابل قرینہ ہے اور اس امر پر دال ہے کہ جو معنی لفظ امام اول کے ہونگے
وہی ثانی کے ہونگے اور تقابل کے بطلان سے کلام درجہ فصاحت سے ہی نہیں گریگا بلکہ مہمل
ہو جاویگا تو اب متعین ہوا کہ ہر دو جگہ معنی اصطلاحی ہی مراد ہیں۔ چونکہ اور کوئی محتمل باقی
نہیں اور ہمین ہر دو جگہ معنی اصطلاحی ہونے پر بوجہ انعقاد خلافت ائمہ جور کے جو بیعت
واقف مذہب شیعہ پر واقع ہوئی ہے محتاج بیان نہیں چونکہ اس تحریر میں اطناب ہوتا جاتا ہے
اسلیے ہم اسکی شرح وبسط کو کسی دوسرے وقت پر منحصر کرتے ہیں۔ **قولہ** اور اگر
معاذ اللہ یہہ بات جائز ہوتی تو فرمایئے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت
کیوں نہ کی اور کیوں شہید ہوئے بلکہ اصلی بات یہہ ہے کہ انسان کو حاکم سے چارہ نہیں
امام معصوم کو جب رعایا برایا کی امور میں تمکین نہ دین اور اس سے منازعت کرکے اسکی
اصلی مقام سے مانعت کرین تو اس صورت میں حفظ نوع انسانی وحصول انتظام امور کے
لیے گو وہ کیسا ہی ہو امیر وحاکم سے گریز نہیں **اقول** کیوں حضرت اور اگر معاذ اللہ
یہہ بات جائز نہوتی تو اول الائمہ والمعصومین کیوں خلفاء ثلثہ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی
اور کیوں اونسے مثل امام ثالث رضی اللہ عنہ کے مناقشہ کرکے ہنگامہ کارزار گرم نہ کرکے
بیباتنگ کرایا اپنے حق کو پہونچتے یا مثل جناب امام ثالث کے شربت شہادت چکھتے

اور نیز اگر معاذ اللہ یہہ بات جائز نہوتے تو کیون جناب امام ثانی رضی اللہ عنہ امیر معویہ کو
خلافت تسلیم کردیتے اور کیون اوس سے بیعت کر لیتے اور باوجود وعدہ و وعید کیون
جدال و قتال نہ کر گئے یا اپنے حق کو پاتے یا درجہ شہادت پر پہونچتے اور مصداق
اس شعر کے ہوتے بیت ورنشاید بدست رہ بردن * شرط عشقست در طلب مردن
ع حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء - افسوس کہ آپکو اب امام ثالث کا بہی
قصہ یاد رہا اور امام اول و ثانی کا فراموش ہوگیا لیجیے ہم ہی نے آپکو یاد دلا دیا ہو کا پینگ
مثل جنبیہ علاوہ ازین جبکہ دلائل و بینات واضحہ سے اس بات کا ضرورۃً جائز ہونا
ہمنے حسب اصول امامیہ ثابت کر دیا تو اب اسکے بہی جواب دہ اہل تشیع ہی ہونگے
معہذا حاصل اس دلیل کا جو ہمارے فاضل مجیب نے عدم انعقاد بیعت امام جائر کی
نسبت بیان فرمائی ہے یہہ ہے کہ معاذ اللہ اگر امامت جائرہ منعقد ہوتے تو امام
حسین رضی اللہ عنہ ضرور بیعت فرماتے اور شہید نہوتے اور جب اونہون نے بیعت
نفرمائی اور یہانتک لڑے کہ شہید ہوگئے تو اس سے معلوم ہوا کہ امامت یزید جو امامت
جائرہ تہی صحیح نہوئی تو کوئی امامت جائرہ منعقد نہوگی لعدم الفصل فیہا - بندہ
عرض کرتا ہے کہ خود اس دلیل سے بالبداہت یہہ امر ثابت ہے کہ امامت مین جیسا مناقشہ
کرنا امام معصوم کا دلیل اور قرینہ اوسکے بطلان اور عدم انعقاد کا ہے اسیطرح تسلیم
امامت اور مناقشہ نکرنا دلیل اوسکی صحت کی ہے علی الخصوص ایسی حالت مین ترک
مناقشہ کرنا کہ حالت عدم عجز اور خوف کی ہو - اب ہم ائمہ کی حالات کو دربارۂ تسلیم
خلافت کی نظر تفصیل سے دیکہتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر نے زمانہ خلفاء ثلثہ
مین اونکی خلافت کو تسلیم کیا اور یہہ تسلیم و انقیاد بسبب عجز و بیچارگی و خوف کے نہین تہا
بلکہ اعتقاد سے تہا کہ یہہ خلافتین مطابق رضاء خداوندی کے شانہ واقع تہین چنانچہ یہہ امر
آپکے اون بعض خطبون سے جو نہج البلاغہ مین شریف رضی نے جمع کیے ہین بصراحۃ درج ہے

وہ خطبہ یہہ ہے ومن کلام لہ لما عزموا علی بیعۃ عثمان لقد علمتم انی احق بہا
من غیری واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی
خاصۃ التماسا لاجر ذلک وفضلہ وزھدا فیما تنافستموہ من زخرفہ
وزبرجہ ۔ اسیتھے اس خطبہ سے مثل آفتاب روشن ہے
کہ جناب امیر نے باوجود اپنے دعوے احقیت الخلافہ کے جسکا مدار حسب مزعوم امامیہ وجود
نص وعصمت وافضلیت پر ہے خلافت غیر اہل کو تسلیم فرمائی اور قسم خدائے پاک کی کہا کر
فرمایا کہ مین جبتک مسلمانون کے کام درست رہینگے اور بجز میری ذات خاص کے کسی پر جور وظلم
نہوگا اوسوقت تک خلافت کو تسلیم کرونگا اور اوسمین چون وچرا نہ کرونگا تو اس سے صاف
جو آپ کا منشا ظاہر ہوتا ہے یہہ ہے کہ اگر مسلمانون کے اوپر اس خلافت مین جور ہوا اور انکی
حق تلفی ہوئی تو اوسوقت مناقشہ کرونگا اب دیکھا چاہیئے کہ جناب امیر کے اس ارشاد سے
مذہب تشیع پر کیسی کچہ آفت وبلا نازل ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ جناب امیر نے اخیر زمانہ خلافت تک
اوسمین مناقشہ اور منافسہ نہین فرمایا اور کچہہ چون وچرا نہین کی اور پہلی دونون خلافتون
مین حقیت کا بہی نام نہین لیا اور ہمیشہ سر تسلیم خم رکہا اور یہہ تسلیم کچہہ عجز اور بیچارگی اور تقیہ
کے وجہ سے نہی کیونکہ اگر عجز اور بیچارگی کے وجہ سے ہوتی تو ما سلمت امور المسلمین
ولم یکن الخ بالکل مہمل ہوجائیگا بلکہ یہہ سکوت وتسلیم حقیہ خلافت کیوجہ سے تہا اور اس وجہ سے
تہا کہ خدا اور رسول کیطرف سے حکم سکوت وتسلیم تہا چنانچہ فاضل بحرانی نے اپنی شرح
مین دوسری جگہ لکہا ہی وانہ کان معہودا علیہ ان لا ینازع فی امر الخلافۃ پہر اگر

منجملہ آپ کی کلام کے جبکہ لوگون نے عثمان کی بیعت کا قصد کیا بیشک تم جانتے ہو کہ مین بہ نسبت
دوسرے کسی شخص کے احق بالامامت ہون اللہ کی قسم مین تسلیم کرونگا جبتک مسلمانون کے امور سلامت
رہینگے اور اوسمین بجز میری ذات خاص کے کسی پر ظلم نہوگا اسکے اجر اور بزرگی کی طلب کیلئے اور
جسکی زینت اور خوش آیندگی مین تمنے رغبت کی ہے اوسمین بے رغبتی کے سبب سے ۔۱۲

ان خلافتوں مین کسی پر جور ہوتا تو ضرور جناب امیر مناقشہ فرماتے کیونکہ آپنے فرمایا کہ اوس وقت تک خلافت تسلیم ہے جب تک کسی پر جور نہو تو جناب امیر کی تسلیم و عدم مناقشہ کی وجہ سے ثابت ہوا کہ یہہ خلافتین منعقد نہین بلکہ اس سے یہہ بہی ثابت ہوا جو کچھہ تو وہ تو وہ روایات متضمن کمال ظلم وجور کے جو خلفاء رض کے ہاتہون اہلبیت رض پر یا صحابہ مقبولین پر ہوئے بشہادت جناب امیر کے کذب و زور و افترا و بہتان ہین چنانچہ ہم شرح کبیر ابن میثم سے ملخصاً احداثات عثمان رض نقل کرتے ہین۔ واما الاحداثات المنقولۃ عندنا المشہورۃ منہا عشرۃ الاولی تولیۃ امور المسلمین من لیس اہلا من الفساق مراعاۃ للقرابۃ دون حرمۃ الاسلام کالولید بن عقبۃ وسعید بن العاص وعبد اللہ بن السرح۔ الثانیۃ ردہ للحکم بن ابی العاص۔ الثالثۃ انہ کان یوثر اہلہ بالاموال العظیمۃ الرابعۃ انہ حمی الحمی الخامسۃ انہ اعطی من بیت مال الصدقۃ المقاتلۃ وغیرہا السادسۃ انہ ضرب عبد اللہ بن مسعود السابعۃ انہ جمع الناس علی قراءۃ زید بن ثابت واحرق المصاحف الثامنۃ اقدام علی عمار بن یاسر بالضرب التاسعۃ اقدامہ علی ابی ذر حتی نفاہ الی الربذۃ العاشرۃ تعطیل الحد الواجب علی عبید اللہ بن عمر فانہ قتل الہرمزان مسلما انتہی اب ان احداثات کو دیکہکر ہر شخص سمجہہ سکتا ہی کہ یہہ احداثات ظلم اور جور ہین بعض انمین سے عموماً حقوق اہل اسلام پر جور و تعدی ہے اور بعض خاص کبار صحابہ پر لیکن حضرت امیر کی ذات خاص کے متعلق انمین سے کوئی نہین ہی اگر فی الواقع انکا وقوع صحیح ہوتا تو ضرور تہا کہ حضرت مناقشہ فرماتے اور جب آپنے تسلیم مین آخر تک سکوت کیا تو یون سمجہا

لہ اور ہمارے نزدیک منقولہ دس ہے اینین مشہور دس ہین اول نالایقون فاسقون کو بسبب رعایت قرابت کی بدون حرمت اسلام کے امور مسلمین پر متولی کرنا جیسا ولید بن عقبہ اور سعید بن العاص اور عبد اللہ بن سرح دوسری حکم بن ابی العاص کو لوٹا لینا تیسرے اپنی لوگونکو اموال عظیمہ کیساتھ مخصوص کرتے تہی چوتہی انہونے چراگاہین روکدین پانچوین بیت المال سے مقاتلہ وغیرہ کو دیا چہٹی عبد اللہ بن مسعود کو مارا ساتوین لوگونکو زید بن ثابت کی قرات پر اکتفا کرنے باقی مصاحف کو جلا دیا آٹہوین عمار بن یاسر کو پٹوایا نوین ابوذر کو زبذہ کیطرف جلاوطن کردیا دسوین احد کو جو عبید اللہ بن عمر پر سبب

[illegible]

نہیدین کی تو معلوم ہوا کہ یہ احداثات محض ان جلیسی حضرات کے محدثہ و مخترعہ ہین جو لغو والا عن الحمد ہین اور جنکی مونہہ پر تیغ ہیتاب کیا تھا اور فی الواقع ایسی لغو بات کے اثبات لیسی ہی لوگ چاہیے اور شارح ابن میثم نے اسکا کسیقدر اثبات کیا اور بعد بیان احداثات محدثہ یہ لکھا وقد اجاب الناصرون لعثمان عن ہذہ الاحداثات باجوبہ مستحسنۃ دعی مذکورۃ فی المطولات ابہم مثل علیکو اب رجوع کرتے ہین اور گذارش کرتے ہین کہ ابن میثم بحوالہ دوسرے خطبہ کے شرح مین جسکا عنوان یہہ ہے - ومن کلام لہٗ لما ارید علی البیعۃ بعد قتل عثمان دعونی والتمسوا غیری الخ فرماتے ہین قولہٗ[۲] وان ترکتمونی فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم ای کست کاحدکم فی الطاعۃ لامیرکم بل لعلی اکون اطوعکم لہ ای بقوۃ علمہ بوجوب طاعۃ الامام - خدا کے لیے کوئی عاقل منصف ان نصوص صریحہ کو دیکھے کہ جناب امیر حسب تقریر و اعتراف ابن میثم کس وضاحت کے ساتھہ فرما رہے ہین کہ مجکو چھوڑ کر جسکو تم امام بناؤ مین بھی تم مین کا ایک ہون جیسی تم پر اسکی اطاعت واجب ہوگی ویسی ہی مجپر بھی واجب ہوگی بلکہ امید ہے کہ مین بہ نسبت تمہاری زیادہ مطیع و فرمانبردار ہون کیونکہ جب امام واجب الاطاعت ہے تو مین اوائی واجب مین زیادہ ساعی ہونگا اسلیے کہ اطاعت امام کے وجوب کا علم آپکو سب سے زیادہ تہا اب فرمایئے کہ اگر امامت منعقد ہی نہین ہوئی تو وجوب اطاعت اور وہ بھی امام منصوص و معصوم مفترض الطاعت پر کیسا اور امام معصوم کی اطاعت مین مثل عوام کے ہونے کے کیا معنی یہان بھی ذرا دیکھیگا کہ حضرت نے تعیین

---

[۱] اور قتل کی بابت عثمان کے حامیوں نے عمدہ عمدہ جواب دیے ہین جو کہ بڑی بڑی کتابوں مین مذکور ہین[۱]

[۲] قولہٗ وان ترکتمونی یعنی اگر تم مجکو چھوڑ دوگے تو مین تم کو ایک جیسا ہون ارشاد مین زیادہ سننے والا اور اطاعت کرنے والا ہون جسکو تم اپنی امیر کا متولی بناؤ یعنی مین تم مین کا ایک جیسا ہون تمہارے امیر کی فرمانبرداری مین بلکہ شاید مین تم سے زیادہ مطیع ہون یعنی بسبب اسکے کہ امام کی طاعت کی وجوب کو خوب جانتا ہون

بیان کیا ہی سب کلمہ شریفی سبحان اللہ فہو انصاف ہماری فاضل مجیب پر بس ختم ہو چکا جناب
امیر کے اس ارشاد نے ہر ستہ شر الکہ نفی عصمت و نہایت کا بھی بیخ و بن سے استیصال
کر دیا اور بخوبی ثابت کر دیا کہ اہل حل و عقد جسکو امام بنا دین وہی امام ہے اور واجب الاطاعت
اور بنا بر ہے کہ حسب اصول امامیہ درمیان امامت بارہ اور امامت فاجرہ کے اور کوئی واسطہ
نہین ہی بلکہ جو امامت کہ غیر منصوص و معصوم کے واسطے ثابت ہوگی کالشمس کان وہ امامت
فاجرہ ہو گی کیونکہ امام معصوم کا حق اسمین غصب ہوا ہی اور جناب امیر نے اپنی ارشاد مین
امارت اور امیر کو حصر فرما دو قسمون مین محصور فرمایا ہی لابد للناس من امیر بر او فاجر اور ہر ایک
قسم کا حکم جدا ہی امارت بارہ راشدہ خلافت عادلہ ہوگی اور امارت فاجرہ امارت جابرہ ہو گی
اسی طرح امیر بار خلیفہ راشد و امام عادل ہوگا اور فاجر جابر ہوگا اس مسئلہ مین بہی ہم
فاضل بحرانی نے یہی حکم مقرر کر دیے ہین وہ اس خطبہ ناحیہ کی شرح مین فرماتے ہین
ومما یؤید ذلک[۱] ان اکثر الخلق متفقون علی ان امراء بنی امیة کانوا فجارا عدا
رجلین او ثلثة کعثمان وعمر بن عبد العزیز اور جب یہ فاجر ہین تو امارت انکی امامت
امامت بارہ ہوئی جو امارت راشدہ کے مرادف ہی پس عصمت و غیرہ شرائط بالکل باطل ہو گئی
اگرچہ اس معروض مین کسیقدر طول ہوگیا ہی مگر اسقدر اور گذارش ہے کہ امامت مطلقہ
خواہ عادلہ ہو یا جابرہ آپ بہی اسکو اشد ضروری ہونے کے قائل ہین کہ دنیا دی مصالح
عباد کے اوسکی ساتھ منوط و مربوط ہین بدون اوسکی انتظام ممکن نہین ہے اوسکی حالت
یہہ ہی کہ اگر اوسکی نزع و خلع کا نام ہی لیا جاوے تو اوسمین ایسی ایسی نوائر فساد کا مشتعل
ہونا یقینی ہے کہ جسمین بحیثیت دین و دنیا کے ضرر و نقصان ہے اور دین کی حیثیت کو
بہی جب ہم نظر کرتے ہین تو اوسمین بہ نسبت ضرر کے فائدہ زیادہ ہے اگر نقصان ہی

[۱] اور اوسمین سے جو اوسکی تائید کرتا ہے یہہ ہی کہ اکثر مخلوق اسپر متفق ہین کہ امراء بنی امیہ بجز دو تین
شخصونکی مثل عثمان اور عمر بن عبد العزیز کے فاجر تہی ۔ ۱۲

تو خاص انکی ذات کی واسطے ہے اور جبکہ ائمہ اور مجتہدین و علما احیاء مراسم دین و اجرای شعائر
اسلام مین مشغول ہین تو انکی فسق و فجور سے اسلام مین ضرر کا اندیشہ نہین چنانچہ خود فاضل
بحرالعلوم نے اپنی شرح مین اسکی بہی شہادت[1] دیتی ہین ومما یؤید ذلک ان اکثر الخلق
متفقون علی ان امراء بنی امیۃ کانوا فجارا عدا رجلین او ثلثۃ کعثمان وعمر بن
عبد العزیز وکان الفئ یجمع بہم والبلاد تفتح فی ایامہم والثغور الاسلامیۃ
محروسۃ والسبل آمنۃ والقوی ماخوذ بالضعیف ولم یضرہم شیئا فی تلک
الامور پس جب فجار کے امامت مین یہہ امور مثل سداد ثغور و بناء قناطر و جسور و تجہیز جیوش و فتح
بلاد و قلاع و جمع فئ و امن طرق و فصل خصومات علی الحق ہوتے ہین تو انکی فجور سے
اسلام مین کوئی ضرر شدید نہ پہنچا تو انکی امامت کو وہ فاجر ہی سہی باعتبار دنیا کے
تو حسب اعتراف فاضل مجیب لابدی ہے لیکن باعتبار دین کے بہی اوسکی منافع
اوسکی مضار سے بہت زیادہ ہین تو ایسی ضرورت کی حالت مین جبکہ وہ لابدی ہوا اور سوا اوسکے
گزیر نہو بروی عقل ہرگز جائز نہین کہ اوسکو غیر منعقد کہا جاوے اور اوسکی ساتھ جہاد کو
ناجائز اور اوسکی فئ کو حرام اور اوسکی اطاعت کو جو امور موافق شرع مین ہو معصیت اور
ناجائز قرار دیا جاوے سبحانک ہذا بہتان عظیم تو جب بروی عقل اوسکا واجب ہونا
ثابت ہوا تو حسب قاعدہ امامیہ اگر شرع سے اوسکی حرمت اور عدم جواز کا حکم صادر ہو تو
لازم آوی کہ معاذ اللہ خدا تعالے نے قبیح کا حکم کیا اور ترک اصلح و لطف فرمایا کیونکہ اوسوقت اصلح
و لطف یہہ ہی تہا کہ اوسکی جواز و رخصت انعقاد کا ضرورۃ حکم دیا جاتا تعالی شانہ عن
ذلک علوا کبیرا پس اس تمام گفتگو سے ثابت ہوا کہ حضرت نے اس خطبہ مین جس حکم تعیش کی

---

[1] اور منجملہ اون چیزون کی جو اوسکی تائید کرتا ہے یہہ ہی کہ اکثر مخلوق اسپر متفق ہین کہ امرا بنی امیہ فجار تہی سوا دو تین شخص کی جیسے
عثمان اور عمر بن عبد العزیز فاجر تہی اور انکی سبب اموال فئ جمع ہوتے تہی اور بلاد انکی ایام مین فتح ہوتی تہی اور اسلامی
سرحدین محفوظ تہین اور رستے امن تہی اور قوی ضعیف کے حق کے عوض پکڑا جاتا تہا اور انکی فجور سے اسلام کو کچہ نقصان نہین پہنچایا تہا —

نہین فرمایا بلکہ حاکم شرعی ہی بیان فرمایا ہی تو اوس سے ثابت ہوتا ہی کہ عصمت امامت کی کوئی شرط نہین ٹھہرا جب ہم ان ہی الفاظ مین تامل کرتے ہین اور قطع نظر دوسری واضح عبارات سے جو ادپر بیان کرائی ہین دیکھتے ہین تو بداہتہً سمجھ مین آتا ہی کہ عصمت امامت کے لیے شرط نہین کیونکہ جناب امیر نے منحصر فرمایا کہ یا امام نیک ہوگا یا امام فاجر ہوگا مسلماً فاجر کی امامت ناجائز اور غیر منعقد ہی لیکن امامت بر و نیک تو ضرور جائز درا شکلہ ہی کیونکہ خلوان دونون سے جائز نہین اور ظاہر ہی کہ نیک کے واسطے یہ ہی کچھ لازم نہین ہے کہ وہ معصوم ہی تو مطلق بر کی امامت جائز و منعقد ہوئی جو معصوم و غیر معصوم کو شامل ہی تو اگر بالفرض فاجر کی امامت صحیح ہوتا ہم ہمارا استدلال اس عبارت سے بے غبار ہی اور اس عبارت سے بطلان عصمت کالشمس فی النصف النہار والحمد للہ علی ذلک اس بحث کے تفصیل مین ہمکو اور بھی گنجایش ہی اور مضامین ذہن مین ہین لیکن خوف تطویل اجازت نہین دیتی اگر موقع ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقع پر عرض کرین گے یا رباقی صحبت باقی

قولہ جناب امیر علیہ السلام کے اس قول کی مثال یہہ ہی کہ لابد للناس مین قوت اور قوت عام ہے حلال او حرام سے اگرچہ شرع حرام کی اجازت نہین دیتی مگر انسان کو قوت لابد ہی اگرچہ حلال سے حاصل کری شرع کی پابندی کے ہو اور اگرچہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہے اسیطرح امام شرعی کے عصمت وغیرہ شرائط جو بدلائل شرعیہ و عقلیہ ثابت ہین اگر ایسی امام کی اطاعت کرین اور اوسکو امام مانین تو شرع کی پابندی کی ہو ورنہ چونکہ حاکم سے چارہ نہین کسی نہ کسیکو ضرور حاکم و امیر کرینگے جیسا کہ خوارج لیام نے باوجود انکار نہ نے آخر کو حاکم کیا

اقول اسموقع پر ہماری فاضل مجیب نے مثال قوت کی تحریر فرمائی اور قوت کو تشبیہ علیہ قرار دیا یہہ بعینہ ہماری مدعا کی موید ہی اور فاضل مجیب اسکی نقل مین مستمدا ق مثل مشہور ہو کالباحث عن حتفہ بظلفہ کے ہین تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ امام سلطان کا لابدی ہونا جناب امیر کی شہادت اور جناب مجیب کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہی کہ لوگونکو

وہ علی الامر لابدی نیک ہو اگر نیک میسر نہو سکے تو فاجر ہی ضروری ہی کیونکہ احد ہما سے گزیر
اور جب اسکا لابد ہونا ثابت ہوا لاچاری اور ضرورت کے وقت مین اوسکا انعقاد بطور
رخصت بلکہ حسب روایات امامیہ اوسکی صحت اور اوسکا جواز انعقاد بطور وجوب عزیمت کے
ہوگا کیونکہ مقیس علیہ اسکا قوت ہے کہ لابد للناس من قوت من حلال کان او حرام پس اگر
انسان کو قوت حلال میسر نہو اور مضطر ہو قوت حرام کی طرف تو بشہادت نص صریح
قرآنی جو چند جگہ کلام مجید مین ارشاد ہی تناول حرام اوسکی لیے جائز ہے[1] جیسا کہ فرمایا ہے فَمَنِ اضْطُرَّ
غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ[2]
فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ بلکہ حسب تنصیص روایات شیعہ ایسی حالت مین اوسپر فرض ہے کہ حرام کو
قوت بنا دے اور اگر اوسنی حرام سمجھکر ترک کیا اور مرگیا تو کافر مرا کیونکہ حق تعالے نے جس چیز کو
اوسکے حق حلال فرما دیا تھا اوسکو اوسنے حرام سمجھا تفسیر صافی مین تحت تفسیر قولہ تعالے
فمن اضطر جو روایت لکھی ہے اوسی پر اکتفا کرتا ہون[3] فی الفقیہ عن الصادق فمن
اضطر الی المیتۃ والدم ولحم الخنزیر فلم یاکل شیئا من ذالک حتی یموت فہو
کافر اب ہم اسی حکم کو جو مقیس علیہ مین موجود ہے مقیس یعنی امامت مین جاری کرتے مین جیسا صدوق نے
وکذالک من اضطر الی الامامۃ الفاجرۃ فلم یقبلہا ولم ینعقد لہا حتی مات
فہو کافر[4] یعنی اگر کوئی شخص امامت فاجرہ کیطرف مضطر ہوا اور اوسکو حرام سمجھکر اوسکا منعقد
منعقد نہوا اور نالے یہانتک کہ مرجاوے تو وہ شخص کافر ہے کیونکہ جس چیز کو خداوند تعالے نے
اوسکو لیے حلال فرما دیا اوسکو اوسنے حرام سمجھا اور مقابلہ حکم خداوندی اپنی عقل کو دخل دیا تو مستحق کفر ہوا

---

[1] پہر جو شخص مضطر ہو۔ بے حکمی کرتا ہے ۔ زیادتی کرتا ہے تو اسپر گناہ نہین ۱۲ [2] پہر جو شخص لاچار ہو بہوک مین نہ گناہ پر ڈہلتی والا تو اللہ بخشنی والا مہربان۔ [3] فقیہ مین امام صادق سے مروی ہے جو مردار اور خون اور خنزیر کے گوشت کیطرف مضطر ہو اور کچہ نہ کہاوے یہانتک کہ وہ مرجاوے وہ کافر ہے ۔ ۱۲ [4] اسیطرح جو امامت فاجرہ کیطرف مضطر ہو اور اوسکو قبول نکرے اور منعقد نہو یہانتک کہ مرجاوے وہ کافر ہے ۔ ۱۲

تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ ضرورت و اضطرار کے وقت مین شریعت تناول قوت حرام کی رخصت و اجازت دیتی ہی بلکہ فرض فرماتے ہین اور اوسکے تارک و منکر کو کافر کہتی ہی تو اوسنے جب ایسی حالت مین قوت حرام سے کیا تو عین اتباع شرع کیا اور اگر حلال کے انتظار و تلاش مین رہا اور اوسکو ترک کیا تو سراسر مخالفت شریعت کے اور کا قدر مراد ظاہر ہی کہ حکم امامت بہ نسبت اکل کے اکد و اہم ہی تو امامت کی ضطرار کے صورتین مین اوسکا انکار یا الاد لے منجر بکفر ہوگا پہر ہماری مجیب کا یہہ ارشاد کہ اگر وجہ حرام سے ہو تو خلاف شرع ہی یا نخن فیہ مین سراسر غلط ہی منشا اوسکا یہہ ہی کہ آپکو با اینہمہ ادعائی ہمہ دانی اپنی گہر کے بہی خبر نہین ہے۔ الحمد للہ کہ جو مثال آپنے اپنی مدعا کے ثبوت مین پیش کے تہی وہ ہی اوسکی مکذب ہوا اور خود جناب پر منقلب ہوگئی۔ الحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً —

قال الفاضل المجیب قولہ۔ اگر شک ہو تو نہج البلاغۃ نکال کر دیکہہ لیجیے اور انصاف سے فرمایئے کہ آپکا دعوی سچا ہی یا امیر المومنین رض کا ارشاد سچا ہی۔ اقول۔ بے شک یہہ نہج البلاغۃ مین ہی اور جناب امیر علیہ السلام کا یہہ ارشاد سراسر رشاد و عین صدق محض و حق ہے مگر آپ اسکا مطلب نہین سمجہے اور گستاخی معاف کلمہ حق یراد بہا الباطل کا مضمون سمجہے صادق ہے بقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی جب یہہ ارشاد جناب امیر جو نہج البلاغۃ مین منقول ہے محض صدق اور عین حق ہے اور ہمنے بدلائل صحیحہ ثابت کردیا کہ اسکا مطلب بہی وہی ہی جو ہم سمجہے اور جو کچہہ آپنے سمجہا تہا وہ غلط اور آپکے اصول کے برخلاف تہا تو انصاف سے فرمایئے کہ کلمہ حق یراد بہا الباطل کس پر صادق آیا اور اسکا مصداق کون ہوا چنانچہ اگر اس گذارش کو بہ پیروی عقل و انصاف ملاحظہ فرماینگی تو آپ کو بہی اسکی بخوبی تصدیق ہو جائیگی۔ قولہ اور چونکہ ہمارا دعوی جناب امیر و رسول خدا و دیگر ائمہ ہدی علیہم السلام کے اقوال سے مقتبس ہی بیشک سچا ہی اقول فیہ ہمارا بہی دعوی آپکے زعم مین اقوال جناب امیر و رسول خدا و ائمہ ہدی سے مقتبس اور سچا

ہوں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع آپکا اقتباس صحیح ہو بلکہ فی الحقیقت آپکا اقتباس غلط ہے چنانچہ ہم دلائل سے ثابت کر چکے اگر اسی طرح ہر ایک فرقہ کے دعوی اقتباس کو مطابق واقع سمجھا جاوے تو خوارج بھی کہتے ہیں کہ ہمارا دعوی خدا و رسول خدا کے ارشاد سے مقتبس ہے بلکہ یہود و نصاری و مجوس وغیرہ تمام اہل ملل یہی کہتے ہیں کہ ہمارا دعوی خدا و رسول کے کلام سے مقتبس ہے پھر معلوم نہیں کہ جناب کو انکی تسلیم کرنے میں کیوں انکار ہے پس جو جناب اپنے انکار کے وہان دلیل قائم کریں وہی دلیل یہان بھی سمجھ لیں۔ ہان جناب میر صاحب آپنے شروع جواب میں یاد آتا ہے کہ ہم نے بعض فرمایا تھا کہ ہمنے اپنے خطبہ میں جو تقدیم آل کے صلوۃ و سلام میں اصحاب پر کی تھی تو آپنے فرمایا تھا کہ یہہ خلاف مذہب اہل سنت کے ہے کیونکہ باعتبار مذاہب اہل سنت کے تقدیم اصحاب کے آل رسول پر چاہیے اور وجہ اسکی یہہ ہے کہ آپ کے نزدیک تقدم فی الذکر مستلزم تقدم فی الرتبہ کو ہے پس اس جگہ جو آپنے رسول خدا پر جناب امیر کو مقدم فرمایا کیا آپ کے نزدیک جناب امیر رسول خدا سے من حیث الرتبہ افضل ہیں جیسا کہ یہہ تقدم حسب زعم سامی مقتضی ہے اگرچہ آپکی بہت سی روایات سے مستنبط ہوتا ہے کہ جناب امیر جیسا تمام انبیا سے حسب اعتقاد شیعہ افضل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں لیکن چونکہ ہمنا لی طور پر خاص حضرت کی نسبت اسکا انکار کیا ہے اور عبارت اس مضمون کے متعلق ہم پہلے نقل کر چکے ہیں تو اسلیے دریافت کر لیا گیا

قولہ اور حاشا کہ ہمارا دعوی اور اس ارشاد میں کسی قسم کی کچھ لغت ہو مردود بجائے خود ہیں

اقول یہہ صرف جناب کا زعم ہے ورنہ واقع میں جناب امیر کے ارشاد اور آپکے دعوی میں سراسر تناقض و تخالف ہے کیونکہ جناب امیر کا ارشاد ضرور مستلزم عبارت کی صحت کو مقتضی ہے اور آپکا دعوی اوسکی عدم صحت کو مقتضی پس جانا کہ آپکے دعوی اور جناب امیر کے ارشاد میں باہم توافق ہو نقیضین کا

اجتماع باتفاق وحدات ثمانیہ محال ہے اور جناب امیر کے ارشاد مین تو کچھ تردد نہین ہے ہان آپکا دعوی باطل ہے کیونکہ اگر آپکا دعوی صحیح ہو تو جناب امیر کا ارشاد غلط ہوگا پس ہر دو کا میں خود درست کسیطرح نہین ہو سکتی قولہ آپ عقل سے علم سے ذرا بہی کام لین اقول بحول اللہ وبفضلہ ہمنے تو اپنے عقل وعلم وانصاف خدا دادسے کام لیا تہا مگر افسوس کہ آپنے اسپر عمل نفرمایا اور گستاخی معاف آیت اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم کا مضمون آپپر صادق آیا اور ہم اب بہی اپکے شکر گذار ہی ہم عامل ہین اور جو کچہہ عرض کرتے ہین وہ اپنی علم وعقل وانصاف سے کام لیکر عرض کرتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ خداوند تعالے جناب کو بہی توفیق عطا فرماوے آمین اللہم آمین ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین قال الفاضل المجیب۔ قولہ اسکے بعد فرمایا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب مین کیا ارشاد فرمایا اگر اس کلام کے موافق ہے تو جناب بالوفاق اور اگر مخالف ہے تو کسکو حق کہیگا اور کسکو باطل کیونکہ باب تاویل مسدود ہے۔ اقول کلام بلاغت نظام جناب امیر علیہ السلام کے معنی اور اصلی مراد وغرض ہولی آپکا شبہ رفع کیا اور اپنی دعوی شرائط ثلثہ کو آپکی ہی علما مستند کی کلام سے ثابت کردیا یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی جناب امیر رضی اللہ عنہ کی کلام کے معنی اور اوس سے اصلی غرض جو کچہہ آپنے سمجہی ہے وہ جناب کے مزعوم پر ہی منحصر ہے صحت اور واقعیت سے اوسکو کچہہ مساس بہی نہین اور اس کلام سے معنی مذکورہ کو اصلی غرض سمجہنا قبیلہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ سے ہے اور شرائط ثلثہ کا بطلان تو ایسا جلی وبدیہی ہے کہ کسی عاقل پر مخفی نہین رہ سکتا علاوہ الحمد للہ جناب نے جسقدر ثبوت لکہا دیو تو بہا سب بہی لایعنی ہے جو کچہہ اوسمین گذارش کیا ہے اگر اوسکو بنظر انصاف ملاحظہ فرماینگے اور انصاف [illegible] رکہینگے تو خود ہی [illegible] اور اگر بہ نظر [illegible] دیکہینگے [illegible] تو [illegible]

حاضر ہین واللہ ہو الموفق **قولہ** آپ چاہتی ہین کہ جو ہمنی سوال مین دریافت کیا ہے
وہ ہمسی ہی پوچہین اور اس سے غرض آپکی یہہ معلوم ہوتی ہے کہ اسطرح بحث مین طول
ہو اور آپ اعتراض و شبہات کرتے رہین اور اصل سوال کے جواب سے ہی بچ جائین
اقول جب ہمنی جناب امیر کی ارشادات مسلمہ سامی سے آپکی شرائط ثلثہ اور مسئلہ امامت کا
ابطال کر دیا تو وہ سوال جو آپ ہمسی کرتے ہی آپ پر ہی منقلب ہوا اور آپکو ہی اوسکا
جواب دینا لازم ہوا پہر اگر ہمنی آپ سے دریافت کیا کہ حضرت نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا
یا اس باب مین کیا ارشاد فرمایا تو آپ اس سے کیون گہبرا گئے ہین اور اگر آپ اعتراضات
و شبہات سے ڈرتی ہین اور طوالت پسند نہین فرماتے تو قصہ مختصر کیجیی اور زبانی لمبانہ
گفتگو کیجیی جلد فیصلہ ہو جائیگا اور جب ہمنی آپکی شرائط کا بطلان مثل آفتاب نیمروز ثابت
کر دیا اور مسئلہ امامت مسلمہ سامی باطل ہو گیا تو ہمکو آپکے سوال کے جواب ہی کی کیا ضرورت
رہی اور جواب دہی سے بچنی کی کیا حاجت اگرچہ ہمکو مناسب یہہ تہا کہ ہم آپکی سوال کا جواب
اوسوقت لکہتی کہ جب آپ اپنی مسلمہ مسئلہ امامت کو اور اوسکی شرائط ثلثہ کو بدلائل ثابت فرماتے
حالانکہ اسوقت تک جسقدر دلائل مثبت شرائط ثلثہ تحریر فرمائے ہین وہ دلائل اون شرائط کو آپکے
اصول پر بہی ثابت نہین کرتے اور خصم کے اصول پر تو اوسکا ثبوت از قبیل محالات ہی
لیکن ہم انشاء اللہ تعالے حسب فرمائش ایماسن خاطر سامی خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کی
خلافت کا ثبوت عقلی و نقلی دلائل سے خدمت سامی مین ابہی پیش کرینگے تاکہ آپکو بہی حسرت
اعتراضات باقی نہ رہ جاوے فاستظہروا ولا تکونوا من المستعجلین **قولہ** اگرچہ ہم
اس سوال کا جواب بہی مفصل و مدلل دے سکتی ہین اور جب موقع آئیگا انشاء اللہ تعالے آپکو
بخوبی معلوم ہو جائیگا اور اگر آپ کچہہ انصاف و غور کرینگے تو سمجہہ جائینگی کہ ہمارا یہہ
دعوی زبانی ہی نہین ہے یہہ جواب جو لکہا گیا ہے نمونہ ہے مگر اسوقت حرف خیال
مذکورہ بالا سے اسکا جواب عرض کرنا مصلحت نہین جانتی **اقول** جسقدر جناب

تحریر فرمایا ہی وہ بے شبہ نمونہ ہی جس سے بخوبی آپکے مناظرہ دانی اور پایہ علم معلوم ہو سکتی

ہین یہہ ہی وجہ ہوئی کہ جب اس ہیچمدان نے آپکی علم و فہم کا اندازہ کرلیا تو آپکے جواب

کی لیی بکر است قلم اوٹھایا اور تمام دلائل کو فجعلنا ها حصیدا کان لم تغن بالامس کا مصداق

کردیا بلکہ نہ اس تحریر کو قابل جواب اور نہ جناب سامی کو اس حیثیت سی لایق خطاب سمجھا جاتا کی

یہہ ہی وجہ تہی کہ آپکے تحریر کا دوسری حضرات نے جواب تحریر نفرمایا جس سے دماغ سامی نےٗ

یہہ سمجھا کہ ہمچو من دیگری نیست اگر وہ حضرات پہلو تہی نفرماتے تو جناب کو یہہ حوصلہ

کبہی نہوتا پس عینی جہانتک انصاف سے دیکہا اور غور کیا مجکو تو یہہ معلوم ہوتا ہی کہ آپ

اپنی ضروریات دین اور اصول مذہب کو بہی ثابت نہین کرسکتی تو آپکا یہہ دعوی محض

زبانی اور تقلیدی ہے جسقدر مواقع آئی کہ جنمین آپنے بہت کچہہ زور لگایا جب اونمین

ہی آپ سے کچہہ نہوسکا تو اور کونسا موقع ہے کہ جسمین آپ کچہہ کرکے دکہلا وینگی آپ

کسی مصلحت سی اور کسی خیال سے جواب مین تعلل کیجی اور جان بچایئی لیکن جب کبہی

آپ کچہہ فرماینگی انشاء اللہ تعالے ایسی شکنجہ الجاٴت مین کہنچی جاینگی کہ راہ فرار تنگ ہوگی

الا ان حزب اللہ هم المفلحون وان جندنا لهم الغالبون۔ **قولہ** آپکے ارشاد

کی ہمنی تعمیل کردی اب آپ براہ مہربانی ہماری بہی عرض قبول فرماوین **اقول**

آپنے تو کیا ہماری گذارش قبول فرمائی اور کیا قبول فرماسکتی ہتی لیکن ہم آپکے حکم کی

تعمیل کرستے ہین اور خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کو بدلائل تحقیقیہ والزامیہ عقلیہ

ونقلیہ ثابت کرتے ہین ذرا تہوڑی دیر کے لیی انصاف دوست ہوکر سنین اور یہہ ہی

اختیار ہی کہ چاہی دشمن انصاف ہوکر مہر منیر کے نور پر خاک افشانی کرین جب ہمنی

تحریر نمونہ سے آپکی ذخیرہ علم و فہم کا بخوبی اندازہ کرلیا ہے تو ہماری نظر مین آپکی اعتراضات

ششہ جناب سے زیادہ وقعت نہین رکہتی تشتر یہ میات ما اجلب علینا مرحبات وسخیلات

آپ بیشک دل کہول کر اعتراضات قدیمہ وجدیدہ عقلیہ ونقلیہ جسقدر ہوسکتی لکہہ فرماوین

واضح ہو کہ اس رسالہ میں جسقدر دلائل کہ ہم مواقع مختلفہ میں لکھ آئی ہیں ان میں بہت دلائل
ایسی ہیں جو خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کو واضح طور پر ثابت کرتے ہیں
چنانچہ بعض جگہ ہم نی اسطرف اشارہ بھی کر دیا ہی لیکن چونکہ ہماری فاضل مجیب کے فرمائش
سے معلوم ہوتے ہیں کہ بحث اثبات خلافت جداگانہ مستقل طور پر ہو اسلیے ہم حسب
ارشاد سامی اس بحث کو مستقل طور پر لکھنے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں پس سنیے کہ ہم اول
معاملات فیما بین جناب امیر و خلفاء ثلثہ کو دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں تو اول ہر جلد آپ کے
باہمی محبت و عداوت کا ہی اہلسنت کہتے ہیں کہ یہ حضرات باہم یکجان و دل شیر و شکر
تھے نہایت محبت و الفت تے اللہ اور تواضع و تعظیم رکھتے تے اور ہمیشہ فضائل
و محامد بیان فرماتے تھی ہر ایک دوسری کا خیر خواہ دلی تہا - اور اگر مقتضائے بشریت
کبھی کسی مسائل میں دوستانہ شکر رنجی ہو جاتی تھی تو وہ زائل ہو جاتے تھی اور اوسکو کدورت میں
ہرگز دخل نہوتا تہا اور کبھی اختلاف بعض امور جو حسب حقانیت اختلاف جو پیدا ہوتا تہا جو انکی مراتب عالیہ کو کم
نکرتا تہا - حضرات شیعہ فرماتے ہیں کہ جناب امیر کے ساتھ انکو کمال عداوت تھی بلکہ
تمام اہلبیت نبوت کے ساتھ یہی حال تہا آپکا حق منصوص خلافت غصب کیا اور کوئی
دقیقہ تکلیف رسانی اور تذلیل کا اوٹہا نہیں رکھا یہانتک کہ قتل کا بھی قصد کیا تو لا محالہ جناب
کو بھی اونسی ایسی ہی بغض و عداوت تھی لیکن جناب امیر مظلوم و مخذول تھے اور ضعیف تھی
اسلیے ہمیشہ تقیہ کے پردہ میں انکے ساتھ خلا و ملا رکھتے تھے تقیہ کے طور پر کبھی کبھی
انکی تعریفیں بھی فرماتی تھی اور خلفاء ثلثہ بھی زمانہ سازی کے طور پر انکو اپنی شامل رکھتے تھے
اور ظاہری مدارات و تواضع و تعظیم سے دریغ نہیں کرتے تھی - لیکن جب ہم کتاب
کو دیکھتے ہیں اور روایات و واقعات میں تامل کرتے ہیں تو دعوی اہل سنت کا حق اور دعوی
شیعہ کا باطل پاتے ہیں - اما آیات پس اولاً خداوند علام الغیوب صحابہ کو خیر امت
ارشاد فرماتا ہے اور ظاہر ہی کہ اوسکی مخاطب وہی ہیں جو پہلے تھے جنکو حضرات شیعہ کرام

سمجھتے ہین بلکہ خطاب تمام صحابہ موجودین وقت نزول آیت کو عام ہی پس اگر یہہ سوء ناشئہ
اونسی قصداً صادر ہوتی جنکی صدور کا حضرات شیعہ دعوی فرماتے ہین تو صحابہ خیر امت نہوتی
بلکہ شر امت ہوتی کہ باوجود صدہا معجزے دیکھنے کے اور سالہا سال فیض صحبت نبوی اٹھانیکے
مرتکب ایسی اعمال شنیعہ کے ہوئی - ثانیاً موقع مدح و امتنان مین ارشاد فرمایا ہی هُوَ الَّذِي
أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلَّفْتَ
بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ[1] اگرچہ بحیثیت نزول یہہ آیت مخصوص با نصار ہو لیکن بحسب
قاعدہ العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب[2] تمام صحابہ کو عام ہے اور کمال مدح و امتنان
کو یہی زیادہ مناسب اور چسپان یہی ہے علاوہ ازین عقل سلیم کب یقین کرتی ہے
کہ خداوند تعالے انصار کے تو کینہ دیرینہ کو رسول کے اعانت کے واسطے نکال دے اور قریش کے
جو باہم اسقدر محارب نہ تھے دشمنی آپکے مخذول کرنے کے واسطے بغض و عداوت کے آگ بھڑکا دے
یہانتک کہ نوبت انتہا تک پہنچے تو جب خدا تعالے نے باہم اونکی دلونمین الفت ڈالدی تو اب یہہ کہنا
کہ عداوت اور بغض ایام جاہلیہ کے اونکی دلونمین کامن تھی جو وقت غصب خلافت
بروز کیا ہی - یہہ محض افترا خدا تعالے کو جہٹلانا ہی اور شیخ علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی
شرح نہج البلاغہ مین بیعت سقیفہ کی بارہ مین جو یہہ لکھا ہی فقام بشیر بن سعد الخزرجی
وکان یحسد سعد بن عبادۃ ان یصل الیہ ھذا الامر البتۃ[3] قبل الخطر اہل دین فرمایا ہی ثالثاً
حق تعالے شانہ سورۂ حجرات مین فرماتا ہے إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ
الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ
كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا[4] - اس آیت شریفہ مین

---

[1] اوسی نے تجکو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانون کا اور اونکے دلونمین الفت ڈالدی اگر تو خرچ کرتا جو کچھہ ساری دنیا مین ہی سب کا سب الفت نہ دے سکتا اونکے دلونمین لیکن اللہ نے الفت ڈالدی ۱۲ [2] لفظ کے عموم کا ہی اعتبار ہے نہ خاص سبب کا [3] بشیر بن سعد اٹھا اور وہ سعد بن عبادہ کا حسد کیا کرتا تھا کہ مبادا کہین اوسکی طرف امارت پہنچ جاوے [4] جب رکھی منکرون نے اپنے دلمین ضد نادانی کی ضد پھر اوتارا اللہ نے اپنی طرف کا چین اپنے رسول پر اور مسلمانون پر اور قائم رکھا اونکو ادب کی بات پر اور وہی تھے اوسکی لایق اور اوسکے کام کے اور ہی اللہ ہر چیز سے خبردار ۱۲

خداوندتعالے نے مدح صحابہ اسطرح فرمائی کہ جب کفار نے حمیت جاہلیہ اختیار کی تو اللہ نے
رسول پر اور مومنین پر تسلی نازل فرمائی اور کلمہ تقویٰ اونکو لازم کردیا اور وہ اوسکے ساتھہ احق اور
اوسکے اہل تہے اور خدا ہر چیز کو جانتا ہے پس غیر ممکن ہے کہ جب وہ ایسی اوصاف کے ساتھہ
ممدوح تہے تو اونمین حمیت جاہلیہ موجود ہو۔ غایتہ کوشش حضرات شیعہ کی ان نصوص
مین یہہ ہے کہ یہہ کہین کہ عمومات ان نصوص کے مخصوص ہا ئمہ ہین یا یہ بعض سے بولین صحابہ کے لیکن
چونکہ ایسی احتمالات جوناشی عن غیر دلیل ہر ایک نص مین پیدا ہوسکتے ہین اور خوارج بھی
بالمقابلہ یہہ ہی احتمال پیدا کرسکتے ہین اور خود نصوص کے عمومات انکو رد کرتے ہین
لہذا ہمکو اونکی ابطال کیطرف توجہ کرنے کی کچھہ ضرورت نہین۔ ۱۱ روایات پس اولا شیخ
ابن بابویہ قمی ملقب بصدوق خصال مین روایت کرتے ہین حدثنا ابی ومحمد بن الحسن
بن احمد بن الولید بن محمد بن یحیی العطار رضی اللہ عنہم قالوا حدثنا سعد بن عبداللہ
عن محمد بن الحسن بن الخطاب عن الحسن بن علی بن فضال عن علی بن عقبۃ عن
الحرب بن المغیرۃ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال جاء ابوبکر وعمر رضی اللہ
تعالے عنہم الی امیرالمؤمنین علیہ السلام حین دفن فاطمۃ علیہا السلام فی حدیث
طویل قال لہما فیہ اما اذ کہتما انی لم اشہد کما اشہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
فانہ قال لایری لی عورۃ غیرک الا ذہب بصرہ فلم اکن لاوذی کما بہ انتہی نقدلہ الحاجۃ
اس حدیث کو دیکہیے اور آخر جملہ کو ملاحظہ فرمائیے اوس سے کسقدر محبت شیخین کے ساتہہ ثابت
ہوتی ہے اور کیسی الفت ٹپکتی ہے جناب امیر کو یہہ گوارا نہوا کہ اونکی بینائی جاتے رہے

۱ ابن بابویہ نے بسند خود امام ابوعبداللہ سے روایت کی ہے فرمایا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم امیرالمومنین کی پاس
جبکہ فاطمہ کو دفن کیا۔ طویل حدیث مین ارشاد حضرت نے اون دونوں سے فرمایا تہی جو یہہ ذکر کیا کہ مینے تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
کی تجہیز وتکفین مین نہ بلایا سو اسکی وجہ یہہ ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ میری بدن پہنا کی کو بجز تیری کوئی نہ دیکہیگا مگر یہہ کہ اوسکی
جاتی رہیگی تو مین نہین چاہتا کہ تمکو اسکی ایذا پہونچاؤن ۱۲

اگر یہ امام حادث ہوتے اور شیخین نے حق خلافت غصب کیا ہوتا تو اس سے بہتر کوئی موقع
عداوت نکالنے کا اور اپنے حق کے لینے کا نہیں تھا شیخین کو حضرت کے تجہیز وغسل میں انکی
خواہش کے موافق شریک کرلیتے اور جب وہ نابینا ہو جاتے تو اوسوقت اپنا حق
بسہولت حاصل کرلیتے نہ لشکر کشی کی نوبت آتی نہ جدال و قتال کا ہنگامہ ہوتا بلکہ
کسی حیلہ و تدبیر کے بھی ضرورت نہ پڑتی وہی حضرت عباس جو اول بیعت کے لیے
آمادہ ہوئی تھی اب بھی وہی بیعت کرلیتے اور وہ بارہ آدمی جنہوں نے قصد کیا تھا کہ ابوبکر کو
منبر سے اوتار دینا چاہیے اور خلافت سوائے جناب امیر کے اور کسیکا حق نہیں چنانچہ مطابق
روایت صدوق کے سب برملا جا کر امر خلافت میں ابوبکر سے جھگڑے اور جو بارہ آدمی کہ
اوسوقت سب موجود تھے جب مزاحم کر میدان صاف دیکھتے پھر کسیکو سوائے جناب امیر
کیوں مقدم ہونے دیتے اگرچہ روایت طویل ہے تاہم اوسکی نقل خالی از فائدہ نہیں ہے
اسلیے ہم اصل روایت خصال سے نقل کرتے ہیں الذین انکروا علی ابی بکر
جلوسه فی الخلافة اثنا عشر عن زید بن وهب قال کان الذین انکروا علی ابی بکر
جلوسه فی الخلافة وتقدمه علی علی بن ابی طالب علیه السلام اثنا عشر رجلا من
المهاجرین والانصار کان من المهاجرین خالد بن سعید بن العاص والمقداد
ابن الاسود وابی بن کعب وعمار بن یاسر وابوذر الغفاری وسلمان الفارسی
وعبد الله بن مسعود وبریدة الاسلمی وکان من الانصار خزیمة بن ثابت
ذو الشهادتین وسهل بن حنیف وابو ایوب الانصاری وابو الهیثم

۱ زید بن وہب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے ابوبکر پر مسند خلافت پر بیٹھنے اور علی بن ابی طالب
پر سبقت کرنے کے بابت انکار کیا تھا بارہ آدمی مہاجرین و انصار سے تھے (مہاجرین میں سے خالد بن سعید بن العاص مقداد
بن اسود۔ ابی بن کعب۔ عمار بن یاسر۔ ابوذر غفاری۔ سلمان فارسی۔ عبداللہ بن مسعود بریدہ اسلمی تھے اور انصار میں سے
خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین۔ سہل بن حنیف۔ ابوایوب انصاری۔ ابوالہیثم ۱۲

ابن التيهان وغيرهم فلما صعد المنبر تشاوروا بينهم في امره فقال بعضهم هلا نأتيه
فننزله عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله وقال آخرون ان فعلتم ذلك اعنتم
على انفسكم فقال الله عز وجل ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة ولكن
امضوا بنا الى علي بن ابي طالب عليه السلام نستشيره ونستطلع امره فاتوا
عليا عليه السلام فقالوا يا امير المومنين ضيعت نفسك وتركت حقا انت اولى به
وقد اردنا ان ناتي الرجل فننزله عن منبر رسول الله صلى الله عليه وآله فان الحق
حقك وانت اولى بالامر منه فكرهنا ان ننزله دون مشاورتك فقال لهم
علي عليه السلام لو فعلتم ذلك ما كنتم الا حربا لهم ولا كنتم الا كالكحل
في العين وكالملح في الزاد وقد اتفقت عليه الامة التاركة
لقول نبيها والكاذبة على ربها عز وجل ولقد شاورت في ذلك اهل بيتي
فابوا الا السكوت لما يعلمون من وغر صدور القوم وبغضهم لله عز وجل
ولاهل بيت نبيه عليهم السلام يطلبون بثارات الجاهلية والله لو فعلتم
ذلك لشهروا اسيافهم مستعدين للحرب والقتال كما فعلوا ذلك حتى قهروني

سلہ ابن تیہان وغیرہ تھے۔ جب ابوبکر منبر پر چڑھے تو انہوں نے باہم اسکے معاملہ میں مشورہ کیا بعضوں نے کہا
کہ ہم کیوں نہ آکر اسکو حضرت کے منبر سے اتار دیں۔ دوسروں نے کہا کہ اگر تم ایسا کروگے تو تم لوگ اپنی جانوں پر
ستم کروگے اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے اپنے ہاتھوں کو ہلاکی میں نہ ڈالو لیکن چلو علی بن ابیطالب سے مشورہ کریں اور انکا
امر دریافت کریں علیؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے اے امیر المومنین تونے اپنی نفس کو ضایع کردیا اور تونے اپنے اوس حق کو جسکا
تو مستحق تھا چھوڑ دیا اور ہم چاہتے ہیں کہ اس شخص کے پاس جاکر اوسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اتار دیں
کیونکہ یہ حق تیرا حق ہے اور تو اسکے زیادہ مستحق ہے۔ نسبت اسکے اور ہمنے ناپسند سمجھا کہ اسکو بدون تیری مشورہ کے اتاریں
علی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ایسا کروگے تو تم اونکے لیے صرف لڑائی کے اور کچھ نہ ہوگی اور تم ایسے ہوگی جیسا آنکھ میں سرمہ اور کھانا میں نمک
[illegible]
[illegible]
[illegible]

سل

وغلبوني على نفسي ولببوني وقالوا لي بايع والا قتلناك فلم اجد حيلة الا ان
ادفع القوم عن نفسي وذلك اني فكرت قول رسول الله صلى الله عليه وآله يا علي
ان القوم نقضوا امرك واستبدوا بها دونك وعصوني فيك فعليك بالصبر
حتى ينزل الله الامر الا وانهم سيغدرون بك لا محالة فلا تجعل لهم
سبيلا الى اذلالك وسفك دمك فان الامة ستغدر بك بعدي
كذلك اخبرني جبرئيل عليه السلام عن ربي تبارك وتعالى ولكن ايتوا الرجل
فاخبروه بما سمعتم من نبيكم عليه السلام ولا تجعلوه في الشبهة في امره ليكون
ذلك اعظم للحجة عليه وابلغ في عقوبته اذا اتى ربه وقد عصى نبيه وخالف
امره قال فانطلقوا حتى حفوا بمنبر رسول الله صلى الله عليه وآله يوم الجمعة فقال
المهاجرون والانصار ان الله عز وجل بدا بكم في القرآن فقال لَقَدْ تَابَ
اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فبكم بدأ فكان اول من بدأ وقام
خالد بن سعيد بن العاص بادلة لبني امية فقال يا ابا بكر اتق الله فقد
علمت ما تقدم لعلي بن ابي طالب من رسول الله صلى الله عليه وآله الا تعلم ان

سل مغلوب کیا میری نفس پر اور مجکو نرم کیا اور کہا کہ بیعت کرلے ورنہ ہم تجکو مار ڈالینگے پس نہیں پایا مین نے کوئی حیلہ سوا اسکے کہ قوم کو
اپنی نفس سے دفع کرون اور وہ یہہ کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول مین فکر کیا کہ اے علی قوم نے تیرا امر توڑ دیا اور بدون
تیری اوسپر مستقل ہوگیی اور میری بابمین تیری نافرمانی کی تو تجکو صبر کرنا لازم ہی یہانتک کہ اللہ اپنا امر نازل کرے خبردار یہہ لوگ
میری بعد ضرور تیری ساتہہ غدر کرینگے تو انکی لیی کوئی راہ اپنی ذلیل کرنے اور خون بہانے کی مت دیجیو کیونکہ امت میری بعد
غدر کریگی مجکو جبرئیل نے پروردگار تعالے سے اسیطرح خبر دی ہے لیکن اس شخص کے پاس جاؤ اور جو کچہہ اپنی نبی
علیہ السلام سے سنا ہوا وسکو جتاؤ یقینی طور پر اوسکی امر مین تاکہ یہہ اوسپر جبکہ وہ اپنی رب کی نافرمانی اور اوسکی مخالفت
کرکے اوسکے پاس آئیگا بڑی حجت اور ابلغ فی العقوبت ہو کہا پس وہ چلی یہانتک کہ حضرت کی گہر کو جمعہ کے دن گہیر لیا
انصار نے کہا کہ اللہ تعالے نے قرآن مین پہلی تمکو ذکر کیا ہی اور فرمایا لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار تو تمہارا
ہی پہلی ذکر کیا ہے پس جو پہلی اول ابتدا کی اور بنی امیہ پر ناز کرکے اوٹہا خالد بن سعید بن العاص پہلا کہا ای ابوبکر خدا سے
ڈر تو جانتا ہے جو کچہہ علی بن ابی طالب کیلیی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گذر چکا ہے کیا تو نہیں جانتا ،،۔

رسول الله صلى الله عليه واله قال لنا ونحن مجتمعون في يوم بني قريظة وقد اقبل على رجال منا ذوي قدر فقال يا معشر المهاجرين والانصار اوصيكم بوصية فاحفظوها واني مود اليكم امرا فاقبلوه الا ان عليا اميركم من بعدي وخليفتي فيكم اوصاني بذلك ربي وانكم ان لم تحفظوا وصيتي فيه وتآزروه وتنصروه اختلفتم في احكامكم واضطرب عليكم امر دينكم وولي عليكم شراركم الا وان اهل بيتي هم الوارثون من بعدي والقائمون بامر امتي اللهم فمن حفظ فيهم وصيتي فاحشرهم في زمرتي واجعل لهم من مرافقتي نصيبا يدرك نور الاخرة اللهم ومن اساء خلافتي في اهل بيتي فاحرمه الجنة التي عرضها السموات والارض فقال عمر بن الخطاب اسكت يا خالد فلست من اهل الشورى ولا ممن يرضى بقوله فقال خالد بل اسكت يا ابن الخطاب فوالله انك لتعلم انك تنطق بغير لسانك وتعتصم بغير اركانك وان قريشا لتعلم انك الامها حسبا واقلها ادبا واخملها ذكرا واقلها من الله عز وجل ومن رسوله وانك لجبان عند الحرب بخيل في الجدب لئيم العنصر ما لك في قريش مفخر وسكت خالد فجلس ثم قام ابو ذر رحمة الله عليه الى آخر الحديث الطويل —

ف کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ ہم بنی قریظہ کے دن مجتمع تھے ہماری بڑی مرتبہ والے اگلی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ای گروہ مہاجرین وانصار کی جماعت میں تمکو ایک وصیت کرتا ہوں اوسکو یاد رکھو اور میں تمکو ایک امر پہنچاتا ہوں اوسکو قبول کرو۔ دیکھو علی بن ابیطالب میری بعد تمہارا امیر اور میرا جانشین تم میں ہے۔ مجکو میری پروردگار نے یہ وصیت فرمائی ہے اور تم اگر میری وصیت کو یاد نرکھوگے اور اوسکی مدد نکروگے تو اپنی احکام میں مختلف ہوگے اور تمہارے دین کا امر مضطرب ہوگا اور تمہاری شریر لوگ تمپر حاکم ہونگی۔ دیکھو میری اہل بیت ہی میری بعد میری وارث ہیں اور میری امت کے امر کے برپا رکھنے والے الہی جو لوگ میری وصیت یاد رکھیں انکا میری گروہ میں حشر فرما اور انکو میری رفاقت کا حصہ عطا فرما جس سے آخرت کا نور حاصل ہو اور جو اہل بیت میں میری بری جانشینی کرنے۔ اوسکو جنت سے محروم فرما جسکی چوڑائی آسمان وزمین میں عمر بن خطاب بولا ای خالد چپ رہ تو نہ اہل شوری سے ہے اور نہ اونمین سے جنکا قول پسندیدہ ہو۔ خالد نے جواب دیا بلکہ تو ہی چپ رہ ای ابن خطاب خدا کی قسم تو جانتا ہی کہ تو بغیر اپنی زبان کے بولتا ہی اور بغیر اپنی ارکان کے پناہ پکڑتا ہو۔ اور قریش جانتی ہیں کہ تو زیادہ مذمت کی قابل ہے حسب میں اور کمتر ادب میں اور کمتر ذکر میں خدا اور رسول سے اور تو لڑائی کے وقت نامرد ہے اور قحط میں بخیل ہے قریش میں تیری ایسی کوئی فخر نہیں اور خالد چپ ہو گیا اور بیٹھ گیا

اسیطرح زبانے حضرت صدوق شیعہ کے ہرایک نے اپنی اپنی بولیان بولی - ان حدیثون
جوکچھہ چھپا یا ہیکی زوایا مین ہین انکی استخراج کو حوالہ اذہان صافیہ اذکیا کرکے جسکو ہم دریجے
ہین اوسکو لکھتے ہین روایت سابقہ صدوق سے بدلالت واضحہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب امیر کو
شیخین کے ساتھہ کمال محبت والفت تہی اورکسی قسم کی عداوت ودشمنی نہین تہی نہ خلافت کو
اپنا ہی خاص حق سمجھتے تہے اور نہ شیخین کو غاصب خلافت سمجھتے تہے ورنہ اوس سے بہتر خلافت
لینے کا کوئی موقع نہ تہا کہ بدون شہر سیوف و ثوران فتن بسہولت ہاتہہ آتی تہی - ثانیاً حضرت
شیعہ کے صدوق نے خصال مین روایت فرمائی ہے حدثنا احمد بن جعفر المعمدانی
رضی اللہ عنہ قال حدثنا ابراہیم بن ہاشم عن ابیہ عن ابن ابی عمیرہ عن ہشام بن
سالم عن ابی عبد اللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم
اثنا عشر الفا ثمانیۃ الاف من المدینۃ والفان من غیر المدینۃ والفان من الطلقا
لم یر فیہم قدری ولا مرجی ولا حروری ولا معتزلی ولا صاحب رای کانوا یبکون
اللیل والنہار ویقولون اقبض ارواحنا قبل ان ناکل الخبز الخمیر
اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام جنکی مدائح ومحامد بیان کیگئی ہین بارہ ہزار تہے اب ہم پوچھتے ہین
کہ جسوقت بیعت سقیفہ واقع ہوا اور خلافت غصب ہوئی اوسوقت یہہ حضرات کہان تشریف
رکھتے تہے کیا معاذ اللہ یہہ حضرات بہی اون ہی مین سے ہین جو بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم کے مرتد ہوگئے تہے اور سوای ابوذر اور سلمان اور عمار اور مقداد کے روت سے کوئی نہین بچا تہا
بلکہ سوای مقداد کے کوئی بہی ایسا نہین ہے کہ جسکو شک ہوا ہو اور اوسکی دل مین کچہہ شبہ نہ ہوا ہو
پس اگر یہہ مرتدین مین سے ہین تو یہہ طویل وعریض مناقب ومحامد بالکل لغو وبیجا ہونگی جب انہون نے
امام حق سے انحراف کیا اور امام باطل کے اعانت وتائید کی تو انکی تمام اعمال صالحہ حبط وباطل
ہوگئی اور غصب خلافت کی اوزار انکی ظہور ورقاب پر رہی اگر یہہ لوگ امام برحق کو مخذول
کرتے اور اوسکی اعانت وتائید کرتے تو حق اپنی مرکز سے کیون متجاوز ہوتا تو جب امام

معصوم کے زبانی جو مامور باظہار حق تہی اونکی اسقدر مدح وثنا ہوئی تو قطعًا معلوم ہوا کہ یہہ
لوگ وہ ہین جو کل صحابہ مین سے ہین اور جو کاملین فی الایمان ہین تو ایسی حضرات موصوفین ممدوحین
کی نسبت محال ہے کہ وہ اہل بیت نبوت کی دشمن ہون اور امام حق کو مخذول کرین یا خلافت غصب کرنیکے درپی ہون
یا خود غصب کرین پہر بعد اسکی اگر حضرت شیخین رضی اللہ عنہما انہین داخل ہین جیسا کہ تعریف
و توصیف ائمہ سے جو حضور کی صحبت کے ساتھہ فرمائی واضح ہوا ہے کہ کہین انکو امامان عادلان فرمایا اور
کسی جگہ انکی عظمت اسلام مین بیان فرمائی اور کبہی صدیقون کے لقب سے مخاطبین کے تمدح فرمائی
اگر وہ انہین داخل ہین تو ہمارا مدعا حاصل ہے اور اگر بفرض محال شیخین ان بارہ ہزار مین داخل نہین
ہین تاہم ہمارا مطلب حاصل ہے کیونکہ بے شبہ یہہ جماعت بہی انکی معاونین مین سے بہی اور جبکہ
انکے تابع جماعت ممدوحہ کہی گئی وہ بہی لامحالہ ممدوح ہونگی تو جو ایسی محامد کے ساتھہ موصوف ہون انکی
نسبت بروی عقل سلیم خیال کر لینا چاہیے کہ انکو اہلبیت نبوت کے ساتھہ ولا و تمسک کسقدر
ہوگا اور اہلبیت کو انکی ساتھہ نظر عنایت و محبت کسدرجہ ہوگی ثالثًا جبکہ حضرت فاروق نے
غزوہ روم مین خود بنفس نفیس جانے کا قصد کیا اور آپ سے مشورہ کیا تو آپنے یہہ مشورہ دیا جو
نہج البلاغۃ مین موجود ہے ۔ ومن کلام لہ وقد شاورہ عمر بن الخطاب فی الخروج
الی غزو الروم وقد توکل اللہ لاہل ہذا الدین باعزاز الحوزۃ وستر العورۃ والذی
نصرہم وہم قلیل لا ینتصرون ومنعہم وہم قلیل لا یمتنعون حی لا یموت انک
متی تسر الی ہذا العدو بنفسک فتلقہم فتنکب لا تکن للمسلمین کانفۃ دون
اقصی بلادہم ولیس بعدک مرجع یرجعون الیہ فابعث الیہم رجلا محربا واحفز
معہ اہل البلاء والنصیحۃ فان اظہر اللہ فذاک ما تحب وان تکن الاخری
کنت ردءا للناس ومثابۃ للمسلمین ۔ انتہی اب اس مشورہ کے الفاظ مین غور
کرنا چاہیے اور اس سے اندازہ کر لینا چاہیے کہ باہم کسدرجہ اتحاد و نصح تہا اور جناب امیر جناب
فاروق کو کانفۃ المسلمین اور ردءا للناس و مثابۃ للمسلمین سمجہتے تہے اور آپ یہہ بہی خیال

کرستے ہیں کہ اگر حضرت فاروق شہید ہوگئے تو بعد آپ کے فوج اسلام کا کوئی مرجع و ملجا نہوگا اسیطرح جب حضرت فاروق رضہ نے خود بنفس نفیس فارس پر فوج کشی کا قصد کیا اور جناب امیر سے مشورہ فرمایا تو جناب امیر نے اوسکے جواب میں جو کچھہ فرمایا نہج البلاغۃ سے نقل کرتا ہوں

وہو کلام له ۵ وقد استشاره عمر بن الخطاب في الشخوص لقتال الفرس بنفسه ان هذا الامر لم یکن نصره ولا خذلانه بکثرة ولا بقلة وهو دین الله الذی اظهره وجنده الذی اعده وامده حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونحن علی موعود من الله والله منجز وعده وناصر جنده ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز یجمعه ویضمه فان انقطع النظام تفرق وذهب ثم لم یجتمع بحذافیره ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فهم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحی بالعرب واصلهم دونك نار الحرب فانك ان شخصت من هذه الارض انتقضت علیك العرب من اطرافها واقطارها حتی یکون ما تدع وراءك من العورات اهم الیك مما بین یدیك ان الاعاجم ان ینظروا الیك غدا یقولوا هذا اصل العرب فاذا اقتطعتموه استرحتم فیکون ذلك اشد لکلبهم علیك وطمعهم فیك فاما ما ذکرت من مسیر القوم الی قتال المسلمین فان الله سبحانه هو اکره لمسیرهم منك وهو اقدر علی تغییر ما یکره واما ما ذکرت من عددهم فانا لم نکن نقاتل فیما مضی بالکثرة

ف۱ اور ترجمہ اسکی کلام کے جبکہ عمر بن خطاب نے اہل فارس سے لڑائی کرنے کے واسطے خود جانے کا مشورہ کیا اس دین کی فتح و شکست کچھہ کثرت و قلت پر نہیں ہے اور یہہ اللہ کا دین ہے جسکو غالب کیا اور اسکا لشکر ہے جسکو بڑھایا یہانتک کہ جہاں پہنچا پہنچا اور جسجگہ سے ظاہر ہونا تھا ظاہر ہوا اور ہم اللہ کے وعدہ پر ہیں اور اللہ تعالی اپنے وعدہ کا پورا کرنیوالا اور اپنے لشکر کا مددگار ہے اور امام بمنزلہ دھاگہ کے ہوتا ہے لڑی میں کہ اسکو اکہٹا کرتا ہے اور ملاتا ہے اور اگر لڑی ٹوٹ جاتی ہے تو پوتہ پراگندہ ہوجاتی ہیں اور جاتی رہتی ہیں پہر سب کے سب کبھی فراہم نہیں ہوتے اور عرب اسوقت اگرچہ تعداد میں قلیل ہیں لیکن اسلام کیوجہ سے کثیر ہیں اور اپنے اتفاق کے سبب سے عزت و شوکت والے ہیں تو تو کلی بنکر رہ اور عرب سے چکی چلا اور اپنے آڑ میں لڑائی کی آگ بہڑکا کیونکہ اگر تو خود اس زمین سے اوٹھیگا تو تجہپر عرب اسکی کناروں سے ٹوٹ پڑینگے یہانتک کہ تو جو کچہہ پیچہے حفاظت کے قابل چہوڑیگا وہ زیادہ مہتم بالشان ہوجائیگا اوس سے کہ جو تیرے سامنے ہے اور عجمی اگر کل تجہکو دیکہینگے تو کہینگے یہہ اصل

وانا لکنا نعاتل بالنصر والمعونۃ — انتہے جناب امیر کے اس کلام سے جسقدر خوبیان اہلسنت کے
یہی حاصل ہوتی ہین اور جسقدر دلائل ثبوت حقیت خلافت خلفاء رضی اللہ عنہم کے لیے پیدا ہوتے ہین
اونکے بیان تفصیلی کے لیے تو ایک دفتر چاہیے یہہ رسالہ اوسکی گنجایش نہین رکھتا یہان
اسقدر گذارش کرتا ہے کہ اس کلام سے اندازہ کرلینا چاہیے کہ فیما بین جناب امیر و جناب فاروق
کس درجہ اتحاد و ربط و ضبط تھا اور یہہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جناب امیر اوسوقت کے اسلام کو
بزعم شیعہ خواہ وہ ارتداد تھا یا طغیان اور خواہ فسوق تھا یا عصیان وہ دین فرماتے ہین کہ جسکے
غلبہ کا تمام ادیان پر خداوند کریم نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا تھا اور
غایت ارسال تھی هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ
وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ ارشاد ہوا تھا اور اوس دین کو اوس دین سے تعبیر فرماتے ہین
جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین تھا اور اس دین کو جسپر خلفاء تھے اور جسکی
تائید و تقویت کرتے تھے جناب امیر نے خدا کا دین قرار دیا اور جناب امیر نے اوسوقت کے اہل اسلام
کو خواہ معاذ اللہ مرتدین یا کافر اور خواہ ناکثین و مارقین اور غاصبین و ناصبین عداوت اہل بیت ہی
یا فی جند اللہ اور خدا کا لشکر فرمایا اور فرمایا کہ ہم خداوند تعالی کے وعدہ کے منتظر ہین یعنی اوسکا وقوع
یہہ ہی ہے جو کہ خداوند تعالی نے ہم سے وعدہ فرمایا اور وہ وعدہ تمامہ یہہ ہی جسکی شرح اسنے چند جگہ
تشریح کی ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض
کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم
من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک
فاولئک ھم الفاسقون اور جناب امیر نے فرمایا کہ خداوند تعالی اپنے وعدہ کو جو ہم سے کیا ہے

ف وعدہ کیا اللہ نے جو لوگ تم مین سے ایمان لائے اور کیے نیک کام البتہ پیچھے حاکم کریگا انکو زمین مین جیسا
حاکم کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دیگا انکے لیے انکا دین جو پسند کردیا انکے واسطے اور دیگا انکو ڈر کے بدلے مین امن میری بندگی
کرینگے شریک نہ کرینگے میرا کسیکو اور جو کوئی ناشکری کریگا اس پیچھے سو وہی لوگ ہین نافرمان — ۱۲

ضرور پورا فرمائیگا اور اپنی لشکر کو جو یہہ موجود ہی بے شک ظفر و منصور کریگا چنانچہ جیسا کہ جناب
امیر نے فرمایا تہا اوسکی مطابق واقع ہوا خداوند تعالے نے دین اسلام کو اپنی خلفاء کے ہاتہون
تمام ادیان پر غالب کیا اور تمام ادیان مغلوب ہوئی اور اپنا وعدہ پورا فرمایا اور بواسطہ خلفاء کے
دین مرتضی کو تمکین دی اور اہل اسلام کے خوفناک حالت کو امن سے بدل دیا دو سلطنتین عظیم الشان
کسری و قیصر کے جو پہلو مین تہی جنکا سخت خوف تہا اور ہر وقت کہٹکا رہتا تہا پامال
ہوگئی اور اہل اسلام کے قبض و تصرف مین آگئی اسلام کے نور نے مشرق و مغرب مین اطراف و اکناف
عالم کو منور کر دیا اور ظلمت کفر دور ہوگئی پس یہہ سب کچہہ اگر خلافت ہائی راشدہ کا ثمرہ
نہین ہے تو کیا ہی اوسکی بعد جناب امیر نے خلیفہ فاروق کو قیم بالامر فرمایا اور فرمایا کہ اگر عمر شہید
ہوگئی تو یہہ اجتماع ہرگز نہو سکیگا اوسکی بعد فرمایا کہ ہم زمانہ گذشتہ یعنی حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ مین کثرت فوج و سپاہ پر نہین لڑا کرتے تہے بلکہ خداوند تعالی کی امداد و اعانت پر
کفار سی لڑا کرتے تہی اور اب بہی چونکہ وہی حالت ہی وہی اسلام کے سپاہ ہی جسکی خداوند
تعالے نے ملائکہ سی امداد فرمائی ہی اور وہی کفر و اسلام کا مقابلہ ہی - وہی اعلاء کلمۃ اللہ اور جہاد
مقصود ہی - تو پہر اب کیون خدا تعالے کی نصرت کے بہروسہ پر قتال نکیا جاوی پس جو
کچہہ حضرت امیر نے اسجگہ فرمایا عاقل منصف اسمین غور فرمائی کہ حضرت نے خلفاء کے
اور اونکی خلافت کے کسقدر تعریف و توصیف بیان فرمائی اور کسقدر اونکی حقانیت کو
بدلائل ثابت فرمایا اور طرفہ یہہ ہے کہ اوسکی ناقل بہی حضرت شریف رضی جیسی غالی
شیعی ہین - ہمکو اسجگہ خوف اطناب و تطویل ہی ورنہ ہم انکی تصدیق کے لیے تمام و کمال عبارت
کمال الدین بحرانی کی شرح سے جو اسکی متعلق ہے نقل کرتے اب بہی جنکو تفصیل کا شوق
ہو وہ علامہ بحرانی کی شرح کبیر کو مطالعہ فرماوین - رابعاً نہج البلاغہ کی اوس خطبہ
کی شرح مین جسکا عنوان یہہ ہی ومن کتاب لہ الی معویۃ فاراد قومنا قتل
نبینا الخ علامہ ابن میثم بحرانی نے خط کی دو عبارتین نقل کی ہین جو آنکی شریف صادق کی

نہج البلاغۃ میں حذف فرمائی - وہی ہذہ وذکرت ان اجتبی لہ من المسلمین اعوانا
ایدہم بہ فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام وکان
افضلہم فی الاسلام کما زعمت وانصحہم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ
الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب
بہما لجرح فی الاسلام شدید یرحمہما اللہ وجزاہما باحسن ما عملا - انتہی
پس جناب امیر کی اس کلام کو تامل دیکھی اور سوچی کہ جناب شیخین کے فضائل و مناقب
کس درجہ تاکید شدید کے ساتھہ قسم کہا کر بیان فرمائی اور فرمایا کہ مجکو اپنی عمر و زندگانی کی قسم
تحقیق شیخین کا مرتبہ اسلام میں البتہ عظمت والا ہی اب اس جملہ کو دیکھنا چاہیے کہ
حضرت رضی اللہ عنہ نے مزید تاکید کے غرض سے تمام اقسام تاکید کی اس جملہ میں ختم
فرما دئی اور اس جملہ کو قسم کے ساتھہ اور جملہ اسمیہ کی ساتھہ اور ان کے ساتھہ اور لام کے ساتھہ
موکد کیا تاکہ منکرین کو گنجایش انکار کی کسی راہ سے باقی نہی جمیع جہات سے انکار کا رستہ
مسدود ہو جاوے اور فرمایا کہ اونکا انتقال اسلام میں سخت زخم ہی خدا اون دونو پر رحم
فرماوی اور اونکی نیک کاموں کی اونکو جزا عطا فرماوی خیال کرنا چاہیے کہ جناب امیر شیخین کے
انتقال کو اسلام میں سخت زخم فرماتے ہیں پس اگر معاذ اللہ شیخین موصوف اون رذائل
کی ساتھ ہوں جو حضرات شیعہ فرماتے ہیں اور مصدر اون اعمال کے ہوں جنکی حضرات شیعہ مدعی
ہیں تو جناب امیر کا یہہ ارشاد سراسر کذب ہوگا اور اونکا انتقال ہرگز اسلام میں زخم نہ سمجھا جائیگا
بلکہ اونکا وجود اسلام میں زخم ٹھہریگا - لیکن جناب امیر کے ارشاد کا کذب ہونا تو محال ہی
تو ثابت ہوا کہ جو کچھہ حضرات شیعہ فرماتے ہیں وہ نقلاً مین کے مخالف ہی اور ضلالت اور
جو کچھہ اہلسنت کہتے ہیں وہی حق اور موافق ثقلین کے ہے خاصکر جناب امیر نے اپنی
دختر اوم کلثوم (جو حضرت فاطمہ کے بطن مبارک سے تہیں) کا نکاح حضرت
عمر کے ساتھ کر دیا جو کمال اتحاد و محبت کی ذات پر دلیل ہے اگر حضرت فاروق میں

بحیثیت دین ذرا بھی کوتاہی ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ جناب امیر سے جبراً و ظلماً جیسا کہ شیعہ کا
زعم ہی اس کام کو کرا سکتے اس عقد نکاح کی نسبت جو کچھ ہمارے مجیب نے تحریر فرمایا ہی
اسکا جواب مفصل ہم آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ کسی موقع پر عرض کرینگے مسلمانان حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کو بمنزلہ سمع و بصر کے فرمایا صاحب آیات بینات نقل فرماتے
ہیں شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار میں امام موسیٰ رضا سے روایت کی ہی
عن الحسن بن علی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابا بکر منی بمنزلۃ
السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد اور تفسیر امام حسن عسکری سے نقل
کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب میں ابو بکر صدیق سے کہا کہ جعلک منی بمنزلۃ السمع
والبصر والرأس من الجسد و بمنزلۃ الروح من البدن حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ان کلمات ہدایت آیات سے صاف واضح ہی کہ شیخین کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے نزدیک کیا مرتبہ تھا اور اسی سے قیاس کر لینا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی جناب میں
اونکی کیسی قدر و منزلت ہوگی تو جب انکا یہہ مرتبہ ہی تو اہل بیت کو اونکے ساتھہ کس قدر محبت ہوگی اور
اونکو اہلبیت کے ساتھہ کیسی الفت ہوگی اور اس سے ثابت ہوا کہ جو کچھہ فضائل و مناقب ایک دوسرے
کی نسبت فرمائینگے وہ حق اور واقعی اور نفس الامری ہونگے نہ از راہ تقیہ کذب اور زور۔ سابقاً خاتم
المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے نواقض اللآلی ابن جمہور وغیرہ سے نقل کیا ہی
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخذ سبعین اسیراً یوم بدر وفیہم العباس وعقیل
ابن عمہ فاستشار ابا بکر فیہم فقال قومک والملک استبقہم لعل اللہ یتوب علیہم
وخذ الفدیۃ یقوی بہا اصحابک فقال عمر نبذ وک واخرجوک نخذ بہم
واضرب اعناقہم فانہم ائمۃ الکفر ولا تاخذ منہم الفداء مکن علیاً من عقیل
وحمزۃ من العباس ومکنی من فلان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ
یلین قلوب رجال حتی یکون الین من اللبن یقسی قلوب رجال حتی یکون اشد

من الحجارة ومثلک یا ابابکر مثل ابراهیم اذ قال فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی
فانک غفور رحیم ومثلک یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تذر علی الارض من
الکافرین دیارا انک ان تذرهم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا ثم
قال ان شئتم قتلتم وان شئتم فادیتم ویستشهد منکم بعدتهم قالوا بل ناخذ
الفداء فاستشهد بعدتهم باحد کما قال صلی الله علیه وسلم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے اس ارشاد سے دیکھا چاہیے کہ شیخین کا مرتبہ کسقدر عظیم وجلیل ثابت ہوتا ہے جب بشہادت
سید الانبیاء والرسل علو مرتبہ شیخین کا یہانتک پہونچا کہ اپنی ذاتی اوصاف مین اولو العزم
رسل کے ساتھہ تشبہ حاصل ہوا تو پھر اسکی بعد کونسی فضیلت باقی رہگئی ہے اور جب شیخین کے اوصاف
وکمالات وملکات نفسانی اسقدر رفیع المنزلت ہوئی اور انکا اسلام مین یہہ رتبہ ہوا
تو اس سے قیاس کر لینا چاہیے کہ انکو اہلبیت نبوت کی ساتھہ کیا تعلق ہوگا اور اہلبیت کو انکی
ساتھہ کیسا ارتباط ہوگا اور کوئی عاقل باور کر سکتا ہے کہ جنکی کمالات کی شان نبوت کی ساتھہ
مشابہہ ہون وہ منافق وفاجر ہون یا وہ غاصب خلافت ہون یا وہ اہلبیت کے
توہین وتذلیل کرین اگر وہ فی الواقع ایسی ہون تو معاذ اللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد خلاف واقع ہوگا اور آپکے ارشاد کا خلاف واقع ہونا محال ہے تو ان حضرات کا
بہی منافق وغاصب ہونا محال ہوا قطع نظر اس ارشاد سے کہ جسمین شیخین کو تشبیہ انبیا کا تمغہ
عطا فرمایا مطلق مشورہ فرمانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شیخین سے اساری بدر کی بابت
اس امر پر واضح دلیل ہے کہ حضرات خلفا کو جناب رسالت مین کمال قرب حاصل تھا اور
بمنزلہ وزیرین کی تہی کہ آپ حسب ارشاد وشاورهم فی الامر مہمات امور مین انسی مشورہ لیتی تہی پس
جن حضرات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہہ قرب ومنزلت حاصل ہوا انکو بدی
کی ساتھہ یاد کرنا اور دشمن اہلبیت نبوت اعتقاد کرنا کسقدر اسلامی طریقہ سے بعید ہے
نعوذ باللہ من ذلک تماشا تفسیر مجمع البیان مین سورہ واللیل کے تفسیر مین

[illegible]

تحت قولہ تعالے وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى لکھا ہی
وعن ابن الزبیر ان الآیۃ نزلت فی ابی بکر لانہ اشتری الممالیک الذین
اسلموا مثل بلال وعامر بن فہیرۃ وغیرہما فاعتقہم والاولی ان یکون
الآیات محمولات علی عمومہا فی کل من یعطی حق اللہ من مالہ وکل من یمنعہ
حقہ سبحانہ تاسعاً آیات بینات میں مجمع البیان سے نقل کیا ہے قال اللہ تبارک
وتعالے وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ قیل الذی
جاء بالصدق رسول اللہ وصدق بہ ابوبکر عن ابی العالیۃ والکلبی عاشراً جب حضرت ام المومنین عائشہ
رضی اللہ عنہا کے برأت نازل ہوئی منجملہ اون لوگوں کی جنہوں نے افک کے بابمیں کلام کی تھی
مسطح بن اثاثہ تھی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسکی یا داش میں وہ نفقہ کو جو مسطح پر کیا کرتے
تھی بند کر دیا تو اوسپر حق تعالے نے یہہ آیت نازل فرمائی وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ
مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَ
لْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ اس آیت شریفہ
میں حق تعالے شانہ نے ابوبکر صدیق کو اولو الفضل ہونے سے تشریف بخشی اور خلعت فضیلت
عطا فرمایا منتہا ہی چند دیہہ حضرت صدوق کا جو ان دس آیات کے جواب میں ہے
قابل ملاحظہ اہل فہم و دانش ہے ہمکو تطویل مانع ہے ورنہ اونکی رسالہ امامت سے وہ جواب
نقل کرتے اور اہل فہم و انصاف کے روبرو پیش کرتے اور اگر یہہ سلسلہ جاری رہا تو
انشاء اللہ تعالے عرض کرینگے غرض بحول اللہ وقوتہ شبہادت کتاب اللہ
سے اور ارشادات رسول اللہ سے اور افادات ائمہ سے مثل روز روشن واضح ہوا
کہ جناب شیخین رضی اللہ عنہما خدا اور رسول خدا کے نزدیک مقرب اور صاحب مراتب رفیعہ
اور مدارج عالیہ تھی اور اہلبیت کی ساتھہ باہم محبت و نصح رکھتے تھی چنانچہ حسب نقل
مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ آپکی مولانا باقر مجلسی بحار میں فرماتے ہیں

کہ جناب امیر نے بارہا قسم شرعی کہا کر دیا کہ میری امیر المومنین کو کوئی عداوت با عتبار دلائل
شیخین کے نسبت نہیں ہے تو جسقدر انکی مناقب وفضائل زبان معصوم ائمہ کے بیان ہو
وہ نفس الامری اور مطابق واقع کے ہیں تقیہ پر ہرگز محمول نہیں ہو سکتی اور یہہ بھی ثابت
ہوا کہ جو کچھہ قبائح و ذمائم سے حضرات شیعہ انکی دامنہائی پاک کو ملوث کرتے ہیں وہ
سب خدا اور رسول و ائمہ کے تکذیب ہے اور دین اسلام سے خروج ہے پس جب خلفاء رضی اللہ
عنہم کے فضائل و مناقب و علو مرتبہ عند اللہ والرسول اور محبت والفت باہم اہلبیت کے
ساتھہ ثابت ہو چکی جو بظاہر اثبات خلافت کے لیے تمہید اور فی الحقیقت ثبوت
خلافت کے لیے برہان موثق اور مزید تقویت و تائید تھی تو اب ہم ثبوت حقیت خلافت
خلفاء کے دلائل عقلیہ و نقلیہ کتاب و سنت و اقوال ائمہ سے مختصر گر بیان کرتے ہین
لیکن چونکہ ہماری فاضل مجیب کے نزدیک انکی عقل سب پر مقدمی و حاکم ہے اسلیے ہم اول
دلیل عقلی ہی ذکر کرتے ہین جس سے مثل ہے یہی اول کے ثبوت حقیت خلافت ہو جاوے
پس واضح ہو کہ امامت مثل نبوت کے اصول دین ہین سے ہے اور تالی نبوت ہے جن اوصاف
خاصہ اور خواص مہمہ کے ساتھہ نبوت مخصوص و متصف ہے انہین اوصاف و خواص
کے ساتھہ امامت بھی متصف ہے یہی وجہ ہے کہ عصمت و افضلیت و نص جو شرط
نبوت ہے تو شرط امامت بھی ہے چنانچہ عموماً تمام امامیہ کو اسپر اتفاق ہے اور خصوصاً
ہماری فاضل مجیب نے شروع جواب مین اسکا اعتراف فرمایا ہے اور فرمایا ہے (اور ان
ہر سہ شرائط کی دلائل کے نسبت اگرچہ اسقدر ہی گذارش کافی تھی کہ جب امامت تالی مرتبہ
نبوت ہے اور نیابت نبی ہی مراد ہے پس جو دلائل عصمت انبیا پر دال ہین وہی بعینہ
یا بتغییر عصمت ائمہ پر دال ہونگی) اور نیز یہہ ہو کہ امام اور نبی مین کچھہ فرق نہین
تمام احکام مین متحد ہین اگر فرق ہے تو صرف اسم نبوت اور نزول وحی مین فرق ہے
چنانچہ آپکے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مین بتقریب ذکر

دلیل اول بر اثبات خلافت خلفاء ثلثہ

محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی ورق نمبر ۱۶۲ پر فرماتے ہیں یعنی اگر امام
قائم مقام نبی است در جمیع امور مگر در امر نبوت و نزول وحی - اس سے بدلالت مطابقی
ثابت ہے کہ امام نبی کے تمام اوصاف میں شریک ہے سوائے امر نبوت اور نزول وحی یعنی منصب
ہر ایک امامت جیسا نبی کے ساتھ منوط ہے ویسا ہی امام کے ساتھ مربوط ہے اور حفظ شریعت
جسطرح نبی پر موقوف ہے اسیطرح بعد نبی کے امام پر بھی منحصر ہے اور جسطرح نبوت لطف
خداوندی ہے اور خدا تعالیٰ سے پیدا اور حسبی ہے اسیطرح امامت بھی لطف خدا تعالیٰ ہے اور او
واجب ہے اور جیسی نبوت کسی شخص کے واسطے بدون نص خداوند تعالیٰ کے کسی کے بنانے سے
نہیں بن سکتی اسیطرح امامت بھی بدون نص خداوند تعالیٰ لوگوں کی اجتماع سے نہیں ہو سکتی
اور جسطرح نبی کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ میں کوئی شخص اس پر غالب نہیں ہو سکتا
اسیطرح امام کے ساتھ معارضہ و مقابلہ بھی کر کے کوئی اس پر چیرہ دست نہیں ہو سکتا
بالکل اسیطرح قطع نظر اون اوصاف کے جنکا بہت بڑا تعلق نبوت اور امامت کے ساتھ ہے بعض
چھوٹی چھوٹی اور جبلی اوصاف میں بھی اشتراک و اتحاد ہے چنانچہ جیسا نبی کا دل بیدار
اور آنکھیں خفتہ ہوتی ہیں اسیطرح امام بھی بیدار دل اور چشم در خواب ہوتا ہے جیسا نبی کے
سایہ نہیں ہوتا امام کے بھی سایہ نہیں ہوتا جیسا نبی آگے پیچھے سے یکسان دیکھتا ہے
اسیطرح امام بھی آگے پیچھے سے برابر دیکھتا ہے جیسا معجزہ اور مستجاب الدعا ہونا
حاصل ہوتی ہے امام کو بھی حاصل ہوتے ہیں جیسا نبی محتلم نہیں ہوتا امام بھی محتلم
نہیں ہوتا - علیٰ ہذا القیاس بہت سے ایسی اوصاف و خواص ہیں کہ جن میں نبی و امام باہم
مشارک ہیں اور وہ اوصاف کہ جنکا تعلق بحسب ریاست عامہ دینوی و دنیاوی خلق کے ساتھ
ہے ان کے ساتھ ہی اور ان میں کوئی صفت ایسا نہیں کہ جن میں باہم اتحاد و اشتراک نہ ہو الا اطلاق
اسم نبوت سو یہ ایک لفظی امر ہی کہ جو راجع الی الاصطلاح ہے ورنہ لغۃً یہ اطلاق بھی صحیح ہے
اور لفظ امام تو قطعاً عام ہے جسکا اطلاق لسان شرع میں انبیاء پر بھی کیا گیا ہے

اور دوسری نزول وحی کا جو حسب دعا حضرت شہید ثالث انبیاء کے ساتھ مختص ہی آئمہ میں
نہیں پایا جاتا ہی لیکن حضرت شہید ثالث کا یہہ زعم باطل ہی کیونکہ ائمہ کو خصوصًا جناب امیر کو
آنحضرت نے محدث تو فرمایا ہی ہی ہیں اور محدث جیسے بتصریح شیخ محمد بن یعقوب الکلینی ہیں اسکا نام ہے
کہ نزول فرشتہ کا ہو اور اوسکی آواز سنے لیکن اوسکی صورت کو نہ دیکھے پس اگر اسکا نام وحی
نہیں ہے تو یہہ ابری نزاع ہی راجع اسلئے الاصطلاح ہے اور نزاع لفظی ہے غرض یہہ کہ صفت
یہہ دو صفت ایسی ہیں کہ جنہیں انبیاء سوائی ائمہ کے منفرد ہیں - اور جبکہ انکا وہ شریک
فی الاوصاف ثابت ہوا تو ہم کہتی ہیں کہ مخصوص اوصاف نبی کے ایک یہہ بھی وصف
ہی کہ انبیا کے ساتھ عادت اللہ جاری ہے کہ نبی کے مقابلہ میں متنبی نبوت کا جھوٹا دعوی
کرنیوالا ہرگز اپنی دعوی میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہی بمقابلہ معجزات نبوی کے اسکی
سب استدراجات منقلب اور منعکس ہو جاتے ہیں نبوت کا جھوٹا دعوی کرنیوالا آخر
انجام کار مخذول او مقہور ہوتا ہی اور ہرگز فروغ نہیں پا سکتا حضرت آدم علیہ السلام سے
آجتک کوئی نظیر ایسی نہیں ملیگی کہ کسی شخص نے بمقابلہ کسی نبی کے نبوت کا جھوٹا دعوی
کیا ہو اور وہ اپنی دعوی میں کامیاب ہوا ہو مسیلمہ کذاب و اسود عنسی و سجاح وغیرہ کے
قصص و حکایات تاریخ کے واقفوں پر مخفی نہیں اور کیونکر ممکن ہے کہ خداوند تعالے بمقابلہ
اپنی نبی و رسل کے جھوٹے مدعی کو غالب اور کامیاب کری اگر ایسا ہو تو محض تلبیس ہو خداوند
تعالے شانہ سورہ مومن میں ارشاد فرماتا ہی وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا
يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ
جسکا حاصل یہہ ہی کہ خداوند تعالے جھوٹی مسرف کے رہنمائی بینات اور معجزات کی طرف
نہیں کرتا کہ نبوت کا جھوٹا دعوی کرکے کامیاب ہو جاوے تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسی کو

۱؎ اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو پڑیگا اوسپر اوسکا جھوٹ اور اگر وہ سچا ہوگا تو تمپر پڑیگی کوئی وعدہ جو وہ کرتا ہے بیشک اللہ نہیں
دکھاتا اسکو جو حد سے گذر جانیوالا جھوٹا ہے - ۱۲

دعوی کذب نہین ہوسکتا کیونکہ اگر یہہ دعوی کذب ہوتا تو یہہ معجزات اسکی لیے اور بینات ظاہر نہوتے اور خدا تعالی اسکو ان پر قدرت نہ دیتا - صاحب تفسیر صافی اسکی تفسیر مین لکھتے ہین[1] قیل احتجاج ثالث ذو وجہین احدہما انہ لو کان مسرفا کذابا لما ہداہ اللہ الی البینات ولما عضدہ بتلک المعجزات اور جب نبوت اس وصف کے ساتھہ متصف ہی اور نبی کے ساتھہ عادت اللہ جاری ہے کہ متنبی ہمیشہ مخذول ہوتا ہی تو چونکہ امامت بھی جمیع اوصاف مین نبوت کے ساتھہ متحد ہی اور مقاصد مین اوسکی شارک ہی تو امامت بھی لامحالہ اس صفت کے ساتھہ متصف ہوگی اور امام کے ساتھہ بھی یہہ بھی عادت اللہ جاری ہوگی کہ اگر کوئی شخص نیابت رسول اور امامت کا جھوٹا دعوی کری وہ ہرگز اپنی دعوی مین کامیاب نہوگا اور مخذول و مقہور ہوگا اگر ایسا نہو تو قطع نظر اون مفاسد بیشمار و قبائح غیر متناہی کے جو اس تلبیس سے لازم آتی ہین اشتراک فی الاوصاف اور اتحاد و اختصاص جو نبوت کے ساتھہ ہی وہ فوت ہوجاویگا تو ضرور ہوا کہ امامت کی لیے بھی یہہ وصف لازم ہو اور امام مین بھی یہہ خاصہ پایا جاوی بعد اسکی ہم جناب رسالتماب صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے خلفا مین بموجب اس قاعدہ کے تامل کی نظر سے دیکھتے ہین بعد اس امر کے کہ ہم فرضا حسب زعم شیعہ تسلیم کرتے ہین کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل امام برحق اور خلیفہ راشد جناب امیر تہی تو بالبداہتہ یہہ بات پیدا ہوتی ہے کہ حسب قاعدہ اگر جناب امیر بلا فصل نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور امام برحق اور خلیفہ راشد ہون تو جو لوگ بالمقابل کذبا وعدوانا مدعی خلافت ہوئے وہ مخذول و مطرود ہون اور اونکی خلافت ہرگز مسلم نرہی بلکہ اونکا انجام خواری و خرابی دنیا ہی و بربادی ہو لیکن جب ہم واقعات مین نظر کرتے ہین تو معاملہ بالعکس پاتی ہین اور قضیہ منقلب دیکھتے ہین اور وہ یہہ کہ بعد وفات جناب سرور

---

[1] کہتی ہین کہ یہہ تیسرا استدلال ذو وجہین ہی ایک تو یہہ کہ اگر موسی مسرف کذاب ہوتا تو اللہ تعالی اوسکو بینات کیطرف ہدایت نکرتا اور ان معجزات سے اوسکو تقویت ندیتا - ۱۲

کائنات علیہ وعلی آلہ افضل التحیات واکمل التسلیمات جناب امیر کے سامنے اور انکی حیات ہی مین تین شخص
ایکے بعد دیگرے مدعی خلافت ہوئے اور امامت کا دعوی کیا اول ان تینون سے ابوبکر صدیق
ہین۔ دوسرے عمر بن الخطاب۔ تیسرے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پس دو حال
سے خالی نہین کہ یا یہہ تینون حضرات اپنی دعوی مین کاذب تھے یا صادق اگر کاذب
تھے تو واجب تھا کہ وہ اپنی دعوی مین کامیاب نہوتے بلکہ مخذول ہوتے۔ لیکن بمثل
روز روشن دیکھتے ہین کہ وہ اپنی دعوی امامت مین ایسے کامیاب ہوئے کہ امام برحق سے بھی
نمایان بڑھ گئے اور انھون نے اپنی اس دعوی کی تصدیق اسلام کے نمایان ترقی
کرکے ایسی طرح کھلا دی کہ اپنی دعوی کو مبرہن وبرہان کردیا اور خداوند تعالے نے انکو وہ
قدرت دی کہ دینوی اور دنیاوی ترقیات اسلامیہ مین اپنے رسول کا جارحہ ہوئی تفصیل اسکی
یہہ ہے کہ اسلام کے دو شقین اور دو جہتین ہین ایک جہت دینی ترقیات اور دوسری جہت دنیاوی
ترقیات۔ ترقیات جہت دینی تو اس صورت سے ہے کہ مثلاً شریعت کا شیوع ورواج ہو حدود
وقصاص جاری ہون۔ عالم مین کتاب الجہاد کا درس ہو کفر وکفار نگونسار ہون اور
کلمۃ اللہ ہی العلیا صادق آوے شعائر اسلام کا زور وشور ہو اور علی ہذا القیاس اور ترقیات
جہت دنیاویہ کے یہہ صورت ہے کہ مثلاً مال ودولت کے اہل اسلام مین کثرت ہو اور بنیات کو
فراش ارائی اہل اسلام ہون سلاطین جا بجا اسلام ہون قریے امصار ولایات اور قطائع
وجاگیرات اہل اسلام کے بکثرت قبض وتصرف مین ہون وغیر ذالک اب ہم دونو اسلامی
حالتونکی ترقی کو جو زمانہ خلفاء ثلثہ مین ہوئی نظر عمیق سے دیکھتے ہین تو صاف معلوم ہوتا ہے
کہ اہل اسلام کے دونو حالتونکی ترقی زمانہ خلفاء ثلثہ مین اوج کمال پر پہونچ گئی تھی پھر جب
ہم دعوی خلافت کی ساتھہ وجود خلافت مین غور کرتے ہین تو تین طرح سے پاتے ہین
اول تو یہہ کہ خداوند تعالے نے ان خلفاء کے واسطے ہی گویا تمام عالم مین شعائر اسلام کو
پھیلایا اور دین اسلام کو انکے ذریعہ سے تمام ادیان پر غالب کیا کثرت جہاد سے

کفر و کفار نگونسار ہوکر کلمۃ اللہ ہی العلیا کا مصداق ان ہی خلافتوں کا ثمرہ اور ان ہی کی
سعی کا نتیجہ ہی غرض جو اصلی غرض ارسال رسل و نصب خلفا سے تھی کہ دین اسلام کو
شیوع و رواج ہو وہ بخوبی خلفائے ثلثہ کی خلافتوں سے حاصل ہوا۔ اور خداوند تعالے نے
اونکو ان مہمات کے تمکین عطا فرمائی اگر یہہ حضرات اپنی دعوی خلافت مین کاذب
ہوتی تو ممکن نہ تہا کہ وہ بمقابلہ خلیفہ و امام برحق کے اپنی دعوی مین کامیاب ہوتے
اور حق تعالے اونکو مقاصد خلافت کے حصول پر تمکین دیتا۔ دوسری یہہ کہ اسلام
کی شوکت دنیاوی کی ترقی بہی خلفا کے ذریعہ کمال کو پہونچ گئی اور خزائن کسری
قیصر جنکا وعدہ حصول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے کہودنے
وقت فرحت و انبساط کے ساتہہ فرمایا تہا ان ہی خلافتوں کی بدولت اہل اسلام کے
ہاتہہ آئی بلکہ ہر چہار طرف سے اموال لوٹ پڑی اور خزائن کے موںہہ کہول گئی اگرچہ صرف
دنیاوی ترقی حقیت کی عموماً دلیل نہین ہوسکتی۔ لیکن چونکہ حصول وعدہ خداوندی
کو متضمن ہی جو رسول کے زبانی ہوا اور نیز بانضمام ترقی دینوی البتہ قطعاً ثبوت حقیت
خلافت کی دلیل ہوسکتی ہے۔ تیسرے یہہ کہ اونکی زمانہ خلافت مین اونکی خلافتون کو
تمام اقاصی و ادانی نے اما بعز عزیز او ذل ذلیل سب نے حق تسلیم کرلیا جس سے
ہمارا مدعا یہہ ہی کہ خداوند تعالے نے اونکو وہ قدرت و تمکین دی کہ تمام حوزہ اسلام اونکی مطیع
و مسخر و منقاد ہوگیا اور یہہ تسخیر و انقیاد اور یہہ بجا آوری در حصول مہمات خلافت آخر تک
یکسان بہ تمکین اللہ تعالی رہی بلکہ الی یوم القیمۃ جماعت عامہ اسلام کے جنکی شان مین نہج البلاغۃ
مین ہی وان ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان[1]
اور سواد اعظم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جنکی شان مین ہی فالزموا السواد الاعظم سو...

[1] بیشک اللہ کا ہاتہہ جماعت پر ہی اور اپنی آپ کو تفریق باہمی سے بچاؤ کیونکہ جدا ہو نے والا آدمیون سے
شیطان کے واسطے ہی۔ ۱۲ —

چنندہی متشیعین کے حقیت خلافت خلفا ثلثہ کے معتقد اور قائل ہنگی پس اس سی زیادہ
خداوند تعالے کیطرفسی اور کیا تمکین و عطا ہی قدرت ہوسکتی ہی تو اس سے مثل آفتاب کے
ظاہر و باہر ہوا کہ یہہ حضرات خلفا اپنی دعوی خلافت مین ایسی صادق تھی کہ اوس سی زیادہ کسی کو
حاصل نہین ہوا اب ان امام غائب کیلیے دعوی کیا جاتا ہی اورمثل انہی ہیات اوریہہ کی ثابت ہوا
کہ یہہ دعوی جو حضرات شیعہ فرماتے ہین کہ بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
امام بلافصل جناب امیر تھی اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ظالم اور غاصب خلافت
تھی کہ حق جناب امیر کا بزور غصب کر کے متقمص خلافت ہوگئی محض کذب اور باطل اور لغو اور
لاطائل ہے کیونکہ اگر بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے امام بلافصل جناب امیر ہوتے
اور خلفا محض جابر و غاصب اور جہوٹے مدعی خلافت بمقابلہ خلیفہ برحق ہوتے تو ہرگز اپنی
دعوی مین کامیاب نہوتے اور وہی سنت اللہ جو مدعیان نبوت مین جاری ہوئی
ہی ان مدعیان خلافت مین بہی جاری ہوتی تو اس سی مثل آفتاب نیمروز ثابت ہوا
کہ حضرات خلفا رضی اللہ عنہم امام برحق اور خلیفہ راشد تھی۔ اب مجکو یہہ خیال ہوتا ہی
کہ بعض کم فہم اسوجہ سی کہ اونکو مقدمات دلیل کے پوری طور پر ذہن نشین نہوئی شاید یہہ
اعتراض کرین کہ بہت سی ملوک اسلام مثل امیر معویہ وغیرہ کے ایسی ہین کہ جنکو خداوند تعالی نے
بمقابلہ ائمہ کے کامیاب فرمایا اور اونکو تمکین دی اور صدہا قریہ و امصار اونکی سعی و کوشش
سی مفتوح ہوئی تو اس دلیل کے اعتبار سی اونکو بہی امام برحق اور خلیفہ راشد کہنا چاہیی
حالانکہ وہ سلاطین باتفاق فریقین خلفا راشدین مین سی نہین ہین۔ تو اسکا جواب
اولًا یہہ ہی کہ اس دلیل کے مقدمات کا مبنی صرف مذہب خصم پر ہی اگر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہی
تو اصول شیعہ پر ہی وارد ہوتا ہی اسکا جواب بہی وہی دیوین ہم کب کہتی ہین کہ نبوت
و امامت مشترک فی الاوصاف و الخواص ہین ہم کب قائل ہین کہ امام قائم مقام نبی
الخ۔ اور جب یہہ مقدمات مسلمہ خصم ہین تو جو اونپر ایراد ہو اوسکا جواب خصم ہی کے ذمہ

ثانیاً مسلم لیکن ہم کہتے ہیں کہ بعد خلفا رکے ترقیات اسلامی ہر دو جہت دینوی آخرت میں کامل طور پر کسی کو تمکین نہیں ہوئی اور اگر قدرت و تمکین ہوئی ہے تو صرف دنیاوی ترقی میں جو مقاصد سلطنت سے ہی ہوئی ہے اور دینوی ترقی جو اہم مقاصد خلافت سے ہے ہرگز حاصل نہیں ہوئی اسکو بھی ہم بحول اللہ تعالے وقوتہ آپکی کتب معتبرہ سے ثابت کرسکتے ہیں علامہ کمال الدین ابن میثم بحرانی نہج البلاغۃ کی اپنی شرح کبیر مسمیٰ بمصباح السالکین میں اوس خطبہ کی شرح میں جسکا عنوان یہہ ہی ومن کلام لہ ع فی بعد عثمان لقد علمتم انی احق بہا من غیری والله لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ الخ فرماتے ہیں فان قلت السوال من وجہین الاول ما وجہ منافستہ فی ہذا الامر الخ الثانی کیف سلم ہہنا عند خوف الفتنۃ ولم یسلم لمعویۃ ولطلحۃ والزبیر مع قیام الفتنۃ فی حربہم قلت الجواب عن الاول ان الخ وعن الثانی ان الفرق بین الخلفاء الثلثۃ وبین معویۃ فی اقامۃ حدود اللہ والعمل بمقتضی اوامرہ ونواہیہ ظاہر انتہی ملخصاً[1] ۔ ثالثاً ہم گذارش کرآئے ہیں کہ مدعی امامت کی کامیابی کے لیے اپنی دعوی امامت میں جیسی ترقیات اسلامیہ کے ہر دو شق کے ضرورت ہی اسیطرح یہہ بھی ضرور ہی کہ جماعت عامہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو خلیفہ راشد اعتقاد کرتے ہوں اور سواد اعظم امت محمدی نے اونکو حق تسلیم کرلیا ہو تاکہ اوس جماعت کا اتفاق حجت و حجیہ اللہ ہی اور جسکی نسبت کہا گیا ہے وماکان اللہ لیجمعہم علی ضلالۃ و ید اللہ علی الجماعۃ بھی فرماتے ہیں اوس خلافت کے

---

[1] اگر تو اعتراض کرے سوال دو وجہ سے ہی اول تو یہہ کہ امامت میں آپکی رغبت کی کیا وجہ ہی ۔ الخ ۔ دوسری یہہ کہ یہان تو وقت خوف فتنہ کے تسلیم کرلیا اور معویہ اور طلحہ وزبیر کے لیے باوجود قیام فتنہ کی تسلیم نکیا میں کہتا ہون پہلے اعتراض کا جواب یہہ ہی الخ اور دوسری کا جواب یہہ ہی کہ خلفائے ثلثہ میں اور معویہ میں اللہ کے حدود کے قائم کرنے میں اور اوسکی امر و نہی کے مقتضا کی موافق عمل کرنے میں فرق ظاہر ہے ۱۲ ۔

حقیت کی اپیل ہوجاوی پس جسقدر سنا حین اسلام گذری ہین انکو کسینی خلیفہ راشد نہین تسلیم کیا نہ انکو سواد اعظم امام برحق اعتقاد کرتا ہی بلکہ وہ خود بہی مدعی خلافت نہین ہوئی اور اگر ہوئی تو اوائل امارت مین غلطی سی ہوئی بعد اوسکی آخر اپنی ملوک اسلامی مین ہونے کا اعتراف کیا ہی تو اونسی یہہ دلیل منقوض نہین ہوسکتی ہی باب دلائل نقلیہ مین پہلی دلیل یہ ہی کہ حق سبحانہ وتعالے سورہ نور مین اوسوقت کے مومنین کو خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہی ۔ وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا يعبدونني لا يشركون بي شيئا ومن كفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون حاصل یہہ ہی کہ خدا تعالے نے ان لوگونکو سا تہہ تم مین سی جو ایمان لائے ہین اور عمل صالحہ کیے ہین وعدہ فرماتا ہی کہ انکو بیشک زمین مین خلیفہ بناویگا جیسا اونسی پہلے لوگونکو خلیفہ بنایا اور البتہ ٹہراویگا انکی لیے انکے دین کو جو پسندیدہ ہی انکے واسطے اور بے شبہ انکی خوف کو امن سی بدل دیگا میری پرستش کرینگے اور کسیکو میری ساتہہ شریک نکرینگے اور اسکی بعد جنہون نے اس نعمت کی ناشکری کے پس وہی فاسق ہین اس آیت شریفہ سی چند فوائد حاصل ہوئی اول تو یہہ کہ حق تعالے نے بعض مومنین حاضرین عند نزول الآیۃ کی ساتہہ یہہ وعدہ فرمایا من اگر تبعیضیہ ہی تو ظاہر ہی اور اگر بیانیہ ہی تو اولاً من بیانیہ ضمیر مخاطب مجرور پر داخل نہین ہوتا اپنی رسائل نحو مین دیکہا ہوگا کہ من تبعیضیہ کی علامت صحت وضع لفظ الذی کی اوسکی جگہہ ہی اور ظاہر ہی کہ اسجگہ لفظ الذی نہین داخل ہوسکتا اور اگر بتکلف بتاویل بعید اسکو بیانیہ کہا جاوی تاہم مخاطبین کے استخلاف سی بعض کا استخلاف مراد ہی اور چونکہ اوسکا نفع تمام کو شامل ہوتا ہی ایسی سب پر اطلاق کیا گیا عرف مین شایع ہی کہ جب کسی قوم مین سلطنت ہوتی ہی تو باوجودیکہ ایک ہی بادشاہ ہوتا ہی لیکن تمام قوم کے سلطنت کہلاتی ہی کیونکہ اوسکا نفع اون سب کے طرف عاید وراجع ہوتا ہی اور فی الجملہ

وہ بھی حاکم ہوئی ہین اب آپ کیا دیکھتے نہین اون کی اولاد گوری کیسی حکومت کرتے ہین
اور اپنی حکومت و سلطنت سمجھتے ہین - علاوہ ازین اگر من تبعیضیہ کے آپ ابطال کے درپے ہون
اور تبعیض ثابت کرین تو حضرات شیعہ اس آیت سے امام مہدی ع کا استخلاف مراد لیتے ہین یا
وہ باطل ہوگا جو جواب اوسکی طرف سے دیوینا وہی ہماری طرف سے بھی قبول فرماوین رہا حاضرین
عند نزول الآیت سے اسکی خاصیت مگر ہین کہ علمای شیعہ نے تصریح فرمائی ہے کہ جو کلام کہ خطاب
شافہہ کے لیے موضوع ہے وہ حاضرین کے ساتھہ ہی مختص ہوتی ہے چنانچہ علامہ شہید ثانی معالم
الاصول مین صفحہ ۲۱ پر فرماتے ہین - وما وضع لخطاب المشافہۃ نحو یا ایہا
الناس و یا ایہا الذین امنوا لا یعم بصیغتہ من تاخر عن زمن الخطاب وانما یثبت
حکمہ لہم بدلیل اخر وہو قول اصحابنا و اکثر اہل الخلاف - اور ظاہر ہے کہ یہہ عبارت
موضوع المشافہ ہے تو حاضرین کے ساتھہ مخصوص ہوگی دوسری یہہ کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا
کہ تم مین سے بعض کو خلیفہ بناوینگے اور اسوجہ سے خداوند تعالیٰ کی وعدہ مین بدا اور خلف محال ہے
لا محالہ یہہ وعدہ واقع ہوگا ورنہ خلف وعدہ لازم آویگا - جو محال ہے اور جو امر مستلزم محال کو ہو
خود محال ہے اب وقوع استخلاف موعود کی دو احتمال ہین اول یہہ کہ وعدہ استخلاف سے
یہہ مراد ہے کہ ہم بنفس یا بالاستخلاف کرینگے اور جب بنفس یا بالاستخلاف فرمادی تو وعدہ پورا ہوگیا
دوسری یہہ کہ موعود یہہ ہے کہ ہم خلیفہ بنادینگے اور نفس استخلاف واقع کرینگے لیکن
احتمال اول بوجوہ باطل ہے اولاً معنی استخلاف ایقاع فعل خلافت ہے اور بدیہی ہے
کہ امر بالشی عین شی نہین اور بنفس یا بالاستخلاف عین استخلاف نہین تو اس صورت مین
لازم آتا ہے کہ وعدہ تو کچھہ فرمادی اور کیا کچھہ اور یہہ بھی خلف وعدہ ہے - ہان بعض دیگر

سلہ اور جو الفاظ خطاب شافہہ کے لیے موضوع ہین مثل یا ایہا الناس اور یا ایہا الذین امنوا کے اپنی صیغہ سے تم
انکو شامل نہین ہوتے - جو زمانہ خطاب سے پیچھے ہین اور اسکا حکم انکو بھی صرف دوسری دلیل سے ثابت
ہوتا ہے اور ہماری اصحاب کا اور اکثر اہل خلاف کا یہی قول ہے ۱۲ -

سے بقرائن خارجیہ استخلاف سے نفس بالاستخلاف ہی مراد ہوتا ہے اور یہہ اصل کو کچھہ معارض نہیں۔ ثانیاً بعد استخلاف کی جو امور کہ حق تعالی شانہٗ نے بمنزلۂ نتایج و ثمرات استخلاف کی بیان فرمائی ہیں مثل تمکین دین مرضی کے اور تبدیل خوف کے امن سے وہ بداہتہ مستلزم ہیں کہ وعدہ استخلاف سے مراد نفس استخلاف ہے نہ نفس بالاستخلاف کیونکہ وقوع ان امور کا متفرع علی الاستخلاف اسیوقت ضروری ہے جبکہ وعدہ نفس استخلاف کا ہو اور اگر نفس بالاستخلاف ہو تو وقوع ان امور کا ضروری نہیں کیونکہ جب نفس بالاستخلاف وقوع نفس استخلاف کو ہی مستلزم نہیں تو ان امور کو جو نفس استخلاف پر مترتب ہیں کیونکر مستلزم ہوگی کیونکہ اگر حق تعالے استخلاف پر نص فرمادی تو یہہ ضرور نہیں ہے کہ وہ واقع ہی ہو بلکہ جائز ہے کہ عباد اسکو نہ مانیں اور اوسپر عمل نکریں چنانچہ حسب زعم شیعہ ایسا واقع ہوا تو پھر ترتب ان ثمرات و نتایج کا کیونکر ہوسکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہہ ثمرات و نتایج بھی داخل وعدہ ہیں تو خلف وعدہ لازم آیا اور یہہ محال ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ احتمال ثانی متعین ہے۔ ثالثاً حق تعالے شانہٗ نے اس موعود کو اوس فعل کے ساتھہ تشبیہ دی ہے جو گذشتہ لوگوں میں پہلے ہوچکا اور ظاہر ہے کہ پہلے لوگوں میں صرف نص بالاستخلاف نہیں تھا بلکہ نفس استخلاف تھا تفسیر صافی میں ہے وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض ليجعلهم خلفاء بعد نبيكم كما استخلف الذين من قبلهم يعني وصاة الانبياء بعدهم تو اس تشبیہ سے صاف ثابت ہوا کہ وقوع نفس استخلاف مراد ہے۔ رابعاً حضرات شیعہ اسی آیت کو امام مہدی کے استخلاف پر محمول فرماتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر احتمال اول مراد ہو تو وہ مستلزم نفس استخلاف اور اوسکی

ل وعدہ دیا اللہ نے تم میں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے البتہ خلیفہ بنائیگا انکو ملک میں ”البتہ بنائیگا انکو خلیفہ تمہاری نبی کے پیچھے“ جیسا کہ اگلی لوگوں کو خلیفہ بنایا ”یعنی انبیا کے اوصیا کو انکا جانشین کیا“ ۱۲

نتائج کو نہیں تو یہہ دلیل خود جناب امام مہدی کی امامت و غلبہ و شوکت کی ثبوت میں ناقص و ناتمام
ہوگی ۔ خامساً مسلماً نص یا استخلاف ہی مراد ہیں لیکن لا نسلم کہ نص سے وہی نص مراد ہو
کہ جس خصوصیت کی ساتھہ اور ہیئۃ کذائیہ سے حضرات شیعہ فرماتے ہیں بلکہ نص سے مراد
نص جلی ہو یا خفی کسی ہیئۃ کی ساتھہ اور کسی طریقہ کی ساتھہ ہو چنانچہ اہلسنت خلفاء ثلثہ
کی خلافت کے لیے نص کے قائل ہیں آپنے ازالۃ الخفا کا مطالعہ فرمایا ہے اوس سے بخوبی
یہہ امر ثابت ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی وعدہ تمکین دین مرضی اور تبدیل امن بعد الخوف
میں کوئی احتمال نہیں اور اوسکی وقوع میں موعود لہم کے لیے کچھہ شک و تردد نہیں ہے
تو ثابت ہوا کہ اگر وعدہ نص ہے تاہم متضمن وعدہ استخلاف کو بھی اور اوسکا وقوع لازم
و متحتم ہے ۔ تیسری یہہ کہ اس استخلاف سے مراد وقوع سلطنت جائرہ جیسی فساق
و فجار یا اشرار و کفار کرتے ہیں مراد نہیں ہے بلکہ مراد وہ خلافت و ریاست راشدہ
و امامت و سلطنت حقہ ہے جو اجرائی شرائع دین و احیاء شعائر اسلام کے لیے ہو اور جس
سے عالم میں احیاء مراسم اسلام پایا جاوے اور اسپر وجوہ چند دلالت کرتے ہیں اول یہہ کہ
جب حضرات شیعہ کے مفسرین نے اس آیت شریفہ کو حسب روایات خود حضرت امام مہدی
کی استخلاف پر محمول فرمایا ہے چنانچہ محمد بن مرتضی صاحب تفسیر صافی اپنی تفسیر میں [1]
فرماتے ہیں ۔ والقمی نزلت فی القائم من آل محمد والمجمع المروی من اهل
البیت انها فی المهدی من آل محمد قال وروی العیاشی باسناده
عن علی بن الحسین انه قرأ الآیة وقال هم والله شیعتنا اهل البیت یفعل

[1] تفسیر قمی میں ہے کہ یہہ آیت قائم آل محمد (امام مہدی) کے بارہ میں نازل ہوئی
اور تفسیر مجمع میں ہے کہ اہل بیت سے مروی ہے کہ یہہ آیت آل محمد کے مہدی کے باب میں ہے
کہا اور عیاشی نے اپنی اسناد کے ساتھہ امام زین العابدین سے روایت کی ہی کہ آپنے یہہ آیت پڑھکر
فرمایا کہ خدا کی قسم یہہ لوگ ہم اہلبیت کی شیعہ ہیں ۔ ۱۲

ذلك علی یدی رجل منا وهو مهدی هذه الامة وهو الذی قال رسول الله[1] لو لم یبق من الدنیا الا یوم یطول الله ذلک الیوم حتی یملی رجل من عترتی اسمه اسمی یملأ الارض عدلا وقسطا کما ملئت ظلما وجورا قال وروی مثل ذلک عن ابی جعفر وابی عبد الله وفی الاکمال عن الصادق فی قصة نوح وذکر انتظار المومنین من قومه الفرج حتی اراهم الاستخلاف والتمکین قال وکذلک القائم فانه تمتد ایام غیبته لیصرح الحق عن محضه ولیصفو الایمان من الکدر بارتداد کل من کانت طینته خبیثة من الشیعة الذین یخشی علیهم النفاق اذا احسوا بالاستخلاف والتمکین لهم والامر المنتشر فی عهد القائم الی غیر ذلک من الروایات تو ظاہر ہو کر اونکی خلافت تو حضرات شیعہ کے نزدیک منصوص راشدہ ہی تو اگر اس آیت سی استخلاف حق مراد ہی نہین اور خلافت راشدہ پر یہہ آیت دال ہی نہین تو اس کا نزول امام مہدی کے لیے جنکی خلافت راشدہ ہی کیونکر ہو سکتا ہی اور یہہ سب روایات جنمین نزول آیت کا امام غائب عن الابصار ہی حضر القصار کے لیے بیان کیا گیا ہی اور دعوی کیا گیا ہی کہ اس استخلاف موعود سی مراد استخلاف

[1] یہہ وعدہ ہم مین سی ایک شخص کے ہاتہہ پر پورا ہوگا اور وہ اس امت کا مہدی ہوگا اور وہ وہ ہی جسکی لیے رسول اللہ نے فرمایا اگر دنیا سی بجز ایک دن کہ باقی نرہیگا تو خداتعالی اوسکو طویل کریگا یہانتک کہ ایک شخص میری عترت سے حاکم ہوگا میرا ہمنام ہوگا جیسا دنیا ظلم وجور سی پر ہوگی اسیطرح عدل وانصاف سے بہر دیگا کہا اور ایسی ہی روایت امام ابو جعفر اور ابو عبد اللہ سے ہی - اور اکمال مین امام صادق سے نوح کے قصہ مین ہی مومنین کا اونکی قوم مین سی کشایش کے انتظار کا ذکر کیا یہانتک کہ اونکو استخلاف تمکین دکھلایا فرمایا اور اسیطرح قائم ہی کہ اوسکی غیبت کا زمانہ دراز ہوگا تاکہ خالص حق ظاہر ہو جاوی اور ایمان کدورت سی صاف ہو جاوی اون شیعون سی جنپر نفاق کا خوف ہی ہر ایک کے ارتداد کے ساتہہ جسکی خبیث مٹی ہے جب استخلاف اور تمکین اونکے لیے دیکہینگے اور امر پہیلا ہوا قائم کے زمانہ مین ہوگی - ۱۲ —

امام مہدی کا ہی سب لغو و لاطائل ہو جائینگی تو ثابت ہوا کہ مراد استخلاف سے استخلاف حق اور خلافت
و امامت حقہ ہی ہے اور اس سے یہہ بھی ثابت ہے کہ بعض روایات مین جو حضرات شیعہ ائمہ سے
نقل کرتے ہین کہ مراد استخلاف سے استخلاف و تمکین فی العلم ہے سراسر کذب و افترا ہے تفسیر
صافی مین نقل کیا ہے روی الکافی عن الصادق انہ سئل عن ہذہ الآیۃ فقال ہم
الائمۃ وعن الباقر لقد قال اللہ فی کتابہ لولاۃ الامر من بعد محمد خاصۃ
وعد اللہ الذین امنوا منکم الی قولہ فَاُولٰئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ یقول استخلفکم
لعلمی ودینی وعبادتی بعد نبیکم کما استخلف وصاۃ آدم من بعدہ حتی
یبعث النبی الذی یلیہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا یقول یعبدوننی بایمان
لا نبی بعد محمد فمن قال غیر ذلک فاولئک ہم الفاسقون فقد مکن
ولاۃ الامر بعد محمد العلم ونحن ہم فاسئلونا فان صدقناکم فاقروا وما
انتم بفاعلین اور وجہ اسکی یہہ ہی کہ اول تو استخلاف جو بتقیید فی الارض ہوا اسکا اطلاق
جیسا کہ سلطنت و تسلط ظاہری پر فی الارض حاصل نہو نہیں ہوسکتا دوسری یہہ کہ
ثابت آیۃ خود حکومت ظاہری کو مستلزم ہو رہی ہین کہ اوسکی حصول بدون سلطنت
ظاہری اسکے صرف استخلاف فی العلم متمکن نہین ہے علاوہ ازین مخالف اون روایات کے بھی
جو سابقاً گذارش ہو چکی ہین جن سے ثابت ہوتا ہی کہ آیت کا نزول امام مہدی کے حق
مین ہی اور اس استخلاف سے استخلاف امام مہدی مراد ہی افسوس کہ یہہ حضرات نہ خدا

سلہ کافی مین امام صادق سی مروی ہی اونسے کسی نے اس آیت سے پوچھا فرمایا وہ ائمہ ہین اور امام باقر سے مروی ہی بتحقیق
اللہ تعالی نے اپنی کتاب مین بعد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے خاص اماموں کے لیے فرمایا۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم الخ یعنی
فرمایا ہی کہ خلیفہ بناونگا مین تمکو اپنی علم اور دین اور عبادت کے واسطے تمہارے نبی کے بعد جیسا خلیفہ بنایا آدم کے
اوصیا کو اوسکی پیچھے یہانتک کہ اوس کے پیچھے نبی مبعوث ہو میری عبادت کرینگے اور کسیکو میرا شریک
نکرینگے فرمایا میری جان کے ساتھ پرستش کروگی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کوئی نبی نہین جو کہ اسکے سوا کہے
وہ فاسق ہین تحقیق تمکین دی ولاۃ امر کو بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مین اور وہ ہم ہین پس ہم سے پوچھو اگر ہم تمسے سچ کہین تو اقرار

درسول سے ڈرتی ہین نہ ائمہ سے حیا و شرم فرماتے ہین اور جو دل چاہتا ہی جسمین اپنی مخلصی
ونجات کی امید ہے علمار سے صدور دیکھتے ہین خدا و رسول و ائمہ پر افترا باندھتے ہین دوسری
یہہ کہ حق تعالے شانہ نے اِس وعدہ کو مومنین عاملین صالحات کے ساتھہ فرمایا ہی اور
قاعدہ ہی کہ حکم جو اوپر مشتق علیہ ماخذ پر دلیل ہوتا ہی تو معلوم ہوا کہ کمال ایمان اور غایۃ
صلاح نے التمل اِس استخلاف موعود کے علت واقع ہی اور بداہت بدیہی ہی کہ جس وعدہ
خداوندی کا موقوف علیہ اور جسکی علت ایمان اور اعمال صالحہ ہونگی وہ امر خیر اور حق اور رشد
محض ہوگا اور خداوند تعالے کے نزدیک مرضی اور پسندیدہ ہوگا تو جب استخلاف کو
بھی حق تعالی نے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھہ منوط و مربوط فرمایا ہی تو یہہ استخلاف
استخلاف حق اور پسندیدہ جناب باری جل و علا شانہ ہوگا۔ تیسری یہہ کہ حق تعالی شانہ
نے اِس آیت شریفہ مین صرف استخلاف ہی کا تو وعدہ نہین فرمایا کہ اوسکو سلطنت کیطے
اور بہی حصول کی میسر گنجایش ہو بلکہ اوسکی ساتھہ یہہ بھی وعدہ فرمایا کہ اوسکی ساتھہ ہین
ہم اوس دین کی بہی تمکین اونکی لیے کرینگے جو دین کہ ہماری نزدیک مرضی اور پسندیدہ
ہی اور یہہ وعدہ فرمایا کہ ہم اونکی خوف کو جو کفار و منافقین سے لاحق حال ہے امن
کی ساتھہ بدل دینگے اب ان وعدونسے صاف ظاہر ہی کہ جو استخلاف کہ اِن فوائد کو مثمر و منتج ہو
وہ کیسا خلافت جائزہ ہوگی اسکی بعد بطور اخبار کے فرمایا کہ جب استخلاف پردہ غیب سے
منصۂ ظہور پر جلوہ گر ہوگا اور اوسکی ثمرات و نتایج کمال تمکین دین اور زوال خوف اور حصول
امن تمام عالم مین شیوع پذیر ہونگی تو لوگ میری عبادت مین مشغول ہونگی اور کسیکو
میری شریک نہین کرینگے تو معلوم ہوا کہ وہ وقت ایسا وقت ہوگا جسمین شریعت
بکمال ظہور مروج اور شایع ہوگی اور بدیہی ہے کہ جو خلافت اسکو متضمن و مشتمل ہوگی
وہ راشدہ اور حقہ ہوگی۔ اسکی بعد ارشاد ہوا کہ ومن کفر بعد ذلک فاولئک
ھم الفاسقون یعنی بعد اس نعمت عظمی کے جو شخص اسکا کفران کرین پس وہ ہی

فاسق ہین ظاہر ہی کہ حق تعالے شانہ نے اوس ہی انکار و کفران اور اوسپر یورش و
طغیان کو کمال فسق سے تعبیر فرمایا جس سے اوسکا بڑی نعمت اور کمال احسان
خداوندی ہونا مفہوم ہوتا ہی ایسلیی موقع امتنان مین اوسکو بیان فرمایا پس اگر یہہ
خلافت محض سلطنت اور خلافت جائرہ ہوتی تو اوسکا انکار تو بجای خود عند الشیعہ واجب
اور اوسکی نقض کی تدابیر لازم و متحتم ہین چہ جائیکہ خداوند تعالے اوسکو موقع امتنان مین
بیان فرمادی اور اوسکی انکار کو فسق سے تعبیر فرمادی تو اس سی صاف واضح طور پر معلوم ہوتا
کہ جب یہہ استخلاف اسقدر پسندیدہ جناب باری ہی کہ اوسکو موقع احسان و امتنان
مین بیان فرمایا اور اوسکی انکار کو فسق کے ساتہہ تعبیر فرمایا تو وہ استخلاف کمال حقیت و رشد
کی ساتہہ متصف ہوگا - چوتہی یہہ کہ حق تعالے شانہ نے اس استخلاف کو اپنی ذات
پاک کیطرف منسوب فرمایا ہی کہ ہم خلیفہ بناوینگی اور ہم تمکین دینگی اور ہم تبدیل خوف کی
امن سکے ساتہہ کرین گے اور جب اسکا متکفل خود خداوند کریم ہوا اور اسکا ذمہ دار ہوا
پہر اوسنی جب وعدہ پورا کیا اور خلیفہ بنایا اگر وہ خلافت جائرہ تہی تو یہہ فعل خداوند تعالے
کا قبیح ہوا تعالے عن ذالک علوا کبیرا پس علی مذہب الشیعہ صدور قبیح نسبت جناب
باری لازم آیا و ہو محال تو معلوم ہوا کہ یہہ استخلاف سلطنت و خلافت جائرہ نہوگی بلکہ امامت
حقہ و خلافت راشدہ ہوگی - علامہ طوسی تجرید مین لکہتی ہین [1] واستغنائہ وعلمہ یدلان
علی انتفاء القبح عن افعالہ اسکی بعد گذارش ہی کہ جب خداوند تعالے نے خلیفہ بنانیکا
وعدہ فرمایا تو لامحالہ یہہ وعدہ واقع ہونیوالا ہی اب باقی رہا یہہ امر کہ یہہ وعدہ کس زمانہ مین
واقع ہوا اور موعود لہم اس وعدہ کی کون ہین اور یہہ خطاب کسکو ہی سو اسمین تین احتمال
ہین ولا رابع لہا باتفاق الفریقین - احتمال اول یہہ ہی کہ اس وعدہ کا وقوع زمانہ

---

[1] اور اوسکی بے پروائی اور اوسکا علم اوسکی افعال سے برائی کے دور ہونے پر دلالت
کرتے ہین - ۱۲

حیات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایام فتح مکہ مین ہوا اور آیت خلافت سے مراد استخلاف مومنین کا ہی بجای کفار کے اور موعود لہم اوسکی مومنین ہین جو اوس وقت موجود تھی یا اون ہی کو خطاب ہی تو دوسرا احتمال یہہ ہی کہ اسکی موعود لہم حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ اور انکی اتباع ہین اور یہہ وعدہ اون ہی کے زمانہ خلافت مین پورا ہوگا تیسرا احتمال یہہ ہی کہ یہہ خطاب صحابہ حاضرین عند نزول الآیۃ کو ہی اور اوسکی موعود لہم خلفاء اربعہ مین رضی اللہ عنہم اور یہہ وعدہ جناب خلفاء اربعہ کی زمانہ خلافت مین پورا ہو چکا ہی اور خداوند تعالے نے بعد وفات جناب رسالتماب صلوات اللہ علیہ وسلامہ کہ آپکی جگہ خلفاء اربعہ کو خلیفہ بنایا لیکن ان ہر سہ احتمالون مین جہانتک ہم غور کرتے ہین اور اپنی ایمان و انصاف سے تامل کرتے ہین تو پہلی دو احتمالونکو غلط پاتے ہین اور تیسری احتمال کو متعین سمجھتے ہین اگرچہ ابطال احتمال اول پر کچھہ چندان تجشم استدلال کی ضرورت نہ تھی کیونکہ مفسرین محدثین شیعہ نے اسکو امام مہدی پر محمول کر کے اور اوسکی نزول کا سورہ متعین کر کے خود اس احتمال کو باطل کر دیا لیکن چونکہ بعض شیعہ جب شکنجہ انظار علماء اہلسنت مین گرفتار ہو کر میدان فرار تنگ دیکھتے ہین تو ایسی پوچ احتمال اورد ہی تو جیہین پیش کرنے لگتے ہین اسلئے مناسب ہی کہ مختصرا اس احتمال کے ابطال کیطرف بہی اشارہ کیا جاوی اور ضمنا و تبعا اوسکا ابطال بہی معرض اثبات مین لایا جاوی پس صنف اہم ہو کر ہر دو احتمالات کا بطلان ایسا واضح و بدیہی ہی کہ اگر ذرا آیت مین تامل کیا جاوی تو انکا بطلان بے تکلف فہم مین آسکتا ہی احتمال اول کے ابطال کیلیے پس یہہ ہی وجوہ کافی ہین کہ اولا حق تعالے شانہ نے یہہ وعدہ مومنین کے ساتھہ فرمایا ہی۔ اگر مراد اس سے فتح مکہ ہوتا تو یہہ وعدہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ ہوتا اتباعا مومنین بہی اوسمین داخل ہوتے ثانیا یہہ کہ خداوند تعالے نے فتح مکہ کو بصورت رویا کی دکھلا دیا تہا اور چونکہ انبیاء کے خواب بہی وحی ہوتی ہے تو پہلی اوسکا وقوع قطعی ہوتا ہی چنانچہ خداوند تعالے نے ارشاد فرمایا

لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ
امنین محلقین رؤسکم ومقصرین لاتخافون اور نیز اوسکو فتح کے ساتھ تعبیر فرمایا ہی
وجعل من دون ذلک فتحا قریبا - اور اذا جاء نصر اللہ والفتح - تو اس سے بشرط
ذوق سلیم صاف سمجھہ مین آتا ہی کہ یہہ واقعہ دوسرا ہی - ثالثاً ممکن ہی کہ اس آیت کا
نزول بعد فتح مکہ کے ہو - رابعاً سلمنا کہ نزول اس آیت کا قبل فتح مکہ کی ہی تاہم
عند الشیعہ فتح مکہ پر حمل کرنا صحیح نہین ہے کیونکہ اس صورت مین وعدہ استخلاف کو الذین
امنوا وعملوا الصلحت کے ساتھہ مقید کرنا اور تخصیص موعود لہم کے اہل ایمان و صلاح کی
ساتھہ کرنا بالکل لغو ہوگا - اور قید الذین امنوا وعملوا الصلحت کی سراسر فضول ہوگی کیونکہ
حسب تصریحات قوم یہہ امر بخوبی ثابت ہی کہ بعد کفار مکہ کے استخلاف جیسا کاملین
فی الایمان اور عاملین صالحات کو نصیب ہوا اوس سے زیادہ ادن صحابہ کو نصیب ہوا
کو بزعم شیعہ بدتر از کفار تھی نعوذ باللہ من ذلک اور اگر سب مومنین اور عاملین صالحات
تھی تو مرحبا بالوفاق ہم بھی یہہ ہے کہتے ہین - خامساً ممکن نہین کہ اس آیت کا مورد
فتح مکہ ہو سکی کیونکہ اس آیت مین بعد استخلاف کی جو دو صفتین ذکر فرمائی ہین اونکا
مصداق ہرگز فتح مکہ کا زمانہ نہین ہو سکتا اول ارشاد فرمایا کہ خدا تعالے اونکی لیے دین
پسندیدہ کو متمکن اور راسخ کریگا اور دوسری فرمایا کہ اونکی مطلق خوف کو امن سے
بدل دیگا اور امن تام حاصل ہو جائیگا اور یہہ دونو امر فتح مکہ کے زمانہ مین حاصل نہین ہوئی
کیونکہ جب دو سلطنتین عظیمہ کسری و قیصر کی جو بالکل مخالف اسلام کے تھی پہلو بہ پہلو
لگی ہوئے تھین جنکی ظاہری قوت و شوکت اور عدد و عدد کے مقابلہ مین اہل اسلام کو
کچھہ نسبت نہ تھی تو ایسی دشمنونکی محاصرہ مین جب تک وہ مغلوب نہون اور اونکی شوکت
و عظمت نہ ٹوٹی کیونکر کہا جا سکتا ہی کہ دین کو تمکین و استقرار حاصل ہوگیا اور خوف
امن سے بدل کر امن تام حاصل ہوگیا بلکہ تمام عرب مین بھی اسلام شائع نہین ہوا تھا

بلکہ علی عمومہم حضرت کی اصحاب اکثر منافقین و کفار و فساق تھی تو ایسی حالت مین کیونکر امن
دین اور امن تام حاصل ہو سکتا ہی تو اس سی بداہتہ معلوم ہوا کہ اس آیت کا مورد فتح
مکہ نہین ہو سکتا۔ شاید اسجگہ ہماری فاضل مخاطب کو یہہ شبہ واقع ہو کہ حق تعالے نے
فتح مکہ کے بیان مین یہی فرمایا ہی) امنین محلقین رؤسکم ومقصرین لاتخافون جس سے
ثابت ہوتا ہی کہ ایام فتح مکہ مین امن حاصل ہو گیا اور خوف زائل ہو گیا تو اس صورت مین
مصداق ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا کا یہی واقعہ فتح مکہ ہوگا جواب اس
شبہ کا یہہ ہی کہ یہہ شبہ عدم تدبیر اطراف وجوانب کلام اور نظم کے ما قبل و ما بعد مین غور
نہ کرنے سی ناشی ہوا ہی ورنہ فی الحقیقت اس مین اور اس مین فرق از زمین و آسمان کا ہی
کیونکہ آیت سورہ فتح مین اسطرح واقع ہے لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ
امنین محلقین رؤسکم ومقصرین لاتخافون جس سے صاف واضح ہی کہ اسجگہ امن و عدم
خوف دخول مسجد کی قید واقع ہو رہی ہے جسکی معنی یہہ ہین کہ جو خوف تمکو دخول مسجد
کی وقت کفار مکہ سی بسبب اپنی ضعف و قلت اور کفار کے شوکت و کثرت کے ہوتا وہ خوف
تمکو دخول مسجد حرام کے وقت نہوگا اور اوس خوف سی تم آمن ہوگی نہ یہہ مراد ہی کہ تمکو
اوسوقت امن تام اور عدم خوف کامل حاصل ہو جائیگا یہہ تو سراسر واقع کے اور عقل کے
خلاف ہی جب تک دو سلطنتین مخالف ذات قوت و شوکت برابر موجود ہین ہرگز خوف
زائل نہین ہو سکتا اور امن تام حاصل نہین ہو سکتا تو بقرینہ سیاق نظم ما قبل مین ادنے
تامل سے مفہوم ہو سکتا ہی کہ اسجگہ امن و عدم خوف سی وہی مراد ہی جو کفار مکہ سے پیدا
ہوا اور آیت سورہ نور مین ارشاد فرمایا ہی۔ لیستخلفنہم فی الارض ولیمکنن
لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا الخ نظم کے سیاق سے بداہتہ واضح ہی
کہ حق تعالے شانہ نے وعدہ فرمایا ہی کہ اللہ تعالے تمکو ایسی شوکت عطا فرمائیگا جسکی سبب سی
تمہارا دین تمام ادیان پر غالب ہوگا اور تمہاری دین کو مستقر و متمکن فرمائیگا اور حقیقة

کفر و کفار کی شوکت بہی سب ٹوٹ جائیگی اور تمکو خوف کے بدلی امن مطلق ارزانی فرمائیگا جسکو تہوڑی سی بہی فہم ہو وہ اس نظم کے سیاق سے اور اطراف و جوانب مین تدبر کرنے سے سمجہہ سکتا ہی کہ اس آیت شریفہ مین حق تعالے شانہ نے حصول امن اور زوال خوف کی نسبت ارشاد فرمایا ہی وہ امن تمام اور خوف کامل ہے جو بعد زوال سلطنت کسری و قیصر کے ہوگا چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی طرف اشارہ فرمایا وستبلغ ملک امتی ما زوی لی منہا پس معلوم ہوا کہ یہہ حصول امن و زوال خوف دوسرا ہی اور وہ امن اور عدم خوف دوسرا اسکو دوسرے پر محمول نہین کر سکتی تو اس موعود کا فتح مکہ پر حمل کرنا باطل ہوا اور احتمال ثانی کا بطلان بہی نظم کلام سے صاف و صریح ہی کیونکہ اولا حق تعالے شانہ نے یہہ وعدہ الذین امنوا کی نسبت فرمایا ہی جو حقیقۃً جمع ہی اور باعتبار معنی حقیقی جمع کم سے کم اسکی مصداق کیلیے تین فرد کا ہونا لابدی تا کہ معنی حقیقی جمع کے صادق آوین جیسا کہ صاحب مسلم الاصول نے لکہا ہی[1] فائدہ اقل مراتب صیغۃ الجمع الثلثۃ علی الاصح وقیل اقلہا اثنان پہر کیف اقل مراتب صیغہ جمع کے لیے ایک فرد ہونیکا کوئی قائل نہین پس اگر ایک فرد پر محمول کیا جاویگا تو معنی مجازی پر محمول ہوگا اور حمل علی المجاز جب تک حمل علی الحقیقۃ متعذر ہو جائز نہین ہے اور یہان کوئی قرینہ قائم نہین ہے کہ جو معنی حقیقی سے صارف ہو صیرورت الی المجاز کو مقتضی ہو تو اسکا حمل کرنا امام مہدی رضی اللہ عنہ پر جو ایک فرد ہین جائز ہوا ثانیاً یہہ وعدہ حق تعالے شانہ نے حاضرین عند نزول الایۃ کے ساتہہ فرمایا چنانچہ ارشاد وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم یعنی خدا نے وعدہ فرمایا ہے تم مین بعض اون لوگونکے لیے جو مومنین اور عاملین صالحات ہین کہ انکو اپنی رسول کا جانشین و خلیفہ بناویگا تو یہہ خطاب حاضرین کو ہی اور سابق مین مسلم سے گذارش ہو چکا ہی وما وضع لخطاب المشافہۃ لا یعم بصیغتہ من تاخر عن الخطاب

---

[1] فائدہ صیغہ جمع کے مراتب کا کم درجہ تین ہین اور بعض کہتی ہین دو ہین - ۱۲ -

اور یہہ بھی ہے کہ امام مہدی حاضرین عند نزول السورۃ سے نہیں ہیں اور اونکی خلافت کے حق کرنے
پر نہ کوئی دلیل دلالت کرتی ہے تو یہہ آیت اونکی خلافت پر جب قاعدہ محمول نہیں ہو سکتی
ثالثاً خداوند کریم جل وعلا شانہٗ نے اس استخلاف کو اوس استخلاف کے ساتھہ تشبیہ دی ہے
جو انبیا سابقین کے زمانہ میں سنت اللہ جاری تھی کہ بعد انبیا کے اونکی خلفا اونکی جانشین
ہوتی تھی اور اونکی شریعت کی ترویج کرتے تھے اور امور باقیماندہ نبوت حق تعالےٰ اونکی
ہاتھوں پر پوری فرماتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب انبیا سابقین کے جانشین اونکی بعد
خلیفہ ہوتے تھے اور مہمات خلافت کو سرانجام فرماتے تھے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی بعد حضرت یوشع اونکی خلیفہ اور جانشین ہوئی پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خلافت آپکی بعد گذرنی دو ہزار سال کے ہو تو قطع نظر اس سے کہ مستلزم نقصان مرتبہ
رسالت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نسبت انبیا سابقین ہے تشبیہ ناقص و نا تمام ہوگی
کیونکہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب خلافت راشدہ متمکن نہوئی اور آخر تک اونپر
و نجد کا غلبہ رہا حالانکہ انبیا سابقین کے خلفا اونکی بعد ہی متمکن ہوگئی تھی تو اس سے بداہۃً
معلوم ہوتا ہی کہ آپکی قوت نبوت اور مرتبہ رسالت بہ نسبت انبیا گذشتہ کے کم تھی اگر دس
پانچ سال امام مہدی نے خلافت فرمائی اور ایسی رسول کا جو افضل الرسل ہی تمام زمانہ استداد
نبوت میں معدودی چند سال کے واسطے ایک خلیفہ کو تمکین عطا ہوئی اور باقی تمام زمانہ
شقاق وکفر وفسق سے مملو رہے تو وہ استخلاف کیا وقعت رکھہ سکتا ہی اور اون انبیا کے
کیونکر ہم پلہ ہو سکتا ہی کہ جنکی خلفا و اوصیا اونکی متتابع پیدا ہوئی اور وقتاً فوقتاً تجدید
دین اور احیائی شریعت کرتے رہی اور یہہ تشبیہ کیونکر تشبیہ تام ہو سکتی ہی اور باقی ائمہ
جب اونکو تمکین ہی عطا نہیں ہوئی اور ہمیشہ خائف و مختفی رہی تو وہ خود بین سے ساقط
ہوگئی کیونکہ اونکا وجود و عدم برابر ہوگیا تو اس تشبیہ سے صاف بداہۃً ثابت ہوا کہ اس
استخلاف سے استخلاف مہدی مراد نہیں ہے بلکہ وہ استخلاف مراد ہی جو بعد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے متصلاً متتابعاً ہوا اور خدا تعالےٰ نے اوسکو تسلط اور تمکین عطا فرمایا اور اوس سے
عالم میں دین کی شیوع پذیر ہوا اور وہ استخلاف بجز استخلاف خلفاء اربعہ کے اور کا ہی نہیں
اور اوسکی اتصال و قرب پر وہ روایت بھی دلالت کرتے ہیں جو صافی میں اسی آیت کے
تفسیر میں مذکور ہے - وفی الجوامع عن النبی[۱] علیہ السلام قال زویت لی الارض
فاریت مشارقها و مغاربها و سیبلغ ملك امتی ما زوی لی منها آپنے بخوبی
چھوٹے چھوٹے رسائل میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ سین استقبال قریب کا فائدہ دیتا ہے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب اسلام شائع ہونے والا ہے اور بعد تمام مشارق و مغارب
زمین کے جو حضرت کو دکھائی گئی ہیں وہ عنقریب مملکت اسلام میں داخل ہونگی
اور دوسری روایت جو صافی میں مروی ہے وہ بھی اسیکا گویا مصداق ہے قال وروی
المقداد[۲] عنه انه قال لا یبقی علی الارض بیت مدر ولا وبر الا ادخله الله
الاسلام بعز عزیز او ذل ذلیل اما ان یعزهم الله فیجعلهم من اهلها واما ان یذلهم فیدینون
لها غرض کہ اس سے بھی اس آیت کا امام مہدی کی شان میں حصر کرنا صحیح نہوا - اب حق تعالے
شانہ اس آیت کے خاتمہ پر بعد بیان اس نعمت کے ارشاد فرماتا ہے ومن کفر بعد
ذلك فاولئك هم الفاسقون یعنی بعد اتمام اس نعمت کے جو لوگ اسکی ناشکری کرینگے وہ فاسق
ہیں اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ بعد حصول استخلاف بعض اہل ایمان و صلاح من الصحابة
الحاضرین عند نزول الآیة جنکی تعداد حد جمع تک پہنچیگی اور تمکین و استقرار دین اور
بعد تبدیل خوف از امن اس نعمت کا کفران واقع ہوگا تو خداوند تعالے شانہ نے

---

۱ تفسیر جوامع میں نبی علیہ السلام سے مروی ہے - فرمایا سمیٹی گئی میری لئے زمین اور اسکی مشرق و مغرب
کنارہ دکھلایا گیا اور عنقریب میری امت کا ملک وہاں تک پہنچیگا جہانتک میری لئے سمیٹا گیا ۱۲ - ۲ مقداد نے
روایت کی ہے کہ فرمایا زمین پر کوئی گہر مٹی اور نہ اون کا باقی رہیگا مگر اسمیں خدا تعالے اسلام کو داخل کریگا کسی عزیز کی عزت کی ساتھ
یا کسی ذلیل کی خواری کی ساتھ یا انکو خدا عزت دیگا کہ انکو اسکی اہل میں سے کریگا اور یا انکو ذلیل کریگا کہ وہ اسکو تسلیم کرینگے ۱۲

بطور تخویف اور بصورت تحذیر کے اون لوگونکی وصف کی خبر دی کہ جو مصداق اس کفران نعمت کے ہونگی اور چونکہ خلافت امام مہدی مین اسطرح نہین پایا جائیگا - تو اس واسطی اس آیت کو خلافت مہدوی پر محمول نہین کر سکتی اور ظاہر ہی کہ یہہ کفران مخبر بہ زمانہ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالے عنہم مین جسطرح جناب رب العزت عز اسمہ نے خبر دی تھی کہ اول استخلاف ہوگا - پھر تمکین دین اور تبدیل خوف ہوگا پھر کفران کے وقوع کیطرف ایما فرمایا تھا اسیطرح واقع ہوا اول استخلاف ہو کر تمکین دین اور تبدیل خوف واقع ہوئی بعد اوسکی کفران نعمت کا قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سی واقع ہوا تو اس سے بداہتہ ثابت ہوا کہ مصداق اس آیت کا خلافت مہدویہ نہین ہو سکتی بلکہ خلافت خلفا رضی اللہ عنہم ہی خاص ہے ہمکو سیوا ان دلائل کے بیان کرنیکی کچھہ ضرورت نہین کہ یہہ آیت سوائی خلافت خلفا اربعہ کی کسی دوسری خلافت پر محمول نہین کیونکہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے خود اسکا فیصلہ فرما دیا اور سارا قضیہ چکا دیا آپنے فرما دیا کہ اس وعدہ کا زمانہ وہی ہی جو خلافت خلفاء کا زمانہ ہی اور اوسکی موعود لہم وہی حضرات خلفاء رضی اللہ عنہم ہین کیونکہ وہ مصداق تمام اوصاف مذکورہ فی الآیت کے ہین اور طرفہ یہہ کہ اوسکو شریف رضی ہمنے نہج البلاغۃ مین نقل فرمایا ہی چنانچہ بعینہ ہم وہ خطبہ شرح نہج البلاغۃ سی نقل کرتے ہین اور چند جگہ شارح ابن میثم نے اپنی شرح مین اس آیت کیطرف اشارہ کیا ہے اوسکو نقل کرینگے خطبہ یہہ ہی ومن کلام لہ وقد استشارہ عمر بن الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس بنفسہ ان ہذا الامر لم یکن نصرہ ولا خذلانہ بکثرۃ ولا بقلۃ وھو دین اللہ الذی اظھرہ وجندہ الذی اعدہ وامدہ حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونحن علی موعود من اللہ واللہ منجز وعدہ وناصر جندہ ومکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز یجمعہ ویضمہ فان انقطع النظام تفرق وذھب ثم لم یجتمع بحذافیرہ ابدا والعرب الیوم وان کانوا قلیلا فھم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطبا واستدر الرحی

بالعرب واصلهم دونك نار الحرب فانك ان شخصت من هذه الارض انتقضت عليك العرب من اطرافها واقطارها حتى يكون ما تدع وراءك من العورات اهم اليك مما بين يديك ان الاعاجم ان ينظروا اليك غدا يقولوا هذا اصل العرب فاذا اقتطعتموه استرحتم فيكون ذلك اشد لكلبهم عليك وطمعهم فيك فاما ما ذكرت من مسير القوم الى قتال المسلمين فان الله سبحانه هو اكره لمسيرهم منك وهو اقدر على تغيير ما يكره واما ما ذكرت من عددهم فانا لم نكن نقاتل فيما مضى بالكثرة وانما كنا نقاتل بالنصر والمعونة انتهى۔ اگرچہ اس ارشاد سے ہمکو بے شمار فواید حاصل ہوتے ہین لیکن بسبب خوف تطویل اونسے اعراض و اغماض کرکے اپنی مدعا کی طرف جسکی ہم درپے ہین رجوع کرتے ہین وہ یہہ کہ جناب امیر نے اس خطبہ مین زمانہ حصول موعود آیت سراپا ہدایت کو زمانہ خلفاء کی قرار دیا۔ اور اس دین کو وہ دین فرمایا جسکا غلبہ موعود ہی اور اس لشکر کو وہ لشکر فرمایا جو اللہ کا لشکر ہی اگرچہ اس خطبہ سے ہی یہہ مضمون واضح ہی لیکن علامہ ابن میثم کے شرح کبیر سے یہہ مدعا آشکارا طور پر ثابت ہوتا ہی۔ سنیے ہم جو کچھہ شارح ابن میثم اس خطبہ کے شرح مین تحریر فرماتے ہین لکھتے ہین وقوله[1] ان هذا الامر الى قوله للاجتماع صدر الكلام المبني عليه الراي فقرر فيه اولا ان هذا الامر اي امر الاسلام ليس نصره بكثرة ولا خذلانه بقلة ونبه على صدق هذا الدعوى بانه دين الله الذي اظهره وجنوده هي جنده الذي اعده وامده من الملائكة والناس حتى بلغ هذا المبلغ

[1] قوله ان هذا الامر سے قوله للاجتماع تک کلام کا صدر ہی تاکہ اسپر رای قائم کرین۔ تو پہلی یہہ ثابت کیا کہ اس امر یعنی امر اسلام کی فتح نہ کچھہ کثرت پر ہی اور نہ اسکی شکست کچھہ قلت پر ہی اور اس دعوی کے صدق پر اسطرح متنبہ کیا کہ وہ اللہ کا دین ہی جسکو غالب کیا اور اسکی لشکر اللہ کا لشکر ہے جسکو تیار کیا اور جسکی مدد فرشتون اور آدمیون سے کی یہانتک کہ اس مرتبہ مین پہنچا اور شہرونکی کنارونمین نکلا۔ ۱۲

وطلع فی آفاق البلاد حیث طلع ثم وعدنا بموعود هو النصر والغلبة والاستخلاف
فی الارض کما قال وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الآیة وکل وعد من الله فهو منجز لعدم
الخلف فی جزئه وقوله ناصر جنده یجری مجری النتیجة اذ من جملة وعده نصر جنده
وجنده هم المؤمنون فالمؤمنون منصورون علی کل حال سواء کانوا قلیلین
او کثیرین ثم شبه مکان القیم بمکان الخیط من العقد وجه التشبیه هو قوله
یجمعه ویضمه الی قوله ابدا آخر شرح تک جو نہایت طویل و عریض ہی اور اس خطبہ کی
شرح کی آخر میں یہ تحریر فرمایا[١] واما ما ذکرت من عددهم الخ فهو ان عمر ذکر کثرة القوم
وعددهم فاجابه بان کم قتال المسلمین فی صدر الاسلام فانه کان من غیر کثرة و
انما کان بنصر الله ومعونته فینبغی ان یکون الحال الآن کذلک فهو یجری مجری
التمثیل کما اشرنا الیه فی السورة الاولی وعد الله تعالی المسلمین بالاستخلاف
فی الارض وتمکین دینهم الذی ارتضی لهم وتبدیلهم بخوفهم امنا کما هو مقتضی
الآیة بنفسه انتهی اس خطبہ کے الفاظ سے اور شہادت و بیان شارح سے ثبوت حقیت
خلافت ایسا عیاں ہی کہ جسکی بیان کی حاجت نہیں علاوہ ازین دوسرا خطبہ جو نہج البلاغة
مین منقول ہے ومن کلام له وقد شاوره عمر فی الخروج الی غزو الروم بنفسه

[١] پھر ہم سے وعدہ فرمایا اور وہ فتح اور غلبہ اور ملک مین جانشین کرنا ہی چنانچہ فرمایا وعد الله الذین اٰمنوا منکم وعملوا
الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم الآیة - اور اللہ کا جو وعدہ ہی وہ ضرور پورا ہوگا کیونکہ اسکی خبر مین خلاف
نہین ہو سکتا اور قوله ناصر جنده نتیجہ کے قائم مقام ہی کیونکہ منجملہ اسکی وعدہ کے اپنی لشکر کی مدد ہی اور اسکا
لشکر مومن ہین تو مومن ہر حال منصور ہیں خواہ تھوڑے ہون یا بہت پھر امام کے رتبہ کو لڑی کے دھاگہ سے تشبیہ دی اور وجہ تشبیہ
قوله یجمعه ویضمه ہی تو را ابدا تک ١٢ - [٢] قوله واما ما ذکرت من عددهم الخ وہ یہ ہی کہ حضرت عمر نے کثرت تعداد دشمنان کو کہا تھا تو آپنے
صدر اسلام مین مسلمانونکا قتال یاد دلاکر جواب دیا کہ وہ کثرت پر نہین تھا بلکہ فقط اللہ کی مدد اور اعانت سے تھا تو اب بھی اسی کی مثل ہونا لائق ہی تو یہ قائم مقام

وقد توكل الله لاهل هذا الدين باعزاز الحوزة وستر العورة والذي نصرهم وهم
قليل لا ينتصرون ومنعهم وهم قليل لا يمتنعون حي لا يموت انك متى تسر الى هذا
العدو بنفسك فتلقهم فتنكب لا يكن للمسلمين كانفة دون اقصى بلادهم وليس
بعدك مرجع يرجعون اليه فابعث اليهم رجلا محربا واحفز معه اهل البلاء والنصيحة
فان اظهر الله فذلك ما تحب وان تكن الاخرى كنت ردءا للناس ومثابة
للمسلمين اسکی شرح میں شارح ابن میثم فرماتے ہیں۔ قوله (ف1) وقد توكل الله الى قوله لا يموت
صدر لهذه النصيحة والراي نبه على وجوه التوكل على الله والاستناد اليه في
هذا الامر وخلاصتها انه ضمن اقامة دينه واعزاز حوزة اهله وكنى بالعورة عن
هتك الستر في النساء ويحتمل ان يكون استعارة لما يظهر عليهم من الذل والقهر
لو اصيبوا فضمن ذلك سبحانه ستر ذلك بافاضة النصر عليهم وهذا الحكم من قوله
تعالى وعد الله الذين امنوا منكم وعملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف
الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم
امنا- انتهى بقدر الحاجة اس سے صاف ظاہر ہے کہ مصداق اس آیت کا زمانہ خلفاء رضی اللہ
عنہم ہے اور اس وعدہ کے موعود لہم خلفاء ثلاثہ ہیں اور ایجاز اس وعدہ کا زمانہ خلفاء اربعہ میں ہوا
اور مثل آفتاب نیمروز روشن ہے کہ جناب امیر خلافت خلفاء کو حق اعتقاد فرماتے تھے

ف1 قولہ وقد توکل اللہ سے قولہ لایموت تک اس رای اور نصیحت کا صدر ہے جس میں اللہ پر توکل کرنے اور اسکی
طرف سہارا لگانے کی پر متنبہ فرمایا ہے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالی اس دین کے قائم رکھنے اور دین والوں کی عزت
دینے کا ضامن ہوا ہے اور لفظ عورت کی نسبت عورتوں کی بے پردگی سے کنایہ کیا اور احتمال ہے کہ یہ اسکی بھی استعارہ ہو جو ذلت
وسختی انکو پہنچے گی اگر مغلوب ہوں تو خدا تعالے اسکی پردہ پوشی کا ضامن ہوا۔ اپنی مدد کے بھیجنے کی نسبت
اور یہ حکم قولہ تعالے وعد اللہ الذین امنو منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن
لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا سے ماخوذ ہے ۱۲

اور آنا پورا یقین تہا کہ جو کچھہ وعدہ خداوند تعالے نے مومنین کے ساتھہ تمکین دین اور تبدیل خوف اور حفظ و حمایت اور غلبہ و صیانت کی فرمائی ہین اون سب کے انجاز کا وقت یہہ ہی زمانہ خلفا کا ہے اور جو کچہہ بعض مفسرین و محدثین شیعہ نے اس کے خلافت مہدویہ پر حمل کرنے کی کوشش کی ہے وہ بالکل اسکی مخالف ہی اور جسقدر توجیہات لاطائلہ اس آیت کے خلافت مہدویہ پر کرنے مین کی ہین وہ سب کہبا منثور ہوگئین بلکہ یہہ بھی ثابت ہوا کہ وہ سب تو وہ تو وہ روایات جو جناب امیر سے درباب شکایت غصب خلافت خلفا کی نسبت کے گئین ہین وہ سب محض افترا و اختلاق ہین — اور خلافت خلفا امست حقہ او خلافت راشدہ ہی اور حضرات خلفا امام برحق اور خلیفہ راشد ہین جناب امیر کے اس ارشاد سے تمام شکوک و شبہات و خلجان و احتمالات رفع ہوگیے والحمد للہ علی ذالک دلیل ثالث ثبوت حقیت خلافت خلفا رضی اللہ عنہم سے وہ خطہ ہی جو سابق مین بھی نہج البلاغۃ اور اوسکی شرح سے تعبیر بسیر نقل کیا گیا ہی اما بعد فان بیعتی بالمدینۃ لزمتک وانت بالشام لانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمھاجرین والانصار فاذا اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذلک للہ رضی فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المؤمنین وولاہ اللہ ما تولی ویصلہ جھنم وساءت مصیرا وان طلحۃ والزبیر بایعانی ثم نقضا بیعتی فکان نقضھما کردتھما فجاھدتھما علی ذلک حتی جاء الحق وظھر امر اللہ وھم کارھون فادخل فیما دخل فیہ المسلمون فان احب الامور الی فیک العافیۃ الا ان تتعرض للبلاء فان تعرضت قاتلتک واستعنت باللہ علیک وقد اکثرت فی قتلۃ عثمان فادخل فیما دخل فیہ الناس ثم حاکم القوم الی احملک وایاھم علی کتاب اللہ فاما تلک التی ترید

ثبوت خلافت خلفا رضی اللہ عنہم [illegible]

حذو عنہ الصبی من اللبن ولعمری ان نظرت بعقلک دون ہواک لتجدنی
ابرء قریش من دم عثمان واعلم انک من الطلقاء الذین لا یحل لہم الخلافۃ
ولا تعرض فیہم الشوری وقد ارسلت الیک جریر بن عبد اللہ وہو من اہل
الایمان والہجرۃ فبایع ولا قوۃ الا باللہ۔ اس خط سے ثبوت حقیت خلافت خلفائے ثلثہ
مثل آفتاب کے روشن ہی۔ اور غایت کوشش علمائے شیعہ کے اسکی تاویل مین یہہ ہی کہ اسکو دلیل الزامی
کہہ کر اپنی مذہب کے جان بچاتے ہین اور ظاہر ہو کہ ایسی ایسی واہی اور پوچ تاویلات بلکہ تحریفات
سے ناموس مذہب کیونکر دار علمائے معصومین و مامون نہین رہ سکتا ع کف مخمل ست
کہ بر لب دریا گردد۔ چونکہ ہم بحول اللہ وقوتہ اس دلیل کے تحقیقی ہونیکا اثبات اور الزامی ہونیکا
ابطال سابق مین عنقریب کر آئے ہین۔ اسلیے حاجت اعادہ و ضرورت تطویل بحث نہین
دیکھتے۔ دلیل رابع نہج البلاغت مین ایک خط آنکی شریف رضی نے اپنی عادت
شنیعہ کی موافق کلام طویل سے ملتقطاً نقل کیا ہی جسکا عنوان یہہ ہی۔ ومن کلام
لہ یجری مجری الخطبۃ تقسمت بالامر حین قتلوا الخ اس خطبہ کی خاتمہ کی عبارت
یہہ ہی فنظرت[۱] فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی
عنقی لغیری عاقل ان جملوں کو نظر غور سے دیکھی اور عجیب قدرت خداوندی کا تماشا دیکھی
اب سنیے کہ شارح ابن میثم اس سے واضح تر اور صاف فرماتے ہین انکی عبارت نقل
کرتا ہون قولہ[۲] فنظرت فی امری الخ ہذہ احتمالان احدہما قال بعض
الشارحین انہ مقطوع من کلام یذکر فیہ حالہ بعد وفات الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم وانہ کان معہودا الیہ ان لا ینازع فی امر الخلافۃ قبل ان

۱ یعنی اپنی امر مین سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سابق ہو چکی تھی اور غیر کا میثاق میری گردن مین تھا۔ ۱۲
۲ قولہ فنظرت فی امری الخ اسمین دو احتمال ہین ایک تو یہہ ہی کہ بعض شارحین نے کہا کہ یہہ اس کلام مین سے مقطوع ہی جسمین رسول اللہ صلی اللہ کے وفات کے پیچھے کا حال اور یہہ کہ آپنی عہد لیا تھا کہ امر خلافت مین جھگڑا نہ کرین۔ ۱۲

حصل له بالرفق والا فليسلك فقوله فنظرت في امري فاذا طاعتي قد سبقت
بيعتي اي طاعتي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فيما امرني به من ترك القتال قد سبقت
بيعتي للقوم فلا سبيل لي الى الامتناع منها وقوله واذا الميثاق في عنقي لغيري
اي ميثاق رسول الله صلى الله عليه وسلم وعهده الي بعدم المشاقة وقيل
الميثاق ما لزمني من بيعة ابي بكر بعد ايقاعها اي فاذا ميثاق القوم قد لزمني
فلم يمكني المخالفة بعده الاحتمال الثاني ان يكون ذلك في تضجره
وتبرمه من ثقل اعباء الخلافة وتكلف مدارات الناس على اختلاف اهوائهم
ويكون المعنى اني نظرت فاذا طاعة الخلق لي واتفاقهم علي قد سبقت بيعتهم
واذا ميثاقهم قد صار في عنقي فلم اجد بدا من القيام بامرهم ولم يسعني عند
الله الا النهوض بامرهم اور اوسکی آخر مین لکھا والاول اشهر بين الشارحين عاقل جناب
امیر کی کلام مین تامل کری اور شارح کی تصریح کو ملاحظہ کری اور دیکھی کہ خلافت صدیقیہ کا
ثبوت حقیت اس کلام سے کس وضوح و صراحت و ظہور و بداہت کے ساتھہ ہوا ہی بندہ
اوسکو مختصر گو عرض کرتا ہی کہ شارح کے بیان سے یہہ معلوم ہوچکا ہی کہ یہہ کلام اوس کلام سے
مقطوع ہی جسمین اپنا وہ حال جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا بیان فرمایا ہی
پہلی عبارت جو شارح نے بڑہائی ہی وانه كان معهودا اليه ان لا ينازع في الامر

سلہ یعنی اگر نرمی سے حاصل ہو جاتی نہیں تو ورنہ باز رہیں بیان فرما رہی ہین پس آپکا ارشاد (کہ میں اپنی
امر مین سوچا ناگاہ میری طاعت میری بیعت سی سبقت کرچکی تہی) یعنی میری طاعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بیچ ترک قتال کے اب مین میری بیعت سے قوم کے لیے سابق ہوچکی تو اب
اوس سے باز رہنی کی طرف رستہ نہین ہے اور آپکا ارشاد (اور ناگاہ غیر کا میثاق میری گردن
مین تہا) یعنی رسول اللہ علیہ وسلم کا میثاق اور عہد عدم منازعت میں اور بعض کہتی ہین کہ میثاق وہ ابوبکر کی بیعت
تہی جو بعد واقع کرنے کے لازم ہوگئی تہی یعنی قوم کا میثاق مجھکو لازم ہوگیا تو بعد اوسکی مجھسے مخالفت ہوسکی دوسرا
احتمال یہہ ہی کہ یہہ آپکا ارشاد بوجہ بارِ خلافت کی بار کے دلتنگ ہونے میں ہی ہین اور لوگونکی مدارت کی تکلف مین باوجود
اختلاف خواہش انکے کہا اور معنی یہہ ہیں کہ میں نے دیکہا لوگونکا میری طاعت کرنا اور مجھپر اتفاق کرنا اونکی میری ساتھہ بیعت سے

الخلافة بل ان حصل له بالرفق والا فليمسك۔ دلالت کرتے ہیں کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو طمانیت تھی اور معلوم تھا کہ بعد وفات شریف کے خلافت اہل کو حاصل
ہو گے اور چونکہ اوس وقت اہلبیت و صلاحیت خلافت چند اشخاص میں دائر تھی جنمین
جناب امیر بھی اس وصف البتہ الخلافت میں شریک تھے اور حسب تصریح علامہ ابن میثم
کی شرح خطبہ شقشقیہ میں ثابت ہے کہ حضرت امیر کو استشراف الی الخلافت تھا اور دوسری
بہت جگہ سے بھی شرح نہج البلاغت میں یہہ امر ثابت ہے چنانچہ بوقت بیعت حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمایا۔ لقد علمتم انی احق بہا من غیری اور شارح
اسکی شرح میں بطور اعتراض وجواب کے لکھا ہے[له] فان قلت السوال من وجهين الاول
ما وجه منافسته فی هذا الامر مع انه منصب يتعلق بامور الدنيا ولا
سيما اشتهر عنه من الزهد فيها والاعراض عنها ودفعها ورفضها قلت الجواب
عن الاول ان منصب رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس منصبا دنياويا و
ان كان متعلقا باصلاح احوال الدنيا لكن لا لكونها دنياويا بل لانها
مضمار الاخرة ومزرعتها الخ تو اس سے صاف ثابت ہے کہ آپکو رغبت و استشراف آپکے
الامارت تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپسے عہد لیا تھا کہ اگر خلافت کسی دوسرے کا
حاصل ہو تو منازعہ نکرنا کیونکہ جسکو حاصل ہو گی وہ اہل الخلافت ہو گا اور صحابہ غیر اہل کو خلافت
کی بیعت ہرگز تسلیم نکرینگے پس جب وہ خلافت حقہ اور امامت راشدہ ہوئی تو اوسکے ساتھ
منازعت ممنوع ہوئی چنانچہ آپنے ارشاد فرمایا لقد علمتم انی احق بہا من غیری

له اسجگہ اعتراض دو وجہ سے ہے پہلی یہہ کہ منصب خلافت باوجودیکہ متعلق اصلاح امور دنیا ہے اور آپکا اونسے
زہد اور اعراض اور ترک مشہور ہے پھر اسمین آپکی رغبت کی کیا وجہ ہے پہلے اعتراض کا جواب یہہ ہے کہ رسول اللہ
کا منصب اگرچہ احوال دنیا کی اصلاح سے متعلق ہے تاہم منصب دنیاوی نہیں ہے لیکن اوسکا تعلق دنیا کو سمجھا
بحیثیت دنیاوی ہونیکے نہیں ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ آخرت کی کھیتی ہے کے جگہ ہے ۱۲-

واللہ لا سلمن ما سلمت امور المسلمین شارح اکبر شرح مین کہتا ہی وفیہ اشارۃ الی[لے]
ان غرضہ من المنافسۃ فی ہذا الامر ہو صلاح حال المسلمین واستقامۃ
امورہم وسلامتہم عن الفتن وقد کان لہم ممن سلف من الخلفاء
استقامۃ امرہم الخ ما قال۔ تو آپنے خلافت کو اسی شرط کے ساتھہ تسلیم کیا کہ جو
شرط خلافت راشدہ کی ہی گویا یہہ فرمایا کہ اگر یہہ خلافت راشدہ ہوگی تو تسلیم کرونگا ورنہ نہیں
اور اگر مطلقاً عدم منازعت کا عہد لیا گیا ہے تو یہہ آپ کا ارشاد معاذ اللہ سراسر لغو
ہوگا اور خلاف وصیت رسول کے ہوگا اور یہہ ہی وجہہ ہی کہ آپنے زمانہ خلفا مین منازعہ
و مناقشہ نہین فرمایا اور امیر معویہ کے ساتھہ منازعہ فرمائی اور فتنہ کا کچھہ خوف نفرمایا۔ اگر
مطلقاً عدم منازعہ معہود تھی تو آپ کا یہہ مناقشہ امیر معویہ کے ساتھہ امر خلاف
معہود ہی اور باعث ثوران فتن تو اگر خوف فتن کی وجہہ سی خلفا کے ساتھہ ترک منازعہ
کی تو یہان ظاہر وقوع فتن ہے تو معلوم ہوا کہ آپنے عدم منازعت اسی وجہہ سی نہین
فرمائی کہ وہ خلافتین راشدہ نہین اور حضرت کا ارشاد بھی عدم منازعت کی بابت گو فرمایا ہو
اسی شرط کے ساتھہ ہے کہ اگر امور مسلمین سالم ہین تو عدم منازعت معہود ہی یعنی اگر
خلافت راشدہ ہو تو عدم منازعت معہود ہی حاصل یہہ کہ آپکی استشراف کی وجہہ سی عہد عدم
منازعہ لیا گیا ہے اور اس لیے کہ جو خلافت واقع ہوگی وہ راشدہ ہوگی اوسکی ساتھہ منازعہ
نکرنا اور اسکی نقض کے تدبیر نکرنا بلکہ تمہاری لیے اگر اوسکا حصول بارفق ہو سکی تو فبہا
کیونکہ منجملہ صالحین للخلافت کی ایک آپ بھی ہین اور اگر حصول اوسکا برفق نہو اور اہل
حل وعقد آپسے بیعت نکرین بلکہ کسی دوسری سی بیعت کرلین تو اوسپر منازعت سے باز
رہنا چاہیے اور اس عبارت سی یہہ بھی صریح مستفاد ہی کہ اوسوقت تک خلافت جو حاصل

لے اور اسمین حضرت اشارہ ہی کہ آپکی حرص خلافت مین رغبت سی مسلمانونکی حال کی درستی اور انکی امورکی
استقامت اور انکی فتنونسی سلامتی تھی اور گذشتہ خلفا کی بھی یہی استقامت اور درستی امر کی حاصل تھی ۔۱۲

جناب امیر کو نہین ہوا تھا ظاہر ہی کہ ضمیر حصل کے امر خلافت کیطرف راجع ہی اور یہہ جملہ
مدخول ان شرطیہ کا ہی جو باعتبار اپنی اصل وضع کی مشکوک پر داخل ہوتا ہی معنی یہہ ہوئی
کہ اگر تمہاری لیے حصول امر خلافت بسہولت ہو سکی تو فبہا اور اگر حصول نہو ۔ تو
منازعت سے باز رہنا چاہیے غرض حصول امر خلافت حضرت کی لیے مشکوک ہی اور موقوف
اس پر ہی کہ اگر بیعت اہل حل وعقد کے آپکی ساتھہ واقع ہوگی تو حصول خلافت ہوگا
ورنہ نہین تو اس سے صاف منصوصیت خلافت جناب باطل ہو گی اور حصول امر خلافت کا
دارمدار بیعت اہل حل وعقد پر ہوا خیر یہہ ایک جملہ معترضہ تھا جو درمیان مین مذکور ہوا اصل
مقصود یہہ ہی کہ اس عبارت سے بانضمام عبارت خطبۂ ثانیہ واللہ لاسلمن ما سلمت
امور المسلمین مثل آفتاب روشن ہی کہ عہد عدم منازعت صرف اسوجہ سے تھا کہ جو خلافت
واقع ہوگی وہ خلافت راشدہ اور امامت حقہ ہوگی اور اسکی ثبوت سے جو آفت کہ مذہب شیعہ پر آتی
ہوئی بے پایان اور اوسکا بیان خارج از حد امکان ہی اسکی بعد دوسرا جملہ جو جناب امیر
کی کلام مین ہی نہج البلاغت مین مذکور ہی یہہ ہی فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد
سبقت بیعتی یعنی بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مینی اپنی امر مین تامل
کیا اور سوچا تو ناگاہ میری طاعت میری بیعت سے سبقت کر چکی تھی اس جملہ کی ترکیب
ملاحظہ ہی واضح ہے کہ لفظ طاعتی اور بیعتی مین مصدر مضاف طرف یاء متکلم ہو رہے ہی اور
اسمین دو احتمال ہین اول یہہ کہ مصدر مضاف الی المفعول ہو اور اوسکا فاعل محذوف ہو
اور دوسرا احتمال یہہ ہی کہ مصدر مضاف الی الفاعل ہوا اور مفعول محذوف ہو احتمال اول چند وجوہ سے
باطل ہے اولاً یہہ کہ اضافت الی المفعول خود قلیل ہی چنانچہ رسائل نحو مین مذکور ہی شرح
جامی مین ہی وقد یضاف[1] ای المصدر الی المفعول سواء کان مفعولاً بہ

[1] کبہی مصدر مفعول کیطرف مضاف ہوتا ہی خواہ مفعول بہ یا ظرف یا مفعول لہ ہو فاعل کے برخلاف
تسہیل نحو ربیہ ۱۲

اوظرفا اومفعولا لہ علی قلۃ بالنسبۃ الی الفاعل اور رضی شرح کافیہ میں لکھا ہے
وانما یضاف الی المفعول اذا قامت القرینۃ علی کونہ مفعولا اما بمجیء تابعہ
منصوبا حملا علی المحل نحو عجبنی ضرب زید الکریم او بمجیء الفاعل بعدہ صریحا
کقولہ ؎ امن رسم دار مربع ومصیف لعینیک من الشؤن وکیف او بقرینۃ
معنویۃ نحو اعجبنی اکل الخبز۔ تو جب یہ قلیل ہے تو اسکو کثیر الاستعمال پر بلا ضرورت و بلا وجہ
ترجیح دینا باطل ہے۔ ثانیاً یہ کہ حسب تصریح شارح جب اس کلام کو اوس حال کے
بیان پر محمول کیا جاوی جو بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو بالکل واقع
کی اور سیاق کلام کے مخالف ہوگا کیونکہ بعد وفات حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفقت
عند الناس لہ علی البیعۃ واقع ہوئی ہی نہیں اور حذف مثل عند اللہ وغیرہ کو تسلیم کرنا
خود خلاف ظاہر وخلاف اصل ہی۔ ثالثاً ظاہر ہے کہ یہ کلام بطور تحسر کے صادر ہوئی اور
یہی ہی کہ اضافۃ الی المفعول کی صورت میں تحسر و تحزن کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ جناب
مطاع ہونے میں جسکی طرف خواہش و اشتراف تھا کیا تحسر لاحق ہو سکتا ہی ہاں جبکہ
اضافت الی الفاعل ہو اور آپ مطیع ہوں تو اوس وقت تحسر کا اظہار زیبا اور شایان ہو
راہگا۔ اگر اس عبارت کو جناب امیر کے اوس تحسر پر محمول کیا جاوی جو مدلول احتمال ثانی کا ہی
کہ آپنے اپنی زمانہ خلافت میں اعتبار خلافت کے ثقل سے دلتنگ ہوکر یہ فرمایا تو یہ بالکل
اوس سے بھی زیادہ واہی ہی پس شارحین کا ظاہر رائے پس بوجوہ مذکورہ ثابت ہوا کہ لفظ کی
اوس میں اضافۃ مصدر کی الی الفاعل ہے اور اضافت الی المفعول نہیں ہی چنانچہ
شارح ابن میثم بھی اسیکا قائل ہوا ہی کہ مصدر مضاف الی الفاعل ہے اور مفعول محذوف ہی لیکن

سلہ جبکہ اوسکی مفعول ہونے پر قرینہ قائم ہو یا کوئی اوسکا تابع منصوب حملا علی المحل نہ آجائی جیسا عجبنی
ضرب زید الکریم یا فاعل اوسکی بعد صریح واقع ہو جائی جیسا قول شاعر میں یا کوئی قرینہ معنویہ ہو جیسا
اعجبنی اکل الخبز ۱۲ —

اب گفتگو اس مین ہی کہ دونو مصدر فعلی لیے مفعول کیا محذوف ہی سو آئین تو ہمارا اور شارح ابن
نیثم کا اتفاق ہی جو لفظ بیعتی کا مفعول محذوف کیا ہی شارح فرماتا ہی فاذا اطاعتی قد
سبقت بیعتی للقوم فلا سبیل الی الامتناع منہا اور ہم بھی یہہ ہی کہتے ہین کہ جب
بیعت اہل حل و عقد یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہو گئی تو عموماً
حاضر و غایب کو اور اوسکو کہ جسنی بیعت کے تہی اور جسنی نہین کی تہی ابو بکر صدیق رضی اللہ
عنہ کی اطاعت واجب و لازم ہو گئی تو اوسکو آپ فرماتے ہین کہ یعنی اپنے امر مین تامل کیا
تو معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کہ مین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرون میرا
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اطاعت کرنا سابق ہو چکا تہا صرف ہماری اور شارح
ابن میثم کے درمیان مین درباب اظہار تقدیر مفعول لفظ بیعتی اسقدر فرق ہے کہ شارح صاحب
مفعول لفظ قوم کا فرماتے ہین اور صاف لفظ لابی بکر نہین کہتے اور ظاہر ہی کہ مراد شارح
کی لفظ قوم سے ابو بکر ہی ہے چنانچہ جملہ آئندہ کے شرح مین بہی اگرچہ لفظ قوم کا فرمایا
لیکن ابو بکر کا نام نامی بہی لیا جس سے بصراحت معلوم ہوتا ہی کہ قوم سے مراد
ابو بکر ہین کیونکہ مطلق قوم کے بیعت کی کچہہ معنی نہین اگر تہی تو بیعت ابو بکر کی تہی
اور شارح بیچارہ معذور ہی ابو بکر کا نام کیونکر لے جانتا ہی کہ تمام مذہب کا استعمال
ہوا جاتا ہے لیکن تاہم مجبور ہو کر ایسا لفظ لایا جو بمنزلہ نام کہنے کے ہی لیکن لفظ
طاعتی کے مفعول مین ہمارا اور شارح صاحب کا باہم فی الجملہ اختلاف ہی شارح
صاحب لفظ طاعتی کے مفعول کی تقدیر یہہ نکالتے ہین فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فیما امرنی بہ من ترک القتال اور ہم یہہ کہتے ہین فاذا طاعتی لابی بکر
لاجل انعقاد خلافتہ و لکونہ اماماً حقاً اسکی تقدیر ہے لیکن ہماری تقدیر صحیح ہو
اور تقدیر شارح کی خلاف صواب ہی کیونکہ اولاً اس تقدیر سے جو شارح نے پیدا
کی ہی اذا اسقاط جاتی ہی انکار کرتا ہی ایسی کہ اذا مفاجاتیہ کا مدلول تو یہہ ہی کہ وہ

جملہ جو مدخول اذا کا ہی اوسکی مضمون کا حصول بعد حصول مضمون جملہ سابقہ کے بغتۃً
اذ نجاۃً ہوا کرتا ہی اسیواسطی اوسکو مفاجاتیہ کہتی ہین شرح جامی مین ہی یقال فاجاۃ
الامر مفاجاۃ من قولہم فجئتہ مفاجاۃ بالضم والمد اذا لقیتہ وامثلہ کثرۃ
خرجت فاذا السبع واقف ہکی مثال رسائل نحو مین مذکور ہی اوس سے بخوبی یہہ معنا
فہم مین آسکتا ہی اب ہم ماتحن فیہ مین اسکو دیکھتی ہین تو بموجب تقدیر شارح کی حصول
مضمون جملہ کا جو مدخول اذا کا ہی مجازۃً صادق نہین آتا کیونکہ نہایت بدیہی ہی
کہ جس امر کی نسبت خداوند تعالی کیطرف سے احکام تاکید نازل ہوئی ہون اور رسول علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے اوسکی بابت عہود موثقہ اور مواثیق موکدہ لیے ہون وصیت نامہ
یا ایمان وشہادات لکہا گیا ہو کتاب مختوم بخواتیم خاص اسی مطلب کے لیے نازل
ہوئی ہو اور وہ پاس بطور حرز جان موجود ہو تو ایسی حالت مین کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی
عاقل اس امر کا قائل ہو کہ حصول مضمون ایسی جملہ کا جسکا مدلول ایسا موثق وموکد ہی
بغتۃً اور مجازۃً ہو فہل ہذا الاکذب صراح ومین بواح ان بموجب ہماری تقدیر
کلام کے البتہ حصول مضمون جملہ مجازۃً اور بغتۃً ہونا صحیح اور درست صادق
آتا ہی کیونکہ دفعۃً بیعت اہل حل وعقد سے خلافت صدیقیہ منعقد ہوگئی اور ایک
عام وخاص پر اوسکی اطاعت لازم ہوگئی تو جناب امیر نے اوسکی نسبت فرمایا کہ مینی
اپنی امر مین سوچا تو اچانک اطاعت ابو بکر کو جو ذرا پیشتر لازم نہین تہی اپنی بیعت کرنے سے
بہی پہلی اپنی اوپر لازم پایا پس اس صورت مین یہہ تقدیر اذا مفاجاتیہ کو نہایت چسپان
اور اوسکی ساتہہ نہایت مربوط ہی اور بخوبی حصول مضمون جملہ بطور مفاجات کے
ہوتا ہی۔ علاوہ ازین جسکو فہم کلام کا ذوق صحیح ہے وہ سمجہہ سکتی ہین کہ اسجگہ ذرمعہ

لے بولتی ہین فاجاۃ الامر مفاجاۃ ماخوذ قول عرب سی فجئتہ فجاءۃ بالضم والمد جب تو اوس سے ملے اور
اوسکو خبر نہو ۔ ۱۲

مضاف فاعل کیطرف جو نبیہما متحد ہی اور وہ ضمیر متکلم کی ہی واقع ہین اور جب وہ متحد فی الحکم ہین کہ دونو وجوب اطاعت کو مقتضی ہین اور متحد فی الفاعل ہین کہ دونو کا فاعل متکلم ہے تو اوسکو مناسب اور چسپان یہی ہے کہ مفعول بھی دونو کا متحد ہو اور یہہ امر ہماری تقدیر کی صورت مین ہے نہ شارح صاحب کے تقدیر کی تو اس سے ثابت ہوا کہ تقدیر کلام یہی فاذا طاعتی لابی بکر قد سبقت بیعتی ۱ اور ظاہر ہی کہ لزوم وجوب اطاعت بدون صحت وحقیت خلافت متصور نہین تو اس سے ثابت ہوا کہ جناب امیر کے نزدیک خلافت صدیقیہ حقہ اور خلافت راشدہ واجب الاطاعت ہی وہو المطلوب قطع نظر اس سی اگر ہم صحت تقدیر شارح کو تسلیم بھی کرلین تاہم اوسکا آل بھی وجوب ولزوم اطاعت ابی بکر ہی کیونکہ شارح کی تقدیر یہہ ہی فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ترک المنازعۃ والقتال اور ظاہر کہ اوسکی معنی یہہ ہین فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعۃ ابی بکر ۲ اور یہہ بہت بدیہی ہے کہ فاذا طاعتی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اطاعۃ ابی بکر اور فاذا طاعتی لابی بکر کا مدعا اور آل ایک ہی پس اس تقدیر مین بھی ہماری و شارح کی تقدیر مین صرف لفظی فرق ہوا اور باعتبار معنی کے اتحاد ہی باقی رہا اس امر کا ثبوت کہ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوبکر کی اطاعت کی بارہ مین محض بوجہ مصلحت عدم ثوران فتن تھی یا یہہ کہ یہہ اطاعت بوجہ حقیت خلافت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھی سو اسکو ہم بعون اللہ تعالے ابھی مسئلہ سابقہ کی شرح مین بیان کرچکی ہین کہ جناب امیر کا خلافت کو تسلیم کرنا اور منازعۃ نکرنا صرف اسی وجہ سے تھا کہ خلافت کو حقہ اور راشدہ سمجھتے تھے بعد اسکی تیسرا جملہ جو آخر مین مذکور ہی یہہ ہے واذا المیثاق فی عنقی لغیری یہہ جملہ ثبوت حقیت خلافت مین

---

۱ اچانک میری فرمان برداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے لیی ابوبکر کے فرمانبرداری مین ۲ اچانک میری فرمانبرداری ابوبکر کے لیے ۱۲

گویا شمس صریح ہی ابن شارح بہی اس جملہ کی شرح مین اسکو مثبت خلافت تسلیم فرمایا ہی شارح ابن میثم اسکی شرح مین فرماتے ہین قولہ واذا المیثاق فی عنقی لغیری ای میثاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعہدہ الی بعدم المشاجرۃ وقیل المیثاق مالزمہ من بیعۃ ابی بکر بعد ایقاعہا ای فاذا میثاق القوم قد لزمنی فلم یمکننی المخالفۃ بعدہ شارح نے اس جملہ کی دو تقدیرین لکہی اور دو معنی بیان کیے ظاہر و بدیہی ہی کہ اس عبارت کے معنی ثانی جو شارح نے بیان کیے وہ سراسر ہماری مدعا کی مثبت ہین اور قالع اساس تشیع کیونکہ لزوم بیعت ابی بکر رضی اللہ عنہ بجز اسکی ممکن نہین کہ انکی خلافت حقہ راشدہ ہو کیونکہ بحسب اصول تشیع کی کوئی شخص بجز امام برحق کے واجب الاطاعت نہین اور جو شخص غصباً و عدواناً متقمص خلافت ہو اسکی اطاعت و اسکی اعانت اسکی حمایت حرام ہے اور اوسکی اطاعت کرنے والے آثم اور مرتکب حرام کے اور اوسکا خذلان واجب ہی۔ پس جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت جناب امیر پر لازم ہوگئی اور یہ لزوم بنص رسول تہا۔ اور بدون خلافت راشدہ ہونے کی لزوم ہو نہین سکتا تہا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر کی خلافت خلافت حقہ اور امامت راشدہ تہی اور اس سے یہہ بہی ثابت ہوا کہ جناب امیر اوسوقت نہ خلیفہ تہی اور نہ امام تہی اور جب شرائطہ عصمت و نص و افضلیت ہی بالکل باطل ہوگیی اور خود آپکی علامہ ابن میثم بلکہ شریف رضی بلکہ خود جناب امیر نے ان دو جہوٹہین مذہب تشیع کا استیصال کر دیا علی الخصوص لفظ بعد ایقاعہا جو شارح نے بڑہایا ہی عجب قدرت الٰہی کا تماشا دکہلاتا ہی شارح نے تو یہہ قید جس غرض سے لگائی ہی وہ ہر شخص سمجہہ سکتا ہی لیکن وہ بالکل لغو اور

لہ اور آگاہ ہو کہ میثاق میرے گردن مین تہا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و میثاق عدم منازعت مین اور بعض کہتے ہین میثاق وہ ہی جو ابو بکر کی بیعت کا میثاق اوسکی واقع کرنے کی بعد آپ کو لازم ہو گیا یعنی قوم کا میثاق مجہ پر لازم ہو گیا اور بعد اوسکی مجہ سے مخالفت نہو سکی ۱۲

باطل ہے اگر ہماری مجیب لبیب اوسکی در پے ہوئی تو ہم انشاء اللہ تعالی بدلائل اوسکو بطلان کو
ثابت کر دکہا وینگی حق یہہ ہے کہ یہہ جملہ ہماری ہی نہایت مفید مدعا ہی اور ہماری نہایت
کار آمد ہی اور تقدیر اس جملہ کی یہہ ہی واذا میثاق بیعۃ ابی بکر بعد ایقاع القوم
ایاها فی عنقی اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ بیعت کے انعقاد کا دار مدار بیعت
اہل حل و عقد پر ہی اور شارح نے باعتبار تقدیر اول کے جو اول معنی بیان فرمائی ہیں
وہ غلط ہیں چنانچہ اس سے پہلے جملہ کے بحث سی اونکا بطلان بخوبی ثابت ہوتا ہی علاوہ
اسکی جو پہلے گذارش ہوا کہ لفظ اذا مفاجاتیہ اس تقدیر سے ابا کرتا ہے یہہ التماس ہے
کہ اس جملہ کے لیے مقدر و محذوف کی کچھہ ضرورت نہیں اور ظاہر ہے کہ حذف و تقدیر کا
ارتکاب اوسی جگہ کیا جاتا ہی جس جگہہ بدون حذف و تقدیر کے تصحیح عبارت ممکن نہو پھر
حذف خلاف اصل ہے اور یہہ جملہ بجمیع اجزائہ المذکورۃ تام ہی محتاج کسی خبر کی حذف یا تقدیر
کا نہیں ہی کیونکہ اس جملہ کے اصل عبارت اسطرح ہے فاذا میثاق الغیر فی عنقی
اور یہہ خود جملہ تام ہے جو اپنی تمامی مین محتاج کسی جز کا نہین بجز اسکی کہ خبر ظرف مستقر ہی
جو محتاج متعلق کا ہی سو اوسکی تقدیر خارج از بحث ہی پس اس عبارت مین بجز تقدیم و تاخیر کی حذف
کا قائل ہونا بالکل بے ضرورت و خلاف اصل و ناجائز ہی تو اس صورت مین معنی صاف و واضح
ہین کہ یعنی اپنی امر مین فکر کیا ناگاہ میثاق غیر کا میری گردن مین تہا اور پہلے شارح
کی تصریح سی معلوم ہو چکا ہے کہ لفظ غیر سے مراد قوم ہی جس سے مراد ابوبکر ہین اور بیان
حذف مضاف الیہ یعنی لفظ رسول کا بطلان ثابت کیا گیا تو اسکو معنی یہہ ہوئی فاذا میثاق
ابی بکر من لزوم بیعتہ بعد ایقاع القوم ایاها فی عنقی فلم یمکننی المخالفۃ
بعدہ اور وہ تقدیر جو شارح نے بیان کی ہے غلط ہو گیی اور دونو جملے باہم خوب

سلہ ناگاہ ابوبکر کا میثاق اوسکی بیعت کے لزوم مین بعد واقع کرنے قوم کے اوسکو میری گردن
مین تو بعد اوسکی مجہسی مخالفت نہو سکی ۱۲—

مرتبط ہوگئی اور اذا صفا جانبیہ کے بہی مناسب ہوگیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
وفات کر بیان حال کے ساتھہ بھی نہایت چسپان ہوگیا اور حاصل عبارت یہہ ہوا
نظرت فی امری فاذا طاعتی لابی بکر قد سبقت بیعتی لہ واذا المیثاق الغیر
وھو ابو بکر من یوم بیعۃ ووجوب طاعتہ علینا بعد اتفاق القوم ایاھا فی
عنقی فلا سبیل الی الامتناع منھا ولا یمکننی مخالفتھا - علاوہ ازین اگر شارح
کی اس تقدیر کو صحیح تسلیم کرلیا جاوی توبھی ہماری مدعا کی مناقض نہین جیسا کہ پہلے
جملہ کے تقدیر مین گذارش ہوچکا ہی بلکہ ہماری مدعا کے موید ہی کیونکہ میثاق رسول اللہ
وعھدہ الی بعد المساقۃ کا حاصل اور میثاق رسول اللہ فی لزوم بیعۃ
ابی بکر والطاعۃ کا حاصل ایک ہی ہے یعنی - میثاق ابی بکر فی لزوم بیعتہ والطاعتہ
کا ہی بلکہ ذکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ومیثاق کا اور زیادہ سوکد ہوگیا اور ہمارا
دعوی اس سے بنیہ وبرہان ہوا الحمد للہ کہ خود جناب امیر رض کی اعتراف اور آپکی جناب
رضی کے نقل اور جناب شارح ابن میثم کی شرح سے صحت وحقیت خلافت خلفاء ثلثہ
ہوئی اور جہگڑا چکا بیت کیا لطف جو غیر پردہ کہولے + جادو وہ جو سر چڑھ
بولے + دلیل خامس - شریف رضی نے نہج البلاغت مین ایک خطبہ نقل کیا ہی جسمین تمام
وہ مناقب واوصاف بیان فرمائی ہین جنکا مصداق شیخین کے سوا ممکن نہین کہ کوئی دوسرا
شخص ہو خطبہ یہی ومن کلام لہ علیہ السلام للہ بلاء فلان[1] فلقد قوم الاود وداوی
العمد اقام السنۃ وخلف الفتنۃ وذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرھا
وسبق شرھا ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکھم فی طرق متشعبۃ

[1] فلاں شخص کے آرایش خدا کے لیے ہی خدا کی قسم اوسنی کجی کو سیدہا کیا اور بیماری کا علاج کیا اور سنت
برپا کیا اور فتنہ پیچہے چہوڑا اور پاکدامن بے عیب کیا صاف کی بہلائی کو پہنچا اور برائی سے گذر گیا خدا کی طاعت ادا کی
اور حق تقوی ادا کیا اور لوگوں کو ایسے پیچیدہ رستوں مین چہوڑ کر کوچ کر گیا کہ اوسمین گمراہ ہو اور ہدایت یافتہ راہ نہ پاسکے

لا یہتدی فیہا الضال ولا یتیقن المہتدی - انتہی بندہ کمترین عرض
کرتا ہے کہ ممدوح ان اوصاف و مدائح کی یا ابوبکر ہیں یا عمر یا رجل ثالث لیکن جائز نہیں
کہ مراد رجل ثالث ہو کیونکہ جو رجل ثالث کہ مراد ہے وہ یا ابوبکر و عمر سے پہلے ہی یا پیچھے
ظاہر ہے کہ پیچھے بجز عثمان رضی اللہ عنہ کی اور کوئی نہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رض
مراد نہیں اور نہ کوئی اسکا قائل ہوا تو لامحالہ یہہ ممدوح وہ رجل ہوگا جو ابوبکر و عمر سے پہلے
زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا اور اوسی زمانہ میں وفات پا گیا لیکن
چند وجوہ سے ممکن نہیں کہ یہہ توصیف ایسی شخص کے ہو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی زمانہ میں ہے وفات کر گیا ہو کیونکہ اولاً جب باوجود جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا موجود ہی وحی نازل ہوتے تھی اور تمام امور وحی خداوندی سے سرانجام پاتے ہیں
اور خود جناب امیر بھی موجود ہیں اور بفضلہ تعالی آپکو بوجہ قرب و منزلت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم امر کے رتق و فتق میں دست اندازی ہے اور بفضلہ تعالے اوسوقت آپ
مخذول و مشرد کبھی نہیں ہیں تو ایسی حالت میں کسی ایسی شخص کے جو نہ امام ہوا اور نہ بالقوہ خلیفہ
راشد ہو ایسی اوصاف کے ساتھہ موصوف کرنا جو خاص امام کے واسطے ہوں سراسر کذب
و خلاف واقع ہے علاوہ ازین ثانیاً اس خطبہ کی الفاظ خود اس سے ابا کرتے ہیں کیونکہ
اصاب خیرہا و سبق شرہا کی ضمیرین خلافت کیطرف راجع ہیں شارح ابن میثم فرماتے
ہیں والضمیر فی خیرہا وشرہا للخلافۃ وان لم یجر ذکرہا لکونہا
معہودۃ او لتقدم ذکرہا - انتہی - اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص موصوف
ان صفات کا ہے اوسنے خلافت کو پایا اور بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمات
خلافت سرانجام کرکے تمام برائیوں سے بچکر اور تمام خوبیوں کو سمیٹ کر اپنی ساتھ
لیگیا پس ایسا شخص بجز حضرت ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہم کے اور کوئی نہیں ہوا تو اس سے
متعین ہوا کہ وہ رجل جو موصوف ان صفات کا ہے یا ابوبکر رض ہے یا عمر رض تیسرا شخص

کوئی نہین ہو سکتا۔ ثالثاً اگر سوای ان دونو کی کوئی تیسرا بھی لو آپکے قطب صاحب
راوندی اور آپ فرماوین توسہی وہ کون ہے اور اوسکا نام تو لین بہلا جو
ایسا نمودار شخص ہوا جسکے ایسی اوصاف ہون عقل سلیم کب تسلیم کرتی ہے
کروہ ایسا مجہول الاسم والجسم عنقا صفت ہو کہ جسکو کوئی بھی نہ پہچانے اور کہا ہو ہے
کہ حضرت امیر نے جو اوسکا نام نہین ذکر فرمایا تو اوسکی وجہ یہہ ہی ہوگی کہ بوجہ اوسکی شہرت
کی اوصاف کی ذکر کو نام کے ذکر سے مغنی سمجہا اور صرف اوصاف کی ذکر پر اکتفا
کیا اور جب کوئی آپکو اور آپکے راوندی صاحب کو ایسا شخص جو موصوف ان اوصاف کا ہو
نہین معلوم ہوا تو یہہ شخص یہہ تخیل و وسوسہ ہی اور آپکے قطب صاحب کے مکاشفہ کی غلطی ہے
اگر مصداق ان اوصاف کا حضرات کو دستیاب ہوجاتا تو زمین و آسمان کو باہم ملا دیتے
اور کیا کچہہ غل شور نہ مچاتے تو معلوم ہوا کہ بجز ابوبکر و عمر رض کے تیسرا شخص مصداق
ان اوصاف کا نہین ہو سکتا ہے رابعاً سکہنا کچہہ اسی موقع پر منحصر نہین ہے بلکہ جناب
امیر نے بعض اور مواقع مین بہی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کی قریب قریب اسکی
تعریف و توصیف فرمائی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہان بہی جناب امیر تعریف و توصیف
انہین کی فرما رہے ہین نہ شخص ثالث کی جیسا کہ آپکے قطب صاحب نے توہم فرمایا چنانچہ
بجواب خط امیر معویہ رضی اللہ عنہ کے تحریر فرماتے ہین جسکو علامہ ابن میثم نے اپنی شرح
کبیر مین نقل کیا ہے [سلہ] وذکرت ان اللہ اجتبی لہ من المسلمین اعوانا ایدہم بہ
فکانوا فی منازلہم عندہ علی قدر فضائلہم فی الاسلام وکان افضلہم فی الاسلام
کما زعمت وانصحہم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق

سلہ اسکا ترجمہ صفحہ [illegible] پر گذر چکا ہے۔ ۱۲

ولیحری[1] ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصائب بہما فی الاسلام لجرح
شدید یرحمہما اللہ وجزاہما باحسن ما عملا انتہی لقبدر الحاجت اور یہہ
عبارت اوس خطبہ کے شرح مین مذکور ہے جسکا عنوان یہہ ہے ومن کتاب لہ الی معٰویہ
ثاراد قومنا قتل نبینا الخ اس تعریف مین جو حضرت نے شیخین کی فرمائی جسکو
حضرت رضی نے خطبہ سے نکال ڈالا ہے - دو جملہ ایسی جامع ذکر فرمائی ہین جو اوصاف
مذکورہ سابقہ کو مع شی زاید جامع ہین پس اپنی سمجھ ان دونو جملونکی مضمون کو اس
خطبہ کے مضمون سے اور اس مدح و توصیف کو اوس مدح و توصیف سے مقابلہ کرکے
دیکھتی ہین اور موازنہ کرتے ہین پس اس خطبہ مین پہلا جملہ اس خط کا ان مکانہما فی الاسلام
لعظیم ہے اور دوسرا جملہ - وان المصائب بہما فی الاسلام لجرح شدید ہے ظاہر ہے کہ ہر
شخص کے علی الخصوص خلیفہ کے دو حالتین ہین ایک یہہ کہ اوسکا معاملہ خدا کے ساتھہ جو اپنی ذاتی
امور مین ہو مثل تقوی و صلاح اعمال و ادای طاعات و عبادات بجا آوری حقوق اللہ مین ہوگا
دوسرا یہہ کہ اوسکا معاملہ عباد کے ساتھہ اونکی حقوق کے بجا آوری کے متعلق ہوگا جناب امیر
نے اپنی دو جملونمین ان دو امرونکو جمع فرمایا اور دونو حقوق کے ادا کرنے کی نسبت ایسی
مدح و توصیف فرمائی جو اعلی درجہ کی ہے اور جو حق تعریف کا ہے پہلا جملہ ان مکانہما
فی الاسلام لعظیم اگرچہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بجا آوری کو شامل ہے لیکن ہم
علی سبیل التنزل کہتے ہین کہ اس سے مراد اونکی عظمت مکانی فی الاسلام صرف باعتبار
بجا آوری حقوق اللہ اور کمال تقوی ہے چنانچہ ارشاد ہے - ان اکرمکم عند اللہ اتقکم اور
دوسرا جملہ ان المصائب بہما فی الاسلام لجرح شدید بصراحت انکی مدح باعتبار کمال
بجا آوری حقوق العباد کے بیان کر رہا ہے یہانتک کہ اون پر مصائب موت کا واقع

---

[1] اسکا ترجمہ صفحہ ۱۳۸ پر گذر چکا ہے ۱۲

ہونا یعنی اونکا وفات پانا اسلام مین سخت زخم ہی یا یون کہی کہ ہر خلیفہ کے درحقیقت دو حالتین ہوتی
ہین ایک زمانہ حیات کے کہ جو اپنی زمانہ حیات مین خیرات وحسنات کا حقوق اللہ اور
حقوق العباد کو بجا لا کر ذخیرہ جمع کرے دوسری یہہ کہ بعد اوسکی وفات کے امت مین اوسکی
وفات کا کیا اثر پیدا ہوا اور اوسکی فقدان سے امت کو کیسا صدمہ پونہچی پس ظاہر ہی کہ پہلا
جملہ زمانہ حیات کے حسنات کو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے واشگاف بیان کر رہا ہی
جسکا حاصل یہہ ہی کہ اونسی ایسی اعمال حسنہ ظہور پذیر ہوئی جو اونکی باعث عظمت مزید کے
عند اللہ تعالے ہوگیی اور دوسرا جملہ واقعات بعد وفات کو پکار کر کہہ رہا ہی کہ اونکی مفارقت
کی سبب سے اسلام کو سخت زخم پہونچ گیا ہی چنانچہ مشاہد ومحسوس ہی عیان راچہ بیان
کہ شیخین کے انتقال سے اسلام کو ایسا سخت زخم پونہچا جو پہر مندمل نہوا آب ہم ان
دو جملونکی مضمون کو باعتبار پہلے دو حالتونکی اوصاف عشرہ سابقہ سے مقابلہ وموازنہ
کرکے دیکہتی ہین تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ اوصاف عشرہ مین سے پہلا وصف خلق اللہ
کی اعوجاج اور کجی کو سیدہا کرنا اور دوسرا وصف اپنی مواعظ بالغہ کے ساتہہ امراض
نفسانیہ عباد کا معالجہ اور مداوا کرنا۔ تیسرا وصف سنت نبوی کا قائم کرنا جسکہ اوس سے
مراد ہو کہ خود موافق سنت کے عمل کرنا۔ چہٹا وصف دنیا سے قلیل العیب رخصت ہونا
یعنی معاصی قلیلہ کے ساتہہ جانا قلت کا لفظ اسی واسطے فرمایا ہی کہ معصوم نہی آٹہواں
وصف خداوند تعالے کے پوری طور پر بندگی بجالانا نوان وصف اتقا کرنا خدا
تعالے کے حقوق کے ساتہہ اور اوسکی حقوق کو اوسکی عقوبت کے لحاظ سے بجالانا یہہ
چہہ اوصاف گویا اوس جملہ کے شرح اور تفصیل ہین جو اس خطبہ مین اول مذکور ہوا یعنی
ان مکا نہما من الاسلام لعظیم جو مجملا ان سب صفتونکا جامع ہے اور تیسرا وصف
اگر اوس سے مراد یہہ ہی کہ سنت نبوی کا لوگونمین جاری کرنا اور لوگونکو اوسکا پابند کرنا
اور عامل بالسنۃ بنانا اور چوتہا وصف فتنہ کو پیچہی چہوڑنا پانچوان وصف دنیا کی

پاک صاف لوگوں کی مذمت لسنے اپنی حقوق کی نسبت جانا ساتوان خلافت کے بھلائی عدل و انصاف و اقامت دین حاصل کرنا اوسکی شرور یعنی فتن اور خونریزی سے محفوظ رہنا وسوان ایسی حالت مین دنیا سے رخصت ہونا کہ بعد میں لوگ جہالتوں کی پیچیدہ رستوں مین گمراہ ہوگئی ہون کہ جن مین گمراہ کو راہ پانے دشوار ہو اور راہ یاب کو اپنی راہ پا لی یہہ پورا اٹھا دنو یہہ پانچون وصف متعلق حقوق العباد کے ہین اور گویا شرح جملہ ان المصائب بھما فی الاسلام لجرح شدید کی ہین ہاں چوتھا اور دسوان وصف تو گویا اس جملہ کا تمم اور مرادف بھی ہی چنانچہ ظاہر ہے ہمنے بخوف تطویل اجمالا ذکر کر دیا ہے اور تفصیلاً ہر ایک وصف کو جداگانہ اوسکی شرح کرکے جملہ کے اندر داخل کرکے نہین بیان کیا اگر ایسا کیا جاتا تو زیادہ طوالت ہوتی اہل فہم خود سمجھ لین اگر جہ ہم اوصاف عشرہ مذکورہ سابقہ دونو جملونکی ساتھہ باعتبار دوسری دو نو احتمالونکی مقابلہ کرتے ہین تو واضح ہوتا ہے کہ جملہ اولی اس شعر کا ان مکانھما الخ ممدوح کے اون اعمال حسنہ کی جو اپنی زمانہ حیات مین بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کی ہی گویا تصویر کھنچی ہوئی ہے اور جملہ ثانیہ ان المصائب بھما الخ اون حالات اور واقعات کو ظاہر کر رہا ہے جو ممدوح کے وفات کے بعد پیش آئی اور اون صدمونکی خبر دی رہا ہی جنکی سبب سے ممدوحین کے انتقال کے بعد اسلام زخمی اور مجروح ہوگیا اور یہہ ہی دو نو امر ہین کہ جنکی شرح اور تفصیل اوصاف عشرہ مین مذکور ہی چنانچہ پہلا وصف اور دوسرا اور تیسرا اور پانچوان اور چھٹا اور ساتوان اور آٹھوان نوان جملہ اولی کی شرح ہے جسمین اون حسنات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ممدوح نے زمانہ حیات مین بجا آوری حقوق اللہ یا حقوق العباد سے کرکے عظمت مرتبہ خداتعالی کے نزدیک پیدا کرکے لیگیا اور چوتھا اور دسوان وصف جملہ ثانیہ کی شرح ہی اور اون مین اون مصیبتونکا بیان ہی کہ جو وفات ممدوح کے سبب سے اسلام اور اہل اسلام کو پہنچتی ہین یہہ تفصیل اور یہہ اجمال باہم پوری طور پر مطابق ہین تو اس تقریر سے ثابت ہوا

ترجیح وثنا کسی غیر کی شخص کے نہیں بلکہ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہی یا جناب
عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خاصتاً علامہ ابن میثم نے بھی اسیکو ترجیح دی ہی کہ موصوف
ان اوصاف کا یا ابوبکرؓ ہے یا عمرؓ بلکہ اپنی رای مین حضرت ابوبکرؓ کو بہ نسبت جناب عمرؓ
کی ترجیح دیتا ہی ہم علامہ کی کلام اوسکی شرح کبیر سی نقل کرتے ہین اور متن و انصاف
لا تخطئوا امین والمنقول[۱] ان المراد بفلان عمر وعن القطب الراوندی انه انما اراد
بعض الصحابة فی زمن الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممن مات قبل وقوع
الفتن وانتشارها وقال ابن ابی الحدید ان ظاهر الاوصاف المذکورة فی الکلام
یدل علی انه اراد رجلا ولی امر الخلافة قبله لقوله قوم الاود وداوی العمد
ولم یرد عثمان لوقوعه فی الفتنة وتشبها بسببه ولا ابابکر لقصر مدة خلافته
وبعد عهده عن الفتن وکان الاظهر انه اراد عمر واقول ان اراد ابابکر
اشبه من ارادة عمر لما ذکره فی خلافة عمر وذمها به فی خطبته المعروفة
بالشقشقیة کما سبقت الاشارة الیها انتهی بقدر الحاجة اس عبارت سے
صاف ظاہر ہے کہ شارح کے نزدیک لفظ فلان سے سوائی ابوبکرؓ و عمرؓ کے شخص ثالث کا
مراد ہونا مرجوح ہے کیونکہ اول بطور نقل کے بیان کیا کہ مراد لفظ فلان سے عمر ہین پھر بیان کیا کہ ابوبکر ہی

ف۱ اور منقول یہی ہی کہ مراد لفظ فلان سے عمر بن خطاب ہی اور قطب راوندی سے منقول ہی کہ صرف بعض
صحابہ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جو فتنون کی واقع ہونے کے پہلی ہی پیشتر انتقال کر گیا مراد رکھا ہی اور ابن ابی الحدید نے
کہا کہ ظاہر اوصاف اس قول مین یہ کہ وہ شخص مراد ہی جو آپ سے پہلے امر خلافت کا متولی ہوا بسبب اس قول کے کجی کو سیدھا
کیا اور بیماری کا علاج کیا۔ اور عثمان تو مراد نہین ہے کیونکہ وہ فتنون مین پڑا اور اسکے سبب سے فتنی پھیلے اور ابوبکر
بھی بسبب کمی مدت خلافت اور بسبب دور ہونے زمانہ خلافت کے فتن سے مراد نہین ہے تو گویا ظاہر یہ ہے
کہ عمر بن خطاب کو مراد رکھا اور مین کہتا ہون ابوبکر کو آپ کا مراد رکھنا بہ نسبت عمر کے زیادہ ٹھیک ہے کیونکہ خطبہ
شقشقیہ مین خلافت عمر کی مذمت کی ہی چنانچہ اوسکی طرف اشارہ گزر چکا۔ ۱۲ —

قول نقل کیا ہی اوسکے بعد ابن ابی الحدید کے قول سے جن میں علی پر اطلان قول راوندی کا ثابت کیا گیا ہی اور بتلایا گیا ہے کہ قطب راوندی کا قول مخوای عبارت کے سراسر مخالف ہی اور بیان کیا گیا ہے کہ اظہر یہہ ہی کہ مراد حضرت عثمان ہیں پھر شارح خود کہتا ہی کہ اشبہ بحق یہی ہی کہ مراد ابوبکر صدیق ہیں پس شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید متفق ہیں کہ شخص ثالث مراد نہین اور غیر اشخص مصداق ان اوصاف کا نہین ہو سکتا ہی یہہ مختص آنکو قطب صاحب کے دنگا تا ملی یا قصور مکاشفہ ہی ہے کہ نہ عبارت کو دیکھتے ہین نہ اوسکی مضمون کو سمجھتے ہین اور اپنی توجیہی چلے جاتے ہین خواہ الفاظ سے پیدا ہو یا نہو خیر ہمکو اس سے کیا بحث خدا تعالے اونکو اس ایمانداری اور دیانت کے جزا دیوی اور ویسی ہی جیسا کہ عع جزاہ ربہ عنی عدی بن حاتم الخ — ہماری غرض یہہ تہی کہ موصوف ان اوصاف کا یا ابوبکر ہین یا عمر اور یہہ ثابت ہو گیا اور یہہ بھی ہے کہ جو شخص موصوف ان اوصاف کا ہوگا وہ خلیفہ راشد اور امام برحق ہوگا نہ ظالم و غاصب و فاسق و فاجر کیونکہ امام ماضی اوردہ قطعا باتفاق شیعہ مراد نہین یا ملوک و سلاطین ور نہین ہیں وہ صفت ان تعلیما مفقود ہو گئین یا خلفاء راشدین ہیں اور یہی محل ان اوصاف کی ہیں لیکن انمہ اثنا عشریہ سے کوئی مراد نہین ہیں تو ابوبکر یا عمر مراد ہونگی اور انکا خلیفہ راشد ہونا ثابت ہوا اب ہم ان اوصاف عالیہ کو بغرض عموم نفع شرح سے لکھتے ہین[۱] وقد وصف

بامور احدها تقويمه للاود وهو كناية عن تقويمه لاعوجاج الخلق عن سبيل الله الى الاستقامة فيها الثانى مداواته للعمد واستعار لفظ العمد للامراض النفسانية باعتبار استلزامه للاذى كالعمد ووصف المداواة لمعالجة تلك الامراض بالمواعظ البالغة والزواجر القارعة القولية والفعلية الثالث اقامة

---

[۱] اور تحقیق چند اوصاف کے ساتھ اوسکو موصوف کیا اول اوسکا کجی کو سیدہا کرنا اور یہہ کنایہ ہی اوس سے کہ اونہی خلق کی کجی کو اللہ کی رستہ سے استقامت اور ہمواری کیطرف سیدہا کیا — دوسری اوسکا بیماری کا علاج کرنا اور لفظ عمد کو امراض نفسانیہ کے لیے چونکہ وہ بہی مثل عمد کی تکلیف کو مستلزم ہی استعارہ کیا اور پوری نصیحتون اور بڑی دہمکیون قولیہ اور فعلیہ کے ساتھ امراض کے معالجہ کو مداوا کے ساتھ وصف کیا — ۱۲ —

للسنة ولد ومنها الرابع تخليفه للفتنة اي موته قبلها ووجه كون ذلك مدحا
هو اعتبار عدم وقوعها بسببه في زمنه بحسن تدبيره الخامس ذهابه نقي الثوب
واستعار لفظ الثوب لعرضه ونقاه سلامته عن دنس الملام السادس
قلة عيوبه السابع اصابته خيرها وسبق شرها والضمير في الموضعين يشبه
ان يرجع الى المعهود مما هو فيه من الخلافة اي اصاب ما فيها من الخير المطلوب
وهو العدل واقامة دين الله الذي به يكون الثواب الجزيل في الآخرة والذكر
الجميل في الدنيا وسبق شرها اي مات قبل وقوع الفتن فيها وسفك الدماء
لاجلها الثامن اداؤه الى الله طاعته التاسع اتقاؤه له بحقه اي ادى حقه خوف
عقوبته العاشر رحيله الى الآخرة تاركا للناس بعده في طرق متشعبة من الجهالات
لا يهتدي فيها من ضل عن سبيل الله ولا يستيقن المهتدي في سبيل الله
انه على سبيله لاختلاف طرق الضلال وكثرة المخالف له الهما والواو في قوله و
تركهم للحال ـ ع قال مصنف ان اوصاف عالیہ میں غور کرے اور دیکھے جو کچھ ابن ابی الحدید اور ابن میثم نے کہا ہے
ہین اصحیح ہے یا جو کچھ قطب راوندی نے فرمایا ہے میں اور یہ بھی خیال کرے کہ یہ اوصاف مجموعہ بجز خلیفہ راشد کے

سله تیسرے اسکا سنت کو قائم کرنا اور اسپر قائم رہنا ـ چوتھی فتنوں کا پیچھے چھوڑ جانا یعنی فتنوں سے پہلے مرجانا
اور یہ اسوجہ سے مدح ہے کہ اسکی حسن تدبیر سے اسکے زمانہ میں فتنے نہ واقع ہوئی پانچویں اسکا پاک دامن جانا اور ثوب کو
اسکی آبرو کے لیے استعارہ کیا اور ثوب کی پاکیزگی کو اسکی سلامت رہنے سے ذمت و ملامت کی میل کچیل سے استعارہ کیا چھٹی اسکی
عیوب کا کم ہونا ساتویں خلافت کی بھلائی کا پانا اور اسکی برائی سے محفوظ رہنا اور ضمیر خیرہا و شرہا کی شاید یہ ہے کہ طرف خلافت کی
راجع ہو جو معہود ہے یعنی خلافت سے جو چیز مطلوب ہے اور وہ عدل کرنا اور اللہ کا دین قائم کرنا جس سے عمدہ بدلا آخرت میں اور اچھی
زندگی دنیا میں حاصل ہوتی ہے وہ اس نے پالیا اور خلافت کی شر سے بچا یعنی فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے اور خونریزی کے پہلے
وفات پاگیا آٹھویں اسکا اللہ تعالے کی طاعت و بندگی کو ادا کرنا نویں اسکا تقوی کرنا جو کہ حق تقوی کا ہے یعنی اسکی عذاب کے خوف
سے اسکا حق ادا کیا دسویں اسکا لوگوں کو ایسی حالت کے پراگندہ ہو رہے ہیں اللہ کے راہ سے گمراہ ہوکے اور راہ پائی ہوئی

کسی مین پائی جاتی ہین حاشا وکلا اور خلفا مین ہی جب ایک کی بھی خلافت راشدہ ثابت ہوگئی تو سب کی
ثابت ہوگئی تو اس سے ثابت ہوا کہ خلفا خلیفہ راشد تھے اور یہی مدعا تھا اور یہہ تسلیم قول قطب الدین
راوندی کے جو کی گئی ہی بشرط التسلیم اس امر کی ہے کہ راوندی کا مدعا یہہ ہی ہو کہ مراد رجل سے وہ رجل
ہی کہ جو زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تھا اور اسی زمانہ مین قبل از وقوع فتن وفات
پا گیا ورنہ علامہ ابن میثم نے جو عبارت متضمن مضمون مذہب راوندی نقل کی ہے اوس سے صرف
اسیقدر ثابت ہوتا ہی کہ رجل سے مراد ایک صحابی ہی جو وقوع اور انتشار فتن سے پہلے فوت
ہو گیا اور ظاہر ہی کہ یہہ عبارت ہرگز اس امر پر دلالت نہین کرتی کہ مراد رجل سے کوئی شخص
ثالث سوای ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ہو بلکہ یہہ عبارت صاف دلالت کرتی ہی
کہ مراد یا ابوبکر ہے یا عمر رض کیونکہ اولاً وہ شخص جو موصوف ان صفات کا ہو یہہ ممکن نہین
کہ زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین مصدر ان اوصاف کا ہو سکے - اور ثانیاً
من مات قبل وقوع الفتن وانتشارہا ہرگز اس امر پر دلالت نہین کرتا کہ زمانہ حیات
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اوسنی وفات پائی ہو بلکہ اس سے صاف مفہوم
ہوتا ہی کہ بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی زندہ رہا - ہان وقوع
اور انتشار فتن سے پہلے رحلت کر گیا اور ایسا شخص بجز ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کے
اور کوئی دوسرا نہین - ابن ابی الحدید سے علامہ ابن میثم نے صاف طور پر نقل کیا ہی
کہ جس سے معلوم ہوتا ہی کہ زمانہ خلافت شیخین یعنی شوائب فتن سے بالکل پاک اور صاف
ہی زمانہ فتن بعد وفات جناب فاروق رض شروع ہوا ہی پس حضرات شیخین پر مضمون
عبارت راوندی - انہ انما اراد بعض الصحابة فی زمن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ممن مات قبل وقوع الفتنة وانتشارہا بخوبی صادق آتا ہے اور
اس عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ راوندی کے نزدیک بھی مراد رجل سے یا ابوبکر رض ہین
یا عمر رض لیکن صاف نام نہین لیتا اور نام لے تو کیونکر لے اوسکو اپنی مذہب کے

یہہ رخصت ہمین تہی کہ خود اپنی ہاتہون سے اپنی مذہب کا استیصال کری پس بحمدہ
بقول قطب الاقطاب شیعہ وعلامہ ابن میثم وابن ابی الحدید ثابت ہوا کہ مراد ابوبکر مین
بالاسم الحمد للہ علی وضوح الحق وفضوح الباطل اب وہ جواب بہی
ضروری جاننے ہمین جو حضرات شیعہ نے اس کلام کے جواب مین فرمائے ہین۔ جواب
اول یہہ ہی کہ ممکن ہے کہ یہہ مدح ان لوگونکی دلجوئی واصلاح کے لیی فرمائے ہو کہ جو
صحت وحقیت خلافت شیخین کے معتقد تہی اور بدیہی ہے کہ یہہ جواب نہایت ردی
ہی کیونکہ ہم تسلیم کرلیتے ہین کہ آپنے یہہ مدح دلجوئی کے طور پر فرمائی تہی لیکن ہم یہہ پوچہتے
ہین کہ یہہ مدح مطابق واقع ونفس الامر کے تہی یا نہ تہی اگر مطابق واقع کے نہ تہی۔ تو
معاذ اللہ ایسی لوگونکی دلجوئی کے واسطی قسم کہا کہ دس جہوٹ بولی اور جہوٹ
وفریب کے ساتہہ لوگونکا راضی کرنا چاہا اور خدا تعالی کی نارضی کے ساتہہ لوگونکی رضا
چاہی اور اس جہوٹ کا نتیجہ صرف یہہ ہے کہ لوگ شیخین کے مدح وثنا حضرت سے
زبانی خلافت کے بارہ مین سنکر اونکی حقیت خلافت کے معتقد ہون اور زیادہ گمراہی
مین پڑین پہر اگر بقول ابن میثم کے اگر آپکو ایسا ہی جہوٹ بولکر کام نکالنا تہا تو
بمقابلہ امیر معویہ کے اسطرح کیون جہوٹ بولکر کام نکالا۔ وہان تو امیر معویہ کی بابت
اور اپنی مدح مین فرماتے ہین کہ وہ فریب کرتا ہی اور ہم دغا اور فریب نہین کرتے
پس آفرین ہی حضرات شیعہ کے رفتار وتمسک پر کہ اسکی پردہ مین کیا کیا خوبیان حضرات
ائمہ کیطرف منسوب فرماتے ہین اور اگر یہہ مدح مطابق واقع کے ہی تو ہمارا مدعا ثابت
اور یہہ جواب لغو اور باطل ہے۔ دوسرا جواب اسکا یہہ فرماتے ہین کہ یہہ مدح بطور
طنز وتعریض عثمان اور اونکی توبیخ کے تہی یا بہ معنی کہ بعد اوس شخص کے جو ان صفات
کی ساتہہ متصف تہا جو شخص خلیفہ ہوا وہ ان صفات کی اضداد کے ساتہہ متصف تہا
یعنی کہ خلافت عثمانی مین فتنہ اوٹہی اور اونہون نے بیت المال کو بیجا صرف کیا جسکو

سبب سے ادن پر ہوا ہوا یہہ جواب بھی ویسا ہی ضعیف اور واہی ہے جیسا کہ پہلا جواب تہا
کیونکہ اسمین بہی وہی کلام ہے کہ جو اوس جواب مین کی گئی ہے علاوہ اسکی اہل انصاف
نظر انصاف سے دیکھین کہ اس کلام مین کوئی ایسا لفظ مذکور ہے جو طعن و تعریض یا
توبیخ پر دلالت کرتا ہو ۔ یہہ ایہہ سب ڈہکوسلہ گہڑا ہوا ہے کیونکہ جناب امیر نے خدا کی قسم
کہا کر فرمایا تہا کہ واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علی خاصۃ
ظاہر ہے کہ آپنے باوجود اس جور وظلم کے سکوت فرمایا تو بقول شیعہ اپنی یمین مین جو طعن پر
ہاتہی حانث ہوئی اور عاصی ۔ علاوہ ازین یہہ جواب خود ہماری موید ہے اور صاف دلالت
کرتا ہے کہ مراد رجل سے قطعاً یا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین یا عمر رضی اللہ عنہ کیونکہ طعن و تعریض
جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی گئی تو یہہ بنسبت کسی خلیفہ سابق کے کی گئی گویا یہہ کہا
گیا کہ فلان خلیفہ توان محامد واوصاف کے ساتہہ متصف تہا اور یہہ خلیفہ ادن اوصاف
سے متصف نہین اور ظاہر ہے کہ پہلے کوئی خلیفہ بجز ابوبکر رض و عمر رض کے نہین ہوا کہ وہ ان اوصاف
کے ساتہہ متصف ہو اور اگر واقع مین وہ خلیفہ جسکی بہ نسبت عثمان رض کو تعریض کی گئی ہو
ایسا نہو تو طعن و تعریض کے غلط ہونے کی علاوہ عثمان رض اور اونکے اولیا کہہ سکتے ہین
کہ آپنے غلط فرمایا پہلے ایسا کون ہوا ہے جو موصوف بایں صفات ہو آپ خود معتقد
نہین ہین کہ پہلے ایسا کوئی ہوا ہو تو جہوٹ سے الزام نہین ہو سکتا ۔ پس ثابت ہوا کہ یہہ
مدح وصفت ثنا و منقبت ابوبکر رض کی ہے یا عمر رض کی اور واقعی اور نفس الامری ہے اور جب یہہ
ثابت ہوا تو حقیت خلافت کا ثبوت اسکی گویا فرع ہے وہ بہی ثابت ہوئی باقی اسکی
بحث اوسجگہہ کیجاویگی جسجگہہ ہمارے فاضل مجیب نے بہت کچہہ جوش وخروش فرمایا ہے ۔

دلیل سادس ۔ ثقۃ الاسلام اور امام الائمہ کلینی نے فروع کلینی کے باب من یجب علیہ الجہاد ومن لا
یجب مین ایک طویل حدیث نقل کی ہے جسکو خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی
رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین مین نقل کیا ہے چنانچہ وہ حدیث مشعر بحقیت خلافت خلفا

تمت رضا اسلیے ہم بھی اس حدیث کو اوائل نہین سے نقل کرتے ہین علی بن ابراھیم
عن ابیه عن بکر بن صالح عن القاسم بن یزید عن ابی[سله] عمیر الزبیری عن
ابی عبد الله قال قلت اخبرنی عن الدعاء الی الله والجهاد فی سبیله اهو لقوم
لا یحل الا لهم ولا یقوم به الا من کان منهم ام هو مباح لکل من وحد الله
عز وجل وامن برسول الله صلی الله علیه واله ومن کان کذا فله ان یدعو
الی الله عز وجل والی طاعته وان یجاهد فی سبیله فقال ذلک لقوم لا یحل
الا لهم ولا یقوم بذلک الا من کان منهم قلت من اولئک قال من قام بشرائط
الله عز وجل فی القتال والجهاد علی المجاهدین فهو المأذون له فی الدعاء الی الله عز وجل
ومن لم یکن قائما بشرائط الله عز وجل فی الجهاد علی المجاهدین فلیس بماذون له
فی الجهاد ولا الدعاء الی الله حتی یحکم الله فی نفسه ما اخذ الله علیه من شرائط الجهاد
قلت فبین لی یرحمک الله تعالی قال ان الله تبارک وتعالی اخبر فی کتابه الدعاء الیه ووصف الدعاة الیه فجعل
ذلک لهم درجات یعرف بعضها بعضا ویستدل ببعضها علی بعض فاخبر انه

سله ابو عمیر زبیری امام ابو عبد الله سے روایت کرتا ہے کہا مینے عرض کیا یا حضرت مجکو اللہ کیطرف بلانے اور اسکی راہ مین
جہاد کرنے کی خبر دیجیے کیا وہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے کہ بجز انکے کسی دوسرے کو حلال نہین ہے اور اسکو
بجز انکے کوئی دوسرا برپا نہین کرسکتا یا وہ ہر ایک شخص کو جو وحدانیت الٰہی کا قائل اور رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
کا معترف ہو مباح ہے کہ اللہ کے اور اسکی بندگی کیطرف بلائے اور اسکی راہ مین جہاد کرے فرمایا یہ ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے
کہ انکے سوا کسی کو حلال نہین اور سوا انکے اسکو اور کوئی برپا نہین کرسکتا - مینے عرض کیا وہ کون لوگ ہین فرمایا جو شخص
شرائط کے ساتھ قتال جہاد مین مجاہدین پر قائم ہو - وہ اللہ عزوجل کیطرف دعوت کا مجاز ہے - اور جو ان شرائط
کے ساتھ جو مجاہدین پر جہاد مین ہین قائم نہو - تو وہ جہاد کا اور خدا کی طرف دعوت کا مجاز
نہین ہے تا وقتیکہ اللہ اسکی نفس مین شرائط جہاد کا جو اسپر مقرر کی ہین حکم کرے مینے عرض
کیا - تو بیان فرمایئے خدا آپ پر رحمت کرے فرمایا اللہ تبارک وتعالے نے اپنی کتاب میں اپنی
دعوت کی خبر دی اور اسکو بیان کیا - اور داعیوں اور اسکی درجہ مقرر کیے جنمین بعض کو بعض
جانیں اور بعض پر بعض سے استدلال کرین پس خبر دی ۱۲ -

تبارک وتعالی اول من دعا الی نفسه فدعا الی طاعته واتباع امره فبدأ بنفسه فقال والله یدعو الی دار السلام ویهدی من یشاء الی صراط المستقیم ثم ثنی برسوله فقال ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن یعنی بالقرآن ولم یکن داعیا الی الله عز وجل من خالف امر الله ویدعو الیه بغیر ما امر فی کتابه والذی امر ان لا تدعی الا به وقال فی نبیه صلی الله علیه وآله وانک لتهدی الی صراط مستقیم یقول تدعو ثم ثلث بالدعاء الیه بکتابه ایضا فقال ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم ای یدعو ویبشر المؤمنین ثم ذکر من اذن فی الدعاء الیه بعده وبعد رسوله فی کتابه فقال ولتکن منکم طائفة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون ثم اخبر عن هذه الامة وممن هی وانها من ذریة ابراهیم ومن ذریة اسمعیل من سکان الحرم ممن لم یعبدوا غیر الله قط الذین وجبت لهم الدعوة دعوة ابراهیم واسمعیل من اهل المسجد الذین اخبر عنهم فی کتابه انه اذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا الذین وصفناهم قبل هذا فی صفة الله ابراهیم الذین عنهما هم الله تبارک وتعالی فی قوله ادعو

سے اور اللہ تبارک وتعالے نے سب سے پہلی اپنی دعوت کر اور اپنی بندگی اور فرمانبرداری کیطرف بلایا پہلی اپنی آپ کو رکہا اور فرمایا (اللہ جنت کیطرف بلاتا ہی اور جسکو چاہتا ہے سیدہی راہ دکہاتا ہی) دوسری اپنی رسول کو مقرر کیا اور فرمایا (اپنی پروردگار کی رستہ کیطرف دانائی اور اچہی نصیحت کے ساتھہ بلا اور ان سے جہگڑ اچہی طریقہ سے) یعنی قرآن کے ساتھہ اور جو اللہ کے حکم کا مخالف ہو اور قرآنی حکموں کے سوا دوسری طرف بلائی تو وہ اللہ کیطرف داعی نہو اور دین ایسا امر ہی کہ بجز اوسکی دعوت نہیں کیجاتی اور اپنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے باب مین فرمایا (اور بیشک سیدہی راہ دکہاتا ہی یعنی بلاتا ہی پہر تیسری اپنی کتاب کی دعوت کو بیان کیا اور فرمایا (یہہ قرآن محکم طریقہ کی طرف راہ دکہلاتا ہی) یعنی بلاتا ہی اور خوشخبری سناتا ہی پہر اونکا ذکر کیا جنکو اپنی اور اپنی رسول اور اپنی کتاب کے بعد دعوت کی اجازت دی ہی اور فرمایا (تم مین سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو بہلائی کیطرف بلائین اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرین اور یہہ لوگ فلاح پانے والے ہین) پہر اس امت کی خبر دی کہ یہہ کن سے ہے اور یہہ ابراہیم و اسمعیل کے اولاد حرم کے رہنے والے ہی جنہون نے خدا کی سوا کبہی کسیکی عبادت نہین کی اور جنکو ابراہیم و اسمعیل کی دعا واجب ہوئی اور مسجد والے ہین جنکی خبر اپنی کتاب میں دی ہی کہ انسے پلیدی دور کر کے انکو خوب پاک کر دیا اور جنکا ہم نے اس سے پہلی وصف بیان کیا ابراہیم کے امت کے صفت مین اور جنکو اللہ تبارک و تعالی نے اپنی اس قول مین ادعوا الی اللہ ۱۲

بصیرۃ انا ومن اتبعنی یعنی اول من اتبعه علی الایمان به والتصدیق له وبما جاء به من عند الله عز وجل من الامة التی بعث فیها ومنها والیها قبل الخلق ممن لم یشرک بالله قط ولم یلبس ایمانه بظلم وهو الشرک ثم ذکر اتباع نبیه صلی الله علیه وآله وسلم واتباع هذه الامة التی وصفها فی کتابه بالامر بالمعروف والنهی عن المنکر وجعلها داعیة الیه واذن له فی الدعاء الیه فقال یا ایها النبی حسبک الله ومن اتبعک من المؤمنین ثم وصف اتباع نبیه من المؤمنین فقال عز وجل محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من الله ورضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود ذلک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل وقال یوم لا یخزی الله النبی والذین آمنوا معه نورهم یسعی بین ایدیهم وبایمانهم یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شیء قدیر یعنی اولئک

ل علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی سے مراد ہے یعنی سب سے پہلی جنہوں نے حضرت کی پیروی کی آپ پر ایمان لا کر اور آپکی تصدیق کر کے اور جو کچھ آپ خدا کے پاس سے لائے اس امت سے جسکی طرف مبعوث ہوئے حق کو قبول کیا اور کبھی شرک نہ کیا اور اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ جو شرک ہے ملایا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ذکر کیا اور اس امت کی اتباع جسکا ذکر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ وصف فرمایا اور ان کو اپنی طرف بلانے والا قرار دیا اور ان کو دعوت کا اذن فرمایا اور کہا اے نبی اللہ اور تیری پیروی کرنے والے مومن کافی ہیں پھر مومنین اپنی نبی کے پیروی کرنے والوں کا وصف بیان کیا اور فرمایا (محمد اللہ کے رسول ہیں جو انکی مصاحبت میں کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں تو انکو رکوع سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے کہ خدا سے فضل و رضوان کو مانگتے ہیں انکی علامتیں انکی چہروں پر سجدہ کے نشان ہیں یہ انکی مثل ہے توریت میں اور انجیل میں) اور فرمایا (جس دن خدا رسوا نہ کریگا اللہ نبی کو اور انکو جو انکے ساتھ ایمان لائے ہونگے انکا نور انکے آگے اور داہنے ہوگا کہینگے اے رب ہمارے پورا کر ہمارے لیے ہمارا نور اور بخش ہمکو تو ہر شی پر قادر ہے) ۱۲ —

المؤمنین[له] فقال قد افلح المؤمنون ثم حلاهم ووصفهم کیلا یطمع
فی اللحاق بهم الا من کان منهم فقال فیما حلاهم ووصفهم الذین هم
فی صلوتهم خاشعون والذین هم عن اللغو معرضون الی قوله
تعالی اولئک هم الوارثون الذین یرثون الفردوس هم فیها خالدون
ثم حلاهم ووصفهم کیلا یطمع فی اللحاق بهم الا من کان منهم فقال
فیما حلاهم به ووصفهم وقال فی وصفهم وحلیتهم ایضا الذین لا یدعون
مع الله الها اخر الایة ثم اخبر انه اشتری من هولاء المؤمنین ومن کان
علی مثل صفتهم انفسهم واموالهم بان لهم الجنة یقاتلون فی سبیل
الله فیقتلون ویقتلون وعدا علیه حقا فی التوریة والانجیل والقرآن
ثم ذکر وفائهم له بعهده ومبایعته فقال ومن اوفی بعهده من الله
فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم به وذلک هو الفوز العظیم فلما نزل
هذه الایة ان الله اشتری من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم

[له] یعنی پہلے مومنین او فرمایا (بیشک کامیاب ہوئے ایمان والے) پہر اونکو زینت بخشی اور اونکا وصف کیا تاکہ بجز اونکی جو اونہین سے ہو اونمین ملنے کے طمع نکرے تو اونکی زینت اور وصف مین فرمایا (جو اپنی نمازمین خشوع کرتے ہین اور جو بیہودہ سے منہ پہیرتے ہین - الی قولہ تعالے - یہہ ہی وارث ہین جو جنت فردوس کے وارث ہونگے ہمیشہ اسمین رہینگے) پہر اونکو زینت بخشی اور وصف کیا تاکہ بجز اونکی جو انہین سے ہو اونمین ملنے کی طمع نکرے تو انکی وصف اور حلیہ مین فرمایا جو نہین پکارتے ہین اللہ کے ساتھہ دوسری معبود کو الآیۃ) پہر خبر دی کہ اوسنے ان مومنون سے اور جو انکی صفت رہین اونکے جانون اور مالون کو اسکی عوض مین کہ اونکی لیے جنت ہوگی اللہ کے راہ مین لڑینگے پس ماریں اور مرین اللہ کا سچا وعدہ ہے - توراۃ اور انجیل اور قرآن مین پہر اونکی عہد کے پورا کرنیکا - اور بیعت کا ذکر کیا (اور جو پورا کرے اپنی عہد کو اللہ سے تو شاد ہو تمہاری بیعت کا جو تمنے کی ہے اور یہہ بڑی کامیابی ہے) جب یہہ آیت - ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم
منہ - ۱۲ -

الجنة[1] فقام رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا نبي الله ارأيتك الرجل
ياخذ سيفه فيقاتل حتى يقتل الا انه يقترف من هذه المحارم اشهيد هو فانزل
الله عز وجل التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ
السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَالْحَافِظُونَ
لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ فبشر النبي صلى الله عليه وسلم المجاهدين
من المؤمنين الذين هذه صفتهم وحليتهم بالشهادة والجنة وقال
التائبون من الذنوب العابدون الذين لا يعبدون الا الله ولا يشركون
به شيا الحامدون الذين يحمدون الله على كل حال في الشدة والرخاء السائحون
وهم الصائمون الراكعون الساجدون الذين يواظبون على الصلوات
الخمس الحافظون لها والمحافظون عليها بركوعها وسجودها في الخشوع
فيها وفي اوقاتها الآمرون بالمعروف بعد ذلك والعاملون به الناهون
عن المنكر والمنتهون عنه قال فبشر من قتل وهو قائم بهذه الشروط بالشهادة

---

[1] نازل ہوئی تو ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا نبی اللہ بتلائیے کہ ایک شخص جو
کہ اپنی تلوار لیکر لڑتا ہے اور مقتول ہوجاتا ہے لیکن وہ حرام کاموں کا مرتکب ہوتا ہو کیا وہ شہید ہو تو اللہ نے
نازل فرمایا (توبہ کرنیوالے بندگی کرنیوالے شکر کرنیوالے روزہ رکھنیوالے رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے نیکی
کا حکم کرنیوالے برائی سے روکنیوالے اللہ کی حدود کے نگہبانی کرنیوالے اور خوشخبری دیدے ایمان والوں کو) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجاہدوں کو ان ایمان والوں میں سے جنکی یہ صفت اور یہ زیور ہے شہادت اور جنت کے ساتھ خوشخبری
سنائی اور فرمایا گناہوں سے توبہ کرنیوالے جو سوائے خدا کے کسیکی عبادت نہیں کرتے اور کسیکو
اسکا شریک نہیں کرتے شکر کرنیوالے جو ہر حال سختی و نرمی میں شکر کرتے ہیں روزہ رکھنے والے
رکوع سجدہ کرنیوالے جو پانچوں نمازوں پر مداومت کرتے ہیں اور انکی رکوع سجود کے اور انکے خشوع اور اوقات
کی نگہداشت کرتے والے ہیں پھر انکے پیچھے بالوں کا حکم کرنیوالے اور خود اسپر عمل کرنیوالے اور برائی سے روکنے
اور خود باز رہنے والے فرمایا پس خوشخبری سنادو ان شرطوں کے ساتھ قائم ہوکر مقتول ہونے والے کو شہادت کی ॥

والجنة ثم اخبر تبارك وتعالى انه لم يامر بالقتال الا اصحاب هذه الشروط[۱]
فقال عز وجل اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ
لَقَدِيْرٌ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وذلك
ان جميع ما بين السماء والارض لله عز وجل ولرسوله ولاتباعه من
المومنين من اهل هذه الصفة فما كان من الدنيا في ايدي المشركين و
الكفار والظلمة والفجار من اهل الخلاف لرسول الله صلى الله عليه
وسلم والمولي عن طاعتهما مما كان في ايديهم ظلموا فيه المومنين من
اهل هذه الصفات وغلبوهم عليه ما افاء الله على رسوله فهو حقهم
افاء الله عليهم ورده اليهم وانما معنى الفي كلما صار الى المشركين ثم رجع
مما قد كان عليه او فيه فما رجع الى مكانه من قول او فعل فقد فاء مثل
قول الله عز وجل فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اي رجعوا ثم قال وَاِنْ
عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ وقال اِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

---

[۱] اور جنت پر خدا تعالی نے خبر دی کہ اوسنے بجز ان شرطون والونکے کسیکو قتال کا حکم نہین دیا پہر خدا عز وجل نے فرمایا۔
(اذن دیا گیا اونکو لیے جنسی لوگ لڑتے ہین اس سبب سے کہ اونپر ظلم ہوا ہی اور اللہ اونکی مدد پر قادر ہے جو لوگ،
نکالے گئے اپنے گہرونسے ناحق لیکن یہہ کہتے ہین کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے) اور یہہ اسلیے کہ تمام جو کچہہ آسمان اور زمین،
مین ہی اللہ تعالے اور اوسکے رسول اور اوسکی پیروی کرنے والے مومنونکا ہی جنکی یہہ صفت ہی تو جو کچہہ دنیا
مین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفون اور اوسکی نافرمانی کرنے والون مشرکین اور کافرون اور ظالم اور فاجرونکے
قبضہ مین ہے اوسمین اس صفت کے ایمان والونپر ظلم کیا ہی اور اونپر غلبہ کرکے لیلیا۔ جو کچہہ اللہ نے اپنے رسول کو
بطور فے کے دیا وہ اونکا حق ہی کہ اللہ نے اونپر لوٹایا اور کہرت فے کے معنی ہر وہ شی جو مشرکون کی طرف
چلی جائے پہر لوٹ آئی جس حال پر تہی۔ تو جو چیز اپنے مکان پر لوٹ آئی تو اوسکو بہی لفظ فاء ہے
چنانچہ اللہ عز وجل کا قول فان فاءوا فان اللہ غفور رحیم۔ یعنے اگر لوٹین پہر فرمایا۔ فان عزموا الطلاق
فان اللہ سمیع علیم اور فرمایا۔ وان طائفتان من المومنین ۱۲۔

اقتتلوا فاصلحوا بینهما فان بغت احدیهما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر الله ای ترجع فان فاءت ای رجعت فاصلحوا بینهما بالعدل واقسطوا ان الله یحب المقسطین یعنی بقوله تفیٔ ترجع فذلك الدلیل علی ان الفیٔ کل راجع الی مکان قد کان علیه اوفیه ویقال للشمس اذا زالت قد فاءت الشمس حین تفیٔ الفیٔ عند رجوع الشمس الی زوالها وکذلك ما افاء الله علی المؤمنین من الکفار فانما هی حقوق المؤمنین رجعت الیهم بعد ظلمهم ایاه فذلك قوله اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا ما کان المؤمنین احق به منهم وانما اذن المؤمنین الذین قاموا بشرائط الایمان التی وصفناها وذلك انه لا یکون ماذونا فی القتال حتی یکون مظلوما ولا یکون مظلوما حتی یکون مؤمنا ولا یکون مؤمنا حتی یکون قائما بشرائط الایمان التی شرط الله عز وجل علی المؤمنین والمجاهدین فاذا تکاملت فیه شرائط الله عز وجل کان مؤمنا واذا کان مؤمنا کان مظلوما واذا کان مظلوما کان ماذونا فی الجهاد

سلہ اقتتلوا فاصلحوا بینهما فان بغت احدیهما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر الله۔ یعنی لوٹے فان فاءت ۔ یعنی لوٹے فاصلحوا بینهما بالعدل اقسطوا ان الله یحب المقسطین ۔ ذمراد تفیٔ سے یہ ہے کہ لوٹے (یہ دلیل ہے کہ فی ہر وہ شی ہے جو اپنی پہلے حال میں لوٹ آوے اور عرب کہتے ہیں فاءت الشمس جبکہ آتا ہے زوال کیطرف روشنی کے وقت سایہ پھر آئی اور ایسی جو کچھ مومنوں کو اللہ نے کفار سے بطور فی کے دلایا ہے وہ صرف مومنوں کا حق ہے جو اونکو ظلم کفار کے ظلم کے اوپر واپس آگیا ۔ اور یہ اللہ کا قول ہے (اذن دیا گیا اونکو جنسی کفار لڑتے ہیں بسبب اسکے اونپر ظلم ہوا ہے) مومن بہ نسبت اونکے زیادہ حق دار نہیں تھے اور صرف اون مومنوں کو اذن دیا گیا ہے جو ایمان کے شرائط کے ساتھ متصف جنکا ہم بیان کر چکے اور یہ اسلیے کہ ماذون فی القتال نہیں ہوتا جب تک کہ مظلوم نہوا اور مظلوم نہیں ہوتا ۔ جب تک کہ مومن نہوا اور مومن نہیں ہوتا جب تک کہ ایمان کے اون شرائط کے ساتھ قائم ہو جو اللہ نے مومنوں اور مجاہدین کے ساتھ شرط کی ہیں پس جب اوسمیں اللہ تعالے کے شرطیں پوری ہونگی تو مومن ہوگا اور جب مومن ہوگا مظلوم ہوگا اور جب مظلوم ہوگا ماذون فی الجہاد ہوگا ۔ ۱۲

لقوله عز وجل اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم [۱]
لقدير الآية وان لم يكن مستكملا بشرائط الايمانات فهو ظالم لمن ينبغي
ويجب جهاده حتى يتوب وليس مثله ماذونا في الجهاد والدعاء الى الله
عز وجل لانه ليس من المؤمنين المظلومين الذين اذن لهم في القتال فلما
نزلت هذه الآية اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا في المهاجرين
الذين اخرجهم اهل مكة من ديارهم واموالهم احل لهم جهادهم لظلمهم
اياهم واذن لهم في القتال فقلت فهذه الآية نزلت في المهاجرين بظلم مشركي
اهل مكة لهم فما بالهم في قتال كسرى وقيصر ومن دونهم من مشركي قبائل
العرب فقال لو كان انما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل مكة لم
يكن لهم في قتال جموع كسرى وقيصر وغير اهل مكة من قبائل العرب سبيل
لان الذين ظلموهم غيرهم وانما اذن لهم في قتال من ظلمهم من اهل
مكة لاخراجهم اياهم من ديارهم واموالهم بغير حق ولو كانت الآية انما

---

[۱] بسبب قول عز وجل کے — اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير الآية — اور اگر مستکمل ایمان
کی شرائط کو مستکمل نہیں تو وہ ظالم ہے اوسپر جہاد کرنا واجب ہے یہانتک کہ توبہ کری اور ایسا شخص جہاد کرنے اور
اللہ کی طرف بلانی میں ماذون نہیں کیونکہ وہ اون مومن مظلومین سے نہیں ہے جنکو جہاد کا اذن ہوا ہے جیسا
آیت اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا — اون مہاجرین کے باب میں جنکو اہل مکہ نے اونکی شہروں اور مالونسی نکال
دیا تہا اوتری تو بسبب ظلم کفار کے اونکا جہاد حلال ہوا اور قتال کی اجازت ہوئی میں عرض کیا یہہ تو مہاجرین
میں بسبب ظلم مشرکین مکہ کے نازل ہوئی پہر کسری وقیصر وغیرہ مشرکین قبائل عرب سے لڑائی کا کیا حال ہے فرمایا اگر صرف
اہل مکہ کی لڑائی کا اذن ہوتا تو پہر کسری اور قیصر کے لشکر اور قبائل عرب غیر اہل مکہ سے لڑائی کی کوئی راہ نہیں کیونکہ ظلم کرنیوالے
اونکی غیر ہیں اور اونکو صرف اہل مکہ کے قتال کا اذن تہا جنہوں نے اونپر ناحق اونکی گہروں سے اور مالونسے نکالنی کا ظلم
کیا تہا اور اگر اس آیت سے — ۱۲

سله عنيت المهاجرين الذين ظلمهم اهل مكة كانت الآية مرتفعة الغرض عن
بعدهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وكان فرضها مرتفعا
من الناس بعدهم اذا لم يبق من الظالمين والمظلومين احد وليس
كما ظننت ولا كما ذكرت ولكن المهاجرين ظلموا من جهتين ظلمهم اهل
مكة باخراجهم من ديارهم واموالهم فقاتلوهم باذن الله تعالى لهم
في ذلك وظلمهم كسرى وقيصر ومن كان دونهم من قبائل العرب والعجم
ما كان في ايديهم مما كان المومنون احق به منهم فقد قاتلوهم باذن
الله عز وجل لهم في ذلك وبحجة هذه الآية تقاتل مومنوا كل زمان وانما اذن
الله عز وجل للمومنين الذين قاموا بما وصف الله عز وجل من الشرائط التي
شرطها الله على المومنين في الايمان والجهاد ومن كان قائما بتلك الشرائط
فهو مومن وهو مظلوم ومأذون له في الجهاد بذلك المعنى ومن كان
على خلاف ذلك فهو ظالم وليس من المظلومين وليس بمأذون له في القتال

سله مراد مہاجرین ہی مراد ہوں جن پر اہل مکہ نے ظلم کیا تو پہلو سے اس آیت کا مدعا ہی مرتفع ہو جاتا ہے
اون ظالموں اور مظلوموں سے کوئی باقی نہ رہی اور اونکے بعد یہہ حکم ہی اوٹھہ جائے جبکہ ظالم اور مظلوم کوئی
باقی نہ رہی اور ایسا نہیں ہے جو تو نے گمان کیا اور بیان کیا لیکن مہاجرین دو طرح سے مظلوم ہیں اہل مکہ نے
اونکو گھروں اور مالوں سے نکالنے میں ظلم کیا تو اونسے خدا کی اذن کے ساتھہ لڑے اور کسریٰ و قیصر وغیرہ قبائل عرب و عجم نے
اس قبضہ کرنے میں ظلم کیا جو مومنوں کا حق تھا اور انسے بھی خدائے عزوجل کی اجازت سے لڑے اور اس آیت کے
حجت کے ساتھہ ہر زمانہ کے مومن لڑیں گے اور اللہ نے صرف اون مومنوں کو اجازت دی ہے جو اللہ کے اون شرطوں
کے ساتھہ قائم ہوں جو اللہ نے مومنوں پر ایمان اور جہاد میں کی ہیں اور جو اون شرائط کے ساتھہ قائم ہو وہ مومن اور مظلوم
اور ماذون ہے جہاد میں اسی سبب سے اور جو اسکے خلاف ہو وہ مظلوم نہیں ظالم ہے اور نہ اسکو قتال کی اذن ہے

ولا بالنهی عن المنکر والامر بالمعروف لانه لیس من اهل ذلک ولا ماذون

له فی الدعاء الی الله عز وجل لانه لیس مجاهد امثله وامر بدعائه ولا یکون مجاهدا

من قد امر المومنون بجهاده وحظر الجهاد علیه ومنعه منه ولا یکون داعیا

الی الله عز وجل من امر بدعاء مثله الی التوبة والحق والامر بالمعروف والنهی عن

المنکر ولا یامر بالمعروف من قد امر ان یومر به ولا ینهی عن المنکر من قد

امر ان ینهی عنه فمن کانت قد تمت فیه شرائط الله عز وجل التی وصف

بها اهلها من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم وهو مظلوم فهو ماذون

فی الجهاد کما اذن لهم لان حکم الله عز وجل فی الاولین والاخرین وفرائضه

علیهم سواء الا من علة او حادث یکون والاولون والاخرون ایضا فی

منع الحوادث شرکاء والفرائض علیهم واحدة یسال الاخرون من اداء الفرائض

عما یسال عنه الاولون ویحاسبون عما به یحاسبون ومن لم یکن علی صفة

من اذن له فی الجهاد من المومنین فلیس من اهل الجهاد ولیس بماذون له فیه

اور نہ بھلائی کی حکم اور برائی سے روکنے کی اسکو اجازت ہی کیونکہ وہ اسکا اہل نہیں ہے اور نہ خدا کے
عز وجل کیطرف بلانے کا مجاز ہے کیونکہ وہ ان جیسے لوگونمین سی جن سے جہاد کرنے اور جنکو خدا کے طرف
بلانیکا حکم ہے اور وہ شخص مجاہد نہین ہو سکتا جسکی جہاد کا مومنونکو حکم ہو یا اوسکو جہاد ممنوع ہوا اور
شخص خدا کی طرف داعی نہین ہو سکتا جسکو تو بہ اور حق اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرف بلانی کا
حکم ہوا اور وہ شخص بھلائی کا حکم نہین کر سکتا جسکی بھلائی کے حکم کیے جانے کا حکم ہو اور نہی عن المنکر نہین
کر سکتا جسکو خود باز رہنے کا حکم ہو الغرض جس شخص مین الله کے شرائط پوری ہون جنکی اہل کی اصحاب نبی صلی الله
علیہ وسلم سے وصف فرمایا اور وہ مظلوم ہو تو وہ ماذون فی الجہاد ہے جیسے اونکو اذن تھا کیونکہ الله کا حکم اور اسکی
فرائض ہین پہلے اور پچھلے برابر ہین مگر یہہ کہ کوئی علت یا حادثہ پیش آوے اور پہلے اور پچھلے ہی حوادث کے منع
مین شریک ہین اور فرائض مین متحد ہین جن فرائض سے پہلے پوچھے جاتے ہین پچھلے بھی سوال کیے جاینگی
اور جسکا پہلونسے حساب ہوگا پچھلونسے بھی ہوگا اور جو شخص انکی صفت پر نہو مومنونسے جنکو جہاد کی اجازت ہی تو وہ

حتى يفي بما شرط الله عز وجل عليه فاذا تكاملت فيه شرائط الله عز وجل على
المؤمنين والمجاهدين فهو من المأذونين لهم في الجهاد فليتق الله عز وجل عبد
ولا يغتر بالاماني التي نهى الله عز وجل عنها من هذه الاحاديث الكاذبة
على الله التي يكذبها القرآن ويتبرء منها ومن حملتها ورواتها ولا يقدم
على الله عز وجل بشبهة لا يعذر بها فانه ليس وراء المتعرض للقتل في سبيل الله
منزلة يؤتى الله من قبلها وهي غاية الاعمال في عظم قدرها فليحكم امرء
لنفسه وليرها كتاب الله عز وجل ويعرضها عليه فانه لا احد اعرف بالمرء
من نفسه فان وجدها قائمة بما شرط الله عليه في الجهاد فليقدم على الجهاد
وان علم تقصيرا فليصلحها وليقمها على ما فرض الله عليها من الجهاد ثم ليقدم
بها وهي طاهرة من كل دنس يحول بينها وبين جهادها ولسنا نقول
لمن اراد الجهاد وهو على خلاف ما وصفنا من شرائط الله عز وجل على
المؤمنين والمجاهدين لا تجاهدوا ولكن نقول قد علمنا كم ما شرط الله عز وجل

ف يہانتک کہ اللہ کے شرط کو پورا کرے پس جب ویمیں اللہ کی شرائط جو مومنون اور مجاہدون پر ہین پوری کرلین تو وہ انہیں سے ہے جنکو جہاد کا اذن ہے تو بندہ خدا سے ڈرے اور اِن جہوٹی باتونکی امید دن سے جنکو قرآن جہٹلاتا ہے اور جن سے اور جنکے اوٹہانے والون سے اور جنکی روایت سے بیزار ہوتا ہے فریب نہ کہاوے اور اللہ عزوجل پر شبہ کے ساتھہ پیش قدمی نکرے کیونکہ اللہ کے راہ مین تعرض کرنے کی سوا کوئی مرتبہ نہین ہے کہ اس سے پہلے اللہ دیوے اور وہ امید ونکی انتہا ہے اپنی قدر کی عظمت مین پس چاہیے کہ کتاب اللہ کو اپنی نفس کے بیچ حکم بناوے اور اوسپر پیش کرے کیونکہ اپنی آپکو اپنی نفس سے زیادہ کوئی پہچانتی والا نہین اگر اپنی نفس کو اللہ کی شرطونپر قائم پاوے تو جہاد پر پیش قدمی کرے اور اگر کوتاہی سمجہے تو اوسکی اصلاح کرے اور اون شرطونپر قائم کرے جو اللہ نے جہاد مین مقرر کیے ہین پہر میل کچیل سے جو اوسمین اور جہاد مین حائل تہا پاک صاف ہوکر پیش قدمی کرے - جو لوگ کہ جہاد کا ارادہ کرنیوالے اون اوصاف پر نہین ہین جو مومنین مجاہدین کے ہین ہم اونکو یہہ نہین کہتے کہ وہ جہاد نکرین لیکن ہم کہتے ہین کہ ہمنے تمکو کہلا دیا ہے جو اللہ نے ١٢

ـــــه علے اهل الجهاد الذين بايعهم واشترى منهم انفسهم واموالهم بالجنان فيصلح امرأ ما علم من نفسه من تقصير عن ذلك وليعرضها على شرائط الله فان رأى انه وفى بها وتكاملت فيه فانه ممن اذن الله عز وجل في الجهاد وان ابى ان لا يكون مجاهدا على ما فيه من الاصرار على المعاصى والمحارم والاقدام على الجهاد بالتخبيط والعمى والقدوم على الله عز وجل بالجهل والروايات الكاذبة فلقد لعمرى جاء الاثر فيمن فعل هذا الفعل ان الله عز وجل ينصر هذا الدين باقوام لا خلاق لهم فليتق الله عز وجل امرؤ وليحذر ان يكون منهم فقد بين لكم ولا عذر لكم بعد البيان في الجهل ولا قوة الا بالله حسبنا الله عليه توكلنا واليه المصير۔ انتهى چونکہ

اس حدیث کی عبارت طویل ہے محتاج ترجمہ وبیان حاصل مطلب نہیں بلکہ زبر میں بخوف طوالت ترجمہ اور حاصل مطلب بیان کرنا ترک کردیا تھا اسلیے ہم ترجمہ اور حاصل مطلب نہیں لکھتے لیکن چند فوائد جو بدایتہ اس حدیث سے واضح ہین بیان کرکے اپنے مدعا کی ثبوت پر جو اثبات خلافت ہے استدلال کرتے ہین پس واضح ہو کہ راوی کہتا ہے کہ مینے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ جہاد اور دعوت الی اللہ کسی خاص قوم کے ساتھہ مخصوص ہے یا ہر مومن جو خدا کو ایک مانتا ہو کر سکتا ہے فرمایا کہ ایک قوم کے ساتھہ مخصوص ہے کہ بجز اونکے کسیکو حلال نہیں ہے عرض کیا

ـــــه ۵۱ اذن اہل جہاد سے شرط کی ہے جنکی جانون اور مالون کو جنت کے بدلے خریدا پس آدمی اپنے نفس مین اس چیز کو ملاحظہ کرے جو کوتاہی دیکہے اوسکی اصلاح کرے اور اوسکو اللہ کے شرائط پر پیش کرے پہر اگر دیکہے کہ وہ اوسمین پوری ہوگئی ہین تو وہ انمین ہے جنکو جہاد کا اذن ہے اور اگر باوجود معاصی اور حراموں پر اصرار کے اور خبط اور اندہے پن کی ساتھہ جہاد پر اقدام کرے اور نادانی اور جہوٹے روایتونکی ساتھہ اللہ عز وجل پر پیش قدمی کی اسکو نمانی کہ مجاہد نہو پس مجہکو اپنی زندگانی کی قسم جو یہہ کام کرے اوسکی بابمین حدیث وارد ہوئی ہے (تحقیق اللہ عز وجل اس دین کی ایسی اقوام کے ساتھہ مدد کرتا ہے جنکو آخرت مین حصہ نہین ہے پس آدمی کو چاہیے کہ خدا سے ڈرے اور خوف کرے کہ انمین سے ہو۔ تمہارے واسطے بیان کردیا ہے اور بعد بیان کے جہل مین تمہارے لیے کچہہ عذر نہین ولا قوة الا باللہ حسبنا اللہ علیہ توکلنا والیہ المصیر ۱۲ ــــ

وہ کون لوگ ہین فرمایا کہ یہی شرائط ہین اور اگر مستجمع شرائط ہون وہی ماذون فے الجہاد
ہونگی مینی عرض کیا بیان کیجئے فرمایا کہ خدا تعالے نے اسکی درجات مقرر فرمائی ہین اور درجہ بدرجہ
بیان فرمائے آخر مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو مومنین بیان فرمایا اور فرمایا کہ یہہ
لوگ مصداق آیت محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار
رحماء بینہم الآیہ کے ہین پہر اونکو اوصاف مندرجہ آیت قد افلح المومنین الذین
ہم فی صلوتہم خاشعون الآیۃ کے ساتہہ متصف فرمایا کہ اونہین مجروح کے طمع کرکے
مگر جو انہین سی ہو پہر اونکا وصف آیت والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا آخر کے ساتہہ
بیان کیا پہر خبر دی کہ خدا تعالے نے اونکی مالون اور جانونکو جنت کے بدلے خرید لیا راہ
خدا مین مارین اور مرین جب یہہ آیت نازل ہوئی ان اللہ اشتریٰ من المومنین ا
انفسہم الآیۃ تو ایک شخص نے پوچہا یا رسول اللہ ایک شخص اپنی تلوار لیکر لڑتا ہے
یہانتک کہ مقتول ہوتا ہے کیا وہ شہید ہے تو یہہ آیت نازل ہوئی التائبون
العابدون الحامدون الآیۃ حضرت نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور فرمایا کہ مژدہ
شہادت اور جنت کا اوسکو ہے جو ان اوصاف کے ساتہہ متصف ہوکر مقتول ہو پہر خداوند
تعالے نے خبر دی کہ خدا نے کسیکو قتال کا امر نہین کیا مگر جو لوگ کہ ان شرائط کی ساتہہ
متصف ہون چنانچہ ارشاد ہے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا الآیہ اور یہہ اسلیے
کہ تمام اشیاء مابین السماء والارض خدا و رسول کی اور ان مومنین کی ہین جو ان اوصاف کے ساتہہ
موصوف ہون پس جو کچہہ کفار کے قبضہ مین ہے وہ سب مومنین موصوفین بالصفات
کا ہے لیکن کفار نے مومنین پر ظلم کیا اور اونپر غالب ہوگئی اور جب مظلوم ہوئی
تو ماذون فے الجہاد ہوئی اور مظلوم نہین ہوتا جب تک کہ مومن نہو اور مومن
اوسوقت ہوگا جب شرائط مذکورہ کے ساتہہ متصف ہو۔ پس جو شخص شرائط
مذکورہ کے ساتہہ متصف ہوگا مومن ہوگا اور جو مومن ہوگا مظلوم ہوگا اور جو مظلوم ہوگا

ماذون فے الجہاد ہوگا دلیل قولہ تعالے اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا الآیۃ
جب یہہ آیت مہاجرین کے لیے نازل ہوئی جنکو کفار مکہ نے اونکے گہروں سے نکال دیا تہا
تو اونکے لیے بسبب اونکی مظلومی کے جہاد حلال ہوا۔ سنی معترض کیا کہ یہہ آیت مہاجرین
کے لیے تو اس وجہ سے نازل ہوئی کہ اونپر اہل مکہ نے ظلم کیا تہا پہر کیا وجہ ہے کہ کسری و قیصر
اور سوا اونکے مشرکین عرب سے کیوں لڑے نہ اونہوں نے ظلم کیا نہ گہروں سے نکالا۔ فرمایا
کہ اگر اذن بالقتال خاص بسبب ظلم اہل مکہ کے ہو تو پہر واقعی کسری وغیرہ کی جواز قتال
کی کوئی سبیل نہیں اور یہہ فرض قتال ہی لوگوں سے اوٹہہ جاتی لیکن اسطرح نہیں جیسا
تو نے گمان کیا بلکہ کفار کا ظلم دو طرح ہے اہل مکہ کا ظلم تو یہہ ہے کہ مومنین کو اونکے
گہروں سے نکالا اور کسری وغیرہ کا ظلم اسطور ہے کہ جو کچہہ اونکے قبض و تصرف میں کہ
وہ مومنین کا حق ہے جسپر کفار ظلماً غالب ہوگئے تو خدا کے حکم اور اجازت کے موافق
مومنین نے کسری و قیصر وغیرہ سے مقابلہ کیا اور اسیطرح ہر زمانہ کے مومن اس آیت کے
دلیل سے کفار کے ساتہہ مقاتلہ کرینگے پس اس حدیث سے بدلالت واضح ثابت و متحقق ہے
کہ جن لوگوں نے کسرے و قیصر سے جہاد کیا وہ ماذون فے الجہاد تہے اور وہ خلفاء ثلثہ تہے
رضوان اللہ علیہم اجمعین پس جب وہ ماذون فے الجہاد تہے تو معلوم ہوا کہ مظلوم
تہے اور مظلوم نہیں ہوسکتا جب تک مومن کامل نہو تو ثابت ہوا کہ وہ مومن کامل تہے
اور جب مومن تہے تو ثابت ہوا کہ متصف بشرائط و اوصاف مذکورہ تہے کہ رسول کی
رفقاء و مصاحبین کفار پر سخت مومنین کے ساتہہ نرم عبادت میں سرگرم بارگاہ خداوندی
میں اوسکی فضل و رضوان کے طالب اونکی خلوص ارادت و حسن عبادت کی وجہ خداوند
تعالے نے کتب مقدسہ توراۃ و انجیل میں اونکی مدح و توصیف کو بطور مثل کے بیان فرمایا
اور اونسے وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا دار آخرت میں فرمایا اور جیسے دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے یار غار اور رفیق غمگسار رہے آخرت میں بہی اسکا نتیجہ اونکو یہہ ملیگا کہ

تو اونکو آگے جلد مین ہوگا اور انبیاء کی ساتھ جنت مین داخل ہونگے - اور نیز فلاح یاب
کامل الایمان خاشعون نمازون مین لغو بیہودہ کی مجتنب اور معرض زکوۃ دینی والی عفیف
امانت ادا کرنے والی عہد کی پورا کرنے والی اپنی نماز پر ہمیشہ پابند قائم اور ان حضرات کے
بسبب ان اوصاف کے جنت الفردوس کو میراث مین پایا ہی گناہون سی توبہ کرنے والے
خدای وحدہ لاشریک کی پرستش کرنے والی ہر ایک حال مین خدا تعالے کی حمد کرنیوالے
روزہ رکھنی والے - نماز کو اونکی اوقات پر پوری طور پر ادا کرنے والے لوگونکو
معروف کا حکم کرنے والی اور آپ بجا لانے والے منکر سی روکنی والے اور خود باز
رہنی والی - اور خدا کی حدود کی حفظ کرنے والے پس یہہ صفات ہین جنکی وجہ سے
حق تعالے نے مومنین سے جانون اور مالونکو جنت کے بدلی خرید لیا خدا کی راہ مین لڑتے ہین
تو مارتے ہین اور مرتے ہین خدا کا سچا وعدہ ہی توریت اور انجیل و قرآن مین جس نے خدا کے ساتھ اپنا
عہد پورا کیا خوش ہو اپنی بیع کے ساتھ اور یہہ بڑی کامیابی ہی پس یہہ اوصاف ہین جنکی ساتھ
وہ مہاجرین متصف ہین جنکو کفار نے گھرون سی نکال دیا اور ان اوصاف کے ساتھ وہ مہاجرین
موصوف ہین جنہون نے باجازت نامہ خداوندی - اذن للذین یقاتلون الآیۃ کسری
وقیصر کے ساتھ جہاد کیا اور اونسی اپنا حق واپس لیا پس اگر معاذ اللہ یہہ حضرات جنکی شہادت
امام جعفر صادق رض جو بصورت مذکورہ بالا ملحق ہی یہہ اوصاف ہین کافر و منافق ہون
اور غاصب خلافت نبوی اور فدک فاطمی ہون یا محرف قرآن اور محرق بیت اہل
ہون یا اہلبیت کی تذلیل کرین یا معاذ اللہ بنات کو غصب کرین یا جناب فاطمی کو
صدمہ ضرب پہونچا دین جس سی اسقاط محسن ہو کر مر دو فات پا دین یا صحابہ مقبول کو زدوکوب
اور تذلیل و توہین کرین الی غیر ذلک من الافترات تو لازم آتا ہی کہ معاذ اللہ امام
جعفر صادق رض نے جو کچھ فرمایا وہ جھوٹ ہی اور اس باب مین آپ جھوٹے ہون اور یہہ
محال ہی تو ثابت ہوا کہ شیخین کا جہاد قیصر و کسری اوصاف مذکورہ کے ساتھ متصف تھا یقیناً

متصف تھی اور ثابت ہوا کہ خدا و رسول کے نزدیک صاحب مراتب فخیمہ اور مدارج عالیہ تھی
اور انکی امامت حقہ اور خلافت راشدہ تھی والحمد للہ تعالیٰ ذلک اور نیز اس سے بالبداہۃ اونکا
بھی بطلان واضح ہو گیا جو انکی علامہ رضی نے نہج البلاغۃ میں مہاجرین سے نسبت کی ہے یعنی
حجت یعنی امام کی شرط کی ہے — دلیل سابع جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایام مرض الموت میں باوجودیکہ تمام اصحاب کبار مہاجرین و انصار اوس وقت حاضر و موجود تھے
مسجد نبوی میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ پیشوائی نماز مقرر فرمایا اور تمام
حاضرین پر امامت نماز میں مقدم کیا اور سب کا امام بنایا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام حاضرین پر صاف استحقاق امامت میں
فضیلت اور تقدم رکھتے تھے چنانچہ حسب تصریح خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رفع اللہ
درجتہ فی علیین انکی مولانا مجلسی وغیرہ نے بحار وغیرہ میں آپکی روایات نقل فرما کر
جواب دیے ہیں قطع نظر اس سے اگر مجیب لبیب کو اسکا انکار ہے تو فرماویں کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اشتداد مرض میں جو شب جمعہ سے لیکر پنجشنبہ تک ممتد رہا
جسمیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجز ایک دو بار کے مسجد میں نہیں تشریف لیجا سکے کون
امام تھا اور کسنے نماز پڑھائی ظاہر ہے کہ بلا اجازت تو نماز نہیں پڑھائی ہوگی اور ضرور آپنے
کسیکو امام مقرر فرمایا ہوگا اور اصل صلوۃ کو حصول نہیں ہوسکا ہوگا تو آپنے کسکو نماز کی لیے
امام مقرر فرمایا اور یہ واقعہ ایسا نہیں ہے کہ یاد نہ رہا ہو — قریب وفات کا واقعہ ہے ہاں اگر بعض
روات شیعہ نے بنظر حفظ مذہب اس سے نسیان یا تناسی فرمایا ہو تو کچھ تعجب نہیں لیکن
اہل تاریخ کو دیکھنا چاہیے وہ اس قصہ کو کیونکر بیان کرتے ہیں غیاث الدین ابن ہمام الدین الحسینی
صاحب حبیب السیر اپنی کتاب میں لکھتا ہے نقلست کہ در ایام بیماری آن حضرت سید انبیاء
و مرسلین در وقت آواز صلاۃ یک نوبت بمسجد تشریف برده خود امامت بجا آورد و بجا
آنا در اواخر اوقات مرض سه روز بیرون تشریف نیاورد در ان ایام بموجب اشارت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ پیش نماز خلایق بود۔ اسیطرح اور مورخین نے
بھی تصریح کی ہے پس اس سے انکار گویا آفتاب کو مشت خاک سے پوشیدہ کرنا ہے اور محض عناد
و مکابرہ ہے پس باوجود اسکے کہ آپ پر واقعہ غصب خلافت منکشف تھا اور جانتے تھے کہ
بعد آپکے یہہ لوگ خلافت مرتضوی غصب کرینگے تو ایسی حالت مین کہ سب اکابر مہاجرین
و اعیان انصار موجود ہون اور آپکا بھی وقت رحلت قریب ہو ایسا فعل کرنا جو موید اونکی ثبوت
حقیت خلافت کو ہو بلکہ ناسخ نصوص خلافت مرتضوی ہو البتہ حسب روایات شیعہ موجب
کمال استعجاب اولوالالباب ہے اول تو خود ایسے شخص کو اکابر مہاجرین و انصار پر امام مقرر
فرمانا جو محض عشق و عاشقی کی وجہ سے مکہ چھوڑ کر نکلا ہو اور صرف ظاہر مین یہہ کلمہ گو ہو جانا
سورہ برات وغیرہ نازل ہو چکی تھی دین کی تکمیل ہو چکی تھی ما کان اللہ لیذر المومنین
علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب کا وعدہ پورا ہو چکا تھا اور حضرت کو
ہر ایک کا حال معلوم ہو چکا تھا البتہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو افضل الانبیاء والرسل
ہین حیرت خیز اور تعجب انگیز ہے پھر غصب خلافت کے کھٹکے نے اور زیادہ قابل حیرانی
و تعجب کردیا تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ جن اصول پر یہہ لزوم ہے فی الحقیقت وہ
اصول ہی موضوع و مفتری اور مخالف دین اسلام ہین اور فی الواقع حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو آخر وقت مین ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام مقرر فرمانے سے یہہ ہی غرض
تھی کہ انکی خلافت کی طرف ایما جو قریب تنصیص کے ہے ہو جاوے چنانچہ سقیفہ بنی ساعدہ
مین منجملہ دلائل کے ایک دلیل یہہ بھی پیش کیگئی تھی جسکو انصار نے بسر و چشم قبول
کرلیا چنانچہ کتب اہل سنت مین مذکور ہے اور جب انصار نے اسکو قبول کرلیا اور کچھہ ردو
قدح و چون و چرا نہین کی تو اوروں کو تائید و تقویت حاصل ہوگئی اور معلوم ہوا کہ اہلیت
امامت کبری کے لئے توطئہ و تمہید تھی ہم اسوقت اسی قدر قلیل پر اکتفا کرتے ہین
بعد اسکے اگر ہماری فاضل مجیب نے کچھہ ایسی لم و لا نسلم فرمائی تو انشاء اللہ تعالی مفصل

گذارش کرینگے دلیل ثانی مین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ جو مامور باظہار حق تھے اور تقیہ انکو جائز نہ تھا بلکہ حسب وصیت نامہ انکو حکم تھا۔ حدث الناس وافتہم ولا تخافن الا اللہ وانشر علوم اہل بیتک وصدق اباءک الصالحین فانک فی حرز وامان اور ہرگز خلفا کی پاسداری نہ فرماتے تھے شیخین رضی اللہ عنہ کی حق مین فرماتے ہین ہما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ۔ نقلا عن کاشف۔ ارباب عقول اس عبارت کو ملاحظہ کرین اور دیکھین کہ یہہ کلام ثبوت حقیت خلافت شیخین رضی اللہ عنہما کے لیے نص صریح ہے چونکہ جناب امام جعفر کو حکم تھا۔ وصدق آباءک الصالحین پس بموجب اس حکم کے آپنے یہ کلمات ارشاد فرمائی جو مصدق کلام جناب امیر وجناب امام حسن رضی اللہ عنہما ہین چنانچہ ہم سابق ہین جسقدر گذارش کرچکے ہین یہان اسطور تذکر کی اسقدر گذارش ہے کہ پہلے معروض ہوچکا ہے کہ جناب امیر نے شیخین کی نسبت ارشاد فرمایا ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بہما فی الاسلام لجرح شدید یرحمہما اللہ جزاہما باحسن ما عملا اب ہم نفس جعفری کو اس کلام سے مطابق کرتے ہین اور اسکی تصدیق اوس سے کرتے ہین ظاہر ہے کہ شیخین کے لیے امامت حقہ کا ثابت ہونا متضمن ثبوت عدل اور قسط کو ہے اور نیز مستلزم اسکو ہے کہ حق پر تھے اور یہہ گویا شرح ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بہما فی الاسلام لجرح شدید کی ہے اور اس سے پوری تصدیق اون دونو جملونکی ہوتی ہے۔ بعد اسکی فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ اور جملہ یرحمہما وجزاہما باحسن ما عملا ظاہر ہے کہ بالکل ہم معنی ہین ہمین کچھہ حاجت بیان ہی نہین ہے علاوہ ازین خطبہ للہ بلاد فلان کو بھی مصدق ہے علی الخصوص فلقد قوم الاود وداوی العمد اصاب خیرہا

ے لوگونسے حدیث بیان کر اور انکو فتوی دے اور بجز خدا کے کسی سے نہ ڈر اور اپنی اہلبیت کے علوم کو پھیلا اور اپنی اباء صالحین کی تصدیق کر تو حفاظت اور امان مین ہے ۱۲

وسبع مترجماً۔ کی همّا امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق گویا ہم معنی ادبراد فہین اور گویا جناب امام صادق نے جناب امیر کی کلام کے شرح فرمادی اور جناب امیر کے اس کلام مین گو جملہ دعائیہ نہین لیکن اوصاف مذکورہ قطعاً مستلزم ہیں فعلیهما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ کو مین اسیطرح جناب امام صادق نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی کلام کے بھی تصدیق کرائی کیونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم فرمائی تھی اور باہم صلحنامہ تحریر ہوا تھا تو اول شرطیہ تحریر ہوئی تھی بسلم الیہ ولایۃ المسلمین علی ان یعمل فیھم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ وسیرۃ الخلفاء الراشدین۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پہلے خلفاء راشدین بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی نہین جب اونکو راشد فرمایا اور اونکی پیروی کا حکم فرمایا تو وہ اگر فی الواقع امام برحق اور خلیفہ راشد نہون تو امام معصوم کے کلام مین کذب لازم آویگی تو معلوم ہوا کہ وہ فی الواقع خلفاء راشدین اور ائمہ برحق تھے اور جو کچھہ اونہون نے کیا وہ عدل اور قسط تھا چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اوسکی تصدیق فرمائی دراصل اس کلام مین حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی گویا شرح کردی تو اب مطابق وصیت نامہ کی حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ پر پوری طور سے صادق آیا۔ وصدق اباءک الصالحین اور واقعی آپنے مطابق حکم وصیت نامہ کے اپنی اباء صالحین کی پوری تصدیق فرمائی۔ اور علاوہ ازین چونکہ حضرت امام جعفر مامور باظہار حق تھی اور تقیہ جائز نہ تھا اسلیے جو کچھہ ظاہری طور پر آپنے ارشاد فرمایا وہ قابل قبول ہوگا اور جو کچھہ تخلیہ مین خفیہ طور پر اوسکے خلاف بیان کرتے ہین تو باعتبار لفظ و معنی کے نہایت لغو اور پوچ ہے اور اوسکی سب نسبت منتظم کیا جاتا ہے وہ حضرات کا ایجاد و اختراع محض ہوگا چنانچہ مصرح بعض علمائے شیعہ کے بعض کی نسبت یہہ ثابت ہے ملا باقر مجلسی نے صدوق کی نسبت ایک حدیث مین یہہ امر فرمایا ہے وانما فعل ذلک لیوافق اهل العدل۔ خود شریف رضی نے جناب امیر کے کلام مین کیا کیا کچھہ ابتری کی ہے کہ وہ تحریفات یہود و نصاری سے بھی بڑھ گئی پس ایسی حالت مین ایسی

زیادتیونکو کیونکہ غلط یقین نہیں جاوی جو باعتبار لفظ و معنی کے غلط ہوں باعتبار حالت
قایل کے غلط ہوں باعتبار ناقل کے غلط اور کذب ہوں کوئی قرینہ انکی صدق پر شاہد ہو
ایسی زیادتیونکو صحیح تسلیم کرنا حضرات شیعہ کا ہی کام ہے اور وہ زیادتی اختراعی یہہ ہی
راوی اس حدیث کا کہتا ہے - فلما انصرف الناس قال له رجل من خاصته یا ابن
رسول الله لقد تعجبت مما قلت فی ابی بکر و عمر فقال نعم هما اماما اهل النار
کما قال الله تعالے وجعلناهم ائمة یدعون الی النار واما العادلان
فلعدولهم عن الحق کقوله تعالے والذین کفروا بربهم یعدلون واما
القاسطان فقد قال الله تعالی واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا
والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیه هو امیر المؤمنین حیث
اذیاه و غصبا حقه والمراد من موتهما علیه انهما ماتا علی عداوته من غیر ندامة
عن ذلک والمراد من رحمة الله رسول الله فانه کان رحمة العالمین وسیکون
خصما لهما ساخطا علیهما منتقما عنهما یوم الدین انتہی - اہل دانش انصاف اس زیادتی
کو جو روات شیعہ نے فرمائی ہی ملاحظہ فرماویں اور حضرات شیعہ کے علم و فضل و عقل و انصاف دین و ایمان
کی داد دیں اس بحث میں مختصر یہہ تو بیان کر چکے ہیں کہ اس نص سے خبر دی ہیں اگر اسکو ظاہر پر محمول کیا جاوے
پوری طور پر تصدیق انکی آثار صحابہ تحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہوتی ہی لیکن اگر اس زیادتی

لے جب لوگ چلے گئی تو ایک شخص نے انکے خواص میں سے پوچھا کہ ای رسول اللہ کے فرزند مجھی اس سی تعجب ہے
جو آپنی ابوبکر و عمر کے حق میں فرمایا - فرمایا ہاں - وہ دونو دوزخیونکی امام ہیں - جیسا اللہ تعالی نے فرمایا (اور ہم نے
انکو امام بنایا کہ آگ کیطرف بلاتے ہیں) اور یہہ کہ وہ عادل ہیں تو یہہ حق سے عدول کرنے اور پھرنے کی سبب ہے مثل
قول الٰہی کے (جنہوں نے کفر کیا اپنی پروردگار کے ساتھ برابر کرتے -) اور یہہ کہ قاسط ہیں پس تحقیق اللہ تعالی نے
فرمایا کہ قاسط ظالم دوزخ کا ایندھن ہیں اور مراد حق سے جسپر وہ غالب تھا امیر المؤمنین ہیں کہ اسکو ایذا دی اور اسکا حق غصب کیا
اور یہہ مراد ہی کہ یہہ مرتے دم تک بدون پشیمان ہوئے اسکی عداوت پر مرے اور رحمۃ اللہ سے مراد رسول اللہ ہیں کہ وہ رحمۃ العالمین ہیں اور کیا

روات کو صحیح تسلیم کرلیا جاوی تو اس صورت مین الا بساکین کے تصدیق ہوگی بلکہ تکذیب ہوگی
اب ہم اس زیادتی کی تکذیب پر دلائل قائم کرتے ہین گو ہماری گذارش سابقہ سے اسکی تکذیب بخوبی
ہوچکی ہے اور علماء کے بالخصوص اس زیادتی کی روایت کو جہوٹا کرتی ہین چنانچہ شیخ ... کراجکی
وتعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم الخ اور کلام — رحمہ اللہ علیہ وفلان صریح اسکی اور اسکے روات کی
تکذیب کرتے ہین — ثانیاً علامہ بحرانی نے جو جواب اس اعتراض کا دیا ہے کیف سلم ہما لم
یسلم لمعویۃ وطلحۃ والزبیر مع قیام الفتنۃ فی عہدہم — اور وہ یہ ہے — الثالث ان الفرق بین خلفاء
الثلثۃ وبین معویۃ فی اقامۃ حدود اللہ والعمل بمقتضی اوامرہ ونواہیہ ظاہر — اس سے صریح
ثابت ہوتا ہے کہ راوی نے جو عادلان قاسطان کے معنی جائران ظالمان کے گہڑی ہین محض دروغ ہے
کیونکہ خلفاء ثلثہ کا حدود اللہ کو قائم کرنا اور بموجب اوامر ونواہی خداوندی کے عمل کرنا یہہ ایسا امر ہے
کہ جسکا شیعہ کو بھی اعتراف ہے اور ظاہر ہے کہ عدل وانصاف اسیکا نام ہے کہ حدود اللہ کو قائم کیا جاوے
اور بموجب اوامر ونواہی خداوندی کے عمل کیا جاوے اور حق پر ہونا بھی اسی پر منحصر ہے اور استحقاق دعا
نضر اللہ وجوہہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ کا بھی اسی پر موقوف ہے اور جب یہہ صفت شیخین مین حسب
اعتراف علامہ بحرانی پائی جاتے ہین اور ہم جانتے ہین کہ شیعہ مین سے کسی کو بجز خاص
وقت کے اسکا انکار نہین اور بحرانی کو جہوٹا نہین سمجہتے تو معلوم ہوا کہ حضرت امام نے جو کچہہ
فرمایا وہ اپنی ظاہر پر محمول ہے اور راوی نے جو اسکے بعد مین تحریف فرمائی وہ کذب ودروغ ہے
ثالثاً ہم اس سے زیادہ صریح دلیل اور واضح تر عرض کرتے ہین جس سے پوری تکذیب اس
زیادت اور اوسکے روات کی ہوجاوے — نہج البلاغت مین ایک خطبہ مذکور ہے جسکا عنوان یہہ ہے
واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین ولم یکن فیہا جور الا علیّ خاصۃ الخ یہہ خطبہ
صریح دلالت کرتا ہے کہ جناب امیر نے تسلیم خلافت اس شرط پر فرمائی تہی کہ امور مسلمین بہتر درجہ
اور سلامت رہین کسی پر جور وجفا ظلم وزیادتی نہو چنانچہ آخر خلافت خلفاء ثلثہ تک جناب نے اس
تسلیم کو قائم رکہا اور کوئی امر ایسا واقع نہین ہوا جس سے جناب امیر کو گنجایش مناقشہ ہوتا

بلی چنانچہ شارح ابن میثم اسکی تصدیق فرماتے ہیں اور انکی تائید میں کہتے ہیں قولہ واللہ لاسلمن
ما سلمت امور المسلمین ای لاترکن المنافسۃ فی ھذا الامر ما سلمت امور
المسلمین من الفتن وفیہ اشارۃ الی ان غرضہ من المنافسۃ فی ھذا
الامر ھو صلاح حال المسلمین واستقامۃ امورھم وسلامتھم عن الفتن
وقد کان لھم ممن سلف من الخلفاء قبلہ اس سے بدلالت مطابقی ثابت ہے کہ خلافت خلفاء رضی اللہ
عنہم ظلم وجور کی آمیزش سے بالکل پاک و صاف تھی اور شیخین رضی اللہ عنہما مصداق ھما امامان عادلان
قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ کے ہیں اور واحدی نے
بعد ہی کی جو کچھ من تلقاء النفس اضافہ کیا وہ سراسر کذب اور دروغ ہے اور جناب امیر علیہ السلام کی کلام
اور رجال کی تصریح سے اسکی تکذیب ہے۔ رابعاً خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فاضل
اخباری کی جواب میں منتہی الکلام میں یہ عبارت نقل فرماتے ہیں اگر بانصاف تامل فرمایند در صحیح است کہ بنابر علم
مزعوم الامامیہ از خلفاء ثلثہ گو نسبت بامیر المومنین علیہ السلام و فاطمہ سلام اللہ علیہا نقض عہد و نکث
بیعت غدیر و غصب فدک و دیگر چند اعمال دال بر عناد سرزدہ اما باہمہ باز در ظاہر طریقہ معاشرت ایشان
با اہل بیت عین اعزاز و اکرام باتفاق فریقین بود و اجرای شعائر اسلام بجز افعال معدودہ کہ در کتب کلامیہ و سیر
موجود و منشاء طعن و قدح ویست ان شان است بالمرہ نزد امامیہ نیز از میان برنداشتہ بودند و پاس شرع مبین را
نصب العین خاطر خود دانستہ۔ دیکھئے فاضل اخباری کس تصریح کے ساتھ فرماتے ہیں کہ خلفاء ثلثہ کا طریقہ
معاشرت اہل بیت کے ساتھ عین اعزاز و اکرام باتفاق فریقین شیعہ و اہل سنت کے تھا اور اجرای شعائر اسلام
کو امامیہ کے نزدیک بھی اونہوں نے نہیں دیا تھا اور پاس شرع مبین کو ہر وقت اپنی دل کی آنکھوں کے سامنے رکھتے تھے
پس جنکی بخلاف فاضل اخباری ایسا صاحب ہوں انکی نسبت قصہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ زیادتی کذب
و دروغ ہے اور یہ جو فاضل اخباری نے بعض اعمال معدودہ کی نسبت ذکر کیا یہ بھی جناب امیر کی
تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات کا کذب و افترا ہے چنانچہ ہم بارہا گذارش کر چکے اور ابھی
گذارش کیا ہے کہ جناب امیر کا تسلیم خلافت کو مشروط کرنا بصلاح امور اہل اسلام کے ساتھ

پھر اوس سے تسلیم پر آخر تک قائم رہنا اور چون و چرا نکرنا اون افعال کی جو کتب کلامیہ اور سیر مین موجود ہین مثل
شکست بیعت و نقض عہد و غصب فدک وغیرہ سب کو ثابت کرتا ہی کہ موضوعہ و مفتریہ ہین کیونکہ مجہول شیعہ
کوئی فعل ایسا سرزد نہین ہوا جسکا اثر خاص جناب امیر کے ذات بابرکات تک محدود ہو بلکہ جو فعل صادر
ہوا جسکو حضرات شیعہ معرض طعن و قدح مین بیان کرتے ہین وہ علاوہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے دوسرونکی
حقوق پر بہی موثر ہی مثلاً غصب خلافت یہہ ایسا فعل ہی کہ اس سے زیادہ دینوی اور دنیاوی حقوق
اہل اسلام کو کوئی چیز ضرر رسان نہین ہی چنانچہ خود ظاہر و بدیہی ہے غصب فدک خاص حق
جناب سیدہ معصومہ کا بلکہ آئندہ تمام بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا تہا جو تلف ہوا اور اس سے آئندہ ایک حصہ کا
نقصان چندروزہ جناب امیر کا بہی سمجہے علیٰ ہذا القیاس پس اگر انکار وقوع صحیح ہو تو معاذ اللہ
جناب امیر نے جو کچہہ۔ واللہ لاسلمن ما سلمت امور المسلمین۔ الخ۔ فرمایا وہ جہوٹ تہا اور اگر
وہ سچ تہا تو ان امور کا وقوع کذب ہی لیکن ہم کہتے ہین جناب امیر کا ارشاد سچ تہا وہ ہرگز کذب
نہین لیکن یہہ امور محض اون جیسی لوگونکی تراشی ہوئی ہین جو لاعن و ملعون ائمہ تہے جنکی مونہہ
پر کتنی عتاب کرتے تہے جنکی صراحۃً ائمہ تکذیب فرماتے تہے جو ائمہ پر افترا و بہتان باندہتے
تہے پس انکی تکذیب کردینا البتہ قرین قیاس ہی۔ غرض یہہ دلائل ابن بادلی مخترعہ کی بخوبی تکذیب
کرتے ہین اور علاوہ انکی اور بہی دلائل عقلی ہین جو اس زبادلی وراد کی ذات کے تکذیب کرتے ہین
مگر ہمنی بخیال تطویل اونہین اس خیال سے کہ ہر شخص جسکو ذرا بہی عقل و فہم سے اور علم و انصاف سے
حصہ ملا ہوگا وہ بمجرد دیکہنی اس بادلی کی بداہتہً یقین کرسکتا ہی کہ یہہ محض بناوٹ اور جہوٹ
ہی انکی استیعاب کو ترک کردیا ہی **دلیل تاسع** جناب امام حسن رضی اللہ عنہ نے جب
خلع خلافت فرمایا اور امیر معویہ سے مصالحت کرکے اونکو تسلیم فرمائی اور صلح نامہ لکہا گیا جو علمائ
تاریخ نے نقل کیا ہی اور ہم سابق مین اوسکی نقل کرچکی ہین کہ اوسمین چند شرائط قرار پائی تہی
چنانچہ اول شرط یہہ تہی کہ کتاب و سنت و سیرت خلفاء راشدین پر عمل کری دوسری
شرط یہہ تہی کہ معویہ کو یہہ استحقاق نہین ہی کہ اپنی بعد کسیکو خلیفہ مقرر کری بلکہ بعد اوسکی

خلافت شوریٰ کی طور پر بین المسلمین ہوگی چنانچہ عبارت صلحنامہ کی یہہ ہے بسم اللہ الرحمن
الرحیم هذا ما صالح علیه الحسن بن علی بن ابی طالب ومعویة بن
ابی سفیان صالحه علی ان یسلم الیه ولایة امر المسلمین علی ان یعمل
فیهم بکتاب الله تعالی وسنة رسوله صلی الله علیه وسلم وسیرة
الخلفاء الصالحین ولیس لمعویة بن ابی سفیان ان یعهد الی احد من
بعده بل یکون الامر من بعده شوریٰ بین المسلمین انتهی نقلاً عن
یہہ دونو شرطیں بداہتہ ایسی ہین جو ہماری مدعا کی مثبت ہین اور اصول شیعہ کی مبطل کیونکہ قائم
ہے اول پہلی شرطمیں بدلالت مطابقی ہماری دعوی کا ثبوت موجود ہے امیر معویہ سے معاہدہ فرمایا کہ سیرت
خلفاء صالحین پر عمل کریں اب فرمائیے کہ خلفاء صالحین کون ہین جنکو جناب امام صالحین
یا راشدین سے تعبیر فرماتے ہین اس سے بجز خلفاء اربعہ کے اور کوئی خلیفہ نہیں ہوسکتا
تو بجز اسکے کہ خلفاء صالحین سے خلفاء اربعہ مراد ہوا اور کوئی صورت نہیں اور خلفاء صالحین
اوسیوقت ہوسکتے ہین جبکہ اونکی امامت حقہ اور خلافت راشدہ ہو نہ امارت فاجرہ تو یہہ شرط
چند وجوہ سے مثبت مدعا ہے اول یہہ کہ جناب امام علیہ السلام نے اونکو خلفاء صالحین فرمایا
اگر فے الواقع وہ خلفاء صالحین ہین تو ہمارا مدعا ثابت ہے اور اگر باعتبار فرض وہ خلفاء صالحین
نہیں ہین تو معاذاللہ امام معصوم نے جھوٹ بولا دوسری یہہ کہ کتاب و سنت کی ساتھہ اونکی
سیرت کو بھی معمول بہا شرط قرار دیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اونکی سیرت اتباع سنت
مین یہانتک راسخہ ہے کہ جو اوسکا اتباع کریگا ــ فے الحقیقت شریعت کا ہی اتباع ہوگا
اور اونہوں نے یہانتک اجرای شعائر شرع کیا اور پاس شرع کو اپنی افعال و اقوال مین
یہانتک ملحوظ خاطر رکہا کہ جو شخص اونکا اتباع کریگا وہ اتباع کتاب و سنت و سبیل شریعت
سے جدا نہوگا اور یہہ مستلزم اسکو ہے کہ وہ خلفاء راشدین تھے اور اونکی خلافت خلافت
راشدہ تھی ــ تیسری یہہ کہ جناب امام حسن نے وسیرة الخلفاء الصالحین ایسا لفظ فرمایا

جو خلفاء اربعہ کو شامل ہی جسمین جناب امیر اور جناب خلفاء ثلثہ برابر شریک ہین اور ہرگز خصوصیت کے
ساتھ اسکا اطلاق جناب امیر پر نہین ہو سکتا اور بدون امتیاز و فرق کے سب کے سیرت کی اتباع کو شرط
گردانا جس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ رشد و صلاح مین جیسی انکی نزدیک جناب امیر تھی ویسی ہی
خلفاء ثلثہ تھی اور جیسی اتباع سیرت جناب امیر کا پسندیدہ تھا ویسی ہی اتباع سیرت خلفاء
ثلثہ کا محمود و پسندیدہ تھا اور یہہ عین مدعا اہلسنت کا ہی اور ظاہر ہی کہ یہہ وقت تقیہ کا نہین اور شرط
تقیہ کی یہان گنجایش ہی اور کتاب و سنت کا ہی ذکر فرمانا کافی تھا یہہ جو آپنے بڑہایا اس سے
صراحۃً معلوم ہو سکتا ہی کہ یہہ آپکا عقیدہ قلبی تھا اور دوسری شرط بھی ہماری مدعا کو
ثابت کرتی ہی دوسری آپنے یہہ شرط کی کہ معویہ ابن ابی سفیان کو حق نہین ہی کہ اپنی بعد
کسیکو خلیفہ بنا دی بلکہ امر خلافت کا مسلمین میں بطور مشورہ کے ہوگا اس شرط مین غور
کرنا چاہیے کہ کس طور پر یہہ شرط شوری مسلمین کی تصویب اور تصحیح کرتی ہے اور اس سے
ثابت ہوتا ہی کہ جو خلافت بطور شوری کے واقع ہو وہ صحیح ہو اور جسپر اہل حل و عقد متفق
ہو جاوین وہ امام حق ہی پس اس سے صریح حقیت خلافت خلفاء ثلثہ ثابت ہوئی اور ثابت
ہوا کہ جو حضرات شیعہ نے نص کو شرط امامت قرار دے رکھا ہی یہہ باطل ہے دلیل
عاشر شریف رضی نے نہج البلاغت مین ایک خطبہ نقل کیا ہی جو صراحۃً مثبت مذہب اہلحق
و مبطل مدعای شیعہ ہی ہم اسکو شرح نہج البلاغت سے نقل کرتے ہین جو کچھہ شارح اسکی شرح
مین تحریر فرمایا ہی اپنی مدعا کی ثبوت مین اسکو بھی نقل کرتے ہین و من کلام لہ ع لما
اراده الناس علی البیعة بعد قتل عثمان دعونی والتمسوا غیری فانا
مستقبلون امرا له وجوه والوان لا تقوم له القلوب ولا یثبت علیه العقول
وان الافاق قد اغامت والمحجة قد تنکرت واعلموا انی ان اجبتکم رکبت
بکم ما اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب وان ترکتمونی
فانا کاحدکم ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموه امرکم وانا لکم وزیرا خیر لکم

میرے امیر ہوا - انتہی عاقل منصف اس کلام کو ملاحظہ کریں اور اسکا مطلب سمجھیں خصوصاً جو کچھ جناب امیر نے
آخر میں قوله ان ترکتمونی سے ارشاد فرمایا ہے کہ یہہ تین جملے ہیں اور ہر ایک جملہ الگ ہیں کا گویا گنجینہ

یہی ہے کہ پہلا جملہ جو جناب امیر نے ارشاد فرمایا ہے یہ ہے — فان ترکتمونی فانا کاحدکم
یعنی اگر تم مجھکو چھوڑ دو اور مجھسے بیعت نکرو تو میں تمہیں کا ایک جیسا ہوں جیسے تم پر
اطاعت امام واجب ہے اسیطرح مجھپر بھی واجب ہے یعنی اگر تم مجھسے بیعت کرو تو میں امام واجب
الاطاعت ہوں اور اگر تم بیعت نکرو تو پھر میں تم جیسا شخص ہونگا یہہ معنی اسکی آپکی صاف
وصریح ہیں جو خود الفاظ سیاق سے مستنبط ہوتے ہیں اور شارح ابن میثم اس معنے کی شہادت
دیتا ہے اور غالبا حضرت ناصب اسکی تکذیب فرمائینگے اور فرمائینگے کہ حضرت امیر نے
اس کلام سے کوئی حکم شرعی نہیں بیان فرمایا بلکہ یہہ حالت جو واقع ہونے والی تھی بیان
فرمائی پس اسکے جواب میں قبل اسکے کہ تم آپکی تکذیب ابن میثم کے قول سے کریں
یہہ گذارش کرتے ہیں کہ یہہ تو حضرات کو بھی مسلم ہے کہ ترک بیعت میں حضرت کا مثل
عوام کے ہو جانا صرف اس وجہ سے تھا کہ امت میں فتنہ نہ کھڑا ہوں - سکوت اسکا مثبت
کہ محض خوف ثوران فتن ہی یہی وجہ تھی کہ جب ابو سفیان نے اور حضرت عباس نے
درخواست بیعت کی تو آپنے نا منظور فرمائی اور باوجود اس قوت و شجاعت مفرطہ
کیا سبب اسکی مطیع و منقاد خلفا بنے حالانکہ خلفاء نے جو کچھ جائز و ناجائز چاہا کیا پس جب انکا
سکوت وعدم مناقشہ بوجہ خوف فتنہ ہمیشہ رہا ہے اور یہاں بھی فتنہ کے خوف سے
یہہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھکو ترک کرو تو میں تمہارے ہی میں سے مثل ایک کی ہونگا
اور اگر تمہاری شرکت حال یہ ہونگا پھر کیا وجہ ہے کہ امیر معاویہ سے مناقشہ کیا اور جھگڑا
کیا باوجودیکہ فتنہ یقینی تھا جناب امام ثانی کی طرح مصالحت کر لیتے اور خلافت تسلیم
کرکے مطیع بن جاتے نہ تو کوئی جھگڑا ہوتا اور نہ کوئی فتنہ اٹھتا اسپر اگر آپ
مثل ابن میثم سیرت کا جھگڑا چھیڑینگے تو پہلے یہہ خیال فرمائیں کہ افسوس جناب امام

تابی کو یہہ نہ سوجھی جو لاکھون آدمیونکی دین دنیا کی بربادی اپنی ہاتھہ سے فرمائی اور اگر یہہ
فرمائین کہ بمقابلہ خوف فتنہ کی سیرت کا لحاظ ضروری نہ تہا تو ہم گذارش کرینگے کہ نہایت
افسوس ہے کہ جناب امیر نے ایک غیر ضروری امر کیلیے ہزارہا مسلمانونکی جانین ضایع
کرائین تو معلوم ہوا کہ محض ظاہری حالت ہی کو نہین بیان کیا بلکہ حکم شرعی بھی بیان
فرمایا علاوہ ازین اس صورت مین جملہ لاحقہ اور اوسکی ترقی صحیح نہوگی پہر ابن میثم کی
شرح جسکو ہم جملہ آیندہ کی شرح مین نقل کرینگے - بالتصریح اوسکی تکذیب ہے اور نیز ترک
بیعت اور عدم ترک کے حالت کا امتیاز سب سے زیادہ اصول شیعہ پر لغو اور باطل ہے پس
ہماری فاضل مجیب کا یہہ زعم اس جملہ کی تاویل مین محض لغو اور لاطائل ہوگا دوسرا جملہ
جناب امیر نے یہہ فرمایا ولعلی اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ امرکم گویا جملہ سابقہ سے
بطور ترقی فرماتے ہین اور شاید مین تم سے زیادہ اوسکی حکم کا سننے والا اور اوسکی حکم کا
مطیع ہون جسکو تم اپنے امر کا والی بناؤ اور اپنا امام قرار دو - اب ہم پوچھتے ہین کہ جناب
امیر کی زیادتی سمع اور زیادتی اطاعت کی وجہ کیا ہے - جو لوگ ایسے ہین کہ جنہون نے
اون خلفا کو کہ جنکو اہل حل و عقد نے خلیفہ بنایا ہے امام برحق سمجھہ رکہا ہے سو وہ
تو اپنی غلطی کی وجہ سے کسیقدر معذور ہونگی لیکن جناب امیر نے بھی اگر اونکو امام برحق
اور خلیفہ راشد اعتقاد کر رکہا ہے تو ہو المراد اور اگر آپنے ظالم و غاصب اور فاسق و ناشد
سمجھہ رکہا ہے تو پہر کیا وجہ ہے کہ اپنی سمع و اطاعت کو بہ نسبت عوام کے زیادہ فرماتے
ہین حالانکہ ایسا لوگون کی سمع و اطاعت محض ضروری ہین جو بنظر مصلحت بخوف ہلاکت تن
کہ خوف سے اختیار کیگئی ہے اور ضروریات بقدر ضرورت رہا اور قدر ضرورت سے متجاوز نہین ہوتے
پس اگر ضرورۃ اختیار کیگئی تہی تو وہ کسیقدر ہوتے جسسے ضرورۃ وقت رفع ہوجاتی
یہہ فرمانا آپکا کہ جسکو تم اپنا والی امر بناؤگی مین اوسکا تمہاری بہ نسبت زیادہ مطیع
ہونگا تو یہہ زیادتی سمع و اطاعت کی بجز اسکی ممکن نہین کہ آپنے اوس شخص کو

جسکو اہل حل وعقد نے امام بنایا ہی شرعاً واجب الاطاعت سمجھکر کہا ہو اور جب آپ بروی حکم شرع
واجب الاطاعت اعتقاد کرینگی تو بے شک بہ نسبت دوسروں کے آپ زیادہ اتیان اوامر مین سرگرم
ہونگی اور بدیہی ہے کہ کسی شخص کا شرعاً واجب الاطاعت ہونا اور جناب امیر کا اوسکی مطیع ہونا بدون
اسکی ممکن نہین ہے کہ بروی شرع اوسکی امامت وخلافت صحیح ومنعقد ہو چنانچہ ہم اس مدعا کی
ثبوت مین محقق علامہ بحرانی کی عبارت کو اوسکی شرح سی نقل کرتے ہین اہل فہم وانصاف
ملاحظہ فرماوین قوله وان ترکتمونی الخ ای کنت کاحدکم فی الطاعة
لامیرکم بل لعلی اکون اسمعکم واطوعکم له ای لقوة علمی بوجوب طاعة
الامام وانما قال لعلی لانه علی تقدیر ان یولوا احدا یخالف امر الله
لا یکون اطوعهم له بل اعصاهم واحتمال تولیتهم لمن کان کذلک قائم
فاحتمال طاعته له قائم فحسن ایراد لعل انتهی بقدر الحاجة بحرانی صاحب کی عبارت
اور اونکی تصریح قابل ملاحظہ اولو الابصار ہے وہ فرماتے ہین کہ جناب امیر کا اسمع واطوع ہونا اسوجہ سے ہے
کہ آپ بحکم شرعی وجوب طاعت امام کے اعلم ہین اور آپ جانتے ہین کہ امام کی طاعت بروی حکم
شرع واجب ہی اور ظاہر ہی کہ امامت تاوقتیکہ شرعاً منعقد نہو اور امام بروی شریعت امام
صحیح نہو واجب الاطاعت نہین ہوسکتا تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ اہل حل وعقد جسکو
امام بناوین وہ شخص عند الله امام اور واجب الاطاعت ہی اور جناب امیر بھی اوسکو
واجب الاطاعت اعتقاد فرماتے ہین اور جب شرعاً امام اور واجب الاطاعت ہوا تو آپ کیون نہین
اوسکو امام سمجھینگی لیکن شارح بحرانی نے اسقدر قید اور لگائی کہ یہہ حکم عام نہین بلکہ بلفظ لعل
سے یہہ بات پیدا ہوتی ہے کہ احتمال ہے اہل حل وعقد ایسی شخص کو امام بناوین کہ جو مخالف
امر الله کے ہو تو اوسوقت آپ اطوع نہونگی بلکہ زیادہ مخالف اور نافرمان ہونگی اگرچہ بحرانی کا
یہہ فرمانا غلط ہی کیونکہ اس احتمال کی وقوع کے تکذیب وتغلیط خود جناب امیر بجواب
امیر معویہ کے فرما چکی امیر معویہ نے آپکو [illegible] اوس خط کے جواب مین جسمین آپنے امیر معویہ سے

بیعت طلب کی تھی اور یہ تحریر فرمایا تھا کہ میری ہاتھ پر ان لوگوں نے بیعت کی ہے جنہوں نے ابوبکر
و عمر و عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو تم بھی اسکو قبول کرو۔ لکھا تھا۔ کہ اگر آپ بھی مثل ابوبکر و عمر
ہوے تو آپکی خلافت بیعت اہل حل و عقد سے صحیح ہوتی اور میں آپ سے ہرگز نہ لڑتا لیکن جب آپ
مثل ابوبکر و عمر کے نہیں بلکہ حدود و قصاص جاری نہیں کرسکتے یا قاتلین عثمان کے حامی ہیں
تو اس حالت میں بیعت اہل حل و عقد سے آپکی خلافت منعقد نہیں ہوسکتی اور اہل حل و عقد نے خدا کی
جو آپ سے ایسے شخص کی بیعت خلافت کی جو مہمات خلافت کو سرانجام نہیں کرسکتا اسکی جواب میں
جناب امیر نے تحریر فرمایا کہ وزعمت انما افسد علی بیعتک خطیئتی فی عثمان
کنت امرا من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا
ما کان اللہ لیجمعہم علی ضلال ولیضربہم بعمی حاصل جواب یہ ہے کہ تو جو مجھپر الزام خذلان و قتل
عثمان کا لگاتا ہے اور اس وجہ سے مجکو صالح و اہل الخلافت نہیں سمجھتا اور گمان کرتا ہے کہ اہل حل و عقد
نے خطا کی جو غیر اہل کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گویا بالکل غلط اور لغو ہے کیونکہ میں بھی ایک
رجل مہاجرین میں سے ہوں جو انکا حال تھا وہی میرا حال تھا اگر میرے ذمہ الزام ہے تو سب کے
ذمہ الزام ہے اس معاملہ میں میری کوئی خاص کام کہ جو سب مہاجرین سے علیحدہ ہو نہیں کیا پس
اگر اہل حل و عقد نے مجسے بیعت کی اور میں غیر صالح للخلافت تھا تو لازم آتا ہے کہ وہ سب گمراہی
پر مجتمع ہوں اور سب کے سب حق سے اندھے ہوں اور یہ محال ہے تو اس سے صاف ثابت ہوا
کہ بیعت اہل حل و عقد کی صالح للخلافت کے ساتھ نہیں ہوسکتی ہے اور علامہ بحرانی نے
جو یہ احتمال قائم کیا کہ اہل حل و عقد ایسے شخص کو امام بناویں جو مخالف امر اللہ کے ہو یہ غلط ہے
اور جناب امیر کا جواب سراسر اسکو مکذب ہے لیکن با اینہمہ ہم اسکو علی سبیل التنزل تسلیم کرتے
ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا اسی امام کو واجب الاطاعت اعتقاد کرو جسکو اہل حل و عقد
امام بناویں اور وہ بھی شعائر اور تصریح شرائع میں مخالف امر اللہ کی نہو اور خاص اسی
نوع میں جناب امیر کے ارشاد کو مانو اور اپنے علامہ بحرانی کو سچا سمجھو اور ظاہر ہے کہ

جناب امیر زمانہ خلافت خلفاء ثلثہ میں اسمع و اطوع رہے کبھی کسی قسم کی چون و چرا نہیں کی
باوجودیکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنکی شان میں من اغضبہا اغضبنی وارد ہے ناخوش و ناراض
ہوئیں اور کلمات قبیح و شنیع مثل جنین پردہ نشین شدہ و خائنین در خانہ گریختہ الی آخرہ
الکفریات فرمائے بلکہ جمیع مہاجرین و انصار میں جا کر داد و یلا اور فریاد و فغان کے
مگر آپکو جوش نہ آیا۔ بروایت صدوق الشیعین چالیس آدمیوں نے کیبار جو مہاجرین و انصار
سے تھے آپ سے ابتدائے خلافت صدیقی میں درخواست کی کہ ہم ابو بکر کو مسند خلافت سے
اوتار دیں آپنے منظور نہ فرمایا۔ حضرت عباس اور ابو سفیان کے درخواست بیعت کو
قبول نفرمایا۔ قسم قسم کی اذیتیں اور مصیبتیں جھیلیں اور طرح طرح کی تذلیل و توہین سہی
لیکن سمع و طاعت کی عروۃ الوثقی کو ہاتھ سے نہ دیا۔ پس جب باوجود ان باتوں کے بھی
آپ نے کبھی چون و چرا نفرمائی تو آپ سے زیادہ کون اسمع و اطوع ہو سکتا ہے کیونکہ امام کے واجب الاطاعۃ
ہونیکا آپکو بشہادت بحار الانوار قومی علم تھا اور جب امام بھی خدا تعالی کے حکم سے ہی واجب الاطاعت
ہو تو اسکی اطاعت سے انحراف گویا خدا کے حکم سے انحراف ہے جو معصیت ہے قطع نظر
اس سے ہم پہلے بروایات شیعہ ثابت کر چکے ہیں کہ سیرت خلفاء راشدین کی مثل سیرت ملوک
و سلاطین جائرہ کے نہیں ہے بلکہ ترویج معالم دین اور احیاء شعائر اسلام میں سرگرم تھی
اور ہمیشہ پاس شرع شریف نصب العین اور مد نظر رکھتی تھی۔ تو جب ایسی خلافت
کی بطریق اولی اسمع و اطوع ہونگے تو پھر کسکی ہونگے۔ بہر کیف خلفاء راشدین کے زمانہ میں انکے حکم
کے مطیع و منقاد رہے اور آپ نے تو کبھی بعد شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
فرمایا کہ تم جسکو امام بناؤ میں اسکا مطیع و منقاد ہونگا اور یہ ثابت ہو چکا کہ ہم آپکی
دنیاوی اطاعت کا اعتقاد ہو جیسے ہی کہ آپکو وجوب اطاعت امام کا علم زیادہ معلوم
و شفیق تھا پس جب کوئی دوسرا شخص امام حق اور واجب الاطاعت ہوا اور آپ اسکی
پیروی حسب حکم شرع مطیع ہوئے۔ تو آپکی امامت مستقلہ حقہ باطل ہو گئی اور اس شخص کے

امامت ثابت ہوئی اور اس سے یہہ بھی ثابت ہوا کہ امام برحق وہی ہے جسکی امامت کو اہل حل و عقد تسلیم
کرلیں اور متفق ہو کر اہل حل و عقد جسکو امام بنالیں اور خلفاء ثلثہ کو اہل حل و عقد نے امام برحق
تسلیم کرلیا ہے اور اونکو امام بنا لیا ہے تو وہ واجب الاطاعت اور امام برحق اور خلیفہ
راشد ہوئی۔ تیسرا امر جناب امیر نے ارشاد فرمایا۔ وانا لکم وزیرا خیر لکم منی امیرا۔ یعنی تمہارے
لیے مین وزیر ہون یہہ بہتر ہے اس سے کہ مین تمہارا امیر ہون حاصل یہہ ہے کہ میری امارت سے
تمہارے لیے میری وزارت بہتر اور خیر ہے اور ظاہر ہے کہ جس امارت کے آپ وزیر و مشیر اور جن
امراء کی آپ معین و مددگار ہونگے وہ امارت بھی خیر ہوگی اور یہہ بھی ہے کہ خلفاء ثلثہ سابقہ
مین جناب امیر وزیر و مشیر تھے ہمیشہ مہمات مین آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا اور آپکے
مشورہ پر عمل کیا جاتا تھا تو وہ خلافتین جنکے آپ وزیر تھے وہ حق اور خیر ہوئی باقی رہا
یہہ امر کہ یہہ خیر تھی کس امر کے طرف راجع ہے آیا صرف ظاہری دنیاوی سہولت حال
کیطرف راجع ہے یا مطلق باعتبار دینی و دنیاوی امور کے سب کے طرف عائد ہے لیکن ہم
کہتے ہین کہ احتمال اول بعید ہے اور قابل اعتبار نہین اور احتمال ثانی بر روی دلائل صحیح و معین ہے
کیونکہ ظاہر ہے وہ ظاہری سہولت حال کہ جسمین دین دنیا کا نقصان ہو اوسپر خیریت کا
اطلاق کسیطرح صحیح نہین ہوسکتا امامت دین و دنیا کی امامت عامہ ہے جسکو تمام تہذیب اور
دنیا کی اصلاح حال منوط و مربوط ہے اور امام بمنزلہ نبی کے ہے کہ امت کے احوال دینی اور
دنیاوی کے اصلاح کرتا ہے لیکن تیسیر و سہولت خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
مد نظر ہے اسیواسطے اوسکی شان مین۔ عزیز علیہ ما عنتم۔ ارشاد ہے خود خداوند تعالی ارشاد
فرماتا ہے۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ اور فرماتا ہے وما جعل علیکم فی
الدین من حرج۔ پس جب شارع کو تیسیر و سہولت مد نظر ہے تو اوسکو کون انکار کرسکتا ہے
اون امام امت کا مطیع ہو جاوے کہ جو کچھہ اونکی مرضی ہو وہ کرے یہہ ایسا اگر بجائے کسی
امام نے کیا ہوتا تو اوسوقت جناب کو اسکا فرمانا شایان تھا اور جب کسی امام نے

ایسا نہین کیا اور نہ لوگ اسکی عادی ہین ہمیشہ امام اپنی رای و مشورہ سے سرانجام مہمات
کرتے رہے تو ایسی حالت مین آنکا یہ ارشاد صرف سہولت حال کیطرف راجع ہین ہو سکتا
علاوہ ازین مطلق خیر سے بلا قرینہ فرد ناقص یعنی الانقص مراد لینا یہ خود خلاف قاعدہ عرف اور غلط
ہی تعجب ہی کہ امام منصوص من اللہ و منصوب من الرسول بالفعل ہو اور وہ کبھی اپنی حق کا
نام نہ لی اور اگر لوگ اوسکو چاہین تو مدافعت اور تعلل فرما دی اور فرما دی کہ میری وزارت
تمہاری لیی بہتر ہے امارت اسقدر بہتر نہین - خبر - دعونی والتمسوا غیری تک مضائقہ
نہ تہا لیکن یہ امر منصوصیت خلافت کو باطل کر رہا ہی اور ثابت کرتا ہی کہ انعقاد خلافت
بیعت اہل حل و عقد پر موقوف ہی چنانچہ ان جملوں مین یہ جملہ صریح دلیل ہے واعلموا انی ان اجبتکم
رکبت بکم ما اعلم ولم اصغ الی قول القائل وعتب العاتب اسمین آپنے اجابت کو
ضمیر متکلم کیطرف منسوب فرمایا ہی یعنی اگر تمہاری التماس کی اجابت کر لونگا تو پہر تمکو اپنی رای پر چلاؤنگا
اور تم سے اپنی علم کے موافق کام لونگا تو آپنے اپنی عمل و تصرف کو اپنی اجابت پر منحصر فرمایا ہی
تو معلوم ہوا کہ جب آپ اہل حل و عقد کی التماس کو قبول فرما دینگی خلیفہ بالفعل اوسوقت
ہونگی کیونکہ انعقاد طرفین کے ایجاب و قبول و رضا و تسلیم سے ہوتا ہی تو معلوم ہوا کہ آپ
بالفعل امام و خلیفہ نہ تہی ورنہ خلیفہ کو جو خدا تعالے کیطرف سے مقرر ہو اجابت کے سوا چارہ
نہین ہے - ان اجبتکم کچہہ معنی نہین رکہتا اگر اہمال امر خلافت اسوجہ سے تہا کہ امت کی
طرف سے اجابت و تسلیم مین کوتاہی ہے تو پہر ان اجبتم نے فرمانا مناسب تہا یعنی
تمہاری طرف سے تقصیر ہے اگر تم اجابت و تسلیم کرو گے - الخ - پس اس سے صراحۃً یہہ ثابت
کر دیا کہ وار و مدار انعقاد خلافت کا بیعت اہل حل و عقد پر ہی اور جناب امیر ہرگز خلیفہ
منصوص نہ تہی جیسا کہ حضرات شیعہ کا ادعا ہی پس حاصل مطلب تحقیقی طور پر اس عبارت کا
یہہ ہی کہ آپکو معلوم تہا کہ ابتدا زمانہ خلافت نبوت مین کار ہای نمایان اور مصالحی قیمتی
لی پایان ہو نے والی ہین تو تعجب نہین کہ کبھی آپکی خواہش ہوئی ہو کہ یہہ کام میری

ہاتھ سے مجہکو پہونچا ہے اور جو حسنات میرے نامہ اعمال میں درج ہیں لیکن چونکہ یہ امر مقدر نہ تھا اور اسکے کام کے لیے کارپردازان قضا و قدر نے اور لوگ مقرر کر رکھے تھے تو آپکا دست مبارک اوسکے وصول سے کوتاہ رہا بعد شہادت عثمان رضی اللہ عنہ آپکو معلوم ہوا کہ زمانہ خلافت نبوت قریب الاختتام ہو پہنچا اور ترقیات اسلام کا شباب بڑہاپے کے ساتھ بدل ہو گیا۔ اب باہم خانہ جنگیونکی گرم بازاری ہوگی تو ملیکی آپ نے بیعت کے قبول کرنے میں تعلل و تسویف فرمائی اور یہ الفاظ صاف صریح طور پر اس مدعا کو ثابت کرتے ہیں فانا مستقبلون امرا له وجوه والوان لا یقوم له القلوب ولا تثبت له العقول وان الآفاق قد اغامت والمحجة تنكرت چنانچہ آپکی زمانہ خلافت میں ایسا ہی واقع ہوا اور شور و شغب فتن سے پاک نہوا یہانتک کہ زمانہ خلافت نبوت منقرض ہوگیا اور ملک عضوض کی نوبت آئی اسیواسطے حسرت کے ساتھ جناب امیر نے فرمایا۔ ابتلیت لقتال اہل القبلة۔ غرض ہمکو اسکی طلب سے کیا غرض اور اسکی غرض سے کیا مطلب ہمارا مدعا جسکو ہم اثبات کے درپے ہیں یعنی ثبوت حقیت خلافت خلفاء ثلثہ وہ بحول اللہ و قوتہ اس کلام سے بخوبی ثابت ہو۔ دلیل حادی عشر۔ امام ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب اغانی میں روایت درج کی ہے[1] عن ابی الابجر الاكبر قال جاء ابو سفيان الى علی بن ابی طالب فقال يا ابا الحسن ما بال هذا الامر فی اضعف قريش واقلها فوالله ان شئت لاملانها عليهم خيلا ورجالا فقال علی بن ابی طالب طال ما عاديت الله ورسوله والمسلمين فما ضرهم ذلك شيئا انا وجدنا ابا بكر لها اهلا اس روایت سے ثبوت حقیت خلافت صدیقی

ثبوت حقیت خلافت صدیقی از روایت ابوالفرج اصفہانی

[1] ابو الابجر اکبر سے مروی ہے کہا ابو سفیان علی بن ابی طالب کے پاس آیا اور کہا اے ابو الحسن امر خلافت کا کیا حال ہے کہ قریش میں سے ضعیف و ذلیل ترین میں ہے۔ خدا کی قسم اگر تو چاہے تو میں میدان کو سوار پیادوں سے بہردوں علی بن ابی طالب نے فرمایا تو ہمیشہ اللہ کا اور رسول کا اور مومنونکا دشمن رہا اور تو نے اونکو کچھ نقصان نہ پہنچایا ہمنے ابوبکر کو خلافت کے لیے لائق پایا۔ ۱۲

بدلالت مطابقی ثابت ہوتا ہی اور دوسری خلافتین اُسپر متفرع ہین تو جب اگر
حقیقت ثابت ہوئی تو اوروں کی بھی صحت و حقیقت ثابت ہو گئی اور کچھ شکست و شبہ نرہا
مکرر التماس ہے گذارش ہے کہ جناب اگر صاحب اغانی ابو الفرج علی بن حسین اصفہانی
کی عدم اعتبار کا قضیہ پیش کرینگے تو ہم اُنکی روایات و روایت کی دلالت اور اُنکی علمائے کے
تحقیقات عرض کر کے مستند کرینگے کہ اس صورت مین اُنکی صحاح کی خبرین
اور غالب روایات قابل اخراج ہونگی جنکو مقبول رہا اور مستند علیہا و معتبار ٹھہرا رکھا ہی چونکہ
اس بحث مین بہت بیقدر اطناب ہو گیا ہی اسلیے اسکو یہانتک ختم کرتے ہین اور اقوال آئندہ کا
جواب لکھتے ہین — قولہ — جبکہ ہمنے اپنی شرائط ثلثہ کو آپکے کتب معتبرہ سے
مدلل ثابت کر دیا اور ضمنًا اُسکا اہم الہمات ہونا بھی ثابت ہو گیا اور کچھ اُنکو قول آئندہ مین
ثابت کیا جائیگا تو اب فرمائیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا — یا
اس باب مین کیا ارشاد فرمایا — اقول — دعوی اثبات شرائط ثلثہ بدلائل
محض بیجا اور تخیل ہے ناشی ہی بزرگان خود تخیل کہ دعوی کیا ہم نے شرائط ثلثہ دلائل سے ثابت کر چکے ورنہ
فی الحقیقت اونکا ثبوت محال ہے کیونکہ جو امور کتاب اللہ و سنت کی خلاف ہون اونکا
ثبوت کتاب و سنت سے کیونکر ممکن ہے چنانچہ آپکی دلائل کے جواب مین گذارش ہو چکا اور اہم
الہمات ہونا جو بار بار آپکی زبان پر ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو اپنی عادت قدیمہ کی
موافق یہ بھی یاد نہین کہ اس مسئلہ مین اختلاف کیا ہے چنانچہ ہم انعدہ قول مین
جسمین آپنے اسکی بحث کی ہی گذارش خدمت کرینگے اور جب شرائط ثلثہ کا آپسے ثبات نہین
ہو سکا تو یہ سوال آپکا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب مین
کیا ارشاد فرمایا بے موقع ہے ہان بموقع ہماری سوال کا ہی کہ جب شرائط ثلثہ باطل ہوگئین
تو فرمائیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسکو خلیفہ مقرر فرمایا یا اس باب مین کیا ارشاد فرمایا
قولہ رہا آپکا یہ قول کہ اگر اس کلام کے موافق ہے تو مرحبا بالوفاق الخ جواب اس

کلام کے اصلی معنی بیان کیے گئی اور ثابت کیا گیا کہ جو آپ سمجھے تھے وہ ہرگز اسکا مطلب نہین پس آپکا
شبہ رفع ہوگیا جو کچھ جناب رسالتمآب نے اس باب مین فرمایا ہوگا ظاہر ہے کہ اسمین اور اس
کلام مین کچھ فرق نہوگا اور ہرگز مخالفت نہوگی اور ہر دو ارشاد بجائے خود حق و درست ہونگے

اقول بحول اللہ وقوتہ ہم ثابت کر آئے ہین کہ جو معنی آپنے اس کلام کے سمجھے تھے وہ محض
غلط تھے اور ناتمام بلکہ وہی معنی دوسری کلام مین کسیقدر ہماری موید تھی پس اس تحقیق سے محقق ہوچکا کہ
کہ اوسکے اصلی معنی اور واقعی مطلب وہی ہین کہ جو ہم سمجھے تھے پس ہمارا اعتراض اسیطرح اپنی اصول سے رفع شدنی
نہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب مین جو کچھ فرمایا وہ اسکی ہرگز موافق
نہین ہوگا **قولہ** تعجب ہے کہ باب تاویل آپنے کس دلیل سے مسدود کردیا ہے حالانکہ یہہ سب معنی
وہ عرض معلی مین جو اصلی و واقعی ہین ورنہ اگر تاویل کیجائے تو تاویل کی بہت گنجایش تھی کیونکہ
باب تاویل نہایت وسیع ہے **اقول** جن دلائل سے ہمنے باب تاویل کو بند کیا ہے
وہ دلائل وہ ہین کہ جن سے ہمنے آپکی معانی کو باطل کیا ہے اور سابق مین مذکور ہوچکے ہین اور نیز
یہہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ یہہ معنی جو آپنے بیان فرمائی ہین محض خیالی ہین اور واقعی ایسی معانی کو
تاویل نہین کہا جاتا بلکہ یہہ تحریف معنوی ہے پس جس جگہ عبارت بجز ایک معنی کے کسی دوسری
معنی کو محتمل ہی نہوا اور نہ بجز ایک معنی موضوع لہ کے کسی دوسری معنی کے ثبوت پر کوئی قرینہ
قائم ہو بلکہ نفی احتمالات پر قراین دلالت کرتی ہون تو ایسی حالت مین باب تاویل مسدود
ہوا کرتا ہے پس اس قاعدہ سے کہ باب تاویل واسع ہے یہہ استخراج کرنا کہ ہر جگہ جاری ہوسکتا ہے یہہ جنابہی کے علم
و فضل پر زیبا ہے بھلا اگر ایسا ہی باب تاویل واسع ہے تو نصوص صریحہ مین مثل اللہ الہنا محمد نبینا وغیرہ مین
تو تاویل کیجیے تعجب ہے کہ باوجود اسکے خطبہ غدیر من کنت مولاہ کو نص صریح استخلاف مین سمجھتے ہین اور
قابل تاویل نہین سمجھتے معلوم نہین کہ کس دلیل سے باب تاویل مسدود فرمایا پس باب تاویل کے وسعت اسکو
مقتضی نہین کہ ہر جگہ جاری ہوسکے۔ **قال الفاضل المجیب** - قولہ - باقی رہا -
اہلسنت سے یہہ سوال کہ خلافت انکے نزدیک امر دین ہے - الخ سو اولاً اسکی کچھ ضرورت نہین

کیونکہ جب امر امامت کو مع اوسکی شرائط کے بدلائل ثابت فرماوینگے تو اوسکا اہم المہمات ہونا بھی ثابت
ہوجائیگا اہلسنت کچھہ ہی کہا کرین بمقابلہ دلائل معتبرہ کے اونکا قول کیونکر معتبر ہوگا۔ اقول جبکہ
بہت بڑا اختلاف اور مابہ النزاع اہل سنت و شیعہ مین امر خلافت ہی ٹہرا جیسا کہ ثابت کیا گیا
اور آپکے نزدیک بھی جو امر مبنی معظم اختلاف کا ہی وہ بھی بالآخر منجر بہ بحث امامت ہی ہوتا ہی تو اس
سوال کی اشد ضرورت تہی کیونکہ جبتک وہ امر اہم المہمات اور مسائل شرعیہ مین سی عمدہ مسئلہ ثابت نہوگا
تب تک یہہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت و گمراہی وغیرہ نہوگا جو طرفین ایک دوسری کو کہتی
ہین یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی اہل انصاف دیکھین کہ
ہمنی کیا عرض کیا تہا اور ہمارے مجیب لبیب اوسکی جواب مین کیا فرماتی ہین ہم جو کچھہ فرمایا ہی اوسکی
دلیل مدعا سے کچھہ مساس رکھتی ہی یا نہین یہہ محض حضرت کی سخن فہمی ہی ہم نے سوال کیا تہا کہ امامت
امر دین سی ہے یا نہین اگر ہی تو اصول سی ہے یا فروع سے اسپر ہمنی عرض کیا تہا
کہ اس سوال کی کچھہ ضرورت نہین ہے کیونکہ جب مسئلہ امامت مع اوسکی شرائط کے بدلائل آپ
ثابت فرماوینگے تو اوس مسئلہ کا امر دین مین سی ہونا بھی ثابت ہوجائیگا اور اصول سی ہونا بھی
ثابت ہوجائیگا اسکے جواب مین آپ ارشاد فرماتے ہین کہ جب فیما بین اہلسنت و شیعہ بہت بڑا اختلاف
امر امامت مین ہی اور آپکی نزدیک بھی معظم خلافیات راجع بہ بحث امامت ہی تو اس سوال کی اشد
ضرورت تہی اور اسکی دلیل یہہ ارشاد ہوئی ہے کیونکہ جب تک وہ امر اہم المہمات اور مسائل
شرعیہ سی عمدہ مسئلہ ثابت نہوگا تب تک یہہ اختلاف موجب بدعت و ضلالت نہوگا پس اس
تقریر سی ہماری اعتراض کا کیا جواب ہوا اور اس دلیل کو اپنی مدعا سی کیونکر ربط ہوا ظاہر ہے کہ جب
یہہ مسئلہ بہت بڑا مابہ النزاع ہی اور جب تک اسکا اہم المہمات ہونا ثابت نہوگا تب تک
یہہ اختلاف موجب ضلالت نہوگا تو اس سے صرف یہہ بات ثابت ہوئی کہ اوسکی اور اوسکی شرائط
کی اثبات کی ضرورت ہی جب وہ مع اپنی شرائط کی دلائل سے ثابت ہوگا تو اوسوقت یہہ
اختلاف موجب ضلالت بہی ثابت ہوجائیگا پس اسکی مع اوسکی شرائط کی اثبات کی ضرورت ہی

تیہ سوال کی اور بندہ نے بہی یہی عرض کیا تہا کہ اس سوال کی کچہہ ضرورت نہین آپنے اسجگہ
محض دعوی بلا دلیل فرمایا ہے دلائل سے اونکو ثابت فرمادیجیے دین مین اور اصول مین ہی ہونا
خود ثابت ہوجائیگا تو اس عبارت سے ہماری اعتراض کے تقویت ہوئی نہ ہماری اعتراض کا
جواب اور اس سے یہہ بہی خوب واضح ہوگیا کہ مدعا تو اشد ضروری ہونا سوال کا تہا اور دلیل سے اشد
ضروری ہونا اثبات امر خلافت کا مع اوسکی شرائط کے ثابت ہوا - رہا اثبات امر خلافت
مع اوسکی شرائط کے سو اوسکی بحث گذر چکی سائل انصاف ملاحظہ فرمائین سوا انصاف کر
بولائی ہین اور بحث اہم المہمات ہونے کی عنقریب آتی ہے اوسکی منتظر رہین **قولہ**
الحمد للہ کہ ہمنے امامت کو مع اوسکی شرائط کے مدلل ثابت کردیا **اقول** جن دلائل سے
آپنے امامت کو مع اوسکی شرائط بزعم خود مدلل ثابت فرمایا ہے اون دلائل کی کیفیت اثبات
بندہ بخوبی واضح کرچکا ہے اور بحول اللہ ثابت کرچکا ہے کہ یہہ دلائل ایسے واہی اور ضعیف
ہین کہ انسے ہرگز ممکن نہین کہ قیامت تک بہی ثبوت مدعا ہوسکے **قولہ** جو عبارت ازالۃ الخفاء
سے نقل فرمائی ہین اونمین یہی لفظ یعنی اہم المہمات بلکہ اس سے بڑہکر مثل اسکی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تقریب عباد تمام فرضیہ مختومہ نکنند ادائی واجب نکردہ باشد حاشا سن ذلک نحو
جو تقریبا اس آیت وافی ہدایت کا ترجمہ ہے کہ وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ موجود ہے
آپ ان عبارت کو نظر غور سے انصاف سے ملاحظہ فرمادین - **اقول** آپ کی اس تقریر سے
اور نیز تقریرات سابقہ ولاحقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو فیما بین اہلسنت وشیعہ مسئلہ امامت کو
اہم المہمات ہونیکے بارہ مین تنازع ہے اور نیز جو اوسکی اثبات مین اختلاف ظاہر ہوچکا ہے اوسمین
آپ یہی نہین سمجہے کہ اصل مابہ النزاع کیا ہے اور کس چیز مین نزاع وخلاف ہے - آپکی فحوائی کلام سے
مترشح ہوتا ہے کہ آپ خلافت کے اہم المہمات ہونے اور نہونیکو مابہ النزاع سمجہے ہوئی
ہین اور یہہ سمجہہ رکہا ہے کہ نزاع اوسکی ضرورت اور اہمیت مین ہے لہذا اہل سنت کی کتابونمین
جسجگہ لفظ اہمیت یا اوسکی ہم معنی مل گیا وہی ثبوت مدعا کیلئے بزعم خود نص ہے حالانکہ یہہ

ف اہل سنت اور شیعہ مین خلافت کو اہم المہمات ہونے کی نسبت مابہ النزاع کی تحقیق -

خیال بالکل غلط اور سراسر لغو ہے کیونکہ جس شخص نے احکام و نصوص شرعیہ کا تتبع کیا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ اہم
اور ضروری ہونا کسی حکم کا اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ وہ اصول ہی میں سے ہو۔ ممکن بلکہ بہت احکام ایسے
ہیں جو فرعی عملی ہیں اور نہایت اہم اور ضروری ہیں کیا آپ کے نزدیک صوم و صلوٰۃ اہم اور ضروری
نہیں کیا آپ انکو نیز باقی ارکان اسلام کو اہم اور ضروری نہیں سمجھتے۔ پس اہمیت شی کے
کچھ اسی پر منحصر نہیں ہے کہ وہ اصول ہی میں سے ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اوسکی اہمیت بوجہ وجوب اور قطعی
الثبوت ہونے کے ہو چنانچہ اتیان بالفرائض اور اجتناب عن المحرمات اسکے لیے شاہد عدل
کافی ہیں اور نیز ممکن ہے کہ اہمیت کسی حکم کی بواسطہ اور بالتبع کسی دوسری ضروری امر کی ہو یا ہو واسطے
وسائل کو حکم مقاصد کا دیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مقدمۃ الواجب واجب قاعدہ قرار پایا
چنانچہ ہمنے جو لفظ اہم المہمات کا لکھا ہے وہ اسی اعتبار سے لکھا ہے اور یہہ امر سیاق عبارت سے بخوبی
ظاہر ہے اور ہر شخص اسکو سمجھ سکتا ہے بشرطیکہ فہم سے کام لے پس یہہ ضرور نہیں کہ جو بردئی
شرع اہم ہو وہ اصول میں ہی داخل ہو ہاں یہہ ضرور ہے کہ جو امر اصول دین میں سے ہو گا وہ ضرور
اہم اور ضروری ہو گا پس ہم مسئلہ امامت کو اہم اور ضروری کہتے ہیں لیکن اصول میں سے نہیں سمجھتے
اور حضرات شیعہ اسکو اصول دین میں داخل کرتے ہیں تو منشاء نزاع فیما بین اہل سنت و شیعہ
امر خلافت کا اہم اور ضروری ہونا نہیں ہے بلکہ اصول میں ہونا ہے اسلیے ہماری مقابلہ میں
وہ دلائل پیش کرنا جنکا مدلول صرف اہمیۃ خلافت ہو بالکل واہیات اور پوچ ہیں جنکا منشاء
یہہ ہے کہ مستدل نے محل النزاع کو ہی نہیں سمجھا اور نہ تعیین محل نزاع کا اوسکو معلوم ہوا۔ نہ وہ دلائل اس
قابل ہیں کہ ہم اونکو نظر التفات سے دیکھیں اور اصل وجہ اس نزاع و خلاف کے فیما بین اہلسنت
و شیعہ مسئلہ خلافت میں یہہ ہے کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ عباد پر واجب ہے کہ کسیکو اپنا خلیفہ بنا دیں اور امام
مقرر کریں اور شیعہ کے نزدیک اسمیں عباد کو کچھہ دخل نہیں ہے بلکہ کہتے ہیں کہ خدا پر واجب ہے
کہ وہ خلیفہ و امام کو مقرر فرماوے اہلسنت کے نزدیک جب استخلاف عباد پر واجب ہے تو اسکا
وجوب متعلق انکے عمل کے ہوا اسلیے فرعی عملی ہوا۔ پس مقابلہ اہلسنت کے اسکے ابطال کے لیے وہ

دلیل قابل جواب ہوگی جو اس مسئلہ کے فرعی ہونے کو باطل کرے اور اصولی ہونا ثابت کرے اور بنا بر تحریر
مرجو دلیل ازالۃ الخفا سے نقل کی ہے وہ ہرگز مفید مدعا مجیب نہیں ہے کیونکہ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہہ ثابت ہوتا ہے
کہ خلافت فریضہ محتومہ ہے وبس اور یہہ مستلزم اسکی اصولی ہونے کو ہرگز نہیں بلکہ کلام سے ثابت ہے
کہ فریضہ محتومہ بھی عباد پر ہی اور وہ کسی عمل کے متعلق ہے تو اوس سے بھی اسکا فرعی عملی ہونا ثابت
ہوا نہ اصول میں سے ہونا — رہا آیت وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ سے استدلال اس مدعا پر
اوس سے بھی زیادہ لغو ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو احکام وجوب و حرمت
و ندب و اباحت و کراہت اور علی ہذا القیاس قصص و امثال و متشابہات وغیرہ سے نازل ہوئے
اور جنکی نسبت حکم ہے کہ عباد کو پہونچا دو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے کہ اون سب کے
تبلیغ فرمادیں اور کسی میں اخلال و کوتاہی نہ فرمادیں خواہ وہ اہم اور ضروری مثل فرائض کے ہوں یا نہوں
پہر اگر بالفرض محال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونمیں سے کسی امر کی تبلیغ میں اخلال کرتے
خواہ وہ امر ضروریات دین سے ہو یا نہو تو بھی تبلیغ رسالت میں کوتاہی ہوگی اور مضمون آیت
وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ صادق آویگا — پس اس آیت شریفہ سے اثبات اہمیت جیسا مستدل کا مدعا ہے
للناظرین لا طائل ہے پس ان عبارات کو ہماری ناصفین مجیب بغور ملاحظہ فرمائیں اور عقل و انصاف سے کام لیں

فوائد

معہذا ایک امر جدید اور بہی ثبوت طلب ہے کہ جن صحابہ کرام کے آپ افضلیت کے معتقد ہیں اور جنہی
مخطم اختلاف کا انکے فضائل کو ہی اعتقاد کرتے ہیں وہ بھی اسکو ایسا اہم المہمات سمجھتے تھی کہ سید
کائنات و فخر موجودات کی نعش اطہر بدون تجہیز و تکفین کی پڑی رہی اور اوسکی طرف انکی
صحابہ کرام توجہ بھی نہوئی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں تا انکے اول کو خلیفہ بنا نہیں دیا اب فرمائیے
کہ اسمیں یہہ جلدی بھی بجائے کہ بسبب محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اہلبیت اطہار
کی ہمدردی و مروت پر دال ہے امر خلافت کے اہم المہمات ہونے کی غرض سے تہی یا کسی اور غرض سے
مفصل ارشاد ہوا اور یہہ حال کل کتب احادیث و تاریخ و سیر میں درج ہے اور نہیں تو
مدارج النبوت کو بھی ملاحظہ فرمادیں اسمیں بعینہ یہی لفظ یعنی اہم المہمات تحریر کیا

اقول اس استدلال مین بہی وہی خرابی موجود ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے استناد غیر مفید کو جگہ
اثبات مطلوب ہی اپنی عادت قدیمہ کے موافق پس پشت ڈال دیا اور اوسکا بہول گئی اور صرف
لفظ اہم المہمات کو پکڑ بیٹہی اور یہہ نہ سمجہا کہ مابہ النزاع کیا ہے اور اگر یہہ ثابت ہو گیا تو اس سے
خصم کا کیا نقصان ہوگا آفرین ہے اس علم و فہم پر اور شاباش اس حیا و شرم کو سقیفہ بنی ساعدہ
کی قصہ سے جو آپ نے استدلال فرمایا ہے بالکل لاطائل و پوچ ہے کیونکہ غایۃ ما فی الباب اگر اس سے
لازم آتا ہے تو یہہ لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امرین ضروریین مین سے جو باہم
متعارض پیش آئی ایک امر کو جو زیادہ اہم تہا دوسری پر مقدم فرمایا۔ پس اس سے بجز اسکی
کہ یہہ ثابت ہو کہ امر خلافت اہم اور ضروری اور واجب ہے اور کیا ثابت ہوتا ہے سو اسکا کوئی منکر
نہیں ہے جسقدر فرائض و واجبات عملی ہین وہ سب اپنی اپنی مرتبہ مین اہم اور ضروری ہین لیکن مابہ
النزاع یہہ ہے کہ امر خلافت اصول مین سے ہے یا فروع مین سے پس اس دلیل سے صاف ثابت ہے
کہ امر خلافت اصول مین سے نہین ہے بلکہ فروع مین سے ہے کیونکہ جو لوگ شریک جمعیت سقیفہ
بنی ساعدہ تہی وہ سب علی الخصوص خلیفہ اول و خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہما وجوب امر خلافت کو
منجملہ فعال است اعتقاد کرتے تہی تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ یہہ واجب اونکی نزدیک
از قبیل فروعات تہا - رہا یہہ امر کہ امر خلافت کا سرانجام تجہیز و تکفین نعش اطہر و اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم سے اہم اور اقدم تہا یہہ خود ظاہر ہے کہ امر خلافت ایسا مقدمہ ہے کہ اسپر استحکام
بناء دین و اسلام اور انتظام امور دین موقوف تہا اگر اس مین تزلزل آتا تو خدانخواستہ تمام دین
ہی درہم برہم ہو جاتا اور تجہیز و تکفین کی تاخیر سے کوئی خرابی لازم نہ آتی تہی اور مشہور قاعدہ ہے
کہ اہم الامرین کو دوسری پر مقدم کیا جاتا ہے مگر تعجب تو یہہ ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ خلافت
خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم مین اس خوف سے کہ اگر مین امر خلافت کا مطالبہ کردن اور اسمین جنگ و قتال
کرون تو یہہ تمام لوگ جو بظاہر کلمہ گو اور بباطن کافر ہین ظاہری اسلام سے بہی پہر جاوینگی
اور فتنی ارتداد کہڑی ہونگی امر خلافت کا مطالبہ نہ فرمایا اور اوسکو ترک کیا اور حیوانی شل

توحید و نبوت کی اصول دین مین سے تہا اوسکو بہی ڈال دیا تو گویا جناب امیر رضی اللہ عنہ نے موافق
اصول شیعہ کے کفر و نفاق کو اصل اصول ایمان سے مقدم فرمایا اور کفر و نفاق کو بہ نسبت اصول دین کے اہم المہمات
سمجہا تو اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ آپکی نزدیک کفر و نفاق اصل اصول دین سے اہم اور ضروری تہا
نعوذ باللہ من ذلک - اور یہہ طعن کہ صحابہ نعش اطہر کی تجہیز و تکفین کیطرف متوجہ نہوئی
اسکا جواب ہم ابحاث سابقہ مین مفصل گذارش کر چکے ہین حاجت اعادہ نہین - پس اگر مدارج
النبوۃ وغیرہ مین خلافت کی نسبت لفظ اہم المہمات درج ہو تو وہ ہماری ہرگز مخالف نہین ہے
اور نہ ہماری مجیب کے مفید مدعا بلکہ وہ اوسی معنی کے اعتبار سے ہے کہ جو ہم گذارش کر چکے ہین

قولہ شرح عقاید نسفی مین یہہ عبارت موجود ہے کہ ولان الامۃ قد جعلوا
اہم المہمات بعد وفات النبی عم نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن
ولذا بعد موت کل امام ولان کثیرا من الواجبات الشرعیۃ یتوقف علیہ الخ
شرح عقاید نسفی تو شاید اہل سنت مین کتب درسیہ مین سے ہے اور حضرت مجیب عالم فاضل ہین ضرور جناب نے
کہیہ کتاب تو سبقا پڑہی ہوگی پہر تعجب ہے کہ حضرت امامت کو اہم مہمات نہین سمجہتی - **اقول**
عبارت منقولہ شرح عقاید نسفی سے استدلال کا منشا بہی وہی خطا ہے جو ہماری فاضل مجیب کو
واقع ہوگئی ہے کہ ما بہ النزاع کو فراموش فرمادیا ہے اور لفظ اہم المہمات کے دیکہتے ہی ہوش مین جامہ
یہہ لفظ ملتبا فرط خوشی سے جامہ سے باہر ہوگئی اور آنکہین بند کرکے بے سمجہے بوجہے نقل
کردیا اور سمجہی کہ میدان مار لیا پہر اس فہم پر کسقدر دعوی اور کیا کچہہ ناز و فخر ہے - اس عبارت
مین بجز اسکی کہ لفظ اہم المہمات مذکور ہے کونسا لفظ مفید مدعا ہے اور کونسا لفظ ہے جس سے ثابت
ہوتا ہے کہ امامت اصول دین مین سے ہے - اور پہلے گذارش ہوچکا ہے کہ لفظ اہم المہمات
سے ثبوت اس امر کا ممنوع ہے کہ یہہ حکم اصول مین سے ہے اور فروع مین سے نہین
شرح عقاید بیشک درسی کتاب ہے لیکن آپکو کچہہ مفید نہین بلکہ اس شائستہ استدلال کی رو سے تو اگر آیت قرآنی
ہی ہو تو بہی ثبوت مدعا محال ہے - پس اگر آپ ہماری امامت کو اہم المہمات

یہ سمجھنے سے تعجب فرماوین تو کچھ تعجب نہین لیکن تعجب یہہ ہی کہ خود ہی سوال فرمادین (آپکی
نزدیک خلافت امور دین مین سے ہی یا نہین شق اول مین اصول مین سے ہی یا فروع
سے) اور خود ہی بہول جاوین یا بہولا دیوین **قولہ** جو امر واقعہ مین اہم ہی وہ کسی کے
ماننے نہ ماننے پہ منحصر نہین اہم اہم ہی ہے مگر حضرات اہل سنت کا عجیب حال ہی کہ خود ہی ایک
امر کو اہم المہمات کہتے ہین بلکہ اوسکا ایسا ہونا بدلائل ثابت کرتے ہین اور بااینہمہ خصم کے
مقابلہ مین اوسکو نہایت ہی اخف سمجھتے ہین **اقول** بے شبہ جو امر واقع مین اہم
ہی اوسکو کوئی مانے یا نہ مانے وہ ہر طرح اہم ہے لیکن اگر اس سے یہہ مراد ہی کہ امر خلافت
باعتبار داخل اصول ہونے کے اہم ہی تو یہہ سراسر غلط ہوا سوقت تک آپنے اسکی ثبوت
کیلیے نہ کوئی دلیل پیش کی نہ کوئی حجت بیان فرمائی تو اسکو واقعیۃ بلا دلیل کیونکر تسلیم
کیجاوی۔ اور اگر اہمیتہ خلافت اسطرح ملحوظ ہی جسطرح فرعیات بالواسطہ اہم ہوتی ہین
تو اسکا کوئی منکر نہین پس یہہ اہل سنت کا حال نہین ہی ہے جسپر آپکو تعجب ہی
یہہ صرف حضرت کے علم و فہم و فضل و کمال کی خوبی ہی کہ اہم ہونے اور اصول مین
ہونے مین امتیاز نہین فرماتی اور باہم تفرقہ نہین سمجھتی اہلسنت کے نزدیک اہمیتہ
وغیر اہمیتہ باعتبارات مختلفہ ہی لیکن البتہ حضرات شیعہ کی حالت عجیبہ قابل دیکھنے کے
ہی کہ خود ہی اسکو اہم المہمات واصول دین مین سے کہتی ہین اور خود ہی فرماتے ہین کہ ائمہ نے
کبہی خلافت کا نام ہی نہین لیا بلکہ بعض نے تو خلعت خلافت جو تالی نبوت ہی
ایک کافر و منافق کو علے رغم انہم بخشدیا ان ہذا لشی عجاب **قولہ** جب ہمنے اسکو
اہم المہمات مدلل ثابت کردیا تو اب آپکی ہی قول کے موافق اہلسنت کچھ ہی کہا کرین یہ امر
اہم المہمات ہی ہی بمقابلہ دلائل معتبرہ مذکورہ بالا انکا قول معتبر نہین **اقول** بے شک اگر آپ
دلائل معتبرہ شرعیہ سے امر خلافت کا اصول مین ہونا ثابت کردیتے تو اہلسنت کا قول
بمقابلہ دلائل شرعیہ کے کیونکہ معتبر ہوتا لیکن دلائل غیر شرعیہ سے اسکا ثبوت کہ امر خلافت

اصول دین میں سے کسی مجال ہے آجتک آپکے اسلاف بزرگوار نسی تو یہ ثابت ہو ہی نہیں سکا تو آپ
کیا ثابت کرینگے اور جسکو آپنے اپنی زعم میں اثبات سمجھا ہے اوسکو ہم نے منہدم کر ہی دیا کیونکہ بعد
آپکے خرمن فہمی کا ثمرہ ہے قال الفاضل المجیب قولہ - حضرت خلافت اہل سنت کے
نزدیک فروع دین سے ہے چنانچہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے
ازالۃ الغین میں تصریح کی ہے - اقول اگر واقعی امر خلافت فروع دین سے ہے تو منکر ترتیب
خلافت ضال و گمراہ کیون ہے حالانکہ مسائل فروعیہ میں ائمہ اربعہ اہلسنت میں اختلاف
کثیر ہے اور باہم چارون برحق ہیں کوئی ایک دوسری کو مبتدع و ضال نہیں کہتا

یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ہمکو اپنی مجیب کی خوش فہمی پر
کمال افسوس ہے کہ حضرت کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کونسے مسائل و احکام میں جنکے انکار سے
مستحق تکفیر و تضلیل ہوتا ہے اور یہ سمجھے ہوئی ہیں کہ منکر فروع کو مطلقاً ضال نہیں
کہا جا سکتا بلکہ صرف اوسیوقت تکفیر و تضلیل کیجائیگی جب انکار اصول دین کا ہوگا -
حالانکہ یہ انحصار بالکل غلط اور باطل ہے کیا یہ بات آپکو معلوم نہیں ہے کہ اوسنے فروعات کی
انکار بھی مثل وضو و تیمم کے مستحق تکفیر و تضلیل کا ہو سکتا ہے حاصل یہ ہے کہ ضروریات دین کا انکار
خواہ فروع ہی کیون نہون مستوجب تکفیر منکر ہوگا چنانچہ خود بدیہی ہے اور مسئلہ ترتیب خلافت
باوجودیکہ فروع میں سے ہے لیکن چونکہ ضروریات دین سے ہے اور قطعی الثبوت ہے پس اوسکا
منکر بھی مستوجب تضلیل ہے پس استحقاق تضلیل منکر مسئلہ کی اصول دین میں سے ہونے پر
دلالت نہیں کرتا علاوہ اسکے وہ مسائل جنمین اجتہاد کو مساغ ہے اور ایک نوع کا خفا یا اشکال
یا اجمال اونکی نصوص و دلائل میں پایا جاتا ہے اور محتملات ناشیہ عن دلیل کی اونمین گنجائش
ہے تو ایسی اختلافات موجب رحمت ہیں اور یہ اختلافات مستوجب تکفیر یا تضلیل کے نہیں ہین
چنانچہ ائمہ اربعہ اہل سنت میں جسقدر اختلافات ہیں وہ اسی قسم کے ہیں اور جب یہ اختلاف
موجب توسعہ و رحمت ہیں چنانچہ ارشاد ہے اختلاف امتی رحمۃ تو یہ اختلاف

خلافت کے اعتقادی ہونے پر خطابی دلیل کا ابطال

مستحق تفضیل کے نہین ہو سکتے اب ہم اپنی اس مدعا کی ثبوت پر آپکی معتبر کتاب معالم الاصول شہید ثانی سے
دلیل لاتے ہین وہ بحث اجتہاد مین صفحہ ۱۳۵ پر تحریر فرماتے ہین اتفق الجمہور من المسلمین
علی ان المصیب من المجتہدین المختلفین فی العقلیات التی وقع التکلیف بہا
واحد وان الآخر مخطئ آثم لان اللہ تعالی کلف فیہا بالعلم ونصب علیہ دلیلا فالمخطئ
لمقصرہ یبقی فی العہدۃ وخالف فی ذلک شذوذ من اہل الخلاف وہو بمکان من
الضعف واما الاحکام الشرعیۃ فان کان علیہا دلیل قاطع فالمصیب فیہا ایضا
واحد والمخطئ غیر معذور وان کانت مما یفتقر الی النظر والاجتہاد فالواجب
علی المجتہد استفراغ الوسع فیہا ولا اثم علیہ حینئذ قطعا بغیر
خلاف بینا یہ — پس اپنی شہید ثانی کی شہادت کو ملاحظہ فرمائیے اور اپنے
استدلال کو جیسا کچھ تو شرمائیے لیکن اسقدر گذارش کرنا باقی رہگیا کہ تمام فرق شیعہ کو دنیا مین
جو کچھ اصول دین مین ہاکاذب وتجاحد ہی خصوصا فرق شیعہ امامیہ مین جو کچھ درباب امامت
اختلاف ہوا اوسکی بنسبت ہم پوچھتے ہین ہماری فاضل مجیب فرمائین توسہی — قطع نظر اس سے
آپکی اکابر واسلاف مثل ہشام الجوالیقی اور مومن الطاق ہشام بن الحکم جنکی روایات اونکی ...

ے جمہور اہل اسلام سب متفق ہین کہ مجتہدین مین سے جو باہم اون عقلیات مین مختلف ہین جنپر تکلیف
واقع ہوئی ہو ایک مصیب بصواب ہے اور دوسرا خطا پر ہے اور گنہگار کیونکہ اللہ تعالے نے اوسمین علم کی تکلیف
دی ہو اور دلیل قائم کی ہو — پس مخطی اوسکی کوتاہی کرنے والا ہے تو اوسکے ذمہ پر باقی رہیگا اور اسمین
اہل خلاف مین کے چند لوگون نے خلاف کیا ہے اور وہ ضعف کے نہایت مرتبہ مین ہے اور لیکن
احکام شرعیہ اگر اون پر کوئی قطعی دلیل ہو تو اوسمین بھی ایک ہی مصیب ہے — اور مخطی
معذور نہین اور اگر وہ اون احکام مین سے ہو جو نظر و اجتہاد کی طرف محتاج ہین تو مجتہد پر اپنی
کوشش کا خرچ کرنا ہوا اور بدون خلاف کے جو قابل اعتبار ہو اسوقت اوسپر یقینا گناہ نہین ہے ۱۲

کی امین آلکہ جو جمیع ضروریات دین کے منکر تہی اور اصول دین مین جمہور فرق اسلامیہ کے مخالف
تہی اور خداوند تعالے شانہ عما یقولون علوا کبیرا کی جسم کے قائل تہے اونکی نسبت بتفصیل ارشاد
فرماتین - اچہا فرق شیعہ اور فرق اسلامیہ کو اور اونکی اختلافات کو رہنی دو جناب امیر اور امین ہی مین
ثالی و ثالث در باب تسلیم خلافت امیر معویہ جو اختلاف ہوا اگر یہ مسئلہ اصول دین مین سے ہے
اور اصولی اختلاف مستوجب تضلیل ہے تو معاذ اللہ اپنی اصول پر کسکی تکفیر و تضلیل کیجیئگا اور
نیز امام زین العابدین اور محمد بن حنفیہ مین باہم امامت مین اختلاف ہوا اگر ہر ایک شخص اونمین سے
اپنی امامت کا مدعی اور دوسری کی امامت کا منکر ہوا تو فرمایئے کہ اپنی قاعدہ کے موجب
کسکی تکفیر و تضلیل کیجیئگا اور کسکو مبتدع اور ضال کہیگا اور جو کچہہ اختلاف کہ فروعات مین ہے
اوسکا تو کیا ذکر کرون **قولہ** اس فروعی مسئلہ کے لیے آپکی خلیفہ ثانی نے خلیفہ اول کے
بیعت نہ کرنے والونکو اور انمین جناب امیر علیہ السلام و بنی ہاشم اور آنکی عشیرہ و متوسلین زبیر
بہی تہی گہر جلانے کی دہمکی کیون دی اور ان حضرات کا کچہہ پاس لحاظ کیون نکیا فروعی
اختلاف مین اس تشدد کے کیا معنی **اقول** اگر فروعی اختلاف آپکی نزدیک مستوجب
تشدد نہین ہی تو جناب امیر جناب امام حسین رضی پر اونکی عسل بیت المال سے بقدر ایک طلی کے
لی لینی پر کیون اسقدر تشدد اور غضب فرمایا اور کیون اونکی مارنے کا قصد کیا اور اونکا پاس لحاظ
کیون نکیا آپ ہی فرمایئے کہ فروعی اختلاف مین اسقدر تشدد کے کیا معنی - اور نیز جبکہ بزعم خود
بزعم شیعہ مخالفین کی ڈر سے گہر مین دبک کر بیٹہ گیی اور اپنی حقوق و فدک وغیرہ کا تمام
ترک کیا اور جناب معصومہ حضرت فاطمہ رضی نے حضرت کی (بروایات قوم رضوان اللہ
علیہم عنہا) کیا کچہہ تذلیل و توہین کی اور کیسی کیسی کلمات ناملائم مستنکر فرمائی پس اگر
فروعات مستوجب تشدد نہین ہوتے تو آپنے جناب امیر کی ایسی کیون تذلیل و توہین
صرف فروعات کی لیی فرمائی اور کیون حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت اور حضرت کی حبیبہ
اور اونکی امامت و عصمت اور افضل الناس ہونے کا کچہہ لحاظ و پاس نہ فرمایا فروعات مین

فروعی اختلاف مین تشدد کے معنی —

اسقدر تشدد کی کیا معنی - اسی ہی ایک طرف دیکھو جناب یا بن عم النبی و افقہ الناس ابن عباس
جنکی بشہادت روایات قوم بیت المال بصرہ سے کچھہ مال لیکر مکہ آبیٹھے اور جناب امیر کو اس امر کی
اطلاع ہوئی اور آپنے ایک سخت تشدد کا خط لکھا جو نہج البلاغہ مین درج ہے اور ہم ابحاث
سابقہ مین اوسکو نقل کرائی ہین اوسمین یہانتک لکھا - فان لم تفعل ثم امکنني الله
لا عذرن الی الله فیک ولاضربنک بسیفی پس اگر فروعی اختلاف مستوجب
تشدد نہین تو جناب امیر نے فروعات مین کیون اسقدر تشدد کیا اور کیون پاس ولحاظ کچھہ
نکیا اور یہانتک فرمایا کہ اگر حسن حسین ایسا کام کرتے تو مین اونسے بھی مصالحہ نکرتا اور باطل
کو اونکی مظلمہ سے دور کرتا پس اگر فروعی اختلاف مستوجب تشدد نہین ہوتا تو آپکی اس تشدد کی
کیا معنی اور ہکی علاوہ جناب امیر نے اپنی عمال پر فروعات مین تشددات فرمائی وہ بھی آپکی
نزدیک ظلم اور ناحق ہونگی - قطع نظر اس قصہ پر سے یہہ بھی آپکی نزدیک پایا گیا کہ حدود و قصاص
کا اجرا اور سیاسات و تعزیر کا عمل سب ظلم ہے اور ناجائز کیونکہ یہہ امور بالاتفاق فروعات مین اور فروعیات
مین ایسا تشدد جائز نہین ہے تو یہہ بھی جائز ہونگی پس آپکی اس قاعدہ نے شریعت کا ایک بہت
بڑا حصہ بھی منہدم کر دیا اور بنائے اسلام کو بھی گرا دیا - آپ کے اس علم و فہم پر نہایت افسوس ہے
اور بڑا افسوس اس وجہ سے ہے کہ آپنے تمام اپنی عمر مناظرہ دانی اور موافق و مخالف کی کتابونکی
اوراق گردانی مین گذاری ہے علی الخصوص تحفہ اثنا عشریہ تو ازبر ہوگا پہر اوسپر یہہ حال ہے
اب مختصر گذارش ہے کہ تحفہ مین جواب مطاعن احراق بیت سیدہ فاطمہ کی ضمن مین لکھا ہی
کہ جناب فاروق کا یہہ قصد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد سے مستنبط ہے کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعۃ کی حق مین وعید تحریق فرمایا تھا حالانکہ جماعت
فروعات مین سے یا واجب ہے یا سنت موکدہ پس اسکی ترک کے وجہ سے جب آپنے وعید احراق
صادر فرمایا تو معلوم ہوا کہ فروعات مین بھی تاکید و تشدید جاری ہوتے ہین اگر آپکو
فن حدیث سے کچھہ بھی مس ہوتا تو صدہا احکام اس قسم کی ہم پہونچتی مثلاً چندی ہم

کرتا ہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک صلوٰۃ کو کفر سے تعبیر فرمایا تارک حج کی رکھنے کو
یہودیت و نصرانیت سے تعبیر فرمایا جس شخص کی نسبت اہتمام تھا کہ اسنے آپکی لونڈی سے
زنا کیا ہے حضرت علی رض کو اسکا قتل کا حکم فرمایا آپنے فرمایا لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت
(اعاذنا اللہ من ذلک) لقطعت یدہا علیٰ ہذا القیاس بالمبالغہ صدہا ایسی واقعات
فریقین کی کتابون مین نکلینگے جناب امیر کا یہ ارشاد صحیح دلیل ہوگا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اور جناب امیر نے فروعات مین تہدیدات و تشدیدات فرمائے ہین - پس انکو
یا اصول دین مین داخل سمجھیے یا اپنی قول سے رجوع کیجیے اور قائل ہوجیے کہ یہ الزام غلط ہوا اور تم
فروعات مین تشدیدات شرعًا وارد ہوئی ہین اسیوقت بخوف التطویل چند اشد سے ہی اکتفا
کیا ورنہ اگر یہی ہماری جناب مخاطب کو شک رہیگا تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اسکی بہت جزئیات
فریقین کی کتابون سے نکالکر دکھا دینگے **قولہ** فروعی مسائل سے جاہل موت جاہلیہ سے نہین
مرتا ہے حالانکہ یہہ حدیث ومن لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ متفق علیہ
ہے جاہل امام زمانہ موت جاہلیہ سے مرتا ہے اگر یہہ ثابت ہو کہ جاہل مسائل فرعیہ کا یہہ حال ہو
تو ائمہ و خلفاء ثلثہ بعض مسائل نہین جانتے تھے حتی کہ بعض الفاظ قرآن کے معنی سے آگاہ نہ تھے
انکا کیا حال ہوگا - **اقول** اس استدلال مین بوجوہ چند بحث ہے - اول تو اس روایت کو
اہلسنت کی کتب سے صحت ثابت کرنا چاہیے - دوسری یہہ کہ یہہ ثابت کرنا چاہیے کہ اسجگہ لفظ
امام سے مراد خلیفہ ہی ہے ہم کہتے ہین ممکن ہے کہ امام سے مراد نبی یا کتاب اللہ ہو چنانچہ اطلاق
لفظ امام کا کتاب اور نبی پر کتاب اللہ مین وارد ہے - تیسری یہہ کہ جب امامت تمہارے نزدیک
اصول دین مین سے ہے اور اصول دین کی اثبات کے لیے دلائل قطعیہ کا ہونا ضروریات سے ہے
اور یہہ خبر بعد تسلیم صحت خبر واحد ہے اور ظنی تو اس سے اصول دین کا اثبات ممنوع ہے چوتھی
یہہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے معرفت نبی کو کافی نہین سمجھا اور اس امر کی خبر دی کہ کفار
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال معرفت حاصل تھی اور ارشاد فرمایا یعرفونہ کما یعرفون

اپنا تھا اور باوجود اس کمال معرفت کے اونکے حق میں تحقق ایمان کے لیے کافی اعتبار نہیں کیا گیا ہے
تو امام کے حق میں یہہ معرفت کیونکر معتبر ہو سکتی ہے پس اس معرفت سے یا وجوب ایمان مراد ہے
یا وجوب طاعت اول باطل ہے کیونکہ خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید میں جسجگہ ایمان مذکور
فرمایا ہے یا ایمان باللہ ہے یا ایمان بالرسل یا ایمان بالکتب ہے یا ایمان بالمعاد کسیجگہ ایمان بالائمہ
نہیں فرمایا اگر امامت بھی داخل اعتقادیات ہوتی تو کہیں تو خداوند کریم تعالے شانہ ہی
کتاب میں مذکور فرماتا اور جب کسیجگہ اسکی نسبت ایمان کا ذکر نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہہ مسئلہ
اصلی واعتقادی نہیں ہے تو فرعی عملی ہوا چنانچہ کتاب اللہ میں دوسری شق یعنی طاعت کا
ذکر فرمایا اور وہ بھی اسطرح پر کہ عمال و قضات و نواب علما کو شامل ہے اور ظاہر ہے کہ حکم وجوب اطاعت
امیر کا جزو فرعیات سے ہے اور متعلق بافعال عباد ہے تو معلوم ہوا کہ معرفت سے مراد ایمان
تو نہیں ہے اگر ہے تو اطاعت ہے کیونکہ خداوند تعالے نے ایمان بالائمہ کی تکلیف نہیں دی ہے
بلکہ اونکی اطاعت کو مامور بہ فرمایا تو اس حدیث کے اس صورت میں یہہ معنی ہونگے من لم یطع
امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ اور یہہ معلوم ہو چکا ہے کہ حکم وجوب اطاعت
فروع میں سے ہے تو یہہ بمنزلہ اون فروعات کے ہوگا جنکی نسبت تاکیدات و تغلیظ کے بدایات
میں مذکور ہیں مثلاً ترک صلوۃ سے کفر کے ساتھہ تخویف مذکور ہے ترک حج سے موت یہودیت
و نصرانیت سے ڈرایا گیا ہے ترک تقیہ کو خروج دین سے تعبیر کیا گیا ترک متعہ کو خروج اپنی جماعت سے
بیان کیا گیا ہے حالانکہ ان میں سے کوئی مسئلہ اصلی اعتقادی نہیں سب فرعیات میں اسیطرح
اس مسئلہ فرعی میں بھی تغلیظ و تشدید کے طور پر آپنے یہہ ارشاد فرمایا - اسوجہ سے کہ بہت سے
فرائض و واجبات کا موقوف علیہ ہے بلکہ اجرائے شرائع اسلام و نفاذ دین اسی پر منحصر ہیں
اگر اسمیں خلل ہو تو تمام دین میں برہمی پیدا ہوگی اسیواسطے بزعم شیعہ جناب امیر نے بھی
سکوت فرمایا تھا تو ایسا مسئلہ فرعی جو موقوف علیہ تمام دین کا ہو بہت زیادہ مستحق
ہے کہ اسکی ترک و اخلال سے موعید شدیدہ لائیں اور تغلیظ کے ساتھہ عباد کو ڈرایا جاوی

پس ثابت ہوا کہ نبی مجیب کا خلافت کے اصلی اعتقادی ہونے پر دلیل لانا اونکی خوش فہمی کا بھی
ثبوت ہے۔ پانچوین مجیب نے جو استدلال مین موت جاہلیت سے کیا مراد ہے اگر موت علی الکفر مراد ہے
تو غنیمت ہے اسکا ثبوت دیجئے اور اگر موت جاہلیت کے ساتھہ تشبیہ مراد ہے کہ جیسے زمانہ جاہلیت
مین لوگ خود سر مرتے تھے اور اونکا کوئی امام عام نہین ہوتا تھا ایسی ہی یہہ شخص بھی جو امام زمانہ
کو نہ جانے اور اوسکا منقاد نہو خود سر مثل اہل زمانہ جاہلیت کی مریگا تو کوئی وجہ صحت طعن
و استدلال کی نہین ہے۔ باقی رہا خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالے عنہم کی نسبت یہہ کہنا کہ بعض مسائل
نہین جانتے تھے اونکا کیا حال ہوگا سو اول تو اس طعن کی بنا ہی فاسد ہے کیونکہ اول یہہ ثابت
کرنا چاہیے کہ ہمارے نزدیک جمیع مسائل جزئیہ کا علم شرط ہے ورنہ خرط القتاد اور جب یہہ ثابت
نہین تو پھر یہہ طعن محض بناء الفاسد علی الفاسد ہے دوسرے یہہ کہ ہم کہتے ہین کہ بعض مسائل جناب
امیر بھی نہین جانتے تھے چنانچہ جناب امیر نے قوم مرتدین کو جلوایا حالانکہ شریعت مین شرعی
احراق نہین ہے اور نیز جناب امیر نے مخنث کو بھی جلوایا اور جناب امیر نے غلمان و جواری پر حد
جاری فرمائی من الاستبصار ہے دوسرے ابو ایوب عن الحلبی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام[۱]
قال ان فی کتاب علیؑ انہ کان یضرب بالسوط و بنصف السوط و ببعضہ
فی الحدود و اذا اتی بغلام او جاریۃ لم یدرکا و لم یکن یعطل
حدا من حدود اللہ۔ حالانکہ رفع القلم عن ثلثۃ صریح حدیث متفق علیہ ہے
اور نیز جناب امیر نے حد سرقہ معاف کردی۔ من الاستبصار ہے وجاء رجل الی امیر[۲]
المومنین علیہ السلام فاقر بالسرقۃ فقال لہ امیر المومنین اتقرأ شیئا من
کتاب اللہ عز وجل قال نعم سورۃ البقرۃ فقال قد وہبت یدک لسورۃ البقرۃ حالانکہ بسبب

[illegible]

۱ امام ابو عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا حضرت علیؑ کی کتاب مین تھا کہ آپ پوری کوڑی سے اور آدہی کوڑی اور بعض کوڑے سے
یعنی حدود مین مارتے تھے جب کوئی نابالغ لڑکا یا لڑکی لاتے تھے اور اللہ کے حدود کو معطل نہین کرتے تھے ۔
۲ ایک شخص امیر المومنین کے پاس آیا اور چوری کا اقرار کیا تو اوس سے جناب نے فرمایا کیا تو کچھہ قرآن بھی پڑھا ہوا ہے
کہا ہاں سورۂ بقر فرمایا تو تجکو تیرا ہاتھہ سورۂ بقر کے بدولت بخش دیا ۔ ۱۲

حدود مین یہہ تشدد تہا کہ صبیان پر جاری کیجاتی تہی اور معطل بغیر کسی سبب کے تہی یا یہہ کہ عاقل
بالغ پر جاری نہ فرمائے اور معطل فرمائی اور خلاف شرع ایک قاعدہ گہڑ دیا کہ جب تک جنایت پر
اقرار کرے تو امام کو اخذ و عفو کا اختیار ہے لیکن جب بینہ قائم ہو تو امام کو عفو کا اختیار نہین
علاوہ ازین آپکو امام ابوجعفر سے من لا یحضر مین اسی قسم کی روایت بہی وارد ہے الحدیث

عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال سالتہ عن الصبی یسرق قال
ان کان لہ سبع سنین او اقل رفع عنہ فان عاد بعد السبع قطعت بنانہ او حکت
حتی تدمی فان عاد قطع منہ اسفل من بنانہ فان عاد بعد ذلک وقد بلغ تسع سنین
قطعت یدہ ولا یضیع حد من حدود اللہ — اور بطور ثمرہ نتیجہ معلوم ہوگیا کہ اجراء

حدود کا صبیان پر جو بعض سنیون نے لقلم بر خلاف شرع ہے اور حکم لا یضیع حد من حدود اللہ وغیرہ
سے یہہ بہی ثابت ہوا کہ یہہ محض سیاست اور تعزیر نہین تہی — علاوہ الفقیہ من لا یحضرہ الفقیہ میں اور بہت مسائل
مین کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکو اونکا علم نہ تہا پس جو حال جناب امیر و دوسری ائمہ کا ہوگا وہی
خلفاء راشدین کا ہوگا **قولہ** اگر آپکی زمین مین جناب سیدہ علیہما السلام کے عہد مین ارث ایسا نہ ہوتا
تو نہین اونکی کیا کیفیت ہوگی **اقول** اونکی ہی ہماری زمین کی ہی تو وہی کیفیت ہوگی جو
جناب امیر و دیگر ائمہ کی ہوگی اور جو کہ خلفاء راشدین کی ہوگی — **قولہ** اسکا اہم الحجہ مسئلہ ہونا ثابت
کیا گیا ہے اگر یہہ فروعی مسئلہ ہوتا تو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اسکو بسبب الہی الہی تحریر
نفرمائی جو عبارتین موجود ہین **اقول** یہہ تکرار بیفائدہ ہے مختصر یہہ ہے استدلال اوپر گذر
چکا ہے اور اسکا جواب بہی عرض کیا جا چکا ہے کہ یہہ عبارت ہرگز اس مسئلہ کی اصلی ہونے پر
دلیل نہین ہوسکتی بلکہ محض حضرت کے خوش فہمی پر دلیل ہے **قولہ** اگر ابن عمر جیسے جلیل القدر

سلہ محمد بن مسلم امام ابوجعفر سے روایت کرتا ہے کہ مینے اون سے پوچہا کہ جو لڑکا چوری کرے تو فرمایا اگر سات برس کا یا کم
ہو اوس سے حد دفع کیجاوے — پہر اگر بعد سات برس کے پہر کرے تو تو اوسکی پوریان کاٹ ڈالی جاوین یا ایسا چہیلا جاوے کہ
خون آلودہ ہوجاوین اگر پہر بہی کرے تو اوسکی انگلیان بیچ سے کاٹی جاوے پہر اگر نو برس کا ہوکر پہر بہی کرے تو اوسکا
ہاتہہ کاٹ ڈالا جاوے اور اللہ کے حدود مین سے کسی حد کو ضائع نکیا جاوے — ۱۲ —

صحابی اسکو ایسا اہم اور ضروری سمجھتے تھے کہ یزید تک کی بیعت کر لے اور خلع بیعت سے منع
فرماتے ہوں۔ آپ صحیح بخاری کی کتاب الفتن باب اذا قال عند قوم شیئا و صحیح مسلم کی کتاب
الامارۃ باب من فرق امر المسلمین وہو مجتمع کو ملاحظہ فرمائیں **اقول** یہاں بھی آپکی
وہی ستم ظریفی موجود ہے کہ ضرورت مطلقہ سے آپ اصلی اعتقادی ہونا سمجھتے ہیں
حالانکہ یہ بداہۃً غلط ہے چنانچہ چند بار عرض ہو چکا ہے ضرورت ہرگز مستلزم اصلی ہونے کو
نہیں ہے بلکہ بعض فروعات بھی ضروری اور لابدی ہیں اور یہ جب ہے کہ ہم تسلیم کر لیں
کہ ابن عمر نے یزید سے بیعت کرنا ضروری سمجھ کر کی تھی ورنہ ہم کہتے ہیں کہ اول یہ الفاظ
ستانے ہم وقوع بیعت ابن عمر کو نہیں ہیں اور اگر کی بھی تو ممکن ہے کہ بکراہت بخوف سلب
نفوس و نہب اموال وغیرہ مفاسد کی ہو اور خلع بیعت سے بھی اسیواسطے مانع آئے ہوں
پس انکا استدلال اس سے باطل ہے آخر جناب امیر و دیگر صحابہ مقبولین نے بھی تو خلفاء
ثلثہ کے ساتھ بیعت کی تھی جناب عقیل حضرت امیر کو چھوڑ کر امیر معویہ کی خدمت میں جا رہے
جناب امام حسن نے امیر معویہ سے بیعت فرمائی محمد بن الحنفیہ یزید کو مشیع ہو گئے اور بیعت کر لی
غرض بہر کیف ابن عمر یا کسی کی ضروری سمجھنے سے اس مسئلہ کو اصلی اعتقادی اعتقاد
کرنا سراسر خطا ہے اور سوء فہم سے ناشی ہے **قولہ** ابن عمر تو اسکو ایسا ضروری سمجھتے
تھے کہ ایک رات بدون امام رہنا جائز نہ سمجھتے تھے حتی کہ وقت شب حجاج کے گھر تشریف
لائے تاکہ بیعت عبد الملک بن مروان فرما دیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ
و صاحب حیوۃ الحیوان وغیرہ یہ لکھتے ہیں۔ ان عبد اللہ بن عمر طرق علی الحجاج
باللیل لیبایع لعبد الملک کیلا یبیت تلک اللیلۃ بلا امام لانہ روی عن
النبی ص انہ قال من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاہلیۃ خلاصہ مطلب اسکا یہ ہو گیا
بعض کتب میں یہ بھی ہے کہ حجاج نے بیعت کے لئے اپنا پیر بڑھا دیا کہ ہاتھ خالی نہیں ہے
اقول بعد تسلیم صحت روایت مقتضا اس روایت کا یہ ہو گا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ

بدون امام کے ایک رات بھی گذارنا جایز نجانتے تھے جیسا کہ ہمارے فاضل مجیب نے سمجھا ہو اور بہت
ضروری سمجھتے تھے لیکن اس سے یہہ نتیجہ نکالنا کہ ابن عمرؓ کے ضروری سمجھنے سے امامت اصول دین مین
سے ہو جائے یہہ محض غلط ہی کیونکہ ضروری طور پر کسی کام کرنے سے اوسکا ضروری ہونا بھی ثابت نہین
ہوتا چہ جائیکہ اوسکا اصول دین سے ہونا ثابت ہو محتاط اور متورعین کا قاعدہ ہے کہ آداب اور سنن کو
بھی التزام کے ساتھہ ضروری طور پر مثل واجبات کے ادا کیا کرتے ہین حالانکہ وہ فی الواقع ضروری
نہین ہوتے پس ابن عمرؓ کے اس فعل سے جو بظاہر ضرورت کو موہم ہے خلافت کا ضروری ہونا بھی مفہوم نہین ہوتا
اور غایۃ ما فی الباب بعد رد و قدح اگر بطور تنزل تسلیم کرلین تو اچھا اس قدر کہ ثابت ہوا کہ صحبت امام ابن عمرؓ کے
نزدیک ضروری اور اہم الواجبات سی تہی لیکن اس سے ہرگز یہہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ خلافت مسایل اصلیہ
اعتقادیہ مین سے ہو یہہ تو اوسوقت ثابت ہوگا جب ضروری ہونا مسایل اصلیہ اعتقادیہ مین منحصر ثابت ہو جائیگا
اور مسایل فرعیہ عملیہ سے ضرورت مرتفع ہو جائیگی اور یہہ محال ہے قطع نظر اس سے اس روایت کے الفاظ خود اسی
قصہ کو موید نہین ہوتے ہیں کیونکہ حدیث کے الفاظ سے تو صراحتًہ ترتب موت جاہلیۃ کا عدم معرفت امام پر
ہے تو اس حدیث کے الفاظ سے معرفت کی ضرورت ثابت ہوتی ہے پس معرفت سی یا مراد معرفت ہی ہے
یا ایمان ہے اور یہہ دونو صحیح نہین پھر یا وجوب بیعت و اطاعت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اطاعت
نصًا ثابت ہی اور وجوب عقد بیعت بشرط تسلیم فوری نہین ہے کہ بدون اوسکے ایک رات بھی نگذرے
چنانچہ خود ظاہر ہے پس اس سے واضح ہوا کہ ابن عمر رضے اللہ عنہ کا یہہ فعل اس حدیث سی مستنبط
نہین ہوسکتا تو نفس اس روایت مین ایک علت قادحہ موجود ہے علاوہ ازین بخاری کی حدیث صحیح اس قصہ کی
مکذب ہی حدثنا مسدد حدثنا یحیی عن سفیان حدثنا عبد اللہ ابن دینار قال شہدت ابن
عمر حیث اجتمع الناس علی عبد الملک کتب انی اقر بالسمع والطاعۃ لعبد اللہ عبد الملک
امیر المومنین علی سنۃ اللہ وسنۃ رسول اللہ ما استطعت وان بنی قد اقروا بمثل ذلک

(١) عبد اللہ ابن دینار نے کہا کہ جب لوگ عبد الملک کی خلافت پر مجتمع ہوے مین ابن عمرؓ کے پاس
حاضر ہوا او سنے لکہا کہ مین بقدر اپنی استطاعت کے اللہ اور رسول کے طریقہ پر امیر المومنین عبد الملک کے
حکم سننے اور اطاعت کرنیکا اقرار کرتا ہون اور میری بیٹون نے بھی یہی اقرار کیا ہے ١٢

اس روایت سے واضح ہے کہ حضرت ابن عمر رضؓ نے عبد الملک کی بیعت بذریعہ خط کی تہی نہ یہہ کہ شل روایت عجیب لبیب کے جو ابن ابی الحدید معتزلی شیعی وغیرہ سے نقل کی ہے ابن عمر رضؓ حجاج کے گہر پر رات وقت بیعت کے واسطے گئے ہون اور اوسنے پانو پہیلایا ہو اور اس روایت بخاری سے یہہ بہی واضح ہے کہ ابن عمر کی خطی بیعت عبد الملک کے ساتہہ ابتدا خلافت مین نہین ہوئی بلکہ بعد اجتماع و رفع اختلاف ناس واقع ہوئی اور جبتک اختلاف رفع ہو لیا کسی سے بیعت نہین کی اور بلا بیعت رہے چنانچہ حضرت علی رضؓ و امیر معویہ کے عہد مین بہی انکا یہی طریقہ رہا ہے۔ رہا یہہ طعن کہ حجاج نے بیعت کرنے کو پانو پہیلا دیا اگر حجاج پر طعن ہے تو اوسنے صدہا مسلمانون کو بیگناہ قتل کیا وہ کیا کچہہ کم ہے اور اگر مقصود طعن ابن عمر سے تو یہہ بہی بیجا ہے کیونکہ اس مین ابن عمر کا کیا قصور ہے جناب امیر کو ابن ملجم نے شہید کیا جناب امام حسین رضؓ کو یزیدیون نے شربت شہادت چکہایا تو کیا اس سے اونکے شان مین خلل آگیا اسلئے اگر حجاج نے بیعت کیواسطے پانو بڑہایا تو اس سے ابن عمر کا نقصان نہین ہوتا ہان حجاج کے خبث پر دلالت واضحہ ہوتی ہے وبس **قوله** اور نیز اگرچہ اس مسئلہ کو اہلسنت فروعی کہتے ہین مگر سب کتب اعتقادیہ کلامیہ مین بہی ذکر کرتے ہین چنانچہ شارح مواقف اسپر متنبہ ہو کر یہہ تحریر فرماتے ہین کہ انما ذکرناها فی علم الکلام تاسیا بمن قبلنا اذ قد جرت عادة المتکلمین بذکرها فی اواخر کتبهم المذکور فی صدر الکتاب اس عذر کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مآل اسکا یہہ ہے کہ اعتراض اپنے سر سے دور کر کے علما سابقین کے ذمہ لگاتا ہے دہ فایدہ جسکا حوالہ صدر کتاب پر دیا ہے یہہ ہے فانها وان کانت من فروع الدین الا انها الحقت باصوله دفعا لخرافات اهل البدع وصونا للائمة المجتهدین عن مطاعنهم کیلا یفضی بالقاصرین الی سوء اعتقاد فیهم یہہ کلام بہی کچہہ مفید نہین کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا تو مسئلہ امامت معرفت و اعتقاد قلبی سے تعلق رکہتا ہے یا نہین اگر تعلق نہین رکہتا تو اسکا الحاق علم کلام سے کہ مراد ایسے علم سے ہے کہ ادس سے عقائد دینیہ ثابت کرین کیون ہے۔ اور اگر متعلق ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معرفت حدود و شرائط و فضیلت امام و نیز تصدیق و حسن اعتقاد یا طعن و سوء اعتقاد ائمہ مین علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال و افعال جوارح کی قسم سے یہہ امر بہی

مسئلہ کو فروعی کہنا کس لئے ہے شاید یہہ ہی وجہ ہے کہ شارح نے اس توجیہہ وتاویل پر اعتماد نہ کرکے
تقلید اسلاف کا عذر کیا ہے اور اسکا ضعف ظاہر ہے **اقول** یہہ استدلال بھی مثل اور استدلالات
کے ہمارے مجیب لبیب کی خوش فہمی سے ناشی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابتک آپکے فہم مین یہہ ہی نہین
آیا کہ دنیا مین اہل سنت وشیعہ کے وجہ اس نزاع واختلاف کی کہ اہلسنت امامت کو فروع مین سے
کہتے ہین اور شیعہ اصول مین قرار دیتے ہین کیا ہے اگر یہہ بات آپکو معلوم ہوتی تو ہرگز یہہ استدلال
ہمارے مقابلہ مین تحریر نفرمائے اگرچہ کسیقدر ہمنے پہلے بھی عرض کردیا ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
یہان بھی ظاہر کرین تاکہ واضح ہوجائے کہ اس قسم کی آپکے استدلالات بے اصل وبے بنیاد ہین پس
واضح ہو کہ مسائل فرعیہ وُہ مسائل عملیہ ہین جنکا ایتان متعلق اعمال عباد کے ہو اور مسائل اصلیہ وہ
مسائل اعتقادیہ ہین جنکا ایتان متعلق اعتقاد عباد کے ہو اب ہم مسئلہ امامت کو دیکھتے ہین اور فریقین
کے مذاہب کو اوسمین خیال کرتے ہین تو علمائے شیعہ نے اُسکو اعتقادات مین دخل کیا ہے اور عمل عباد
کو اوسمین کچھہ دخل نہین دیا اہلسنت کہتے ہین کہ یہہ مسئلہ فروع مین سے ہے کیونکہ اسکا ایتان متعلق
اعمال عباد کے ہے وبس اور یہہ بھی جاننا ضرور ہے کہ فرعیات اگرچہ فی حد ذاتہ عملیات ہوتے ہین لیکن
بحسب قوت وضعف ثبوت کی اونکا اعتقاد وجوب وندب واباحت وحرمت وکراہت علےٰ قدر منازلہا
لازم ہوتا ہے مگر چونکہ وُہ مسائل فی حد ذاتہ متعلق اعمال عباد کے ہین اور اعتقادی ہونا اونکا بالتبع
اور بالواسطہ ہوتا ہے اسلئے وُہ مسائل فروع سے خارج نہین ہوتے اور اصول اعتقادیات مین
داخل نہین کئے جاتے ظاہر ہے کہ صوم صلوٰۃ وغیرہ تمام عبادات ومعاملات فقہیات باتفاق فریقین
عملیات ہین اور کوئی اونکو علم کلام مین داخل نہین کرتا مگر باوجود اسکے پھر ہر ایک حکم کا اپنے اپنے مرتبہ
کے موافق اعتقاد ضرور ہے اور ترک اوس مرتبہ مین اور اعتقاد خلاف مین اوسیقدر خرابی وبرائی
ہے مثلاً اعتقاد عدم فرضیت صلوٰۃ وصوم مین لزوم کفر ہے وعلےٰ ہذا القیاس پس ہمارے مقابلہ مین کوئی
دلیل جب تک کہ وُہ اس امر کو ثابت نہ کرے کہ خلافت کو فعل عباد سے کچھہ تعلق نہین اور اوسکے ایتان مین
عمل عباد کو کچھہ دخل نہین اور وُہ محض اعتقادی ہے مفید نہوگی اب بعد اس تقریر کے ملاحظہ فرماوین

کہ ہمارے فاضل مجیب کا یہ استدلال کسقدر ردّا ہی اور ضعیف بلکہ باطل ہوگیا اس استدلال کا
مدار اس امر پر ہے کہ چونکہ متکلمین اہلسنت نے مسئلہ امامت کو علم کلام مین جو عبارت مسایل عقایدیہ
سے ہے ذکر کیا ہے تو یہہ مستلزم اس امر کو ہے کہ یہہ مسئلہ بہی اعتقادی ہو اور یہہ نہین سمجہتے کہ منشاء
اختلاف بین الفریقین کیا ہے وہ یہان صادق آتا ہے یا نہین آتا اور یہہ خیال نہین فرماتے کہ ذکر
کرنا مستلزم اس امر کو نہین کیونکہ جایز ہے کہ اس ذکر کی کوئی علت خاص جداگانہ ہو چنانچہ خود صاحب
مواقف نے اوس علت کو ظاہر کردیا اور بالفرض اگر کوئی بہی علت نہوتی تاہم جب منشاء اختلاف
قایم تہا اور صراحۃً اہلسنت نے امامت کے ایمان کو متعلق بافعال عباد قرار دیا ہے اور بالتصریح
اس مسئلہ کو فروعی کہا ہے تاہم اس ذکر کی تاویل و توجیہ ضروری تہی کیونکہ جبتک بناء اختلاف
قایم ہے اوسوقت تک اس مسئلہ کو صرف اسوجہ سے کہ علم کلام مین ذکر کیا گیا ہے اعتقادی قرار
دینا سراسر غلط تہا اور منشاء اختلاف سراسر اسکو مکذّب ہے ہمارا دلیل اس امر کی کہ یہہ مسئلہ فرعی
عملی ہے اصلی اعتقادی نہین ہے یہہ ہے کہ خداوند کریم تعالے شانہٗ نے اپنی کتاب مجید مین احکام اصلیہ
اعتقادیہ کو جو متفق علیہا بین الفریقین اصلیہ اعتقادیہ ہین مثل توحید و نبوت و معاد کے جابجا
بعبارات مختلفہ و عنوانات شتّٰے بیان فرمایا کہ جس مین کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجایش نہ ہے
اور تمام احتمالات کے عرق کو مستاصل کردیا اور مسئلہ امامت کو کہیںبہی واضح اور صاف طور پر
بیان نفرمایا صرف ایک جگہ اولوالامر کی اطاعت کا ارشاد فرمایا جو محتمل بہت سے معانی کو ہے
چنانچہ فریقین کے مفسرین نے تفسیر فرمائی ہے علاوہ ازین اطاعت خود متعلق باعمال عباد ہے
اگر یہہ مسئلہ اصلی متعلق باعتقاد عباد ہوتا تو خداوند کریم تعالے شانہٗ اپنی کتاب مین مثل دیگر اعتقادیات
کے اسکو بہی کیون ذکر نفرماتا اور بزعم شیعہ اپنے اس فرض سے کیون سبکدوش نہوتا اور ظاہر ہے
کہ خداوند تعالے شانہٗ عجز سے تو منزہ ہے پس جب خود نے اسکا ذکر کہین نہین فرمایا
اور یہہ مسئلہ اس قبیل سے نہین کہ عقل اسکی ادراک مین مستقل ہو اور ہمارے نزدیک حسن و قبح شرعی
ہے تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہین کہ خداوند کریم کا اسکو ذکر نفرمانا اصول فریقین پر صریح دلیل ہے کہ یہہ مسئلہ

اصلی اعتقادی نہین ہے اور اگر یہہ نہین تو اصول شیعہ پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند تعالی
شانہ عاجز ہے یا تکمیل دین کی جو خبر دی ہے وہ کذب ہی اور فی الحقیقت اب تک تکمیل نہین ہوئی
سبحانہ وتعالے علوا کبیرا اگر یہہ کہ بڑے عقول حاکمہ خداوند تعالے شانہ کو بھی مجبور بالتقیہ کرین تو البتہ
اس اشکال عضال سے بھی شاید کچھ مخلصی ممکن ہو علاوہ اسکے اسکی اثبات کے لئے اور بھی دلائل ہین لیکن
خوف تطویل اور عجلت وقت ہمکو اونکے بیان کی اجازت نہین دیتی اب ہم اصل بحث کیطرف پھر رجوع
کرتے ہین جب یہہ امر ثابت ہو گیا کہ باعتبار اپنی ذات کی مسئلہ امامت فروع دین مین سے ہے
اور متعلق باعمال عباد ہے تو متکلمین نے اگر اسکو کتب کلامیہ مین ذکر کیا ہے اور ملحق
بالاعتقادیات کیا ہے تو لامحالہ اسکے لئے کوئی علت اور وجہ خاص ہوگی شارح مواقف نے
اوسکو بیان کیا کہ ہمنے اپنے اسلاف کی پیروی کرکے امامت کو علم کلام مین ذکر کیا ہے
اور اونہون نے اسوجہ سے علم کلام مین اسکو ذکر کیا ہے تاکہ اہل بدع واہواء کی خرافات
ائمہ دین اور خلفاء راشدین مہدیین سے دفع کرین پس اسپر ہمارے فاضل مجیب جو یہہ فرماتے
ہین کہ اسکا ضعف ظاہر ہے کیونکہ مآل اسکا یہہ ہے کہ اعتراض کو اپنے سے دور کرکے علماء سابقین
کے ذمہ لگایا ہے یہہ سراسر ضعیف ہے کیونکہ یہہ عذر اوسوقت ضعیف سمجھا جاتا جبکہ عذر مین
صرف تقلید سلف ہی کی بیان کی جاتی اور جب علاوہ اسکے اوسکی علت بھی بیان کی اور
کہا کہ سلف نے دفع خرافات اہل بدع کی غرض سے اسکو ملحق بالاعتقادیات کرکے علم
کلام مین ذکر کیا ہے تو اب اس عذر مین کوئی ضعف باقی نہین رہا اسکے بعد ہمارے فاضل
مجیب جو اس علت کی نسبت اعتراض فرماتے ہین اور لکھتے ہین کہ یہہ کلام بھی مفید نہین
ہے کیونکہ اگر امامت کا تعلق اعتقاد قلبی سے نہین ہے تو الحاق بالاعتقادیات کیون نہے
اور اگر تعلق ہے چنانچہ اوسکے حدود وشرائط وحسن اعتقاد وسوء اعتقاد کے ملاحظہ سے
ظاہر ہے کہ از جنس علوم ہین نہ اعمال تو فروعی کہنا کس لئے) سراسر پوچ ولغو ہے اور بوجوہ
چند باطل ہے (۱) اجمالی طور پر جو دو شق قرار دئیے ہین کہ مسئلہ امامت یا تو معرفت

اور اعتقاد قلبی سے تعلق رکھتا ہے یا نہین یہہ بالکل غلط ہے کیونکہ کوئی دینی مسئلہ خواہ
اصلی اعتقادی ہو خواہ فرعی عملی ایسا نہین ہے جسکا تعلق اعتقاد قلبی سے نہو جسقدر مسایل
دینیہ ہین اون سب کا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھہ ہے (۲) شق اول جس مین یہہ دعوے تھا
کہ اگر اوسکا تعلق اعتقاد قلبی کے ساتھہ نہین ہے تو الحاق کیون ہے بدیہی البطلان ہے
کیونکہ الحاق غالبًا ایسی ہی جگہ مستعمل ہوتا ہے جبکہ غیر جنس کو کسی کے ساتھہ شامل کیا جاوے
شاید آپ کو ملحق برباعی اور ملحق بخماسی کتب صرفیہ سے یاد ہونگے اور علاوہ اسکے اس معنی مین
کثیر الاستعمال ہے تو مسئلہ امامت فی حد ذاتہ فروعی ہے اور ایک وجہ خاص سے ملحق
بالاصول کیا گیا ہے اور وجہ اسکی کہ کیون ملحق کیا گیا وہ خود شارح مواقف نے ذکر کی ہے
اگر یہہ مسئلہ اصلی اعتقادی ہوتا تو پھر الحاق کے کچھہ معنے نہ تھے (۳) ہم اس شق کو اختیار
کرتے ہین اور الحاق کی وہی علت بیان کرتے ہین جو شارح مواقف نے بیان کی تھی
آپ اوسپر اعتراض فرمایئے بعد اوسکے فرمایئے کہ یہہ کلام مفید نہین جب تک آپ اسکو باطل
نکرین آپکا یہہ فرمانا کہ یہہ کلام مفید نہین آپکو کچھہ مفید نہین ہے (۴) شق ثانی کا
بطلان مثل روز روشن واضح ہے کیونکہ جسقدر مسایل دینیہ فرعیہ عملیہ ہین اونکی معرفت
حدود و شرائط و اعتقاد فرضیہ و وجوب وغیرہ علوم کے قسم سے ہے نہ اعمال و افعال
جوارح کے قسم سے پھر اون مسایل کو بھی فروعی کہنا کسلئے اونکو بھی اعتقادیات مین داخل
کیجیئے سبحان اللہ ہمارے فاضل مجیب کے علم و فضل کا یہہ حال ہے کہ جو شئے فی الجملہ از قسم
علوم ہو اوسکو بھی فروعی ہونے سے خارج فرماتے ہین اور اعتقادیات مین داخل کرتے
ہین۔ حالانکہ تمام مسایل فقہیہ معرفت اور علم مین داخل ہین اگر زیادہ نہین تو کیا آپ نے
علم الفقہ بھی کبھی نہین سنا ہوگا اور یہہ بھی نجانتے ہونگے کہ فقہ علم ہے پھر معلوم نہین
اوسکو اعتقادیات مین کیون نہین داخل کرتے (۵) کسی مسئلہ دینیہ کا اعتقاد قلبیہ سے
فی الجملہ تعلق ہونا ہرگز اسکو مستلزم نہین ہے کہ وہ مسئلہ اعتقادیات سے ہی ہو۔

بلکہ مسائل اعتقادیہ وہی ہونگے جنکا تعلق محض اعتقاد عباد کے ساتھہ ہو ورنہ عملیہ ہونگی
تو اونکا تعلق تو فی الجملہ اعتقاد قلبیہ کے ساتھہ بہی ہوگا بشرطیکہ وجدانیات ہوں پس شق
ثانی سے جو یہہ مفہوم ہوتا ہے کہ جن مسائل کا تعلق اعتقاد قلبیہ سے ہوگا وہ اصلیہ اعتقادیہ
ہونگے محض غلط ہے پس اس توجیہ میں جو متکلمین اہلسنت نے مسئلہ امامت کی نسبت کتب کلامیہ
مین ذکر کرنے کے بارہ مین فرمائی ہے کسی قسم کا وہن وضعف نہین اور یہہ اعتراضات تضعیف دہ
ہمارے فاضل مجیب کے خود ضعیف ہین۔ ہان اسقدر ضرور ہے کہ یہہ توجیہ و تاویل شرح طلب ہے
جسکی وجہ سے شاید آپکو شبہہ واقع ہوا ہو پس شرح اوسکی یہہ ہے کہ متکلمین کا منصبی کام یہہ ہے کہ وہ
اپنی اعتقادیات کو دلائل سے ثابت کرین اور مخالفین کے اعتقادیات اور اونکی دلائل کو بدلائل
باطل کرین اور اونکا جواب دیوین اور ظاہر ہے کہ مسئلہ امامت ایسا مسئلہ ہے جو شیعہ کے نزدیک
داخل اعتقادیات ہے اور اہل سنت اوسکو داخل فروع اعتقاد کرتے ہین اور جب شیعہ کے نزدیک
اعتقادیات مین سے ہے تو لامحالہ متکلمین شیعہ اوسکو اور اوسکی دلائل کو اپنی کتب کلامیہ مین
ذکر کرینگے۔ اہل سنت اگر اوسکو اپنے اصول کے موافق اپنی کتب کلامیہ مین ذکر نکرین تو اس
مسئلہ کا اصول مخالفین پر ابطال اور اوسکی دلائل کا جواب کیونکر دیوین اور ائمہ مہتدین کی
سوال عن مخالفین سے کیونکر صیانت و حمایت کرین اور اس اپنے منصبی کام سے کیونکر سبکدوش
ہون اور اگر ذکر کرین تو لازم آتا ہے کہ علم کلام مین جو عبارت مسائل اصلیہ اعتقادیہ سے ہے
فروع مین بحث ہو اور یہہ بہی بظاہر فی الجملہ خلاف قاعدہ ہے۔ لیکن یہہ نہایت بدیہی
ہے کہ علوم مین تبعاً اور استطراداً اون اشیا کو ذکر کر دیتے ہین جو اون علوم اور اونکے
اغراض سے بالکل بیگانہ اور اجنبی ہوتے ہین اگر آپ تامل کرینگے تو علوم مین ایسے
بہت مسائل معلوم ہونگے دور نجائیے چہوٹے چہوٹے رسائل منطق مین ابتداً بحث
الفاظ لکہتے ہین اور پہر عذر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ گو اس علم سے بحث الفاظ کو
تعلق نہین ہے لیکن ایک ضرورت خاص کے وجہ سے ہمنے ذکر کیا ہے اور اس سے

یہہ لازم نہین آتا کہ بحث الفاظ و داخل اصول مقاصد منطق ہو جائے اور کوئی شخص جو تو نا سے بیوقوف ہی یہہ اعتراض نہین کرتا کہ تمہارے اس ذکر کرنے سے بحث الفاظ داخل اصول منطق ہو گئی تو پس مسئلہ امامت کا بھی یہہ ہی حال ہی کہ وہ بھی ملحق بالکلام ہے جو ایک وجہ خاص سے کلام مین ذکر کیا گیا ہے اور اس سے ہرگز نہین سمجھا جاتا کہ وہ داخل اصول ہے اور متکلمین کا عذر ضعیف ہو یہہ صرف ہمارے فاضل مجیب کی خوش فہمی کا ثمرہ اور علوم کی واقفیت کا نتیجہ ہے **قولہ** اگرچہ اسباب ہین اور بھی گفتگو ہو سکتی ہے مگر بنظر اختصار بس کیا جاتا ہے **اقول** جسقدر گفتگو فرمائی وہ بھی غلط تھی اور اس قابل نہ تھی کہ کسی کے سامنے پیش کیجاتی اور جسقدر اور گفتگو فرماتے وہ بھی ایسی ہی یا اس سے کم درجہ ہوتی پہر معلوم نہین کہ آپنے ایسی گفتگو مین کیا فائدہ سمجھہ رکھا ہی بجز اسکے کہ چند ناواقفون کے نزدیک وقعت ہو اور یہہ سمجھین کہ ہماری مولانا و سیدنا نے کسقدر طول طویل جواب لکھدیا اور کسقدر مضامین کا جوش ہے لیکن علماء کے نزدیک تو ایسی لغو باتین آپکی تحقیر کی باعث ہین آیندہ جناب کو اختیار ہو **قولہ** صرف اسقدر گذارش ہے گستاخی معاف ادعائے علم یہہ کہ امتحان لینے کو موجود اور ابتک یہہ معلوم نہین کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی یہہ مسئلہ کتب متداولہ عقائد مین مشرح موجود ہے خاص خاتم المتکلمین کی تقلید کی کیا ضرورت تھی اور اونکے حوالہ کی کونسی حاجت **اقول** امتحان لینے کی درخواست سی ہرگز ادعائے کمال علم نہین سمجھا جاتا اور نہ امتحان لینے کے لئے بہت علم کی ضرورت ہی۔ یہہ حضرت کی کمال علم کی خوبی ہے غایتہ سے غایتہ یہہ ہے کہ بقدر امتحان کے علم کا ہونا کافی ہی یہہ دعوے کہ ابتک یہہ معلوم نہین کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی صریح کذب و دروغ ہی ظاہر ہے کہ ہمنے لکھا تہا کہ مسئلہ امامت فروعی مسائل سے ہے جسکا خود آپکو اعتراف ہی لیکن اوسمین جو حوالہ خاتم المتکلمین کا دیا گیا تہا اوسکی نسبت یہہ طعن ہے سو یہہ کہنا

ابتک یہہ معلوم نہین کہ مسئلہ امامت فروعی ہے یا اصولی جہوٹ ہوا یا نہین گیا مسئلہ کا
علم اسی پر منحصر ہے کہ کتب متداولہ عقاید کا حوالہ دیا جاوے تو جب علم ہو ورنہ نہو اگر اسکا ثبوت
آپ کسی دلیل سے کر سکتے ہین تو بسم اللہ لائیے حضرت مسئلہ کے لئے ہمکو لا محالہ تقلید کی
ضرورت نتہی کہ متکلمین مین سے کسی کی تقلید کرتے ۔ پس جسکو ہم اس بحث کا خاتم المتکلمین
سمجھتے ہین اگر وہی مسئلہ ہمنے اوس سے نقل کر دیا تو کیا خلاف قاعدہ کیا اور اس سے
کیونکر لازم آیا کہ ہمکو اس مسئلہ کا علم نہین ۔ پس منجملہ حضرت کی خوش فہمیون کے ایک
اور یہہ بہی ہے ع این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر **قال الفاضل المجیب قولہ**
اور کتاب اللہ مین اوسکی نسبت وعدہ خیریت ہو چکا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
اوسکی مدت بیان فرمائی اور آیات سے جنکی قدر مشترک تصریح تک پہونچی ہے
اوسکی ترتیب وقوع تک بیان کی گئی **اقول** لفظ وعدہ کے آگے جو لفظ لکہا ہے
بخوبی پڑہا نہین گیا معلوم نہین کہ حضرت نے خیریت جو بمقابلہ شریت ہے تحریر فرمایا کہ
یا جزئیت جو بمقابلہ کلیت ہے لکہا ہے **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** ہمنے
یہہ لفظ خیریت بخائے معجمہ منقوطہ بنقطہ من فوق و بعدہ یای منقوطہ بنقطتین من تحت
و بعدہ رائ مہملہ بمقابلہ شریت لکہا ہے **قولہ** بہرحال ہر دو احتمال کا جواب گذارش
ہے اگر خیریت بمعنے نیکی ہے تو حضرت مجیب سے نہایت تعجب ہے کہ اس لفظ کا یہہ کون موقع
تہا کیونکہ غرض اس خلافت سے اصطلاحی ہے جو نیابت رسول سے مراد ہے اسکی
نسبت لفظ خیریت لکہنے کے کیا معنے نیابت رسول تو خیر ہی ہوگی **اقول** یہہ اعتراض
سراسر خلاف عقل و نقل ہے کیونکہ بقاعدہ معقولیین اگر یہہ موقع لفظ خیریت کا نہین تہی اور
یہان خیریت صادق نہین آتی تو لا محالہ عدم خیریت جو اوسکی نقیض ہے اوسکا موقع
ہوگا اور وہ صادق آئیگی لاستحالہ ارتفاع النقیضین تو لازم آئیگا کہ خلافت راشدہ عدم
خیریت کے ساتہ مجامع ہوا اور یہہ خلاف ہے کیونکہ یہہ مسلم فریقین ہے کہ خلافت راشدہ مجامع

خیریت اور مباین شریت ہی تو ثابت ہوا کہ اس لفظ کا یہہ ہی موقع ہے اور بیان خیریت تمام تر آئی ہے اور اس لفظ کا اطلاق اسجگہ غلط نہین بلکہ صحیح ہے قطع نظر اس سے جنکو اپنے فضل مجیب کا ادعا اور کمال علم سے نہایت تعجب ہے کہ وہ پہر ایسا اعتراض فرماتے ہین باوجودیکہ اس قسم کے الفاظ جنپر ایسے مہمل اعتراضات وارد ہو سکتے ہین کتاب اللہ اور اقوال ائمہ مین بہی بہت موجود ہین چنانچہ ارشاد ہے وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔ ظاہر ہے کہ دابہ اوسی کو کہتے ہین جو بایدب علے الارض ہو چنانچہ ابتدائی چہوٹے چہوٹے رسایل مین اسکو منقول عرفی کی مثال مین لکہا ہے پہر علے الارض کی قید آپکے نزدیک کون موقع تہا اور طائر وہی ہے جو جناحین سے پرواز کرے پہر یطیر بجناحیہ کا لفظ آپکے قاعدہ کے موافق بالکل لغو اور فضول۔ پہر معاذ اللہ خدا کی جناب مین عرض کیجیے کہ حضرت آپ سے نہایت تعجب ہے کہ ان الفاظ کا یہہ کون موقع تہا دابہ تو زمین پر چلا ہی کرتا ہے اور طائر دونو بازوون سے اوڑا ہی کرتا ہے پہر ان الفاظ کے فرمانے کی کیا معنے پہر جو کچہہ اوسکا جواب ملے اوسی قسم کا جواب ہمارے طرف سے بہی قبول ہو۔ علاوہ ازین وہ خلافت جو مانحن فیہ سے متعلق ہے جسکو ہم راشدہ اور ہمارے فاضل مخاطب جایزہ سمجہتے ہین یعنے خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم ہمکو اوسکی رشد وخیریت کے طرف اور اوسکی دلیل کے طرف اشارہ کرنا مد نظر تہا کہ جناب کو متنبہ کردین کہ جس خلافت کی ہم رشد وخیریت کے معتقد ہین وہ خلافت وہی ہے جسکی خیریت کا وعدہ کتاب اللہ مین ہو چکا آپ کا اوسکو جایزہ سمجہنا مخالف کتاب اللہ کے ہے پس آپ انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کسقدر موزون ہے

---

۵۱ اور نہیں کوئی چلنے والا زمین مین اور نہ کوئی پرند جو اوڑتا ہے اپنے دونو بازوون سے مگر گروہ ہین تم جیسے ۱۲۔

بجائے خود ہے **قولہ** اور چونکہ اسکے تعیین بالقاء ربانی و وحی یزدانی بذریعہ رسول
علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ ازالۃ الخفا کے عبائر منقولہ سے ظاہر ہے پھر اسکی نسبت
کتاب الدین وعدہ خیریت کے کیا معنے **اقول** چونکہ اسکی تعیین بالقاء ربانی و وحی
یزدانی بذریعہ رسول علیہ السلام کے ہوگی جیسا کہ عبارات ازالۃ الخفاء سے واضح ہے
اور وہ خیر محض ہوگی اسیواسطے کتاب الدین اوسکی خیریت کا وعدہ ہوا اور صلاح و فلاح
کی خبر دی اگر وہ غصب و عدوان و ظلم و طغیان ہوتی تو اوسوقت اوسکی خیریت کی اخبار
کی کچھ معنے نہ تھی اور جب وہ خیر محض ہے تو ظاہر ہے کہ اوسوقت اوسکی خیریت کا اخبار واقعی و
نفس الامری کا اخبار ہے اور صحیح و بجا پھر یہہ فرمانا کہ پھر اسکی نسبت کتاب الدین وعدہ خیریت
کے کیا معنے گنجائش نہین رکھتا اور اسکی کچھ معنے نہین ۔ آپ اسکو سوچیے بہت موٹی بات ہے
قولہ اور اگر جزئیت بمقابلہ کلیت مراد ہے تب بھی سمجھہ مین نہین آتا کہ اوسبحانہ تعالے
ایسی اہم المہمات کی جزئیت کا وعدہ فرمائے اور کلیت سے اعراض کرے جس سے تمام
مصالح امور دینی و دنیوی امت مرحومہ کے وابستہ ہین حالانکہ اور احکام مفصل و مشرح
ارشاد ہوں **اقول** یہہ شق محض ہمارے فاضل مجیب کی حدت ذہن و تیزی فکر کا
ناشی ہوئی ہے ورنہ اول تو یہہ ہی خیال کرنا چاہیئے کہ اس لفظ کا اسجگہ اطلاق کیونکر
اور کس معنے کے اعتبار سے صحیح ہے اور اگر بتکلفات و تاویلات اس لفظ کو اطلاق اسکا
کو اسجگہ بنایا بھی گیا تو پھر کتاب الدین اسکی جزئیت کا وعدہ کہان مذکور ہے
اور کلیت سے کیونکر اعراض ہے خلافت کی جزئیت کے وعدہ کا قرآن شریف مین
وجود تو اوسوقت صادق آئے کہ علم خلافت مطلقہ کلیہ مین سے ایک فرد خاص کا وعدہ
مذکور ہوا اور ظاہر ہے کہ اوسکا فرد خاص جزئی نہین پایا جائیگا مگر جبتک کہ اوسکا موصوف
مذکور نہو اور اوسکے طرف اضافہ کرکے بیان نہ کی جاوے لیکن تمام قرآن شریف مین
ایسی خلافت کسیجگہ مذکور نہین اور نہ کہین ایسی خلافت کا وعدہ ذکر فرمایا تو اس سے

صاف ثابت ہوا کہ کتاب اللہ مین خلافت کی نسبت وعدہ جزئیت ہونے کی کچھ معنے
نہین رہا یہہ کہ اوسبحانہ وتعالے نے ایسی اہم المہمات کی کلیت سے اعراض فرمایا جسکی
ساتھہ تمام مصالح امت وابستہ ہین یہہ وہ اعتراض ہے کہ اگر آپ تامل فرمائینگے تو معلوم
کرینگے کہ اصول اہل تشیع پر ہی وارد ہوتا ہے کیونکہ اگر خداوند کریم نے اپنی کتاب مین
مسئلہ خلافت کو کلیۃ یا جزئیۃ اور اوسکی شرائط کو بیان فرمایا ہے تو فرمایئے کسجگہ اور
کس سورہ مین بیان فرمایا ہے اور اگر نہین فرمایا تو ترک واجب کیا کیونکہ اسکا بیان کرنا
مثل اور فروع واصول کے لطف تہا جو بزعم آپکے خداوند تعالے شانہ عن ذلک پر
واجب تہا تو ترک لطف فرمایا اور نیز اخبار تکمیل دین اور اتمام نعمت آپکے اصول پر کذب ہوا
اور ہمارے نزدیک جب اوسکا خود خداوند تعالے متکفل ہوگیا اور اوسکے ایقاع کا وعدہ
فرمایا تو بعد اوسکے پہر کسی بیان کی حاجت نرہی معہذا ہمارے نزدیک اور ہمارے اعتقاد
مین حق تعالے شانہ پر کوئی چیز واجب نہین اوسکی ذات پاک اس سے کہ کوئی چیز اوس پر
واجب ہو منزہ ومبرا ہے اور اوسکی شان یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید ہے اور نیز مسئلہ خلافت
اصول مین سے ہی نہین ہے جسکا ثبوت کتاب اللہ ہی پر موقوف ومنحصر ہو تو پہر کوئی اعتراض
لازم نہین آتا **قولہ** حضرت مجیب نے جس وعدہ کا ذکر کیا ہے اوسمین غور وتامل سے کام
نہین لیا اور اصطلاحی ولغوی معنے مین تمیز نہین فرمائی اگر اس وعدہ کو ذکر فرمائینگے
تو اسکا جواب بہی تفصیل سے گذارش کیا جاویگا اجمالاً اسی قدر کافی ہے **اقول** ہماری
سمجہہ مین نہین آیا کہ خداوند کریم کے دو وعدہ ہین اصطلاحی ولغوی وعدہ اصطلاحی و
لغوی کیسا مفصل ارشاد فرمائین ہم اسکا ذکر مختصراً دلائل اثبات خلافت مین کر چکے
ہین اور تفصیلی جواب کے منتظر ہین **قال الفاضل المجیب** - قولہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکی مدت بیان فرمائی الخ **اقول** شاید اس مدت سی خلافت
سی سالہ حضرت مجیب کی مراد ہو گی اگرچہ عقلاً کسی طرح اس حدیث کا رسول مقبول سے

جو عقل کل تھے صادر ہونا سمجھہ مین نہین آتا کیونکہ تیس سالہ کی قید کی کوئی ضرورت معلوم
نہین ہوتی امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تیس سال مین ختم نہین ہوگئی کہ بعد
مین خلافت کی ضرورت نرہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہین چھوڑا
کہ اس مدت مین کامل ہوگیا **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** ہمارے
فاضل مجیب نے اس حدیث کے مقدوح اور غیر معتبر ہونے کی جو علت بیان فرمائی
ہے عجیب وغریب ہی فرماتے ہین کہ قید تیس سالہ کی کوئی ضرورت معلوم نہین ہوتی
کیون حضرت بیان واقع اور اخبار نفس الامر مین ضرورت اور عدم ضرورت کو کیا دخل
جسطرح واقع ہونیوالا تہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بالقاء ربانی ووحی یزدانی
اوسکی خبر دیدی کہ خلافت علے منہاج النبوۃ اس زمانہ تک ممتد و متصل رہیگی اور بعد
اسکے منقطع ہو جائیگی پہر یہہ فرمانا کہ مدت کی قید بے ضرورت ہے عدم فہم مرام ہی ناشی
ہے اسکے بعد یہہ اعتراض کہ اس مدت مین امت ختم نہین ہوگئی جو بعد مین خلافت کی ضرورت
نرہی اوس سے بہی زیادہ تعجب انگیز ہے ہم کب کہتے ہین کہ اس مدت مین امت ختم ہوگئی اور
ہمنے کب کہا ہے کہ خلافت نبوۃ کی ضرورت نہین رہی لیکن ہان یہہ ضرور کہتے ہین کہ
خداوند تعالے پر کوئی چیز واجب نہین اور اوسکو اختیار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جب اوس
سبحانہ تعالے نے چاہا خلافت علی منہاج النبوۃ رہی اور جب اوسنے چاہا منقطع ہوگئی اور
عجب نہین کہ یہہ قتل خلیفہ ثالث کی پاداش اور اوسکا وبال ہو پہر یہہ کہنا کہ امت ختم نہین
ہوئی یا ضرورت باقی نہین رہی سراسر لاطائل ہے - علاوہ ازین اگر ہم اپنے فاضل
مخاطب کے اصول کے لحاظ سے ضرورت کو دیکھتے ہین تو دوازدہ کی قید کی بہی کچھہ
ضرورت معلوم نہین ہوتی کیونکہ اولاً جب اونکو تمکین نہ دی تو اونکا وجود و عدم برابر ہوگیا
اور تمکین دینا بہی ایکقسم کا لطف تہا جو واجب تہا اوسکو بہی ترک فرمایا اور نیز اکثر زمانہ
وجود امام مین بسبب غیبت کے خالی رہا تو ایسے ائمہ کے جو مختفی مختفیا صفت ہو جنکا

حدیث الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ کی تحقیق اور اعتراض کا جواب -

کوئی نہ پہونچ سکے نہ اُوسکو کوئی دریافت کرسکے نہ وہ کسی کے ہاتھہ آسکے کیا ضرورت
پس ایسے شخص کو امام بنانا کیا اسوجہ سے کہ امت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ختم ہوگئی یا آجہ
سے ہے کہ امامت کی ضرورت نہین رہے یا کسی اور وجہ سے جسکا ادراک خارج از عقول ہے
پہر اگر واقعی وہ ایسی ہی ہے کہ اُوسکا درک عقل سے محال ہے تو بقول سامی عقلاکے
نزدیک ایسی امامت کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونا جو عقل کل تہے محال لازم
ہوتا ہے پہر اسکے بعد جو یہ ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین ناقص نہین
چہوڑا جو اس مدت مین کامل ہوگیا یہ اُون دونو سے طرفہ تماشا ہے ہم کب کہتے ہین کہ معاذ اللہ
حضرت نے دین ناقص چہوڑا جسکی اس مدت مین تکمیل ہوئی ہم تو خود خلافت علی منہاج النبوۃ
کہتے ہین جسکے صاف یہہ معنے ہین کہ خلفا قدم بقدم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور
اُون قوانین کو جو حضرت نے بوحی ربانی ممہد فرمائے تہے اور اُون طرق کو جنپر حضرت شرایع
الہیہ کی بجاآوری مین چلتے تہے اپنا امام سمجہتے رہے معہذا باوجود اسکے کہ دین مین کوئی
کمی و کوتاہی باقی نہین رہی تہی اور بہمہ جہات تمام و کمال اُوسکا ہو چکا تہا پہر وعدہ ہائے
حقہ خداوندیہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درباب غلبہ دین اسلام و شیوع
شعائر ایمان اور فتح بلدان اور زوال خوف بالکلیہ اور حصول امن تام وغیرہ
ہوئی تہی اور ابہی تک پردہ عدم مین تہی وہ سب خلفاء حقہ راشدہ کی سعی و کوشش
سے بر روئے کار آئی اور اُون وعدون کے حصول مین خلفاء راشدین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا جارحہ ہوئے اور وہ اونکی خدمات نمایان اور فتوحات بے پایان حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کیطرف ہی منسوب ہوئین اور گویا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتہون
سے ظاہر ہوئین پہر بعد اسکے جب لوگون نے اس نعمت عظمے اور عنایت کبرے کی ناشکری
کی اور دو خلیفہ ظلماً شہید کئے گئے اور اونپر خروج و بغاوت ہوئی تو خداوند تعالی نے بحکم
ذلک بما کسبت ایدیکم و ان اللہ لیس بظلام للعبید و بمقتضاء ذلک بان اللہ

لم یک مغیرا نعمۃ انعمہا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسہم - اپنی اس نعمت کو اوٹھا لیا چنانچہ اس مضمون کو بھی اشارۃً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور اہلسنت کی کتابون مین موجود ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ جب مہمات خلافت علی وجہ الکمال اس خلافت کے زمانہ مین حاصل ہوئی تو یہہ ہی خلافت حقہ راشدہ تھی اور اس خلافت سے مقصود سرانجام ان مہمات موعود کا تھا لیکن حضرات شیعہ کے اصول پر البتہ یہہ لازم آتا ہے کہ دین ناقص تھا جسکی تکمیل کیواسطے امامت راشدہ مقرر ہوئی اور مکمل دین ہوا تھا جسکے واسطے ایمہ مبعوث ہوئی اور اس سے بصراحۃً وبداہۃً لازم آتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہین ہین اور آپکا وصف ختم رسالت باطل ہے کیونکہ جو اوصاف خاصہ کہ نبی کے ہوتے ہین مثل عصمت ونص وافضلیت وغیرہ کے جب ایمہ کے لئے ثابت کئے تو گویا ایمہ کی نبوت کی معنیً مدعی ہوئی اگرچہ اطلاق اسم نبوت اور نزول وحی سے تحاشی کرتے ہین لیکن یہہ ایک محض لغو بات ہے کیونکہ اصطلاحاً لفظ نبی کا جبیر جایا اطلاق کیا اوجبیر جایا نہ اطلاق کیا اس اصطلاحی اطلاق سے نزاع نہین رفع ہو سکتا۔ اور نزول وحی کا انکار صراحۃً غلط ہے جب محدثیتہ کے قائل ہین تو لامحالہ وہ مشتمل نزول وحی کے ثبوت کو ہے پھر اعتقاد افضلیت ائمہ کا تمام انبیاء ورسل اولو العزم وغیر اولو العزم پر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باوجود اشتراک فی الاوصاف کے بداہۃً ثبوت نبوت ائمہ کو مستلزم ہے اور نیز انبیاء علیہم السلام کا ائمہ کے مراتب پر حسد کرنا اور اونکی امامت کی انکار سے مصیبتون مین مبتلا ہونا اور ائمہ کے واسطہ سے جناب باری مین دعا کرکے مصائب سے رہائی پانا غایت تقرب جناب الٰہی کی دلیل ہے جو درجہ نبوت سے کم نہین بلکہ کہین بڑہکر ہے۔ علاوہ ان سب باتون کے بڑی دلیل یہہ ہے کہ ائمہ کا قول کتاب وسنت کا ناسخ اعتقاد کرتے ہین جو بداہۃً ائمہ کے ثبوت نبوت اور حضرت کی ختم رسالت کی بطلان کو مقتضی ہے اور اس سے یہہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دین ناقص تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین اوسکی تکمیل نہین ہوئی تھی

جو اوسمین نسخ و تبدیل کی ضرورت ہوئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو ناقص چھوڑا تھا جسکی زمانہ ائمہ مین تکمیل ہوئی پس معلوم ہوتا ہی کہ بحکم آیت الیوم اکملت لکم دینکم تکمیل دین کا حضرت کے زمانہ مین ہونا حضرات شیعہ نے اعتقاد کر رکہا ہی وہ اپنی اصول کی نا واقفی کے وجہہ سے ہی وبس **قولہ** معہذا خود حضرات اہلسنت یہہ حدیث بیان کر کے مشکل مین پڑ گئے اور اس مدت کی بعد کی خلافت کی شہادت کو بہی قائل ہین چنانچہ شرح عقاید نسفی مین بعد ذکر اس حدیث کے شارح لکہتا ہی وھذا

مشکل لان اہل الحل والعقد من الامۃ قد کانوا متفقین علی خلافۃ الخلفاء العباسیۃ وبعض المروانیۃ کعمر بن عبد العزیز مثلاً ولعل المراد ان الخلافۃ الکاملۃ التی لا یشوبہا شیء من المخالفۃ ومیل عن المتابعۃ یکون ثلاثین سنۃ وبعدھا قد یکون وقد لا یکون۔ انتہی **اقول** یہہ ہمارے فاضل مجیب کی مناظرہ دانی ہی کہ فرماتی ہین کہ اس حدیث کو بیان کر کے اہل سنت مشکل مین پڑ گئے حضرت کو یہہ بہی معلوم نہین کہ علماء اعتراض کو اشکال اور مشکل سے تعبیر کیا ہی کرتے ہین آپکی احادیث پر صدہا اعتراضات وارد ہوتے ہین اور محدثین اور شراح بیان کرتے ہین شرح نہج البلاغت مین جناب امیر کے اقوال سے مذہب کتنے اعتراضات شارح لکہتا ہی اور باوجود اسکے پہر کوئی نہین سمجہا کہ ہم مشکل مین پڑ گئے اور نہین تو جلد اول بحار الانوار باقر مجلسی کو ہی ملاحظہ فرمائین کہ صفحہ ۱۰۱ پر ایک روایت طویل امالی صدوق سے نقل کرتے ہین جسکے بعض جملے یہہ ہین فلما اصبح قال لہ الملک ان مکانک لنزھۃ قال لیت لربنا بہیمۃ فلو کان لربنا حمارا لرعیناہ فی ھذا الموضع فان ھذا الحشیش یضیع علامہ مجلسی اسکی شرح لکہا کی بعد لکہتے ہین وفی الخبر اشکال من ان ظاھرہ کون العابد قائلا بالجسم وہونا مستحقا للثواب مطلقا وظاھر الخبر کونہ مع ھذہ العقیدۃ الفاسدۃ مستحقا للثواب

لہ جب صبح ہوئی تو اوسکو ملک نے کہا کہ تیری جگہ تو نہایت سبزی کی ہے کہنے لگا کاش ہمارے رب کا چوپایا ہوتا اگر ہمارے رب کا گدہا ہوتا تو ہم اسکو اسجگہ چراتے کیونکہ یہہ گہاس ضائع ہوتی ہے ۔ اس خبر مین اشکال ہی اس سبب سے کہ اسکا ظاہر دلالت کرتا ہی کہ عابد جسم کا قائل تہا اور یہہ مطلقاً استحقاق ثواب کے منافی ہے اس حدیث کا ظاہر یہہ ہی کہ یہہ بسبب کمی عقل اور بیوقوفی کے باوجود اس عقیدہ فاسدہ کے ثواب کا مستحق ہے ۱۲

لقلۃ عقلہ وبلا ہیتہ بعد اسکے علامہ مجلسی تاویل کرکے فرماتے ہین وعلی التقادیر لابد
امامن ارتکاب تکلف تام فی الکلام او التزام فساد بعض الاصول المقررۃ
فی الکلام ۔ اب اسکو غور و انصاف ہی ملاحظہ فرمائین اور جو شق دل چاہے اختیار کرلیجئے
ہمارا دونون مین مدعا حاصل ہے ۔ علاوہ ازین شارح نے وہین اوسکا جواب بھی جو شارح کی راے مین
معتمد تھا لکھہ دیا اور اشکال مرتفع ہوگیا **قولہ** آپکے پیر دستگیر صاحب غنیۃ الطالبین
مین صرف تیس پر ہی اکتفا نہین فرماتے اس حدیث کی مدت مختلف بیان کرکے
حضرت معاویہ کو بھی خلیفہ راشد فرماتے ہین **اقول** آپ عبارت غنیۃ الطالبین کا
مطلب یا غلط سمجھے ہین یا مقصود ہو کہ وہی ہے اب ہم اصل عبارت نقل کرکے اپنا مدعا ثابت
کرتے ہین حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ شروع فصل مین تحریر فرماتے ہین۔ ولیعتقد [سلہ]
اھل السنۃ ان امۃ محمد خیر الامم اجمعین وافضلھم اھل القرن الذین
شاھدوہ وامنوا بہ وصدقوہ وبایعوہ وتابعوہ وقاتلوا بین یدیہ وفدوہ
بانفسھم واموالھم وعزروہ ونصروہ وافضل اھل القرن اھل الحدیبیۃ
الذین بایعوہ بیعۃ الرضوان فھم الف واربع مائۃ رجل وافضلھم اھل بدر وھم
ثلث مائۃ وثلاث عشر رجلا عدد اصحاب طالوت وافضلھم اربعون اھل دار
الخیزران الذین کملوا بعمر بن الخطاب وافضلھم العشرۃ الذین شھد لھم النبی
بالجنۃ وھم ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمن بن عوف

سلہ اہل سنت اعتقاد کرتے ہین کہ امت محمد کی تمام امتون سے بہتر ہے اور اون مین افضل اوس قرن والے ہین جنہون نے حضرت کو دیکھا
اور آپ پر ایمان لائے اور تصدیق کی اور بیعت کی اور متابعت کی اور آپکے ساتھ لڑے اور اپنی جانون اور مالون کو آپ پر قربان کیا اور اونکی امداد
و اعانت کی اور اوس قرن والون مین افضل حدیبیہ والے ہین جنہون نے بیعت رضوان کی اور وہ چودہ سو مرد ہین ۱۴۰۰ اور اون مین افضل بدر والے ہین اور وہ تین سو تیرہ
مرد ہین جو اصحاب طالوت کے گنتی کے برابر ہین اور انمین افضل چالیس آدمی ہین دار خیزران والے جو عمر بن خطاب کے ساتھ پورے ہو گئے اور انمین افضل وہ دس ہین
جنکے لئے نبی نے جنت کی شہادت دی اور وہ یہ ہین ابوبکر رض عمر رض عثمان رض علی رض طلحہ رض زبیر رض عبد الرحمن بن عوف رض سعد رض سعید رض ابو عبیدہ بن الجراح رض ۱۲

وسعد وسعید وابو عبیدة بن الجراح وافضل هولاء العشرة الابرار الخلفاء الراشدون الاربعة الاخيار وافضل الاربعة ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وهولاء الاربعة الخلافة لہم بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلثون سنة ولی منها ابو بكر سنتين وشيئا وعمر عشرا وعثمان اثنا عشر وعلی ستا ثم وليها معوية تسع عشر سنة وكان قبل ذلك ولاه عمر الامارة علی اهل الشام عشرين سنة پھر اسکے بعد دو ورق آگے بڑھکر تحریر فرماتی ہیں ۔ ثم خلافة معوية بن ابی سفيان ثابتة صحيحة بعد موت علی وبعد خلع الحسن نفسه عن الخلافة وتسليمها الی معوية لرأی رآه الحسن ومصلحة عامة تحققت له وهی حقن دماء المسلمين وتحقيق قول النبی فی الحسن ابنی هذا سيد يصلح الله تعالیٰ به بين فئتين عظيمتين فوجبت امامته بعقد الحسن له فسمی عامه عام الجماعة لارتفاع الخلاف بين الجميع واتباع الكل لمعوية لانه لم يكن هناك منازع ثالث فی الخلافة وخلافته مذكورة فی قول النبی وهو ما روی عن النبی انه قال تدور رحی

اور ان عشرہ ابرار میں سے افضل چاروں خلفائے راشدین ہیں اور ان چاروں میں افضل ابو بکر پھر عمر پھر عثمان پھر علی ہیں اور ان چاروں کی خلافت بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس برس تھی جنمیں سے ابو بکر دو برس اور کچھ زیادہ متولی خلافت ہوئے اور عمر دس برس اور عثمان بارہ برس اور علی چھ برس پھر بعد اسکے معویہ انیس برس تک متولی ہوئے اور اس سے پہلے انکو عمر نے امارت شام پر متولی کیا تھا بیس برس ۱۲۔

پھر معویہ بن ابی سفیان کی خلافت بعد وفات علی اور بعد جدا کرنے امام حسن کے اپنے نفس کو خلافت سے اور سپرد کرنے خلافت کے امیر معویہ کو بسبب رائے کے جو حضرت حسن نے سوچی اور بسبب تحقیق ارشاد نبی کے حسن کے بارہ میں کہ یہ میرا فرزند سردار ہے اللہ تعالیٰ اسکے سبب سے دو بڑی جماعتوں میں اصلاح کریگا ثابت اور صحیح ہے پس انکی امامت امام حسن کے عقد کرنے سے انکے لئے لازم ہو گئی پس انکے برس کا نام عام الجماعة رکھا گیا کیونکہ سب سے خلاف اٹھ گیا اور سب معاویہ کے تابع ہو گئے کیونکہ اس وقت کوئی تیسرا شخص خلافت میں جھگڑا کرنے والا باقی نہ رہا اور انکی خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں مذکور ہے اور وہ روایت ہے جو حضرت سے مروی ہوا کہ انہے فرمایا بیشک پا چھتیس برس

الاسلام خمسا وثلثين سنة او ستا وثلثين سنة او سبعا وثلثين[^1] والمراد بالرحی فی هذا الحدیث القوة فی الدین والخمس السنین الفاضلة عن الثلثین فهی من جملة خلافة معویة الی تمام تسعة عشر شهر و ستة و ... لان الثلثین کملت بعلی کما بینا۔ اب اہل انصاف اس عبارت کو ملاحظہ فرماوین اور دیکہین کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعوے کہ حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ نے امیر معویہ رضہ کو خلیفہ راشد فرمایا ہے غلط ہے یا صحیح مین کہتا ہون کہ ہمارے فاضل مجیب کا دعوے بالکل غلط ہے حضرت پیر دستگیر نے کسی جگہہ حضرت امیر معویہ کو خلفاء راشدین مین نہین شمار کیا اور کسی جگہہ خلیفہ راشد نہین لکہا ہمارے فاضل مخاطب کو لفظ خلافت سے اشتباہ پڑ گیا اور وجہ اوسکی اول یہہ ہے کہ پہلی عبارت مین صرف خلفاء اربعہ ہی کو خلفاء راشدین لکہا ہے حضرت امیر معویہ کی خلافت کا ہی اگرچہ ذکر کیا ہے لیکن نہ اوس خلافت کو خلافت راشدہ لکہا اور نہ امیر معویہ کو خلیفہ راشد فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معویہ کو خلیفہ راشد نہین لکہا دوسری یہہ کہ حدیث الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یکون ملکاً کے موافق اوسکا مصداق خلافت خلفاء اربعہ کو ہے قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث مین لفظ خلافت سے مراد خلافت نبوت ہے پہر اوسکے بعد جو خلافت امیر معویہ کو ذکر فرمایا اور اوس سے اوسکو خارج کیا تو معلوم ہوا کہ وہ داخل خلافت راشدہ نہین بلکہ خلافت بمعنے ملک و سلطنت ہے۔ تیسری یہہ کہ امیر معویہ کی خلافت کی نسبت لکہا کہ اوس کا ثبوت و صحت اوس وقت سے ہے جب سے حضرت امام حسن رضہ نے خلافت تفویض فرمائی تہی اور ظاہر ہے کہ پہلے اس سے اپنی اجتہادی خطا کیوجہ سے

---

[^1]: ۳۷ سینتیس برس اسلام کی چکی چلیگی اور اس حدیث مین رحی سے مراد دین کی قوت ہے اور پانچ سال جو تیس سال سے زائد ہین وہ منجملہ خلافت معاویہ رضہ کے ہین۔ تیس برس اور کچہہ مہینے پورے ہونے تک کیونکہ تیس برس حضرت علی رضہ کے ساتہہ پورے ہوگئے چنانچہ ہم بیان کر چکے ہین ۱۲۔

جو بسبب طلب قصاص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ واقع ہوئی تہی بناء بین کر تہے جناب
امام حسن رضہ نے خلافت تفویض فرمادی خلیفہ تہے لیکن ایسی حالت مین اونکو خلافت راشدہ
نہین کہہ سکتے چوتہی یہہ کہ خلافت حضرت معویۃ کو مصداق حدیث تدور رحی الاسلام کا
قرار دیا اور اوسکی تفسیر مین لکہا کہ مراد رحی سے قوت اسلامی ہے اور ظاہر ہے کہ قوت
و شوکت اسلامی بمقابلہ کفار کے غایت درجہ کو تہی کیونکہ امرا کا ایک شخص پر مجتمع تہا
لیکن یہہ مستلزم اس امر کو نہین ہے کہ وہ خلافت علی منہاج النبوت بہی ہو غایت
سے غایت یہہ ہے کہ سلطنتون مین عمدہ سلطنت ہو پس اس سے ثابت ہوا کہ خلافت
امیر معویۃ سے مراد خلافت راشدہ نہین چنانچہ محشی نے بہی اسکی تصریح کی ہے قولہ رضی اللہ عنہ
اما خلافۃ معویۃ رضی اللہ عنہ الخ المراد منہ الامامۃ لا الخلافۃ التی کانت
للخلفاء الراشدین الاربعۃ لانہا خلافۃ النبوۃ
کما قالہ قاضی وغیرہ من المحدثین کما نقلہ
الامام النووی مفصلاً فی شرح صحیح مسلم رہا یہہ اطلاق لفظ خلافت
یا خلیفہ کا امیر معویہ رضہ کے حق مین تو اول تو سلطنت بہی بسبب واجب الاطاعت ہونے کے
اہل سنت کے نزدیک خلافت مین داخل ہے چنانچہ خلافت مطلقہ کے نیچے دو نوعین ہین
ایک خلافت خاصہ دوسری خلافت عامہ اور ظاہر ہے کہ خلافت عامہ ملک سلطنت ہے تو اطلاق
خلافت کا اسپر صحیح ہوا علاوہ ازین خلافت مطلقہ کی دو نوعین ایک خلافت نبوت
اور دوسری امارت و سلطنت ہین اور ان دو نو نوعون مین تشکیک ہے اور ہر دو کلی مشکک
ہین چنانچہ ظاہر ہے کہ باعتبار حصول قوت و شوکت و حصول مہمات خلافت و اتباع سیرت
نبویہ علی وجہ الاکملیہ اور باعتبار تو ماں جمہم ان مین بعض افراد خلافت خاصہ کے

سلہ اما خلافت معویہ الخ خلافت سے مراد امامت ہے نہ وہ خلافت جو چارون خلفاء راشدین کو حاصل تہی کیونکہ وہ خلافت نبوت تہی
جیسا محدثین مین قاضی وغیرہ نے کہا ہے چنانچہ امام نووی نے مفصل شرح مسلم مین نقل کیا ہے ۱۲-

بدنسبت بعض کے اکمل و کامل وضعیف و قوی کا تفاوت رکھتے ہین خود خلفا رمین فضیلت
علی ترتیب الخلافت واقع ہونا ثبوت مرتبہ تشکیک کی ایک بدیہی دلیل ہے امارت وسلطنت کے
مصداق مین اپنے افراد پر جسقدر تشکیک ہے وُہ محتاج بیان نہین جو ایسی واضح اور ظاہر ہے
کہ اوسکے اثبات کی دلیل سے کچھہ ضرورت نہین اور ظاہر ہے کہ نوع ثانی کا فرد عالی
نوع اول کے فرد سافل کے ساتھہ بادی النظر مین ملحق و مشتبہ ہوگا کیونکہ درمیان
دونون فردون کے بجز ایک باریک حد فاصل کے کوئی واسطہ نہین ہے اسلئے کہ
خلافت کی بنیاد دو اصلون پر ہے اول اتباع سیرت نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم
دوسری انتظام واقع اور سرانجام مہمات لیکن محض خلافت کے لئے اصل اول کو
بہ نسبت اصل ثانی کے مرتبہ ہے کہ اول بمنزلہ موقوف علیہ کے ہی اور ثانی کو بجائے الجملہ
مدخل ہے کیونکہ جو ایک مرتبہ حصول اجر و ثواب کا ہو تا وُہ فوت ہوا اور رسول کے لئے
ایجاز وعدہائے خداوندی مین جارحہ نہ تہی۔ افراد عالیہ خلافت مین دونو اصلون کا
تحقق اکمل وجوہ سے ہوگا اور افراد سافلہ مین اصل اول علے وجہ الکمال ہوگی اور
اصل ثانی مین فے الجملہ نقصان ہوگا سلطنت کو خلافت نبوت سے اگر امتیاز ہے تو اصل
اول کی وجہ سے ہے کہ اوسمین مرتبہ کمال ہی علے حسب المراتب انحطاط ہوگا اگرچہ اصل ثانی
علے وجہ الکمال پائی جائے پس جو افراد عالیہ سلطنت کے ہونگے عجب نہین کہ افراد سافلہ
خلافت نبوت سے اصل ثانی سے بڑہکر ہون لیکن اصل اول مین البتہ کمی ہوگی۔ تو جب باعتبار
احد الاصلین کے مرتبہ ہوئی اگرچہ باعتبار اصل آخر کے کمی ہو اور وُہ کمی بہی ایسی بدیہی
اور بین کمی ہو جسکا امتیاز ہر شخص کر سکے تو لامحالہ بادی النظر مین ہر دو نوع عالمین کی
افراد سافلہ و عالیہ مین ایک لحوق پایا گیا تو اگر باعتبار اسکے کسی نے قرب مجاورۃ
کی وجہ سے مجازاً افراد اعلے سلطنت پر ایسا لفظ اطلاق کر دیا جو موہم خلاف نبوت
ہو تو کیا بیجا کیا اور اوسپر کیا طعن ہے رہا یہہ کہ اگر آپ حضرت پیر دستگیر رحمۃ کی کتاب

قول سے استدلال فرماتے ہین وخلافۃ مذکورۃ فی قول النبی صلے اللہ علیہ وسلم تو یہہ استدلال بالکل غلط ہے کیونکہ آمین بلکہ کسی روایت سی اس خلافت کا خلافت نبوت ہونا متحقق نہین ہوا پس آپکا یہہ فرمانا کہ حضرت پیر دستگیر رضؓ نے امیر معویہ کو خلیفہ راشد فرمایا ہے سراسر غلط اور کذب ہی علاوہ اسکو دوسرا کذب اور رد ہو کہ وہی یہہ ہے کہ تحریر فرماتی ہین کہ اس حدیث کی مدت مخالف بیان کرکے تحریر فرماتے ہین حالانکہ یہہ محض غلط ہے کیونکہ لفظ اس کا مرجع یہہ ہے حدیث ثلثون سنۃ ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث مین خلافت حضرت پیر دستگیر رضؓ نے کہین ذکر نہین فرمایا یہہ حدیث ہرگز اپنی مدت سی متجاوز نہین اور وہ حدیث جسمین زیادتی مذکور ہے اس سے جداگانہ اور وہ بالکل دوسری حدیث ہی اوسکا مدلول وما صدق علیہ کچھہ اور ہی چیز ہے **قولہ** اور نیز اگر یہہ حدیث صحیح ہو تو وہ دوازدہ خلیفے جنکی بشارت اکثر احادیث مین ہے کیسے ہونگے **اقول**

پہلے ہم اوس حدیث کی الفاظ کو جو بشارت دوازدہ امام مین بطرق شتے وارد ہوئی ہے خصال ابن بابویہ قمی سے نقل کرتے ہین بعد اوسکے اپنے فاضل مخاطب کو بتلائینگے کہ وہ دوازدہ امام کیسے تہے اول حدیث ابن مسعود رضؓ کی ہے جو بواسطہ شعبی اور قیس ابن عبد اللہ اور جریر ابن اشعث اور مسروق کی روایت کی گئی ہے وہ یہہ کہ عبد اللہ بن مسعود نے ایک سائل کے جواب مین فرمایا - نعم عهد الينا نبينا صلى الله عليه وآله ان يكون بعده اثنا عشر [سلہ] خليفة بعدد نقباء بني اسرائيل - دوسری روایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بواسطہ شعبی اور سماک بن حرب اور عامر بن سعد وغیرہ کے بالفاظ مختلفہ وارد ہوئی ہے عن جابر بن سمرة [سلہ] قال كنت مع ابي عند النبي صلى الله عليه وآله قال فسمعته يقول يكون بعدي اثنا عشر اميرا ثم

روایات بشارت دوازدہ امام

سلہ ہان ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد کیا ہے کہ بعد انکے بارہ خلیفہ ہونگے بنی اسرائیل کے نقیبون کی تعداد کے موافق ۱۲

سلہ جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہا مین اپنے باپ کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تہا پس مینے حضرت کو سنا فرماتی تہے میرے بعد بارہ امیر ہو

اخفى صوته فقلت لابي ما الذي قال رسول الله صلى الله عليه واله قال كلهم من قريش

وعن الشعبي عن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلى الله عليه واله لا يزال هذا

الدين عزيزا منيعا ينصرون على من ناواهم الى اثنى عشر قال ثم قال كلمة اصمنيها

الناس قال فقلت لابي او لابني ما كلمة اصمتنيها الناس قال كلهم من قريش

وعن جابر بن سمرة قال قال النبي صلى الله عليه واله لا يزال هذه الامة مستقيما امرها

ظاهرة على عدوها حتى يمضى اثنا عشر خليفة كلهم من قريش فاتيته في منزله

قلت ثم يكون ماذا قال الهرج - وفي رواية عن جابر لا يزال هذه الامة صالحا

امرها ظاهرة على عدوها - وفي رواية عن عامر بن سعد قال كتبت الى جابر بن

سمرة مع غلامي رافع اخبرني بشي سمعته من رسول الله صلى الله عليه واله فكتب

سمعت رسول الله صلى الله عليه واله يقول جمعة عشية رجم الاسلمي لا يزال الدين

قائما حتى تقوم الساعة ويكون عليكم اثنى عشر خليفة كلهم من قريش تيسير القاري شرح بركي سے

عن شرح ابن الملك قال في الكتاب هذه الامة فيهم اثنا عشر فاذا وفت عدتهم طغوا وبغوا وكان باسهم بينهم

---

۵۱ پھر کچھ آہستہ فرمایا میں نے اپنے باپ سے پوچھا حضرت نے کیا فرمایا کہا سب قریش سے ہونگے جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہا فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ دین ہمیشہ غالب مضبوط اپنے مخالفوں پر فتحمند رہیگا بارہ خلیفوں تک پھر آپنے ایک کلمہ فرمایا

جو لوگوں کی ہجوم نے مجکو سننے نہ دیا تو میں نے اپنے باپ یا بیٹے سے پوچھا کونسا کلمہ ہے جو لوگوں نے مجکو سننے نہ دیا کہا سب قریش سے ہونگے اور جابر بن

سمرہ سے مروی ہے کہا فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہہ امت ہمیشہ اپنے امر میں مستقیم انکے دشمن پر غالب رہیگی یہانتک کہ بارہ خلیفہ گذرین

جو سب قریش سے ہونگے پھر میں اپنے گھر پر حاضر ہوکر عرض کیا پھر کیا ہوگا فرمایا قتل۔ اور ایک روایت میں جابر سے ہے ہمیشہ اس امت کا

امر درست رہیگا اور اپنے دشمن پر غالب رہیگی اور ایک روایت میں عامر بن سعد سے ہے کہا میں نے جابر بن سمرہ کے پاس اپنی غلام رافع کے

ہاتھ لکھکر بھیجا کہ مجھکو کچھہ بتلا جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو پس اونکی جواب میں لکھا کہ میں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ

کے روز سنا جسکی شام کو اسلمی سنگسار ہوا فرماتے تھے ہمیشہ یہہ دین برپا رہیگا قیامت تک اور تم پر بارہ خلیفہ ہونگے سب قریش سے ہونگے

شرح برکی سے ہے کتاب میں کہا ہے کہ اس امت میں بارہ خلیفہ ہیں جب انکی تعداد پوری ہوجائیگی تو سرکشی اور بغاوت کرینگے اور انکی لڑائی آپس میں ہوگی

چوتھی روایت ابی حجر سے قال کان ابو الخالد جارئ فسمعتہ یقول ویحلف علیہ ان ہذہ الامۃ
لا تہلک حتی یکون فیہا اثنا عشر خلیفۃ کلہم یعمل بالہدی ودین الحق۔ پانچوین روایت
عن سفیان بن برد بن مکحول انہ قیل لہ ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ قال یکون بعدی
اثنا عشر خلیفۃ قال نعم وذکر لفظا اخری عن معمر عمن سمع وھب بن منبہ یقول یکون
اثنا عشر خلیفۃ ثم یکون الہرج ثم یکون کذا چھٹی روایت عن حمزۃ الکنانی عن کعب
الاحبار قال فی الخلفاء ہم اثنا عشر اذا کان عند انقضائہم واتی طبقۃ صالحۃ
عند اللہ لہم فی العمر کذلک وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا
الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین
من قبلہم وکذلک فعل اللہ ببنی اسرائیل ولیس بعزیز ان
یجمع ہذہ الامۃ یوما ونصف یوم وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون
اور صحیح مسلم مین جسقدر روایتین درباب ائمہ اثنا عشر وارد ہوئی ہین وہ تقریبًا ان روایات
مین سے بعض کے مطابق ہین لیکن غالبًا ابوداؤد کی روایت مین لفظ کلہم تجتمع علیہ الامۃ

ابی مجر سے مروی ہے کہا ابو خالد میرا ہمسایہ تہا مینے اوس سے سنا قسم کہا کر کہتا تہا کہ یہ امت ہلاک نہو گی
یہانتک کہ اوسمین بارہ خلیفہ ہونگے کہ سب ہدایت اور دین حق پر عمل کرینگے۔ سفیان بن برد بن مکحول سے
روایت ہے کہ اوس سے کسیے کہا کہ کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے کہ میری بعد بارہ خلیفہ ہونگے کہا ہان۔ اور دوسرا
لفظ ذکر کیا۔ معمر سے مروی ہے کہ اوس سے جسنے وہب بن منبہ سے سنا تہا کہ وہ بارہ خلیفہ ہونگے پہر قتل ہوگا پہر
یہہ ہوگا۔ حمزہ کنانی کعب احبار سے روایت کرتا ہے اوسنے اوسے کہا کہ وہ بارہ ہین اور جب اونکے گذرنے کا وقت قریب ہوگا
اور طبقہ صالحہ عند اللہ آئیگا تو اونکی عمر مین زیادتی ہوگی اسیطرح وعدہ کیا ہے اللہ نے اون سے جو ایمان لائے اور نیک
کام کیے کہ اونکو ملک مین جانشین کریگا جسطرح جانشین کیا تہا پہلون کو اور اسیطرح اللہ نے بنی اسرائیل کے ساتھ کیا
اور اللہ پر کچھ دشوار نہین کہ اس امت کو ایک دن یا آدہے دن جمع کردے اور ایکدن تیری رب کے نزدیک
مثل ہزار برس کے ہے تمہاری گنتی سے ۱۲۔

زیادہ وارد ہوا ہے۔ اب گذارش یہہ ہے کہ جس روایت مین تقیید خلافت کی تیئسون سنہ کے ساتھہ وارد ہوئی ہے وہ خلافت خلافت نبوت ہی جو علے الاتصال اسقدر زمانہ تک ممتد رہیگی چنانچہ بعض روایات مین صریح خلافت نبوت وارد ہوا ہے اور نیز اس قسم کے الفاظ سے بہی ارشاد ہوا ہے ان هذا الامر بدا نبوة ورحمة ثم خلافة ورحمة[1] غرض اس قسم کی روایات سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ یہہ خلافت جسکی مدت تیئس سال ارشاد ہوئی ہے خلافت نبوت ورحمت ہے اور وُہ روایت جو بشارت دوازدہ امام مین وارد ہوئی ہے وہ عام ہے اس سے کہ خلافت نبوت ہو یا ملک سلطنت ہو علی الاتصال ہو یا بانقطاع کیونکہ جسقدر اوصاف دوازدہ ائمہ کی نسبت بیان ہوئے اُون سب کا حاصل یہہ ہی کہ اُوس خلافت کو قوت و شوکت ہوگی اور اوسمین اضطراب و تزلزل و وقوع فتن نہوگا وہ اپنے اعدا پر غالب رہیگی اور بمقابلہ اُوسکے کفار مغلوب و منکوس ہونگے اور امت اونپر مجتمع ہوگی اور یہہ اوصاف کچہہ خلافت خاصہ پر ہی منحصر نہین ہین بلکہ یہہ عوارض عامہ ہین جو خلافت کے دونونوع مین پائے جاسکتے ہین خلافت خاصہ بہی ان کے ساتھہ متصف ہوسکتی ہے اور امارت وسلطنت کو بہی ان صفات سے حظ و نصیب ہی پس ان دونو روایتون مین کسی قسم کا تعارض نہین ہے ہان یہہ بات باقی رہگئی کہ تمی کے بعض روایات مین جو یہہ الفاظ وارد ہوئے ہین کلہم یعمل بالہدے ودین الحق شاید ہمارے فاضل مجیب کو خلجان مین ڈالین اور یہہ خیال فرمائین کہ یہہ وصف مستلزم خلافت خاصہ کو ہے لیکن یہہ زعم اگر ہو تو بالکل باطل ہی کیونکہ اس وصف مین بہی صریح مرتبہ تشکیک ہے اور اوسکی صدق مین اپنے افراد پر اولویت اور اشدیت کا فرق بدیہی ہے خلفاء راشدین بہی عاملین بالہدے ودین الحق ہین اور سلاطین مین سے اونکی افراد عالیہ اور افراد متوسطہ بہی عاملین بالہدے ودین الحق ہین لیکن ان مین اور اُون مین باعتبار اس وصف کی امتیاز اور فرق ہے خلفاء

---

[1] یہہ امر شروع ہوا ہے نبوت اور رحمت پہر خلافت اور رحمت ۱۲

راشدین مین بس اس وصف کا صدق اولے ورا شدہ ہی اور سلاطین کے افراد عالیہ و متوسطہ مین اوس کی بعید اور ضعیف ہی لیکن صدق اس وصف کا گو فی الجملہ کم سے کم ہی پایا جاتا ہے بلکہ سلاطین جائرہ جو سلاطین کے افراد سافلہ ہین اونمین بہی فی الجملہ پایا جائیگا اگر وہ کفار کے ساتہہ جہاد کرینگے جو باعث تقویت دین ہی لیکن اون افراد کا اس وصف کی ساتہہ اتصاف ایسا قلیل ہوگا کہ اگر اوسکو کان لم یکن اعتبار کرین تو کچہہ مضایقہ نہین ہے غرض یہہ وصف بہی مثل دوسری اوصاف کی جو عوارض عامہ مین سے ہی نحو خلافت نبوت اور امارت کو عام ہے اور ہرگز مستلزم خلافت خاصہ کو نہین پس جب یہہ امر ثابت ہو گیا کہ وہ تعیین و تحدید خلافت خاصہ کے لئے ہی تہی اور یہہ بشارت عام ہے تو دونو حدیثون مین باہم کچہہ تعارض و تناقض نہین رہا اسکی توجیہات اور بہی ہو سکتی ہین لیکن ہم بخوف تطویل اونکو ترک کرتے ہین اب مجہکو یہہ خیال ہی کہ حضرت ابن بابویہ قمی صاحب نے ان روایتون کو جو بشارت دوازدہ امام مین وارد ہوئی ہین اپنے مذہب کی تائید اور تقویت مین نقل کیا ہی اور اپنے روایات مذہب کے موافق سمجہا ہی چنانچہ اسکی بعد وہ روایتین نقل کی ہین جو اپنے رواۃ سی بشارت دوازدہ امام مین منقول ہوئی ہین اسلئے اون روایات کو بلا رد و انکار قبول کر لیا ہی ورنہ شیخ نے جسجگہ مخالفین کے روایات خصال مین نقل کی ہین وجہ نقل کی بیان کر دی ہے چنانچہ روایت رکعتین بعد صلوۃ العصر عن عبد اللہ ابن الاسود عن ابیہ عن عائشہ بیان کر کے آخر مین لکہتے ہین قال مصنف ہذا الکتاب[1] مرادی بایراد ہذہ الاخبار الرد علے المخالفین لانہم لا یرون بعد الغداۃ وبعد العصر صلوۃ فاحببت ان ابین انہم خالفوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ فی قولہ وفعلہ پس جب اسجگہ بعد نقل روایات سکوت کیا بلکہ سکوت نہین اپنی روایات جو بشارت دوازدہ

---

[1] اس کتاب کا مصنف کہتا ہے کہ ان حدیثون کے ذکر کرنے سے میری غرض مخالفین پر رد کرنا ہے کیونکہ وہ بعد فجر اور بعد عصر کے نماز پڑہنا جائز نہین سمجہتے تو مینے چاہا کہ اس امر کو بیان کر دون کہ انہون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و فعل مین خلاف کیا

روایات [illegible] بشارت دوازدہ امام [illegible]

امام مین نہین وارد کین تو معلوم ہوا کہ یہہ روایات شیعہ کے نزدیک مقبول و معتمد ہین قطع نظر اس سے اگر بالفرض شیخ قمی کے نزدیک یہہ روایات معتبر نہون تاہم حسب شہادت امام صادق و امام کاظم معتبر و قابل قبول ہین کیونکہ ہم معنے اور مشابہ روایات اہل بیت کی ہین تفسیر صافی مین منقول ہے قال الصادق فیما جاءک فی روایۃ من بر او فاجر توافق القرآن فخذ بہ وما جاءک فی روایۃ من بر او فاجر یخالف القرآن فلا تاخذ وقال الکاظم اذا جاءک الحدیثان المختلفان فقسہما علے کتاب اللہ وعلے احادیثنا فان اشبہہما فہو حق وان لم یشبہہما فہو باطل۔ ان دو نو روایتون سے ثابت ہے کہ جو روایت موافق کتاب اللہ اور مشابہ احادیث ائمہ ہو وہ حق اور واجب القبول ہے اور یہہ روایات منقولہ صدوق بھی مشابہ اون روایات کے ہین جو ائمہ سے وارد ہوئی تو یہہ بھی واجب القبول ہونگی اور بعض روایات مین اگرچہ رواۃ اہلسنت ہین اور بواسطہ رواۃ اہلسنت کے منقول ہوئی ہین لیکن یہہ امر قادح فے الروایۃ ہوگا تو اب معلوم نہین کہ ان روایات کی موافق دوازدہ امام کو ہمارے فاضل مخاطب کیا سمجھینگے اور ان روایات کے صدمہ سے مذہب کی بناء کی انہدام سے صیانت کیونکر کرینگے۔ اور ان روایات سے مذہب تشیع کو چند وجوہ سے صدمہ پہونچتا ہے۔ اول یہہ کہ ان روایات سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ امت کو زمانہ ائمہ اثنا عشر مین استقامت امر اور غلبہ علے الاعداء اور ظہور دین اور اصلاح امر میسر ہوگا پس اگر اونکو ائمہ اثنا عشر حضرات شیعہ پر محمول کیا جاوے تو یہہ وعدہ اور اخبار جھوٹ اور کذب ہوگا کیونکہ ائمہ کے زمانہ مین برعکس اسکی اضطراب امر اور غلبہ اعداء اور اختفاء دین اور فساد امر حاصل ہوا تقل اعظم کا نام و نشان تا صفحہ گیتی سے گویا محو ہوگیا ائمہ کی خود

سلہ امام صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچہہ تیرے پاس کسی روایت مین کسی فاجر راوی سے آوے جو قرآن کے موافق ہو تو اوسکو لے اور جو کچہہ تیری پاس کسی روایت مین روائے فاجر کر آوے جو قرآن کے مخالف ہو تو اوسکو نہ لے۔ امام کاظم رضی نے فرمایا جب تیرے پاس دو متخالف حدیثین آئین تو اونکو کتاب اللہ اور ہماری حدیثون سے مقابلہ کر اگر وہ اونکی مشابہ ہون تو وہ حق ہے اور اگر اون کے مشابہ نہو وہ باطل ہے۔ ۱۲

جیسی حالت رہی وُہ محتاج بیان نہین دوسری یہہ کہ یہہ غایۃ الامر جو زمانہ ائمہ اثنا عشر
مین موجود ہے یہہ منحصر اوسی زمانہ تک ہی اُسکے بعد ہرج و مرج و فساد و ہلاکت ہی اگر بعد ائمہ
کے ہین تو حضرت عیسےٰ ہین اور وُہ خود ائمہ سے کم درجہ ہین تو معلوم نہین کہ یہہ امامت جو ائمہ
اثنا عشر مین ہی منحصر اور ختم ہو چکی تہی کیا بعد اُنکے حسب ارشاد فاضل مجیب امت محمدی
صلی اللہ علیہ وسلم ختم ہو چکی کہ بعد ائمہ اثنا عشر کے پہر امامت کی ضرورت نہین رہی یا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ دین ناقص چہوڑا تہا جو زمانہ ائمہ اثنا عشر مین مکمل ہو گیا
تیسری یہہ کہ یہہ زمانہ مصداق آیت شریفہ وعد اللہ الذین امنوا منکم کا ہی کہ خداوند
تعالے زمانہ بعض ائمہ مین انجاز وعدہ استخلاف و تمکین دین و ازالہ خوف و حصول امن فرمائیگا
اور یہہ بہی جسقدر گلوگیر مذہب تشیع ہے کسی دانشمند پر پوشیدہ نہین **قولہ** ایسی حدیث مخالف
اور مضطرب و مسلمہ خود کو ہمارے سامنے پیش کرنا مجیب کی مناظرہ دانی کے کمال پر دال ہے

اقول ہم ابہی عرض کر چکے ہین کہ بشہادت امام صادق جو روایت کہ موافق قرآن
کے ہو گو کیسے ہی راوی سے ہو واجب القبول ہو گی پس جب ہم اس سے پہلے اشارہ
کر چکے تہے کہ یہہ خلافت کتاب اللہ سے ثابت ہی تو یہہ روایت جو موافق کتاب اللہ
کی ہوئی قابل قبول ہو گی رہا اختلاف و اضطراب جو اس روایت کی صحت کو مانع ہو
اگر آپ ثابت فرماتے تو جواب بہی گذارش ہوتا البتہ یوہین بے دلیل دعویٰ کرنا ہمارے
فاضل مجیب کی کمال مناظرہ دانی پر دلیل ہے **قال الفاضل المجیب** قولہ اور
ایمانیات سے الخ آپکے علماء کی کلام اور صحابہ کے اقوال و افعال سے اوسکا اہم المہمات دینیہ
ہونا ثابت ہی یہہ تعجب ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی تصریح کیون نفرمائی
مسائل روزہ و نماز و غسل و وضو و تیمم حتے کہ آداب بیت الخلاء وغیرہ وغیرہ تک تو صاف
مشرح و مفصل بیان فرماتے اس اہم مہمات کو ہی کیون چیستان و پہیلی کر دیا

العبد الفقیر الی مولاہ الغنی جب اہلسنت کا اصل مذہب آپکو معلوم ہوچکا کہ اونکے نزدیک خدا تعالے پر کوئی چیز واجب نہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسکی تبلیغ فرماتے ہین جو اونپر خدا تعالے کیطرف سے نازل ہوئی تو پھر یہہ اعتراض بالکل بعید از عقل ہے علاوہ ازین جب خداوند کریم خود اوسکی ایقاع کا متکفل ہوچکا تہا تو پھر کچہہ ضرورت باقی نہین رہی تہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوسکو اوس ہئیت کذائی کے ساتہہ بیان فرماتے جسکو حضرات شیعہ پسند فرماتے ہین اور ممکن ہے کہ اگر تصریح کے ساتہہ استخلاف افراد معینہ کا کیا جاتا اور اوسوقت بغاوت اور بلوہ اور قتل خلیفہ پیش آتا عجب نہین کہ باعث نزول عذاب کا ہوتا اسلیئے امت کے سپرد کیا گیا اور اوصاف و عوارض بتا کر بمنزلہ تصریح کے کردیا گیا اور یہہ بہی ایک نوع کی تشریح و تفصیل ہے لیکن ہمارے مجیب فرماتے ہین کہ جب یہہ مسئلہ اہم المہمات اور اصول و مقاصد دین مین سے تہا اور خدا تعالے پر واجب تہا کہ اوسکو بیان فرماوے باوجودیکہ اوسنے اونکے فروع کو بیان فرمایا اس اہم المہمات کو ہی کیون چیستان و پہیلی کردیا کہ جو کتاب اللہ مین سے کہین بوجہی ہی نہین جاتی ہمکو تو غور و انصاف کا حکم ہوتا ہے جو بسر و چشم ہے لیکن کچہہ آپ بہی غور و انصاف سے حصہ لیوین قال الفاضل المجیب قولہ۔ یہہ ہی امر باعث ہوا کہ اہل سنت مین درباب نص و عدم نص اختلاف واقع ہوا پس یہہ دعوے کہ اہل سنت اس باب مین نص کے قائل نہین علے الاطلاق صحیح نہین چنانچہ ملاحظہ صواعق سے یہہ امر معلوم ہوسکتا ہے۔ اقول۔ اگرچہ اس قول کے جواب مین گفتگو ہوسکتی تہی مگر چونکہ چندان مفید نہین بنظر اختصار کچہہ عرض نہین کرتے مگر اسقدر ضرور گذارش ہے کہ آپکے خاتم المحدثین تحفہ کے باب ہفتم عقیدہ پنجم مین فرماتے ہین۔ زیرا کہ خلفا

بظاہر الفاظ مین کوئی قید معلوم نہین ہوتی افسوس کہ آپکے خاتم المحدثین شیخ
صواعق کا ملاحظہ نہین فرمایا ورنہ ایسا دعوی نکرتے جسکی آپ ہی تکذیب فرماتے ہین نزاع
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی جناب میر صاحب گستاخی معاف تحفہ کی عبارت
کے مطلب کو تو آپنے سمجھا ہی نہین تہا بندہ کی گذارش کو بہی قبول نفرمایا اور سمجہا
لیجئے اب پہر گذارش کیجاتی ہے مکرر تحفہ کا ملاحظہ فرمائین اور سمجہین مسئلہ منصوصیت امام
جو فیما بین اہلسنت و شیعہ مختلف فیہا ہے اوسمین دیکہنا چاہیئے کہ محل نزاع کونسا امر
کہ جسکو اہلسنت منع کرتے ہین اور شیعہ اوسکو تسلیم کرتے ہین چونکہ تحقق نزاع کے لئے
ضرور ہے کہ وہ مسئلہ جسمین نزاع واقع ہورہی ہے باتحاد الاعتبارات فریقین کے نزدیک
ماخوذ ہو تو اسلئے وہ نص کہ جسکا اشتراط حضرات شیعہ تسلیم فرماتے ہین اوسیکو حضرات اہلسنت منع
کرتے ہین اور اگر وہ نہو بلکہ وہ نص جسکو شیعہ تسلیم کرتے ہین جدا ہوا ور جسکو اہلسنت
تسلیم نہین کرتے ہین وہ دوسری تو نزاع ہی متحقق نہوگی پس وہ نص جسکو حضرات شیعہ
امامت کے لئے شرط قرار دیتے ہین یہہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
بتصریح اسطرح استخلاف فرمایا کہ عام طور پر سبکو جمع کرکے آپنے ارشاد فرمایا ہو کہ ای لوگو
فلان شخص کو تمہارے اوپر مین اپنا خلیفہ اور امام مقرر کرتا ہون میری بعد وہ میرا خلیفہ
اور تمہارا امام ہے اوسکی اطاعت کیجو اور اوسپر ایمان لائیو اور اسکا اہلسنت انکار کرتے ہین
اوسکی نسبت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا زیرا کہ خلفاء ثلثہ نزد اہل سنت معصوم
اند نہ منصوص علیہ یعنے منصوص علیہ بنص متنازعہ فیہ نہین ہین چنانچہ سیاق عبارت سے
متبادر الی الفہم اور یہہ مطلق انتفاء نص کو مستلزم نہین بلکہ جائز ہے دوسری قسم کے نص
جو مثل روز روشن واضح کردی کہ استخلاف کسطرح واقع ہونیوالا ہے بطور اخبار کے
جو حال واقع پر دلالت کرے واقع ہو جن حضرات نے نص کو خاص پہلی صورت کے
ساتہہ مختص سمجہا خلفاء کو غیر منصوصہ فرمایا اور یہہ باعتبار عرف اقرب الی الفہم ہے

حضرات نے اخبارات اور بیانات واقعہ کے قدر مشترک کو ملحوظ فرمایا اور اوسکو بمنزلہ تنصیص کے سمجھا اونہوں نے منصوص کہا اور یہہ ہی باعتبار دلالت عقل صحیح اور قرین قیاس ہے اور فی الحقیقت یہہ نزاع نہیں ہے کیونکہ مرجع نفی واثبات کا امرین متغایرین ہین فریق اول جسکی نفی کرتا ہے وہ جدا ہے اور فریق ثانی جسکو ثابت کرتا ہے وہ امر آخر ہے بہر کیف اہل سنت مین سے کوئی شخص اس امر کا معترف نہین ہے کہ خلفاء منصوص اوس نص کے ساتھہ ہین جو متنازعہ فیہ درمیان اہلسنت و شیعہ ہے بلکہ بالاتفاق اوس اعتبار سے تمام اہلسنت خلفاء کو غیر منصوص اعتقاد کرتے ہین پس تحفہ مین جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نفی منصوص علیہ ہونے کی کی ہے وہ باعتبار اوس نص کے ہے جو اہلسنت و شیعہ مین متنازعہ فیہ ہے اور مجدہ لئے جو اثبات نص کا صواعق کے حوالہ سے کیا وہ راجع اوس نص کیطرف ہے جو متنازعہ فیہ نہین لیکن چونکہ ہمارے فاضل مجیب اپنی خوش فہمی سے یہہ سمجہہ گئے کہ تحفہ مین منصوصیت سے بالکل انکار ہے اسلئے یہہ اعتراض فرمایا حالانکہ ہمنے علی الاطلاق کی قید لگا کر متنبہ بہی کر دیا تہا لیکن تنبہ نہ ہوا اور اس سے یہہ بہی ظاہر ہوا کہ سوال مین بہی جو منصوصیت سے انکار تہا وہ علی الاطلاق تہا کیونکہ نص آپکے نزدیک منحصر فی فرد واحد ہے اور جب اوسکی نفی کردی تو کل منتفی ہو گئی پس صاحب تحفہ کا دعوے صحیح ہے اور ہمنے اوسکی تکذیب ہرگز نہین کی افسوس کہ آپنے نہ تحفہ کا مطلب سمجہا اور نہ ہماری معروض مین تامل فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ آپکے نزدیک جبتک بظاہر الفاظ مین کوئی قید نہ ہو اوسوقت تک معتبر نہین تعجب ہے کہ آپ ایسے بڑے مناظرہ دان و متبحر ہو کر ایسی بات فرمائین جسکی صدہا جگہہ سے قرآن و حدیث مین تکذیب ہوتی ہے فانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر الخ مین کسیجگہہ بظاہر الفاظ مین قید ہے جو اوسکو الزامی قرار دیا اور لفظ عندک مثلاً مقدر تجویز فرمایا قل کونوا حجارۃ او حدیدا مین بظاہر الفاظ مین کہان قید ہے علی ہذا القیاس بہت جگہہ اسکی نظیرین موجود ہین لیکن

کچھہ تو فہم و انصاف سے کام لین قال الفاضل المجیب - قولہ - اور حدیث تمسک بالثقلین اور قصہ احراق کا ذکر عجب ہے سبحان اللہ - اپنے گھر کی تو خبر لیجئے - اقول - امور دینی مین حدیث تمسک کا ذکر آپکو کیون عجب معلوم ہوتا ہے اگر آپ اس قول کو ہی کہ اہلسنت کے نزدیک خلافت فروع دین سے ہے تسلیم کر لین اور اوسکو فروعی مسئلہ اور نہایت خفیف سمجہین تب بہی حدیث تمسک کا ذکر ضروری ہے تعجب ہے کہ آپ کو کیون تعجب آتا ہے یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنی حدیث تمسک کا ذکر اسواسطے عجب معلوم ہوتا ہے اور اسلئے تعجب آتا ہے کہ اوس حدیث کا ذکر بطور طعن و تشنیع کے کیا گیا ہے اور طعن وُہ کر سکتا ہے جو پہلے خود عامل بالحدیث ہو اور حدیث پر جبتک عمل ہی نہین اور خود بہی اوس سے بمراحل بعید ہین تو اس صورت مین بمقتضاے اَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ کے ہر ذی عقل و شعور کو اوسکا ذکر عجب معلوم ہوگا اور ایسے شخص کے ذکر سے تعجب کریگا زبانی دعوون سے تمسک نہین ثابت ہو سکتا حضرات شیعہ نے تو مشایئن اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کے ساتہہ تمسک کیا ہے جنکے نامہ اعمال ماسبق مین مذکور ہو چکی ہین اگر اسیکا نام تمسک بالثقلین ہے تو ایسے تمسک کو سلام ہے ہمارے فاضل مجیب کی اس تحریر سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ آپکے نزدیک جو فروعی مسئلہ ہوتا ہے وُہ نہایت خفیف ہوتا ہے حالانکہ یہہ سراسر غلط ہے فرعیات کی خفیف ہونے کے کیا معنے قولہ آخر آپکے خلفاء ماثور بہ تمسک تہے یا نہ تہے اقول خلفاء رضی اللہ عنہم بحکم حدیث نجوم مقتدا اور بموجب آیت اطاعت اولوا الامر تہے اور مطاع اور اولوا الامر کو جس طرح تمسک کرنا چاہیئے کیا قولہ اگر یہہ سوال کیا کہ بعد وفات آنحضرت صلعم دنیا مقدمہ خلافت کا پیش آیا آپکے خلفاء نے اس باب مین اہلبیت سے کیا تمسک کیا تو کون سے تعجب کا محل ہے تعجب اور حیرت تو یہہ ہے کہ باوجود ادعاے کمال دینداری اس باب مین

تمسک ہوا اور مقصد احراق کیا **اقول** مقدمہ خلافت مین جبکہ ثقل اعظم اونکا متمسک ہی تو لامحالہ ثقل اصغر بہی اوسیکا متبع ہے تو یہہ سوال کہ خلفا نے اس باب مین اہل بیت سے کیا تمسک کیا البتہ محل تعجب ہی پہر اگر ہمنے اسپر حضرات شیعہ کے متمسکات اہلبیت سنا ہی چہدا لیے تو ناخوش ہونے کی کونسی بات ہی لیکن ہم بہی مقدمہ مین جو بعد وفات سرور کائنات صلعم پیدا مقدمہ پیش آیا سوال کرتے ہین کہ جب یہہ حادثہ پیش آیا اور آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئی تو اوسوقت تک حضرات شیعہ کا وجود ہوا تہا یا نہین ہوا تہا اگر اسوقت تک اونکو خلعت وجود عطا ہو چکا تہا تو فرمائی کہ اوسوقت ان حضرات نے کیا تمسک بالثقلین فرمایا کیا اوسوقت تک آیت[1] یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ نازل نہین ہو چکی تہی یا یہہ کہ نازل ہو کر پہر منسوخ ہو چکی تہی اور یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ کا حکم اوسوقت باقی نہین رہا تہا اور اگر اونکا وجود ہی نہین ہوا تہا تو پہر فرمائی کہ انکا وجود کسوقت حادث ہوا ہی ۔ رہا مقصد احراق بس اسکی بابت ہم پہلے بہی گذارش کر چکے ہین اور اب بہی مختصر گذارش کرتے ہین کہ اولاً حضرات شیعہ نے نفس احراق کا دعوی فرمایا ۔ چنانچہ آپکے شیخ محقق طوسی تجرید کے مطاعن صدیق مین تحریر فرماتے ہین[2] وانفذ الی بیت امیر المومنین علیه السلام لما امتنع من البیعة فاضرم فیه النار وفیه فاطمة وجماعة من بنی هاشم اور علاوہ حضرت طوسی کے دوسری حضرات نے بہی یہہ دعوی فرمایا پہر جب دیکہا کہ یہہ کاغذ کی ناو نہین بہتی اور متقدمین کی غلطی پر متنبہ ہوئی تو پچہلون نے اوس دعوی کو چہوڑ کر مقصد احراق کا دعوی کیا اور اونہین سے ہماری فاضل مجیب بہی ہین اور متمسک اپنا اوس روایت کو قرار دیا جو ازالۃ الخفا مین منقول ہی جسکے الفاظ یہہ ہین[3] وایم الله ما ذاك بمانعی ان اجتمع هولاء النفر عندك ان آمرهم ان یحرق علیهم البیت اب عاقل ان الفاظ مین غور کرے کہ حضرات شیعہ کے

---

[1] اے نبی کافرون اور منافقون سے جہاد کر اور انپر سختی کر ۔ [2] اے ایمان والو دوستی نکرو اونسے جنپر خدا نے غصہ کیا ہی ۱۲

[2] اور اوس نے امیر المومنین علیه السلام کے گہر کیطرف جب اونہون نے بیعت سے انکار کیا بہیجا تو اوسمین آگ لگا دی ۔ حالانکہ اوسمین فاطمہ رضه اور بنی ہاشم کی جماعت تہی ۱۲ [3] اور خدا کی قسم یہہ مجہکو کچہہ مانع نہین ہے اگر یہہ جماعت تیرے پاس اکٹہی ہو گی اس کے بین گہر جلانیکا اونہیں حکم کروں ۔ ۱۲ ۔

دعویٰ کو دیکھو کہ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں ظاہر ہے کہ ان الفاظ سے ہرگز قصد احراق جسکو ہماری فاضل مجیب مدعی ہیں ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قصد احراق ایک ایسی بحث کی عزمیت کو مقتضی ہے جسمین کچھ شک و تردد نہو اور ظاہر ہے کہ اس روایت مین لفظ ما اذاک بالتی مذکور ہے جسکے معنے یہہ ہین کہ یہہ مجکو روکتی والا نہین ہے جو صریح عدم قصد پر دال ہے اور محض تخویف کو مثبت ہے اور نیز اسجگہ لفظ ان شرطیہ مستعمل ہے جو باعتبار اپنے اصل وضع کے امور شکوکہ محتملہ کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اور یہہ بداہتہ قصد و عزمیہ کی منافی ہے۔ علاوہ ازین اس قسم کی عبارات عرف عام مین محض تہدید کیواسطے بولے جاتے ہین اور اس سے مقصود محض تنبیہ و تہدید ہوتی ہے اور ہرگز قصد ایقاع فعل نہین ہوتا چنانچہ جناب امیرؑ نے حضرت ابن عباس کی نسبت جبکہ وہ بصرہ کا بیت المال لوٹ کر بزعم فضرت شیعہ مکہ آبیٹھے تھے اور جناب امیرؑ نے اونکو ایک عتاب آمیز خط تحریر فرمایا جسکی نقل ہم نہج البلاغت اوپر کر چکے ہین اوسمین تحریر فرمایا ہے فاتق الله واردد الی هولاء القوم اموالهم فانك ان لم تفعل ثم امکنني الله منك لاعذرن الی الله فيك ولاضربنك بسيفي الذي ما ضربت به احدا الا دخل النار ان الفاظ کو ملاحظہ فرماییے کہ یہہ الفاظ آپکی زعم کے موافق ابن عباس کے قتل کے مقصد پر دلالت کرتے ہین پہر ہم پوچھتے ہین اگر یہہ مقصد قتل ہے تو قتل کسی کا نفس مسلم کا الا باحد ثلث النفس بالنفس والثيب الزاني والتارك للدين جائز ہے یا نہین علاوہ اسکے ابن عباس نے وہ اموال واپس کیے یا نہین اگر واپس کر دیے تو خود ابن عباس نے جو اسکے جواب مین تحریر کیا اور لکہا کہ بیت المال مین میرا حق اس سے زیادہ ہے اوسکے مخالف ہے اور نیز کہین واپس کرنا اموال کا ثابت بھی نہین ہوا اور اگر واپس نہین کیا تو پہر حضرتؑ کو کبھی اونپر قدرت ہوئی یا نہین اگر نہین ہوئی اور پہر اونکے ساتہہ کبھی نہین ملے تو شیعان پاک مین کیونکر داخل ہوئی اس صورت مین تو شل اور صحابہ کی اونکو بھی کافر و مرتد فرماییے ورنہ کم سے کم حسب تحقیق محقق طوسی تجرید مین مخالفوه فسقة ومحاربوه کفرة۔ فاسق تو ضرور ہے کبھی ورنہ اور

¹ کہ بسبب ایک امر متعین مین تابعداری جناب امیرؑ کی نہ کرنے کے اور مرتد ہوئے ۱۲۔ ² اوسکے مخالف فاسق ہین اور اوس سے لڑنے والے کافر ۱۲۔

صحابہ نے ہی ایسا کیا مقصور کیا ہے اور یہہ ترجیح بلا مرجح کیون ہے اور اگر قدرت ہوئی تو پہر جناب نے
اونکے ساتہہ کیا معاملہ فرمایا اپنا مقصد پورا کیا یا نہین اور اپنی قسم مین بار ہوئی یا حانث مفصل
ارشاد ہو **قولہ** عجب نہین کہ آپکو بہی اسکا تعجب ہو ورنہ ضرور ہے کہ کچہہ جواب دیتے اور یہہ
بہی وجہ ہے کہ جب آپسے با اینہمہ جودت طبع کچہہ جواب نہ بن سکا تو ناخوش ہوکر جہلاکر سٹپٹہی دینے لگے
اقول افسوس کہ آپنے ہماری گذارش کو نہ سمجہا ہمنے اجمالاً و مختصراً وہان بہی جواب دیا تہا
اور لکہا تہا کہ قصد امور قلبیہ مین سے ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا تہا کہ اوسکا ادراک دشوار ہے
اور جو الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے وہ ہرگز ایقاع پر دلالت نہین کرتا۔ پس یہہ حضرت کی خوش
فہمی ہے کہ آپ تحریر فرماتے ہین کہ کچہہ جواب نہ یا اور کچہہ جواب نہ بن سکا۔ چنانچہ اس جواب مین
ہمنے اوسکو کسیقدر تفصیل کے ساتہہ عرض کیا ہے پس اگر آپ اب بہی نہ سمجہین تو اسین فرمائیے
کہ ہمارا کیا قصور ہے۔ باقی الفاظ نا ملائم کا ہم جواب نہین دیتے۔ **قولہ** ہمنے بیشک آپ
گہر کی خبر لی ہوئی ہے۔ آپکو اس سے کیا بالفرض ہم اپنے گہر کی خبر لین یا نہ لین مگر آپ کے
گہر کی خیر نہین کیونکہ اگر آپکا گہر سلامت ہوتا تو اوسکے سلامتی ثابت کرکے اور اوس سوال کا
جواب دیکر ایسا تحریر فرماتے تو مضائقہ نہتا۔ **اقول** چونکہ یہہ عبارت محض خوش فہمی سے
ناشی ہے کہ آپنے میری تحریر کو سمجہا ہی نہین اور اسکا جواب خالی از ہزل و ظرافت نہوگا اسلیے
ہم اس عبارت کے جواب مین سکوت کرتے ہین۔ **قولہ** بفرض محال اگر آپکا یہہ وہم صحیح ہی ہو
تب بہی آپ ہم جیسے ہوگئے پہر طعن کے کیا معنی **اقول** یہہ حضرت کی مناظرہ دانی ہے
جو آپ فرماتے ہین کہ آپ ہم جیسے ہوگئے پہر طعن کے کیا معنے ورنہ فی الحقیقت جب ہماری گذارش کو
صحیح تسلیم کرلیا تو گویا اپنے آپکو غیر متمسک بالثقلین تسلیم کرلیا اور نیز بزعم خود ہمکو اور ہمارے
اکابر واعاظم کو بہی غیر متمسک سمجہہ رکہا ہے تو ہمارا آپ جیسا ہونا یہہ محض بزعم سامی ہے
اور طعن کا مدار زعم سامی پر نہین ہے تو یہہ فرمانا کہ پہر طعن کے کیا معنی بالکل لغو ہوا اور یہہ کہنا
کہ آپ ہم جیسے ہوگئے سراسر غیر مفید ہوا۔ علاوہ ازین یہہ طعن محض آپکے طعن کی تردید کیواسطے تہا

جسکا حاصل یہ ہے کہ آپ جنکو عقد العراق کے ساتھ مطعون فرماتے ہین اور ہماری حرف عدم تمسک
بالثقلین کا الزام لگاتے ہین آپ خود اس قسم کے سامعین کے ساتھ مطعون ہین اور ایسی لزازت کے
ساتھ ملزم ہین تو آپکا طعن بیجا اور الزام نازیبا ہے کیونکہ جو شخص کسی طعن کے ساتھ خود مطعون ہو وہ
کسیکو بروی عقل اوس طعن کا کیونکر الزام دیسکتا ہے۔ مثلاً شراب خوار شراب خوار کو زانی زانی کو
اور سارق سارق کو شراب خواری اور زنا اور چوری کے ساتھ مطعون نہین کرسکتا ہے اور ایسا
کریگا وہ عموماً یہی جواب پاویگا کہ میان تو خود مرتکب اس فعل کا ہے پھر تو کس موںہہ سے ہمکو طعن
کرسکتا ہے پھر اگر وہ طاعن اوسکے جواب مین کہے کہ آپ ہم جیسے ہوگئے پھر طعن کے کیا معنے
تو عقلاً اوسکو بالکل از خارج از عقل سمجھینگے۔ نہایت تعجب ہے کہ آپ ایسے بڑے مناظر و دانا
و واقف و فہیم ہو کر ایسی بدیہی صریح غلطی کرین جس سے عوام کو بھی احتراز ہو۔ **قال الفاضل
المجیب**۔ قولہ۔ بے شک حضرات شیعہ نے جیسا کتاب اللہ و عترت سے تمسک فرمایا ہے
اہل سنت کو وہ تمسک کہان نصیب ہے۔ **اقول**۔ واقعی یہ آپکا فرمانا بہت درست ہے الحمدللہ
کہ حق بر زبان جاری ہوگیا **بیت** این سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی۔ کلمہ حق ارید بہا باطل۔ غالباً حضرات
شیعہ کی سخن فہمی ایسی ہی ہے اور اکثر استدلالات کا مدار اسی قسم کے فہم عبارات پر ہے چنانچہ
ناظرین کتب قوم پر واضح ہے پھر اوسپر ناز و افتخار مزید بر آن۔ **قال الفاضل المجیب**۔
قولہ۔ بلکہ اہل سنت ایسی تمسک سے ہزار جان تبری و تحاشی کرتے ہین۔ **اقول**۔ اگر ایسا کرین
تو خلفاء ثلثہ کی خلافت اور ائمہ اربعہ کی تقلید اور بہت لوگون نے جنکو اپنے زعم مین مقتدا و پیشوا
مان رکھا ہے تبری و تحاشی کرنے پڑی۔ **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی**۔ بلکہ اگر
ایسا کرین تو خدا تعالے سے اور اوسکی تمام انبیاء و رسل سے اور دین و ایمان سے تبری و تحاشی
کرنی پڑے۔ اور حضرات ہشامین اور زرارہ اور ابو بصیر وغیرہ کا قلادہ تقلید گردن مین ہو اور حضرت
مومن الطاق جنکو آپکے علما شیطان الطاق فرماتے ہین امام و پیشوا ہون۔ نعوذ باللہ من ذلک

اللہم انا نعوذ بک من الحور بعد الکور **قولہ** اور حضرات اہل سنت جو محض لکیر کے فقیر ہین اور بے برہان دلیل اپنے اسلاف کے مقلد ہین یہہ بات کب گوارا کر سکتے ہین **اقول** بیشک اہل سنت محض احکام خداوندی تعالے شانہ وسنن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم وسیرت صحابہ جنمین اہل بیت بھی شامل ہین وتابعین لہم باحسان کی لکیر کے فقیر ہین۔ نہ بجز کتاب اللہ انکے پاس کوئی دلیل ہے اور نہ سوائے سنت رسول اللہ اونکے پاس کوئی حجت اپنے عقول کو تابع اور محکوم ان دونو کا کر رکھا ہے نہ حاکم پھر وہ کتاب وسنت کی خلاف یہہ بات کیونکر گوارا کر سکتے ہین **قولہ** ایسا ہے مجبور تمسک کتاب اللہ وعترت رسول اللہ سے تبری وتحاشی کرتے ہین **اقول** یہہ ہماری حضرت مجیب کا فرمانا سراسر خلاف واقع اور بداہۃً غلط ہے کتاب اللہ کے ساتھہ تمسکا حقیقۃً ومجازاً ولفظاً ومعنی بفضل اللہ تعالے اہل سنت کا ہی حصہ ہے شہر شہر گانو گانو مین خدا تعالے کی فضل سے علماء وحفاظ کلام مجید موجود ہین حضرات شیعہ چونکہ قرآن سے اور اوسکے جامعین سے جنکو عند اللہ کمال قرب ومنزلت ہے تبری وتحاشی کرتے ہین اسکی پاداش مین خداوند کریم نے اونکو اس نعمت سے محروم فرمایا اور باوجود مرور دہور کے اونکو کلام مجید یاد نہوا اور اپنا قرآن جو انکے پاس کہین بعد دیگرے چلا آیا وہ خود غار سر من رائے مین شیعیان پاک سے مخفی ومستتر ہے اور اسی پر معانی کو بھی قیاس کر لیجیے چنانچہ مفسرین شیعہ ہمیشہ خوشہ چین مفسرین وقراء اہلسنت رہے۔ وزرا تفسیر مجمع البیان طبرسے کو ہی ملاحظہ فرما لیجیے آری۔ وللارض من کاس الکرام نصیب عترت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ تمسک اگرچہ حضرات شیعہ اسکے مدعی ہین مگر فے الحقیقت یہہ بھی اہل سنت کو ہی نصیب ہے ظاہر ہے کہ اہل سنت نے تمام عترت کو اعمام وعمات اور اونکی اولاد کو اور تمام بنات وزوجات واحفاد کو اپنا مقتدا وپیشوا اعتقاد کر رکھا ہے بخلاف حضرات شیعہ کے کہ اونھون نے سوائے معدودے چند عترت کے سب کو خلعت کفر وفسوق کے ساتھہ تشریف بخش رکھی ہے۔ پس فے الحقیقۃ قضیہ منعکس اور معاملہ منقلب ہے کہ حضرات شیعہ مجبور ہو کر کتاب اللہ اور عترت رسول اللہ سے تبری اور تحاشی کرتے ہین نہ اہلسنت ہماشا ہم فی تلک

قال الفاضل المجیب - قولہ - کیا شک کے یہہ ہی معنی ہین کہ کتاب اللہ کو جسکا حافظ خود خداوند
حقیقی تعالے شانہ ہی موقوف اور بیاض عثمانی قرآنی قرار دین چنانچہ مسلمات شیعہ سے ہی - اقول -
حضرت مجیب کے اس قولسے نہایت ہی تعجب ہی باوجود ادعائے علم و فضل یہہ دین ایسا لکھنا علما کی
شان کے خلاف ہی آپنے محض صاحب منتہی الکلام وغیرہ کی تقلید فرمائی اور اپنے تحقیق سے کام
نہ لیا کاش - اونکی ہی کلام کو بغور دیکھا ہوتا مسلمات شیعہ سے تو شاید اونہون نے بھی نہین کہا
شیعونکی کتابین تو آپکو نہین ملتی کاش منتہی الکلام و تحفہ وغیرہ کو جسکے اتباع و بہروسہ پر آپ
جواب لکھنے بیٹھی ہین باامعان نظر ملاحظہ فرماتے کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی
اہل ایمان ہی جاتا کہ اسمین کچھہ بھی اختلاف ہو حضرات اہلسنت کا عجب حال ہے کہ کبھی از صاحب
منتہی الکلام فرماتے ہین کہ شیعون کے نزدیک بیاض عثمانی یعنے معاذ اللہ قرآن شریف سے کافی
کلینی صحیح تر ہے اور دلیل یہہ بیان فرماتے ہین کہ زبان ثقات شیعین سے سنا گیا ہا اور کبھی
صاحب تحفہ ادعا کرتے ہین کہ تاریخ ابن قتیبہ نزد شیعہ معتمد تر از قرآن ست - اور کوئی دلیل تحریر نہین
فرماتے - یہہ علما حضرت اہل سنت کا حال ہے کہ خود شیعونکی نسبت ایسے افترا و اتہام اپنی طرف سے
منسوب کرتے ہین اور کوئی دلیل و سند بیان نہین کرتے یا کرتے ہین تو محض سنی ہوئی بتلاتے ہیں
اور کچھہ نہین فرماتے - حیف صد حیف ہماری حضرت مجیب نے بھی اونکی تقلید سے یہہ لکھا ہے
اگر دو چار ہی کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے - یقول العبد الفقیر الی
مولاہ الغنی اس تحریر مین بوجوہ چند کلام ہے اول یہہ کہ یہہ مسئلہ بدیہیات اولیہ سے ہے
چنانچہ ابھی واضح ہو جائیگا اور بدیہیات محتاج دلیل نہین ہوتی جسکو مذہب شیعہ کی کچھہ بھی
واقفیت ہوگی وہ اس مسئلہ سے ضرور واقف ہوگا - دوسری یہہ کہ ہمنے اس مسئلہ مین صاحب منتہی الکلام
کی تقلید نہین کی بلکہ اپنی تحقیق پر اعتماد کیا ہے چنانچہ عنقریب گذارش ہوگا - ہان اگر تعضیداً و استظہاراً
کوئی روایت صاحب منتہی الکلام وغیرہ سے نقل کرین تو مضائقہ نہین ہے - لیکن یہہ مقتضی
تقلید کو نہین ہے پس یہہ محض ہمارے مجیب کا وہم و گمان ہے و بس - تیسری یہہ کہ

صاحب منتہی الکلام اور صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہما کے اعتماد پر جواب لکھنا اگرچہ ہمارا فخر ہے۔ لیکن
پھر بھی انشاء اللہ تعالے ہمارے فاضل مجیب پر واضح ہو جائیگا کہ ہمنے محض تقلید ہی جواب لکھا ہے
یا اپنی تحقیق سے بھی کام لیا ہے۔ معہذا یہہ طعن تو اوسوقت زیبا تھا جبکہ آپکی مضامین و جوابات
آپکے خانہ زاد و نتیجہ طبیعت ہوتے اور جب آپ بھی محض ناقل اپنے بزرگونکے ہین اگر ہمنے
اپنی بزرگون سے نقل کیا ہو تو کیا محل طعن ہے۔ چوتھی یہہ کہ یہہ بحث قرآن کی تحریف و عدم
تحریف مین ہی پھر ہماری فہم مین نہین آتا کہ ہماری فاضل مخاطب نے یہہ بیجا الفاظ کیون تحریر
فرمائی (کتاب اللہ کی تعظیم و تکریم و تقدیم اجماعی اہل ایمان ہی۔ حاشا کہ اسمین کچھہ بھی اختلاف ہو)
بھلا تعظیم و تکریم و تقدیم کا کیا ذکر تھا اور اوسکے لکھنے سے کیا فائدہ صاف لکھنا چاہیے تھا اگر آپکو یہان
تحریف معتبر نہین اور یا اجماع باطل ہے تو لکھنا چاہیے تھا کہ کتاب اللہ کی عدم تحریف اجماعی اہل ایمان
ہی حاشا کہ اسمین کچھہ بھی اختلاف ہو۔ سوال از آسمان و جواب از ریسمان۔ کی مثل یہان صادق ہی
کہ گفتگو تحریف و عدم تحریف مین ہو اور ثبوت تعظیم و تکریم و تقدیم کا دیوین سبحان اللہ ہماری حضرت
فاضل مجیب پر خوش فہمی ختم ہے حالانکہ یہہ مستلزم عدم تحریف کو نہین کیونکہ جائز ہے کہ یہہ تعظیم
و تکریم سبیل وجہہ التقیہ واجب ہو یا اسوجہ سے ہو کہ اس باقیماندہ مین آخر اکثر اصلی ہے الحاق
تو کم ہے کیا کتب سماویہ محرفہ کی تعظیم و تکریم اجماعی اہل ایمان نہین ہے کیا اونکی تحقیر و اہانت
اجماعی اہل ایمان ہے لیکن تعجب یہہ ہی کہ یہہ تعظیم و تکریم خلاف امام معصوم کے اہل ایمان کی کیونکر
اجماعی کیا ہے امام معصوم تو آیت امۃ ھی اربی من امۃ سنکر تذلیل و اہانت کی طور پر قرآن
پھینک دیوین اور لایق اہانت سمجھین اور ہماری فاضل مجیب اوسکی تعظیم و تکریم اہل ایمان کے
اجماعی فرمادین معلوم نہین امام معصوم کو اہل ایمان مین سے سمجھتے ہین یا نہین اور اونکی مخالفت
خارق اجماع ہی یا نہین۔ مگر ہان آپ یہہ فرما سکتے ہین کہ میری مراد کتاب اللہ سے وہ کتاب اللہ
ہی جو سرداب سرمن رای مین امام معصوم کے پاس صندوق تقیہ مین محفوظ ہے۔ معہذا اسلمنا
کہ تعظیم و تکریم اجماعی ہونے سے مراد یہہ ہے کہ عدم تحریف اجماعی اہل ایمان ہے تو اس سے

معلوم ہوا کہ جو لوگ قائل تحریف کی ہوئی ہین وہ اجماع اہل ایمان سے خارج ہین اور اونپر شیعہ امیر
المومنین صادق آتا ہے ذرا اسکو یاد رکھیگا - اس صورت مین آپنے صدہا علما شیعہ متقدمین و متاخرین کو
بے ایمان بنا دیا شاباش آفرین باد - پانچوین صاحب منتہی الکلام اور صاحب تحفہ نے بھی اس بارہ مین
جو کچھ تحریر فرمایا ہے بے دلیل نہین چنانچہ بندہ کی گذارش سے کسیقدر واضح ہو جائیگا آپ جو یہہ کہکر بے
نسبت فرماتے ہین کہ اگر وہ ہماری کسی کتب مناظرہ کو ملاحظہ فرماتے تو ایسا ہرگز نہ لکھتے معلوم نہین
یہان کتب معتبرہ حدیث و تفسیر کے ذکر سے کیون اغماض و اعراض فرمایا حالانکہ اسکا موقع و محل کتب حدیث
و تفسیر مین اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کتب حدیث و تفسیر کا ذکر اسیواسطے نہین کیا کہ اونمین تحریف
قرآن کا ذکر ہے اور روایات اوسکے ثبوت کے موجود ہین لیکن متکلمین نے جب دیکھا کہ خصم بے ڈہب
گلوگیر ہوا ہے جس سے بدون انکار رہائی مشکل ہے اسلیئے اونہون نے کہین انکار تحریف کر دیا اور روایات
کو توجیہات لاطائلہ سے مسخ و تحریف فرمایا ورنہ بعض جگہ متکلمین نے خود تحریف کو تسلیم کیا بلکہ دعوی کیا
چنانچہ ہم نقل کرینگے - **قولہ** بہر حال جواب گذارش ہے یہہ جو کچھ آپنے اس قول مین لکہا ہے
محض دروغ بیفروغ ہے اگر آپکو دعوی ہی تو بسم اللہ کوئی دلیل لائیے یہہ آپنے کہانسے لکہا کہ یہہ
مسلمات شیعہ سے ہے آپ اپنے اس دعوی مین اگر سچے ہین تو کوئی جہوٹی ہوئی ہی دلیل بیان کیجیے
اور جواب لیجئے - **اقول** ای حضرت میر صاحب جو کچھ بندہ نے عرض کیا ہے وہ حق اور مطابق
نفس الامر اور واقع کے ہے اوسمین کذب کو دخل نہین ہے افسوس یہہ ہے کہ آپکو اپنی کتب احادیث و تفسیر
کی خبر نہین ہے اگر آپ ان کتابون سے دیکھتے تو ممکن نہ تہا کہ آپ اس دعوی کا انکار فرماتے
لیجیے جہوٹی ہوئی نہین بلکہ ہم موٹے موٹے دلائل واضحہ پیش کرتے ہین براہ عنایت ذرا متوجہ ہو
سین - احادیث متعددہ جو مختلف ائمہ سے مروی ہین اور اپنی کثرت کی وجہ سے گویا متواتر
المعنی ہین اور درجہ قطعیہ کو پہونچ چکی ہین وہ بعبارت النص وقوع تحریف کو ثابت ہین
اسوقت میرے سامنے صرف تفسیر صافی کہلی رکہی ہوئی ہے اوس سے بطور مشتے از خروارے
و قطرہ از بحار نقل کرتا ہون محمد بن مرتضی المدعو محسن اپنی تفسیر کے مقدمات مین لکہتے ہین

المقدمة السادسة فی بنذ مما جاء فی جمع القرآن وتحریفه وزیادته ونقصه وتاویل ذلک روی علی بن ابراهیم القمی فی تفسیره باسناده عن ابی عبد الله علیه السلام قال ان رسول الله صلی الله علیه واله قال لعلی علیه السلام یا علی ان القرآن خلف فراشی فی الصحف والحریر والقراطیس فخذوه واجمعوه ولا تضیعوه کما ضیعت الیهود التوریة فانطلق علی علیه السلام فجمعه فی ثوب اصفر ثم ختم علیه فی بیته وقال لا ارتدی حتی اجمعه قال کان الرجل لیاتیه فیخرج الیه بغیر رداء حتی جمعه وفی روایة ابی ذر الغفاری رضی الله عنه انه لما توفی رسول الله صلی الله علیه واله جمع علی علیه السلام القرآن وجاء به الی المهاجرین والانصار وعرضه علیهم لما قد اوصاه بذلک رسول الله صلی الله علیه واله فلما فتحه ابو بکر خرج فی اول صفحة فتحها فضائح القوم فوثب عمر وقال یا علی اردده فلا حاجة لنا فیه فاخذه علی علیه السلام وانصرف ثم احضر زید بن ثابت وکان قاریا للقرآن فقال له عمر ان علیا جاءنا بالقرآن وفیه فضائح المهاجرین والانصار وقد اردنا ان تؤلف لنا القرآن وتسقط منه ماکان فیه فضیحة وهتک للمهاجرین والانصار فاجابه زید الی ذلک ثم قال فان انا فرغت من القرآن علی ما سالتم واظهر علی القرآن

سلہ چھٹا مقدمہ اسکی تمہید بیان میں کہ جو قرآن کے جمع اور تحریف و زیادتی اور نقصان کے باب میں آیا ہے اور اوسکی تاویل میں۔ علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں اپنی اسناد کے ساتھ ابی عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی علیہ السلام کو فرمایا ای علی قرآن میری بچھونے کے پیچھے صحیفوں اور ریشم اور کاغذ میں ہے اسکو تو ضائع نکیجو جسطرح یہودیوں نے توراۃ کو ضائع کردیا۔ پس جمع کرنے لگے اوسکو علی علیہ السلام زرد کپڑی میں یہانتک کہ اوسپر مہر لگائی اپنے گھر میں اور کہا اسکے فراہمی تک چادر نہیں پہنونگا۔ کہا اگر پاس کوئی شخص آتا تہا تو آپ اوسکی طرف بدون چادر کے نکلتی تہی یہانتک کہ آپ اوسکو جمع کرچکے۔ ابو ذر غفاری کے روایت میں ہے جب رسول اللہ نے وفات پائی علی نے قرآن جمع کیا اور مہاجرین انصار کے پاس لائی اور انپر پیش کیا کیونکہ حضرت نے اونکو اوسکی وصیت کی تہی جب ابو بکر نے اوسکو کہولا تو پہلی ہی صفحہ میں قوم کی فضائح ظاہر ہوئی تو عمر اوچہل پڑا اور کہا ای علی اسکو واپس لیجا ہمکو اسکی کچھ حاجت نہیں پہر علی نے اوسکو لیا اور چلے گئے پہر زید بن ثابت کو بلایا اور وہ قاری قرآن تہا اوسکو عمر نے کہا کہ علی ہماری پاس قرآن لایا تہا اور اوسمیں مہاجرین و انصار کے فضائح ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری لیئے قرآن جمع کری اور جسمیں مہاجرین و انصار کی فضیحت اور ہتک ہو اوسمیں سے ساقط کردی زید نے اسکو قبول کیا پہر کہا کہ جب میں قرآن سے تمہارے سوال کے موافق فارغ ہوا اور علی نے جو قرآن جمع کیا ہے ظاہر کیا تو

الذی الفہ الیس قد بطل کل ما عملتم ثم قال عمر فما الحیلۃ قال زید انتم اعلم بالحیلۃ
فقال عمر ما الحیلۃ دون ان نقتلہ ونستریح منہ فدبر فی قتلہ علی ید خالد بن الولید
فلم یقدر علی ذلک وقد مضی شرح ذلک فلما استخلف عمر سال علیا علیہ السلام
ان یدفع الیہم القران فیحرفوہ فیما بینہم فقال یا ابا الحسن ان کنت جئت بہ الی ابی بکر
فات بہ الینا حتی نجتمع علیہ فقال علی علیہ السلام ہیہات لیس الی ذلک سبیل
انما جئت بہ الی ابی بکر لتقوم الحجۃ علیکم ولا تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ھذا غافلین
او تقولوا ما جئتنا بہ ان القران الذی عندی لا یمسہ الا المطہرون والاوصیاء
من ولدی فقال عمر فہل وقت لاظہارہ معلوم قال علی علیہ السلام نعم اذا قام القائم
من ولدی یظہرہ ویحمل الناس علیہ فتجری السنۃ بہ۔ ملتقطاً ماقل شعف ان اوردا نیونیں
تامل فرماہو کہ اگر حسب ارشاد مجیب لبیب قرآن موجود میں تحریف نہیں ہوئی تھی تو جناب امیر کو اسقدر
سعی وکوشش محنت ومشقت تنہا بلا شرکت احدے ہاین ہاین اوٹہانے کی کیا ضرورت تھی اور حضرت صدیق
کے پاس بغرض اتمام حجت لالی کے کیا معنی اور اوسمین فضائح مہاجرین وانصار نکلنا اوس سے بہی زیادہ
لغو وکذب ومندرا اور حضرت فاروق کا رد کرنا اور زید بن ثابت کو بلاکر تحریف کا مشورہ کرنا اور انکے قتل کے
خالد کے ہاتہہ سے تدبیر کرنا اور پہر اپنی خلافت کے زمانہ مین مکرر اس مقصد کا از سر نو چہیڑنا بالکل اہیات
اور خرافات ہاپس جنہون نے یہہ روایت کی اور جو اسکے قائل ہوئی سب ہماری فاضل مجیب کے نزدیک
دائرہ ایمان سے شاید خارج ہونگی اور اگر یہہ روایت صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ بعبارت النص مثبت وقوع تحریف ہی

لے تو کیا تمہاری سب کارروائی باطل ہو جائیگی عمر نے کہا پہر اسکی تدبیر اور حیلہ کیا ہی زید نے کہا حیلہ کو تم زیادہ جانتے ہو عمر نے کہا بجز اسکے
حیلہ کیا ہی کہ ہم اوسکو قتل کرین بعد راحت پائین تو خالد کے ہاتہہ سے علی کے قتل کی تدبیر کی لیکن اسپر قادر نہوئی اور اسکی شرح
گذر چکی پس جب عمر خلیفہ ہوئی تو علی سے انکا کہ قرآن انکو دیدی تاکہ وہ لوگ بہی باہم تحریف کرین پس کہا ای ابا الحسن اگر تم اوسکو
ابوبکر کے پاس لایا تہا تو ہمارے پاس بہی لاؤ تاکہ ہم اوسپر مجتمع ہون علی نے فرمایا وہ بات دور گئی اوسکے طرف رستہ نہیں ہی ابوبکر کے
پاس صرف اسلئے لایا تہا کہ تمپر حجت قائم ہو جائے اور قیامت کے دن یہہ نہ کہو کہ ہم اس سے غافل تہی یا کہو کہ تو اوسکو ہمارے پاس
نہین لایا تہا جو قرآن میری پاس ہے اوسکو بجز مطہرین کے اور میری اولاد مین سے اوصیا کے اور کوئی نہین چہو سکتا عمر نے کہا تو کیا
اوسکے اظہار کا وقت معلوم ہی علی نے کہا ہان میری اولاد مین سے قائم (مہدی) اویگا تو اوسکو ظاہر کریگا اور سب لوگونکو بہ تکلیف عمل کرنے کا آمادہ کریگا اور اسکی تنہ

اور باسند اپنا ہماری مطلب کے دعوی کے مکذب ہیں اور سنیے وفی الکافی عن محمد بن

سلیمان عن بعض اصحابہ عن ابی الحسن علیہ السلام قال قلت لہ جعلت فداک

انا نسمع الآیات فی القرآن لیس ھی عندنا کما نسمعہا ولا نحسن ان نقراھا کما بلغنا

عنکم فہل ناثم فقال لا اقرؤا کما تعلمتم فسیجیئکم من یعلمکم اقول یعنی بہ

صاحب الامر علیہ السلام وباسنادہ عن سالم بن سلمۃ قال قرأ رجل علی ابی عبد اللہ ع

وانا اسمع حروفا من القرآن لیس علی ما یقرأھا الناس فقال ابو عبد اللہ ع کف عن

ھذہ القراءۃ اقرأ کما یقرأ الناس حتی یقوم القائم فاذا قام قرأ کتاب اللہ تع علی

حدہ واخرج المصحف الذی کتبہ علی علیہ السلام وقال اخرجہ علی علیہ السلام الی

الناس حین فرغ منہ وکتبہ فقال لھم ھذا کتاب اللہ کما انزلہ اللہ علی محمد وقد جمعتہ

بین اللوحین فقالوا ھوذا عندنا مصحف جامع فیہ القرآن لا حاجۃ لنا فیہ فقال

اما واللہ ما ترونہ بعد یومکم ھذا ابدا انما کان علی ان اخبرکم حین جمعتہ لتقرؤہ

وباسنادہ عن البزنطی قال دفع الی ابو الحسن ع مصحفا وقال لا تنظر فیہ ففتحتہ

وقرأت فیہ لم یکن الذین کفروا فوجدت فیہا اسم سبعین رجلا من قریش باسمائہم

واسماء آبائہم قال فبعث الی ابعث الی بالمصحف وفی تفسیر العیاشی عن ابی جعفر ع قال

۱؎ کافی میں بواسطہ محمد بن سلیمان اور اوسکی بعض اصحاب کے ابو الحسن سے روایت ہے کہا میں نے آپکی خدمت میں عرض کیا میں آپ پر قربان ہوں ہم آیات قرآنی سنتے ہیں اور ہمارے نزدیک اسطرح نہیں ہیں جسطرح ہم سنتے ہیں اور ہم اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے جسطرح ہمکو تمسے پونہچا تو کیا ہم گنہگار ہوتے ہیں فرمایا نہیں تم پڑہو جسطرح تمنے سیکہا ہے پس عنقریب آئیگا جو تمکو سکہلائیگا اور اپنی سند کے ساتہہ سالم بن سلمہ سے روایت کی ہے کہا ایک شخص نے ابو عبد اللہ ع پر چند حروف قرآنی پڑھے جو لوگوں کے قرات کے موافق نہیں تہے اور میں سن رہا تہا ابو عبد اللہ نے فرمایا تو اس قراءت سے باز رہ اور پڑہ جسطرح لوگ پڑہتے ہیں مہدی کے قائم ہونے تک پس جب وہ قائم ہوگا کتاب اللہ کو اوسکی حد پر پڑہیگا اور وہ مصحف جو علی نے لکہا تہا نکالا اور کہا علی نے وہ جب اوسکے لکہنے سے فارغ ہوئے تہے لوگوں کی طرف نکالا تہا اور کہا یہہ اللہ کی کتاب ہے جسطرح اللہ نے محمد پر نازل کی ہے اور میں نے اوسکو دو تختیوں میں جمع کیا اونہوں نے کہا یہہ ہمارے پاس مصحف جامع ہے جس میں قرآن ہے ہمکو اوسکی کچھ حاجت نہیں ہے فرمایا اللہ کی قسم اس دن سے پیچھے تم اسکو کبھی نہ دیکھو گے مجھپر فرض یہہ تہا کہ جب میں نے جمع کیا تہا تمکو خبر کردوں تاکہ تم اوسکو پڑہو اور اپنی اسناد کے ساتھ بزنطی سے روایت کی ہے کہا مجکو ابو الحسن نے ایک مصحف دیا اور کہا کہ اس میں نہ دیکھیو میں نے اسکو کھولا اور سورۂ لم یکن الذین کفروا پڑہی میں نے اوس میں ستر آدمیوں کی نام مع انکے باپوں کے نام

[illegible]

لولا انه زيد في كتاب الله ونقص ما خفي حقنا على ذي حجى ولو قد قام قائمنا فنطق
صدقه القرآن وفيه عن ابي عبد الله عليه السلام قال لو قرئ القرآن كما انزل لالفينا فيه
مسمين وفيه عنه ان في القرآن ما مضى وما يحدث وما هو كائن كانت فيه اسماء
الرجال فالقيت وانما اسم الواحد منه في وجوه لا تحصى يعرف ذلك الوصاة وفيه
عنه عليه السلام ان القرآن قد طرح منه آي كثيرة ولم يزد فيه الا حروف و
قد اخطات به الكتبة وتوهمتها الرجال وروى الشيخ احمد بن ابي طالب الطبرسي طاب
ثراه في كتاب الاحتجاج في جملة احتجاج امير المؤمنين على جماعة من المهاجرين والانصار
ان طلحة قال له عليه السلام في جملة مسائله عنه يا ابا الحسن شيء اريد ان اسئلك عنه
رايتك خرجت بثوب مختوم فقلت ايها الناس اني لم ازل مشتغلا برسول الله
صلى الله عليه وآله بغسله وكفنه ودفنه ثم اشتغلت بكتاب الله حتى جمعته
فهذا كتاب الله عندي مجموعا لم يسقط عني حرف واحد ولم ار ذلك الذي كتبت
والفت وقد رايت عمر بعث اليك ان ابعث به الي فابيت ان تفعل فدعا عمر الناس
فاذا شهد رجلان على آية كتبها وان لم يشهد عليها غير رجل واحد ارجاها فلم
يكتب فقال عمر وانا اسمع انه قد قتل يوم اليمامة قوم كانوا يقرؤن قرانا لا يقرؤه

سلہ اگر کتاب اللہ [illegible]
اوسکے قرآن قصا [illegible]
اور اوسین اسی [illegible]
طرح پر ہے جسکو وصا ہی جانتے ہین اور اوسین وہی سے مروی ہے کہ قرآن مین سے بہت آیتین کم کی گئی ہین اور زیادہ نہین کی گئی مگر
چند حروف کی ہوئی ہے اور لکھنے والون نے خطا کی ہے اور لوگون نے وہم کیا ہے شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی نے اپنی
کتاب احتجاج مین منجملہ احتجاج امیر المومنین عم کے مہاجرین و انصار کی جماعت پر روایت کیا ہے کہ طلحہ نے منجملہ انہی سوالون کے
جناب امیر سے کہا ای ابو الحسن مین جو تمسے کچھہ پوچھا چاہتا ہون مینے تمکو دیکھا تہا کہ تم مہر لگا ہوا کپڑا لیکر نکلے اور کہا ای لوگو مین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل و تکفین مین مشغول رہا پھر کتاب اللہ مین یہانتک کہ مینے اوسکو جمع کیا پس یہہ کتاب اللہ میرے پاس فراہم کی
ہوئی ہے جسمین مجھسے ایک حرف بھی کم نہین ہوا اور مینے نہین دیکھا تہا جو تو نے لکھا تہا اور جمع کیا تہا اور مینے عمر کو دیکھا کہ تیرے
پاس بہیجا تہا کہ میرے پاس اوسکو بہیج تو تو نے بہیجنے سے انکار کیا پھر عمر نے لوگون کو بلایا پس جب دو آدمیون نے کسی آیت
کی گواہی دی اوسکو لکھہ لیا اور جس آیت پر بجز ایک شخص کے گواہی نہ دی اوسکو چھوڑ دیا اور نہ لکھا پھر عمر نے کہا مین سنتا ہون کہ یمامہ کے دن قتل ہوئے

غیرهم فقد ذهب وقد جائت شاة الی صحیفة وکتاب یکتبون فاکلتها وذهب ما فیها والکاتب یومئذ عثمان وسمعت عمر واصحابه الذین الفوا ما کتبوا علی عهد عمر وعلی عهد عثمان یقولون ان الاحزاب کانت تعدل سورة البقرة وان النور نیف ومائة آیة والحجر تسعون ومائة آیة فما هذا وما یمنعک یرحمک الله ان تخرج کتاب الله الی الناس وقد عهد عثمان حین اخذ ما الف عمر فجمع له الکتاب وحمل الناس علی قراءة واحدة فمزق مصحف ابی ابن کعب وابن مسعود واحرقهما بالنار فقال له علی یا طلحة ان کل آیة انزلها الله عز وجل علی محمد صلی الله علیه وآله عندی باملاء رسول الله وخط یدی وتاویل کل آیة انزلها الله علی محمد صلی الله علیه وآله وکل حلال وحرام او حد او حکم او شیٔ یحتاج الیه الامة الی یوم القیمة مکتوب باملاء رسول الله ص وخط یدی حتی ارش الخدش قال طلحة کل شیٔ من صغیر او کبیر او خاص او عام کان ویکون الی یوم القیمة فهو عندک مکتوب قال نعم وسوی ذلک ان رسول الله صلی الله علیه وآله اسر الی فی مرضه مفتاح الف باب من العلم یفتح کل باب الف باب ولو ان الامة منذ قبض رسول الله ص اتبعونی واطاعونی لاکلوا من فوقهم ومن تحت ارجلهم وساق الحدیث الخ وقال فی احتجاجه علی الزندیق الذی جاء

ل جنکے سوا کوئی قاری نہ تہا مقتول ہو چکے ہیں تو قرآن جاتا رہا اور تحقیق صحیفہ کے طرف بکری آئی جسکو لکہہ رہے تھے اور اسکو کہا گئی اور جو کچھ اوسمیں تہا جاتا رہا اور عثمان اوسوقت کاتب تہا اور میں نے عمر سے اور اوسکے اصحاب سے جنہوں نے جمع کیا تہا جو کچھ لکہا تہا عمر کے زمانہ میں اور عثمان کے زمانہ میں سنا تہا کہ احزاب سورہ بقر کے برابر تھے اور نور ایک سو اور چند آیتیں تہی اور حجر ایک سو نوے آیتیں تہی تو یہہ کیا ہے اور خدا تجہہ پر رحمت کرے تجکو کون مانع ہے اس سے کہ تو کتاب اللہ کو لوگوں کی طرف نکالے اور تحقیق عثمان نے قصد کیا ہے جبکہ لیا جو کچھ عمر نے جمع کیا تہا پس اوسکے لیے منشیوں کو اکہٹا کیا اور لوگوں کو ایک قراءت پر برانگیختہ کیا ابی بن کعب و ابن مسعود کا مصحف پہاڑ ڈالا اور آگ میں جلا دیا۔ اوسکو علی نے جواب دیا اے طلحہ تحقیق ہر آیت جو اللہ عز وجل نے محمد پر نازل کی تہی میرے پاس رسول اللہ کی لکہوائی ہوئی اور میرے ہاتہہ کی لکہی ہوئی اور ہر آیت کی تاویل جسکو اللہ تعالی نے محمد پر نازل کیا اور ہر ایک حلال یا حرام یا حد یا حکم یا کوئی چیز جسکی قیامت تک امت محتاج ہو رسول اللہ کی لکہوائی ہوئی اور میرے ہاتہہ کی لکہی ہوئی ہے یہانتک کہ خراش کی دیت بھی طلحہ نے کہا ہر شی چہوٹی بڑی خاص یا عام گذشتہ یا آیندہ قیامت تک وہ تیرے پاس لکہی ہوئی ہے کہا ہاں اور اسکے سوا یہہ کہ رسول اللہ نے اپنی مرض میں ہزار باب کے علم سے کنجیاں پوشیدہ عطا فرمائیں ہیں جس میں سے ہر باب ہزار باب کہولتا ہے اور اگر امت جب سے رسول اللہ نے وفات پائی ہے میرا اتباع اور میری پیروی کرتے تو اپنی اوپر اور پانوں کے نیچے سے کہاتے الحدیث

الیہ مسند لا یاتیہ من القرآن متشابہ یحتاج الی التاویل وکان من سوالہ انی
اجد اللہ قد شہر ہفوات انبیائہ بقولہ وعصی آدم ربہ فغوی وتکذیبہ نوحا لما قال ان
ابنی من اہلی بقولہ انہ لیس من اہلک وبوصفہ ابراہیم بانہ عبد کوکبا مرۃ ومرۃ
قمرا ومرۃ شمسا وبقولہ فی یوسف ولقد ہمت بہ وہم بہا لولا ان رای برہان ربہ
وبتہجینہ موسی حیث قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی الآیۃ وببعثہ الی
داؤد جبرئیل ومیکائیل حیث تسوروا المحراب الی اخر القصۃ وبحبسہ یونس فی
بطن الحوت حیث ذہب مغاضبا مذنبا واظہر خطاء الانبیاء وذللہم ثم وری
اسماء من اغتر وفتن خلقہ فضل واضل وکنی عن اسمائہم فی قولہ ویوم یعض الظالم
علی یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا یا ویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا
لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی فمن ہذا الظالم الذی لم یذکر من اسمہ
ما ذکر من اسماء الانبیاء - آخر سوال تک اسکا جواب نقل کیا جاتا ہے لیکن چونکہ سوال وجواب
عبارتوں میں قدر حاجت سے زیادہ طول تہا اسلیئے ملخصا بحذف واسقاط نقل کیے گئے جواب کے
عبارت جو مثبت مدعا ہے یہہ ہے - فقال امیر المؤمنین واما ہفوات الانبیاء

الانبياء[1] ممن شهد الكتاب بظلمهم فان ذلك من ادل الدلائل على
حكمة الله الباهرة وقدرة القاهرة وعزة الظاهرة لانه علم ان براهين
انبيائه تكبر في صدور اممهم وان منهم من يتخذ بعضهم الها كالذي كان من
النصارى في ابن مريم فذكرها دلالة على تخلفهم من الكمال الذي
تفرد به عز وجل الم تسمع الى قوله في صفة عيسى حيث قال فيه وفي امه كانا
ياكلان الطعام يعني ان من اكل الطعام كان له ثفل فهو بعيد مما ادعته
النصارى لابن مريم ولم يكن عن اسماء الانبياء تجبرا وتعززا بل تعريفا لاهل
الاستبصار وان الكناية عن اسماء ذوي الجرائر العظيمة من المنافقين في
القران التي ليست من فعله تعالى وانها من فعل المغيرين والمبدلين الذين
جعلوا القران عضين واعتاضوا الدنيا من الدين وقد بين الله تع قصص
المغيرين بقوله الذين يكتبون الكتاب بايديهم ثم يقولون هذا من عند الله
ليشتروا به ثمنا قليلا وبقوله وان منهم لفريقا يلوون السنتهم بالكتاب وبقوله
اذ يبيتون ما لا يرضى من القول بعد فقد الرسول ما يقيمون به اود باطلهم
حسبما فعلته اليهود والنصارى بعد فقد موسى وعيسى من تغيير التوراة والانجيل

---

[1] یہ نسبت دیکر انبیا کے جرم کیا جنکے ظلم کی کتاب اللہ شاہد ہے تحقیق یہ نہایت دلائل سے ہے اللہ کے روشن حکمت اور غالب قدرت پر کیونکہ اللہ جانتا تہا کہ اوسکے انبیا کے دلائل دیکے اتو نکے دلوں مین بڑی ہونگے اور انہین سے بعض کو معبود بنا لینگے جیسے نصاری سے ابن مریم بابت مین ہوا پس انکو اسلیے ذکر کیا تاکہ اونکی تخلف پر اوس کمال سے جسکے ساتھہ اللہ عز وجل منفرد ہی دلالت ہو گیا تو نے نہین سنا اونکا قول عیسی کے وصف مین اور اونکی ماں کے بارہ مین فرمایا (دونو کہانا کہاتے تہے) یعنے جو کہایگا اوسکا ثفل ہوگا۔ اور جسکے ثفل ہوگا وہ بعید ہے اوس سے جو نصارے نے ابن مریم مین دعوے کیا ہے اور انبیا کے اسما سے براہ تکبر اور بڑائی کنایہ نہین کیا بلکہ اہل بصیرت کے جتلانے کے واسطے۔ بڑے گنہگار منافقین کے ناموں سے کنایہ قرآن مین اللہ تعالے کے قول سے نہین بلکہ یہ تحریف و تبدیل کرنیوالونکے فعل سے ہے جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کیا اور بعوض دین کے دنیا کو لیا اور اللہ تعالے نے محرفین کے قصے بیان کردیے اپنے قول کے ساتھہ۔ الذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ الخ اور اپنی قول کے ساتھہ وان منہم لفریقا یلوون السنتہم بالکتاب۔ اور اپنے قول کے ساتھہ۔ اذ یبیتون ما لا یرضی من القول رسول کے وفات کے پیچہے جس سے اپنے باطل کے کجی کو سیدہا کرین جیسا کہ یہود و نصارے نے بعد وفات موسے اور عیسے کے توراۃ اور انجیل کے تغیر ۱۲۔

وتحريف الكلم عن مواضعه وبقوله يريدون ان يطفئوا نور الله بافواههم ويابى الله الا ان يتم نوره يعني انهم اثبتوا في الكتاب ما لم يقله الله ليلبسوا على الخليقة فاعمى الله على قلوبهم حتى تركوا فيه ما دل على ما احدثوه فيه وحرفوا منه وبين عن افكهم وتلبيسهم وكتمان ما علموه منه ولذلك قال لهم لم تلبسون الحق بالباطل وتكتمون الحق وضرب مثلهم بقوله فاما الزبد فيذهب جفاء واما ما ينفع الناس فيمكث في الارض فالزبد في هذا الموضع كلام الملحدين الذين اثبتوه في القرآن فهو يضمحل ويبطل ويتلاشى عند التحصيل والذي ينفع الناس منه فالتنزيل الحقيقي الذي لا ياتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه والقلوب تقبله والارض في هذا الموضع هي محل العلم وقراره وليس يسوغ مع عموم التقية التصريح باسماء المبدلين ولا الزيادة في آياته على ما اثبتوه من تلقائهم في الكتاب لما في ذلك من تقوية حجج اهل التعطيل والكفر والملل المنحرفة عن قبلتنا وابطال هذا العلم الظاهر الذي قد استكان له الموافق والمخالف بوقوع الاصطلاح على الائتمار لهم والرضا بهم ولان اهل الباطل في القديم والحديث اكثر عددا من اهل الحق ولان الصبر على ولاة الامر مفروض

ل۵ اور کلمات کی تحریف اونکے مواضع سے کے اور اپنے قول کے ساتھہ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواہہم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ یعنی جو کچھہ اللہ تعالے نے نہیں فرمایا اونہوں نے کتاب میں بڑھا دیا تاکہ مخلوق پر مشتبہ کریں پس اللہ نے اونکے دلوں کو اندھا کر دیا یہانتک کہ اوسمیں چھوڑ دیا جو دلالت کرے اوسپر جو اونہوں نے احداث کیا ہے اوسمیں اور تحریف کیا ہے اور بیان کیا اونکو بہتان اور تلبیس کو اور اونکو چھپانے کو جو قرآن سے جانتے ہیں اور اسیواسطے اونکو فرمایا کیوں حق کو باطل کے ساتھہ ملاتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو اور اونکی مثل بیان کی اپنے قول کے ساتھہ فاما الزبد فیذہب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض تو اس جگہ جھاگ ملحدوں کا کلام ہے جسکو قرآن میں بڑھایا ہے وہ مضمحل و باطل اور زائل ہوجاتی تحصیل کے وقت اور وہ ہے جو لوگوں کو نافع ہے وہ تنزیل حقیقی ہے جسکے سامنے اور پیچھے سے باطل اوسکا نہیں آتا ہے اور دل اوسکو قبول کرتے ہیں اور زمین اس جگہ محل علم اور قرار علم ہے اور باوجود عموم تقیہ کے تحریف کرنے والونکے نام کی تصریح اور اونمیں زیادتی جو کچھہ اونہوں نے اپنی طرف سے زیادہ کیا ہے بیان کرنا جائز نہیں کیونکہ اسمیں اہل تعطیل اور کفر اور ان مذہبونکی دلیلونکی جو ہمارے قبلہ سے پھرے ہوئی ہیں تقویت ہے اور اس ظاہری علم کا ابطال ہے جسکو موافق و مخالف نے تسلیم کر لیا ہے اونکی فرمانبرداری اور اونکے ساتھہ رضامندی پر اصطلاح واقع ہونے کے ساتھہ۔ اور اسلیے کہ اہل باطل ہمیشہ تعداد میں اہل حق سے زیادہ ہیں

لقول الله عز وجل لنبيه[1] فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل وايجابه مثل ذلك
على اوليائه واهل طاعته بقوله لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة فحسبك
من هذا الجواب عن هذا الموضع ما سمعت فان شريعة التقية تحظر التصريح باكثر منه
ثم قال عليه السلام واما ما ذكرته من الخطاب الدال على تهجين النبي[2] والازراء به
والتانيب له مع ما اظهره الله تبارك وتعالى في كتابه من تفضيله اياه على سائر انبيائه
فان الله عز وجل جعل لكل نبي عدوا من المشركين كما قال في كتابه وبحسب جلالة
منزلة نبينا صلى الله عليه وآله عند ربه كذلك عظم محنته بعدوه الذي عاد منه اليه
في حال شقاقه ونفاقه كل اذى ومشقة لدفع نبوته وتكذيبه اياه وسعيه في مكارهه
ونقض كل ما ابرمه واجتهاده ومن مالاه على كفره وعناده ونفاقه والحاده في
ابطال دعواه وتغيير ملته ومخالفة سنته ولم ير شيئا ابلغ في تمام كيده من تنفيرهم
عن موالات وصيه وايحاشهم منه وصدهم عنه واغرائهم بعداوته والقصد
لتغير الكتاب الذي جاء به واسقاط ما فيه من فضل ذوي الفضل وكفر ذوي الكفر منه
وممن وافقه على ظلمه وبغيه وشركه ولقد علم الله ذلك منهم فقال ان الذين يلحدون
في اياتنا لا يخفون علينا وقال يريدون ان يبدلوا كلام الله ولقد احضروا الكتاب

---

[1] چنانچہ اللہ تعالے نے اپنی نبی کو فرمایا کہ پس صبر کر جسطرح صبر کیا اولو العزم نے رسولوں سے اور اسیطرح اوسکا وجوب ادا کیا اور اہل طاعت پر بسبب قول اللہ تعالے (البتہ تحقیق تمہاری لئی رسول میں اچھی پیروی ہی) پس اس جواب سے اس موضع میں جو کچھہ تو نے سنا کافی ہے کیونکہ تقیہ کا شرع ہونا اس سے زیادہ تصریح سے روکتا ہی پھر جنابسلام نے فرمایا اور جو کچھہ تو نے اوس خطاب کا ذکر کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمت اور منقصت اور سرزنش پر دلالت کرتا ہی باوجود اسکے جو ظاہر کیا اللہ تعالے نے اپنی کتاب میں اوسکے فضیلت سے تمام انبیا پر تحقیق اللہ عز وجل نے ہر نبی کے لیے مشرکین میں سے دشمن کئے ہیں جیسا اپنی کتاب میں فرمایا ہے اور ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی بزرگی کے موافق اللہ کے نزدیک اسیطرح اوسکی محنت کے برائی اوسکے دشمن کے ساتہہ جو اس سے اسکی طرف پہرتی ہے اوسکی نفاق اور خلاف کے حال میں ہر تکلیف اور مشقت اوسکی نبوت کی دفع کرنے اور اوسکے جہٹلانے اور اوسکے برائیون میں کوشش کرنے اور اوسکی مضبوط کی گئی ہوئی کے توڑنی سے ہی اور اپنی کفر اور عناد اور نفاق اور بے دینی پر اسکے دعوی کے ابطال اور اوسکے ملت کی تغییر اور اوسکی سنت کے مخالفت اپنی سکو متوجہ کردیا اور کوئی اوسکے مکر کے پورا ہونے میں اوس سے اور جو اوسکی ظلم اور بغاوت اور شرک میں اوس سے موافق ہوئی وصی کے دوستی سے لوگونکو نفرت دلانے اور اوس سے متوحش کرنے اور روکنے اور اوسکی عداوت پر اونکو بہڑکانے اور اوسکے قرآن کے جسکو وہ لیکر آیا تہا بدل دینے کے قصد کرنے اور اوس میں سے بزرگی والونکی بزرگی اور کفار کے کفر کو ساقط کرنے سے زیادہ نہیں دیکہی اور یہہ اللہ نے بہی انکی نسبت معلوم کرلیا تہا پس فرمایا۔

كملا مشتملا على التاويل والتنزيل والمحكم والمتشابه والناسخ والمنسوخ لم يسقط منه حرف الف ولا لام فلما وقفوا على ما بينه الله من اسماء اهل الحق والباطل وان ذلك ان ظهر نقض ما عقدوه قالوا لا حاجة لنا فيه نحن مستغنون عنه بما عندنا ولذلك قال فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قليلا فبئس ما يشترون ثم دفعهم الاضطرار بورود المسائل عليهم مما لا يعلمون تاويله الى جمعه وتاليفه وتضمينه من تلقائهم ما يقيمون به دعائم كفرهم فصرخ مناديهم من كان عنده شيء من القرآن فلياتنا به ووكلوا تاليفه ونظمه الى بعض من وافقهم على معاداة اولياء الله عليهم السلام فالفه على اختيارهم وما يدل المتامل على اختلاف تمييزهم وافترائهم وتركوا منه ما قدروا انه لهم وهو عليهم وزادوا فيه ما ظهر تناكره وتنافره وعلم الله ان ذلك يظهر ويبين فقال ذلك مبلغهم من العلم وانكشف لاهل الاستبصار عوارهم وافتراؤهم والذي بدء في الكتاب من الازراء على النبي صلى الله عليه وسلم من فرية الملحدين ولذلك قال ليقولون منكرا من القول وزورا ويذكر جل ذكره لنبيه صلى الله عليه وآله ما يحدثه عدوه في كتابه من بعده بقوله وما ارسلنا

لے تاویل اور تنزیل اور محکم اور متشابہ اور ناسخ اور منسوخ پر مشتمل جس میں ایک حرف الف و لام بھی ساقط نہیں ہوا تھا اونکے پاس حاضر کیا پس جب [illegible] نہیں باندھا ہے ٹوٹ جائیگا تو کہنے لگے کہ ہمکو اسکی [illegible] ہی فرمایا (پس پھینک دیا اوسکو اپنی پیٹھ پیچھے اور بیچ ڈالا اسکو تھوڑی قیمت کو پس برا ہے جو کچھ وہ خریدتے ہیں) پھر اونکو ایسے مسائل کے وارد ہونے سے جنکی تاویل نہیں جانتے تھے قرآن کے جمع کرنے اور [illegible] کی طرف اور [illegible] اپنی طرف سے جس سے اپنے کفر کے ستون قائم کر سکیں مضطر کیا پس اونکا منادی چلایا کہ جسکے پاس قرآن میں کا کچھ حصہ ہو ہمارے پاس لے آوے اور اوسکی نظم و تالیف کو ایسے شخص کے سپرد کیا جو اولیاء اللہ کے دشمنی پر اونکے موافق تھا پس اوسنے اونکی خواہش کے موافق جمع کیا [illegible] دلالت کرتا ہے [illegible] اختلاف [illegible] اور چھوڑ دیا اوس میں سے جسکو نافع سمجھتا تھا حالانکہ وہ اونکے لیے مضر تھا اور زیادہ کیا اوس میں جسکا [illegible] اور اللہ نے جان لیا کہ یہ ظاہر ہو جائیگا [illegible] کی جگہ ہے (اور کھل گیا اہل استبصار کے لیے اونکا عیب اور افترا اور جو کچھ کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص [illegible] ملحدین کا افترا ہے اور اسیلئے فرمایا کہ کہتے ہیں بری بات اور جھوٹ اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے [illegible] اوسکی کتاب میں [illegible] بعد کریگا اپنی اس قول کے ساتھ ذکر فرماتا ہے - اور نہیں بھیجا ہم نے - ۱۲ -

من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته فينسخ الله
ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله اياته يعني انه ما من نبي تمنى مفارقة ما يعانيه من
نفاق قومه وعقوقهم والانتقال عنهم الى دار الاقامة الا القى الشيطان المعرض
بعداوته عند فقده في الكتاب الذي انزل عليه ذمه والقدح فيه والطعن
عليه فينسخ الله ذلك في قلوب المؤمنين فلا يقبله ولا يصغي اليه غير قلوب المنافقين
والجاهلين ويحكم الله اياته ان يحمي اوليائه من الضلال والعدوان ومشايعة
اهل الكفر والطغيان الذين لم يرض الله ان يجعلهم كالانعام حتى قال بل هم اضل سبيلا
فافهم هذا واعمل به وقال في هذا الحديث بعد ان بين تاويل بعض المتشابهات
وانما جعل الله تبارك وتعالى في كتابه هذه الرموز التي لا يعلمها غيره وانبيائه و
حججه في ارضه لعلمه بما يحدثه في كتابه المبدلون من اسقاط اسماء حججه منه
وتلبيسهم ذلك على الامة ليعينوهم على باطلهم فاثبت فيه الرموز واعمى قلوبهم
وابصارهم لما عليهم في تركها وترك غيرها من الخطاب الدال على ما احدثوه
فيه وجعل اهل الكتاب المقيمين به والعاملين بظاهره وباطنه من شجرة اصلها

لے یعنی پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی تھا جب تمنا کرتا تھا ڈال دیتا ہے شیطان اوسکی آرزو میں پس منسوخ کرتا ہے اللہ اوسکو جو ڈالتا ہے شیطان پھر مستحکم کرتا ہے اللہ اپنی آیات کو (یعنے کوئی نبی نہیں ہے جو تمنا کرتا ہو مفارقت اوسکی جو رنج اوٹھاتا ہے اپنی قوم کے نفاق اور اونکی نافرمانی سے اور چاہتا ہو آخرت کیطرف اونسے انتقال کرنا مگر ڈال دیتا ہے شیطان جو اوسکی دشمنی کے تعرض کرنیوالا ہے اوسکی وفات کے وقت اوس کتاب میں جو اوسپر اوتری ہے اوسکی مذمت اور قدح اور اوسپر طعن کو پس اللہ تعالے اسکو مومنین کے دلوں میں منسوخ کرتا ہے وہ اسکو قبول نہیں کرتے اور منافقوں اور جاہلوں کے دلونکے سوا اوس طرف متوجہ نہیں ہوتی اور مضبوط فرماتا ہے اپنی آیات کو اسطرح کہ بچاتا ہے اپنے دوستونکو گمراہی اور زیادتے سے اور اہل کفر و سرکشی کے موافقت سے جنکے لیے اللہ تعالے نے یہ بھی پسند نہ کیا کہ اونکو مثل چوپایونکی کرے بلکہ فرمایا (وہ اون سے بھی زیادہ گمراہ ہین) پس اسکو خوب سمجھ لے اور اسپر عمل کر اور فرمایا علیہ السلام نے اس حدیث مین بعد اسکے کہ بیان کیا بعض متشابہات کی تاویل کو اور اللہ تبارک و تعالے نے اپنی کتاب مین یہہ رموز جنکو اوسکی اور اوسکے انبیا اور اوسکی حجتون کے سوا جو اوسکی زمین مین ہین کوئی نہین جانتا صرف اسلیے کین کہ وہ اوسکا واقف تہا جو تحریف کرنے والے اوسکی حجتونکی نام ساقط کرکے اور اسپر اوسکو خلط کرکے امت کرینگے تاکہ اونکی باطل پر موافقت کرے پس اسلیے اوسمین رموز رکہدیئے اور اونکے دلون اور آنکھونکو اندہا کر دیا اسلیئے کہ اونپر اسکی اور اسکی غیر کے چہوڑنے مین خطاب سے ہے جو اونکی قرآن مین احداث کرنے پر دال ہے اور کیا کتاب والے اوسکو قائم کرنے والے اور اوسکے ظاہر و باطن پر عمل کرنے والے اوس درخت سے جسکی جڑ ثابت ہے ۱۲

ثابت وفرعها في السماء تؤتي اكلها كل حين باذن ربها اي يظهر مثل هذا العلم

المحتمل في الوقت بعد الوقت وجعل اعدائها اهل الشجرة الملعونة الذين حاولوا

اطفاء نور الله بافواههم فابى الله الا ان يتم نوره ولو علم المنافقون لعنهم الله

ما عليهم من ترك هذه الآيات التي بينت لك تاويلها لاسقطوها مع ما اسقطوا

منه ولكن الله تبارك اسمه ماض حكمه بايجاب الحجة على خلقه كما قال فلله الحجة البالغة

اغشى ابصارهم وجعل على قلوبهم اكنة عن تامل ذلك فتركوه بحاله وحجبوا عن

تاكيد الملتبس بابطاله فالسعداء يتنبهون عليه والاشقياء يعمون عنه ومن لم

يجعل الله له نورا فما له من نور ثم ان الله جل ذكره بسعة رحمته ورأفته بخلقه وعلمه

بما يحدثه المبدلون من تغيير كتابه قسم كلامه ثلثة اقسام فجعل قسما منه يعرفه

العالم والجاهل وقسما لا يعرفه الا من صفا ذهنه ولطف حسه وصح تمييزه ممن

شرح الله صدره للاسلام وقسما لا يعرفه الا الله وامناؤه والراسخون في العلم و

انما فعل ذلك لئلا يدعي اهل الباطل من المستولين على ميراث رسول الله صلى الله

عليه وآله من علم الكتاب ما لم يجعله الله لهم وليقودهم الاضطرار الى الايتمار

ل اور اوسکی شاخ آسمان میں ہے ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے پروردگار کے حکم سے یعنی ظاہر ہوتا ہے یہ علم محتمل تھوڑا تھوڑا اور اوسکے دشمن شجرہ ملعونہ والوں کو ٹھہرایا جنہوں نے اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھانے کا قصد کیا۔ پس اللہ نے نہ مانا مگر اسکے کہ اپنے نور کو پورا کرے اور اگر منافقین لعین اوس نقصان کو جو اون پر ان آیات کے چھوڑنے سے جنکی میں نے تاویل بیان کی ہے لازم آتا ہے جانتے تو اون کے ساتھ جنکو قرآن میں سے نکال دیا ہے انکو بھی نکال ڈالتے لیکن اللہ تعالے کا حکم اپنی مخلوق پر حجت لازم کرنیکا جاری ہے چنانچہ فرمایا (اللہ کے لیے پوری حجت ہے) اونکی آنکھوں پر ڈھک دیا اور اونکے دلوں پر پردہ ڈال دیا اسمیں تامل کرنے سے پس اسکو اپنی حال پر چھوڑ دیا اور اپنی ابطال کے ساتھ ملتبس کے تاکید کرنے سے روکے گئے پس نیک بخت اوسپر متنبہ ہوتے ہیں اور بدبخت اوس سے اندھے ہوتے ہیں اور جسکو نہ دے خدا نور نہیں کیا اوسکو لیے کچھ نور نہیں ہے پھر اللہ تعالے نے بسبب وسعت رحمت اور اپنی مخلوق کے ساتھ مہربانی کے اور بسبب جاننے کے اوسکو جو تغیر کرینوالے احداث کرینگے اوسکی کتاب کے تغیر سے اپنی کلام کو تین قسم پر منقسم کیا ایک قسم اوسمیں سے وہ کہ جسکو عالم اور جاہل سمجھتے ہیں اور ایک قسم کہ جسکو بجز اوسکے جسکا ذہن صاف اور حس لطیف اور تمیز صحیح ہو اور نہیں سمجھتا جنکا اللہ نے اسلام کے لیے سینہ کھول دیا ہے نہیں سمجھ سکتا اور ایک قسم وہ ہے جسکو بجز اللہ تعالے اور اوسکے امانتدار اور راسخین فی العلم کے دوسرا کوئی نہیں سمجھ سکتا اور یہ اسلیے کیا تاکہ اہل باطل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میراث علم پر مستولی ہوگئے ہیں وہ اسکا دعوی نہ کریں جسکو اللہ نے اونکے لیے نہیں کیا ہے ۱۲۔

لمن ولاه امرهم[سله] فاستكبروا عن طاعته تعززا وافتراء على الله عز وجل واغترارا

بكثرة من ظاهرهم وعاونهم وعاند الله جل اسمه ورسوله فاما ما علمه الجاهل والعالم

من فضل رسول الله صلعم من كتاب الله سبحانه فهو قول الله من يطع الرسول فقد اطاع الله

وقوله ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين امنوا صلوا عليه

وسلموا تسليما ولهذه الاية ظاهر وباطن فالظاهر قوله صلوا عليه والباطن قوله

وسلموا تسليما اى سلموا لمن وصاه واستخلفه عليكم فضله وما عهد به اليه تسليما و

هذا مما اخبرتك انه لا يعلم تاويله الا من لطف حسه وصفا ذهنه وصح تمييزه

وكذلك قوله سلام على ال يسين لان الله سمى النبي صلى الله عليه واله بهذا

الاسم حيث قال يس والقران الحكيم انك لمن المرسلين لعلمه بانهم يسقطون

قول سلام على محمد كما اسقطوا غيره وما زال رسول الله صلعم يتالفهم ويقربهم ويجلسهم

عن يمينه وشماله حتى اذن الله عز وجل له في ابعادهم بقوله واهجرهم هجرا جميلا

وبقوله فما للذين كفروا قبلك مهطعين عن اليمين وعن الشمال عزين ايطمع

كل امرئ منهم ان يدخل جنة نعيم كلا انا خلقناهم مما يعلمون قال واما ظهور لـ

سله اور تاکہ اونکو اپنی ولی امر کے فرمانبرداری کیطرف جنکی طاعت سے بسبب بڑائی کے اور اللہ تعالے پر افترا کے اور اپنی مددگارون اور معاونون اور خدا اور رسول کے دشمنوں کی کثرت پر دہوکہ کہا کے تکبر کیا ہے اضطرار کھینچی۔ لیکن وہ جنکو عالم اور جاہل رسول اللہ کی فضیلت کتاب اللہ سے سمجھہ سکے وہ قول اللہ سبحانہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور قولہ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ہے اور اس آیت کا ظاہر و باطن ہے پس ظاہر تو قولہ صلوا علیہ ہے اور باطن قولہ وسلموا تسلیما ہے یعنے تسلیم کرو اوسکے لیے جسکو پیغمبر وصی اور خلیفہ بنایا ہے اوسکی بزرگی کو اور جو کچہہ اوسکی طرف معہود کیا ہے تسلیم کرنا اور یہہ اوس قسم سے ہے جسکی مین نے تجکو خبر دی کہ اوسکی تاویل بجز اوسکے جسکا ذہن صاف اور حس لطیف اور تمیز صحیح ہو نہین جان سکتا۔ اور اسیطرح قول سلام علی آل یاسین کیونکہ اللہ تعالے نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کو اس نام کے ساتہہ موسوم کیا ہے چنانچہ فرمایا یٰس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین اسلیے کہ وہ جانتا تہا کہ وہ سلام علی محمد کو نکال دینگے جسطرح دوسرے اسمونکو نکال ڈالا اور ہمیشہ رسول اللہ اونکی تالیف کرتے رہتے اور مقرب بناتے رہے اور اپنے دہنے بائین بٹہاتے رہے یہانتک کہ اپنی قول کے ساتہہ واہجرہم ہجرا جمیلا اور اپنے اس قول سے فما للذین کفروا قبلک مہطعین عن الیمین وعن الشمال عزین ایطمع کل امرئ منہم ان یدخل جنۃ نعیم کلا انا خلقناہم مما یعلمون۔ اونکے دور کرنے کا اذن فرمایا اور اس قول کے ۱۲

علے منا کر قوله فان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء ولیس یشبه القسط فی الیتمی نکاح النساء ولا کل النساء ایتاما فهو مما قدمت ذکره من اسقاط المنافقین من القران وبین القول فی الیتمی وبین نکاح النساء من الخطاب والقصص اکثر من ثلث القران وهذا وما اشبهه مما ظهرت حوادث المنافقین فیه لاهل النظر والتامل ووجد المعطلون واهل الملل المخالفة للاسلام مساغا الی القدح فی القران ولو شرحت لک کل ما اسقط وحرف وبدل مما یجری هذا المجری لطال وظهر ما تحظر التقیة اظهاره من مناقب الاولیاء ومثالب الاعداء - انتہی یہانتک جسقدر روایات نقل کی گئے اونسے اجمالا بدلالت مطابقی قرآن مجید مین بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریف کا واقع ہونا مختلف ائمہ کی شہادت سے ثابت ہوا اب اسکے بعد کچھہ روایات وہ بھی نقل کرون جن سے تفصیلی طور پر خاص خاص سورتون اور آیتون مین تحریف کا واقع ہونا ثابت ہوتا ہو اگرچہ بندہ کے پاس بحول اللہ وہ رسالہ بھی موجود ہے جسمین مفصل ہر ایک سورۃ کی تحریفات من اولہ الی آخرہ درج ہین بلکہ علاوہ معمولی سورتون کے دو سورتین ایک سورۃ النورین اور دوسری الولایہ جو تمامہ قرآن مین سے نکال ڈالی گئے اور ابن شہر آشوب نے کتاب المثالب مین لکھین ہین ایمین بھی ہما مذکور ہین اور ہم مفصل عرض کرسکتے ہین چنانچہ سورۃ النورین کا شروع اسطرح ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایہا الذین امنوا امنوا بالنورین الذین انزلناہما یتلوان علیکم

ف یہ ربط جو ہے پر تیری اطلاع وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء اور قسط فی الیتامی عورتون کی نکاح سے شابہت نہین رکہتا اور نہ سب عورتین یتیم ہین پس وہ اس قسم سے ہے جسکو قرآن مین سے منافقین کے نکال دینے کا پہلے ذکر کرچکا ہوں سو درمیان یتامی کے باب مین قول اور درمیان نکاح عورتون کے خطاب اور قصوں سے تہائی قرآن سے زیادہ ہے اور یہہ اور جو اسکے مشابہ ہیں اس قسم سے ہے جسمین منافقین کے احداثات اہل نظر اور تامل کے لیے ظاہر ہوگئی اور اہل باطل اور اہل اسلام کے مخالف دین والون کو قرآن مین اعتراض کرنیکا رستہ ہاتھ آیا اور اگر مین تمام وہ بیان کرون جو نکالا گیا ہے اور تحریف و تبدیل کیا گیا جو اسکے قائم مقام ہے تو طول ہو اور جسکے اظہار کو دوستون کے مناقب اور دشمنون کے مثالب سے تقیہ باز رکھتا ہے وہ ظاہر ہو جاوے - ۱۲

ایاتی وبجد انکم عذاب یوم عظیم نوران بعضہا من بعض وانا السمیع العلیم

ان الذین یوفون بعہد اللہ ورسولہ فی الہم جنات نعیم والذین یکفرون من

بعد ما امنوا بنقضہم میثاقہم وما عاہدہم الرسول علیہ یقذفون فی الجحیم

ظلموا انفسہم وعصوا الوصی اولئک یسقون من حمیم - الی الخر آتا ب اور سورۃ

الولایہ کے ابتدائی فقرات یہ ہین بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایہا الذین

امنوا امنوا بالنبی والولی الذین بعثناہما یہدیانکم الی صراط مستقیم نبی وولی

بعضہما من بعض وانا العلیم الخبیر الذین یوفون بعہد اللہ لہم جنات النعیم

الی اخر الہفوات لیکن چونکہ اندیشہ تطویل واتسلم ہین وجہ رہا ہے اسلیے صرف اسی قدر قلیل پر

اکتفا کرتا ہون جو صاحب صافی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے اور جو روایات کہ تفسیر صافی سے نقل

ہو چکی ہین مفسر صاحب بعد نقل روایات لکھتے ہین۔ اقول[1] المستفاد من مجموع ہذہ الاخبار

وغیرہا من الروایات من طریق اہل البیت علیہم السلام ان القرآن الذی

بین اظہرنا لیس بتمامہ کما انزل علی محمد صلعم بل منہ ما ہو خلاف ما انزل اللہ ومنہ

ما ہو مغیر محرف وانہ قد حذف عنہ اشیاء کثیرۃ منہا اسم علی علیہ السلام فی

کثیر من المواضع ومنہا لفظۃ آل محمد صلعم غیر مرۃ ومنہا اسماء المنافقین فی مواضعہا ومنہا

غیر ذلک وانہ لیس ایضاً علی الترتیب المرضی عند اللہ وعند رسولہ وبہ قال علی

بن ابراہیم قال فی تفسیرہ واما ما کان خلاف ما انزل اللہ فہو قولہ تع کنتم خیر امۃ

[1] مین کہتا ہون کہ ان احادیث سے اور سوائی انکی اون روایات سے جو بطریق اہل بیت مروی ہین۔ یہ حاصل ہوتا ہے کہ جو قرآن ہمارے درمیان موجود ہے یہ پورا نہین جسطرح کہ محمد صلعم پر نازل ہوا تھا بلکہ اسمین وہ بھی ہے جو مخالف ہے اوسکی جو اللہ نے نازل کیا اور اس مین تحریف تغیر کیا ہوا ہے اور اسمین سے بہت سی اشیاء نکالی گئی ہین علی کا نام بہت جگہ سے نکالا گیا۔ لفظ آل محمد چند جگہ سے اور منافقین کے نام اپنی جگہ سے نکالی گئی وغیرہ وغیرہ اور یہ خدا ورسول کے پسندیدہ ترتیب پر نہین + علی بن ابراہیم نے اپنے تفسیر مین کہا ہے اور لیکن جو خلاف نزول کے ہے پس وہ قولہ تعالی کنتم خیر امۃ ۱۲ —

اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله[1] قال
ابو عبد الله علیہ السلام لقارئ هذه الآية خير امة تقتلون امير المؤمنين والحسين
بن علی فقیل له فکیف نزلت یا ابن رسول الله فقال انما نزلت خیر ائمة اخرجت للناس
الا تری مدح الله لهم فی اخر الآیة تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله
ومثله انه قرئت علی ابی عبد الله الذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذریاتنا
قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما فقال ابو عبد الله علیه السلام لقد سألوا
الله عظیما ان یجعلهم للمتقین اماما فقیل له یا ابن رسول الله کیف نزلت فقال
انما نزلت واجعل لنا من المتقین اماما وقوله له معقبات من بین یدیه ومن خلفه
یحفظونه من امر الله فقال ابو عبد الله علیه السلام کیف یحفظ الشیٔ من امر الله
وکیف یکون المعقب من بین یدیه فقیل له وکیف ذلک یا ابن رسول الله فقال انما
انزلت له معقبات من خلفه ورقیب من بین یدیه یحفظونه بامر الله ومثله
کثیر قال واما ما هو محذوف عنه فهو قوله لکن الله یشهد بما انزل الیک فی علی
کذا انزلت انزله بعلمه والملائکة یشهدون وقوله یا ایها الرسول بلغ ما انزل

---

[1] اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتؤمنون بالله۔ ابو عبد اللہ نے اس آیت کے پڑھنے والے کو فرمایا کہ امیر المومنین کو اور حسین بن علی کو قتل کرو اور بہتر امت ہو کیسی عرض کیا تو پھر یہ آیت کیونکر نازل ہوئی اے رسول اللہ کے فرزند فرمایا صرف اسطرح نازل ہوئی خیر ائمہ اخرجت للناس کیا تو نہیں دیکھتا اللہ تعالے نے آخر آیت میں انکی مدح کی ہے کہ بھلائی کا حکم کرتے ہو برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اسکی مثل یہ ہے کہ کسی نے امام ابو عبد اللہ کے روبرو پڑھا الذین یقولون ربنا ہب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ امام ابو عبد اللہ نے فرمایا تحقیق بڑی امر کا سوال کیا ہے کہ انکو متقیوں کا امام بنا دے عرض کیا گیا اے رسول اللہ کے فرزند تو یہ آیت کیونکر نازل ہوئی فرمایا یہ اسطرح نازل ہوئی تھی واجعل لنا من المتقین اماما۔ اور قول اللہ تعالے له معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ ابو عبد اللہ نے فرمایا امر الٰہی سے کسی چیز کی حفاظت ہوتے ہے اور معقب سامنے کیونکر ہوتا ہے عرض کیا گیا اے رسول اللہ کے فرزند یہ کیونکر ہے فرمایا یہ اسطرح نازل ہوئی ہے۔ له معقبات من خلفه ورقیب من بین یدیه یحفظونه بامر الله اور مثل اسکی بہت ہے اور اسمیں جو محذوف ہے وہ قول تعالے ہے لکن اللہ یشہد بما انزل الیک فی علی۔ اسطرح نازل ہوئی ہے اور قول حق تعالے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل ۱۲۔

اليك من ربك في علي فان لم تفعل فما بلغت رسالته وقوله ان الذين كفروا
وظلموا آل محمد حقهم لم يكن الله ليغفر لهم وقوله وسيعلم الذين ظلموا آل محمد
حقهم اي منقلب ينقلبون وقوله ترى الذين ظلموا آل محمد حقهم في غمرات الموت ومثله
كثير نذكره في مواضعه قال واما التقديم والتاخير فان آية عدة النساء الناسخة
التي اربعة اشهر وعشر قدمت على المنسوخة التي هي سنة وكان يجب ان يقرأ المنسوخة
التي نزلت قبل ثم الناسخة التي بعد وقوله افمن كان على بينة من ربه ويتلوه شاهد
منه ومن قبله كتاب موسى اماما ورحمة وانما هو ويتلوه شاهد ومنه اماما
ورحمة ومن قبله كتاب موسى وقوله وما هي الا حيوتنا الدنيا نموت ونحيا
وانما هو نحيي ونموت لان الدهرية لم يقروا بالبعث بعد الموت وانما قالوا نحيي و
نموت فقدم مواخرا على حرف ومثله كثير قال واما الآيات التي هي في سورة وتمامها
في سورة اخرى فقول موسى اتستبدلون الذي هو ادنى بالذي هو خير اهبطوا مصرا
فان لكم ما سألتم فقالوا يا موسى ان فيها قوما جبارين وانا لن ندخلها حتى
يخرجوا منها فان يخرجوا منها فانا داخلون ونصف الآية في سورة البقرة ونصفها

ـــــــــــــ

ك اليك من ربك في علي فان لم تفعل فما بلغت رسالته اور قوله تعالے ان الذين كفروا وظلموا آل محمد حقهم اي منقلب ينقلبون اور قوله تعالے ترى الذين ظلموا آل محمد حقهم في غمرات الموت - اور مثل اسكی بہت ہی اوسکو اوسکی جگہ ذکر کرینگے اور لیکن تقدیم اور تاخیر پس تحقیق عورتوں کی عدت دس دن چار مہینے کے آیت جو ناسخہ ہی آیت منسوخہ پر مقدم کی گئی ہے جسمین سال بہر عدت ہی اور واجب تہا کہ آیت منسوخہ جو پیشتر نازل ہوئی پہلی پڑہی جاے پہر ناسخہ ہو جو پیچہے ہے اور قوله تعالے افمن كان على بينة من ربه ويتلوه شاهد منه ومن قبله كتاب موسى اماما ورحمة اور حقیقت مین اسطرح ہے ويتلوه شاهد منه اماما ورحمة ومن قبله كتاب موسى اور قوله تعالے وما هي الا حيوتنا الدنيا نموت ونحيي اور حقیقت مین اسطرح تہا نحيي ونموت - کیونکہ دہریون نے مرنیکے بعد اوٹہنی کا اقرار نہین کیا تہا اور صرف وہ کہتی تہی کہ ہم زندہ رہینگی اور مرجائینگی پس ایک حرف کو دوسری حرف پر مقدم کردیا اور اسکی مثل بہت ہے فرمایا اور وہ آیتین جو خود ایک سورۃ مین واقع ہین اور اونکا تتمہ دوسری سورۃ مین ہی پس حضرت موسی کا قول اتستبدلون الذي هو ادنى بالذي هو خير اهبطوا مصرا فان لكم ما سألتم اسکے جواب مین بنی اسرائیل نے کہا يا موسى ان فيها قوما جبارين وانا لن ندخلها حتى يخرجوا منها فان يخرجوا منها فانا داخلون - آدہی آیت سورۂ بقرہ اور آدہی ١٢ ـــ

فی سورة المائدة وقولہ اکتتبہا فہی تملی علیہ بکرة واصیلا فرد اللہ علیہم

وماکنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون

نصف الآیة فی سورة الفرقان ونصفہا فی سورة العنکبوت ومثلہ کثیر انتہی

کلامہ علاوہ ازین تفسیر آیات مین اس قسم کے بہت روایتین ذکر کی ہین تفسیر سورہ نحل مین ہے وفی الکافی
عنہ (عن الصادق) انہ قراء ان تکون ائمة ہی ازکی من ائمتکم فقیل اما تقراءہا
امة ہی اربی من امة وما ہذہ فطرحہا سورة واقعہ مین ہے القمی عن الصادق انہ قراء
وطلع منضود قال بعضہ لبعض وفی المجمع روت العامة عن علی انہ قرء رجل عندہ
وطلح منضود فقال ما شان الطلح انما ہو وطلع کقولہ ونخل طلعہا ہضیم فقیل لہ الا
تغیرہ فقال ان القرآن لا یہاج الیوم ولا یحرک ورواہ عنہ ابنہ الحسن وقیس بن سعد
ورواہ اصحابنا عن یعقوب قال قلت لابی عبد اللہ وطلح منضود قال لا وطلع منضود
علاوہ انکے صدہا روایات ہین جو اثبات تحریف وابطال مدعا مجیب پر اول دلیل ہین۔ اور جسقدر روایات
واحادیث ثبوت تحریف مین صاحب صافی نے بیان کی ہین اور ہم اوپر نقل کر آئے ہین۔ اگر اونپر تفصیل سے تمام
بحث کیجاوے تو خوف تطویل دامنگیر ہے۔ بلکہ یہ رسالہ شرح مطالب کو بہی متحمل نہین ہے اسلیے صرف
اسی قدر گذارش پر اکتفا کیجاتی ہے کہ روایات مذکورہ سے مثل روز روشن تحریف کا واقع ہونا اصول شیعہ
بتواتر قطعًا ثابت ہوا۔ اور فاضل مجیب کا دعوی کہ کتاب اللہ کی تعظیم وتکریم وتقدیم اجماعی اہل ایمان ہے

لہ آیت سورہ مائدہ مین ہے اور قولہ تعالے اکتتبہا فہی تملی علیہ بکرة واصیلا۔ پس اللہ تعالی نے اونپر رد کردیا وماکنت
تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔ آدہی آیت سورہ فرقان مین ہے اور آدہی سورہ
عنکبوت مین ہے اور اس جیسا بہت ہے۔ ۲ اور کافی مین امام صادقؑ سے مروی ہے کہ آپ نے پڑہا۔ آن تکون
ائمة ہی ازکی من ائمتکم یعنی عرض کیا کہ ہم تو اسطرح پڑہتے ہین۔ امة ہی اربی من امة تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ
کرکے اوسکو ڈال دیا۔ قمی نے صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے وطلع منضود۔ ایک دوسرے کے طرف مائل۔
مجمع مین ہے عامہ نے علی سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے آپ کے سامنے پڑہا وطلح منضود تو آپ نے فرمایا
طلح کیا چیز ہے یہہ تو صرف وطلع ہے جیسا قولہ تعالے ونخل طلعہا ہضیم یعنی عرض کیا پہر آپ اسکو بدل نہین دیتے
فرمایا اب قرآن ہلایا جاتا اور نہ جنبش دیا جا سکتا ہے اور اسکو آپ سے روایت کیا ہے آپ کے فرزند حسن نے اور قیس بن سعد نے
اور ہمارے اصحاب نے اسکو یعقوب سے روایت کیا ہے کہ یعنی ابو عبد اللہ سے کہا وطلح منضود فرمایا نہین۔ طلع منضود

جس سے بقرینہ سیاق عبارت یہہ مراد ہے کہ عدم تحریف قرآن اجماعی اہل شیعہ ہی باطل ہوا اور ظاہر ہے
کہ اجماع کا انعقاد کسی حکم پر جبتک کہ پہلے اوسپر کوئی دلیل شرعی قائم نہو اور اوسکے لیے کوئی
اصل نہو نہین ہو سکتا۔ اور جبکہ نقیض حکم پر دلائل قطعیہ قائم ہون تو اس صورت مین خلاف
دلائل قطعیہ کے انعقاد اجماع محال اور غلط ہے اگر اجماع ہو گا تو وہ ایسا ہو گا جیسا نصاری کا اجماع
اسپر کہ عیسی بن مریم ابن اللہ ہین۔ اور ہرگز یہہ اجماع دلائل شرعیہ سے نہ سمجھا جائیگا اور اگر ان روایاتکو
جو عنوانات مختلفہ کے ساتھہ مختلف ائمہ سے مختلف رواۃ نے روایت کیا ہے کذب اور دروغ
اور افترا اور بہتان سمجھا جاوے تو یہہ کذب و افترا کسکی طرف منسوب ہوگا جناب ائمہ باوجود عصمت کے
بطور تقیہ جھوٹ فرما سکتے ہین لیکن ان روایات مین تقیہ کی گنجائش نہین بلکہ ان کا اظہار خلاف
تقیہ کے ہے کیونکہ مخالفین کے مخالف ہی تو ایسی حالت مین یہہ کذب ائمہ کیطرف کیونکر نسبت
کیا جائے اگر تقیہ کی گنجائش ہوتی تو حضرات شیعہ اس کذب و افترا سے اونہین کے پاک و انکو
ملوث فرماتے۔ اور رواۃ اگر ایک دو ہوتی یا ضعفا مجاہیل و کذاب و ضاع ہوتی تو البتہ مضائقہ
نہ تھا کہ یہہ کذب اونہین کے نامہ اعمال مین سمجھا جاتا۔ لیکن جب ثقات و معتبرین کثیر التعداد نے روایت
کی ہے علی الخصوص انہین سے ایک ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی اور اونکے اوستاد علی بن
ابراہیم نے اپنے اساتذہ سے جو ثقات و معتبرین ہین تخریج کی ہے اور کوئی روایت معارض
انکی پائی نہین جاتی جسکی وجہ سے ان روایات کو دروغ سمجھا جاوے اور اگر ہے تو محمول تقیہ پر ہوسکتی ہے
تو ایسی صورت مین کذب رواۃ ہرگز قرین قیاس نہین بلکہ بداہتہً معلوم ہوتا ہے کہ انکی رواۃ عدول
و ثقات نے جیسا ائمہ سے سنا اوسیطرح روایت کردیا پس اگر آپ ان رواۃ کو جھوٹا بنائین یہہ بھی
بعید از انصاف ہی اور کوئی تیسرا احتمال باقی نہین رہا جو جھوٹ کا رستہ ہو مگر یہہ کہ تمام رواۃ نے
عن آخرہم خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کے بغض و عداوت اور صحابہ کی مخالفت پر متفق ہو کر اپنی اسلام
مین یہہ رخنہ ڈالا اور یہہ افترا و بہتان باندھا جس سے اپنے دین و ایمان کو اپنی ہاتھون آپ برباد
کردیا اور آیت شریفہ کا مضمون صادق آیا یخربون بیوتہم بایدیہم وایدی المومنین فاعتبروا

یا اولی الابصار اوسکا قائل ہونا عین نسق ہے۔ غرض روایات مذکورہ سے کلام مجید مین تحریف کا خلفاء و صحابہ کیطرف سے واقع ہونا متواتر المعنے ثابت ہوگیا اب اسکے بعد ہمکو کچھہ ضرورت نہین تھی کہ ہم اپنی فاضل مخاطب کے دعوے کے ابطال کے لئے یہہ ثابت کرین کہ اکابر واعاظم متشیعین کا مذہب ہے کہ قرآن شریف مین تحریف ہوئی اور بعض متاخرین نے بھی تصریح کی ہے اور اسلیئے قرآن مجید کو اپنے معاملہ مین قابل حجت واستدلال نہین سمجھا ہے کیونکہ جب ایک امر ائمہ سے متواتر المعنے ثابت ہو گیا اور اوسمین کسی قسم سے نہ تقیہ کو راہ ہے نہ تاویل کی گنجائش ہے تو ایسے امر کا انکار فی الحقیقت ائمہ کا انکار ہے جسکو تمام ہماری فاضل مخاطب کفر و الحاد اعتقاد فرماتے ہونگے لیکن چونکہ ہماری حضرت مخاطب کو اسکی طرف تعطش شدید الوصف ہے اور نہایت مبالغہ کے ساتھہ اسکا انکار ہے اسلیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض مذاہب بیان کرکے قوت و ترجیح اصول و قواعد مسلمہ شیعہ تحریر کرین پس اسکی لئے بہی زیادہ تکلف کی ضرورت نہین ہے اوسی تفسیر صافی کا مقدمہ سادسہ آخر سے ملاحظہ فرماوین وہ لکھتے ہین۔ واما اعتقاد مشائخنا رحمہم اللہ فے ذلک فالظاهر من ثقة الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی طاب ثراه انه کان یعتقد التحریف والنقصان فی القرآن لانه روی روایات فی هذا المعنی فی کتابہ الکافی ولم یتعرض لقدح فیها مع انه ذکر فی اول الکتاب انه یثق بما رواه فیه وکذلک استاده علی بن ابراهیم القمی فان تفسیره مملوء منه وله غلو فیه وکذلک الشیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی قدس سره فانه ایضا نسج علی منوالهما فی کتاب الاحتجاج اما الشیخ ابو علی الطبرسی فانه قال فی مجمع البیان اما الزیادة

ف اور لیکن اس بارہ میں ہمارے مشائخ رحمہم اللہ کا اعتقاد پس ظاہر ہے محمد بن یعقوب کلینی طاب ثراہ قرآن میں تحریف و نقصان کا معتقد تھا کیونکہ اوسی اس باب میں اپنی کتاب کافی میں بہت سی روایتیں نقل کی ہیں اور اونمیں قدح سے تعرض نہیں کیا اور جو دیباچہ میں شروع کتاب میں ذکر کیا ہے کہ وہ ان روایتوں پر جو اوسمیں روایت کی ہیں اعتماد کرتا ہے اور ایسے ہی اوسکا استاد علی بن ابراہیم قمی اوسکی تفسیر اس سے بھری ہوئی ہے اور اوسکو اس میں نہایت غلو ہے اور ایسے ہی شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی قدس سرہ نے ہم کتاب احتجاج میں اوسی دونوکے اسلوب پر بنا کی لیکن شیخ ابو علی طبرسی پس اونے مجمع البیان میں کہا ہے ۱۲

لے فیه فیجمع على بطلانه واما النقصان فيه فقد روى جماعة من اصحابنا وقوم من حشوية
العامة ان فى القران تغييرا ونقصانا والصحيح من مذهب اصحابنا خلافه وهو الذى
نصره المرتضى ره واستوفى الكلام فيه غاية الاستيفاء فى جواب المسائل الطرابلسيات وذكر
فى مواضع ان العلم بصحة نقل القران كالعلم بالبلدان والحوادث الكبار والوقائع
العظام والكتب المشهورة واشعار العرب المسطورة فان العناية اشتدت والدواعى
توفرت على نقله وحراسته وبلغت حدا لم يبلغه فيما ذكرناه لان القران معجز النبوة
وماخذ العلوم الشرعية والاحكام الدينية وعلماء المسلمين قد بلغوا فى حفظه
وحمايته الغاية حتى عرفوا كل شئ اختلف فيه من اعرابه وقرائته وحروفه واياته فكيف يجوز
ان يكون مغيرا او منقوصا مع العناية الصادقة والضبط الشديد وقال ايضا
قدس الله روحه ان العلم بتفصيل القران وابعاضه فى صحة نقله كالعلم بجملته وجرى
ذلك مجرى ما علم ضرورة من الكتب المصنفة ككتاب سيبويه والمزنى فان اهل العناية
بهذا الشان يعلمون من تفصيلها ما يعلمونه من جملتها حتى لو ان مدخلا ادخل فى كتاب
سيبويه بابا فى النحو ليس من الكتاب لعرف وميز وعلم انها ملحق وليس من اصل الكتاب

لے کہ قرآن مین زیادتی کا باطل ہونا تو متفق علیہ ہے لیکن کمی کا ہونا پس ہماری اصحاب مین سے ایک جماعت نے اور حشویہ عامہ مین سے ایک قوم نے
روایت کیا ہے کہ قرآن مین تغیر اور کمی ہے اور صحیح یہہ ہے کہ ہماری اصحاب کا مذہب اسکی خلاف ہے اور سید مرتضی نے بہی نصرت کی ہے
اور جواب مسائل طرابلسیات مین کلام کو غایت درجہ استیفا پر پہنچایا ہے اور ذکر کیا ہے کہ قرآن کی نقل کے صحت کا علم مثل علم شہرون
اور بڑی بڑی حوادث اور وقائع اور مشہور کتابون اور عرب کے لکہی ہوئی شعرون کی ہے پس تحقیق اوسکی نقل و حفاظت پر توجہ شدید اور دواعے
وافر ہیں اور اس حد کو پہنچ چکے ہین کہ امور مذکورہ اس حد کو نہین پہنچے کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ اور علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا
ماخذ ہے اور علماء اہل اسلام اوسکی حفظ و حمایت مین غایت درجہ کو پہنچ چکے یہانتک کہ اوسکی ہر ایک شی مختلف فیہ کو اعراب و قرات
اور حروف اور آیات کو پہچان لیا تو باوجود اس سچی توجہ اور نہایت ضبط کی کیونکر ممکن ہے کہ بدلا ہوا یا کم کیا ہوا ہو۔ اور نیز مرتضی
قدس روحہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کے تفصیل و اجزا کا علم صحت نقل مین اوسکی مجموعہ کے برابر ہے اور یہہ بمنزلہ اوسکی ہے جو کتب مصنفہ سے
بداہتہ معلوم ہے مثل سیبویہ اور مزنی کی کتاب کے کیونکہ اس فن کے توجہ والے جسقدر اوسکی جملے کو جانتے ہین اوسیقدر اوسکی تفصیل سے
واقف ہین یہانتک کہ اگر کوئی شخص نحو کا کوئی ایسا باب کتاب مین بڑہا دے جو اوسمین نہو تو صاف پہچانا جائیگا اور جدا ہوگا
اور معلوم ہوگا کہ یہہ ملحق ہے اور اصل کتاب مین سے نہین ہے ۔ ۱۲

وكذلك القول في كتاب المرتضى ومعلوم ان العناية بنقل القرآن وضبطه اصدق من
العناية بضبط كتاب سيبويه ودواوين الشعراء وذكر ايضا ان القرآن كان على عهد
رسول الله مجموعا مؤلفا على ما هو عليه الآن واستدل على ذلك بان القرآن كان
يدرس ويحفظ جميعه في ذلك الزمان حتى عين على جماعة من الصحابة في حفظهم له و
انه كان يعرض على النبي ويتلى عليه وان جماعة من الصحابة مثل عبد الله بن مسعود
وابي بن كعب وغيرهما ختموا القرآن على النبي عدة ختمات وكل ذلك يدل بادنى تامل
على انه كان مجموعا مرتبا غير مبتور ولا مبثوث وذكر ان من خالف في ذلك من الامامية
والحشوية لا يعتد بخلافهم فان الخلاف في ذلك مضاف الى قوم من اصحاب الحديث
نقلوا اخبارا ضعيفة ظنوا صحتها لا يرجع بمثلها عن المعلوم المقطوع على صحته

اس سے پہلے کہ میں خود اس لغو تاویل کے جو بمقابلہ روایات صحیحہ کے فرمائی ہے تغلیط کروں مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ جو اسکی تغلیط صاحب صافی نے کی ہے نقل کروں اور بعد اوسکے پھر گذارش کرونگا کہ اصول
شیعہ کے موافق حق کیا ہے اور راجح کسکا قول ہے اب صرف تفسیر صافی کی تحقیق سن لیجیے وہ
فرماتے ہیں - اقول لقائل ان یقول کما ان الدواعی کانت متوفرة علی نقل القرآن
وحراسته من المؤمنین کذلک کانت متوفرة علی تغییره من المنافقین المبدلین للوصیة

۱؎ اور اسیطرح مرتضے کی کتاب میں بھی کہا جاتا ہے اور معلوم ہے کہ قرآن کی نقل پر توجہ اور اوسکا ضبط سیبویہ کی کتاب
و شعراء کے دیوانوں کے ضبط سے زیادہ سچے ہیں اور نیز ذکر کیا ہے کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسکی موافق جو تالیف
مجموع تھا جیسا اب ہے اور اس پر اسطرح استدلال کیا ہے کہ اوس زمانہ میں تمام قرآن کے حفظ اور تدریس کیجاتی تھی یہانتک
کہ صحابہ میں سے ایک جماعت اوسکی حفظ کے لیے مقرر ہوئی اور حضرت کے سامنے پیش ہوتا تھا اور آپ پر پڑھا جاتا تھا اور صحابہ میں سے
ایک جماعت نے مثل عبد اللہ بن مسعود اور ابی بن کعب وغیرہ نے بہت سے ختم آنکو سنائے اور یہ ادنی تامل
کرنے والا اسپر دلالت کرتا ہے کہ قرآن مجموع مرتب تھا پراگندہ نہ تھا اور بیان کیا ہے کہ اس باب میں جو لوگ امامیہ اور حشویہ
مخالف ہوئے ہیں اونکا خلاف معتبر نہیں ہے کیونکہ اس بارہ میں خلاف محدثین میں سے ایک قوم کیطرف منسوب ہے جنہوں نے
صحیح سمجھکر ضعیف حدیثیں نقل کی ہیں اور ان جیسی روایات کے ساتھ ایسے امر سے نہیں رجوع کیا جاتا جسکی صحت یقینی ہے ۱۲
۲؎ میں کہتا ہوں کہ معترض کو گنجایش ہے کہ کہے جیسے مومنین کیطرف سے قرآن کی نقل کے حفاظت پر دواعی وافر تھے
اسیطرح منافقوں وصیت کے بدلنے والوں ۱۲

المغيرين للخلافة لتضمنه ما يضاد رايهم وهواهم[1] والتغيير فيه ان وقع فانما وقع
قبل انتشاره في البلدان واستقراره على ما هو عليه الآن والضبط الشديد انما
كان بعد ذلك فلا تنافي بينهما بل لقائل ان يقول انه ما تغير في نفسه وانما
التغيير في ما بايدهم اياه وتلفظهم به فانهم ما حرفوا الا عند نسخهم من الاصل وبقي
الاصل على ما هو عليه عند اهله وهم العلماء به فما هو عند العلماء ليس
بمحرف وانما المحرف ما اظهروه لاتباعهم واما كونه مجموعا في عهد النبي على ما هو
عليه الآن فلم يثبت وكيف كان مجموعا وانما كان ينزل نجوما وكان لا يتم الا بتمام
عمره واما درسه وختمه فانما كانوا يدرسون ويختمون ما كان عندهم منه
لا تمامه — اسکے بعد شیخ صدوق اور شیخ طوسی کا مذہب ذکر کرکے اوسکا ابطال وتغلیط کرتا ہے
اسلیے اوسکو بہی نقل کردون تاکہ ہماری فاضل محبیب کے دلمین حسرت نرہ جاوے — وقال شيخنا[2]
الصدوق رئيس المحدثين محمد بن علي بن بابويه القمي طيب الله ثراه في
اعتقاداته اعتقادنا ان القران الذي انزله الله على نبيه هو ما بين الدفتين
وما في ايدي الناس ليس اكثر من ذلك قال ومن نسب الينا انا نقول انه

---

[1] خلافت کے اوٹہنی والون کی طرفسے قرآن کے تحریف پر دواعی وافر ہتی کیونکہ قرآن اونکی رائی اور خواہش کے مخالف کو متضمن تہا اور اگر اوسمین تحریف واقع ہوئی ہے تو شہرونمین پہیلنے اور جس ترتیب پر اب ہے اس پر مستقر ہونے سے پیشتر واقع ہوئی اور ضبط شدید ہی صرف اسکے بعد ہی تہا تو اسمین باہم کچہ منافات نہین ہے۔ بلکہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ نفس قرآن مین کچہ تغیر نہین ہوا تغیر صرف اونکے لکہنے مین اور پڑہنے مین ہوا ہے۔ کیونکہ اونہون نے تحریف اصل سے نقل کرنے کے وقت اوسمین کی ہے اور اصل جیسا تہا ویسا ہی اوسکی اہل کے پاس موجود ہے اور وہ علماء ہین تو جو علماء کے پاس ہے وہ محرف نہین ہے محرف صرف وہ ہے جو اونہون نے اپنے اتباع کے لیے ظاہر کیا۔ اور اسکے موافق جیسا اب ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے عہد مین مجموع ہونا ثابت نہین ہوا اور اوسوقت کیونکر مجموع ہو سکتا ہے ٹکڑی ٹکڑے ہوکر نازل ہوتا تہا اور حضرت کی عمر شریف کے تمام ہونے پر تمام ہوا۔ اور قرآن کا درس اور ختم صرف اوسیقدر کا تہا جسقدر اونکے پاس تہا نہ تمام کا۔

[2] اور ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین طیب اللہ ثراہ نے اپنے اعتقادات مین کہا ہے ہمارا اعتقاد یہہ ہے کہ قرآن جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کیا وہی ہے جو دونون دفتی مین اور لوگون کے ہاتہ مین ہے اس سے زیادہ نہین اور جو ہماری طرف منسوب کرے کہ ہم قائل ہین ۱۲—

اكثر من ذلك فهو كاذب وقال شيخ الطائفة محمد بن الحسن الطوسى رحمة الله
عليه فى تبيانه واما الكلام فى زيادته ونقصانه فمما لا يليق به لان الزيادة
فيه مجمع على بطلانه والنقصان منه فالظاهر ايضاً من مذهب المسلمين خلافه
وهو الاليق بالصحيح من مذهبنا وهو الذى نصره المرتضى ره وهو الظاهر فى الروايات
غير انه رويت روايات كثيرة من جهة الخاصة والعامة بنقصان كثير من آى القرآن ونقل
شئ منه من موضع الى موضع طريقها الآحاد التى لا توجب علما فالاولى الاعراض
عنها وترك التشاغل بها لانه يمكن تاويلها ولو صحت لما كان ذلك طعنا على ما
هو موجود بين الدفتين فان ذلك معلوم صحته لا يعترضه احد من
الامة ولا يدفعه وروايتنا متناصرة بالحث على قرائته والتمسك بما فيه
ورد ما يرد من اختلاف الاخبار فى الفروع اليه وعرضها عليه فما وافقه عمل
عليه وما خالفه يجتنب ولم يلتفت اليه وقد ورد عن النبى صلعم رواية لا يدفعها احد
انه قال انى مخلف فيكم الثقلين ما ان تمسكتم بهما لن تضلوا كتاب الله وعترتى
اهل بيتى وانهما لن يفترقا حتى يردا على الحوض وهذا يدل على انه موجود فى كل عصر

۱؎ کہ قرآن اس سے زیادہ ہے وہ جھوٹا ہے اور شیخ طوسی محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تبیان میں کہا ہے کہ
قرآن کے زیادتی وکمی میں کلام کرنا لائق نہیں کیونکہ زیادتی کا باطل ہونا اتفاقی ہے اور کمی ہونا بھی ظاہراً تمام مسلمانوں کے
مذہب کے خلاف ہے اور یہی ہمارے صحیح مذہب کے لائق ہے اور اسکی مرتضی نے بھی تائید کی ہے اور روایات سے یہی ظاہر
مگر یہ کہ قرآن میں سے بہت سی آیتیں کم ہونے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں شیعہ اور غیر شیعہ کے طریقہ سے بہت
روایات مروی ہوئی ہیں انکا طریق آحاد ہے جو مفید علم یقین کو نہیں ہوسکتا تو اولیٰ اعراض کرنا اور انمیں مشغولی ترک
کرنا اولیٰ ہے کیونکہ انکی تاویل ممکن ہے اور اگر یہ روایات صحیح ہوں تو یہ طعن اسپر نہیں ہے جو اب بین الدفتین موجود
کیونکہ اسکی صحت یقینی ہے امت میں سے اسپر کوئی اعتراض کرتا ہے نہ کوئی رد کرتا ہے اور ہماری روایتیں اسکی قرات پر برانگیختہ
کرنے کی اور اسکو مضبوط پکڑنے کی اور فروعی اختلاف احادیث اسکی طرف لوٹانے کے اور اسپر پیش کرنے کی باہم تائید کرتے ہیں
چنانچہ جو حدیث اسکے موافق ہوگی اوسپر عمل ہوگا اور جو اسکے مخالف ہوگی اوس سے اجتناب ہوگا اور اسکی طرف التفات نہ ہوگا
اور تحقیق ...

لانه لا يجوزان بامرنا بالتمسك بما لا نقدر على التمسك به كما ان اهل البيت
ومن يجب اتباع قوله حاصل في كل وقت واذا كان الموجود بيننا مجمعا على صحته
فينبغي ان يتشاغل بتفسيره وبيان معانيه وترك ما سواه یہانتک نقل کر کے علامہ صاحب
تفسیر صافی نے اسکی بھی تغلیط وتردید کردے اور فرمایا [۲] اقول يكفي في وجوده في كل عصر وجوده
جميعا كما انزل الله محفوظا عند اهله ووجود ما احتجنا اليه من عندنا وان لم
نقدر على الباقي كما ان الامام كذلك فان الثقلين سيان في ذلك ولعل هذا
هو المراد من كلام الشيخ واما قوله ومن يجب اتباع قوله فالمراد به البصير
بكلامهم فانه في زمان غيبتهم قائم مقامهم لقولهم عليه السلام انظروا الى
من كان منكم قد روى حديثنا ونظر في حلالنا وحرامنا وعرف
احكامنا فاجعلوه بينكم حاكما فاني قد جعلته عليكم حاكما الحديث انتهى كلامه
بندہ گذارش کرتا ہے کہ آپکے شیخ صدوق اور شیخ مرتضی اور طوسی نے جو اپنا مذہب عدم تحریف
قرآن قرار دیا ہے اور عدم تحریف کو راجح مذہب تشیع سے لکھا ہے باعتبار قواعد شرعیہ مسلمہ آپکے
بالکل غلط ہے قطع نظر اون دلائل سے جو کہ انکے مذہب کے بطلان مین صاحب صافی نے ذکر کی ہین
اور بھی بہت دلائل اسکے بطلان پر دلالت کرتے ہین یعنی جسقدر روایات صحاح وحسان وقوع
تحریف پر دلالت کرتے ہین اگرچہ ہر ایک اونمین سے خبر احاد اور ظنی ہے لیکن جب اوسکی قدر
مشترک کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ مختلف کثیر التعداد رواۃ نے مختلف ائمہ سے روایت کیا ہے

---

[۱] کیونکہ ممکن نہین ہمکو ایسے چیز کے تمسک کا حکم کرین جسکی تمسک پر ہمکو قدرت نہو چنانچہ اہلبیت اور جسکے قول کا اتباع
واجب ہی ہر وقت حاصل ہے اور جب موجود قرآن کے صحت متفق علیہ ہے تو اوسکی تفسیر اور بیان معانی مین مشغول ہونا اور اوسکے
ماسوا کو ترک کرنا لائق ہے۔ ۱۲ [۲] مین کہتا ہون کہ ہر زمانہ مین اوسکے وجود کے لیے تمامہ جیسا خدا نے نازل فرمایا اوسکے
اہل کے پاس موجود ہونا اور ہمارے حاجت کے موافق ہمارے پاس موجود ہونا کافی ہے اگرچہ ہمکو باقی پر قدرت نہو
چنانچہ امام بھی اسیطرح ہے کیونکہ ثقلین اس باب مین برابر ہین اور شاید کلام شیخ سے یہی مراد ہو۔ اور قول اوسکا ومن
یجب اتباع قولہ۔ مراد اس سے اونکی کلام کا بصیر ہے کیونکہ وہ اونکی غیبت کے زمانہ مین اونکے قول کے اونکی قائم
مقام ہے۔ ہم مین سے جس نے ہماری حدیث روایت کی اور ہماری حلال اور حرام مین نظر کی اور ہماری احکام کو پہچانا اوسکو

تو یہہ متواتر المعنے ہو کر درجہ قطعیہ کو پہونچ چکا ہے اور مثل اون روایات کے جنکو علماء طائفہ نے متواتر المعنے تسلیم
کر لیا ہے ہو گیا ہے علامہ شہید ثانی نے معالم الاصول مین فرماتے ہین قد تکثر[1] الاخبار فی
الوقائع ویختلف لکن یشتمل کل واحد منها علی معنی مشترک بینها بجهة التضمن او الالتزام
فیحصل العلم بذلك القدر المشترك ویسمی المتواتر من جهة المعنی وذلك کوقائع
امیر المؤمنین فی حروبه من قتله فی غزاة بدر کذا وفعله فی احد کذا الی غیر ذلك فانه یدل
بالالتزام علی شجاعته وقد تواتر ذلك منه وان کان لا یبلغ شیء من تلك الجزئیات
درجة القطع - شہید ثانی کی اس شہادت سے صریح مستفاد ہوتا ہے کہ اخبار کثیرہ مین معنے
مشترک اگرچہ وہ بجہتہ التضمن یا التزام مدلول روایات ہو تاہم متواتر المعنے ہو کر مسند قطعیہ کو ہو گا پس
اگر روایات کثیرہ مین معنے مشترک مدلول روایات باعتبار مطابقہ ہو گا تو وہ اونسے یہہ ہے
کہ متواتر اللفظ ہو ورنہ اوسکے درجہ ہے کہ متواتر المعنے ہوگا - اب اگر وقوع تحریف کی روایات
کثیرہ کو متتبع کیا جاوے تو ہر ایک سلسلہ وسند احاد سہی لیکن مجموعہ مفید تواتر کو ہے اور ثبوت
وقائع امیر المؤمنین سے اسکا ثبوت بدرجہا زائد ہے تو وقوع تحریف کا تواتر بالا ولیت ثابت ہوا کیونکہ
وقوع تحریف کے ثبوت پر قطع نظر اوسکے تواتر کے قرائن قاطعہ بہی دلالت کرتے ہین - ظاہر ہے
کہ بعد انتقال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنا بر اصول مسلمہ شیعہ تمام صحابہ اہلبیت سے منحرف ہو گئے
اور اونکے حقوق غصب کر کے خود خلفا بن بیٹھے تو اس صورت مین اپنے ترویج خلافت کے لیے
جسقدر کرین تہوڑا ہے پہر یہہ بہی ظاہر ہے کہ قرآن کے جمع و تالیف بطور خود اونہون نے ہی کرائی
اور اہلبیت سے کسیکو اوسمین شامل نہین کیا بلکہ جناب امیر نے اسی لیے اپنا قرآن علیحدہ جمع کیا تو
ان قرائن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اسکی جمع و تالیف کے وقت ضرور خرابی کیگئی ہو گی اور اس سے

---

[1] واقعات مین کبہی احادیث کثیرہ ہوتے ہین اور باہم مختلف ہوتے ہین لیکن انہین سے ہر ایک ایک معنی پر جو بجہتہ
تضمن یا التزام کے مشترک ہوتا ہے مشتمل ہوتے ہین تو اس قدر مشترک کا یقین حاصل ہو جاتا ہے اور اسکا نام متواتر
من جہتہ المعنی ہے اور یہ جیسا امیر المؤمنین کے حرب کے واقعات کہ جنگ بدر مین فلان فلان لڑنے والوں کو قتل کیا اور جنگ احد مین
فلان کام کیا وغیرہ ذلک تو یہہ التزاماً انکی شجاعت پر دلالت کرتا ہے اور یہ متواتر ہے اگرچہ ان جزئیات میں سے کوئی بہی یقین تک

ثابت ہوا کہ قرائن تحریف کا واقع ہونا متواتر اور یقینی ہے جسکا انکار آپ جانتے ہین کہ کیا حکم رکھتا ہے
پس آپکے شیخ صدوق اور مرتضی اور طوسی نے جو اسکا انکار کیا وہ انکار متواتر اور قطعی کا ہے اور ہرگز قابل التفات
اہل دین و دیانت من المتشیعین نہین ہے بلکہ حق وہی ہے جو آپکے ثقۃ الاسلام کلینی اور اونکے استاد
صاحب الالام نے فرمایا ہے۔ سلمنا کہ یہہ روایات احادیہی تھی لیکن ہم کہتے ہین کہ جبکہ خبر واحد موید
بالقرائن ہو تو اوسوقت علی الاصح مفید علم یقین کو ہوتی ہے۔ اپنی شہید ثانی کی شہادت سنیے
وخبر الواحد[1] هو ما لم یبلغ حد التواتر سواء کثرت رواته او قلت ولیس شانه افادة
العلم بنفسه نعم قد یفیده بانضمام القرائن الیه ویزعم قوم انه لا یفید وان انضمت
الیه القرائن والاصح الاول۔ پس اگر اسکو متواتر نہ مانین تو بہی باوجود اخبار احاد ہونے کے
بانضمام قرائن مفید قطع کو ہے تو بہی مثل متواتر کے ہوا اور اوسکا انکار مثل انکار متواترات کے
سمجہا جاویگا۔ اور ہرگز قابل اعتبار نہو گا۔ دوسری یہہ کہ مرتضے کا انکار ایک ایسی غلطی سے ناشی ہے
اور ایسی خطا پر مبنی ہے جس غلطی کو علماء طائفہ نے غلط تسلیم کرکے تصریح کی ہے وہ یہہ کہ سید مرتضی معتقد
ہوئے ہے کہ خبر واحد پر عمل جائز نہین ہے اور اپنے کمال دانشمندی سے قائل ہوا ہے کہ ہماری
مسائل فقہیہ متواترات سے ثابت ہین حالانکہ سید کا یہہ خیال بالکل غلط اور پوچ تہا شہید ثانی نے
معالم الاصول مین لکہا ہے قال العلامة[2] فی النهایة اما الامامیة فالاخباریون منهم لم یعولوا
فی اصول الدین وفروعه الا علی اخبار الاحاد المرویة عن الائمة والاصولیون منهم کابی جعفر
الطوسی وغیره وافقوا علی قبول خبر الواحد ولم ینکره سوی المرتضی واتباعه لشبهة قد حصلت

[1] اور خبر واحد وہ ہے جو حد تواتر تک نہ پونہچے خواہ راوی اوسکے بہت ہون یا تہوڑے اور یقین کا فائدہ دینا بنفسہ اوسکا کام نہین ہان اوسکے ساتہہ قرائن کے انضمام سے کبہی یقین کا فائدہ دیتی ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ وہ باوجود شمول قرائن کے بہی یقین کا فائدہ نہین دیتے اور اول صحیح تر ہے ۱۲۔

[2] علامہ نے نہایہ مین کہا ہے کہ امامیہ مین سے اخباریون نے تو اپنے اصول اور فروع دین مین بجز اخبار احاد کے جو ائمہ سے مروی ہین اور کسی پر اعتماد نہین کیا اور اونمین سے اصولی مثل ابوجعفر طوسی کے خبر واحد کے قبول کرنے مین اونکی موافق ہو گئے اور بجز مرتضی اور اوسکے اتباع کے اور کسی نے اونکا انکار نہین کیا اور یہہ بسبب ایک شبہ کے تہا جو اونکو پڑ گیا تہا ۱۲

لہم[۱] وقد حکی المحقق عن الشیخ سلوک ھذا الطریق فی الاحتجاج للعمل بالاخبار المرویۃ
عن الائمۃ مصنفۃ علیہ وادعی الاجماع علی ذلک اس سے صاف ثابت ہے کہ سید مرتضی کا
روایات احاد کے نسبت انکار صریح اونکی غلطی ہے اور آگے بہی اسکے تغلیط و تردید مین چار صفحہ
کی قدر صرف کیے ہین اور ظاہر ہے کہ انکن فیہ مین بہی ذ فروع تحریف سے انکار اوسے غلطی سے
ناشی ہے کیونکہ جگہ جگہ اپنی دلیل مین اخبار کے ضعف و عدم اعتبار کو اپنا مستدل قرار دیتے ہین
در یہ نہین بیان کرتے کہ ان روایات مین کس وجہ سے ضعف ہے کوئی راوی فاسد المذہب یا کذب
وضاع درمیان سلسلہ سند کے واقع ہوا ہے یا کس وجہ سے ضعف ہے - اور عبارات منقولہ سے ظاہر ہے
کہ ابو علی طبرسی کا انکار اور محمد بن الحسن طوسی کے تردید اتباع و تقلید آپ کے سید مرتضی کے ہے اور وہ ہی
بنا ر فاسد علی الفاسد کے قبیلہ سے ہے ابو علی طبرسی بہی فرماتے ہین وھو الذی نصرہ المرتضی اور
طوسی صاحب بہی فرماتے ہین وھو الذی نصرہ المرتضی ہے جو کچہہ دلائل ذکر کرتے ہین وہ قطع نظر اسسے
کہ معارض روایات قطعیہ کو مین ایسی کچہ اصل اور لاطائل ہین کہ اونکے تامل بلکہ بدون فکر و تامل کے بداہۃ غلط
معلوم ہوتے ہین - چنانچہ مفسر صاحب صافی نے انکو دو جملو نمین باطل کر دیا ہے اور ان دلائل کو قطعیات
و یقینیات سمجہنا آپ کے محققین کی خوش فہمی ہے - رہی انکہ صدوق صاحب قطع نظر اس سے کہ وہ
کلینی اور انکی اسناد وغیرہ کی تکذیب کر رہے ہین اور انکو جہوٹا بنا رہے ہین دلیل کوئی نہین بیان فرماتے
بدون دلیل دعوی فرما رہے ہین دعوی بلا دلیل آپ ہی جانتے ہین مردود ہے پس بمقابلہ قائلین تحریف کے
جنکا دعوی مع بینہ و برہان کے ہے بالکل لغو سمجہا جائیگا - اگر صدوق صاحب نے خلاف ائمہ اپنی غلطی سے
کوئی خاص عقیدہ اپنا کر لیا جسکی کوئی اصل نہین تو وہ کیونکر قابل اعتبار سمجہا جائیگا پہر اسپر طرفہ تماشا یہ ہے
کہ یہہ ہی آپکے صدوق صاحب فضائل مین جمع کرنا جناب امیر کا کتاب اللہ کو روایت کرتے ہین ایک
بڑی طویل حدیث جو جناب امیر نے اخو الیہود کو خطاب کر کے فرمائی اوسمین حضرت کے وفات کے

---

[۱] اور محقق نے شیخ سے احتجاج مین اس رستہ پر چلنا ائمہ کی احادیث مرویہ پر عمل کرنے کے سمت اوسپر
اعتماد کر کے حکایت کیا ہے اور اسپر اجماع کا دعوی کیا ہے ۱۲

قصہ میں مذکور ہے حملت نفسی علی الصبر عند وفاتہ بلزوم الصمت والاشتغال بما امرنی من تجہیزہ و غسلہ و تحنیطہ و تکفینہ و الصلوٰۃ علیہ و وضعہ فی حفرتہ و جمع کتاب اللّٰہ و عہدہ الی خلقہ لا یشغلنی عن ذلک بادر دمعۃ و لا ھائج زفرۃ کوئی حضرت کے اولیا سے پوچھے کہ جب کتاب اللّٰہ شایع ذائع تھی اور اوسمیں اندیشہ تحریف نہ تہا تو آپنے کیوں اسقدر عجلت کے ساتھ جمع فرمایا اور علاوہ اسکے اگر وہ اسکے مطابق ہی تو اسطرح کیوں ائمہ کے پاس صندوق تقیہ میں مخفی طور پر پشت بہ پشت چلا آیا اور اگر اسکے مخالف ہی تو صاف واضح ہی کہ اس قرآن میں تحریف ہے جو صحابہ نے جمع کیا اور یا اوس میں حضرت امیر نے معاذ اللّٰہ تحریف فرمائی جو خود جمع فرمایا۔ (۳) علاوہ اسکے وہ روایات جو وقوع تحریف پر دال ہیں مثبت ہیں اور منکرین تحریف کا دعویٰ محض نفے اور اول تو کوئی روایت اس مدعا کی ثابت پائی نہیں جاسکتے اگر پائی جائیگی تو وہ بھی نافی ہو گی اور ظاہر ہے کہ مثبت نافی پر مقدم ہے تو اسلیے دعویٰ منکرین تحریف کا باطل ہوگا اور مثبتین کا ثابت (۴) ظاہر ہے کہ جسقدر روایات مثبت تحریف مروی ہوئی ہیں اونمیں احتمال تقیہ بالکل منتفی ہے کیونکہ اوسوقت تحریف کسیکا مذہب نہیں تہا جسکی رعایت کے وجہ سے تقیۃً ائمہ نے ایسا ارشاد فرمایا ہو۔ اور وہ روایات کہ جنکا شیخ طوسی اپنے استدلال میں حوالہ دیتے ہیں اور اون روایات پر اعتماد کر کے تحریف کو ساقط الاعتبار بہتے ہیں جو حث علی التلاوۃ پر دلالت کرتے ہیں تو یہ بھی غلط ہی کہ وہ اس موجود کے نسبت ہو بلکہ بشرط دستیابی اوس اصلی قرآن کی نسبت ہوگا جو خاص ائمہ ہی کے پاس ہے۔ مسلما کہ وہ یہی قرآن مجید ہی جو اہل سنت کا قرآن ہی لیکن جائز ہے کہ اوسکے نسبت حث اور وعدہ حصول ثواب محض تقیہ کے طور پر ارشاد ہوا ہو گا جب خلفا کے ساتھ بیعت اور اونکی ساتھ نشست و برخاست اور اونکی موافق خلاف واقع مسائل کا اظہار پایا جاتا ہے جسکے لیے حضرات کو بجز تقیہ کے اور کوئی مساغ نہیں ہے تو اسکی تقیہ پر محمول ہونے کو کون مانع ہے۔ غرض حضرات شیعہ کا عجب حال ہے کہ اصول دین میں کوئی

لے حضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے وفات کے وقت یعنی اپنے نفس کو سکوت کی لازم کرنے اور جسکا مجکو حکم فرمایا تہا (جنازہ کی تیار کرنے اور نہلانے اور خوشبو لگانے اور کفن پہنانے اور آپ پر نماز پڑھنے اور قبر میں رکھنے اور کتاب اللّٰہ کے جمع کرنے اور خلق اللّٰہ کیطرف اوسکی وصیت کرنے سے) اوسمیں مشغول ہونے کے ساتھ صبر پر برانگیختہ کیا کہ جس سے کوئی جلدی نکلنے والا آنسو اور ہیجان ڈالا سانس نہ روکتا تہا ۱۲

کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے صحابہ کے ساتھہ حسد و عداوت کی وجہ سے پہلے کینی بے سوچی سمجھے
کچھہ فرمایا اور جب اوس حضرات نے دیکھا اور بحث ابحاث اہلسنت مین گرفتار ہوکر خواب غفلت سے چونکے تو
حواس باختہ ہوکر اور تو کچھہ نسوجہا اپنے بزرگونکی تکذیب کرنے لگے اور یہ سمجھے کہ اہلسنت کب پیچھا
چھوڑنے والے ہین ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ کوئی آپکے شیوخ صدوق و سید
مرتضی و طوسی و طبرسی اور اونکی اتباع سے خصوصًا ہمارے فاضل مجیب سے دریافت کرے کہ حضرت
جب بعد انتقال جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ مرتد ہوگئی تھے اور تمام صحابہ کو منجملہ
خلفاء اور اونکی اولیاء و اتباع جنکا معاذ اللہ ایمان سرسری ہی سے نفاق آمیز تھا تو وہ کون لوگ تھے
جنکی عنایت قرآن مجید کے ضبط کی طرف شدید تھی اور وہ کونسی علماء مسلمین تھے جو اسکی حفظ و حمایت
مین غایت قصوی کو پہونچی ہوئے تھے اور وہ کون بزرگوار تھی جنہون نے یہانتک کوشش کی کہ قرآن
کے اختلاف اعراب و قرأات و حروف و آیات تک کی معرفت حاصل کی۔ خدا کے لیے بتلا دو درحقیقت
فرمادین کہ یہہ لوگ کامل الایمان اور ارکان دین اسلام تھے یا کافر و منافق اور یہہ لوگ اعاظم اہلسنت
تھے یا اکابر اہل تشیع اور یہہ حضرات وہی صحابہ و تابعین تھے جنکو تم کافر و منافق کہتے یا کوئی
دوسرے جنہون نے ایسے فنون مین قرآن کی اس درجہ حفظ و حمایت و ضبط و صیانت فرمائی
پس اگر یہہ وہی لوگ ہین جنکو تم تبرا کہکر اپنے نامہ اعمال روشن کرتے ہو تو خدا کے لیے ذرا تو سوچو
اور سمجھو اور اپنے تشنیع سے باز آؤ اور یہہ جو طوسی صاحب روایات مثبت تحریف کی نسبت فرماتے ہین
لانہ یمکن تاویلہا۔ حضرت کے کمال تبحر پر دال ہے نفس دعوی امکان فرماکر چھوڑ گئی اور یہہ نصیب نہوا
کہ کوئی تاویل ان روایات کے بیان فرماتے جب ان روایات کے مخالف مدعی نہی تو واجب تھا
کہ ان روایات کی معقول تاویل کرتے سو جواب ہم اپنے فاضل مخاطب سے جو اونکی اس مسئلہ مین
مقلد ہین دریافت کرتے ہین کہ آپ ہی ان روایات کے ہتک مستور اگر بدید تواند بنام کنند
کچھہ فرمادین اور اس ندامت کا بار طوسی صاحب کی گردن سے اوتارین۔ اب رہا یہہ کہ طبرسی اور طوسی

۱ے اگرچہ تم جو مرتد ہیچ بدو ہمین ہو گئے ہیں ۱۲

صاحب یہہ فرماتے ہین کہ زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہی - یہہ بہی روایات مذکورہ سے صریح غلط معلوم ہوتا ہے اور جب کلینی اور قمی نے اونکو تسلیم کرلیا ہے تو زیادتی اور نقصان دونوا اونکے نزدیک تسلیم ہوئے قطع نظر اس سے بالفرض اگر زیادتی کا بطلان مجمع علیہ ہے تو تحریف کچہہ زیادتی مین ہے تو منحصر نہین بلکہ نقصان بہی تحریف ہی تقدیم و تاخیر بہی تحریف ہے اس غلط بات سے کیا فائدہ حاصل ہوا اول خود غلط اور اگر صحیح ہو بہی تاہم مفید نہین ہان اس سے یہہ فائدہ ہوا کہ آپکے نزدیک نقصان ثابت ہی لیکن اوسکو اپنے اور حشویہ کے روایات ٹہرانا چاہتی ہین - ہمکو بڑا افسوس اور نہایت حیرت ہی کہ علی بن ابراہیم قمی جیسا عالی مرتبہ شخص جو امام زمان کا مصاحب اور شاگرد ہو اور اوسکی تفسیر با خود امام کے تفسیر سے ہو - اوسکی روایات کو اپنے وہمیات عہلہ سے باطل کرین سچ ہے الغرض تو تثبیت بکل حشیش رجال شیعہ مین سب سے اول حمد و صلواۃ کے بعد لکہا ہے

ولبعد فہذہ رسالۃ فی معرفۃ مشائخ الشیعۃ تغمدہم اللہ تعالی بالرحمۃ منہم الشیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم صاحب الامام الحسن العسکری ذو الفضل والافضال وصاحب التفسیر الذی ہو فی فضل اہل البیت المستخرج من تفسیر الامام المذکور انتہی

پہر محمد بن یعقوب الکلینی بہی کچہہ مرتبہ مین کم نہین بلکہ زیادہ ہے غالباً اوسکی کتاب کافی امام زمان پر پیش ہو چکی ہی اور بشہادت امام اوسکی تصویب و تصحیح ہو چکی ہے تو ایسی عدول و ثقات کے روایات کے تغلیط و تضعیف اور تردید و تزییف کرنا تشیع سے دست بردار ہونا ہے پس جن حضرات شیعہ تحریف قرآن کا خلاف اپنے مذہب راجح و منصور کے انکار کیا وہ حضرات تشیع سے خارج ہوئے اور اہلسنت مین شامل ہوا چاہا کیونکہ جن صحابہ ارکان اسلام کو برا کہنا اور بد اعتقاد کرنا جزو مذہب سمجہہ رکہا تہا اور جس پر مدار تشیع تہا اونکی خوبی اور عدالت و ثقاہت کے قائل ہوئی اور جنکو ارکان دین سمجہتے تہے اور اونکی حق مین یہہ اعتقاد کرتے تہے کہ لولاہم لانقطعت اساس النبوۃ اونکی برائی کے گویا قائل ہوئی تو اسکو دونین تمام تشیع درہم و برہم ہو گیا چونکہ اسکے تفصیل مین

لہ بعد حمد و صلواۃ کے یہہ رسالہ مشائخ شیعہ کی معرفت مین ہی خدا اونکو اپنی رحمت کی ساتہہ ڈہانکے منجملہ اونکے شیخ علی بن ابراہیم بن ہاشم امام حسن عسکری کا یار بزرگیوں والا ہے اور وہ صاحب تفسیر ہے فضل اہل بیت مین جو امام مذکور کی تفسیر سے اخذ کی گئے ہے ۱۲

طول ہے اسلیے اوسکو فہم او کیا پر چھوڑتے ہین - غرض اکابر شیعہ منکرین تحریف نے انکار تو کیا مگر یہہ نہ سمجھے
کہ یہہ کلہاڑی اپنی ہے پانو پر پڑتی ہی - ہماری اس تمام بحث سے یہہ بات ثابت ہوئی کہ کلام مجید مین
تحریف کا واقع ہونا بنا بر مذہب تشیع راجح اور منصور ہے اور جو لوگ اسکے قائل ہوتے ہین اونہون نے راجح
اور منصور کو اختیار کیا ہی بلکہ فی الحقیقت مذہب تشیع اونہون نے ہی ادا کیا ہی اور جن لوگون نے اوس سے انکار کیا
وہ خلاف مذہب تشیع کے ہی اور وہ مجبور کر اس غلطی مین پڑے ہین جب راہ فرار تنگ دیکھا تو اسکو چھپا لیا
چنانچہ ہمارے فاضل مخاطب نے بھی چونکہ مذہب کے کتابین نہین دیکھی صرف مناظرہ کے کتابون میں مشغول
رہی اسلیے بے سوچے سمجھے اونکی تقلید فرمائی تو اس سے ثابت ہو کر جو عرض کیا تھا کہ قرآن کا محرف ہونا
مسلمات شیعہ سے ہے وہ بالکل حق اور مطابق واقع کے تھا - کیونکہ جب اکابر شیعہ نے مثل کلینی اور قمی
اور طبرسی کے اسکو بنا بر اصول مذہب خود تسلیم کر لیا تو اوسپر مسلمات شیعہ سے ہونا صادق آگیا اگرچہ بعض نے
اوسکو تسلیم نہ کیا ہو علی الخصوص جبکہ معترضین کا قول مستند و دلائل قاطعہ شرعیہ کیطرف ہو اور منکرین کا انکار
مخالف دلائل قاطعہ محض توہمات سے ناشی ہو اور لغو اور لاطائل ہو تو اوسوقت اسکا مسلمات شیعہ کو
ہونا بالبداہت ثابت ہوگا - پس ہمارے مخاطب کا انکار صرف اسوجہ سے ہے کہ وہ اپنی مذہب سے
بھی بفضلہ تعالے واقفیت نہین رکھتے غرضکہ تحریف قرآن کا مسلمات شیعہ سے ہونا بخوبی
ثابت اور اوسکا انکار کرنا سراسر باطل ہے اگر آپ اور آپکے صدوق وغیرہ بعض یہہ چاہین کہ چند خرافات سے
اوس رخنہ اور خلل کو بند کرین جو اکابر شیعہ نے اپنے دین مین ڈالا ہی تو واضح رہی کہ یہہ تجویز
خیال محال ہے قیامت تک بھی ممکن نہین **بیت** درست طبیبے علاج ہمہ دردی + ولی
طبیبت دہد آزار صد علاج + یہان سیقدر گذارش باقی رہگئی آپ یہہ فرمانگے کہ اس بحث مین جہانتک استدلال
کیا گیا سی وہ متقدمین کے روایات اور اونکی اقوال سے استدلال کیا ہی حالانکہ اونکی روایات و اقوال بمقابلہ تحقیقات
متاخرین کے تقویم پارینہ کے حکم مین ہین اسلیے ہم اوسوقت تسلیم کرین جبکہ متاخرین علما مین کسی نے تحریف کو تسلیم کیا ہو تو بحمد
بحول اللہ ہمارے پاس آپکے بعض متاخرین کے بھی تصریح موجود ہے ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجیے
آپکے قبلہ و کعبہ رسالہ بارقہ ضیغمیہ مین فرماتے ہین - چون این نظم قرآنے منظم عثمانیست بہ بیان

احتجاج بان نشاید - اب اس حسبمد کو ملاحظہ فرمایئی اور جو کچھہ مینے عرض کیا تھا اوس سے مطابق کریجئے کسیقدر بڑہکر بہی پائیگا اور لیجئے آپکے قبلہ وکعبہ مجتہد العصر لکھنوی عماد الاسلام مین تحریر فرماتے ہین بعد اللتیا والتی مقتضے تلک الاخبار ان التحریف فے الجملۃ فے ہذا القرآن بین ایدینا بحسب زیادۃ بعض الحروف ونقصانہ بل بحسب بعض الالفاظ وبحسب الترتیب فے بعض المواضع قد وقع بحیث مما لا نشک فیہ مع تسلیم تلک الاخبار نعم لامجال لعقولنا فے ہذا الزمان بحصول الجزم باحد الوجوہ المحتملۃ عند العقل لکیفیۃ وقوع تلک التحریفات بعینہ فان الاحتمالات فیہا کثیرۃ (الی ان قال) ومنہا انہ معلوم من حال النبی کما لا یخفے علے المتفحص الزکی ذی الحدث الصائب انہ مع کمال رغبتہ علے تخلیف علیا کان فے نہایۃ التقیۃ عن قومہ ولہذا عندہ دلیل وامارات لاتسع المقام ذکرہا فیحتمل عند العقل ان النبی حفظا لبیضۃ الاسلام الظاہری اودع القرآن النازل المشتمل علے نصوص اسماء الائمۃ واسماء المنافقین مثلا عند محارم اسرارہ کعلی بامر اللہ لئلا یرتد القوم باسرہم فلما علم من حالہم عدم احتمال ذلک اظہرہم بقدر ما علم المصلحۃ فے اظہارہ ولما کانوا ہم الباعثون للنبی علی ولما کان الاسناد فے الیہم محل عن ارغام وغیرہ - اپنی قبلہ وکعبہ کے تصریح وشہادت کو ملاحظہ فرماوین کہ آپکی قبلہ وکعبہ کس وثوق وعلم اور یقین واذعان کے ساتھہ ثبوت اور وقوع تحریف کی باتحاد

ملہ چنان وچنین کے بعد مقتضی ان احادیث کا یہہ ہے کہ اس قرآن میں جو ہمارے ہاتھون مین ہے باعتبار زیادتی اور کمی بعض حروف کے بلکہ باعتبار بعض الفاظ کے اور بعض مواقع مین باعتبار ترتیب کے - بالتحقیق تحریف اسطرح واقع ہوئی ہے جسمین بعد تسلیم ان روایات کے کچھہ شک نہین کیا جاتا - ہان اس زمانہ مین ان تحریفات کے وقوع کے کیفیت کے لیے وجوہ محتملہ عند العقل مین سے کسی وجہ خاص کے یقین حاصل ہونے کی ہماری عقول کے مجال نہین کیونکہ اسمین بہت احتمالات ہین (یہانتک کہ کہا) منجملہ اونکی یہہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم ہے چنانچہ متفحص کی حذاقت صائب رائے پر مخفی نہین ہے کہ آپ باوجود علی کے خلیفہ بنانے کی نسبت کمال رغبت کی اپنی قوم سے نہایت درجہ تقیہ مین تہی اور اسی سبب آپکے پاس ایسے دلائل اور علامات ہین جنکے ذکر کی اس جگہ گنجائش نہین - پس العقل کے نزدیک محتمل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہری اسلام کے بیضہ کی حفاظت کے لیے اوترے ہوئی قرآن کو جو مثلاً ائمہ اور منافقین کے نامونکی تصریح پر مشتمل تہا اپنے رازدارونکے پاس مثل علی کی اللہ کے حکم سے ودیعت رکھا ہو - تاکہ تمام قوم مرتد نہو جاوے جب اونکے حال سے اسکا متحمل ہونا معلوم کرلیا تو بقدر اوسکے اظہار مین مصلحت معلوم ہوئی اوسپر ظاہر کیا - اور جبکہ

وتسلیم روایات مثبتہ تحریف معتقد او رقائل ہین - ہان اگر مجتہد المتشیعین کو شک وتردد ہی تو اس امر مین ہے کہ وقوع تحریف کیونکر ہوا چنانچہ منجملہ محتملات کے آپکی حضرت مجتہد صاحب کے رائی مین وقوع تحریف کا ایک یہہ بہی احتمال ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی قرآن کو دو طرح مرتب کیا ایک وہ جو تمام وکامل تہا اور اوسمین نصوص اسماء ائمہ واسماء منافقین درج تہی اسکو تو اپنی محرم اسرار کے پاس صندوق تقیہ مین ودیعت رکہا اور دوسرا وہ کہ جسمین سے اسماء ائمہ اور اسماء منافقین خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بامر خداوندی نکالکر بغیہ مصلحت عام لوگونمین ظاہر فرمایا اس خیال سے کہ کہین ایسا نہو کہ یہہ لوگ اپنے ظاہری ایمان نفاق آمیز سے بہی دست بردار ہو جاوین اور اگرچہ یہہ مسخ وتحریف معاذ اللہ خود حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمائی اور گو خدا تعالے کے حکم سے ہی کی - لیکن چونکہ اسکی سبب خلفا ہی ہتے اسلیے تحریف کو اونکی طرف نسبت کرنا بجائی خود ہے - سبحان اللہ واہ واہ - حضرت مجتہد العصر الحاضر نائب الامام الغائب نے کیا تحقیق حق کی داد دی اس تنقیح مین کیا جواہر ٹانکی اور کیا موتی پردی اونکے اولیا واتباع اسپر جسقدر ناز کرین بجا ہے اور جتنا فخر فرماین زیبا - میری زبان وقلم مین طاقت نہین کہ اسکی تعریف وتوصیف کرون اور نہ اسقدر گنجایش وقت ہی کہ حضرت مجتہد کی خوش فہمی اور کمالات علمی کو ظاہر کرون مگر افسوس اسکا ہی کہ باوجود علو مرتبہ تحقیق پہر صدوق المتشیعین کے شہادت کے موافق کاذب اور جہوٹے اور ہمارے فاضل مخاطب کے مذاق کے موافق دائرہ ایمان سے خارج کیونکہ ہمارے فاضل مجیب کے نزدیک اہل ایمان کا اجماع عدم تحریف پر ہے تو معلوم ہوا کہ جو لوگ تحریف کے قائل ہین وہ اہل ایمان سے خارج ہین تو ثابت ہوا کہ مجتہد صاحب اور کلینی اور قمی وغیرہ جو اکابر اہل تشیع مین وہ فاضل مجیب کے شہادت کے موافق اہل ایمان مین شمار نہین کیے جاتے - سفے الواقع ہمارے فاضل مخاطب نے جو یہہ جملہ تحریر فرمایا ہے "کتاب اللہ کی تعظیم وتکریم وتقدیم اجماعی اہل ایمان ہے جانتا کہ اسمین کچہہ بہی خلاف ہو صحیح اور مطابق واقع اور نفس الامر کے ہی وقضیہ جزئیہ - حق بر زبان جاری شود کا مصداق بیشک ہم بہی مانتے ہین کہ کتاب اللہ کی تعظیم وتکریم وتقدیم اجماعی اہل ایمان ہین جو لوگ اہل ایمان

حاشا کہ اوسمین کتاب اللہ کی نسبت کچھہ بہی اختلاف ہوا اور جو لوگ اسمین اختلاف کرتے ہین
بیشک وہ اہل ایمان سے نہین جو قرآن کہ اب عند الناس موجود ہے جو اہلسنت کے بچے بچہ
کی نوک زبان ہے بلا کم وکاست یہہ وہی قرآن ہے جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا
اور بلا تقدیم وتاخیر اوسی ترتیب کے ساتہہ ہے جو ترتیب کہ لوح محفوظ مین ہے گو نزول مین باعتبار مصالح
تقدیم وتاخیر ہوئی ۔ پس جو شخص یہہ کہے کہ اسمین کسی نوع کی تحریف ہوئی وہ جھوٹا بلکہ دائرہ ایمان سے
خارج ہے ۔ الحمد للہ کہ یہہ مضمون جو ہمکو بتجشم استدلال سے ثابت کرنا چاہیے تہا وہ فاضل مخاطب کے
اعتراف سے ثابت ہو گیا ہم اس عنایت کے شکر گذار ہین ۔ رہا یہہ کہ ہماری فاضل مخاطب نے صاحب
منتہی الکلام وصاحب تحفہ اکرمہم اللہ نزلہما کی نسبت یہہ اعتراض نہایت طعن وتشنیع کے ساتھہ فرمایا تہا
کہ وہ بلا دلیل کافی کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کو شیعہ کے نزدیک قرآن سے زیادہ صحیح اور معتبر فرماتے ہین اور
کچھہ نہین شرماتے ۔ پس اسکا جواب اگرچہ اہل فہم اس بحث سے سمجھہ گئے ہونگے لیکن مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ مختصر سی قدر تصریح کیجاوے واضح ہو کہ صحت واعتماد کا مدار اسپر ہے کہ سلسلہ
سند کا اصل ماخذ تک معتمد اور قابل طمانیت ہو جسقدر اس سلسلہ سند مین وثوق زیادہ ہوگا اوسیقدر
متن مین صحت واعتماد زیادہ ہوگا یہانتک کہ اسکی بدولت درجہ قطعیہ کا بہی حاصل ہو سکتا ہے
اور جسقدر اسمین کمی اور کوتاہی ہوگی اوسیقدر متن مین عدم صحت واعتماد ہوگا ۔ پس اب قرآن
شریف کے سلسلہ سند کو بنا بر اصول شیعہ ملاحظہ فرمائیے کہ اگرچہ اسکی طرف عنایت واہتمام شدید ہو
اور دواعی وافر ہون اور اسکو درس تدریس شائع ذائع ہو تاہم قرن اول مین جو لوگ منتہی سلسلہ
سند کے تہی اور جو لوگ بلا واسطہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرنے والے تہے
اور جنکو ایسا غلبہ تہا کہ اونکی غلبہ کے مقابلہ مین کسیکو چون کرنے کی گنجائش نہ تہی اونہون ہی نے مجتمع ہوکر قرآن کی تالیف
وجمع کیا اور کسیکو اسمین شریک نکیا یہ وہ لوگ ہین کہ جو اہل تشیع اونکی نسبت بیان کرتے ہین اونکی جمع وتالیف
ہر ذی عقل کے نزدیک ہرگز قابل اعتبار ولائق اطمینان کے نہین سمجھی جاتی یہی وجہ ہے کہ شیعہ اونکی روایات کو جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین صحیح نہین سمجھتی ۔ اگر اونکی نقل قابل اعتبار کے ہے ۔ تو کیا وجہ ہے کہ قرآن مین

اونکی نقل و روایت کو صحیح اعتبار کر لیا اور حدیث میں تسبیح کیوں نہیں تسلیم کرتے حالانکہ قرآن احق بالاحتیاط تھا۔ اور یہہ اوس صورت میں ہے جبکہ یہہ تسلیم کیا جاوے کہ ائمہ نے تقیہ کے اعتبار سے ہمیشہ اس قرآن کے مدح وثنا فرمائی ہو اور کبھی اسکی تحریف کے نسبت کچھہ نفرمایا ہو تب باعتبار فساد سند کے قابل تسلیم صحت نہیں لیکن علاوہ خرابی سند کے جب یہہ بھی اوسکے ساتھہ منضم کیا جاوے کہ ائمہ ہمیشہ اپنے اپنے زمانہ مین اسکو محرف فرماتے رہے اور اپنے شیعیان خاص کو اس امر مخفی پر تنبیہ کرتے رہے تو اس حالت مین یہہ قرآن اصول تشیع پر ہرگز قابل اعتماد نہیں ہو سکتا اور نہ اسکی صحت تسلیم کیجا سکتی ہے یہہ قرآن مثل ان احادیث کے ہوگا جو بواسطہ ان صحابہ کے مروی ہوں اور انکی تکذیب ائمہ نے کی ہو جیسا شیعہ کے نزدیک اونکا اعتبار نہوگا اسیطرح قرآن کا بھی اعتبار نہیں کیا جائیگا۔ اسکے بعد کافی وغیرہ کتب معتبرہ قوم کو لیجئے اور اونکے سلسلہ سند کو تک ملاحظہ فرمایئے اوسمین کوئی شخص ایسا نہیں ملیگا جو مثل رواۃ کتاب اللہ کے غیر معتمد ہوگا جسقدر رواۃ ہین وہ سب ثقہ وعدول امامیہ ہین تو اس اعتبار سے دیکھیے کہ کلینی کی صحت کسدرجہ کو ہوگی ظاہر ہے کہ قرآن کی صحت سے بدرجہا زیادہ ہوگی علاوہ اسکے قرآن کے نسبت جیسا ائمہ کی تکذیب مروی ہے بجائے اوسکے کلینی کے نسبت جو اقدم الاصول الاربعہ ہے ائمہ سے اوسکی تصویب و تصحیح مروی ہے چنانچہ امام زمان پر غالباً پیش ہو چکی اور اونکے ملاحظہ سے گذر چکی تو اسکا صحت و اعتماد درجہ قصوی کو پہونچ گیا تو اس وجہ سے قرآن صحت و اعتبار مین اور کلینی اور تاریخ ابن قتیبہ کے اعتبار مین زمین و آسمان کا فرق ہوا۔ حضرات شیعہ قرآن کی نسبت دریا کانہ کہدیتے ہین این قرآن نظم عثمانست احتجاج بآن بر شیعیان نشاید ہا آجتک کسی نے کلینی کی نسبت بھی ایسا کلمہ فرمایا ہے۔ حسب تحریر مفسر معانی ابو علی طبرسی کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب سیبویہ اور کتاب مزنی اور دواوین شعراء سب کے سب نقلی ہین اور اونمین کسی قسم کے تحریف و الحاق نہیں ہوا تو مثل انکی کتاب کافی کلینی وغیرہ کتب مشہورہ کی صحت نقل بھی مثل علم البلدان اور وقائع عظام کے متواتر اور قطعی ہوگی اور قطعاً ویقیناً کسی قسم کے

تحریف والحاق کا اشتباہ انہین ہرگز نہین ــ چنانچہ صاحب فوائد مدینہ نے اسکی تصریح فرمائی ہی
اور بالفرض اگر قرآنین تحریف یقینی نہین تو ظنی اور احتمالی تو ہی تو اس صورت مین آپ ہی
انصاف سی فرمائیی ۔ کہ قرآن کی صحت اور اوسپر اعتماد زیادہ ہونا چاہیے یا کتاب کافی کلینی
وغیرہ پر ۔ افسوس کہ آپکو اپنی کتابونکی نصوص اور اپنے علما کی تصریحات کی بہی واقفیت نہین
پہر اوسپر جوش و خروش یہہ کچہہ کہ علما اہلسنت پر طعن کرنیکو آمادہ ہوتے ہین پس اس ہماری گذارش سی سمجہہ لیا ہوگا
کہ صاحب منتہی الکلام اور تحفہ رحمۃ اللہ علیہما نے جو کچہہ تحریر فرمایا ہے کہ کتاب کافی کلینی
یا تاریخ ابن قتیبہ یا نہج البلاغت وغیرہ شیعہ کے نزدیک کتاب اللہ سی زیادہ صحیح اور معتمد ہین وہ
مطابق واقع کے ہی اور بلا دلیل نہین ہی لیکن صرف اوسکو بدیہی سمجہکر دلیل سے تعرض نہین کیا
پس اوسپر ہماری فاضل مخاطب کا اعتراض آپکی خوش فہمی اور حیا و شرم اٹہا لینے سی ناشی ہے ۔ الحمد اللہ
کہ ہم اپنے دعوے مین سچی ہوی اور تحریف کا مسلمات شیعہ سی ہونا بدلائل واضح ثابت ہوا اب جواب
سننی کے منتظر ہین ۔ **قولہ** اور اگر آپکے علمانے کتاب اللہ کا محرف ہونا اسیلیے ہماری طرف
منسوب کیا ہے کہ ہماری بعض روایتونمین وقوع تحریف تغییر قرآن وارد ہی تو سینی روایات مذہبی
پر کسی امر کا لازم ہونا اور شی ہے اور تصریح اس مذہب والونکی اس لازم امر پر اور چیز ہے ۔ ان
روایات تحریف سے غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہوگا نہ تصریح اور ان دونومین بڑا فرق ہی ۔ چنانچہ
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب والد ماجد صاحب تحفہ نے کتاب حجت اللہ البالغہ مین تصریح
کی ہی کہ لازم مذہب مذہب نہین اور لازم کی نسبت ملزوم کے قائل کو جبکہ اوسنی لازم کے برخلاف تصریح کی ہو
جائز نہین ہے اس کتاب کی یہہ عبارت ہے ۔ فان قیل یلزم من الاختلاف فی کونہ
سبحانہ فی جہتہ انیکون حادثا قلنا لازم المذہب لیس بمذہب لان المجسمۃ جائزون
بانہ تعالی فی جہتہ وجازمون بانہ قدیم ازلی لیس بحادث فلا یجوزان ینسب الی
مذہب من یصرح بخلافہ وان کان لازما لہ **قولہ** ۔ اور ائمہ اہلسنت نے بہی یہہ بہی
لکہا ہے کہ لازم مذہب مذہب نہین ہے ۔ پس جب آپکے علما کے قول سے یہہ ثابت ہوگیا

کہ لازم مذہب مذہب نہین تو آپکا یہہ کہنا کہ مسلمات شیعہ سے ہی غلط محض ہوا- **اقول**
سبحان اللہ ہمارے فاضل مخاطب نے کیا روشن اور واضح اور کسقدر مضبوط اور قوی دلیل بیان فرمائی
ہی کہان ہین اہل انصاف اور کدہر ہین اہل عدل و داد کہ ذرا اس دلیل پر ہمارے فاضل مجیب کو داد دین
اور شاباش کہین اگرچہ بفضلہ آپکے تمام اس تحریر کے تقریبًا یہہ ہی کیفیت ہے مگر یہہ ایسی دلیل ہے
کہ شاید ایسی دوسرے کوئی ہوگی جسنے بالکل آپکے علم و فہم کی قلعی کہولدی اور آپکے علمی اور نفسانی
دعوونکا بخیہ ادہیڑ دیا- افسوس کہ یہہ دلیل صدوق المتقدمین اور مرتضی و طبرسی و طوسی وغیرہ صاحبانکو
نہ سوجہی ورنہ شدت فرح سے عجب نہین کہ شادی مرگ کا نقشہ پیش آتا اس ایک نکتہ مین ہزارہا
اشکالات حل ہوگئی صدہا اعتراضات دفع ہوگئی جب کسی خصم نے کوئی آیت یا روایت
پیش کی جہٹ کہہ دیا کہ یہہ قابل احتجاج نہین کیونکہ لازم مذہب ہے اور لازم مذہب اور مذہب مین
بڑا فرق ہی- یہہ تو سب کچھہ مگر ابتک ہمارے فہم مین نہین آیا کہ مذہب کسکا نام ہے اور کس
جانور کو کہتے ہین کیا مذہب وہ نہین ہے جو خداتعالے نے اپنی کتاب مین ارشاد فرمایا
کیا مذہب اوسکو نہین کہتے جسکی رسول اللہ نے تصریح کی کیا مذہب اوسکا نام نہین جو ائمہ سے
یکے بعد دیگرے بتواتر غیر محتمل التاویل ثابت ہوا اگر یہہ عین مذہب نہین ہے اور لازم مذہب ہے
تو کیا عین مذہب وہ ہی جو خاص ابو الجارود اور ابو بصیر کے زبان و قلم سے نکلا ہو یا کیا عین
مذہب وہ ہی جو خاص صدوق اور طوسی وغیرہ نے ایجاد فرمایا ہو- پہر اسپر طرفہ تماشا یہہ ہے
کہ روایات کی مدلول مطابقی کو روایات کا لازم سمجہتے ہین اور روایات کے مذہبی ہونا تسلیم کرتے
ہین- اور یہہ امر اطفال مدرسہ پر بہی مخفی نہوگا کہ مدلول مطابقی بلکہ تضمنی تک لازم نہین ہوا کرتا پہر
روایات کو مذہبی کہنا اور اونکی مدلول مطابقی کو لازم تصور کرنا ایک ایسی بدیہی غلطی ہے جس سے
شاید فارسی خوانون کو بہی شرم آئے اور اوسنے طلبا کو بہی عار و ننگ ہو اور افسوس کہ ہماری
فاضل مجیب کی مایہ افتخار و ناز بہی ہے **مصرع** ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا- بس یہہ
قدر مشترک مہمل رنج سے ہے اور یہہ استدلال بالکل بیہودہ پوچ ہی اگرچہ اسکے ابطال کے واسطے

کسی دلیل کی حاجت نہ تھی کیونکہ خود بداہتہً باطل ہے لیکن تاہم مزید اطمینان کے لیے ہم اسکا بطلان دلائل واضح سے بھی ثابت کرتے ہین - اولاً یہہ کہ عین مذہب عموماً اہل اسلام کا وہی ہی جو حکم کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ سے قطعاً یا ظناً بروایت صحیحہ ثابت ہوا اور خصوصاً شیعہ کے نزدیک جو حکم اس طریق کے ساتھ ائمہ سے بھی ثابت ہو وہ بھی عین مذہب ہی پس جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ سے بسند معتبرہ یا کتاب اللہ سے ثابت ہوگا وہ عین مذہب ہوگا۔ علماء واکابر مذہب کو اگر اسمین دخل ہی تو اسیقدر ہے کہ یہہ سلسلہ سند جسکی واسطہ سے یہہ حکم ہم تک پونہچا ہی قابل اعتماد ہی یا نہین یا یہہ کہ کسی دوسرے حکم کے سبب سے جو بنسبت اسکی قوی ہے یہہ حکم ماؤل اور مصروف عن الظاہر یا ساقط ہے کہ نہین یا یہہ کہ باشتراک علتہ اس ہی اور جزئیات کیا کیا پیدا ہوتے ہین بجز ان چند باتون کے علماء مذہب کو نصوص روایات مذہب کے تغیر وتبدل اور زوال اور غیر مذہب ہونے مین کچھہ دخل نہین ہے - پس یہہ کہنا کہ روایات کا مدلول لازم مذہب ہوتا ہی سراسر غلط اور لغو ہے جب کوئی روایت باعتبار اپنے سلسلہ سند کے صحیح ہی اور کسی دوسری قوی وجہ سے مصروف عن الظاہر نہین ہے تو وہ عین مذہب ہے خواہ اوسکی نسبت کوئی تصریح کری یا نکرے بلکہ اگر اوسکی خلاف کوئی تصریح کرے وہ باطل اور غیر مسموع ہے بلکہ اگر اوسکا ثبوت بالقطع ہی تو اوسکا خلاف بلا دلیل الحاد وزندقہ ہوگا اور جب کوئی روایت کسی وجہ سے مصروف عن الظاہر ہوگئی تو اوسکا ظاہری مدلول نہ مذہب ہے نہ لازم مذہب بلکہ اوسکا محمل بعید مذہب ہوگا اب ہم کہتے ہین کہ تحریف قرآن ائمہ سے بروایات صحیحہ متصلہ متواتر المعنے ثابت ہوا ہے اور علماء واکابر اہل تشیع نے اون روایات کو معتمد اور صحیح تسلیم کرکے وقوع تحریف کو تسلیم کر لیا ہے - اور جن بعض علماء نے وقوع تحریف کا انکار کیا ہے اونکی پاس کوئی دلیل شرعی نہین ہے جسکو اپنے دعوی کے اثبات کے لیے اپنا مستدل قرار دین اونکی انکار کی بنا شکنجہ انتظار اہل حق مین مبتلا و گرفتار ہوکر محض توہمات وتخیلات پر ہے اونکی پاس کوئی دلیل ایسی نہین کہ جسکی وجہ سے ان روایات کو مصروف عن الظاہر تسلیم کیا جاوے اونکو ہرگز

گنجائش نہین ہی کہ ان روایات کا خلاف ظاہر کوئی محل بیان کرسکین پس جب ان روایات کے
نہ تعلیل و تضعیف کرسکتے ہین اور نہ کسی دوسرے محل خلاف ظاہر پر محمول کرسکتے ہین نہ کوئی
حجت شرعیہ اونکی پاس موجود ہے تو ایسی حالت مین ان روایات سی کسیطرح عدول ممکن نہین ہی
اور یہہ روایات مین مذہب ہونگی نہ لازم مذہب۔ ثانیاً یہہ کہ اہل اسلام کو عموماً جو کچھہ کتاب اللہ
مین یا احادیث رسول اللہ صلعم مین وارد ہوا اور شیعہ کو خصوصاً علاوہ اوسکی جو کچھہ کہ اقوال ائمہ سے
ثابت ہوا اوسکی صحت و حقیت کا اعتقاد و اعتراف واجب و متحتم ہی اور جو کچھہ خداتعالے اور رسولؐ
اور ائمہ نے خبر دی اوسکی تصدیق واجب ہے اور انکار ہرگز جائز نہین ہی کیونکہ اوسمین کذب کو دخل
نہین جب ائمہ نے بتواتر وقوع تحریف کی خبر دی پس وہ خبر یا مطابق واقع کے ہی یا نہین اگر
مطابق واقع کے نہین ہے تو امام معصوم کے کلام مین کذب لازم آیا اور یہہ محال ہے تو ثابت
ہوا کہ مطابق واقع کے ہوگی تو اوسکا اعتراف کہ حقیت اور اعتقاد وقوع واجب ہوا خواہ وہ مذہب
یا لازم مذہب ہی۔ ثالثاً یہہ کہ اگر آپ کا فرمانا صحیح ہی اور مدلول روایات لازم مذہب ہے مذہب نہین
اور لازم مذہب موجب طعن و مواخذہ نہین ہوتا تو آپکے قبلہ و کعبہ مولوی دلدار علی نے عماد الاسلام
مین بڑی سخت غلطی کہائے کہ وقوع تحریف کو بنا بر اقتضاء روایات کے یقینی بیان فرماکر
اوسکے محتملات کے بیان کی طرف متوجہ ہوئے جب وقوع تحریف لازم مذہب ہوکر قابل
اعتبار ہی نہین رہتا تو اوسکی یقینی ہونے کے کیا معنے اور اوسکی محتملات بیان کرنے کی
کیا ضرورت غالباً مجتہد صاحب کو یہہ خبر نہوگی کہ مدلول روایات لازم مذہب ہوتا ہے
یا یہہ نجانتے ہونگی کہ لازم مذہب قابل التفات و بیان تاویلات نہین ہوتا۔ بہرکیف یہہ برہان
خاص ہمارے فاضل مجیب ہی کا حصہ ہوگا جو اہلسنت کے دلائل کے منع و تحریف کرنے کی
حاصل کیا ہے پہلے اس کے شیعہ مین سے کسیکو غالباً یہہ دلیل جو اولیات مین سی ہے حاصل
نہوئی ہوگی۔ رابعاً اگر اس قاعدہ کو عموماً جاری کیا جاوے تو صدہا اعتراضات اہل تشیع
کی اس قاعدہ کے موافق ہی باعتراف سامی لغو اور مہمل ہو جائنگی۔ بلکہ ہر مجدد زندیق مدعی

اسلام ہوکر تمام عملیات واعتقادیات کا انکار کرسکتا ہے - اور جب کوئی حکم شرعی عملی یا اعتقادی
آپ اوسپر لازم کرین - یا کسی شارع کی خبر کی تصدیق کرادین وہ کہہ سکتا ہے کہ یہہ لازم مذہب ہے
مذہب نہین پس اسکا جواب آپ اوسکو کچھہ نہ دیسکینگے اور بجز اسکے کہ اپنا سا موںہہ لیکر چپ
ہوجادین اور کچھہ جواب نہ آویگا - خاصاً ہمارے فاضل مجیب نے جو یہہ جملہ تحریر فرمایا ہے (ان روایات
تحریف سی غایۃ الامر اسکا لزوم ثابت ہوگا نہ تصریح) اگرچہ یہہ تمام دلیل ہے عجب العجاب ہے - لیکن
خاصکر یہہ جملہ تو عجب اضحوکۂ روزگار ہے کیونکہ جو امر روایات کا مدلول مطابقی بعبارۃ النص ہو
اوسکی نسبت یہہ کہنا کہ یہہ ان روایات سے بصراحۃ مستفاد نہین عجب طرفہ تماشا ہے یہہ کلمہ سوائے
ہمارے فاضل مجیب یا اونکے اولیا کے اور کس کے شایان شان ہوسکتا ہے - اگرچہ اسجگہ
بہت کچھہ لکھنے کی گنجایش بھی اور دل چاہتا تھا لیکن چونکہ ایسی فاحش غلطی ہے جسپر حاجت استدلال کے
بھی نہین اور خوف تطویل سے بہی مانع ہے اسلیے صرف اسی قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہون اور اپنے
فاضل مخاطب کو متنبہ کرتا ہون کہ حضرت بے شک یہہ قاعدہ صحیح ہے کہ لازم مذہب عین مذہب
نہین اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو مثال تحریر فرمائی وہ اپنے ممثل لہ کے مطابق ہے
کہ مجسمہ کا عین مذہب یہہ ہے کہ خدا تعالے جہت مین ہے اور یہہ اگرچہ مستلزم حدوث کو ہے
اور اوسکو لازم یہہ امر ہے کہ خدا تعالے شانہ حادث ہو لیکن اس حادث کو محض اس استلزام
کی وجہ سے اونکا عین مذہب نہین کہہ سکتے - ہان اگر مجسمہ مثلاً قرآن شریف کے قائل ہون
اور بفرض محال اوسمین کوئی آیت ایسی ہے جسکا مدلول مطابقی حادث باری ہو اور کسی دلیل سے مصروف عن الظاہر بھی نہو تو یہہ اونکا عین مذہب
ہہکر اونپر لازم کیا جاسکتا ہے اور پھر اوسکی جواب مین یہہ عذر کرین کہ یہہ عین مذہب نہین بلکہ
لازم مذہب ہے تو یہہ عذر ہرگز مسموع نہو گا - بخلاف ما نحن فیہ کے کہ تحریف قرآن لازم مذہب نہین
بلکہ عین مذہب ہے کیونکہ اگر یہہ لازم مذہب ہو تو اسکی لیے ملزوم بھی ہونا چاہیے جو عین مذہب ہو
اور وہ بجز روایات کے جنکا مدلول مطابقی تحریف قرآن ہے اور کوئی ملزومیۃ کو صالح نہین اور ظاہر ہے
کہ مدلول مطابقی لازم ہوسکتا ہے اور نہ دال ملزوم ہوسکتا ہے پس اسجگہ نہ لازم متحقق ہے

نہ ملزوم ہے نہ لزوم ہان اگر ہمارے فاضل مخاطب اپنے خوش فہمی سے یہہ فرمائین کہ روایات
عبارت نفس الفاظ سے ہی اور معانی نہ الفاظ کے لیے مین ہے نہ جزء بلکہ مباین ہے تو بواسطہ
وضع کے لازم ہوئی تو حضرت کے ہمہ دانی سے کچھ عجب نہین اور جب لزوم اور لازم وملزوم
منتفی ہوئے تو ہمارے فاضل مخاطب کا دعوی بالکل لغو ہو گیا اور ثابت ہوا کہ تحریف قرآن
اصول تشیع پر عین مذہب ہے پس جو بندہ نے دعوی کیا تہا کہ تحریف قرآن مسلمات شیعہ سے
ہے بخوبی ثابت ہوا والحمد للہ علی ذلک **قولہ** اور نیز اگر یہہ ہی بات ہے کہ ایسی روایات کا
وارد ہونا اس امر کا مستلزم ہے تو آپکے نزدیک بہی کتاب اللہ کا محرف ہونا مسلم ہے کیونکہ ان روایات
مین اہل حق ہی متفرد نہین ایسی روایتین تحریف وتغییر وحذف واسقاط وتبدیل کلمہ بکلمہ وحرف بحرف کی
اہلسنت کی کتابوں مین بہی مروی ہین اگر اسکی تفصیل آپ چاہین تو استقصار الافحام ومنتہی الکلام
مین ملاحظہ فرمائین **اقول** یہان تو ہمارے فاضل مخاطب نے انصاف کا خون ہی کر ڈالا
اور ذرا شرم وحیا کو کار نفرمایا اور یہہ ہی کیا کرین جب انکے اسلاف ہی اسی راہ سے گیے ہین تو انہون نے
جیسا اونکو پایا اونہین کے قدم بقدم یہہ بہی چلتے ہین۔ پس یہنی کہ یہہ محض آپکی اور آپکے اون
اسلاف کی خوش فہمی سے ہے جنہون نے اہلسنت کیطرف اس کذب وافترا کو نسبت کیا ہے
حالانکہ یہہ بداہۃً باطل ہے کیونکہ قاطبۃً جمیع اہلسنت متفق ہین کہ اصل اخذ دین کتاب اللہ واحادیث
رسول اللہ ہی اور عین مذہب وہی ہے جو انسے ثابت ہوا رہا اجماع وقیاس سو اوسکی حجیت بہی اسی وجہ
سے ہے کہ اونکی استناد بہی کتاب وسنت کیطرف ہے۔ اکابر دین مین سے کسیکا قول اگر معتبر
ہے تو اوسیوقت معتبر ہے جبکہ اوسکا استناد کتاب وسنت کی طرف ہو اور اگر معلوم ہو کہ یہہ
مستند نہین ہے تو وہ نہ عین مذہب ہے نہ لازم مذہب ہے پہر ظاہر ہے کہ تحریف قرآن
اگر واقع ہو سکے تو بعد وفات جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوئی
ہوگی سو اوسکی خبر خداوند تعالے نے اپنی کتاب مین نہین دی بلکہ یہہ ثنا فرمایا وانا لہ لحافظون[1]

---

[1] اور بالتحقیق ہم اسکے لیے البستہ نگہبان مین۔ ۱۲

اور فرمایا وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احادیث مین کہین اسکی اطلاع نہین فرمائی اگر اسکی تصدیق کیجاوے تو کیونکر کیجاوے اگر آپ یہہ اعتراض فرماوین کہ صحابہ کے اقوال سے ثابت ہوسکتا ہے تو ہم عرض کرتے ہین کہ اول ہم صحت روایت کو تسلیم نہین کرتے سلمنا لیکن یہہ معارض ہی آیتین وانا لہ لحافظون اور لا یاتیہ الباطل سے اور شیعہ اپنی روایات کو معارضہ آیتین کے باطل نہین کرسکتے کیونکہ اسکا جواب خود مفسر صافی نے دیدیا ہے اور یہہ جھگڑا چکا دیا ہے وہ فرماتے ہین کہ اصل قرآن جو تمامہ جناب امیر نے جمع کیا تہا اور ائمہ کے پاس یکے بعد دیگرے چلا آیا کمل ہی اوسمین نہ کسی قسم کی تحریف ہوئی نہ امکان لیکن یہہ قرآن جو عام مشہور ہی اسمین تحریف ہوئی تو گویا صحابہ نے اپنی کتابت مین تحریف کے نہ اصل قرآن مین - قطع نظر اس سے قرآن مجید کا ثبوت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر آجتک ہر زمانہ اور ہر قرن مین نقل عدول وثقات اس کثرت سے مروی ہوتا چلا آیا ہے او سکے کسی کلام یا کلمہ یا حرف یا حرکت وسکون مین شک وتردد کو گنجایش نہین اسمین اعلی درجہ کا تواتر متحقق ہی غرض اسکی حروف وحرکات وسکنات تک وہی ہین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوئی - پس اسکی مخالفت کسی صحابی سے کوئی قول منقول ہو بہی تو وہ بفرض تسلیم صحت اسکا معارضہ نہین کرسکتا - اور نیز اگر بالفرض کسے صحابی سے مروی ہو تو ممکن ہے کہ غلطی ہوئی ہو ہم کب کہتے ہین کہ صحابہ معصوم ہین چنانچہ قراآت شاذہ وشہورہ اسکی شاہد ہین - پس اہلسنت کے نزدیک تحریف کا مسلم ہونا تو ایک طرف اہلسنت کے اصول وقواعد کے موافق تحریف کا شائبہ اور واہمہ بہی خارج از امکان ہی - حضرات شیعہ کو جب کچہہ چارہ نہین ملتا تو اسیطرح دلکی حسرت نکالتے ہین - کہ کذبا وافترا تحریف کو اہلسنت کے ذمہ لگاتے ہین کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذبا یہہ تو جواب اجمالی تہا اور تفصیلا اپنے تفصیل احادیث وروایات کے ملاحظہ فرمائیگا

قولہ مگر مشتی نمونہ خروارے دو تین یہان بہی لکہے جاتے ہین - فمنہا ما نے

الدر المنثور للسیوطی اخرج ابو عبید وابن الفریس وابن الانباری فی المصاحف عن ابن عمر قال لا یقولن احدکم قد اخذت القرآن کلہ ما یدریہ ما کلہ قد ذھب منہ قرآن کثیر ولکن لیقل قد اخذت ما ظھر منہ انتھی — دیکھیے آپکے جناب ابن عمر صاحب تو اسمین نقصان کثیر کے وقوع کے قائل ہین اور غایت شفقت اور نصیحت سے اور آدمیونکو دعوی اخذ تمام قرآن سے منع فرماتے ہین انکی شان مین بھی فرماییے کہ کتاب اللہ کو جسکا حافظ خود خداوند حقیقی تعالے شانہ ہی محرف کہتے ہین۔ **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف آپ پر اور آپکی اون بزرگون پر جنہون نے یہہ روایت اور اس قسم کی دوسری روایتین ثبوت تحریف مین پیش کی ہین علم وفہم کا خاتمہ ہوچکا ہے افسوس کہ آپ یہہ بھی خیال نہین فرماتے کہ جس مطلب کے ثبوت مین ہم روایت پیش کرتے ہین قطع نظر اوسکی صحت نقل وعدم صحت کے اوسکی کچھہ بھی دلالت مدعا پر ہے یا نہین یہہ روایت جو جناب سامی نے نقل فرمائی ہے اسمین وقوع تحریف پر نہ دلالت مطابقی ہے نہ تضمنا نہ التزاما نہ اشارۃ نہ دلالۃ نہ اقتضاء۔ کسیطرح بھی اس سے وقوع تحریف مفہوم نہین ہوتا حضرات کی کمال ہی خوش فہمی ہے کہ اس سے وقوع تحریف سمجھتے ہین۔ اسمین قد ذھب منہ قرآن کثیر واقع ہے جسکو آپ تحریف پر دال سمجھتے ہین حالانکہ یہہ تحریف پر ہرگز دلالت نہین کرتا کیا ذھب کے معنے یہہ ہین کہ صحابہ نے ناقص کردیا سبحان اللہ اس فہم پر آفرین ہے پھر اوسپر دعوی کیا کیا کچھہ۔ اب سنیے کہ تمام اہلسنت کا فہ اسپر متفق ہین اور اجماع رکھتے ہین کہ یہہ قرآن جو اہلسنت کے پاس موجود ہے اور جسکو حفظ کرتے ہین حرف بحرف وہی قرآن ہے جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہوا اور اوسی ترتیب کے ساتھہ ہے جس ترتیب کے ساتھہ لوح محفوظ مین ہے۔ اسمین جسقدر آیات کی کمی بیشی ہوئی وہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین واقع ہے جسقدر نازل ہوتی گئی بیشی ہوتی گئی اور جسقدر منسوخ ہوئی یا بہلا دی گئی وہ کمی ہوگئی یہانتک آخر مین یہہ ہی قرآن جو اہلسنت کے پاس بقراۃ سبعہ مروی ہے مکمل باقی رہگیا۔ بعد اوسکے نہ اسمین کچھہ تغیر وتبدل ہوا نہ کمی بیشی ہوئی اور نہ یہہ ممکن کہ اسمین کوئی شخص کسی قسم کا تغیر وتبدل اور مسخ وتحریف کرسکے اہلسنت کے

نزدیک یہہ امر منجملہ محالات وممتنعات کی ہے۔ اور اہلسنت کے نزدیک نسخ تین طرح پر کتاب اللہ مین واقع ہوا ہے ایک تو یہہ کہ حکم منسوخ ہوگیا ہے اور تلاوت باقی رہگئی دوسری یہہ کہ تلاوت الفاظ منسوخ ہوگئی اور حکم باقی ہے۔ جیسی آیت الرجم۔ تیسری یہہ کہ لفظ اور حکم دونو منسوخ ہوگئے پس ہمارے فاضل مخاطب نے جو روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی اوسکی ظاہر معنے یہہ ہین۔ کہ بہت سا قرآن جو نازل ہوا تھا وہ منسوخ ہوگیا اور جاتا رہا تو کوئی یون نہ کہے کہ مین سب قرآن منزل پر حاوی ہوگیا کیونکہ منسوخ شدہ اس سے خارج رہیگا۔ اور اسکی ہرگز یہہ معنے نہین ہوسکتے کہ بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی نے اسمین سے کم کردیا یہہ حضرت مجیب اور اونکی علمار متکلمین کی خوش فہمی ہے۔ **قولہ** اور سنیے آپکے علامہ سیوطی اتقان مین فرماتے ہین قال ابو عبید حدثنا اسمعیل بن جعفر عن المبارک بن فضالۃ عن عاصم بن ابی النجود عن زر بن حبیش قال قال ابی بن کعب کا ین تعد سورۃ الاحزاب قلت اثنتین وسبعین اٰیۃ قال ان کانت لتعدل سورۃ البقرۃ وان کنا لنقرأ فیہا اٰیۃ الرجم قال اذا زنیا الشیخ والشیخۃ فارجموہما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ دیکھئے اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقر کے برابر تہی اور اب بہتر تہتر آیتون سے زیادہ نہین ہے **اقول** اس روایت کا حال بہی مثل سابقہ روایات کے ہے اسمین کہین تحریف کے ثبوت کا نام نشان بہی نہین یہہ ثابت نہیں کہ یہہ کمی بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یا کسی شخص نے کی سو اس قسم روایات سے یہہ مدعا کسی طرح مفہوم نہین ہوتا بلکہ اس روایت مین جو کم ہونا اور ہوا ہے اوسکا محمل وہی نسخ ہے جو عرض کیا اس سے تحریف سمجہنا حضرت کے اور حضرت کے اسلاف کی خوش فہمی کی دلیل ہے **قولہ** اور راغب اصفہانی محاضرات مین لکہتے ہین وقالت عائشۃ کانت الاحزاب تقرأ فی زمن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مائتی اٰیۃ فلما کتبہ عثمان المصاحف لم یقدر الا علی ما ہی الان وکان فیہا اٰیۃ الرجم **اقول** یہہ روایت صریح

آپکے مدعا کے مخالف ہی مگر افسوس آپکو اتنی بھی فہم نہین کہ یہہ سمجھہ سکین کہ یہہ ہماری مدعا کے
موافق ہے یا مخالف یہہ عبارت فلما کتب عثمان المصاحف لم یقدر الا علی ما ثبت صریح
دال ہے کہ جب باوجود تلاش و تتبع کے اس سے زیادہ پر قدرت ہوئی تو مسلم ہوا کہ خداوند تعالے
اوسکو منسوخ فرما دیا اور بھلا دیا اور دلونسے محو کر دیا ہہ تعجب ہی کہ ہمارے فاضل مجیب با اینہمہ ادعاے
انصاف و علم تحریف صحابہ کی بہتے ہین **قوله** آپکے علامہ سیوطی اپنی تفسیر مین تحریر فرماتے ہین
اخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود قال کنا نقرا علے عہد رسول الله صلی الله علیہ وسلم
یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولے المؤمنین وان لم تفعل
فما بلغت رسالتہ والله یعصمک من الناس اور مرزا محمد بن معتمد خان بدخشانی جنکو ناصر رشید
اپنے ایضاح لطافۃ المقال مین علماء اہلسنت فرماتے ہین کتاب مفتاح النجا مین کہ آپکے
خاتم المتکلمین ازالۃ الغین مین اوس سے احتجاج کرتے ہین یہہ لکھتے ہین ۔ واخرج ابن مردویہ
عن زر عن عبد الله قال کنا نقرا علے عہد رسول الله صلے الله علیہ وسلم یا ایہا
الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولے المؤمنین وان لم تفعل فما بلغت
رسالتہ والله یعصمک من الناس اور بہت ایسی روایتین آپکے کتب معتبرہ مین منقول ہین بخوف
طوالت نہین لکھتے ۔ **اقول** اس روایت کا حال بھی مثل روایات سابقہ کے ہے ۔ یہین
بھی کہین ، وقوع تحریف پر کسیطرح دلالت نہین بلکہ اسمین یہہ بھی نہین پایا جاتا کہ یہہ الفاظ ان
علیا مولے المؤمنین قرآن کے الفاظ ہین اور خدا کی طرفسے نازل ہوئی ۔ پس سنیے کہ اولاً اس روایت
کی صحت مسلم نہین سلمنا لیکن اسکا حاصل صرف اتنا ہے کہ ہم اسطرح پڑھا کرتے تھے اور یہہ
کچھہ ضرور نہین کہ جو کچھہ وہ پڑھتے ہون وہ قرآن مین داخل ہو بلکہ ممکن ہے کہ یہہ الفاظ رسول الله
صلی الله علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمائے ہون اور ابن مسعود یہہ سمجھکر کہ یہہ قرآن مین داخل
ہین تلاوت کرتے رہتے ہون ۔ سلمنا کہ اصل قرآن مین تھے لیکن منسوخ ہو گئے ۔ معہذا اس روایت
سے کسیطرح ثابت نہین ہوتا کہ یہہ الفاظ رسول الله صلے الله علیہ وسلم کی وفات تک

داخل قرآن تھے اور بعد وفات آپکے جامعین قرآن نے نکال ڈالے اور جب تک یہہ نہ ثابت ہو تحریف کا ثبوت خیال محال ہے **قولہ** اگر ان ہی دوتین روایتون کے نتایج پر بحث کرین تو طول ہو جائیگا اور پہلے ہی کسیقدر طول ہو گیا ہے لہذا اور وقت پر منحصر رکھتے ہین **اقول** اگر دوسرا وقت جسپر نتایج روایات پر بحث کو منحصر رکھا ہے یہہ ہی وقت ہے تو ہم منتظر ہین **قولہ** ای حضرت شیعہ کی روایتون مین تو صرف کمی ہے وارد ہوگی آپکے یہان علاوہ ایسی روایتون کے جو متضمن کمی و نقصان کثیر کے ہین قرآن مجید و فرقان حمید جو فصاحت و بلاغت مین معجزہ ہے اسکی اغلاط پر بھی مشتمل ہی چنانچہ معالم التنزیل مین تحت آیت کریمہ لکن الراسخون فی العلم منهم والمومنون یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین الصلوة لکھا ہے واختلفوا فی وجہ انتصابہ فحکی عن عایشة وابان بن عثمان انہ غلط من الکاتب ینبغی ان یصلح ویکتب والمقیمون الصلوة وکذلک قولہ تعالی فی سورة المائدة ان الذین امنوا والذین هادوا والصابئون وقولہ تعالی ان هذان لساحران قالوا ذلک خطاء من الکاتب وقال عثمان رض ان فی المصحف لحنا وسقیمة العرب بالسنتها فقیل لہ الا تغیرہ فقال دعوہ فانہ لا یحل حراما ولا یحرم حلالا انتهی ما فی التنزیل اب غور فرمایئے کہ وہ قرآن جو فصاحت مین بلاغت مین معجزہ ہے اور جسکی شان مین فاتوا بسورة من مثلہ حق تعالے فرماتا ہے آپکے یہہ حضرات خصوصا حضرت خلیفہ ثالث اسمین لحن و سقیمة العرب فرماتے ہین البتہ تمسک کے یہہ ہی معنی ہین۔ **اقول** ای حضرت آپ اپنی روایات سے صرف کمی کو ہی کیون تسلیم کرتے ہین زیادتی کو کیون نہین قبول کرتے ہو آپکے طوسی اور طبرسی صاحب نے جو زیادتی کو مجمع علیہ باطل فرمایا ہے غلط ہی روایات سے کمی ہی ثابت نہین بلکہ زیادتی اور تغیر تبدل اور تقدیم و تاخیر گویا ہر قسم کی تحریف ثابت ہے پھر تعجب ہے کہ آپ صرف کمی کو ہی تسلیم فرماتے ہین کیا آپنے روایت مین لولا زید فی القرآن ونقص نہین ملاحظہ فرمایا اور علاوہ اسکے بہتسی روایات ہین پھر طرفہ تماشا یہہ ہے کہ اپنی کمی کو جو کمی تحریفی ہے اہلسنت کی کمی کے ساتھہ جو نسخی ہین خلط ملط فرماتے ہین

تاکہ اس حیلہ سے اور اس پیرایہ سے اپنا عیب پوشیدہ رہے پس مع تسلیم کے ہم کہتے ہیں کہ جو کمی اہلسنت کی
روایات سے ثابت ہوتی ہے اوسکو ساتھ اوس کمی کو کچھ ربط نہیں کہ جو آپکی روایات کا مدلول ہے کیونکہ
اہلسنت کے روایات کا مدلول وہ کمی ہے جو خدا تعالیٰ نے کی اور آپکی روایات کا مدلول وہ کمی ہے
جو صحابہ نے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن میں دیدہ و دانستہ کی ہے۔ فاین ہذا من ذاک
علاوہ ازین باوجود اس فرق و مباینہ کے یہہ جسقدر کمی روایات سامی سے مفہوم ہوتی ہے بہ نسبت اوسکے
وہ کمی بہت کم ہے جو روایات اہل سنت سے ثابت ہوتی ہے اگر آپکو تردد ہو کلینی میں ملاحظہ فرما لیوین ہم
بسبب اختصار کے نقل روایات سے غرض نہیں ہوئے۔ رہا یہہ اعتراض کہ بعض روایات کے بموجب
باوجود معجز ہونے کے قرآن شریف اغلاط پر بھی مشتمل ہے چنانچہ لفظ المقیمین اور الصابئون اور
ان ہذان غلط تسلیم کر لیے گئے سو جواب اسکا یہہ ہے کہ اول تو یہہ روایت ہی معتبر نہیں چنانچہ
لفظ حکی عن عائشۃ و ابان بن عثمان بصیغہ تمریض خود اسکے ضعف پر دلالت کرتا ہے دوسری یہہ کہ
سلمنا یہہ روایت صحیح ہو لیکن قرآن کے نقل اور اسکی صحت تواتر قطعی ثابت ہے تو بمقابلہ اسکے
صحت و قوت کی اگر یہہ روایت صحیح بھی ہو تاہم معتبر نہیں ہو سکتی تیسری یہہ کہ یہہ تغلیط اگر ہے
تو صرف باعتبار قواعد لسان کے ہے اور جب جمہور صحابہ اور تمام ائمہ عربیہ نے اسکو صحیح تسلیم کر لیا
اور اسکی صحت کی توجیہات بیان کر دی تو یہہ قول خود ضعیف اور شاذ ہو گیا چنانچہ وہ عبارت جو معالم
مین اسکے بعد مین مذکور ہے اور ہمارے فاضل مخاطب نے ترک فرمائی ہے وہ اسپر صریح دلیل ہے
اور وہ عبارت یہہ ہے وعامۃ الصحابۃ واھل العلم علی انہ صحیح۔ چوتھی یہہ کہ اگر حضرت عائشہ وغیرہ
یہہ روایت نہ پہنچی ہو اور اونہون نے اس اعراب کو ظاہر اخلاف ظاہر دیکھ کر اپنی رائی اور
اجتہاد سے بلا تدبر یہہ فرما دیا ہو کہ یہہ کاتب کی خطا ہے اور اس تخطیہ مین اونکی رائی نے خطا کی ہو
تو ہم نے کب دعوی کیا ہے کہ وہ اپنی رائی اور اجتہاد مین خطا سے معصوم ہین۔ پانچوین یہہ
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اسپر کاتبونکی خطا کے نسبت ارشاد فرمایا اوس خطا اور
غلطی سے یہہ مراد نہیں ہے کہ یہہ نسخہ غلط ہے بلکہ مراد اس تخطیہ سے یہہ ہے کہ قرأت

مختلفہ مین سے صرف اولے اختیار کرکے اوسپر تمام امت کو جمع کرتے اور باقی الفاظ کو جنکی اجازت اور جنکا نزول بطور تیسیر تہا اونکو ترک کردیتے۔ حاصل یہہ کہ ترک اقتصار علی الاولے مین کاتبون نے خطا کی۔ چھٹی یہہ کہ ظاہر ہے کہ باعتبار قواعد عربیہ کے اگرچہ والمقیمین الصابئون اور ان ہذان صحیح ہی اور اسکی صحت مین کچھہ کلام نہین لیکن ان کی صحت بتوجیہہ و تاویل ہے اور المقیمون الصابئین اور ان ہذین بدون تاویل کے صحیح ہے اور باعتبار قواعد عربیہ کے اولے ہے تو ممکن ہی کہ حضرت عائشہ رضے اللہ عنہا نے بطریق مجاز اور اتساع فے الاخبار کے خلاف اولے اور خلاف ظاہر پر خطا کا اطلاق کردیا ہو۔ اب اوسکا جواب سنئے جو روایت آپنے حضرت عثمان کی نقل فرمائی ہے جسکا مدلول یہہ ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ قرآن مین لحن ہی اول تو ہم اس روایت کی صحت کو نہین تسلیم کرتے نہ عقلاً نہ نقلاً۔ اما نقلاً پس اسوجہ سے کہ یحیی بن یعمر اور عکرمہ نے اس روایت کو حضرت عثمان رض سے روایت کیا ہے اور دونو نے نہ حضرت عثمان رض کو دیکہا اور نہ اونسے کچھہ سنا ہے تو یہہ روایت قابل اعتبار و اعتماد کے نہ ہے واما عقلاً پس اسلیے کہ صریح عقل دلالت کرتی ہے کہ جب حضرت عثمان رض قرآن کی جمع و تالیف کے متکفل ہوئی اور اونہون نے صحابہ کو جمع کرکے اس مہم کا سرانجام کیا تو اوسمین اونہونے کوئی لفظ ایسا جو لحن و خطا ہو اور موجب قدح اور اعتراض کا ہو ہرگز باقی چہوڑا ہوگا۔ اور کیونکر عقل سلیم تسلیم اور باور کرسکتی ہے کہ ایسی غلط الفاظ کہ جنمین کسی قسم کا مفاد حاصل نہو دیدہ و دانستہ قرآن مین باقی رکہین پروی عقل ہرگز ممکن نہین۔ پس معلوم ہوا کہ یہہ روایت بالکل غلط ہے دوسری جب قرآن کے تمام حروف و حرکات کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے تو اگر یہہ روایت صحیح ہو بہی تاہم متواتر کا معارضہ نہین کرسکتے اور ساقط الاعتبار ہی تیسری اس روایت کا محمل بالکل واضح اور صاف ہے کہ جسمین نہ کچھہ شک و شبہہ رہتا ہے نہ کوئی اعتراض و قدح وہ یہہ کہ اگر یہہ روایت صحیح ہو اور حضرت عثمان رضے اللہ عنہ نے یہہ فرمایا ہو تو اسکے معنے یہہ ہین کہ فے المصحف لحنا فے تلاوتہا یعنی بعض جگہ رسم الخط اس طرح پر ہے کہ اگر اوسکو پڑہنے والا اوسیطرح پڑہی جسطرح کہ باعتبار

رسم الخط کے لکہا ہوا ہے تو وہ غلط ہوگا اور تلاوت مین لحن واقع ہوگا تو حاصل یہہ ہوا کہ مصحف
مین باعتبار رسم الخط کے ایسے الفاظ واقع ہین جنکی تلاوت مین اگر اوسیطرح پڑہا جاوے جسطرح
لکہی ہین تو لحن واقع ہوتا ہے - چنانچہ لااذبحنہ اور لااوضعوا اور من نباءی المرسلین وغیر ذالک
اور ظاہر ہے کہ اگر یہہ الفاظ بدون معرفۃ رسم الخط اوسیطرح تلاوت کیجاوین جسطرح کہ لکہی ہوئی ہین تو معنے
بالکل متغیر ہوجاینگے - اور ایجاب نفی ہوجائیگا - اور کلمات مین ایسے حروف کی زیادتی ہوگی جو اوسمین
کسیطرح داخل نہین ہے اور تلاوت غلط ہوگی - پس اسکے معنے یہہ نہین کہ الفاظ قرآنی یا اوسکے
رسم الخط مین ہی غلطی اور لحن ہو - پس یہہ حضرات شیعہ کی خوش فہمی ہے کہ ایسی روایات کو بے سوچے
سمجہے نقل کردیتے ہین پہر علاوہ اسکے دین و دیانت کی یہہ کیفیت ہے کہ روایات کے نقل مین حضرت کشمیری
صاحب صاحب نزہہ وغیرہ والے اس روایت کے الفاظ کو مسخ و تحریف کرکے اپنے اعتراض کے
تقویت اور تائید کی غرض سے کچہہ سے کچہہ بنا دیا ہے اور ہمارے فاضل مخاطب* نے بہی اونہین کی
تقلید فرمائی اور خوشی سے اونہین الفاظ کو جو کشمیری صاحب نے تحریف کیے تہے بڑے نازونعم
کے ساتہہ نقل کردیا - حالانکہ وہ سراسر غلط ہین اب مین عرض کرتا ہون کہ اصل کیونکر تہی اور حضرات
نے انہین کیسے تحریف فرماکر اپنے مدعا کے موافق کیونکر بنایا - اصل الفاظ یہہ تہے وقال عثمان
ان فی المصحف لحنا وستقیمہ العرب بالسنتہا اسمین لفظ ستقیمہ صیغہ مضارع کا ہے
باب افعال اقام یقیم سے اور اوسپر حرف سین استقبال قریب کے لیے داخل ہے اور ہائے ضمیر آخر مین لاحق ہے
جو راجع اسی لحن پر جسکے معنے یہہ ہین کہ عرب اوسکو اپنے زبانون کے ساتہہ تلاوت مین سیدہا
اور ٹہیک کرلینگے چنانچہ بعض روایات مین ان العرب ستعربہا بالسنتہا مروی ہے اور
بعض روایات مین تقیمہا وارد ہے چنانچہ شیخ ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان المقری رحمہ نے
اپنے کتاب رسم الخط مین یہہ روایات نقل کی ہین پہر اوسکو حضرت مرزا کشمیری صاحب وغیرہ
اور ہمارے فاضل مخاطب نے مسخ و تحریف فرماکر اسطرح بنایا کہ حرف سین اصلی کو زائد
کیا اور حرف تا علامت مضارع کو حذف فرمایا اور ہائے ضمیر کو تائے تانیث سے بدلکر لفظ

* [illegible]

سقیمہ مادہ سقم باب سقم یسقم سے صیغہ اسم فاعل یا صفت مشبہ کا بنایا جسکے معنے یہہ ہو گئی کہ قرآن مین عرب کے الفاظ سقیمہ یعنے ضعیفہ اور مرجوحہ اور غلط داخل ہین پہر اب دیکہئے کہ اعتراض کو کسقدر تقویت اور تائید ہو گئی۔ پس آپکے اس دین و دیانت پر صد آفرین ہے ہم کچہہ نہین کہتے خدا تعالے آپ صاحبونکو اسکی جزا موفور عطا فرماوے ویرحم اللہ عبدا قال آمینا۔ پس ہمنے خوب غور کیا اور تیرہ سو برس سے غور کرتے چلے آتے ہین نہ کہین لحن قرآن مین ہے اور نہ سقیمۃ العرب ہے۔ یہہ حضرات کی فہم کی خوبی ہے یا حضرات کے عنایات کا ثمرہ ہے کہ روایت ہین جسکی وجہ سے ایجاد و اختراع کیا گیا۔ لیکن حضرات شیعہ کے نزدیک مروی انکی روایات کے جو ائمہ سے مروی ہوئی اور جو بعنیہ قطعی ہین جنکو اکابر شیعہ نے تسلیم کرکے وقوع تحریف کا اعتقاد کر لیا ہے قرآن مین کمی و بیشی اور تغیر و تبدل اور نسخ و تحریف بہت کچہہ ہو گئے پس تمسک بالقرآن فی الحقیقت یہہ ہے وہ نہین اور تمسک کے یہہ معنے ہین وہ نہین **قولہ** غرضکہ اور اسی قسم کی روایتین درمنثور و اتقان وغیرہ مین موجود ہین ارادہ تہا کہ جو کچہہ انکے جواب آپکے علما نے دیئے ہین وہ نقل کرکے انکی کیفیت بہی لکہی جائے مگر بخوف اطناب نہین لکہتے پہر دیکہا جائیگا۔ **اقول** پہر جب کبہی آپکا دل چاہے دیکہہ لیجئے ہم ہر طرح حاضر ہین نہ تحریر سے انکار ہے نہ تقریر سے دریغ مصرع ہمین میدان ہمین چوگان ہمین گو **قولہ** آپکے خلیفہ ثالث نے اسی پر اکتفا نہین فرمایا کہ غلط ہی ٹہرایا بلکہ کتاب اللہ کو جسکی تعظیم و احترام ضروری ہے جلوایا پہڑوایا علے اختلاف الروایتین **اقول** پہلے کسی دلیل شرعی سے یہہ تو ثابت کیجئے کہ مطلق جلوانا یا پہڑانا ادنسا اور خلاف تعظیم و احترام ہے جبتک آپ یہہ ثابت نفرماوینگے اوسوقت تک آپکا اعتراض ہی لغو ہے اور لائق التفات نہین۔ لیجئے ہم آپسے بلکہ علماء اثنا عشریہ سے استفتا کرتے ہین جواب تحریر فرماوین کیا فرماتے ہین علماء امامیہ اثنا عشریہ اس صورت مین کہ ایک شخص نے ایسی حالت مین کہ اوسکے نزدیک قرآن شریف مین کلمات تفسیر بہی لکہی ہوئی تہے اصل قرآن کو اونسے جدا کرکے جمع و تالیف کیا اور بعد جمع و تالیف کے اوسکی نسخے کو اطراف و اکناف عالم مین شائع کیا اور اوسکو موافقین و مخالفین سنے

بلا اعتراض صحیح قرآن تسلیم کر لیا تھا اور اس شخص نے اس خوف سے کہ وہ قرآن جو بمنزلہ مسودہ کے تھا اور جسمین کلمات تفسیر درج تھے مبادا ظاہر ہو کر باعث اختلاف امت و نزاع کا ہو اوسکو جلوا دیا یا پارہ پارہ کروا دیا تو یہہ شخص ماجور ہے یا آثم اگر آثم ہے تو کس گناہ کا مرتکب ہوا بینوا بالدلائل الشرعیہ توجروا اور نہین تو اسی مختصر سوال کا جواب دیدیجیے اگر کوئی شخص بلا قصد اہانت قرآن شریف کو اپنی رائے مین کوئی مصلحت شرعی سمجھکر جلوا دے یا پھڑوا دے تو جائز ہے یا حرام حضرت میر صاحب حسب شہادت آپکے امام کلینی کے۔ امام صادق نے تو یہانتک اہانت کی کہ ہاتھ سے پھینک دیا[1] تفسیر سورہ نحل مین مفسر صافی روایت نقل کی ہے وفی الکافی عن القمی عنہ (عن الصادق) انہ قرأ ان تکون ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم فقیل انا نقرأھا انما ھی اربی من امۃ فقال ویحک وما اربی من امۃ واومأ بیدہ فطرحھا ہم اسکو بھی مسائل امامیہ ہی استفسار کرتے ہین کہ اگر کوئی شخص اسطرح قرآن کی اہانت کرے تو جائز ہے یا حرام

قولہ یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ بیاض عثمانی قرار دین آپکے خاتم المتکلمین کے عادت مین چونکہ تمسخر ہی بطور تحریر انہون نے ایسا فرمایا ہے۔ افسوس کہ آپنے اونکی عبارت مین تامل نہین فرمایا معاذ اللہ کہ کسی اہل حق نے قرآن شریف کو اس لقب نالائم سے ملقب کیا ہو۔ یہہ محض کذب و افترا ہے اور اگر آپ اصحاب مین کوئی سند لا سکتے ہین تو لائیے۔ **اقول** جب وقوع تحریف بروایات صحیحہ و باعتراف اکابر شیعہ ہم ثابت کر چکے تو ظاہر ہے کہ یہہ وقوع تحریف جمع و تالیف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین سے واقع ہوا ہوگا کیونکہ وہ جمع و تالیف جو اول شیخین کے زمانہ مین کی تھی اوسکا خلاصہ بھی یہی کیا گیا چنانچہ جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ہو گیا تو اسکو اگر شیعہ محرف عثمانی اور بیاض عثمانی کہین تو کیا بعید ہے۔ یہہ لفظ تو ہم اسکا محل توضیح روایات سے ثابت ہوتا اور اگر تتبع کیا جاوے تو انشاء اللہ شیعہ کی تصریحات مین یہہ لقب بھی نکلیگا ملا اون مین

---

[1] کافی مین قمی سے روایت ہے کہ امام صادق نے (باین الفاظ) ان تکون ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم پڑہا کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اسکو اسطرح اربی من امۃ پڑہتے ہین فرمایا اور اربی من امۃ کیا اور ہاتھ سے اشارہ کیا اور اسکو ڈال دیا ۱۲

ہمنے ما سبق مین ارغام سے عبارت کتاب بارقہ ضیغمیہ کے نقل کے ہے اوس سے صریح یہہ لقب نا ملائم نہین ثابت ہوتا توکیا ثابت ہوتا ہے چون نظم این قرآن نظم عثمانیست الخ نظم عثمانی اور بیاض عثمانی مین کیا فرق ہے ۔ افسوس کہ آپ اپنے علماء کی کتابونکو دیکھتے نہین جو آپ کو اپنے مذہب کا حال معلوم ہو ۔ پس ہمنے دلائل سے ثابت کردیا اور آپکا کذب واقترا کہنا محض کذب ہوا **قولہ** اب آپ انصاف فرماوین کہ کیا کتاب اللہ سے تمسک کے یہہ ہی معنے ہین کہ جسکا حافظ خود خدا حقیقی تعالےٰ شانہ ہو اوسکو محرف وغلط وسقیمۃ العرب فرمائین اور اوسکو جلائین یا جو کتاب اللہ کی نسبت ایسا کہین اور بجائے تعظیم واحترام جلائین اونکو دین مین پیشوا ومقتدا او سمجھین **اقول** حسب ارشاد ہمنے تو انصاف سے عرض کردیا کہ غلط ہونے کا الزام خوش فہمی ہے اور محرف ہونیکا الزام کذب وافترا اور سقیمۃ العرب ہونے کا الزام حضرات کے حیات نہین بلکہ دین ودیانت ہی ۔ لیکن تمسک کے یہہ معنے کہ کتاب اللہ کو محرف فرماوین اور اوسمین تحریف اعتقاد کرین اور موافق اصول کے قرآن مین تحریف کا واقع ہونا یقینی ہو اور تمسک کے یہہ معنے ہین کہ کتاب اللہ کو ناخوش ہوکر بطریق اہانت کے پھینک دیوین ۔ اور تمسک کے یہہ معنے ہین کہ ایسی لوگونکو جو قرآن کے غلطیونکا اور تحریفات کا اعتقاد کرین یا تحریف کی شہادت دیوین یا قرآن کو اہانت کے ساتھہ پھینکین اور خلاف تعظیم واحترام اوسکی اہانت کرین اونکو مقتدا اور پیشوا واجب الاطاعت بمنزلہ انبیا بلکہ انبیا سے افضل سمجھین ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا + **قال الفاضل المجیب** ۔ قولہ ۔ کیا تمسک کے یہہ ہی معنے ہین کہ (نعوذ باللہ توبہ توبہ) آل رسول کی بنات طیبات کو بلکہ اونکی شرمگاہونکو مغصوب اعدا ٹھہراوین ۔ چنانچہ کافی کلینی سے صاحب تحفہ ومنتہی الکلام وآیات بینات نے روایت نقل کی ہے **اقول** ۔ صاحب تحفہ وغیرہ نے اول فرج غصبناہ نقل کی ہے مگر ہمارے حضرت مجیب نے اپنی طرفسے بلکہ انکی شرمگاہونکو الخ زیادہ کردیا کمال ہی تیز فہمی فرمایا شرم وحیا سے خوب کام لیا ۔ حضرت وہ عبارت بعینہ نقل فرماوین جسکا ترجمہ خود بدولت نے بلکہ اونکی شرمگاہونکو فرمایا ہے ۔ معاملہ دینی مین ایسی تصرف کرنے سے انحضرات کو خوف خدا نہین ۔ اہل علم بیچیرہ تلم حیا نہین **یقول العبد الفقیر** اے مولاہ

جب آپکے امام کلینی نے اول فرج غصبت سنابمات حِقَبات کے بابت روایت کیا ہے تو اگر نقلا گز
بلکہ اوکی شرمگاہونکو الخ لکہدیا تو کیا غضب ہو اول فرج غصبت منا کا اگر یہہ ہے بعینہ مطلب نہین
تو آپ ہی فرماوین کہ اسکے سوا اوسکا کیا مطلب ہے کیا لفظ فرج سے مراد شرمگاہ نہین ہے
یا معصیت سے مغضوب ہونا سمجہہ مین نہین آتا۔ ہان ہماری یہہ تو خطا ضرور ہے کہ ہمنے لفظ فرج کا
ترجمہ شرمگاہ کیا ہے اور لفظ فرج عضو مخصوص کے لیے صریح ہے اور شرمگاہ کنایہ لطیف معلوم ہوتا ہے
کہ آپکو اوسوقت پسند آتا اور صحیح معلوم ہوتا جب کوئی شخص آپکے امام کلینی کے اس فحش کا ترجمہ ویسی
صریح اور بیہودہ الفاظ مین معاذ اللہ کرتا۔ ہمکو نہایت افسوس ہے کہ خطا تو آپکی امام کے اور جہلا ملین ہمپر
خوف خدا اور اہل علم سے شرم وحیا تو آپکے امام کلینی نفرماوین اور عتاب ہو ہمپر اگر یہہ الفاظ بمقتضاے
آپکے دین وایمان وحیا وشرم کی بیحیائی سے ناشی اور شنیع ہین تو اپنے حضرت کلینی کے روح
پرفتوح کو صلواتین سنائیے یا جو اونکے اساتذہ بزرگوار ہین جن سے اونہون نے یہہ فحش وبیحیائی کے
بات اخذ کی ہے اونکو کہیے ہم تو محض ناقل مضمون ہین کہ الزاما خدمت مین پیشکش کیا تو ہمپر
یہہ ناواجب غصہ کیون نکالا جاتا ہے۔ ہان اگر ہمنے نقل مین خطا کی ہو اور اپنی طرفسے تراش کر
لکہدیا ہو تو اوسوقت البتہ ہم مقصور وار تہے۔ پس معلوم نہین کہ آپ ہمپر کیون جہلاتے ہین۔ ہمنے کیا
بیجا تصرف کیا تہا جو آپکو یون بے طرح جوش آگیا۔ اگر ہمنے اپنی طرفسے کوئی تصرف کیا تہا
تو پہلے ثابت کرنا چاہیے تہا اصل روایت کلینی سے نقل فرماتے اور لکہتے کہ اس روایت کے نسبت
یہہ زیادتے ہے اور نقل مضمون مین یہہ ناجائز تصرف ہے اور بدون اسکے یونہین بیدلیل تیر رغل بچانا
اہل عقل وخرد کا تو کام نہین ہے۔ اوسپر طرفہ ماجرا یہہ ہے لکہتے ہین کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے
اول فرج غصبت منا نقل کی ہے جس سے بظاہر الزام صاحب تحفہ کیطرف عاید کیا ہے اور یہہ
نہین فرماتے کہ صاحب تحفہ وغیرہ نے کہانسے نقل کی ہے اصل موجد اس فحش بیحیائی کا کون ہے
یہہ آپکی دیانت کا مقتضا ہے۔ معہذا یہہ جو سوال فرمایا کہ (حضرت وہ عبارت بعینہ نقل فرماوین
جسکا ترجمہ خود بدولت نے بلکہ اونکی شرمگاہونکو فرمایا ہے) اسکا جواب یہہ ہے کہ بندہ کی عبارت کو

بغور ملاحظہ فرماوین - اوسمین کہان لکہا ہے کہ یہہ ترجمہ ہے جسکی واسطہ تطابق لفظی شرط ہے جسکو
آپ تلاش فرماتے ہین - حیف ہی کہ آپکو اتنی بہی خبر نہین ہے کہ یہہ ترجمہ نہین ہے بلکہ نقل مضمون
اور حکایت بالمعنے ہی جسکے لیے صرف اتحاد مطلب شرط ہے و بس معلوم نہین جناب نے اسکا
ترجمہ ہونا کس قرینہ سے سمجہا - باقی رہا خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم وحیا تو البتہ حضرات شیعہ کو
حاصل ہے کہ مستقیمۃ العرب مسخ کرکے اپنی مطلب کے لیے سقیمۃ العرب بنا لیا اور اپنی مدعا کے موافق
روایت مین تصرف کرلیا البتہ معاملات دینی مین خدا کا خوف اور اہل علم سے شرم وحیا تو یہہ ہے ہوئی
اسیطرح آپکے شریف رضی نے نہج البلاغت مین جابجا جناب امیرؑ کی کلام کا ستیاناس کیا
اور اوسکو مسخ تحریف کرڈالا جس سے شراح کا بہی ناک مین دم آگیا اور بے اظہار کیے اونکو بہی کچہہ
مین نہ پڑا چنانچہ ہم ابحاث سابقہ مین بطور مشتی نمونہ خروار عرض کرائی ہین البتہ خدا کا خوف اور اہل
علم سے شرم وحیا تو اسکا نام ہے اور اسکی بہت نظیرین ہین جو کسیقدر حافظہ مین ہین مگر خوف
تطویل رخصت نہین دیتا - **قولہ** بہر حال حضرت مجیب کی غرض اس سے نکاح ام کلثوم ہے
اگر اس امر کی تحقیق کہ نکاح خلیفہ ثانی حضرت ام کلثوم سے ہوا یا نہین - اور اگر ہوا تو ام کلثوم منبت
حضرت زہرا - علیہا السلام سے ہوا یا کس ام کلثوم سے بیجا دی تو بہت ہی طول ہو اور
بباعث بیماری اور عدیم الفرصتی اس قدر طویل بحث چہیڑ نہین سکتے اور نیز پہلے ہی اس تحریر مین طول
ہوگیا - اگر حضرت مجیب کو شوق ہو تو جواب آیات بینات و لہب المیزان و تحفہ الاثنا عشریہ وغیرہ
مین ملاحظہ فرمالین **اقول** جناب میر صاحب گستاخی معاف جب آپکو ضروری دینی مسائل
کی تحقیقات کی نسبت اسقدر گریز و اغماض ہے تو پہلے ہی اس بحث کو کیون چہیڑا تہا اور یہہ
جو شروع جواب مین ارشاد ہوا تہا کہ (اگر غور فرمائی تو یہہ اعلی درجہ کی عبادت ہے) یہہ صرف زبانی
ہماری ہی واسطہ تہا اور اتامرون الناس بالبر کے حکم مین تہا - اگر آپ ایسی مریض و عدیم
الفرصت ہین تو آپنے سوال ہی کیون لکہا - شاید آپکو یہہ خیال ہوگا کہ خصم کب دست بگریبان ہوتا ہے
اور کب یہہ روز سیاہ نظر آئیگا - اب جب موقع آیا تو یون عذر وحیل وگریز و اغماض ہونے لگا

آپکا خصم آپکی ایسی ایک نہ سنیگا جبتک آپ جواب صاف نہ دینگے وہ آپکا گلو گیر ہی رہیگا یہان تو
جواب آیات بینات پر آپ ٹالتے ہین ؎ شعر سوال بوسہ کو تم لاجواب چین ابرو سے ٭ براءت
عاشقان برشاخ آہو اسکو کہتے ہین ٭ حضرت سوال تو آپ سے ہے آپ جواب دیجئے اگر جواب
آیات بینات مین یہہ بحث آئے تو آپ دین سے دیکھیہ بہال کر جواب دیجئے آپکے خصم کو کچہہ حاجت
نہین کہ وہ یہہ کتابین دیکھتا پہرے۔ حیلہ خوف تطویل بالکل لغو ہے جہان آپنے چار ورق کے
جواب مین چہہ جزو تحریر فرمائی اور اسکے لیے آپکو بیماری اور عدیم الفرصتی مانع نہوئی تو اس مسئلہ کو
بہی ایک دو جزو کا کچہہ مضائقہ نہ تہا۔ مگر شاید عجب نہین کہ اس مسئلہ کی ہی خوف سے بیماری
لاحق حال ہوئی ہو اور چار اجزا آیا ہو کیونکہ یہہ مسئلہ ایسی ہی ٹہیری کہیر ہی اگر یہہ ہے تو ہم ہی حق
معافی لکہہ دینگے اور معذور سمجہینگے مگر شرطی ۔ **قولہ** مگر یہان صرف اسیقدر لکہا جاتا ہے کہ جیسے
اہلسنت ثابت کرتے ہین کہ یہہ نکاح ہوا اسیطرح شیعہ انکی کتب سے ثابت کرتے ہین کہ یہہ نکاح ام کلثوم
بنت زہرا سے نہین ہوا۔ اور یہہ نکاح بہی باکراہ ہوا جو غصب سے مراد ہے صرف فرق الفاظ ہے
چنانچہ دو تین روایتین اس قسم کی لکہی جاتے ہین صواعق محرقہ ابن حجر مین ہے صح عن عمر انہ
خطب ام کلثوم من علی فاعتل بصغرھا وبانہ اعدھا لابن اخیہ جعفر فقال لہ عمر ما اردت
الباءۃ ولکن سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول کل سبب ونسب منقطع
یوم القیمۃ ماخلا سببی ونسبی ۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری مین لکہا ہے ان علیا امتنع عن
نکاح ابنتہ بعمر واستعذر بصغرھا لم یکن یقبل منہ ذلک العذر حتی الجأہ الخ غور فرمائیے
کہ لفظ الجاہ آپکی کتاب مین موجود ہے غصب اور اس لفظ مین صرف تنازع لفظی ہے ۲۱ کتاب
ہمت العمارہ مین ہے ام کلثوم دختر ابوبکر بود مادرش اسماء بنت عمیس کہ اول زن جعفر طیار
بود باز بنکاح ابوبکر در آمدہ از ابوبکر پسری عبد الرحمن نام و یک دختر ام کلثوم زائید۔ بعد
ازان بنکاح علی بن ابیطالب در آمد ام کلثوم ہمراہ مادر درآمدہ عمر بن خطاب با ام کلثوم
دختر ابوبکر نکاح کرد۔ انتہی۔ غرضکہ جسطرح اہلسنت یہہ نکاح ثابت کرتے ہین ۔ شیعہ

اسیطرح اونکی کتابونسی اس ام کلثوم کا وہ نکاح ثابت کرتے ہین کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر سی ہوا اور چونکہ وہ دامن عاطفت جناب امیر علیہ السلام مین پلی تہی فرط ربط واتحاد سی وہ جناب امیر کی ہی بیٹی مشہور تہی اور اس کا نکاح ہی جناب امیر کو منظور نہ تہا۔ چنانچہ روایت مذکورہ سے ثابت ہی **اقول** دانشمندان روزگار ناظرین رسالہ ہماری فاضل مجیب کے اس جواب کی تقریر سے اونکی حواس باختگی اور حیرانی وپریشانی سمجہہ گئی ہونگے کہ کیسی گرداب اعتراض مین ڈبکیان کہا رہے ہین اور ہاتہہ پانؤ الٹی سیدہی مار رہے ہین لیکن ولات حین مناص۔ اب لیجئے ہم اس بحث کو چہیڑتے ہین اور تمام پہلوؤنپر جو ہماری فاضل مخاطب نے اسجگہ ذکر کئے ہین بحث کرتے ہین۔ اول ہماری فاضل مجیب نے یہہ دعوی کیا کہ یہہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت زہرا رضی اللہ عنہا سے نہین ہوا۔ دوسرا دعوی یہہ کیا کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ تیسرا یہہ دعوے کیا کہ یہہ نکاح ہی باکراہ ہوا۔ پہر ان تینون دعوؤنکی ثبوت کے لیے تین روایتین ذکر فرمائی۔ ہم حیران ہین کہ پہلی روایت جو ہمارے فاضل مخاطب نے ذکر فرمائی وہ کیون ذکر فرمائی اوس سے کس دعوی کا اثبات مظنون سا ہی ہے نہ پہلے دعوی کے ثبوت سی اوسکو تعلق نہ دوسری دعوی سے کچہہ ربط نہ تیسرے دعوی سے مس بلکہ صریح نقیض دعوے اول پر دال ہے کیونکہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے جو خواستگاری کی علت بیان فرمائی وہ یہہ کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتہہ پیوند ہونا جو قابل انقطاع نہین ہے منظور تہا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ام کلثوم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی دختر تہین کیونکہ اگر یہہ ام کلثوم دختر حضرت صدیق رض ہوتی توپہر اس علت کے ساتہہ خواستگاری کے کچہہ معنے نہین یہہ پیوند اور خویشگی سی لیے تہی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ رشتۂ نسبت منعقد ہوجاوے۔ جو بنت صدیق رض مین بلکہ بنت علی رض مین ہی جو بطن حضرت زہرا رض سے نہو مفقود تہا تو اس سی صاف معلوم ہوا کہ یہہ روایت مثبت نقیض دعوی اول ہے اور مبطل عین دعوی ثانی وثالث ہماری فاضل مجیب کی خوش فہمی قابل داد ہی۔ کہ وہ اس روایت کو اپنے مفید مطلب

اور ثبت وہ جا سمجھکر سب سے پہلے خصم کے مقابلہ مین پیش کرتے ہین اور اتنا نہین سمجھ سکتے کہ
یہہ روایت ہمارے مدعا کو مفید ہے یا مضر لیکن ہمکو کچھ شکایت نہین واقعی یہہ اعتراض ایسا وار
عضال الیعقدہ و غیر قابل الحلال ہے کہ اسکو سنکر جسقدر اوسان حضرات کی خطا ہون بجا ہے
اور جسقدر حواس پریشان ہون زیبا۔ پھر ایک اور طرفہ تماشا یہہ کہ تحریر فرماتے ہین کہ جسطرح اہلسنت
اس نکاح کو ثابت کرتے ہین اسیطرح شیعہ اونکی کتابونسے ثابت کرتے ہین کہ بنت زہراؑ سے
نہین ہوا جو حضرت کی کمال مناظرہ دانی اور فہم پر دال ہے کوئی حضرت مخاطب سے پوچھے کہ حضرت
اونکی کتابونکی کیون قید لگائی گئی ہی اپنی کتابونکو ذکر سے اور اونمین ثابت ہونے ہونے
سے کیون پہلو تہی فرمایا یہہ امر تو ظاہر ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل و محامد
اہلسنت کے نزدیک کچھ اس نکاح ہی پر منحصر نہین حضرتؓ کو جو علو مرتبہ اسلام مین ہے
اگر یہہ نکاح ہوتا تو بھی وہ مرتبہ حاصل تہا لیکن چونکہ حضرات اہل تشیع کو اونکے فضائل سے انکار ہے
اور بلکہ دائرہ ایمان سے بھی خارج سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ جناب امیر علیہ السلام کے اور اونکی باہم کمال عداوت تھی تو
اس امر کی ابطال کے لیے اہلسنت الزاما شیعہ کی کتابون سے یہہ روایت نقل کر کے اونکو جھوٹا
کرتے ہین تو اگر بفرض محال اہلسنت کی کتابونمین یہہ نکاح ام کلثوم بنت زہراؑ سے ثابت نہو
بلکہ ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہو تو حضرات شیعہ کے اوپر سے یہہ الزام جو بموجب اونکی روایات کے اونپر
چسپان ہوتا ہے صرف اتنا کہنے سے کہ یہہ نکاح اہلسنت کی کتابونمین ثابت نہین ہے کیونکر اوٹھہ
سکتا ہے حالانکہ یہہ بھی غلط ہے کہ اہلسنت کی کتابونسے یہہ ثابت نہین چنانچہ ہم عرض کرینگے
پس اس الزام کے ہماری فاضل مجیب نے جسقدر جوابات تحریر فرمائے اور روایات لکھی وہ سب لغو اور بے سود
ہین اور حضرت کی کمال مناظرہ دانی اور خوش فہمی پر دال ہین اگر بالکل سکوت کرتے اور کچھ بھی
نہ لکھتے تو بہ نسبت اسکے آپکے لیے بہت بہتر تہا کیونکہ کچھ پردہ پوشی رہتی اب ہم اسکا
ثبوت اہلسنت و اہل تشیع کی کتابون سے کرتے ہین۔ اول اہل سنت کی کتب معتبرہ سے
مختصرا ثبوت یعنی صحیح بخاری صفحہ ۴۰۳ مین مذکور ہے۔ حدثنا

عبدان انا عبد الله انا یونس عن ابن شهاب قال ثعلبة بن ابی مالك ان عمر بن
الخطاب قسم مروطا بین نساء من نساء المدینة فبقی مرط جید فقال له بعض
من عنده یا امیر المؤمنین اعط هذا بنت رسول الله التی عندك یریدون
ام کلثوم بنت علی فقال عمر ام سلیط احق ام سلیط من نساء الانصار
ممن بایع رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عمر فانها کانت تزفر لنا القرب
یوم احد اور عینی اسکے حاشیہ پر لکھو ہے قال الکرمانی ام کلثوم بنت فاطمة
بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم ولدت فی حیاة رسول الله صلی الله علیه
وسلم خطبها عمر الی علی فقال انا ابعثها الیك فان رضیت فقد زوجتکها
فبعثها الیه ببرد وقال لها قولی هذا البرد الذی قلت لك فقالت ذلك
لعمر فقال لها قولی قد رضیت رضی الله عنك ووضع یده علی ساقها فکشفها
فقالت اتفعل هذا لولا انك امیر المؤمنین لکسرت انفك ثم جاءت اباها
فقالت بعثتنی الی شیخ سوء واخبرته فقال لها یا بنیة انه زوجك سنن نسائی
۳ من صفحه ۲۱۲ پر ہے ووضعت جنازة ام کلثوم بنت علی امرأة عمر بن الخطاب وابن

---

۱ ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی عورتوں کو چادریں تقسیم کیں ایک اچھی چادر بچ گئی تو پاس والوں میں سے اسکو کسی نے کہا ارادہ ام کلثوم بنت علی کا کہا یہ چادر رسول اللہ کی دختر کو جو تیرے پاس ہے دیدی عمر نے کہا کہ ام سلیط زیادہ مستحق ہے اور ام سلیط انصار کی ان عورتوں میں سے تہی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تہی عمر نے کہا کیونکہ وہ جنگ احد کے دن ہماری مشکیں پیوند کرتی تہی
۲ کرمانی نے کہا کہ ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں پیدا ہوئی عمر نے اسکی منگنی کا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پیام بہیجا تو علی نے فرمایا میں اسکو تیرے پاس بہیجونگا اگر تیری رضا ہوئی تو میں تیری ساتہ اسکا نکاح کردیا۔ پہر ام کلثوم کو ایک چادر دیکر عمر کے پاس بہیجا اور اسکو کہا کہ تو کہیو کہ یہ وہ چادر ہے جسکا میں نے تجہ سے ذکر کیا تہا ام کلثوم نے وہی عمر سے کہا عمر نے اسکو کہا کہ کہنا میں راضی ہوا خدا تجہسے راضی ہو اور اپنا ہاتہ ام کلثوم کی ساق پر رکہا اور اسکو کہولا ام کلثوم نے کہا تو یہ کیا کرتا ہے اگر تو امیر المومنین نہوتا تو میں تیری ناک توڑ ڈالتی۔ پہر اپنے باپ کے پاس آئی اور کہا مجہکو آپ نے بڑی بڈہے کے پاس بہیجا تہا اور حقیقت حال کی خبر دی۔ علی نے کہا بیٹا وہ تیرا شوہر ہے۔ ۱۲
۳ ام کلثوم بنت علی زوجہ عمر کا اور اسکے فرزند جسکو زید کہتے تہے جنازہ یک بار رکہا گیا۔

بہا یقال الا زید وضعا جمیعا والامام یومئذ سعید ابن العاص وفی الناس
ابن عمر وابوہریرہ وابو سعید وابو قتادۃ فوضع العلام مما یلی الامام۔ علاوہ انکی
خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے منتہی الکلام میں اور اتقن الاتقیا مولانا محمد حسینی نے بھی
نقل کی ہے۔ ہم بھی منتہی الکلام سے تیمناً للفائدہ نقل کرتے ہیں۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ اِلٰى عَلِيٍّ اِبْنَتَهُ مِنْ فَاطِمَةَ وَاَكْثَرَ تَرَدُّدَهُ اِلَيْهِ
فَقَالَ عَلِيٌّ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا عِنْدِيْ اِلَّا صَغِيْرَةٌ فَقَالَ عُمَرُ مَا يَحْمِلُنِيْ
عَلٰى كَثْرَةِ تَرَدُّدِيْ اِلَيْكَ اِلَّا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُلُّ حَسَبٍ وَنَسَبٍ وَسَبَبٍ وَصِهْرٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اِلَّا حَسَبِيْ وَنَسَبِيْ وَسَبَبِيْ وَصِهْرِيْ فَقَامَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَمَرَ
بِابْنَتِهِ مِنْ فَاطِمَةَ فَزُيِّنَتْ وَبَعَثَ بِهَا اِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا رَاٰهَا
قَامَ اِلَيْهَا فَاَجْلَسَهَا فِيْ حِجْرِهِ وَقَبَّلَهَا وَدَعَا لَهَا فَلَمَّا قَامَتْ اَخَذَ بِسَاقِهَا
وَقَالَ لَهَا قُوْلِيْ لِاَبِيْكِ قَدْ رَضِيْتُ فَلَمَّا جَاءَتِ الْجَارِيَةُ اِلٰى اَبِيْهَا قَالَ لَهَا
مَا قَالَ لَكِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ لَمَّا رَاٰنِيْ قَامَ اِلَيَّ فَاَجْلَسَنِيْ فِيْ حِجْرِهِ وَقَبَّلَنِيْ

لے اور امام اوس روز سعید بن العاص تہا۔ اور لوگونمین ابن عمر اور ابوہریرہ اور ابو سعید اور ابو قتادہ بہی تہے پس لڑکے کو امام کے متصل رکہا ۱۲۔ ۲ے عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہا عمر نے علی کو انکی دختر کے جو بطن فاطمہ سے تہین منگنی کا پیام دیا اور بکثرت آمد و رفت رکہی علی نے کہا ای امیرالمومنین بجز ایک صغیرہ کے میرے پاس اور کوئی نہین عمر نے کہا میرے پاس (اس معاملہ مین) بکثرت آمد و رفت کا اور کوئی باعث نہین ہے مگر صرف یہہ ہے کہ مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تہے تمام رشتے نانا اور دادا اور دامادی تعلق منقطع ہوجاوینگے مگر میرا رشتہ نانا اور دادا اور دامادی تعلق۔ پس علی اوٹہے اور اپنی دختر کی نسبت جو فاطمہ سے تہین حکم دیا پس انکو آراستہ کیا گیا اور عمر کے پاس بہیجا جب عمر نے اوسکو دیکہا اوٹہہ کہڑے ہوئے اور اوسکو اپنی گود مین بٹہلایا اور دعا دی جب اوٹہی تو اوسکی پنڈلی پکڑی اور اوسکو کہا کہ اپنے باپ سے کہیو مین راضی ہوگیا تب چہوکری اپنے باپ کے پاس آئی۔ پوچہا کہ امیرالمومنین نے تجہسے کیا کہا۔ کہا جب مجہکو دیکہا اوٹہہ کہڑا ہوا اور اپنی گود مین بٹہلایا اور پیار کیا ۱۲۔

ودعا لي [1] فلما قمت أخذ بساقي وقال لي قولي لأبيك قد رضيت فأنكحها
إياه فولدت زيد بن عمر فعاش حتى كان رجلا ثم مات دوسری روایت
خطب [2] عمر إلى علي رضي الله عنهما ابنته أم كلثوم وأمها فاطمة ابنة رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال له علي إن علي فيه أي في هذا الشأن أمراء حتى
أستأذنهم فأتى ولد فاطمة فذكر ذلك لهم فقالوا زوجه فدعا
أم كلثوم وهي يومئذ صبية فقال انطلقي إلى أمير المؤمنين فقولي له إن
أبي يقرئك السلام ويقول لك إنا قد قضينا حاجتك التي طلبت فأخذها
وضمها إليه وقال إني خطبتها إلى أبيها فزوجنيها فقيل يا أمير المؤمنين
تريد إليها صبية صغيرة فقال إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم و
ذكر الحديث بمثل ما تقدم ابن سمان کی روایت إن [3] عمر قال لعلي إني أحب
أن يكون عندي عضو من أعضاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له
علي ما عندي إلا أم كلثوم وهي صغيرة فقال إن تعش تكبر فقال إنها
أمرين مني قال نعم فرجع إلى أهله وقعد عمر ينتظر ما يرد عليه فقا

---

[1] اور دعا دی اور جب میں اوٹھی تو میری پنڈلی پکڑ لی اور کہا اپنی باپ سے کہنا میں راضی ہوگیا پس علی نے اوسکا نکاح عمرؓ کے ساتھ کر دیا پھر (اوس سے) زید بن عمر پیدا ہوا اور زندہ رہا یہانتک کہ جوان ہوگیا پھر مرگیا۔۱۲

[2] عمرؓ نے علی رضی اللہ عنہ کو اونکی بیٹی کی (جنکی والدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہین) منگنی کا پیام دیا۔ علی نے کہا کہ اس امر میں میرے ساتھ اور بہی امیر ہیں جبتک اونسے اذن نہ لون (کچھ نہیں کہہ سکتا) حضرت فاطمہ کے بیٹوں کے پاس آئے اور اونسے یہہ ذکر کیا اونہوں نے کہا نکاح کر دیجیے ام کلثوم کو جو اوسوقت لڑکی تہی بلایا اور کہا کہ امیر المومنین کے پاس جا اور اوسکو کہہ کہ میرا باپ تجکو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ہمنے تیری حاجت جو تونے چاہی تہی پوری کر دی پس اسکو لیا اور اپنے گلے لگایا اور کہا کہ میں نے اسکے والد کو اسکی منگنی کا پیام دیا تہا اونسے اسکا میرے ساتھ نکاح کر دیا کسی نے کہا اے امیر المومنین تمکو اسکی طرف رغبت ہے حالانکہ یہہ چھوٹی لڑکی ہے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور مثل گذشتہ حدیث کے آخر حدیث تک ذکر کیا۔۱۲

[3] عمر نے علی سے کہا کہ میں چاہتا ہوں میرے پاس کوئی لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو علی نے کہا کہ میرے پاس تو بجز ام کلثوم کے دوسرے نہیں اور وہ چھوٹی ہے کہا اگر جیتی رہی تو بڑی ہو جاوے گی حضرت علی نے کہا کہ اسکی معاملہ میں میرے ساتھ دو اور بہی امیر ہیں حضرت عمر نے کہا اچھا علی اپنے گھر لوٹ آئے اور عمر منتظر بیٹھے رہے کہ کیا جواب ملتا ہے ۱۲

عَلِیّ اُدْعُو الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَجَاءَ افدخلا وقعدا بین یدیہ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنیٰ
عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ لَہُمَا اِنَّ عُمَرَ خَطَبَ اِلیٰ اُخْتِکُمَا فَقُلْتُ لَہٗ اِنَّ لَہَا مَعِیَ اَمْرًا
وَاِنِّیْ کَرِہْتُ اَنْ اُزَوِّجَہَا اِلَّا بِاَمْرِکُمَا فَسَکَتَ الْحُسَیْنُ وَتَکَلَّمَ
الْحَسَنُ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنیٰ عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ یَا اَبَتَاہُ مَنْ بَعْدَ عُمَرَ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتُوُفِّیَ عَنْہُ وَہُوَ رَاضٍ ثُمَّ وَلِیَ الْخِلَافَۃَ فَعَدَلَ
قَالَ صَدَقْتَ وَلٰکِنِّیْ کَرِہْتُ اَنْ اَقْطَعَ اَمْرًا دُوْنَکُمَا بلفظہ [1] علاوہ اسکے
وہ روایت ہے جو فاضل مخاطب نے بھی صواعق ابن حجر سے نقل کی علاوہ اسکے ابن عبد البر نے استیعاب
مین اثنا ترجمہ ام کلثوم مین روایت کی ہے ان عمر بن الخطاب [2] خطب الی علی ابنتہ ام کلثوم
فذکر صغرہا فقیل لہ ردک فعاودہ فقال لہ علی ابعث بہا الیک فان رضیت
فہی امرأتک فارسل بہا الیہ فکشف عن ساقہا فقالت مہ واللہ لولا انک
امیر المومنین للطمت عینک علاوہ اسکے شیخ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب
اصابہ فی معرفۃ الصحابہ مین بیان کیا ہے ام [3] کلثوم بنت علی بن ابی طالب الہاشمیۃ
امہا فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم وقال ابن ابی عمر المقدسی
حدثنی سفیان عن عمر عن محمد بن علی ان عمر خطب الی علی ابنتہ ام کلثوم

---

[1] کہا حسن اور حسین کو بلاؤ وہ اندر آئے اور سامنے بیٹھ گئے آپ نے خدا کی حمد وثنا کی پھر انسے کہا کہ عمر نے تمہاری بہن کی منگنی کا پیام دیا تھا مین نے اوسکو کہا کہ اسکا معاملہ میرے ساتھ وابستہ ہے اور یہی امر مین نا پسند کیا کرتا وقتیکہ تم سے مشورہ نہ کرلون اسکا نکاح کردون حسین چپکے رہے اور حسن بولے اور خدا کی حمد وثنا کہکر کہا ای باپ عمر کے بعد کون ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت پایا اور آپ اوس سے راضی وفات پاگئے پھر متولی خلافت ہوا اور انصاف کیا کہا تو نے ٹھیک کہا لیکن مین نے بدون تمہارے اس امر مین قطعی فیصلہ کرنا پسند نکیا ۔ [2] تحقیق عمر بن خطاب نے علی کو انکی دختر ام کلثوم کی منگنی کا پیام دیا۔ آپ نے اوسکی صغر سنی کا ذکر کیا کسی نے کہا کہ انکی درخواست کو رد کردیا اونہون نے پھر مکرر درخواست کی۔ علی نے کہا کہ اوسکو مین آپ کے پاس بھیجونگا اگر آپ کی رضا ہوئی تو وہ آپکی زوجہ ہے۔ پھر اوسکو آپ کے پاس بھیجا عمر نے اوسکی پنڈلی کھولی ام کلثوم نے کہا ہون خدا کی قسم اگر تو امیر المومنین نہوتا تو مین تیری آنکھ پر طمانچہ مارتی ۔ [3] ام کلثوم ہاشمیہ علی بن ابی طالب کی بیٹی اوسکی والدہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہین ابن ابی عمر مقدسی نے کہا کہ سفیان نے بروایت عمر کے محمد بن علی سے مجسے بیان کیا کہ عمر نے علی کو انکی بیٹی ام کلثوم کے —

فذكر اصغرها فقيل له انه ردك فعاوده فقال له علي ابعث بها اليك فان
رضيت فهي امراتك فارسل اليه فكشف عن ساقها فقالت مه لولا انك امير المؤمنين
للطمت عينك وقال ابن وهب عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه
عن جده تزوج عمر ام كلثوم على مهر اربعين الفا وقال الزبير ولدت لعمر
ابنيه زيد ورقية وماتت ام كلثوم وولدها في يوم واحد اصيب زيد
في حرب كانت بين بني عدي فخرج ليصلح بينهم فشج رجل ولا يعرفه في
الظلمة فعاش اياما وكانت امه مريضة فماتا في يوم واحد وذكر ابو بشر
الدولابي في الذرية الطاهرة من طريق ابن اسحاق عن الحسن بن علي قال لما
تأيمت ام كلثوم بنت علي من عمر دخل عليها حسن وحسين فقالا لها امكنت
عليها لينكحنك بعض ابنائه ولئن اردت ان تصيبين مالا عظيما لتصيبنه
فدخل علي كرم الله وجهه فحمد الله واثنى عليه وقال اي بنية ان الله قد
جعل امرك بيدك فانا احب ان تجعليه بيدي فقالت يا ابت اني امرأة ارغب
فيما يرغب فيه النساء واحب ان اصيب من الدنيا فقال هذا من عمل هذين

سلہ لگنی کا پیام دیا آپنے اوسکی کم عمری بیان کی کسینی کہا آپکی درخواست کو پہیر دیا اونہوں نے پہر درخواست کی علی
اونکو کہا کہ مین اوسکو آپکے پاس بہیجونگا اگر آپ کی مرضی ہوئی تو وہ آپکی زوجہ ہے پہر اوسکو بہیجا آپنے اوسکی پنڈلی کہولی
اوسنے کہا ہون اگر تو امیر المومنین ہوتا تو تیری آنکہہ پر طمانچہ مارتے - ابن وہب نے روایتہً عن زید بن اسلم عن ابیہ عن جدہ
کہا کہ عمر نے ام کلثوم کے ساتہہ چالیس ہزار مہر پر نکاح کیا - زبیر نے کہا کہ وہ عمر کے دو بچے زید اور رقیہ جنی اور ام کلثوم
اور نیز اوسکا بیٹا ایک دن مرے زید کو بنی عدی کے ایک خانہ جنگی مین جسکی مصالحت کے واسطے باہر آیا تہا ایک صدمہ
پہنچ گیا کسینے نادانستہ اندہیری مین سر پہوڑ دیا چند روز زندہ رہا اوسکی والدہ بہی بیمار تہے دونو ایک روز فوت
ہوئی - ابو بشر دولابی نے ذریت طاہرہ مین ابن اسحق کے طریق سے حسن بن علی سے ذکر کیا جبکہ ام کلثوم بنت علی
عمر سے بیوہ ہوگئی تو حسن و حسین اوسکے پاس آئے اور کہا کہ اگر علی کو اختیار دیگی تو وہ اپنی فرزندوں (بہتیجے) مین کسیکے
ساتہہ تیرا نکاح کر دینگے - اور اگر تو بڑا مال و دولت حاصل کرنا چاہتی ہے تو حاصل کر سکتی ہے - پہر علی کرم اللہ وجہہ
آئے اور خدا کی حمد و ثنا کہی اور کہا بیٹا خدا نے تیرے کام کا تجکو اختیار دیا ہے اور مین چاہتا ہون تو مجکو دیدے
بیٹی نے کہا ای باپ مین ایک عورت ہون اسمین رغبت کرتی ہون جسمین عورتین رغبت کرتی ہین اور مین چاہتی ہون

ثم قام يقول والله لا اكلم واحدا منهما او تفعلين فاخذ ابنيها وسالاها سك

ففعلته فقال انى قد زوجتك من عون بن جعفر فمات عنها عون ان هلك

فرجع اليها على رضى الله عنه فقال يا بنية اجعلى امرك بيدى ففعلت فزوجها

اخوه محمد ثم مات عنها فزوجها اخوه عبد الله بن جعفر فماتت عنده و

ذكر ابن سعد نحوه وقال فى اخره فكانت تقول انى لا ستحيى من اسما بنت عميس

مات ولداها عندى فاتخوف على الثالث قال فهلكت عنده ولم تلد لاحد منهم

وذكر ابن سعد عن انس بن عياض عن جعفر بن محمد عن ابيه ان عمر خطب ام كلثوم

الى على فقال انما حبست بناتى على بنى جعفر فقال زوجنيها فوالله ما على ظهر

الارض رجل يرصد من كرامتها ما ارصد قال قد فعلت فجاء عمر الى المهاجرين

فقال رفئونى فرفئوه فقالوا بمن تزوجت قال بنت على سمعت عن النبى صلى الله

عليه وآله وسلم يقول كل صهر ونسب وسبب منقطع يوم القيامة الا صهرى

ونسبى وسببى وكان لى به عليه السلام النسب والسبب فاحببت هذا

ايضا ومن طريق عطاء الخراسانى ان عمر امهرها اربعين الفا واخرج بسند صحيح

سك خدا كى قسم مين ان مين ايک سے بهى نه بولونگا جبتک تو يه نكريگى پهر تو دونون نے اوسكى كپڑى پكڑ ليى اور اس سے سوال كيا تو
اوسنے قبول كيا على نے كہا كه بيٹى تيرا نكاح عون بن جعفر كے ساتهه كرديا عون چند روز بعد مرگيا پهر على اوسكے پاس آئے اور كہا بيٹيا اپنا ہاتهه
مجهكو دے اوسنے ديديا پهر اوسكا نكاح عون كے بهائى محمد سے كرديا وه بهى مرگيا پهر اوسكا نكاح محمد كے بهائى عبد الله بن جعفر
سے كرديا اور اوسكے پاس مرگئى اور ابن سعد نے اسكا [illegible] آخر مين كہا
اسما بنت عميس سے شرم آتى ہے كه اوسكے دو فر[illegible] ميرے
پاس آپ مرگئے اور اوس مين سے كسى سے بهى نه جنى اور ابن سعد نے بروايت انس بن عياض عن جعفر عن محمد عن ابيه
ذكر كيا كه عمر نے ام كلثوم كے منگنى كى على سے درخواست كى انهون نے كہا كه بيٹى اپنى لڑكيونكو جعفر كے بيٹونكے واسطے
روک ركها ہے عمر نے كہا مجهسے بياه دو والله جسقدر مين اسكى زندگى كا منتظر هون كوئى شخص زمين كى پيٹه پر ايسا نه
هوگا على نے كہا مين نے بياه ديا عمر مهاجرين كے پاس آئے اور كہا كه مجهكو نكاح كى مبارك باد دو پوچها كس كے ساتهه نكاح كيا كہا
على كى بيٹى سے ميں نے نبى صلى الله عليه وسلم سے سنا تها فرماتے تهے كه هر سسرال دامادى اور ناتا رشته قيامت كے دن منقطع
هوجائيگا مگر ميرا علاقه دامادى و رشته ناتا اور مجهكو حضرت عليه السلام سے رشته [illegible] اور دوسط تها مين نے چاها كه يه بهى
عطاء خراسانى كے طريق سے ہے كه عمر نے اوسكا چاليس هزار مهر باندها تها اور بسند صحيح كے ساتهه تخريج كى ہے

ان ابن عمر صلى على ام كلثوم وابنها زيد فجعلهما يليه وكبر اربعا وساق بسند[١]
اخوان سعيد بن العاص هو الذي امهم عليها انتهى بلفظه ١٢ اه از ين اسد الغابة في
ترجمة ام كلثوم بنت عمر - ام كلثوم بنت علي بن ابي طالب امها فاطمة بنت رسول الله صلى[٢]
الله عليه وآله وسلم ولدت قبل وفاة رسول الله صلى الله عليه وآله خطبها عمر بن
الخطاب الى ابيها علي رضي الله عنهم فقال انها صغيرة فقال عمر زوجنيها يا ابا الحسن
فاني ارصد من كرامتها مالا يرصده احد فقال له علي انا ابعثها اليك فان
رضيتها فقد زوجتكها فبعثها اليه ببرد فقال لها قولي هذا البرد الذي
قلت لك فقالت ذلك لعمر فقال قولي له قد رضيت رضي الله عنك ووضع
يده عليها فقالت اتفعل هذا لولا انك امير المؤمنين لكسرت انفك ثم جاءت
اباها فاخبرته الخبر وقالت له بعثتني الى شيخ سوء قال يا بنية انه زوجك فجاء
عمر فجلس الى المهاجرين في الروضة وكان يجلس فيها المهاجرون الاولون فقال
رفئوني قالوا بماذا يا امير المؤمنين قال تزوجت ام كلثوم بنت علي رضي الله عنه سمعت
رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول كل سبب ونسب وصهر ينقطع يوم القيمة

---

[١] کہ ابن عمر نے ام کلثوم اور اوسکی فرزند زید پر نماز پڑہی اور اوسکو اپنی متصل رکہا اور چار تکبیرین پڑہی تہے اور دوسرے سند سے بیان کیا کہ سعید بن العاص امام تہا ۱۲ [٢] ام کلثوم علی بن ابی طالب کی بیٹی اوسکی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پیشتر پیدا ہوئی عمر بن خطاب نے اوسکی منگنی کا اوسکے باپ کو پیام دیا اوسنے کہا وہ صغیر سن ہے عمر نے کہا ای ابا الحسن میری ساتہہ اوسکی شادی کر دی کیونکہ جسقدر مین اوسکی بزرگی کا امیدوار ہون کوئی شخص امیدوار نہوگا علی نے کہا مین اسکو تیری پاس بہیجونگا اگر تیری رضا ہوئی تو مین تیری ساتہہ اوسکا نکاح کر دیا پہر اوسکو ایک چادر دیکر بہیجا اور اوسکو کہا کہ کہنا یہہ چادر ہے جو مین نے تجہسے کہی تہی اوسنی عمر سے یہہ ہی کہا عمر نے کہا اوس سے کہنا مین راضی ہوا خدا تعالے تجہسے راضی ہو اور اپنا ہاتہہ اوسپر رکہا اوسنے کہا تو ایسا کام کرتا ہے اگر تو امیر المومنین نہوتا تو مین تیرے ناک توڑ ڈالتی پہر اپنی باپکے پاس آکر ساری خبر بیان کی اور کہا کہ تو نے مجکو بری بڈہی کے پاس بہیجا تہا کہا بیٹا وہ تیرا شوہر ہے پہر عمر مہاجرین کے پاس آکر روضہ مین بیٹہ گئے اور اوسمین مہاجرین اولین بیٹہا کرتے تہے اونسی کہا مجکو نکاح کی مبارکباد دو - کہا ای امیر المومنین کسکی ساتہہ کہا مینی ام کلثوم بنت علی کے ساتہہ نکاح کیا ہے مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تہا فرماتے تہے ہر واسطہ اور قرابت اور دامادی تعلق قیامت کی روز منقطع ہوگا - ۱۲

اِلّا سببی ونسبی وصهری وکان لہ به علیه الصلوة والسلام النسب والسبب
فاردت ان یجمع الیه الصهر فزوجه وتزوجها علی اربعین الفاً فولدت له زید
بن عمر الاکبر ورقیة وتوفیت ام کلثوم وابنها زید فی وقت واحد وکان
زید قد اصیب فی حرب کان بین بنی عدی خرج لیصلح بینهم فضربه رجل منهم فی
الظلمة فشجه وصرعه فعاش ایاما ثم مات هو وامه وصلی علیهما عبد الله
بن عمر وحسین بن علی رضی الله عنهم اجمعین ولما قتل عنها عمر تزوجها عون بن جعفر
انتہی ملتقطاً نقلاً عن ازالة الغین۔ یہ تفصیل ان روایات اور نصوص وتصریحات کے ہن کاح کے
ثبوت مین اہلسنت کے نزدیک کچہ خفا باقی نرہا لیکن چونکہ مکابرة وعناداً بتقلید حضرت کشمیری جناب
مرزا صاحب اس سے منکر ہین اسلیے اجمالاً اسقدر اور سلسلے کئی دیتے ہین کہ علاوہ انکے اور محدثین اہلسنت نے
طرق ستی مین روایت کے نقل وتخریج کی ہے اگر مفصلاً اوسکو لکہا جاوے تو اندیشہ تطویل ہے اتنا
معلوم رہے کہ محدث ابوصالح نے اور حافظ محمد عبد العزیز بن اخضر اور ابونعیم نے کتاب
معرفة الصحابة مین اور طبرانی نے کبیر مین اور دارقطنی وطبرانی نے اوسط مین اور بیہقی نے اور ذہبی نے
بطور سلسلة الذہب کے امام صادق سے امام حسین تک اور دارقطنی نے اور طرق مختلفہ سے اسکی
تخریجات کی ہین ترجمہ روایات خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمة الله علیہ نے تمام روایات کا
ازالة الغین مین بتفصیل فرمایا ہے جس شخص کو دیکہنے کا شوق ہو ازالة الغین جلد اول کے آخر کو ملاحظہ کرے
اگرچہ اسکے اثبات کے لیے اور بہی نقول ہمارے پاس موجود ہین لیکن چونکہ جسقدر نقل کیا ہے اہل انصاف کے
لیے کافی ووافی ہے اور زیادہ کی حاجت نہین اسلیے اسی پر اکتفا کرتے ہین۔ اب اسکا ثبوت

ف۔ یعنی میری دامادی اور قرابت اور دامادی اور نسب کا علیہ الصلوة والسلام کے ساتھ واسطہ اور قرابت تو تہی مین نے چاہا کہ دامادی کا تعلق بہی
جمع ہو جاوے پہر چاہا عمر نے اسکو سو کیا دی اور چالیس ہزار مہر پر نکاح کیا تہا زید بن عمر کلان اور رقیہ پیدا ہوئی اور ام کلثوم اور اوسکی
فرزند زید ایک وقت مین وفات پائی اور زید کو بنی عدی کے خانہ جنگی مین زخم پہنچ گیا تہا باہم صلح کرانے کو داخل ہوا تہا
اونمین کسی شخص نے اندہیرے مین مارا جس سے سر پہٹ گیا پہر چند روز جیا پہر مرگیا وہ اور اوسکی والدہ اور اوسپر جنازہ
ابن عمر اور حسین بن علی نے نماز پڑہی اور جب عمر مقتول ہوئے تو پہر عون بن جعفر کے نکاح مین آئی۔۱۲

اہل تشیع کے کتابونسی سینی - اول تو یہہ ہے جو کلینی نے روایت کی ہے بشرطیکہ غصبیت سے
مراد نکاح بغیر رضا ہم تسلیم کرلیں اور اسمین بپاس خاطر محجیب بسبب کچھہ چون وچرا نکرین ورنہ
حقیقۃً غصب فرج سے نکاح مراد رکہنا صحیح نہیں ہے بلکہ روایات کے ہی خلاف ہی جیسا ہم آیندہ عرض کرینگے
اور سنیی - آپکی حضرت شہید ثالث مجالس المومنین اثنا ذکر عباس رضی اللہ عنہ مین تحریر
فرماتے ہین - درکتاب استیعاب وغیرہ آن مسطورست کہ چون عمر بن الخطاب جہت ترویج خلافت
فاسدہ خود تزویج ام کلثوم دختر مطہر حضرت امیر امر نمود آنحضرت جہت اقامت حجت مکرر اظہار
اباو امتناع نمود عمر عباس را نزد خود طلبید و سوگند خورد - گفت اگر تو علی را راضی نسازی آنچہ
در دفع او ممکن باشد خواہم کرد و منصب سقایہ حج ذمزم از تو خواہم گرفت عباس ملاحظہ نمود اگر
این نسبت واقع نشود آن فظ غلیظ مرتکب چنان امور ناصواب خواہد شد از حضرت امیر التماس
والحاح نمود کہ ولایت نکاح آن مطہرہ مظلومہ باو تفویض فرماید چون مبالغہ عباس در آن باب از حد
گذشت آنحضرت از روی اکراہ ساکت شد تا آنکہ عباس ازتکاب تزویج از پیش خود نمود وجہت
اطفار نائرہ فتنہ او را با آن منافق ظاہر الاسلام عقد فرمود وظاہرًا بواسطہ این وکالت فضول
وامثال آن حضرت امیر عباس را مانند دیگر یاران فدائی خود راسخ در محبت و اخلاص نمیدانست
ولہذا چنانکہ سابقًا در احوال سید الشہدا مذکور شد آنحضرت از عباس وعقیل بحلیفین جافیین تعبیر فرمود
اور ایسے ہی یہہ ہی آپکے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین اثنا ترجمہ محمد بن جعفر طیار
مین تحریر فرماتے ہین - و محمد بن جعفر بعد از فوت عمر بن الخطاب بشرف مصاہرت امیر المومنین علی
مشرف گشتہ ام کلثوم را کہ باعدم کفارت از روی اکراہ در حبالہ عمر بود ترویج نمود - اور سینی صاحب
تاریخ حبیب السیر خاتمہ ذکر فاروق رض پر جسجگہ انکی ازواج واولاد کا ذکر کیا ہے لکہا ہے - پنجم
ام کلثوم بنت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وازوی پسری و دختری تولد نمودند
پسر زید نام داشت و دختر رقیہ واز ایشان عقب نماند چنانچہ در مقصد اقصی مذکورست زید را
عبد الملک بن مروان زہر داد - اور سنیے آیات بینات سے نقلاً لکہتے ہین (۱) قاضی نور اللہ شوستری

مجالس المومنین مین کہا ہے - اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بعمر فرستاد (۲) ابوالقاسم
قمی شارح شرائع اس قول کی شرح مین یجوز نکاح العربیہ بالعجمی[۱] والہاشمیہ
بغیرالہاشمی لکہا ہی تزوج علی بنته ام کلثوم من عمر (۳)
مجالس المومنین مین ابوالحسن علی بن اسمٰعیل سے نقل کیا ہے - اور از وجہ امیر بسیب مذکور رابجہد
شدہ نکاح خلیفہ ثانی ست جواب داد کہ دادن دختر بعمر کہ جناب امیر المومنین را اتفاق افتاد
ازین جہت بود کہ اظہار شہادتین ست نمود و بزبان اقرار بتفضیل رسول می کرد و بدان جہت ظاہر
وظاہرت اذیر مسطور بود (۵) تہذیب مین ہے عن محمد بن احمد بن یحییٰ
عن جعفر بن محمد القمی عن القداح جعفر عن ابیہ علیہم السلام
قال ماتت ام کلثوم بنت علی علیہ السلام وابنہا زید بن عمر بن الخطاب فی
ساعۃ واحدۃ فلا یدری ایہما ہلک قبل فلم یورث احدہما من الاخر وصلی
علیہما جمیعا (۶) قول مرتضیٰ کا شافی اور تنزیہ الانبیا مین - فاما نکاحہ فقد ذکرنا فی
کتاب الشافی الجواب عن ہذا الباب مشروحا وبینا انہ علیہ السلام ما اجاب
عمر الی نکاح ابنتہ الا بعد توعد وتہدد ومراجعۃ ومنازعۃ وکلام طویل ماثور
اشفق معہ من سوء الحال وظہور ما لا یزال یخفیہ (۸) مصائب النواصب مین قاضی
نور اللہ شوستری نے لکہا ہے کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبر واکراہ سے ہوا - نہ تہی چونکہ عمر جو تہا

---

۱ نکاح عربی عورت کا عجمی مرد کے ساتھہ اور ہاشمی عورت کا غیر ہاشمی مرد کے ساتھہ جائز ہے ۱۲ ۲ حضرت
علی نے اپنی دختر ام کلثوم کو عمر کے ساتھہ بیاہ دیا - ۱۲ ۳ امام محمد باقر سے روایت ہے کہا ام کلثوم بیٹی علی
علیہ السلام اور اوسکا فرزند زید بن عمر ایک وقت مین فوت ہوئی اور یہ نہ معلوم ہوا کہ کون انمین سے پہلے فوت ہوا
اسلیے ایک دوسرے کا وارث نہوا اور دونو پر اکہٹی نماز پڑہی گئی ۱۲ ۴ لیکن حضرت کا نکاح کر دینا پس اوسکا
مفصل شرح جواب ہمنے کتاب شافی مین ذکر کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ علی علیہ السلام نے اپنے بیٹی کے
نکاح کو عمر کے ساتھہ قبول نہین کیا مگر ڈرانے اور دہمکانے اور جہگڑے اور لمبی گفتگو کے بعد جسمین بری
انجام کا اور اوسکے ظاہر ہو جانے کا جسکو ہمیشہ چہپاتے ستھے خوف ہوا - ۱۲ -

ثبوت اصل کتاب سے اور ساتوان اوپر نقل کر چکے تھے اسلیے یہان ترک کر دیا۔ غرضکہ اگر تتبع کیا جاوے تو اور بہی بہت طرح سے اسکا ثبوت ہو سکتا ہے لیکن صاحب عقل و دین کے واسطے یہہ بہی کافی ہے۔ اب بعد ان نصوص و تصریحات کے جو فریقین کے کتب معتبرہ اور علماء معتمدین کے اقوال سے نقل ہوئی کوئی شخص جسکو ذرا سی عقل اور تہوڑا سا دین و اہب العطیات کی طرف سے ملا ہو اس امر کا انکار نہین کر سکتا کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور یہہ دعوے نہین کر سکتا ہے کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے منعقد ہوا کیونکہ روایات مذکورہ صریح دلالت کرتی ہین کہ علماء فریقین کے نزدیک مسلم ہے کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت علی جو حضرت زہرا کے بطن مبارک سے تولد ہوئین منعقد ہوا روایات اہلسنت مین تو صریح مذکور ہے حاجت بیان نہین اور روایات شیعہ مین بہی گویا تصریح ہے قاضی صاحب شوستری نے بعد عمر رض کی محمد بن جعفر سے مصاہرت بیان کی اور ظاہر ہے کہ یہہ مصاہرت بسبب تزوج ام کلثوم بنت فاطمہ تہی نہ بسبب تزوج ام کلثوم بنت صدیق کے ابو القاسم قمی نے ام کلثوم کے ہاشمیہ ہونے کی شہادت دی اور تسلیم کر لیا اور یہہ اوسیوقت ممکن ہے جبکہ ام کلثوم بنت فاطمہ ہون اگر یہہ ام کلثوم بنت صدیق ہو تو ہر ایک احمق بہی سمجہہ سکتا ہے کہ وہ ہاشمیہ ہونگی اور اسیطرح باقی نصوص بہی اسیطرف راجع ہین غرضکہ ان نصوص و تصریحات سے بخوبی ثابت ہے کہ یہہ نکاح حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ رض سے ہوا۔ اگرچہ اسکے بعد کچہہ ضرورت نہ تہی کہ ہم اسکے ابطال کیطرف اور بہی متوجہ ہون۔ لیکن اسلیے کہ ناظرین رسالہ حضرات شیعہ کے دین و دیانت فہم و فراست اور عقل و کیاست علم و فضیلت کا بخوبی اندازہ فرمالین اور معلوم کرلین کہ یہہ حضرات ہمیشہ نئی نئی تراش و خراش مذہب مین کرتے رہتے ہین اور آئی دن ایک نئی گہڑت ہوتی رہتی ہے تہوڑا سی اور بہی اس مسئلہ کی توضیح کر دینی چاہیے جس سے واضح ہو کہ تتبع قاصر احقر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ جواب اور یہہ توجیہ جو ہمارے فاضل مجیب نے فرمائی ہے۔ قاضی شوستری کے زمانہ تک بلکہ اوسکے بعد کشمیری صاحب صاحب نزہہ تک بہی ایجاد نہوئی تہی۔ کہ اونہون نے اس لاجواب توجیہہ کو اخفیا بلکہ ذکر بہی

تفرمایا معلوم ہوتا ہی کہ یہ ایجاد و اختراع حال کا ہی۔ اول متقدمین مین بعض علما اعلام نے
مثل شیخ مفید کی اس نکاح کے وجود ہی سے انکار کیا اور فرمایا کہ جس روایت مین یہ مروی ہے
وہ روایت زبیر بن بکار کی طریق سے ہے اور وہ مبغض امیر المومنین تھا اور قابل اعتبار کے
نہین ہے پھر جب دیکھا کہ انکار ایسی خبر کا جو بمنزلہ تواتر کے ہے پیش نہین جاتا اور یہ آفتاب ہشت
خاک سے نہین چھپ سکتا تو دوسرے راہ چلی بعضون نے جناب امیر کے معجزہ اور کرامت
پر ڈالا۔ کہ آپنے وقت مجزان سے ایک جنیہ بلا کر اور متشکل بشکل ام کلثوم کرکے بھیجدی تھی اور وہ جنیہ
حضرت عمر کے پاس رہی کسی نے تقیہ کی چاہ پکڑی کسینی حضرت کے صبر و سکوت کا نتیجہ کہا
کسینی بنات لوط کو مشبہ بہ قرار دیا کسینی بنات طیبات حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
ماتم بتلایا۔ کوئی سبب ظاہری کلمہ گوئی عمر کے اوسکو جائز و مباح کہتا ہے اور کوئی بوجہ
نفاق و کفر باطنی کے اوسکو مثل اکل میتہ و لحم الخنزیر کے اضطرارا جناب امیر ثابت کرتا ہے
غرض کوئی مستانہ وار کچھ نغمہ سرائی کر رہا ہے اور کسی کا کچھ ترانہ ہے۔ لیکن کوئی اس بحر مصیبت
ساحل خلاص پر نہ پہونچا۔ اور کسیکو اس ورطہ ہلاکت سے راہ نجات نسوجھی۔ تمام تاویلات جہل اور
ساری تسویلات لغو و لاطائل جب کوئی توجیہ گرہ کشا نہوئی۔ اور دیکھا کہ خصم گلوگیر ہے رہائی
محال ہے تو اسلی پہلوان نے ایک نیا لباس بدلا۔ اور نرالی توجیہ نکالی اور اوسکو باب الافتخار
سمجھا حالانکہ وہ بہ نسبت توجیہات سابقہ کے بہی زیادہ لغو اور پوچ ہے اور پہر یہ لائق ثابت کر
اول صریح روایات فریقین کے اسکی تکذیب مین روایات سے صاف ثابت ہی کہ یہ نکاح ام کلثوم
بنت فاطمہ رض سے ہوا۔ اگر یہ نکاح فی الواقع ام کلثوم بنت صدیق رض سے ہوا تھا تو آپکے علمائے
کیون زبان سے نکالا اور آجتک یہ لغو توجیہات کیون کرتے رہے۔ اجی حضرت اگر واقعی
یہ نکاح بنت صدیق رض سے ہوا ہوتا تو آپکے اکابر تو ایک عالم کو سر پر اوٹھا لیتے اور برخلاف اسکے
اپنی عجز کے معترف ہین۔ دوسری یہ کہ عمر بن خطاب رض بزعم شیعہ دشمن اہلبیت اور اونکے مال
و ترہین کے درپے تھے چنانچہ اہلبیت کے گھر کو جلا دیا اور طرح طرح کی اہانت کی۔ چنانچہ

بیان خارج از حد امکان ہے پس مقصود اس نکاح سے یا اہلبیت کو ایذا رسانی تھی چنانچہ
تعلقات باہمی سے حسب روایات شیعہ ظاہر و باہر ہے۔ یا مقصود ترویج خلافت تھی
کہ اس بضعۃ الرسول جگر گوشہ بتول کو عقد ازدواج سے وجاہت خواص و عوام میں ہو جاویگی
چنانچہ قاضی صاحب شوستری نے اس امر کی تصریح فرمائی اور نہایت بداہی ہے کہ یہہ
دونو امر جبتک ام کلثوم بنت فاطمہ رض تسلیم نکیجاویں حاصل شدنی نہین۔ تیسرے یہہ کہ یہہ
محض جھوٹ اور افترا ہے کہ ام کلثوم بنت صدیق رض حضرت امیر المومنین کی بیٹی بسبب ربیبہ
ہونے کے مشہور تھی جبتک اسکی شہرت کو دلائل معتبرہ سے ثابت نفرماوین لائق التفات
نہیں بلکہ یہہ ممکن نہین کیونکہ بعد نزول آیت ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ۔ غیر
باپ کے طرف نسبت کرنا ممنوع ہو چکا تھا۔ اور نیز لعم کلثوم بنت علی کے ساتھہ التباس واشتباہ
کو یہہ اطلاق مستلزم تھا اسلیے ہرگز یہہ اطلاق صحیح نہین ہو سکتا ورنہ تو لازم آتا ہے کہ محمد
بن ابی بکر پر بھی محمد بن علی ابن ابی طالب کا اطلاق کیا جاوے کیونکہ جیسے ام کلثوم حضرت کے
ربیبہ تھی ویسی ہی محمد بن ابی بکر بھی آپ کے ربیب تھے بلکہ محمد بن ابی بکر کو بنسبت ام کلثوم کے بہت زیادہ
خصوصیت تھی۔ حسب روایات شیعہ اپنے حقیقی باپ سے زیادہ حضرت کو سمجھتے تھے ہمیشہ حضرت کے
رفیق و غمگسار رہے حضرت بھی بکمال شفقت محمد بن ابی بکر کو ولد نا صحیح سے یاد فرماتے ہین۔ چنانچہ
نہج البلاغت مین یاد آتا ہے کہ مر دی ہے۔ چوتھی یہہ کہ اگر بفرض محال روایات مین ام کلثوم
بنت علی سے ام کلثوم بنت صدیق ہی مراد ہون تا ہم صحیح نہین کیونکہ ظاہر ہے کہ یہہ اطلاق
مجازا ہے اور متفق علیہ مسئلہ ہے کہ عدول عن الحقیقۃ جبتک حقیقت متعذرہ نہو اور قرینہ صارفہ
عن الحقیقۃ قائم نہو اوسوقت تک معنی مجازی صحیح نہین ہو سکتے۔ الحاصل یہ مین ہرگز معنی حقیقی
متعذر نہین بلکہ معنے مجازی متعذر ہین۔ چنانچہ ہم عنقریب بیان کرینگے اور قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ
بھی مفقود ہے کوئی قرینہ لفظی یا عقلی ایسا نہین ہے جو حمل علے الحقیقۃ سے مانع ہو بلکہ صریح
قرائن حمل علے الحقیقت کو مستلزم ہو رہی۔ چنانچہ علت ترویج خلافت بیان کرنا اور بعد انتقال

فاروق کے محمد بن جعفر کے ساتھ عقد واقع ہونا۔ عدم کفائت کا ہونا۔ حضرت کے فعل کے ساتھ
کہ آپ نے اپنی دختر بشہود ذی النورین کو دی تہی مماثلت بیان کرنا۔ شیعہ ہونا۔ یہہ سب قرائن
سند ہو سکتے ہین کہ یہہ ام کلثوم جناب امیر کی صلبی دختر تہین اور بنت صدیق جو آپکے ربیبہ تہین
نہین ہو سکتے۔ پانچوین اس تاویل و توسل کی گہڑنے اور تراشنے والونکو یہہ بہی نہ سوجہا کہ اتنا
سمجہین کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن ہے یا نہین اور تاریخ ولادت دونو ام کلثوم
بنت علی مرتضی اور ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق کو دیکہین۔ سچ ہے دروغ گورا حافظہ نباشد۔ سب لجہے
اب اس عقدہ کو ہم کہولتے ہین۔ اور حضرات کے اس توجیہ کو ہبا منثور کرتے ہین اور دکہاتے ہین
ملاتے ہین اب چاہیے کہ کسی نئی تاویل تراشی کی فکر فرماوین پس ثابت ہو کہ یہہ نکاح متنازع فیہ
ام کلثوم بنت صدیق سے ممکن نہین کیونکہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہی [illegible]
تک یہہ ام کلثوم پیدا نہین ہوئی تہے اور حمل مین تہین تو ابتداء خلافت فاروق مین پیدا ہوئی
چنانچہ ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب مین تحریر فرماتے ہین ام کلثوم بنت ابی بکر
الصدیق توفی ابوها وهی حمل من الثامنة۔ اور روایت سابقہ سے یہہ بہی [illegible]
کہ بعد نکاح کے حضرت فاروق سے ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی رقیہ تولد ہوئی۔ اور وفات
حضرت فاروق تقریبا دس سال ہے۔ اب اہل عقل و خرد کے غور فرمانے کا مقام ہے کہ
حضرت فاروق اسی صغیرہ سے جو انکی ابتداء زمانہ خلافت مین ہوئی ہو نکاح کرین اور وہ اس
لیکر دس سال کے عرصہ تک وہ بالغہ بہی ہو جائے اور دو بچے بہی پیدا ہو جائین عقل باور کرتی ہے
سبحانک ہذا بہتان عظیم۔ اور ام کلثوم بنت فاطمہ بہی اگرچہ صغیرہ تہین۔ لیکن بہ نسبت اس ام کلثوم
کی کئی سال بڑے ہین کیونکہ انکی پیدایش زمانہ حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین ہوئی
تہی چنانچہ ہم روایات سابقہ مین نقل کر آئی ہین ولادت[۱۵] قبل وفات رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تو متعین و محقق ہوا کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ سے ہوا اور ہماری فاضل

---

۱۵ ام کلثوم سے اگرچہ [illegible] ماں کی وفات یا [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے [illegible]

مجیب کا دعوی کہ یہہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق سے ہوا باطل ہوگیا۔ پہر ہمارے فاضل مخاطب نے
ایک روایت ایک مجہول الاسم کی المسمی کتاب بہت السعدا رسے جو یہہ لکہی کہ وہ ام کلثوم کہ جسکے ساتہہ
عقد نکاح فاروق ہوا وہ بنت صدیق تہی محض کذب اور سراسر غلط ہے اگر بالفرض اوسکا ہمین
ہم اس عبارت کو صحیح تسلیم کرلین اور الحاقی نہ کہین تاہم بمقابلہ اون روایات کے جو کتب معتبرہ
مشہورہ فریقین سے نقل کیگئی اسکو غلط سمجہا جائیگا۔ اور اسکی کذب و دروغ ہونے پر دوسری
دلیل یہہ ہی کہ اس روایت مین لکہا ہے۔ باز نکاح ابوبکر در آمد از ابوبکر پسری عبدالرحمن نام
و یک دختر ام کلثوم زائید۔ حالانکہ یہہ باتفاق فریقین سراسر غلط ہے عبدالرحمن بن ابی بکر
ہرگز بطن اسماء بنت عمیس سے نہین ہے بلکہ محمد بن ابی بکر اسماء بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوا
اور عبدالرحمن بن ابی بکر حضرت عایشہ رضا کے حقیقی بہائی ام رومان کے بطن سے تہے پس
اگر یہہ عبارات الحاقی نہین ہین اور اصل مصنف کی ہی ہین تو جسکو اتنی بہی خبر نہین کہ ابوبکر کا
فرزند اسماء بنت عمیس کے بطن سے عبدالرحمن تہا یا محمد جو ادنے طلبہ علوم پر بہی پوشیدہ نہین
اوسکا کلام بے شک ہمارے فاضل مخاطب کے ہی نزدیک بمقابلہ روایات معتبرہ صحیحہ و اقوال علماء
مستند قابل التفات ہوگا۔ پس حضرات پر خدا کا خوف اور اہل علم سے حیا و شرم ختم ہے۔ مین
یقیناً جانتا ہون کہ یہہ امر کہ ابوبکر صدیق کے فرزند اسماء بنت عمیس کے بطن سے عبدالرحمن تہے یا محمد
ہمارے فاضل مخاطب پر بہی با اینہمہ ادعاے تبحر مخفی نہوگا اور نہین تو نہج البلاغت اور اوسکی شروح
ہی سے یہہ امر ثابت ہے کہ محمد بن ابی بکر اسماء بنت عمیس کے بطن سے تہے اور جناب
امیر کے ربیب تہے لیکن تعجب ہے کہ روایت کے نقل کے وقت عقل و فہم کو کیون جواب دیدیا تہا
ہوش و حواس کو کہان رخصت کردیا تہا کہ اسکی نقل کے وقت کچہہ خبر نرہی اناپ شناپ
مہملات کو نقل کردیا فے الواقع یہہ اس اعتراض کے عویص اور جذر اصم ہونے کا نتیجہ ہے بس
پس ایسے مہملات و خرافات سے بحمد اللہ اہل سنت فریب نہین کہاتے۔ الحاصل یہہ نکاح
ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتہہ ہوا ہے نہ ام کلثوم بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

یا کسی دوسری ام کلثوم کے ساتھہ جیسا شیعیان وقت کا زعم ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
کو ساتھہ ہوا ہے نہ کسی دوسری عمر یا عمرو کے ساتھہ جیسا شاید مجبور ہو کر شیعیان آمدہ دعوی کرنے
لگیں کیونکہ اول تو متقدمین اور متاخرین علمار شیعہ نے اسکو قبول اور تسلیم فرما لیا ہے چنانچہ
روایات سابقہ سے واضح ہو چکا نہیں صرف تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ فقہار شیعہ نے اس سے
استنباد مسائل بہت فرمایا ہے۔ چنانچہ ابو القاسم قمی شارح شرائع کی تصریح سے واضح ہے۔ دوسرے
ام کلثوم بنت فاطمہ حضرت امام حسن حسین زینب الکبرے رضی اللہ عنہم سے حسب تصریح
صاحب الہامیہ چھوٹی ہیں اور ۹ ہجری میں تقریبًا پیدا ہوئیں تو ابتدار خلافت فاروقی میں انکی
عمر تقریبًا پانچ سال کے ہو گی کیونکہ دو برس اور پانچ چھہ ماہ خلافت صدیقی کے ہی گذرے اور
صاحب الہامیہ نے جو بعض روایات سے ثابت کیا کہ نکاح کے وقت حضرت ام کلثوم کا سن ساتھہ برس کا
تھا کچھہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اوسی روایت سے یہہ بھی ثابت ہے کہ ام کلثوم کے عمر چار سالہ تھی
اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر کی عمر ۶۳ سال سے متجاوز نہیں تو وفات حضرت عمر کے وقت
ام کلثوم سات سالہ ہوئیں اور اونکی بطن مبارک سے دو بچے ہی تولد ہوئے ایک زید دوسرے
رقیہ تو کیا کوئی عاقل تجویز کر سکتا ہے کہ سات سال عمر تک دو بچے کسی لڑکی کے پیدا ہو جائیں
اصل یہہ ہے کہ واقفان سیر جانتے ہیں کہ ہر گونکی تولد اور وفات اور سن عمر وغیرہ میں اختلاف
کثیر ہے کوئی امر ایسا نہیں الا ما شاء اللہ جسمیں اختلاف نہو۔ خود حضرت عمر کی عمر کو ۵۹
سال ہی لکھا ہے۔ تو کوئی شخص قطعی طور پر کسی امر کے سن کو معتبر نہیں سمجھہ سکتا علی الخصوص
ایسی حالت میں جبکہ بداہت عقل صراحتہً اوسکی تکذیب کرتے ہو اور قرینہ قاطعہ اوسکی کذب ہونے پر
قائم ہو قطع نظر اس سے ہم تسلیمًا کہتے ہیں کہ یہہ روایت صحیح ہے اور اسکی وجہ صحت یہہ ہے
کہ عمومًا عرب میں شائع ہے کہ احاد کے کسرات میں مشہور کو ساقط کر دیتے ہیں اور عشرات
کے کسرات میں احاد کو گرا دیتے ہیں۔ حاصل جبکہ تعین کسر معلوم نہو تو اس روایت میں بھی
جو نکاح سال نکاح علے التعیین معلوم نہیں لیکن پچاس اور ساٹھہ کے تقریبًا مابین واقع ہوا ہے

اصلی عبارت کو حذف کردیا اور عشرہ اطلاق کردیا نقل روایت مین رسالہ الہامیہ کے یہہ الفاظ ہین جہتی روایت اوسی کتاب المودہ مذکورین یون ہے ان عمر بن الخطاب[1] لما خطب ام کلثوم واعتذر علی لصغرھا فقال عمر مالی حاجۃ الی النساء لکن ابتغی الوسیلۃ الی محمد علیہ السلام وھو یقول کل سبب ونسب ینقطع بالموت الا سببی ونسبی فزوجھا علی ایاہ بمہر اربعین الف درہم فساق ذلک کلہ عمر وھی ابنۃ اربع سنین ومابین الاربع والخمس وعمر ستین سنین فاجلسہا عمر الی جنبہ فرفع میزرھا ومسح یدہ علی راسہا فجر ساقہا فرفعت یدھا وکادت ان تلطمہ وقالت لولا انک امیر المؤمنین للطمت علی خدک فقال عمر دعوھا فانہا ھاشمیۃ قرشیۃ۔ علاوہ ازین اس روایت کے صریح الفاظ کا مدلول یعنے وسیلہ کا طلبگار ہونا روایت کل سبب الخ بیان کرنا حضرت علی سے خواستگار ہونا۔ ہاشمیہ قرشیہ اوسکو کہنا یہہ سب اوسکی بنت فاطمہ ہونے کو مستلزم ہین اور بنت صدیق ہونے کو نافی۔ پہر یہہ نکاح ام کلثوم بنت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہونا ممکن نہین کیونکہ اول تو یہہ ابتداء خلافت فاروقی مین تولد ہوئی استنے زمانہ مین اسکا بالغہ ہونا اور دو بچے پیدا ہونا محالات عادی سے ہے پہر عمر کو اسکی خواستگاری کی کچہہ حاجت نہ تہی۔ اہلبیت صدیق سے عداوت نہ تہے کہ اوسکی تذلیل و توہین مدنظر ہو۔ بلکہ اگر حضرت عمرؓ موافق ہمارے اعتقاد کے خلیفہ راشد تہے اونکی غرض اس نکاح سے رسولؐ کے ساتہہ پیوندگی تہے چنانچہ ہماری روایات سے ثابت ہے اور اگر حسب مزعوم شیعہ دشمن اہلبیت تہے تو بہی اونکی غرض اسی ام کلثوم سے متعلق تہے کیونکہ اوسکے غصب مین تذلیل اہلبیت تہے نہ بنت ابوبکر مین۔ اور اگر بفرض محال یہہ ام کلثوم

---

[1] عمر بن خطاب نے جب ام کلثوم کی خواستگاری کی اور علی نے اوسکی صغر کا عذر کیا تو عمر نے کہا کہ مجکو عورتونکی طرف رغبت نہین مین محمد علیہ السلام کیطرف وسیلہ چاہتا ہون اور وہ فرماتے ہین ہر وابستہ اور رشتہ موت سے منقطع ہو جائیگا مگر میرا واسطہ اور رشتہ تو علی نے چالیس ہزار درہم مہر پر اوسکا نکاح عمر کے ساتہہ کردیا۔ عمر نے یہہ سب بہیجدیا اور ام کلثوم چار سالہ تہی اور عمر کی عمر ساٹہہ برس تہی تو عمر نے اوسکو اپنے پہلو مین بٹہایا اور اوسکی ازار کو اوٹہایا اور اوسکے سر پر اپنا ہاتہہ رکہا اور اوسکی پنڈلی کہولی اوسنے ہاتہہ اوٹہایا اور قریب تہی کہ عمر کے طمانچہ مارے اور کہا کہ اگر تو

بنت صدیق ہوتے تو حضرت امیر سے اسکی خواستگاری کے کیا معنی اگر بہت السعد کے
روایت سے جسکو علما شیعہ نے معتمد سمجھکر ابا سند ل قرار دی رکھا ہے ثابت ہے کہ حقیقی
بہائے ام کلثوم کا عبد الرحمن بن ابی بکر تہا تو ظاہر ہے کہ وہ ولی ام کلثوم کا ہوا
نہ حضرت امیر اور عبد الرحمن بن ابی بکر لاریب موالین خلفا رمین سے تہا اگر عمر
اوسکی خواستگاری فرماتے تو حضرت امیر کا اوسمین کچہہ دخل نہ تہا نکاح بولایت عبد الرحمن
بلا وقت اور بدون کتا کسی کے ہوجاتا پس اے حضرات ذرا ہوش مین آؤ عقل کے ناخن لو اور
جب اہل حق کے مقابلہ مین قدم رکہو اور سمجہہ لو کہ اس قسم کے الہامات الہام نہین بلکہ
محض وسوسہ شیطانی ہین - معہذا یہہ کچہہ ام کلثوم ہے پر تو منحصر نہین بلکہ لفظ کافی کلینی ہمارے
وال مین کہ یہہ غصب معاذ اللہ توبہ توبہ بہت سی فروج دشمنان اہلبیت پر واقع ہوا اور اس کے
اول فرج غصبت منا فرماتے ہین اور اولیت اوسیوقت متحقق ہوگی جبکہ پہلے بہی یہہ سانحہ
ہوش ربا واقع ہوا ہو - غالباً اس سے آپکے امام کلینی کی مراد یہہ ہوگی جو حضرات ائمہ اپنی
بنات اور اخوات کو معاذ اللہ نواصب کو دیتے تہے چنانچہ حضرت سکینہ مصعب ابن زبیر کے
نکاح مین ہی یہان بہی فرمایئے کہ سکینہ کوئی اور سکینہ تہی - لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
اب تیسری روایت کی کیفیت بہی سن لیجیئے کہ جو ہمارے فاضل مخاطب نے فتح الباری شرح
بخاری سے نقل کی ہے کہ اصل اوس روایت کو قاضی نور اللہ شوستری نے ابن حجر
متاخر مینعی سے اپنے مصائب مین نقل کیا ہے جسکا ترجمہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی
حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الغین مین اسطرح کیا ہے بآنکہ معارض سنت مانچہ ذکر کردہ اند
آنرا بسیاری از اہلسنت از جملہ ایشان ابن حجر متاخر ست در کتاب خود گفتہ کہ چون علی
علیہ السلام ابا کرد آنرا نکاح ابنۃ خود از برای عمر صغر اورا عذر ساخت وعدہ را در عمر قبول نمود
با آنکہ ہیچ ساخت علی را بآنکہ ام کلثوم را با و بنماید پس اورا نزد عمر فرستاد و چون عمر اورا دید
اخذ کرد وضم نمود اورا بخود و بوسید اورا و بعد از آن ابن حجر عذر خواست در آنچہ عمر کردہ بود

تیسری روایت بخاری -

از ضم وتقبیل پیش از وقوع عقد تحلیل است تا آنکه ام کلثوم بنا بر صغر بحدی نرسیده بود که سبب شہوت
شود تا حرام شود ضم وتقبیل واگر صغر اورا نمی بود پدر اورا نمی فرستاد۔ بعد قاضی شوستری
کی اس روایت کو آپکے علامہ کشمیری نے نزہہ مین ابن حجر سے نقل کیا ہے اور مطلق ابن حجر
لکھا ہے نہ عسقلانی لکھا نہ مکی لکھا نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا۔ چہارم آنکہ معارض ست بروایاتیکہ
اہلسنت درباره نکاح حضرت ام کلثوم ذکر کرده اند از انجملہ ابن عبد البر در کتاب استیعاب
در اثنار ترجمہ ام کلثوم روایت کرده از عمر بن الخطاب خطب الی علی بنتہ ام کلثوم
فذکر صغرها فقیل ردک فعاوده فقال لہ علی ابعث بها الیک فان رضیت
فهی امراتک فارسل بها الیہ فکشف عن ساقها فقالت مہ لولا انک امیر المومنین
للطمت عینک انتهی وابن حجر چنین روایت کرده ان علیا لما ابی عن النکاح ابنتہ بعمر
واستعذر بصغرها لم یکن یقبل منہ ذلک العذر حتی لجاه ان یریها اباه
فارسلها الیہ فلما راها عمر اخذها وضمها الیہ وقبلها بعد شوستری اور کشمیری کی
اس روایت کے ایک حصہ کو ہمارے فاضل مجیب نے نقل کیا اور فتح الباری شرح صحیح بخاری
کی طرف اس روایت کے تخریج کو نسبت کیا جو علامہ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے پس اول تو
یہہ روایت ان روایات کے مخالف ہی جو موافق جمہور کے ابن حجر نے اصابہ مین بیان کی ہین چنانچہ
ہم اوپر نقل کر چکے ہین۔ پہر ہمکو یہہ معلوم نہین کہ اس روایت کی نقل مین شوستری صاحب
سچے ہین کہ یہہ روایت موافق انکی ابن حجر متاخر مکی کی ہے یا ہمارے فاضل مجیب سچے ہین
کہ یہہ روایت انکی فرمانے کے موافق ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح بخاری مین ہے
چونکہ بوجوه مذکوره ہمکو اس روایت کے صحت نقل مین کلام ہے اسلیے ہم اپنی فاضل مجیب سے
دریافت کرتے ہین کہ فتح الباری مین یہہ روایت کس جگہ مذکور ہے تاکہ ہم اسکی صحت نقل پر
مطلع ہون فتح الباری کو جہانتک اسکی مواقع مین تتبع کیا گیا ہمکو دستیاب نہین ہوئی اور اگر
بفرض محال فتح الباری مین یہہ روایت ہو تاہم چونکہ یہہ روایت مخالف جمہور محدثین مثل

صاحب استیعاب و شیخ ابن السمان و دارقطنی و بیہقی و شریف موسوی اور طبرانی و غیرہ کی نہ
بلکہ خود عسقلانی کی روایت بھی مخالف ہی کہ تمام تحقیقات جہابذہ محدثین کے صراحۃً رضا و خوشنودی
پر دال ہین اسلیے قابل اعتبار و احتجاج کے نہین ہو سکتے اور بالفرض اگر اسکو بھی تسلیم کریں تو حسب
قاعدہ الحدیث یفسر بعضہ بعضاً اسکے یہہ معنے ہین کہ حضرت فاروق نے اس معاملہ مین اسنے
زیادت الحاح والتماس رسالت اور کثرت مراجعت و معاودت و مراودت سے جیسا کہ اکثر مقصود
وحصول مرام سے جناب مرتضوی کو ملجا و مضطر کیا نہ یہہ کہ جبر و اکراہ و تعدی اور عدوان عسبت
طور کیا یا قتل کے دہمکی یا عباس کے سقایت و زمزم کے غصب کیے دہمکی سے مکرہ اور مضطر کیا معاذ اللہ
من سوء الفہم۔ پس اسجگا لفظ الجاء سے مراد بجز کثرت الحاح والتماس کے اور کچہہ نہین ہو سکتا
چنانچہ اور روایات سے بہی اسکی تائید ہوتی ہے کہ فاروق کو اسکے طرف کمال شغف تہا
اور ایسی حالت مین کہ ناکح معمر سوا در مخطوبہ بنہایت صغیرہ ہو اور اسکو کسے اپنے قریب کے لیے مجوز
کر رکہا ہو تو ایسی حالات کیوقت جسقدر الحاح والتماس و طلب و رسالت مرد کیطرف سے ہو اور
عذر و انکار اولیاء مخطوبہ کی طرف سے ہو بجائی خود ہے۔ علاوہ ازین ہمارے مخاطب لبیب نے
اس واقعہ مین یہہ دیانت فرمائی ہے کہ اس روایت کو اپنے مطلب کے موافق حتی الجاہ
تک نقل کیا اور مابعد کے الفاظ کو جو مدعا کے خلاف تہے حذف فرمایا اور الخ لکھکر ٹال دیا نہین
بلکہ یہہ ہی فرمایا غور فرمائیے الجاہ آپکی کتاب مین موجود ہے عفیفت اور اس لفظ مین صرف
تنازع لفظی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپکے نزدیک اسکی یہہ معنی ہین کہ زبردستی بیٹی
چہین لے۔ جس سے بادی النظر مین دیکہنے والا یہ سمجہے کہ اس الجاء و اکراہ کے نہایت مجتاج تہے
چنانچہ ہماری مخاطب لبیب نے اسی مدعا کے ثبوت کے لیے اس روایت کو اسجگہ نقل کیا ہے
حالانکہ یہہ محض غلط اور فریب دہی ہے بلکہ غایۃ الجاء و اکراہ جو عبارت لاحقہ سے مفہوم ہوتی ہے
وہ صرف وکیل نا حضرت ام کلثوم کا تہا چنانچہ حتی الجاہ ان پر یہا اسپر دال ہے اور ظاہر ہے
کہ نکاح کی لیے بیدا یات مسئلہ فریقین دیکہنا مخطوبہ بالغہ کا بہی جائز بلکہ مندوب ہے۔ جبانسکہ

صغیرہ ہو کہ صغیرہ کا جسکی عمر چہہ سات سال کی ہو علی الخصوص ایسی حالت مین کہ عرب کے رسم و عادت کے خلاف نہو دیکہنا یا دکہلانا مستلزم کسی محذور کو نہین ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ اگر بالفرض یہہ روایت صحیح ہو بہی تا ہم مفید مدعا مجیب نہین ہے کیونکہ مدعا اثبات الجا و اکراہ درباب نکاح ام کلثوم بنت صدیق ہے اور اس روایت سے کسیطرح اس ام کلثوم کا بنت صدیق ہونا ہرگز مفہوم نہین ہوتا تو ام کلثوم بنت صدیق کے نکاح کی نسبت الجا و اکراہ کیونکر پایہ ثبوت کو پونہچیگا۔ کیونکہ اوسکی نکاح کی نسبت الجا و اکراہ تو فرع اوسکی وجود کی ہے جب روایت مین اوسکی وجود کا ثبوت ہی نہین تو اوسکی نکاح کی نسبت الجا و اکراہ کا دعوی کرنا ذوی العقول کا کام نہین ہے۔ رہا یہہ کہ مذہب شیعہ مین اگرچہ روایات سے یہہ امر ثابت ہے کہ نکاح ام کلثوم بنت فاطمہ بجبر و اکراہ ہوا چنانچہ روایت کلینی اول فرج غصبت منا سے یہہ امر واضح ہے اور قاضی شوستری وغیرہ کی تصریحات اسپر دال ہین۔ لیکن یہہ امر سراسر لغو اور لاطائل ہے۔ کیونکہ جناب امیر جو اس جبر و اکراہ و اہانت و تذلیل کے متحمل ہوئی دو حال سے خالی نہین یا یہہ کہ یہہ صبر و سکوت بوجہ وصیت کے تہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائے تہی کہ میرے بعد خلفا جور جو کچھہ احداثات و ابتداعات کرین ہرگز چون و چرا نکرنا اور جسقدر توہین و تذلیل ثقلین کرین صبر و تحمل کو ہاتہہ سے ندینا۔ اور یا اسوجہ سے تہا کہ آپکے یار و مددگار تہے آپکو یہہ خوف تہا کہ آبرو گئی سو گئی مبادا جان بہی جائے اسلیے آپنے ان کفریات کو جہیلا اور اونمین شریک رہے لیکن دونو توجیہین ایسی خرافات و لوچ پوچ ہین کہ بطلان ہر ایک ذی خرد نظر بداہتہ مین سمجہہ سکتا ہے احتمال اول بالکل غلط اور خلاف اصول شیعہ ہے کیونکہ باتفاق تمام اثنا عشریہ لطف خدا پر عقلاً واجب اور خلاف لطف قطعاً حرام اور قبیح۔ پس اگر یہہ وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم خداوند تعالے شانہ فرمائی تو معاذ اللہ خدا تعالے اور اوسکا رسول آمر بالقبیح ہوئی۔ کیونکہ امام عام اور نائب رسول کو یہہ وصیت کرنا کہ بعد حضرت کے کفار و فجار کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہین

جناب امیر... [illegible]

اسکو راہ ہدایت کیطرف دعوت نکرین بلکہ تقیہ کے پردہ مین عوام کو جہوٹے اور غلط مسئلے بتلا کر
راہ حق سے گمراہ کرین اہل کفر ونفاق وبغض وشقاق اگرچہ دین کو برباد کرین سنت کو بدلین حلال کو
حرام کرین مثلاً متعہ کو جسکی متعہ دو دفعہ کرنے سے ہر ایک دفعہ مین عوام کالانعام قضاء شہوت
بہی کرین اور بتدریج ائمہ کے مراتب پر بہی فائز ہون اور اوسکی غسل کے پانی سے جسقدر
قطرات ٹپکین اونسی فرشتے پیدا ہون - ایسی نعمت بے پایان کو حرام کرین - حقوق کاملہ
بنات طیبات کو غصب کرین دم نمارین چون وچرا نکرین - سراسر خلاف لطف اور قبیح
اور حرام ہے اور خلاف اوس غرض کے ہے جسکے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئی
اور کتاب نازل ہوئی اور جہاد کا حکم سنایا گیا اور اگر غرض اس سے حفظ اور بقا رجال ظاہری ایمان تہی
اور اسی وجہ سے اسکو مستحسن سمجہا گیا تو یہہ بہی بالکل واہیات ہے کہ نفاق کا بقا اور اوسکا حفظ
اور اوسکی حمایت خداوند کریم کو اور اوسکے رسول کو اسدرجہ مہتم بالشان ہو کہ اوسکے مقابلہ مین اوسکا
دین حنیف برباد ہوجاوے اور اوسکی کتاب خراب ہو اور اہلبیت نبوی ذلیل وخوار ہون - پہر بہی
اوس نفاق کا بقا مدنظر رہے نعوذ باللہ من ذلک اور جب یہہ اشد قبیح اور محرم ہو تو حق تعالے
شانہ کیطرف ایسی قبائح وشنائع کا ارشاد ہونا امر محال وممتنع ہے - احتمال ثانی بہی بالکل غلط
اور باطل ہے - کیونکہ اگر تمام صحابہ الا معدودی آپکے دشمن تہی تو جنگ جمل وصفین کے وقت مین
آپکے ہمراہ ہوکر ہزارہا صحابہ نے جان بازیان کین وہ کہانسے پیدا ہوگئی تہی پہلے کیون دشمن تہے
اور اب کیون دوست ہوگئی بلکہ اگر تامل کیا جاوے تو اب زیادہ اسباب عداوت تہی آپنی
امارت مین خواہشات نفسانیہ سے ضرور روکتی ہونگی جسپر بڑا ناخوشی کا ہے اسیواسطے آپ نے
ارشاد فرمایا تہا وامالکم ور دراجیر لکم منے امیرا کذا فی نہج البلاغت - توجب
اوسوقت آپکے ہمراہ ہوئی اور آپ پر اپنی جانونکو فدا کرنے تک دریغ نکیا تو کیا اوسوقت ہمراہ
نہوتے - بی یار وانصار ہونا تو اوسوقت ہوتا کہ آپ منازعت فرماتے اور کوئی آپکے ہمراہ
نہوتا - علاوہ ازین یار ومددگار کے آپکو کیا ضرورت تہے - آپکو معلوم تہا کہ یہہ لوگ میرے قتل

املاک پر تو قادر نہو سکینگے اور مقابلہ آپکے شجاعت کے کس کی طاقت نہی کہ سامنی آسکے۔ پس
یا خوف آبرو ہوتا ہے سو وہ جا چکی تہی اور یا خوف جان وہ جانے والی نہ تہے پہر معلوم نہین ایسی
حالت مین اوس لغو وصیت سی کیا فائدہ اور آپکو یار و مددگار کی کیا ضرورت تعجب تو یہہ ہے کہ بمقابلہ
امیر معویہ کی نہ وصیت یاد آئی نہ شیعیان مخلصین کے ہونے کا اوسوقت خیال آیا حالانکہ یہہ
معویہ کیطرف سے اوس تعدی کا عشر عشیر بہی ظہور مین نہین آیا کہ جو خلفاء سے عموماً ظاہر ہوئی
پہر اگر وصیت کو منحصر زمانہ خلفاء ثلثہ پر سمجہا جاوے تو ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح کی لازم آوے
اور ما بہ الفرق کوئی نہ نکلی۔ معہذا ان دونوں تاویلونکو اوسوقت صحیح سمجہا جاسکتا ہے۔ جبکہ جناب
امیر نے کبہی منازعت ہی کی ہو اور ہرگز چون وچرا نفرمایا ہو۔ لیکن روایات مختلفہ سی ثابت ہوتا ہے
کہ آپ ذرا ذراسی بات پر تلوار میان سے نکالنے پر آمادہ ہو گئے ذرا ذراسی بات مین آپ نے
تخویف وتہدید فرمائی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپکو وصیت کیگئی نہ آپ عاجز و
بیچارہ ہے۔ چند روایتین لکہون جن سے یہہ مدعا پایہ ثبوت کو پہنچے۔ پہلی روایت قتل ابو بکر
اشجع کی ہے کہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد القلوب دیلمی سے نقل
کی ہے۔ چونکہ عبارت طویل تہی اسلیے اوسکا اختصار کرکے اسطرح لکہا ہے ابو بکر اشجع بن مزاحم
راستولی صدقات کہ مضافات مدینہ وضیاع فدک بود گردانید۔ کان شجاعا[ا] وکان لہ اخ قتلہ علی
بن ابی طالب فی وقعۃ ہوازن وثقیف فلما خرج الرجل من المدینۃ جعل اول قصدہ
ضیعۃ من ضیاع اہل البیت فجاء بغتۃ واحتوی علیہا وعلی صدقات کانت لعلی
بفرض علی اہلہا وکان الرجل زندیقا منافقا فارسل اہل قریۃ الی امیر المومنین

[ا] ۔ اور یہہ شجاع تہا۔ اور اسکے ایک بہائی کو علی بن ابی طالب نے جنگ ہوازن اور
ثقیف مین قتل کیا تہا جب یہہ شخص مدینہ سے نکلا۔ پہلا قصد یہہ کیا کہ اہل بیت کے جاگیر اور علی کے
صدقات کو اچانک آکر ضبط کر لیا۔ اور رعایا پر ظلم کرنے لگا۔ گانو والون نے پیام بہیجکر
حضرت کو۔ ۱۲۔

رسول لہا مونہ ما فرط من الرجل فدعا علی علیہ السلام بدابتہ وتعمم بعامتہ
سوداء وتقلد بسیفین ومعہ الحسن وعمار بن یاسر والفضل بن عباس وعبداللہ
بن جعفر وعبداللہ بن عباس حتی وافی القریۃ فانزل عظیم القریۃ فی مسجد
یعرف بمسجد ھم ووجہ امیر المؤمنین بالحسین یسالہ المسیر الیہ فسار الحسین
فقال اجب امیر المؤمنین فقال ومن امیر المؤمنین فقال علی بن ابی طالب فقال
امیر المؤمنین ابو بکر خلیفۃ بالمدینۃ فقال الحسین اجب علی بن ابی طالب فقال انا
سلطان وھو من العوام والحاجۃ لہ فلیصر ھو الی قال الحسین ویلک ایکون مثل
والدی من العوام ومثلک یکون سلطانا فقال اجل فان والدک لم یدخل فی بیعۃ
ابی بکر الا کرھا وبایعناہ طائعین فصار الحسین فاعلمہ ما لقیت الی عمار فقال یا ابا
الیقظان سر الیہ واسالہ ان لم یرلی لانہ من اھل الضلالۃ ونحن مثل بیت اللہ
یوتی ولا یاتی فصار الیہ عمار وقال مرحبا یا اخا ثقیف ما الذی اندمک علی مثل
امیر المؤمنین فی صبارتہ فمر الیہ وافصح عن حجتک فانتہر عمارا واخترلہ فی الکلام
وکان عمار شدید الغضب فوضع حمائل سیفہ فی عنقہ ومد یدہ الی

لہ اوسکی زیادتیوں پر مطلع کیا علی نے اپنی سواری منگائی اور سیاہ عمامہ باندھا اور دو تلواریں حمائل کیں اور حسین اور عمار
یاسر اور فضل بن عباس اور عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباس ہمرکاب ہوئی یہانتک کہ گاؤں میں پہونچے اور گاؤں کا رئیس اپنی مسجد میں آیا
امیر المومنین نے حسین کو بھیجکر اوسکو بلایا کہا امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو اوسنے کہا کون امیر المومنین کہا علی بن ابی طالب
اوسنے کہا امیر المومنین خلیفہ ابو بکر مدینہ میں ہیں حسین نے کہا علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہو اوسنے کہا میں حاکم ہوں
اور وہ عوام میں سے ہے اور اوسکو حاجت ہے وہ خود میرے پاس چلکر آئے حسین نے کہا تیرا ناس ہو کیا میرے والد جیسے
عوام میں سے ہونگے اور تجھ جیسے حاکم اوسنے کہا ہاں کیونکہ تیرا باپ ابو بکر کی بیعت میں باکراہ داخل ہوا ہے اور ہمنے برضا اوسکی
بیعت کی ہے حسین (واپس) چلے گئے اور جناب امیر کو (حقیقت حال کی) خبر دی۔ آپنے عمار کیطرف متوجہ ہو کر
فرمایا ای ابا الیقظان تو اوسکی طرف جا اور اوس سے کہہ کہ تو میرے پاس چلکر آئے کیونکہ وہ گمراہوں میں سے ہے اور ہم بیت اللہ
کی مانند ہیں جسکے پاس آتے ہیں اور وہ کسیکے پاس نہیں جاتا عمار اوسکے پاس گئے اور کہا مرحبا ای ثقفی امیر المومنین جیسے
شخص کی خدمت میں حاضر ہونے سے تجھکو کیا چیز (مانع) ہے پس آ تو اوسکی طرف چل اور اپنی حجت کو ظاہر کر اوسنے عمار کو جھڑکا اور
بدکلامی سے پیش آیا عمار بھی تیز مزاج تھا اپنی تلوار کا پڑتلا گردن میں لٹکایا اور تلوار کیطرف ہاتھ بڑھایا۔۱۲

السیف فقیل لامیر المومنین الحق عمارا فوجہ بالجمیع وقال الھم لا تنہا بوہ فصر

دابتہ وکان مع الرجل ثلثون فارسا من جیاد قومہ قالوا لہ ویلک ھذا علی بن ابیطالب

تترکک واللہ وقتل اصحابک عندہ دون النطفۃ فسقط القوم جزعا من امیر المومنین

فسحب الاشجع الی امیر المومنین علی وجہہ سحبا فقال دعوہ ولا تعجلوا فقال ویلک

بما استحللت اخذ اموال اھل البیت فقال وانت بما استحللت قتل ھذا الخلق

فی کل حق وباطل وان مرضاۃ صاحبی احب الی من اتباع موافقتک فقال اما اعرف من

نفسی الیک ذنبا الا قتل اخیک ولیس بمثل ھذا الطلب الثارات فقبحک اللہ

وترحک فقال لہ الاشجع بل قبحک اللہ وتر عمرک فان حسدک الخلفاء لا یزال

بک حتی یوردک موارد الھلکۃ فغضب الفضل ورمی عنقہ عن جسدہ فاجتمع

اصحابہ علی الفضل فسل امیر المومنین سیفہ فلما نظر القوم الی بریق عینیہ ولمعان

ذی الفقار رموا سلاحھم وقالوا الطاعۃ فقال انصرفوا براس صاحبکم الاصغر

الی صاحبکم الاکبر فانصرفوا والقوا راسہ بین یدی ابی بکر فجمع المھاجرین

والانصار فقال اخاکم الثقفی اطاع اللہ ورسولہ واولی الامر منکم فقالوا تصدقات

سے لے کسیبی امیر المومنین سے عرض کیا کہ عمار کے پاس پہنچیے آپ سب سمیت متوجہ ہو گئے اور فرمایا اوسکو گھبراؤ نہیں بس اپنی سوار

کو چلایا اور اوسکی ساتھ (بھی) اوسکی قوم کے عمدہ اور چیدہ لوگوں میں سے تیس سوار تھے اونہوں نے اوسکو کہا تیرا ناس ہو یہ علی بن ا

بی طالب (آپہنچا) خدا کی قسم تجھکو اور تیرے ساتھیوں کو نطفون تک قتل کر ڈالیگا۔ پس ساری قوم امیر المومنین سے ڈر کر گر پڑی اور

اشجع کو مونہہ کے بل گھسیٹ کر امیر المومنین کے پاس لائے آپ نے فرمایا چھوڑ دو اور جلدی نکرو اور پوچھا تیرا ناس ہو کس وجہ سے

تو نے اہلبیت کے اموال کے لینی کو حلال کر لیا اوسنے کہا اور تو نے کس سبب سے حق و ناحق اس مخلوق کا قتل حلال کر لیا

اور بالتحقیق مجھکو میرے سردار کی رضا تیری موافقت کے پیروی سے پسندیدہ تر ہے فرمایا مین بجز تیرے بھائی کی قتل کے

اور کوئی تیرا گناہ خیال نہیں کرتا اور (ظاہر ہے) کہ اس جیسی مطالبہ کا عوض نہیں ہوتا۔ پس تیرا خدا برا کرے

اور تجھکو آزردہ کرے اشجع نے کہا بلکہ خدا تیرا برا کرے اور تیری عمر کاٹے بالتحقیق خلفا کا حسد ہمیشہ تیری ساتھ رہیگا یہانتک کہ

تجھکو ہلاکت کے گھاٹ پر اوتاریگا۔ فضل غصہ ہوا اور اوسکی جسم سے اوسکی گردن اوڑا دی پھر تو اوسکے ساتھی فضل پر

اکٹھے ہو گئے پس امیر المومنین نے اپنی تلوار نکالی پھر جب آپکی آنکھوں کی درخشانی اور ذوالفقار کی چمک قوم نے دیکھی اپنی ہتیار پھینک دئے

اور طاعت پکارنے لگے فرمایا جاؤ اپنی چھوٹے سردار کا سر بڑے سردار کے پاس لیجاؤ۔ وہ گئے اور اوسکا سر ابو بکر کے آگے ڈال دیا

[1] المدينة وما يليها فان رضى على بن ابي طالب فقتله اخبث قتلة ومثل به اخبث مثلة فاخرج اليه شجعانكم واستعد واله من رباط الخيل والسلاح فنكت القوم مليا كان الطير على رؤسهم فقال الخمس انتم ام ذوو الحسن فالتفت اليه رجل من الاعراب يقال له الحجاج بن السجن فقال ان سرت سرنا معك ثم قام آخر فقال الا تعلم الى من توجهنا والله ان لقاء ملك الموت اسهل من لقائه فقال اذا ذكر لكم على دارت اعينكم واخذتكم سكرة الموت هكذا يقال لمثلي فالتفت اليه عمر فقال ليس له الا خالد فقال ابو بكر يا ابا سليمان انت اليوم سيف من سيوف الله فسر اليه في كثيف من قومك فانه نزل لينا وكهفا وضيعا متسنما وسله ان يدخل الحضرة فقد عفونا وان نابذك الحرب فجئنا به اسيرا فخرج خالد في خمسمائة من ابطال قومه فطلع الفضل الى امير المومنين فقال لولا نواصينا ذيد قريش وقبائل حنين وفرسان هوازن لما استوحشت لامر ضلالتهم فقال خالد ما هذه الوتيرة التي قد بدت منك لا تفرق بين كلمة مجتمعة ولا تضرم نارا خيد الخمود فانك ان فعلت وجدت عنه غير محمود فقال تهددني يا خالد مثلك ويلك

---

[1] مدینہ اور اسکی متعلقات پر حکم بنا دیا تھا پس علی بن ابی طالب اوس سے متعرض ہوا اور اسکو بہت بری موت مارا اور بہت برے طریق سے گاڑ دیا پس تم میں سے جو بہادر ہو اسکی طرف نکلو اور گھوڑوں اور ہتھیاروں سے اوسکے لیے مستعد ہو جاؤ اور پس لشکری قوم دیر تک ایسی چپ رہی گویا اونکے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہیں ابو بکر نے کہا کیا تم گونگے ہو۔ یا زبانوں والے تو ایک بدوی شخص جسکو حجاج بن سجن کہتے تھے بولا کہنے لگا اگر تو جائیگا تو ہم بھی تیرے ساتھ چلینگے پھر دوسرا اوٹھا کہنے لگا کیا تو نہیں جانتا کہ ہمکو تو کس کی طرف بھیجتا ہے خدا کی قسم اوسکی ملنے کے بہ نسبت ملک موت کا ملنا سہل تر ہے ابو بکر نے کہا کہ جب علی کا تمسے ذکر ہوتا ہے تو تمہاری آنکھیں پھر جاتی ہیں اور تمکو موت کا نشہ چڑھ جاتا ہے کیا میرے جیسے کو ایسا ہی جواب دیتے ہیں پھر عمر اوسکی طرف متوجہ ہوا اور بولا اوسکے لیے بجز خالد کے اور کوئی نہیں ہے پس کہا اے ابا سلیمان تو آج خدا کے تلوار دیتی ہیں کے ایک تلوار ہے تو اپنی قوم کا گروہ لیکر اوسکی طرف جا اوسنے ہماری سبھوں میں کے ایک شیر کو مار ڈالا اور اوسکو کہہ کہ حاضر حضور ہو جاوے ہمنے قصور معاف کیا اور اگر تجھسے لڑے تو تو اوسکو قید کرکے ہمارے پاس لے آ۔ تو خالد اپنی قوم کے پانسو بہادر لیکر نکلا فضل نے دیکھکر امیر المومنین کو اطلاع دی فرمایا اگر قریش کے سردار اور حنین کے قبیلے اور ہوازن کے شہسوار بھی ہونگی تو میں ہمین گھبراتا بجز اونکی گمراہی کے خالد نے کہا یہ کیا حرکت تھی جو تجھسے ظاہر ہوئی کلمۂ مجتمعہ میں تفریق نہ ڈال ۔ اور بجھی ہوئی آگ نہ بھڑکا اگر تو ایسا کریگا تو اسکا انجام ناپسندیدہ ہوگا

ابی قحافۃ فتسئلک من یحمل منلی اسیرا یحبسنی مالک بن نویرۃ فقتلتہ وانکحت امرأتہ انی لاعرف قاتلی واطلب منیتی صباحا ومساءً ولو اردت ذلک لقتلتک فی فناء ھذا المسجد فغضب خالد فسل امیر المؤمنین علی خالد وخفق علیہ فلما نظر الی بریق عینیہ وبریق ذی الفقار نظر الی الموت عیانا وقال یا ابا الحسن لم یرد ھذا فضربہ امیر المؤمنین بقفا راس ذی الفقار علی ظھرہ فنکسہ عن دابتہ فقام رجل یقال لہ المثنی بن الصباح وکان عاقلا فقال واللہ ما جئناک لعداوۃ بیننا وبینک انت اسد اللہ فی ارضہ وسیف نقمتہ علی اعدائہ ونحن اتباع مامورون واطواع لا نخالفون فاستحیی امیر المؤمنین ونزل الجمیع ونزل امیر المؤمنین یمازح خالدا وخالد لما بہ الم الضربۃ ساکت فقال ویلک یا خالد ما اطوعک للخائنین الناکثین فقد ترکت بالحق علی معرفتہ وجئتنی لتحملنی علی ابن ابی قحافۃ اسیرا بعد معرفتک انی قاتل عمرو بن عبدود ومرحب وقالع باب خیبر وانی لمستحیی منکم ومن قلۃ عقولکم او تزعم انہ قد خفی علی ما تقدم بہ الیک صاحبک حین اخرجک الی وانت تذکرہ ما کان منی الی معد یکرب والی صمد بن سلمۃ

سلہ اور ابن ابی قحافہ سے دھمکاتا ہے تیری جیسا میر جیسی کو قید کرکے لیجایا مگا کیا مجکو بھی مالک بن نویرہ سمجھا ہے کہ اوسکو مار ڈالا اور اوسکی عورت سے نکاح کر لیا بالتحقیق مین اپنی قاتل کو پہچانتا ہوں اور صبح شام اپنی موت کا طلبگار ہوں اور اگر تو ایسا قصد کریگا تو مین تجکو اس مسجد کے صحن مین قتل کر ڈالونگا اسپر خالد کو غصہ آگیا تو آپنے بھی خالد پر تلوار کہینچ لی اور تیز نگاہ سے دیکھا خالد نے جب آنکھون کے دمک اور ذو الفقار کی چمک دیکھی تو موت کو ظاہر دیکھہ لیا اور کہنے لگا ہمارا یہہ قصد نہین تو آپنے خالد کی پشت پر ذو الفقار کے نوک کے پیٹھہ مار کر سواری سے اوسکو اوندہا گرا دیا ایک شخص مثنی بن صباح نام جو دانشمند تہا اوٹہا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم ہم تیری پاس باہمی عداوت کیوجہ سے نہین آئی تو اللہ کا شیر ہی اوسکی زمین مین اور اوسکی انتقام کی تلوار ہے اوسکی دشمنون پر اور ہم تابع محکوم اور مطیع غیر مخالف ہین امیر المومنین کو حیا آگئی اور سب اوتری اور امیر المومنین بھی خالد سے دل لگی کرتے اوترے اور خالد بسبب الم ضرب کے چپ تہا پس فرمایا ای خالد تجپر افسوس ہے کس چیز نے تجکو امانت مین خیانت کرنے والون اور عہد کے توڑنی والون کا مطیع بنا دیا اور تو نے جان بوجھہ کر حق چھوڑ دیا۔ اور تجکو عمرو بن عبدود اور مرحب کا قتل کرنیوالا اور باب خیبر کا اوکھاڑنیوالا جاننے کے بعد بھی میری پاس آیا تاکہ مجکو ابن ابی قحافہ کے پاس قیدی بنا کر لیجاوے اور مجکو تمسے اور تمہاری بے عقلی سے شرم آتی ہے کیا تجکو یہہ گمان ہے کہ تیری روانہ کرنے کے وقت جو تجسے تیرے سردار نے گفتگو کی تہی مجہپر مخفی ہے اور تو اوسکو

المخزومی فقال لہ ابن ابی قحافۃ انما کان ذالک من دعاء النبی وھو الآن اقل من ذلک فقال خالد یا ابا الحسن اعرف ما تقول وما عدلت العرب عنک الا خوفا من سیفک وما دعاھم الی بیعۃ ابی بکر الا استمالۃ ایاھم ولین عریکتہ واعطاہم الاموال فوق استحقاقہم الی آخر الروایۃ۔ اس روایت سے مثل روز روشن روشن ہے کہ وصیت کا دعوے جو حضرات شیعہ فرماتے ہین محض ڈہکوسلا ہے اور لجاء و اکراہ صرف بناوٹ اور گہڑت ہے اگر وصیت ہوتی تو اس ذرا سے معاملہ مین خلاف وصیت فرماتے اور بخالف حکم تلوار نیام سے نہ کہینچتے تعجب ہے کہ غصب امامت پر جن کی غصب بنات پر غیرت وصیت کو اصول شیعہ پر جوش نہ آوے دین برباد ہوا کیا کبہی سر نہ ہلاوین اور جوش آوے تو اس تہوڑی سی بات پر۔ اہل عقل غصب امامت اور غصب بنات کو اس سے مقابلہ فرماوین اور اسمین سکوت اور اسمین تلوار کشی کو دیکہین اور انصاف فرماوین کہ شیعہ اپنے دعوی مین سچے ہین یا نہین۔ علاوہ ازین اس روایت سے اور بہی چند فوائد حاصل ہوئے جنکو ملخصا مختصرا لکہتا ہون (۱) ظاہر ہے کہ اشجع بن مزاحم مظہر اسلام اور کلمہ گو تہا۔ اگرچہ اوسکے دلمین کفر و نفاق ہو تو باعتبار ظاہر شریعت کے اوسپر احکام اسلام کے جاری ہونگی تو اوسکا قتل مستوجب قصاص ہے۔ پس اگر ہمارے فاضل مجلب اوسکے ظاہری اسلام کا اعتبار فرماوین تو اوسکی دم کو مستحق قصاص کا سمجہین اور فضل بن عباس پر قصاص لازم فرماوین اور جناب امیر کی حمایت اور اعانت کو جو فضل بن عباس کی قربانی ناجائز اور حرام قرار دین اور اگر باطنی کفر کا اعتبار کرین اور اسوجہ سے اوسکا دم مباح اور ہدر سمجہین تو پہر اسکا فکر فرماوین کہ حضرت ام کلثوم سے جواز نکاح کی علت حضرت فاروق کے

---

[۱] یاد دلایا اوسنے کہا یہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا کی بدولت تہا۔ اور اب وہ اس سے کمتر ہے خالد نے کہا ای ابا الحسن سمجہ کر کیا کہتا ہے عرب بجز تیری تلوار کے خوف کے کسی اور کسی سبب سے منحرف نہیں ہوئے اور بیعت ابی بکر کیطرف بجز اوسکی سہولت جانب اور نرمی طبیع اور استحقاق سے زیادہ مال عطا کرنے کے اور کوئی سے داعی نہین ہے ۱۲

ظاہری اسلام جو آپ اور آپکے اسلاف بیان فرماتے ہین وہ سراسر غلط ہے جب ظاہری اسلام کا اعتبار ہی نہین تو پھر اوسکے وجہ سے منافق کے ساتھ فاطمہؓ کے جگر گوشہ کا عقد نکاح کیونکر صحیح اور مباح ہوسکتا ہے (۲) تمام صحابہ چھوٹے سے لیکر بڑے تک جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے جیسا موت سے اور آپکے مقابلہ کو موت کا مقابلہ سمجھتے تھے۔ پس اُن لوگونکی اطاعت کے لیے خدا تعالے کا ایسی شجاع کو حکم کرنا سراسر خلاف عقل سلیم ہے اور جناب امیر کا ایسی لوگونسے جو آپ سے اسقدر خائف و ہراسان ہون تقیہ کرنا ہرگز عقل تسلیم نہین کرتی اور ایسے لوگ حضرت امیر سے بجبر و اکراہ معاذ اللہ اُنکی بلکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر گوشہ کو غصب کرین ہرگز فہم مین نہین آتا۔ جب لوگ آپسی اس قدر ڈرتے تھے تو یہہ سب باتین لغو اور باطل ہین (۳) تمام اصحاب مہاجرین و انصار وغیرہ خلیفہ اول کی جناب امیر کے مقابلہ مین اطاعت نکرتے تھے کیونکہ مقابلہ کی طاقت نہ دیکھتے تھے اور جب جناب امیر کے مقابلہ کے لیے دعوت کیجاتی تھی تو اونکی آنکھین بدل جاتی تھی اور سکرۃ الموت کی حالت پیش آجاتی تھی اور جواب دیدیتے تھے کہ کیا تم نہین جانتے کہ ہمکو کس کے مقابلہ مین بھیجتے ہو یہہ وہ شخص ہے جسکی مقابلہ کی بنسبت موت کے مونہہ مین جانا آسان ہے۔ جب خلیفہ اول کی ساتھہ اصحاب کی یہہ حالت تھی تو قطعاً و یقیناً اگر جناب امیر خلافت کے بارہ مین منازعت فرماتے اور آپکے ساتھہ مقابلہ پیش آتا۔ تو سب صحابہ خلیفہ اول کو اکیلا چھوڑ کر اور جناب امیر کے حوالہ کرکے بھاگ جاتے۔ اگرچہ یہہ خوف لوگونمین پہلے سے ہی راسخ تھا لیکن بعد اس واقعہ کے تو مشاہدہ ہوگیا کہ صحابہ مین سے کوئی شخص مقابلہ کے قابل نہ سمجھا گیا اور سوا خالد کے کسی شخص نے اس کام کے لیے اجابت نہ کی اور خالد معہ اپنے پانسو رفقا کے جب سامنے جناب امیر کی گئی اور بات چیت کی پہلے اس سے کہ لڑائی کی نوبت آوے صرف آنکھون کی اور ذوالفقار کی چمک دیکھکر حواس باختہ ہوگئے اور عجز و الحاح کرنے لگے باوجودیکہ جناب امیر نے حضرت خالد کو مارا بھی تاہم اونپر ایسا رعب اور خوف غالب ہوا کہ بجز سکوت اور عاجزی کے

اور اطاعت و پیار کے کچھہ نہین آیا (۴) اس روایت سے یہہ بہی ثابت ہے کہ جناب امیر کو معلوم تہا کہ یہہ لوگ نہ مجکو قتل کر سکتے ہین اور نہ قتل پر قادر ہین - بلکہ آپ جانتے تہے کہ آپکا قاتل کوئی اور شخص ہے جبکہ یہہ حالت ہو اوسپر کوئی کسطرح جبر و اکراہ کر سکتا ہے (۵) جناب امیر کو وہ باتین بہی معلوم ہو جاتی تہی جو صحابہ باہم کرتے تہے چنانچہ جو گفتگو خالد اور حضرت صدیق کی ہوئی تہی آپنے اوسکو ظاہر فرما دیا (دوسری روایت) حدیث بساط جو کتاب الاربعین سے مولوی ادستانی سے صاحب ارغام نے نقل کی ہے ہم اوسکو بیان ارغام سے نقل کرتے ہین روایت میکند ابن بابویہ بسند خود از سلمان فارسی کہ گفت نشستہ بودم نزد سید و مولا خود امیرالمومنین در آن وقت کہ مردمان بیعت بعمر بن الخطاب کردہ بودند و در خدمت آنحضرت حسین و محمد بن حنفیہ و محمد بن ابی بکر و عمار بن یاسر و مقداد بن اسود نیز بودند و از ہر در سخنان میگفتند امام حسن متوجہ پدر بزرگوار شد و گفت یا امیرالمومنین حضرت ملک و دو سلیمان بن داؤد را عجب سلطنتی دادہ بود آیا از آن سلطنت عطیہ بوصی او رسیدہ باشد شاہ سریر ولایت تبسم فرمود و گفت آن معبودیکہ دانہ خشک را در زمین سرسبز میگرداند و بان قادر یکہ آدم را از خاک تیرہ آفرید قسم کہ آنچہ بپدرتر اوادہ ہیچیک از اولیا و اوصیا ناصیہ ندادہ و بعد ازین ہیچکس باین کرامت فائز نخواہد شد پس امام حسن و حضار التماس نمودند کہ یا امیرالمومنین میخواہیم کہ شما از آنچہ واہب عطیات بشما موہبت نمودہ مشاہدہ کنیم و معاینہ ببینیم تا موجب ازدیاد ایمان و باعث تقویت علم و ایقان گردد سید اوصیا علیہ السلام فرمود کہ حبا و کرامۃ یعنی چنان کنم کہ شما میخواہید و چیزی از چیزہا کہ حضرت عزت بمن کرامت نمودہ بر شما ظاہر میسازم - پس برخاستہ دو رکعت نماز کرد و کلمہ چند بر زبان معجز بیان گذرانید کہ ہیچیک از حضار فہم آن نتوانست کرد و از انجا بمیان خانہ آمدہ و دست مبارک بجانب مغرب دراز کرد و بعد از لمحہ دست را بزیر آورد و بر کف دست مبارکش پارچہ ابری دیدیم آنرا گذاشتہ بار دیگر دست دراز کرد و پارچہ دیگر بردی چنانکہ دیدیم سلمان گوید لاالہ الا اللہ

وان محمد رسول اللہ وانک وصی نبی کریم من شک فیک ہلک و من تمسک بک سلک سبیل النجاۃ

یعنی گواهی میدهم که خدا یکیست و محمد رسول برگزیده است و تو وصی و خلیفه برگزیده هر که شک آرد
در وصایت و خلافت تو هلاک شود هر که بعروة الوثقای محبت تو چنگ زند نجات یابد پس دیدیم
که آن دو ابر چون دو قائمه پهن شدند و در پهلوی یکدیگر قرار گرفتند چنانچه گوئی یک جوزه اند
از آن هر یک بوی مشک اذفر بمشام اهل ایمان میرسید پس فرمود که برخیزید و بر این بساط
بنشینید همه برخاسته بر یک ابر نشستیم و آنحضرت تنها بر یک ابر دیگر پس کلمه چند تکلم فرمود که هیچکس
نفهمید پس اشاره بابر کرد که بجانب مغرب روانه شو بادی در زیر آن دو ابر درآمده و ابرها را باهستگی
تمام برداشته بر هوا برد و ما درین وقت چون بآنحضرت نگاه کردیم دیدیم که جامه زرد پوشیده و تاجی
از یاقوت سرخ بر سر دارد و نعلین که بند آن از یاقوت ابلق بود در پا کرده و انگشتری از مروارید سفید براق
که روشنی آن چشم را خیره میساخت در انگشت دارد و بر کرسی از نور نشسته امام حسن علیه السلام بآنحضرت
گفتند که ای پدر بزرگوار همه مخلوقات سلیمان را بجهت انگشتری اطاعت نمودند و شما را بچه سبب منقاد اند

فرمود یا ولدی انا وجه الله وانا عین الله وانا لسان الله الناطق وانا ولی الله و
انا نور الله الذی لا یطفی وانا باب الله الذی یوتی وانا حجة الله علی عباده وانا
کنز الله فی ارضه وانا قسیم الجنة والنار وانا سد ذی القرنین وانا جعلتها له

یعنی ای نور دیده من وجه الله و عین الله و لسان الله و ولی الله منم و آن نوریکه فرو نه نشیند منم و آن
دریکه از آن در بخدا توان رسید منم و حجت خدا بر خلق منم و گنج خدا در زمین منم و قسمت کننده بهشت
و دوزخ منم و سد یکه ذو القرنین بسته منم و در قرن را برای اسکندر قرار داده بودم که بآن مشهور شده بود
میخواهی که خاتم سلیمان بتو بنمایم دست در بغل کرده انگشتری برآورد از طلای احمر که نگینش بود از یاقوت
سرخ فرمود ای فرزند من این خاتم سلیمان است نامهای است که در و نقش کرده اند سلیمان گوید
که تعجب حضار زیاده شد بحدیکه گویا او را نمی شناختند پس فرمود اینها از مثل من عجب نیست بخدا
سوگند که بنمایم امروز بشما آنچه پیش از این شما ندیده باشید پس امام حسن گفت آرزوی ما آنست
که سد ذو القرنین را بما نمائی پس آنحضرت باد را امر فرمود که ما را آنطرف که حسن میخواهد ببر و مقارن آن

از باد آوازی چون آواز رعد بما رسیده و ما را بر داشته بهوا برد و امیرالمومنین علیه السلام بر آن کرسی
نشسته از پی ما می آمد تا ما را بکوه بلند رسانید درختی عظیم بر آن کوه بود خشک شده برگهایش
ریخته یکی از ما گفت یا امیرالمومنین این درخت را چه رسیده که او را برگش ریخته آنحضرت فرمود که از او
بپرسید تا حال خود بگوید امام حسن مجتبی بود و از درخت سوال کرد و گفت ایتها الشجرة یعنی چه شده است ترا
ای درخت که سبزی از تو رفته و برگ ریخته جواب نداد امیرالمومنین فرمود اجیبهم باذن الله ایتها
الشجرة واخبریهم بخبرک ای درخت بفرمان الهی جواب ایشان بگو سلمان گوید بخدا قسم که درخت متکلم
شد و گفت. لبیک لبیک یا وصی رسول الله وخلیفته من بعده حقا و خطاب با امام
حسن کرد که هر شب وقت سحر پدرت بنزد من می آمد و دو رکعت نماز گذارده به تسبیح و تقدیس حق تعالی
مشغول می شد و می رفت و آمدن و نشستنش بر کرسی نور میان ابر سفید می بود که از آن بوی مشک اذفر
بمشام میرسید و من از استشمام بوی روح افزای آنحضرت و آن فیض سرسبز و با طراوت می بودم و اکنون
چهار شب شده که تشریف ارزانی نفرموده از مفارقت پدرت که حالم بدین مرتبه رسیده و اگر اینجا
است عاشقی که از لطف خود از این مهجور دریغ ندارد آمدن او مرا بحال خود باز می آرد پس شاه ولایت بنزد
آن درخت رفته دو رکعت نماز گذارده دست مبارک بر آن درخت مالید سلمان گوید که بخدا قسم که
آن درخت که مشتاق بود برخاست فی الفور سبز شده و برگ آورده میوه بیرون کرد پس آنحضرت
بر کرسی خود قرار گرفت ما را برداشته بلند شد بحدیکه دنیا تمامی در نظر ما سبزی می نمود در هوا رفته دیدیم
سر او در زیر قرص آفتاب و پائی در قعر محیط و یک دست در مشرق و یکی در مغرب از علی علیه السلام پرسیدیم
که این کیست فرمود که بحکم جل من اراد این بر شمع نصب کرده ام و تاریکی شب و روشنائی روز
موکل ساخته و چنین خواهد بود تا روز قیامت پس باد ما را ابر و یاجوج برده و آنحضرت علیه السلام با آن خطاب
نمود اهبطی تحت هذا الجبل یعنی ای ابر در زیر کوه فرود آ و آن کوه بلند ظلمانی گویا شبی بود سیاه
بوی در آن جا بمشام میرسید یاجوج را دیدیم و از کثرت ایشان تعجب نمودیم و ایشان را صنف
دیدیم که یکی طول ایشان بیست گز و عرض ده گز و صنفی طول صد گز و عرض هفتاد گز و صنفی که گوشش را

لحاف و دیگر براد واج میکردند یکی از حال آنها پرسید حضرت علیه السلام فرمود حاکم این جمع ناقصور منم و همه در حکم من اند پس بیاد حرفی گفت باد مارا بر داشت بکوه قاف رسانید کوهی و بدیدیم چون یاقوت سرخ که محیط همه دنیا بود فرشته بشکل آدم بروی موکل چون آن فرشته را چشم بر ما افتاد گفت السلام علیک یا امیر المومنین پس رخصت طلب کرد که مطالب خود را عرض کند آنحضرت فرمود که رخصت زیارت برادرت و مصاحبت میخواهی برو رخصت دادم پس فرشته بسم الله الرحمن الرحیم گفته راهی شد بعد از آن درختی دیدیم چون درخت اول بهمان طریق سوال و جواب واقع شده درخت گفت ثلث اول شب علی علیه السلام نزد من می آمد و پس از نماز و تسبیح و تقدیس اسپی سوار شده میرفت و من سبز و خورم بودم چهل روز ست که فیض قدوم از من گرفته و غم گداخته و از غم فرو ریخته از مفارقت اوست و امام حسن التماس نمود حضرت دست مبارک بر و کشید درخت گفت اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وانك امیر المؤمنین فی الامة المبارکة الطیبة وصی رسول رب العلمین من تمسك بك نجی ومن تخلف عنك هوی۔ پس آن سبز و خورم شد و طراوت یافت و ما در زیر آن ساعتی آرام گرفته پرسیدیم که یا امیر المومنین آن فرشته کجا رفت فرمود که دیروز بر جبل ظلمت که عبور نمودیم فرشته که بر آن موکل ست رخصت زیارت این فرشته طلبیده بود امروز این رفت که تدارک آن نماید یکی از یاران گفت که مگر ملائکه همه باذن شما از محل و مکان خود حرکت میکنند فرمود بخدائی که آسمانها را بی ستون آفریده که هیچ یک قدرت ندارد که بی رخصت من از جای خود حرکت نماید و اگر بی اذن من بقدر نفسی حرکت نماید حضرت رب العزت ببرق غضب خود آنرا بسوزد و بعد از من فرزندم حسن و بعد از و حسین و بعد از و نه کس از اولاد او که نهم ایشان قائم آل محمد ست صلی الله علیه و علیهم این حال دارند و هیچ ملکی از ملائکه مقربین را حد نباشد که یک نفس بی اراده ایشان بر آرد یکی نام فرشته کوه که موکل قاف ست پرسید فرمود برخائیل گفتیم یا امیر المومنین نه ما دیروز در خدمت شما بسر بردیم کدام وقت نزول اجلال دران کوه شده بود فرمود چشم خود را بپوشانید پوشانیدیم امر بگشودن کرد گشودیم خود را در مملکتی دیگر یافتیم

گفتیم این بلاشی عجایب فرمود ملک الموت در قبضه اقتدار من است که شما را طاقت اطلاع بر آن نیست
و همچنین جن مخلوقی اند چون مخلوقات دیگر در اکل و شرب و خواب و نکاح مانند دیگران اگر اندکی از آنچه
من میدانم بدانید و بهای شما تاب شنیدن آن ندارد و بدانید که اسم اعظم حق تعالی هفتاد و سه حرفست
نزد آصف بن برخیا که تخت بلقیس را بیک چشم زدن آورد و نزد سلیمان یک حرف بود و نزد من هفتاد
و دو حرف و یک طرف علم غیب است که مخصوص ذات اوست و لا حول و لا قوة الا بالله العلی العظیم سلمان گفت
هر که مرا شناخت و منکر شد هر که مرا منکر شد پس آن ابر را امر فرمود که ما را بباغی رساند که در سبزی و خوشی
با روضه بهشت برابری نماید در آنجا جوانی را در میان دو قبر مشغول دیدیم گفتیم یا امیر المؤمنین این
جوان کیست فرمود برادر من صالح نبی است و این دو قبر از پدر و مادر اوست و چون چشم صالح بر امیر
المؤمنین افتاد بیتابانه پیش آمد و سینه بی کینه آنحضرت را بوسید و گریه کنان بشکوه درآمد آنحضرت
او را تسلی میداد پرسیدیم که صالح چرا میگرید فرمود که از وی بپرسید امام حسن فرمود ایها العبد الصالح چه
چیز ترا میگریاند فرمود که پدرت هر روز وقت طلوع صبح نزد من می آمد و با هم نماز میکردیم و باعث
نشاط و رغبت من بود در عبادت و امروز ده روزست که تشریف نیاورده چون او را ندیدم غمگین
ماندم گفتیم یا امیر المؤمنین این عجب تر است که هر روز در صبح در خدمت شما بسر میبریم چگونه با اتفاق
اینجا آمده با حضرت صالح نماز میکنی فرمود که اگر خواهید سلمان را زیارت کنید گفتیم یا امیر المؤمنین
ما را آرزوی هست شاه ولایت برخاسته روانه شد در خدمتش ببستانی رسیدیم که کسی مانند آن ندیده
دیدیم آبهای جاری و مرغان خوش الحان و فواکه بسیار چون آن مرغان چشم بر آنحضرت
افتاده دیدار او فرود گرفتند و بر میپریدند و طواف میکردند و در میان بهشت تختی از فیروزه دیدیم
جوانی بر وی خوابیده دستهای خود بر سینه نهاده و دو مار بالای سر و پایین پای او قرار گرفته
ماران آنحضرت را دیدند و رسم ادب تعظیم بجای آوردند گفتیم یا امیر المؤمنین این جوان کیست فرمود سلیمان انگشتر
را انگشت خود بیرون آورده در انگشت او کرد و گفت قم باذن الله یا محیی العظام و هی رمیم فی الحال
علیه السلام برخاست و گفت اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له و ان محمدا

ورسوله ارسله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون
واشهد انک وصی رسول الله الهادی المهدی آه رسالت الله بمحبته ومحبته اهلبیته
ما آتانی الملک - یعنے گواهی میدهیم که خدا سزای اوست کیست واو اشریکی نیست وبدرستیکه
محمد بنده او وفرستادۀ او فرستاد برهنمائی واظهار کردن دین حق وهر دینے غیر دین اوست
باطل باشد ودین او ناسخ دینها باشد اگرچه مشرکان زین معنی کراهت داشته باشند وگواهی میدهیم
که تو وصی وجانشین رسول الله وتوئی راه نماینده وراه یافته که بوسیله تو سوال کردم من از حق تعالے
محبت تو ومحبت اهلبیت تو ومن حق تعالے آنچه داده از ملک وپادشاهی مثل آن بهیچ یک از اولاد
آدم نداده بود اگر محبت تو شفیع نمے ساختم آن سلطنت وبزرگی بمن عطا نمے فرمود پس زنان
آن شهر در نزد سلیمان علیه السلام نشست بپابوس آن پیغمبر مشرف شدیم پس سلیمان را وداع نموده برخاست
وسلیمان بحال خود برگشت وما پرسیدیم که یا امیر المومنین شما اعلی باینچه در پس کوه قاف است فرمود
که خلاق عالم وموجد بنی آدم چهل عالم در عقب کوه قاف آفریده که هر عالمی چهل برابر دنیا باشد وعلم من
ما ورای کوه محیط است بحال این دنیا وهرچه درین دنیاست بعد رسول خدا صلی الله علیه واله وسلم
نگاهدارنده آن عالمها منم وهمچنین بعد از من اولاد من حافظ شریعت نبوی ووارث علم مصطفی
خواهند بود تا روز قیامت ومن دانا ترم براهها که در آسمانهاست وراهها که در زمین ست ومائیم اسم
مکنون واسم مخزون آلهی ومائیم اسماء حسنی که چون خدا را باین اسماء بخوانند ومائیم صاحب آن
نامها که برعرش وکرسی نشسته است ومائیم قسمت کننده بهشت ودوزخ واز ما تعلیم گرفته اند ملائکه
آسمانها تسبیح وتقدیس وتهلیل وتکبیر وتوحید آلهی ومائیم آن کلماتے که چون آدم علیه السلام را
تلقین نمود توبه اش قبول شد ومن میدانم این امور عجیبه واسرار غریبه را ببرکت اسم اعظم
که اگر به برگ زیتون بآن حرفے بنویسند ودر آتش اندازند نسوزد وظلمات شب میل بمردگی کند
وهرکجاست روشنی روز از نامهای نامی ماست واسامی ما را چون بر آسمان نقش کردند بے ستون
استقامت یافت ودر زمین بآن منقش گشته مسطح شد وچون بر باد خواندند در حرکت آمد

دیدیم برق زننده لمعان شد و بر رعد رقم نمودند شایع شد و بر جمیع اسرافیل نقش کردند مسلم بکلام سُبُّوحٌ
قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ گردید و چون کلام معجز نظام بانجام رسید فرمود چشمهای
خود را بپوشید پوشیدیم بار دیگر گفت بگشائید بگشادیم و خود را در شهری دیدیم مشتمل بر بازارهای معمور
و قصرهای رفیع مردمش در نهایت بلندی قامت و کمال استقامت هر یکی چون نخلی پس فرمود
که این گروه از بقیه قوم عاد اند که هنوز در کفر و ضلالت و ظلم و جهالت گرفتار اند و ایمان برب الارباب
و روز حساب ندارند و شهرهای ایشان از شهرهای مشرق بود من مامور خالق بیچون تقلع و قمع ایشان بوده
ام این مکان ایشان محل بود هم شما را در اینجا بیاوردم و شما از آن مطلع گشتید من داعیه دارم که با ایشان گرد
مقابله نمایم پس آن قوم را بوحدانیت خدا و رسالت محمد مصطفی صلی الله علیه و سلم و امامت خود دعوت
نمود ایشان ابا نمودند و بسیاری از انگشت و چون خوف ما را مشاهده نمود نزد ما آمده دست مبارک را
بر سینه ما مالید خوف از ما زائل شد بار دیگر آمده ایشان را باسلام خواند ایمان نیاوردند برق و صاعقه
ظاهر شد و چیزی چند شنیدند که ما فهمیدیم و ما را چنان مشاهده می شد که این برق و رعد و صاعقه از دست آنحضرت
بر می آمد و چندان صداهای مهولناک پدید آمد که ما شستیم البته آسمان بر زمین آمده کوهها از هم
فرو میریزد تا آنکه یک متنفس از ایشان نماند و چون از جهاد آن قوم فارغ شد و آن رعد و برق
مرتفع شد بستها نمودیم که یا امیرالمومنین ما را بوطن باز رسان که زیاده برین طاقت مشاهده این
امور نداریم آن امام طلبید بر آن سوار شدیم و آن حضرت متکلم بکلامی شد باد ما را بهوا برده
بجای رسانید که بنا بقدر دیمی معاینه میکردیم و بعد لمحه خود را در خانه امیرالمومنین دیدیم از همان
مکان که سوار شده بودیم و چون فرود آمده نشستیم بانگ موذن شنیدیم که اذان ظهر میگفت
ما اول صبح بود از طلوع آفتاب راهی شده بودیم که در پنج ساعت پنجاه ساله راه را طی نمودیم
چون ما را تعجب دست داد فرمود بخدائی که نفس من بید قدرت اوست که اگر خواهم شما را در طرفة العین
در همه آسمانها و زمینها بگردانم و بر آن قادرم و این قدرت عظیمه باذن خالق بر و بحر و اراده گشت
خیر الخلیقه باهتمام رسیدم ولی وصی آنحضرت صلعم در حین حیات و در زمان رحلت و بیکن

اکثر مردان سنّے وانند سلمان گفت لعن اللہ من غصب حقک وحسدک واعرض عنک وضاعف العذاب الالیم - انتہے بلفظہ - ای حضرات شیعہ اس حدیث کو پڑہو اور جناب امیر و دیگر ائمہ کی محامد و مناقب کو جو اس روایت سے ثابت ہوتے ہین دیکہو کہ حضرت کا مرتبہ کیسا عالی ہے آپ کے اختیارات کس قدر وسیع ہین آپکی قوت و شوکت کس درجہ پر ہے ابر آپکا مطیع ہوا آپکی لونڈی تمام ملائکہ آپکے چاکر درختونکے لیے آپ آب حیات سے بہتر اسم اعظم آپکا سکہ انگشتری سلیمان آپکے ہاتھہ مین ابنیا آپکے والہ و شیدا ابنیا ونکی آپ عقدہ کشا رعد کی کڑک آپکی زبان مین بجلی کی چمک دہان مین - ہر چیز آپکو معلوم تمام عالم آپکی نگہبانی مین ہے یا جوج ماجوج آپکے قبضہ اقتدار مین - کفار فجار کو ایک لحہ مین خاک سیاہ کردین - ذوالفقار آپکی اہل نفاق و کفر کو ایک دم مین تباہ کردے - قوم عاد کو جو قوت و شجاعت مین لاثانی تہے ایک دم مین نیست و نابود کردیا - پس ایسے شخص کی نسبت یہہ کہنا کہ اونسے چند منافقین سے ڈر کر یہانتک تقیہ کیا کہ دین بہی تباہ ہوگیا - اور وہ اوسکی بیٹی بہی چہین لیگئے اور اوسکی زوجہ کو یہانتک مارا کہ حمل بہی ساقط ہوا اور وہ اوسمین جلت کرگئی بلکہ خود اونکی موافق مسائل خلاف حق بیان کرنے لگا - اور لوگونکو اونکی گمراہی پر اور متعین اور مددگار ہوگیا اور صدہا اسی قسم کے باتین جو کہنے مین - نعوذ باللہ من تلک الکفریات - امیر خسرو کے اہل بلکہ مجنونون اور دیوانونکی بڑ سے زیادہ وقعت نہین رکہتے اور یہہ کہنا کہ خداوند تعالے نے بمقابلہ چندی اوباش و منافقین کے وصیت کی تہی کہ ہرگز ہرگز ان لوگونکے سامنے سانس بہی نہ نکالیو - چون تک نکیجو - جو کچہہ چاہین کرین صبر و سکوت کے حبل المتین کو ہاتہہ سے نہ دیجو - خدا تعالے کی خدائی پر قبیح بلکہ خوف کا دہبہ لگاتا ہے کہ ان لوگون سے شیعیان پاک کا خدا بہی ڈرتا تہا نعوذ باللہ من ذلک - اسقدر گذارش سے عقلا پر ہماری استدلال و ثبوت مدعا کی کیفیت کہل چکی ہے اور نقل روایت طویلہ مین ہمارا وقت گرانمایہ بہت صرف ہوچکا ہے اسلیے اس روایت کے نسبت ہم اس سے زیادہ نہین لکہہ سکتے - مگر اتنا بہی واضح رہے کہ حسب تصریح صاحب ارغام یہہ روایت جیسا عالم محقق فاضل مدقق رستاقی نے

اپنی کتاب امامت مین بیان کی ہے اور اسکی معتبر ہونے کا اقرار کیا ہے - صاحب
منہج التحقیق اور مولف معجزات مرتضوی نے بھی نقل کیا ہے (تیسری روایت) صاحب آیات
بینات نے کشف الغمہ سے نقل کی ہے - روایت ست از محمد بن خالد ضبی کہ روزی عمر
بن الخطاب در اثنا رخطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خواہم کہ شما را از معلومات دینیہ و معتقدات یقینیہ
و احکام شریعت محمدیہ صرف نمایم و گویم کہ از معتقدات برگردید و رجوع نمائید بقواعد کہ در زمان
جاہلیت بود شما با من چہ خواہید کرد آیا تابع من در آن خواہید شد یا مخالف من مردان ہمہ خاموش
شدند ہیچکس جواب نگفت عمر دیگر بار ہمین سخن را اعادہ کرد از ہیچکس جوابے نشنید پس دیگر بار ہمین
سوال را اعادہ کرد شاہ ولایت فرمود کہ ہرگاہ از تو این حالت مشاہدہ گردد ترا از دین مصطفیٰ منحرف
یابیم تائب دیگر طلب کنیم و اگر توبہ کنی توبہ ترا قبول کنیم و اگر نکنی ترا گردن زنیم عمر چون این
سخن از شاہ اولیا شنید گفت در دین با مردان ہستند کہ اگر منحرف شویم ما را بطریق مستقیم مقیم
و ثابت دارند - انتہیٰ ملخصہ اس روایت کے مضمون کو پڑھکر سوچین کہ جب جناب امیر خلفاء
کے ساتھ یہانتک صاف گوئی فرماتے تھے اور انکی زبانی با تو پھر انکی قتل کے مستعد بظاہر نہ تھے
تھی تو اگر معاذ اللہ وہ دین کی تخریب کرتے بنات کو غصب کرتے تو آپ کیون چپکے بیٹھے رہتے
(چوتھی روایت) صاحب آیات بینات نے حیات القلوب ملا باقر مجلسی سے ملخصاً و مختصراً
نقل کی ہے علی بن ابراہیم از پدر خود روایت کردہ ست کہ گفت روزی با عمر بن خطاب براہی میرفتیم
ناگاہ شعرا ہے در راہ یافتیم و صدای از سینہ او شنیدہ شد مانند کسی کہ از ترس بیہوش شود گفتم چہ میشود
ترا ای عمر گفت مگر نمی بینی شیر بیشہ شجاعت را و معدن کرم و فتوت را و کشندہ طاغیان و باغیان
و زنندہ شمشیر را و علمدار صاحب تدبیر را چون نظر کردم دیدم علی بن ابی طالب را دیدم
الی قولہ تا این ساعت ترس او از دل من بدر نرفتہ ست ہرگاہ کہ او را مے بینم چنین
ہراسان میشوم - اس روایت کو ملاحظہ کیجیے جب جناب عمرؓ کی جناب امیرؑ کو دیکھکر یہ حالت
ہوتی تھی کہ شدت خوف و ہیبت سے حواس باختہ ہو جاتے تھے لرزہ ہونے لگتا تھا

تو کیونکر قیاس مین آسکتا ہے کہ معاذ اللہ ایسا بزدل ایسے شیر بیشہ شجاعت کی دختر نیک اختر کو
غصب کر لیجاوے اور وہ چپ ہو رہے اور چون وچرا نکرے (پانچوین روایت) قطب
راوندی نے خرائج وجرائح مین روایت کی ہے - منہا ما روی عن سلمان الفارسیؓ قال ان
علیاً بلغہ عن عمر ذکر شیعتہ فاستقبلہ فی بعض طرق بساتین المدینہ وفی ید علی
قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکر شیعتی فقال اربع علی ضلعک فقال انک لہا ھنا ثم
رمی بالقوس علی الارض فاذا ھو ثعبان کالبعیر فاغرًا فاہ وقد اقبل نحو عمر لیبتلعہ
فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن لا عدت بعد ھا فی شیٔ وجعل یتضرع الیہ فضرب بیدہ
الی الثعبان فعادت القوس کما کانت فمضی عمر الی بیتہ مرعوبا قال سلمان فلما کان
اللیل دعانی علیؑ فقال سر الی عمر فانہ حمل الیہ من ناحیۃ المشرق مال ولم یعلم بہ احد وقد
عزم ان یحتبسہ فقل لہ یقول لک علی اخرج ما حمل الیک من المشرق ففرقہ علی من
ھو لھم ولا تحتبسہ فافضحک قال سلمان فمضیت الیہ وادیت الیہ الرسالۃ فقال
اخبرنی امر صاحبک من این علم بہ فقلت وھل یخفی علیہ مثل ھذا وقال یا سلمان
اقبل منی ما اقول لک ما علی الا ساحر وانی لمشفق منہ والصواب ان تفارقہ وتکن فی
جملتنا فقلت بئس ما قلت لکن علی ورث من اسرار النبوۃ ما قد رائیت منہ وعندہ

لہ منجملہ معجزات جناب امیر کے ہے جو سلمان فارسیؓ سے مروی ہے کہا کہ علیؑ کو خبر پہنچی کہ عمر آپکے شیعہ کا ذکر کرتا ہے مدینہ کے باغونکی بعض رستون مین عمر آپکے
سامنے آگیا اور علی کے ہاتھہ مین کمان تھی فرمایا ای عمر میرے شیعہ کے تذکرہ کی تجہسے مجکو خبر پہونچی ہے اوسنے کہا ذرا اپنی کجی پر نرمی کر علی نے فرمایا
(ہان) تو یہان ہے اور اپنی کمان کو زمین پر پہینکدیا اچانک وہ ایک اژدہا ہوگئی اور موہنہ کہولکر عمر کی طرف اوسکے نگلنے کے واسطے متوجہ
ہوئی عمر چلایا برای خدا ای ابا الحسن مین پہر کبہی کسی امر مین ایسا نکرونگا اور عاجزی کرنے لگا آپنے اژدہا پر ہاتھہ مارا تو وہ جیسی پہلے کمان تہی
ویسا ہی ہوگیا عمر اپنی گہر خوف زدہ چلاگیا سلمان نے کہا جب رات ہوئی امیر المومنین نے مجکو بلاکر فرمایا کہ عمر کے پاس جا مشرق کی جانب
سے اوسکے پاس مال آیا ہے اور کسیکو اوسکی خبر نہین اور اوسکا قصد ہے کہ وہ مال روک رکہے پس اوسکو کہہ کہ علی تجہکو کہتا ہے کہ جو مال مشرق
کیطرف سے تیرے پاس آیا ہے اوسکو نکال اور مستحقون پر بانٹ دے اور روک مت (ورنہ) مین تجہکو فضیحت کرونگا - سلمان کہتا ہے
مین اوسکے پاس گیا اور پیام پہنچایا عمر نے کہا کہ مجکو اپنے یار کے امر کی خبر دے کہ اوسنے اسکو کہان سے جانا مینے کہا کیا اوس سے ایسی باتین
مخفی رہ سکتی ہین - پہر کہا - ای سلمان جو مین تجہسے کہتا ہون مان لے علیؑ صرف جادوگر ہے اور مین اوس سے ڈرتا ہون
اور بہتر یہہ ہے کہ تو بہی اوس سے جدا ہو جائے اور ہم مین شمار کیا جاوے مین نے کہا تو نے برا کہا مگر علی نبوت کے اسرار کا
وارث ہوا ہے جو تو دیکہہ چکا ہے اور اوسکے پاس - ۱۲ -

الکتر[۱] ما رایت منه قال ارجع الیه فقل له السمع والطاعة لامرک فرجعت الی علی فقال احدثک ماجری بینکما فقلت انت اعلم به منی فتکلم بکل ماجری بیننا ثم قال رعب الثعبان فی قلبه لی ان یموت انتہی بلفظہ ہمارے فاضل مخاطب اس روایت کو خرائج و جرائح اپنے قطب الاقطاب کے صفحہ نمبر ۲۱۲ و ۲۱۳ پر بغور ملاحظہ فرما کر فرماوین کہ مدلول اس حدیث کا پہلے واقع ہوا ہے یا مدلول حدیث شریف اول فرج غصبت کا اگر یہہ قصہ اژدہا پہلے واقع ہوا ہے تو میرے کیا کسی عاقل کے سمجھہ مین نہین آتا کہ جو شخص کسی کے شیعیان پاک کا بے ادبی سے نام لینے پر ایسا بڑا معجزہ دیکھہ چکا ہو۔ اور مرنے تک اوسکے دلمین دہشت باقی ہو اور شیعونکی استمداد و اعانت دیکھہ چکا ہو۔ بیٹی کے غصب کا تو کیا ذکر وہ لونڈی کا بہی نام لے سکے اور اگر بفرض محال نام لے بہی تو اوسوقت بہی ایک معجزہ دکہا کر اوسکو ڈرا سکتے تہے اور اگر غصب فرج پہلے ہوا تہا تو کیا جو شیعون کے نام لینے پر کیا وہ غصب دختر پر نہین کیا جا سکتا تہا کیا غصب دختر شیعونکی صرف نام لینے سے بہی کم درجہ ہے ای حضرات تمکو تمہاری تشیع کی قسم ہے ذرا تو اپنی دین و ایمان اور عقل و انصاف سے فرماؤ ہمارے نزدیک تو آپ صاحب اپنی مذہب کے اس سے بہتر دوسری کوئی توجیہہ نہین فرما سکتے کہ جناب امیر جو عالم ما کان و ما یکون تہے آپکو ام کلثوم کے حیثیت سے معلوم ہو گیا تہا کہ ام کلثوم زمرہ نواصب مین سے ہے کہ بعد مین معتقد صحت خلافت عمر ہو جاوینگی تو آپنے بحکم الخبیثات للخبیثین اوسکو بخوشی و رضا عمر کو دیدیا ع کند ہمجنس با ہمجنس پرواز اگر حضرات مدعیان ولائے شاہ جہان تمام سادات حسنیہ و حسینیہ کو کافر و فاسق و ناصبی کہتے ہو اگر ایک بیچاری ام کلثوم کو جو آیت تطہیر مین بہی داخل نہین ہے بلکہ اوسکا صحابیہ ہونا زیادہ باعث بدگوئی ہے برا بہلا کہدوگے تو مین یقیناً کہہ سکتا ہون کہ تمہارے اصول مذہب کے بہی خلاف نہوگا

---

[۱] جو تونے دیکہا ہے اس سے بہی زیادہ ہے اسنے کہا تو اوسکے پاس واپس جا اور کہہ کہ تیرے حکم کا مین مطیع ہون پہر مین علی کے پاس واپس گیا اوسنے کہا جو تمہاری باہم باتین ہوئین مین تجہسے بیان کرون مین نے کہا کہ آپ اونکو مجہسے زیادہ جانتے ہین پہر ساری سب باتین بتادین پہر فرمایا کہ مرنے تک اژدہا کی دہشت اوسکے دلمین رہیگی ۱۲

÷ ÷

بلکہ پورا مطابق ہوگا اور اہلسنت کے بہی کسیقدر اس طعن سے زبان بندی ہو جائیگی (چہٹی روایت)
صاحب آیات بینات نے کتاب عماد الاسلام جناب قبلہ وکعبہ شیعیان مولوی دلدار علی سے نقل کی ہے
چنانچہ جسقدر الفاظ کا ترجمہ کیا ہے اوسکو ہم ملخصاً لکہکر اصل عبارت بتمامہا نقل کرتے ہین کہ کتب
امامیہ مین لکہا ہوا ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے بحکم الٰہی اپنی اور علی کے دروازہ کے سوا سب
دروازہ مسجد سے بند کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عباس کی درخواست دروازہ کے نسبت تو نامنظور ہوئی
مگر پرنالہ کی درخواست منظور ہوئی اور خود حضرت نے پرنالہ لگا دیا عمر فاروق رض کے عہد خلافت مین تین سال تک
جاری رہا ایک روز اوسکا پانی عمر کے کپڑون پر گرا اونہون نے اوسکو اوکہڑوا دیا اور حکم دیا۔ کہ اگر
کوئی اسکو لگائیگا تو اوسکی گردن مارونگا۔ حضرت عباس نے حضرت علی کے پاس جاکر شکایت کی اور
اپنی مصیبت سنائی اونہون نے فرمایا کہ تم اپنے گہر مین آرام سے بیٹہو دیکہو مین کیا کرتا ہون
ثم نادی[۱] یا قنبر علی بذی الفقار فتقلدہ ثم خرج الی المسجد والناس حولہ وقال
یا قنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانہ فصعد قنبر فردہ الی موضعہ قال علی و
حق صاحب ھذا القبر والمنبر لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعنق الآمر لہ بذلک
ولاصلبنہما فی الشمس حتی یتقدوا فبلغ ذالک عمر بن الخطاب فنہض ودخل
المسجد ونظر الی المیزاب وھو فی موضعہ فقال لا یغضب احد ابا الحسن فیما
فعلہ ونکفر عنہ عن الیمین فلما کان من الغد مضی علی بن ابیطالب الی عمہ العباس فقال لہ
کیف اصبحت یا عم قال با فضل النعم مادمت لی یا ابن اخی فقال لہ یا عم طب نفسک
وقر عینا فواللہ لو خاصمنی اھل الارض فی المیزاب لخصمتہم ثم لقتلتہم بحول اللہ وقوتہ

[۱] پہر قنبر کو پکارا کہ ذوالفقار لے آ اوسکو حمائل کیا پہر جانب مسجد نکلے اور لوگ انکے گرد اگرد تہے اور کہا اے قنبر چڑہ اور پرنالا اپنی جگہ پر لگا قنبر چڑہ گیا
اور اوسکو اوسکی جگہ پر لگا دیا۔ علی نے کہا اس قبر اور منبر والے کے حق کے قسم اگر کہینچیگا اسکو اوکہاڑنے والا تو مین اوسکی اور اوسکی حکم کرنیوالے کی گردن مارونگا
اور ان دونون کو دہوپ مین سولی چڑہا دونگا یہانتک کہ تمام ہو جائین یہہ خبر عمر بن خطاب کو پہنچی تو اوٹہا اور مسجد مین ایا اور پرنالہ کو اوسکی جگہ دیکہا کہا کوئی شخص
علی کو اوسکے کام مین غصہ نہ دلاوے اور ہم اپنی قسم کا کفارہ دینگے دوسرے دن فجر کو علی اپنی چچا عباس کے پاس گئے۔ اور پوچہا آپ کیا حال ہے۔ کہا
بہتیجے جبتک تو میرا ہے بہتر نعمتون سے ہون فرمایا اے چچا خوش رہو اور ٹہنڈی آنکہین کہ خدا کی قسم اگر پرنالہ کے معاملہ مین تمام زمین والے مجہسے

ولا ابالك حنيتم ولا غم وقام العباس فقبل بين عينيه وقال يا ابن اخي ما خاب من
انت ناصره وكان هذا فعل عمر بالعباس عم رسول الله وقد قال في غير موطن وصيته
مد في حمد ان عمي العباس بقية الآباء والاجداد فاحفظوني فيه كل في كنفي وانا في
كنف عمي العباس فمن اذاه فقد اذاني ومن عاداه فقد عاداني فسلمه
سلمي وحربه حربي وقد اذاه عمر في ثلث مواطن ظاهرة غير خفية منها قصة
الميزاب ولولا خوفه من علي عليه السلام لم يترك علي حاله انتهى - خدا کے لیے
اس روایت کو ذرا انصاف وفہم کو مستعار ہی لیکر ملاحظہ فرماوین اور جناب امیر کی کیفیت صبر و
وسکوت وعجز وبیچارگی ودرماندگی کو اس روایت کی عینک مین دیکھیں اور خیال کرین کہ خدا تعالی
کی وصیت کی بجا آوری اوسکے بندگان مقربین ومعصوم الیہ طرح ہی کرتے ہین - جیسا کہ جناب
امیر نے فرمائی - کیا جناب سرور کائنات کے حکم کی ایسی ہی عزت ہوتی ہے - جو حضرت
امیر مراد نکے اہل تشیع اتہام لگاتے ہین - افسوس - کوئی شخص ان حضرات انصاف شعار کے
دوستونسے پوچھے کہ کیا امامت کا چھن جانا بیات کا غصب ہونا حضرت عباس کے پرنالہ کے
برابر بہی نتہا - جو باجماع جمہور طائفہ ناقص الایمان ہین - حالانکہ قاضی صاحب شوستری قدس سرہ کے
بالائی جاتی کہکر فرماتے ہین کہ امامت کا چھن جانا ہزار فروج کے غصب سے بہی زیادہ ہے تو
موافق آپکے قاضی صاحب کے فیصلہ کے پرنالہ عباس کا معاملہ ہزارہا فروج کے غصب سے بہی بڑہکر
ہوگیا کیونکہ امامت سے بہی بڑہکر ہوا - وہل ہذا الا سفسطة صراح - پس جب جناب امیر نے ایسی ذرا ذرا سی

لے اور جب کو ذرا ظلم اور غصہ نہ بہیجے گا عباس اوٹہا اور آپکی پیشانی چومی اور کہا اے بہتیجے جسکا تو مددگار ہوگا وہ خسارہ
مین نہین ہے تو عباس عم رسول اللہ کے ساتہ عمر کا یہ فعل تہا - اور آپ ہی کے باب مین اپنی وصیت بہت مواقع مین فرما
کہ میرا چچا عباس آبا و اجداد کا بقیہ ہے اسکے باب مین میری رعایت کرو ہر ایک میری حمایت میں ہے اور مین اپنے چچا عباس کے
میں ہی اسکو ایذا دی تو مجکو ایذا پہونچائی اور جسنے اوس سے عداوت کی اونے مجھسے دشمنی کی اوسکی صلح میری صلح ہے اوسکی
لڑائی میری لڑائی ہے اور اوسکو عمر نے تین مواقع میں ظاہر جسکی ایذا پہنچائی منجملہ اوسکی پرنالہ کا معاملہ تہا اگر اوسکو
علی کا خوف نہوتا پرنالہ کو اوسکی حالت پر نہ چھوڑتا - ۱۲ -

معاملہ مین ہنگامہ قتل وقتال سے بہی فریز نکیا ہو از غصب بنات کے معاملہ مین - بروی عقل انسان
کیونکہ باور کیا جا سکتا ہے کہ آپنے صبر وسکوت فرمایا ہوگا تعجب یہہ ہے کہ غصب بنات
بہی کرین تو کون اور عاجز وبیچارہ بہی ہون تو کس کے مقابلہ مین جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے
ہین کہ آپکے زبانی تہدید اور ظاہری دہمکی سے ڈر جاتے ہے تہے اور اپنی ارادہ سے باز رہتے تہے ایسی
لوگ حضرت امیر سے خلافت غصب کرین یا بنات چہینین مگر ہان شاید خدا تعالے نے
یہہ فرمایا ہو نگا کہ خاص اہانت وبنات کے غصب پہ نہ بولنا اور میراث وغیرہ کے معاملہ مین اپنے
قوت وشجاعت کے جوہر دکہلانا - اور بسبب کسی حکمت عظیمہ کی خدا کے نزدیک غصب خلافت
وغصب بنات سے پرنالہ کا اوکہاڑنا اقبح ہوگا جسکے ادراک سے ہماری عقول قاصر ہین نعوذ باللہ من ذلک
توان دلایل واضحہ سے واضح ہوا کہ جبر واکراہ کا دعوی بالکل لغو اور سراسر باطل ہے نہ خدا کی طرف سے
وصیت تہی کہ دین کی بربادی اور اہلبیت کی اہانت وتذلیل چپکے چپکے دیکہنا اور سر نہ ہلانا نہ آپ
بیچارہ اور بے یار وانصار تہے نہ آپ کو یار وانصار کی ضرورت تہی والحمد للہ علی ذلک لیکن جو فقرہ
اسمین اس نکاح کی نسبت گذارش ہوا ہے وہ علی سبیل التنزل والتسلیم تہا ورنہ فی الحقیقت بندہ
نے جو کچہہ عرض کیا تہا اس سے نکاح ہرگز مراد نہ تہا - کیونکہ بندہ نے الزاما یہہ عرض کیا تہا) کہ اسکے
کیا یہی معنی ہین کہ نعوذ باللہ توبہ توبہ آل رسول کی بنات کو بلکہ بلکہ اونکی شرمگاہونکو مغصوب بنا ٹہہرادیا)
اس عبارت سے صریح ظاہر ہے کہ بندہ نے غصب کا الزام لگایا ہے پس اسپر یہہ کہنا کہ مراد
غصب سے نکاح ہے سراسر تحریف ہے - ثبوت غصب تو روایت کلینی وغیرہ سے واضح ہے - بلکہ
بعبارت النص ثابت ہے وہ روایت کرتے ہین - ہی اول فرج غصبت منا - پہر اوسکو نکاح پر محمول
کرنا بوجوہ باطل ہے اول تو یہہ کہ لفظ غصب فرج سے نکاح خلاف زعماد اولیا اعراض
عن الحقیقۃ وصیرورت الی المجاز ہی جو بلا تعذر حقیقت جائز نہین اور اسجگہ حقیقت متعذرہ نہین ہے
بلکہ قرائن داعی الی الحقیقت ہین غصب اسی شخص کیطرف منسوب ہے جس نے بعدہ اس سے
وہ کام کیے جو اس سے بدرجہا زیادہ تہے کیونکہ وہ سرگروہ دشمنان اہلبیت تہا - اور اسی بعد

وفات سرورکائنات کے بعد معصومونکو قتل کیا مہبط وحی خانہ اہلبیت کو جلایا اہلبیت کے ذلت رسانی
مین کوئی دقیقہ چھوڑا۔ جسکی یہہ حالت ہو اوسکی طرف غصب مناب روایات مین منسوب ہو تو عقل
سلیم کیطرف ہرگز یہہ تصدیق نہین ہوتی کہ اوسنے بجبر نکاح کیا ہوگا جب وہ ایسا خلیع العذار ہو کہ جسنے پہلے
سی ناشائستہ حرکات کی ہون اوسکو کیا ضرورت ہو کہ وہ نکاح کے جھگڑے کو خریدے نکاح کی نسبت
بدون نکاح کے غصب مین تذلیل اہلبیت زیادہ مقصود ہو پس اوسنے ظاہر اصول سیہ یہی کیا ہوگا
جو باعث تذلیل اہلبیت زیادہ ہو تو اس سے صاف ثابت ہوا کہ غصب اپنی معنی حقیقی پر ہی محمول ہے
دوسری یہہ کہ اگر تسلیم کیا جاوے کہ مراد غصب سے نکاح بلا رضا ہے۔ تاہم مفید مدعا نہین کیونکہ حسب
تصریح فقہاے قوم نکاح مومنہ کا دشمن اہلبیت سے قطعاً حرام بلکہ اسد محرم ہے پس جبکہ ادنیٰ مومنہ کا نکاح
اوسنے دشمن اہلبیت کے ساتھہ حرام ہو تو جگر گوشہ بتول کا نکاح سرگروہ دشمنان اہلبیت اور مرد قتل مباین
علی بزعم شیعہ کے ساتھہ کیونکر جائز ہوگا۔ پس جب یہہ نکاح جائز نہوا اور حرام ہوا تو غصب از نکاح مین
صرف تنازع لفظی ہی رہگیا۔ اور اگر تقیہ اور جبر واکراہ کا عذر فرمادین تو وہ عنقریب ایسا نیست و نابود ہوگا
کہ اوسکی اصلاح فاضل مجیب سے بعد رجعت ہی محال ہے ولن یصلح العطار ما افسد الدھر تیسری
صاحب تحفہ نے اپنی دانست سے تحریر فرمایا ہے۔ کہ نکاح بغیر طیب خاطر باشد اصلا مستلزم زنا نیست
چہ تجویز تزویج در مقام ضرورت و اضطرار از باب رخصت ست چنانچہ تجویز تناول میتہ در حال مخمصہ و اضطرار
قائلین تقیہ میگویند کہ شارع فعلی را کہ بطریق تقیہ واقع شود قائم مقام مامور بہ قرار داد۔ پس بجا آوردن
آن امتثال امر الٰہی ست و این معنی مقتضی اجرست پس وقوع زنا لازم نیاید چنانچہ ہرگاہ جابری
شخصی را بطلاق دادن زوجہ اش اجبار نماید در عرف میگویند غصبت زوجتہ۔ حضرت کشمیری
صاحب نے جبر واکراہ و ضرورت و اضطرار کی نسبت جو کچھہ تحریر فرمایا اوسکا قلع و قمع واجبی ہم کرچکے
ہین لیکن حضرت کشمیری اور اونکے مقلدین سے اسقدر استفسار باقی ہے کہ کیون حضرت جب
جبر واکراہ و ضرورت و اضطرار کی ٹہری اور مثل میتہ اور لحم خنزیر کی حالت مخمصہ مین ہوئی تو جو کچھہ
جبر واقع ہونگے وہ مباح ہوگا اور جو کچھہ از راہ اکراہ واجبا واقع ہوگا وہ عین امتثال حکم خداوندی ہوگا

تو پہر چاہیے لفظ غصب کو اوسکی معنے حقیقی سے پہیر کر معنی مجازی پر محمول نکرین بلکہ معنی حقیقی پر
محمول کرنے سے اور زیادہ غاصب کی برائی پر دال ہوگا اور اہلبیت پر ثبوت کسی قسم کا الزام لازم
نہوگا کیونکہ دونو صورتو مین اہلبیت سے تو جو کچھ ہوا وہ بحالت مجبوری بقصد تقیہ کے پردہ مین ہوا جو امتثال
امر خداوندی ہے خواہ نکاح بلا رضا ہوا تو او غصب ہوا تو لیکن غاصب کے حق مین اگر نکاح بجبر تسلیم
کیا جاوی تو ایک معصیت اکراہ کی ہی ہوگی وبس۔ کیونکہ بعد نکاح تحقق زنا مفقود ہے۔ اور اگر غصب
اپنے معنی پر محمول ہوگا تو بحق غاصب ایک برائی فعل غصب کی ہوگی اور دوسری زنا کی کہ اوسکے
حق مین لامحالہ یہہ زنا ہوگا معلوم نہین کہ اس لفظ کو اوسکی معنے حقیقی سے کیون پہیرتے ہین
اور معنی مجازی پر بلا ضرورت داعیہ اور بدون قرینہ کیون محمول کرتے ہین۔ واجب ہی کہ اس
لفظ کو اوسکی معنے حقیقی سے مصروف نکرین اور معنے مجازی کا ارتکاب نفرماوین۔ رہا یہہ کہ آپکے
حضرت کشمیری صاحب جو یہہ نظیر پیش فرماتے ہین کہ اگر کوئی جابر بجبر واکراہ کسی کی زوجہ کو
اوس سے طلاق دلوائی تو عرف مین ہے کہتے ہین غصبت زوجتہ محض مغالطہ ہی کیونکہ اول تو اہل
عرف مین یہہ کلام ہی جبتک کسی دلیل سے ثابت نکیا جاوی بعد اوسکی یہہ نظیر اپنی ممثل لہ کی ہی
مطابق نہین اور نہ اسکا غصب ہونا ممثل لہ کے غصب ہونے کو مستلزم ہے کیونکہ طلاق باکراہ
دلوانا گویا ایک شخص کے مملوک شئی کو اوسکی قبض وتصرف سے بلا جواز شرعی بجبر نکالنا ہے۔ جسپر
غصب صادق آتا ہے اور مانحن فیہ مین یہہ معنے مفقود ہین کیونکہ نکاح بالجبر کی صورت مین
کیکی مملوک ومتصرف کو اوسکی قبضہ سے نہین نکالا تو نکاح بالجبر کی مماثل نہوا۔ اچھا ہمنے مانا کہ
یہہ دونو برابر سہی لیکن پہر یہہ دعوی آپکی حضرت کشمیری کا غلط ہے کیونکہ اس عبارت سے
نکاح اوسوقت مستفاد ہوسکتا ہے جبکہ غصب کی نسبت نفس عورت کیطرف جاوے اور
جب اوسکی نسبت عورت کی فرج کیطرف کرکے زیادہ تشنیع وتقبیح کیجاوی تو اوسوقت تاویل نکاح
بالجبر کے مسلم نہین بلکہ اوسوقت بسبب اسکی غصب کا فرج پر وقوع بیان کرکے غایت درجہ
قبح وشناعت مین پہنچایا گیا ہی غصب حقیقی ہی مراد ہوگا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اس سے ہرگز مراد نکاح بالجبر نہین

بلکہ غصب حقیقی مراد ہے - مگر حضرت کشمیری صاحب نے اپنی خوش فہمی سے اس قید کو نہیں سمجھا
یا تجاہل فرمایا ہو - غرض یہ کہ غصب خواہ حقیقی معنے پر محمول ہو یا مجازی معنے پر وقوع جرم
مین اصول شیعہ پر کچھ کلام نہیں ہر طرح حرام ہونا حضرات کا بیجا نہیں چہوٹتا - **قولہ** بالفرض
اگر ام کلثوم بنت زہرا ہی کا نکاح ہوا تب بھی کیا قباحت لازم آتے ہاں یہ ظاہر ہے کہ یہ نکاح
بخوشی نہیں ہوا۔ **اقول** جب فریقین کے کتب معتبرہ اور روایات معتمدہ سے ثابت ہے کہ نکاح
ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہی ہوا ہے تو بالفرض کے کیا معنی یہ امر فرضی نہیں ہے
یہ تو واقعی اور تحقیقی ہی پہر لفظ بالفرض کہنا محض دہوکہ دہی ہے - اور جب آپنے اس نکاح کو
تسلیم کرلیا تو قباحت یہ لازم آتی ہے کہ تمام اصول و فروع شیعہ برباد ہوئی جاتے ہین کیونکہ
حسب روایات شیعہ جناب امیر ملجاء و مضطر نہیں ہوسکتے تہی تو لامحالہ یہ نکاح بخوشی ہوا اور اس سے
جیسی کچھ صاعقہ شرربار خرمن مذہب امامیہ پر واقع ہوتی ہی کسی فہمی خرد پر مخفی نہیں کیونکہ اگر حضرت فاروق
اسکے لیے اہل اور لائق تہے تو بھی مذہب تشیع کی خرابی اور اگر لائق نہیں تہے تاہم مذہب تشیع کی بربادی
اور اگر باہمہ پہر بہی بناخوشی و ناراضی یہ نکاح واقع ہوا تاہم مذہب تشیع کی تباہی پس ظاہر ہی
فاضل مجیب کا یہ کہنا تب بہی کیا قباحت لازم آتی ناواقفی یا تجاہل سے ناشی ہے ورنہ جب روایات
شیعہ نکاح صحیح ہوا تو یہ کہنا کہ کیا قباحت لازم آئی سراسر ابلہ فریبی ہے **قولہ** چنانچہ شرح صحیح بخاری کے ثبت ہے روایا بارہا بنیہ نکاح ہے
اقول ہم سابقاً عرض کر چکے ہین کہ آپکے قاضی صاحب شوستری نے اس روایت کو ابن
حجر متاخر کیطرف نسبت کیا ہے جو ابن حجر مکی ہے اور آپکے کشمیری صاحب نے نزہہ مین اس روایت کو
متعلق ابن حجر کیطرف منسوب کیا ہی تو بظاہر ہماری فاضل مجیب کے خوش فہمی معلوم ہوتی ہے
کہ اسی کلام مین جو نزہہ سے لیتے ہین یہ سمجھ کر کہ ابن حجر مطلق لکہا ہی تو عسقلانی مراد ہوگا اور انکی
شرح بخاری مین لکہا ہوگا فتح الباری کی طرف کذباً و افتراءً بنسبت فرما دیا حالانکہ وقت اطلاق کے
سبقت ذہن کے فتح الباری کے طرف ممنوع بلکہ متبادر مطلق ابن حجر کی ایسی امر کے ذکر نے
سے جو متعلق حالات صحابہ ہو کتاب اصابہ ہے اور اسمین یہ روایات بطرق متنوعہ موجود ہین

لیکن اس روایت کا کہین نشان بہی نہین بلکہ اسکی مخالف ثابت ہوتا ہے - اور اگر بالفرض یہہ روایت فتح الباری مین ہو بہی تو آپکے قاضی صاحب کا ابن حجر متاخر یعنے مکی کیطرف نسبت کرنا کذب وغلط ہوگا قطع نظر اس سے کہ قاضی صاحبنے فقط متاخر لکہا ہے اور قرینہ بہی دال ہے کہ مراد ابن حجر ابن حجر مکی ہے وہ یہہ کہ قاضی صاحب بعد نقل روایت کے فرماتے ہین جسکا حاصل یہہ ہے کہ بعد اس روایت کے ابن حجر نے عمر کے ضم وتقبیل کیطرفسے جو عقد وتحلیل سے پہلے واقع ہوئی یہہ عذر کیا ہے کہ ام کلثوم بسبب صغر سنی کے اسدرجہ کو نہین پونہچی تہی کہ مشتہاۃ ہو کہ اوسکی ضم وتقبیل حرام ہو اور اگر وہ صغیرہ نہوتی تو حضرت علی اوسکو کیون بہیجتے - اور یہہ عبارت صواعق ابن حجر مکی مین مذکور ہے وتقبیلہ[١] وضمہ لہا علے جہۃ الاکرام لانہا لصغرہا لم تبلغ حدا تشتہی حتی یحرم ولولا صغرہا لما بعث بہا ابوہا کذلک - مگر اس روایت کا جسکا قاضی صاحب دعوی فرماتے ہیں یہان کہین پتا ونشان نہین پس معلوم ہوتا ہے کہ یہہ قاضی صاحب کی اوسی غلطی یا مغالطہ کی تقبیہ در تقلید ہوتے چلے آئے ہے مگر ہماری فاضل مخاطبنے اوسپر یہہ اور طرہ لگایا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری کے طرف نسبت کردیا جو ابن حجر عسقلانی کی ہے پہر اگر بالفرض یہہ روایت کسی ابن حجر نے اپنی کسی کتاب مین نقل کی ہو تاہم جب معارض روایات جمہور محدثین کے ہے قابل اعتبار کے نہین ہو سکتی اور اگر اعتبار بہی تسلیم کرلین تو فاضل مجیب کا یہہ ارشاد کہ باواز بلند پکار رہی ہے نہ مسلم ہے بلکہ بقاعدہ الحدیث یفسر بعضہ بعضا بانضمام دیگر روایات اس روایت مین الحیاہ کے یہہ معنے ہونگے کہ کثرت الحاح وسالت اور نہایت تردد و مراجعت فرمائے اور ظاہر ہے کہ یہہ معنی عین مناقض دعوے سامی ہے اب لیجیے جو روایات کہ ان معنے پر دال ہین جو صواعق محرقہ کے باب حادی عشر مین مروی ہین وفی روایۃ[٢] انہ صعد المنبر فقال ایہا الناس انہ واللہ ما حملنی علے الالحاح علے علی فی ابنتہ الا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[١] اور اوسکا ضم اور تقبیل کرنا تعظیم کے طور پر تہا کیونکہ وہ بسبب اپنی صغر سنی کے حد شہوت کو نہ پونہچی تہی کہ حرام ہوتی اور اگر اوسکی کم سنی نہوتی تو اوسکا باپ اوسکو اسطرح نہ بہیجتا - ١٢ [٢] اور ایک روایت مین ہے کہ عمر منبر پر چڑہے اور کہا ای لوگو واللہ علی پر اوسکی دختر کے معاملہ مین الحاح کرنے پر بجز اسکے کسی چیز نے مجکو برانگیختہ نہین کیا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ١٢

يقول كل سبب وصهر ينقطع الا سببي وصهري وانما يأتيان يوم القيمة تشفعان لصاحبهما وفی روایة لما اکثر تردده علی علی لتعلل بصغرها فقال ما حملنی علی کثرة ترددی الیک الا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کل حسب ونسب وصهر الخ
ان روایات سے کثرت الحاح ومراجعت اور نہایت تردد وسالت بداہۃً ثابت ہے پس روایت الحن فیہ مین جو لفظ اکراہ واقع ہے وہ بھی اسی معنے پر محمول ہوگا علی اصول اہل حق کیونکہ نہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فاسق وفاجر وظالم اور غاصب تھے اور نہ جناب امیر رضی اللہ عنہ مظلوم مقہور وحیران ومغلوب تھے تو لامحالہ مطابق اصول اہل حق کے ان معنی پر حمل کرنا لازم ہوگا۔ اور فاضل مجیب کا دعوی غلط ہوگا۔ وہو المطلوب **قولہ** اور غصب کے معنے یہ ہین نہ کچھ اور **اقول** یہ معنے غصب کے صرف حضرت کا ہی اختراع ہے جبتک آپ کسی نقل سے اسکو ثابت فرماوینگے اوسوقت تک یہہ دعوے قابل سماعت نہین اور بالفرض والتقدیر اگر یہہ معنی یون ہی ہے تو حصر سراسر غلط ہے جو حضرت کے خوبی فہم سے پیدا ہوا ہے اگر آپکے نزدیک یہ صحیح تہا تو کسی دلیل سے تو ثابت فرمایا ہوتا **قولہ** خلیفہ ثانی مسلمان کلمہ گو تہی احکام اسلام اونپر جاری تھے نکاح شرعی ہوا۔ **اقول** اس جواب کا مطلب یہہ ہے کہ بوجہ ظاہری اسلام خلیفہ فاروق یہہ نکاح از روی شرع کے جائز ہوا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو اپنے مسائل فقہیہ تک کے بھی خبر نہین ہے اور خبر کیونکر ہو مناظرہ کی چند کتابین دیکھکر تو مجتہدین مجتہد نہین مسائل فقہیہ کی خبر ہو تو کیونکر ہو۔ اجی جناب میر صاحب یہہ اجتہاد آپنے غلط فرمایا اور اسمین آپنے خطا کی آپ اپنی کتابونکا ملاحظہ فرمائیے آپکے یہان صحت نکاح کے واسطے صرف ظاہری اسلام وکلمہ گوئی ہرگز مفید نہین ہے بلکہ عموماً کتب فقہیہ مین نواصب

---

[1] فرماتے ہر واسطہ اور دامادی کا تعلق قطع ہو جائیگا مگر میرا واسطہ اور دامادی کا تعلق کہ وہ قیامت مین آئیگی اور اپنے تعلق والے کے سفارش کرینگی اور ایک روایت مین ہے کہ جب عمر علی کے پاس (اس معاملہ مین) بکثرت آئی گئی آپنے اوسکی صغر سنے کا عذر کیا۔ عمر نے فرمایا کہ مجھکو کثرت آمد ورفت پر بجز اسکی کسی نے برانگیختہ نہین کیا کہ مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تہے کہ کل حسب اور نسب اور دامادی تعلق الخ ۱۲

وخوارج کے ساتھ مومنہ کا نکاح صراحۃً ناجائز لکھا ہے۔ اسوقت من لا یحضر حاضر ہے اوسمین یہہ
روایت موجود ہے۔ وروی[1] الحسن بن محبوب عن سلیمان الحمار عن ابی عبد اللہ
علیہ السلام قال لا ینبغی للرجل المسلم منکم ان یتزوج الناصبیۃ ولا یزوج
ابنتہ ناصبیا ولا یطرحہا عندہ۔ قال مصنف ہذا الکتاب رحمۃ اللہ من نصب
حربا لآل محمد علیہم السلام فلا نصیب لہم فی الاسلام فلہذا حرم نکاحہم
وقال النبی صلی اللہ علیہ والہ صنفان من امتی لا نصیب لہم فی الاسلام الناصب
لاہل بیتی الخ اس روایت سے حرمت نکاح نواصب ہی نہین ثابت ہوئی بلکہ اس سے
یہہ بھی ثابت ہوا کہ نواصب کا ظاہری اسلام اور زبانی کلمہ گوئی ہرگز قابل اعتبار نہین اور جو
بعض شیعہ مثل فاضل مخاطب شکنجہ ابحاث مین گرفتار ہو کر ظاہری اسلام کو اعتبار کرتے ہین
سراسر غلط ہے نکاح تو ایک طرف رہا نواصب کا تو جھوٹا تک بھی نجس ہے من لا یحضر مین ہے
ولا[2] یجوز الوضوء بسور الیہودی والنصرانی وولد الزنا والمشرک وکل من خالف
الاسلام واشد من ذلک سور الناصب استبصار مین ہے وبہذا الاسناد عن
محمد بن یعقوب عن احمد بن ادریس بن محمد بن احمد بن یحیی عن ایوب
بن نوح عن الوشا عمن ذکرہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ کرہ
سور ولد الزنا والیہودی والنصرانی والمشرک وکل من خالف الاسلام وکان
اشد ذلک عندہ سور الناصب پس جب نواصب کے جھوٹے کا یہہ حال ہے تو اونکا

---

[1] امام ابی عبد اللہ سے مروی ہے فرمایا ہم مین سے مسلمان شخص کو لائق نہین کہ ناصبیہ کے ساتھ شادی کرے اور اپنی بیٹی کا ناصبی کے ساتھ
نکاح کرے اور اسکو اسکی پاس ڈالدے مصنف کتاب کہتا ہے جو آل محمد علیہ السلام کے ساتھ لڑائی قائم کرے اونکے لیے اسلام مین کچھہ
حصہ نہین ہیں او نکا نکاح حرام ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا میرے امت مین دو قسم کے لوگ ہین جنکو اسلام مین
کچھہ حصہ نہین ایک تو میری اہلبیت کے ساتھ دشمنی رکھنے والا الخ ۔ ۱۲ — [2] یہودی اور نصرانی اور ولد الزنا اور
مشرک اور ہر مخالف اسلام کے جھوٹی کے ساتھ وضو جائز نہین ہے اور اس سے بھی سخت تر ناصبی کا جھوٹا ہے امام
ابی عبد اللہ سے مروی ہے اونہون نے ولد الزنا اور یہودی اور نصرانی اور مشرک اور ہر مخالف اسلام کے جھوٹے کو مکروہ سمجھا
اور سب سے سخت تر آپکے نزدیک ناصبی کا جھوٹا تہا ۔ ۱۲ —

نکاح کیسا کچھ ہوگا - علی الخصوص ایسے شخص کا نکاح جو بزعم شیعہ دشمنان اہلبیت کا گروہ
قاتل ومسموم ہو کہ ایسے شخص کو شیعہ نجس العین اعتقاد کرتے ہیں اور اوسکی نسبت عدم طیب ولادت کا
حکم کرتے ہیں چنانچہ خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الاخبار
صدوق سے عدم طیب ولادت کے نسبت یہہ روایت نقل کی ہے حدثنا علی
بن احمد بن موسی رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن ابی عبداللہ الکوفی عن موسی
بن عمران النخعی عن عمہ الحسین بن یزید النوفلی عن علی بن ابی حمزۃ عن ابی
بصیر قال سالتہ عما روی عن النبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم قال ان
ولد الزنا شر الثلاثۃ قال علیہ السلام عنی بہ انہ شرہم من تقدمہ ومن تلاہ[۱]
قطعاً ناجائز اور حرام ہوگا - اور جب ادنے مومنہ کے نکاح کا یہہ حال ہو تو قدوۂ مومنات صفوۂ
سرور موجودات جگر گوشہ بتول کا نکاح تو دین وایمان سے دست برداری ہوگی اسیواسطے حسب
تصریح خاتم المتکلمین بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنی دختر کا ایسے لوگوں کے ساتھ نکاح کرے
وہ دشمن دین وایمان ہے اور ملت وشریعت کے بیخ کو قطع کرتا ہے اور اگر آپکے نزدیک ظاہری
اسلام اور زبانی کلمہ گوئی اجراء احکام اسلام کیلئے کافی ہے تو پھر آپ ذرا اپنی قبلہ وکعبہ سید محمد
صاحب تشیید المطاعن سے پوچھیں کہ حضرت آپ جو تحفہ کے اس قول کے جواب میں "اگر توقف
ابوبکر در استیفاء قصاص مالک بن نویرہ قادح در خلافت او باشد توقف حضرت امیر در استیفاء
قصاص عثمان بطریق اولے قادح باشد" یہہ ارشاد فرماتے ہیں "خلاصہ جواب از طرف
شیعیان آنست کہ عثمان نزد ایشان جائز القتل بود لہذا اخذ قصاص او واجب نباشد"
اسکے کیا معنے ہیں جب ظاہری کلمہ گوئی پر احکام اسلام جاری ہیں اور انکا مومنات کے ساتھ
نکاح صحیح ہے تو پھر آپکا یہہ فرمانا کہ وہ جائز القتل ہیں اور انکا دم ہدر ہے بالکل غلط اور مخالف

[۱] میں نے اوس سے پوچھا اوس حدیث سے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے ولد الزنا شر تین میں حضرت علیہ السلام نے
فرمایا اس سے مراد یہہ ہے کہ اپنی سے پہلے آئے اور پچھلے سے بدتر ہے -

شریعت ہی پہر معلوم نہین آپکے قبلہ آپکے اس اعتراض کا کیا جواب دینگے ظاہر تو یہہ ہے اگر حیا کو
کام فرمائینگے تو اپنے خلاف واقع بیانی کا اعتراف کرینگے اور اگر اونسے نہ پوچہین تو یہہ سوال ہماری مجیب کا
خود اونکی نفس کے طرف راجع ہے اور وہ اسکے جواب دہ ہونگے **قولہ** جناب سرور کائنات کا
حال ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت زینب دختر رسول خدا مسلمان ہوگئی تہین اور اونکا شوہر ابو العاص کافر
تہا انہین مفارقت نکروائی اور اس باب مین جو آپکی علماء نے تاویل کی ہے اوسکو یہہ روایت
باطل کرتی ہے۔ تاریخ خمیس مین حضرت ام المومنین عائشہ سے منقول ہے۔ قالت کان
الاسلام فرق بین زینب وابی العاص الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا یقدر ان یفرق بینہما وکان مغلوبا بمکۃ جب یہہ بات ثابت ہوئی تو یہان کیا حرج ہے
قول ہماری فاضل مجیب کے اوپر تو طعن بیحیائی اور بے شرمی کی نسبت ہوتی ہی تہے
لیکن یہان تو خود بدولت نے شرم وحیا کا پردہ اوٹہا کر دین ودیانت کو طاق مین رکہکر خاتم
النبیین سید المرسلین کے عصمت بلکہ نبوت ہی پر قلم نسخ پہیر دیا اور برخلاف نصوص قطعیہ
آپنے اس نکاح کے عدم جواز کو تسلیم فرمایا۔ تو معاذ اللہ آپکے قول کے موافق خاتم النبیین مرتکب
حرام کے ہوئی۔ کیونکہ اپنی بیٹی مومنہ کا باختیار خود بلا جبر واکراہ کافر کے ساتہہ نکاح کیا حالانکہ
وہ بقول آپکی ناجائز تہا۔ اور اگر یہہ مراد ہے کہ وقت عقد کے دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کافرہ تہے اور بعد مین ایمان لائی چنانچہ آپکا یہہ قول کہ حضرت زینب دختر رسول اللہ مسلمان
ہوگئی تہے اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے سے مسلمان نہ تہی اور بعد مین مسلمان ہوگئی تہے
یہہ بہی آپکے دین وایمان کے مقتضی سے ناشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر کو
بلا دلیل کافرہ کہین۔ واقعی اہلبیت نبوت کے ساتہہ آپکی زعم مین ولا ومحبت اور تمسک اسیکا
نام ہے آپ تفریق کا ذکر ابہی کیون فرماتے ہین۔ پہلے تو نفس عقد کے نسبت فرمادین کہ وہ بجبر
ہوا یا برضا اور جائز ہوا یا حرام۔ اگر یہہ نکاح بجبر ہوا اور باوجودیکہ حرام تہا لیکن کفار مکہ نے
بجبر واکراہ یہہ نکاح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا تو البتہ آپکا مقیس علیہ ہوسکتا ہے لیکن

اس صورت مین اول آپ جبر واکراہ کا ثبوت دین اور انشاء اللہ قیامت تک بہی پیش نکر سکینگے اور ایسا ہو سکی حضرت کے حق مین
تقیہ کا فتوی دین پہر یہ مسئلہ بحث رہیگا کہ اگر برضا ہوا اور حرام تہا جیسا کہ آپکی کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمہ کا
نکاح کافر کے ساتھ حرام ہے تو پہر آپ ہی خیال فرما لیجیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس دین
کیسی فعل کے مرتکب ہوئے اور اگر نکاح برضا ہوا اور جائز تہا چنانچہ واقعی اور فی نفس الامر ایسا ہی
تو پہر انکا اوسکو ذکر کرنا اور متعیش طعن قرار دینا سراسر خوش فہمی ہے۔ لیجیے ہم اسکی جواز کو آپکی
کتابونسے ثابت کرتے ہین۔ پس واضح ہو کہ ابتدا اسلام مین جبتک تحریم نکاح مومنہ کی مشرک
کے ساتھ نازل نہین ہوئی تہی اوسوقت اہل شرک واہل ایمان مین یہہ نکاح جائز وحلال تہا اسیواسطے
جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کا نکاح ابو العاص سے کر دیا تہا چنانچہ
اسکی حلت شرائع سابقہ مین بہی تہی۔ تفسیر مجمع البیان مین فاضل طبرسی تحت آیت شریفہ واقع
سورۂ ہود قال یا قوم ہؤلاء بناتی هن اطهر لكم[1] لکہتے ہین وکان یجوز فی شرعہ تزویج
المؤمنة من الكافر وكذا كان ايضا في مبدء الاسلام فقد زوج النبي صلى الله عليه
وآله وسلم بنته من ابي العاص بن الربيع قبل ان يسلم ثم نسخ ذلك پہر دوسری
جگہ سورۂ حجر مین تحت آیۂ کریمہ هؤلاء بناتي ان كنتم فاعلين[2] لکہتے ہین وقوله ان كنتم
فاعلين كناية عن النكاح اي ان كنتم متزوجين وقيل انما قال ذلك
للرؤساء الذين يكفون اتباعهم وقد كان يجوز تزويج المؤمنة من الكافر
يومئذ وقد كان ذلك ايضا في شريعتنا ثم حرم اور نیز فاضل کاشانی خلاصۃ المنہج مین پہلی
آیت کے تفسیر مین لکہتے ہین۔ گفت لوط اے گروہ من اینہا دختران من اند ایشانرا بخواہید
کہ ایشان پاکیزہ اند مر شمارا تزویج دختران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت او تزویج مومنات

---

[1] اور اسکی شرع میں مومنہ کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تہا اور اسیطرح شروع اسلام مین بہی تہا اور حضرت نے اپنی دختر کا نکاح ابو العاص سے پہلے اس سے کہ مسلمان ہو کر دیا تہا پہر منسوخ ہو گیا۔ ۱۲

[2] قولہ ان کنتم فاعلین نکاح سے کنایہ ہے یعنی اگر تم نکاح کرنے والے ہو اور بعض کہتے ہین کہ یہہ سردارونکو کہا جو اپنی اتباع کو روک سکتے ہین اور اوسوقت مومنہ کا نکاح کافر کے ساتھ جائز تہا اور پہلے ہماری شریعت میں بہی تہا پہر حرام ہو گیا۔ ۱۲

بکفار جائز بود چنانکہ در ہدایت اسلام حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دختری از دختران خود بعتبہ داد و دختر دیگر را بابو العاص و بعد از آن این حکم منسوخ شد۔ انتہے علے ما فی ازالۃ الغین
اور جب یہ حکم بعد جواز زمانہ حیات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں منسوخ ہو چکا اور یہ نکاح متنازعہ بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقع ہوا تو غیر منسوخ کو منسوخ پر قیاس کرنا اور حرام وحلال کو یکسان ومساوی سمجھنا حضرات مجتہدین ومتکلمین شیعہ کی قوت قدسیہ یا محدثہ کو زیبا ہے اور روایات اہل سنت کے بہی اسپر دال ہین۔ کہ نکاح مومنہ کا کافر کے ساتھ مبدا اسلام مین جائز تہا بعد اوسکے منسوخ ہوا چنانچہ تتاسیر واحادیث مملو ہین شرح مصابیح سے ایک روایت جو حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہین عن عائشۃ[1] لما بعث اہل مکۃ فی فداء اسرائہم حین غلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر فقتل بعضہم واسر بعضہم وطلب منہم الفداء بعث زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم من خدیجۃ فی فداء زوجہا ابی العاص بن الربیع بن عبد شمس القرشی بمال وہو کان من جملۃ اسراء بدر وکان تزویج الکافر بالمسلمۃ جائزا فنسخ بقولہ تعالی ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا الخ۔ پس ثابت ہوا کہ موجب روایات فریقین کے نکاح حضرت زینب رض کا قبل نسخ کے ہوا کہ اوسوقت مین جائز اور حلال تہا اب یہان شاید بعض اون لوگونکو جنکو حالات شریعت سے پوری واقفیت نہین یہہ شبہ واقع ہو اور وہ یہہ اعتراض کرین کہ مسلما قبل نسخ کے جائز اور حلال تہا لیکن بعد نسخ کے تو حرام ہوا تو اوسوقت تفریق کی ضرورت ہوئی اور ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب مغلوبیت کے تفریق نکر سکے پس اسکا جواب یہہ ہے کہ اول تو ہم یہہ تسلیم نہین کرتے کہ تحریم کا نزول تفریق سے پہلے ہے

[1] عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن فتح پائی اور بعض کفار کو قتل کیا اور بعض کو قید کر لائے اور اونسے فدیہ طلب کیا تو جب اہل مکہ نے فدیہ بہیجا تو زینب نے بہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر بطن خدیجہ سے تہی اپنے شوہر ابو العاص بن الربیع بن عبد شمس قرشی کے فدیہ مین جو منجملہ قیدیونکے تہا مال بہیجا اور کافر کا نکاح مسلمہ کے ساتھ جائز تہا قولہ تعالی ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا کے ساتھ منسوخ ہوا ۱۲۔

بلکہ جائز ہے کہ بعد تفریق کے آیت تحریم کا نزول ہوا ہو - دوسرا جواب بطور حل و تحقیق کے یہہ ہی
کہ واقفان نزول احکام پر مخفی نہین ہے کہ جو احکام اول مشروع تھے اور بعد شرع دینیہ کے منسوخ
ہوئی اونکی نسخ کے یہہ معنے نہین کہ بعد نسخ کے ان افعال کا کرنا بطریقہ اونہین اہل اسلام کے
اختیار کو دخل ہو غیر مشروع ہے اور جو کچہہ کہ نسخ سے پیشتر ہو چکا اور اوسکی فسخ و رفع مین مسلمانونکو
کچہہ دخل نہین وہ حکم نسخ مین داخل نہوگا - اور ظاہر ہے کہ عقد نکاح اگرچہ باختیار اولیا و عورت ہی
لیکن فسخ نکاح مین عورت یا اوسکی اولیا کو بحکم شریعت کچہہ دخل نہین تو فے الحقیقت اوسپر نسخ
وارد ہی نہین ہوا جو اوسکو حرام اور غیر مشروع سمجہا جاوے - اور ضرورت تفریق کی واقع ہو -
کیونکہ ولا تنکحوا المشرکین سے ممانعت عقد نکاح جدید کی ثابت ہوتی ہے نہ فسخ نکاح منعقدہ سابق
پر دال ہے تو تحریم اوسپر وارد ہی نہین اور حکم ناسخ اسکو شامل ہی نہین - پس تاریخ خمیس سے
جو روایت نقل فرمائی ہے وہ فریقین کے روایات صحیحہ معتمدہ کے مخالف ہے اور قابل احتجاج کے نہین
بلکہ خود ام المومنین عائشہ رض کی روایت جو شارح مصابیح نے نقل کی ہے وہ اسکی خلاف ہے
اور ممکن ہے کہ تاریخ خمیس کے روایت مین کان الاسلام فرقا محمول استحباب پر ہو یعنی معنے
کہ بہتر اور مستحسن یہہ تہا کہ نکاح کو فسخ کرا کر حضرت زینب کا نکاح کسی مسلمان سے کرتے کیونکہ اسلام نے
باہم اہل اسلام و کفار مین ایک قسم کی تفریق کر دی تہی - لیکن چونکہ فسخ باختیار مرد ہے اسلیے آپکو
قدرت نہ تہی اور شاید موجب کشاکشی اور فتنہ کا ہوتا - لیکن آپ مغلوب تہی ایسی حالت مین
صرف استحباب کے لیے فتنہ برپا کرنا مناسب و مصلحت نہ تہا اور چونکہ تحریم کا نزول جب تک
نہین ہوا تہا یہہ نکاح بہی حرام نہین ہوا تہا تو اس توجیہ کے موافق تمام روایات مجتمع ہو گئی اور
بحمد اللہ تعارض ہمہ مرتفع اور استدلال فاضل مستدل باطل ہوا معہذا بالفرض سلمنا کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مین مغلوب تہے اور بوجہ مغلوبیت کے تفریق بزعم آپکے واجب تہی
لیکن یہہ قصہ مقیس علیہ نکاح ام کلثوم نہین ہو سکتا ہے - کیونکہ ہم پیشتر بروایات معتبرہ
ثابت کر چکی ہین کہ مغلوبیت جناب امیر کا قائل ہونا ہی غلط اور باطل ہے - غرضکہ اس قصہ کو

بیان ذکر کرنا حضرات شیعہ کے عموماً اور فاضل مخاطب کے خصوصاً کمال خوش فہمی اور دانشمندی پر دلالت کرتا
ہان اگر اوس نکاح کو مقیس علیہ قرار دیتے کہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو نو صاحبزادیون
زینب و رقیہ کا نکاح یکی بعد دیگرے عثمان ذی النورین کے ساتھہ فرمایا اور وہان بھی غصب کے
قائل ہوتے اور حضرت کے مغلوبیۃ اور تقیہ کا دعوے کرکے ثابت کرتے تو البتہ مضائقہ نہ تہا۔
چنانچہ قاضی صاحب شوستری نے مجالس مین اسکو بابن الفاظ زیاگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر
بعمر فرستاد۔ اور اسکو ذکر کرکے اپنے استدلال کے بیخ آپ اپنے ہاتھون کاٹ ڈالی کیا معنے کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تو نہ تقیہ سے تہا نہ مغلوبی و درماندگی و جبر و اکراہ سے تہا تو یہہ
فعل انکاح بطیب خاطر و جواز شرعی ہوا تہا تو ولی کا فعل انکاح بھی ایسا ہی برضا و خوشی
و جواز شرعی بلا جبر و اکراہ ہوا وہو المدعی۔ **قولہ** معاذ اللہ اگر یہہ بھی فرض کرین جو حضرت مجیب
یا حضرت مجیب کے مہر مہدی صاحب آیات بینات مین فرماتے مین تب بھی تمسک کو اس سے کیا
نسبت مثلاً اگر کوئی یہہ حجت پیش کرے کہ کیا اہلسنت کے رسول اللہ سے تمسک کرنے کے
یہہ بھی معنے ہین کہ انکی بیٹی کو زوجہ کافر اس حالمین قرار دین جبکہ اسلام نے جدائی کر دی تہی
تو حضرت کیا جواب دینگے **اقول** سبحان اللہ اہلبیت نبوت جنکی شان مین آیت تطہیر نازل ہو
اوسکے دشمنو نکو صریح زنا اور فحش اور بیحیائی کی تہمت سے ملوث و متہم فرماوین اور پہر بھی تمسک
مین رخنہ نہ پڑے یہہ تمسک حضرات شیعہ کا ہے تمسک ہے اور اہلسنت کے تمسک پر جو
نکاح ابو العاص کے ساتہہ معارضہ کیا بحمد اللہ اہلسنت کو مونت جواب کی کچہہ حاجت نہین کیونکہ
یہہ قصہ مشترک الالزام ہے پس اسکا جواب جو کچہہ علماء شیعہ نے دیکر فیصلہ کیا ہے چنانچہ اوسکی
نقول بحوالہ مجمع البیان و خلاصۃ المنہج ماسبق مین مذکور ہو چکی ہین وہی جواب اہلسنت کیطرف سے قبول
فرماوین کہ اسکا وقوع قبل نسخ کے تہا اور یہہ الزام جو شیعہ پر بابت غصب و فحش کے لگایا گیا ہے
بعد نسخ و تحریم کے ہے پس اسکی شرمندگی و خجالت رفع کرنیکے لیے قصہ نکاح زینب ذکر کرنا
حضرات کے کمال تبحر علمی پر دال ہے جب دیکھا کہ راہ نجات جہات ستہ سے مسدود ہے۔۔۔

اور طریق گریز و فرار ہر چہار طرف سے تنگ ہے تو بطور ابلہ فریبی کے ایک روایت اہل حق کیطرف سے ذکر
کردی تاکہ ناواقف سمجہین کہ حضرت میر صاحب قبلہ نے بہی بہت بڑا الزام دیا۔ **قولہ**
انبیاء و اوصیاء و اہل بیت پر جو ظلم و ستم ہوئے اونکا بیان کرنا تمسک کے برخلاف نہین ہے ورنہ
جو ذلت و رسوائی و بیعزتی ظاہری کربلا و شام وغیرہ مین ذریت رسول کی ہوئی انکا بیان
کرنا تمسک کے برخلاف ہو پہر حضرات اہلسنت ان وقائع کو کیون اپنی کتب مین تحریر فرماتے ہین
اقول یہہ تو آپ اوسوقت فرمائین کہ اگر ہم آپ پر تاریخی واقعات کے بیان کی نسبت
الزام دیتے ہون۔ بیان واقعات تاریخی مین تو جو حالت ہوتی ہے نقل کیجاتی ہے۔ یہان
تو الزام یہہ ہے کہ اہل بیت نبوت کی نسبت جنکی ولاء تمسک ہے آپ زبانی دعوی ہین اپنی کتب
دین و ایمان مین امام معصوم کے زبانی فرماتے ہین کہ امام معصوم نے فرض کرو کہ نکاح جائز کی نسبت
فرمایا اول فرج غصب ہنا کوئی باحیا اسکو جائز کہی گا معاذ اللہ کوئی مسلمان اسکو تجویز نہین
کرسکتا ہے۔ اول تو یہہ امر واقع اور نفس الامر کے خلاف دوسرے امام معصوم پر فحش گوئی کی
تہمت تیسری جگر گوشہ بتول کے دشمنونکی نسبت سے خباثت و فعل حرام کا الزام۔ تعجب ہے کہ آپ
اسکو تمسک کے برخلاف نہین خیال فرماتے معلوم نہین کہ تمسک کس چیز کا نام رکہ رکہا ہے
معلوم ہوتا ہے کہ محرم مین نام بنام ہر ایک کے ذلت و رسوائی بیان کرکے واویلا کرنیکا نام ولاء تمسک
رکہا ہے حالانکہ اگر کسی ادنے شخص پر بہی کبہی کوئی مصیبت و ذلت اوسکی اہل کے نسبت پیش
آتی ہے تو بعد اوسکے کبہی اوسکا نام تک بہی نہین لیتا چہ جائیکہ اوسکا سالانہ ماتم کرے
اور یہہ حضرات محب اہل بیت ہر سال اہلبیت کی ذلت کی تجدید کرتے ہین اور ہر سال اپنی ماتم
پیرایہ مین اونکو ذلیل و رسوا کرتے ہین جسپر غیر مذہب کے لوگ بہی خندہ زنان ہین بلکہ فی الواقع
یہہ حضرات محب اہلبیت نہین بلکہ دشمن اہلبیت ہوئے۔ ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ
محرم مین دار المومنین لکہنو کے اندر خصوصاً حضرت مجتہد صاحب کے امام باڑہ مین دو تین خیمے
کجاوے بند ہوا کر اونپر سیاہ پوش عورتین سوار کیجاتے ہین اور وہ زنان اہلبیت کے نقل ہوتی ہین

اور مجلسمین اون اژدہونکی پیٹ لپیٹ کر روتے چلاتے ہین اور ایک ایک کا نام لیکر چیختی ہین بلبلاتے ہین غرض کیا کچھہ طوفان بے تمیزی ہے جو وہان نہین ہوتا پس اسکا نام تمسک ہے اور یہہ کچھہ ولاو محبت ہی علاوہ ازین اہلسنت نے سوانحی بیان تاریخی حالات کے اور وہ بھی بقدر ضرورت نرم الفاظ مین حاشا کہ کہین اہلبیت کے شانمین کوئی فحش و تشنیع لفظ لکہا ہوا حرام کا الزام اہلبیت کی نسبت لگایا ہو یہہ صرف کام مدعیان ولا و تمسک کا ہے وبس **قولہ** ان تمسک کے برخلاف یہہ ہی کہ حضرت عباس نے حضرت مجیب کے اہلبیت متمسک بہ نے نقل فرمایا ہی حضرت خلیفہ اول کے شان مین اعز ک اللہ بظفر ائک ۔ فرماوین ۔ اور پہر وہ خلیفہ رسول و امام برحق رہین کنز العمال ملاحظہ فرمائیے ۔ **اقول** ای اہل خرد و انصاف خدارا ذرا تو ہماری اور ہماری فاضل مجیب کے اس قول کو دیکہین اور اس سے انکی مناظرہ دانی بلکہ ہمہ دانی کا اندازہ کرین ۔ اول تو خود ان الفاظ کی ترکیب لفظی ہے انکی غلط ہونے پر دال ہے لفظ بظفر ائک کو ماقبل سے کچھہ تعلق و ربط نہین اور یہہ کلام اس موجودہ عبارت مین ہے جو ہماری مجیب لبیب نے نقل کی ہے اصل کتاب ہمکو دستیاب نہین ہوئی کہ اس عبارت کے غلط اور صحیح ہونے پر مطلع ہوتے دوسری یہہ کہ شاید یہہ کلمہ اپنے کفر کیحالت مین کہا ہو ۔ تیسری یہہ کہ ہم کب کہتے ہین کہ حضرت عباس معصوم ہین ۔ اگر بالفرض انہون نے یہہ کلمہ فرمایا ہو خطا کی ۔ چوتہے یہہ کہ اگر حضرت عباس نے یہہ کلمہ فرمایا تو اس سے خلیفہ اول کے خلیفہ رسول اور امام برحق ہونے مین کیا نفع اور کیا نقصان ۔ اسکو ہماری مجیب لبیب نے کسی دلیل سے ثابت نفرمایا جواب مبحث کیجانی بیان اسیقدر کافی ہے کہ یہہ لفظ اگر حضرت عباس سے صادر ہوا تو انکی خطا تہی تو یہہ خلیفہ اول کی خلافت و امامت مین کیونکر قادح ہوسکتا ہے ۔ پانچوین یہہ تمسک کے برخلاف نہین ۔ ہان تمسک کے برخلاف یہہ ہے کہ حسب تصریح علما شیعہ جناب فاطمہ رض بضعۃ الرسول صلعم جناب امیر رض کی نسبت مانند جنین پردہ نشین رحم و مانند خائنین در خانہ گریختہ وغیرہ الفاظ شنیعہ فرماوین اور آپ انکو پہر بہی خلیفہ معصوم اعتقاد کرین **قولہ** ہم ہی طرح

دریدہ دہنی نہین کرتے بپاس شرم وحیا ترجمہ بہی نہین کرتے صرف عبارت نقل کر دی کہ اجمال مین آپ دیکہہ لین ہم کہین یا آپ سمجہین۔ **اقول** ظاہر ہے کہ اصل دریدہ دہنی تو آپکے ثقۃ الاسلام کلینی کی اور انکی اساتذہ کرام وغیرہ کی ہے جو واضع اور ناقل ایسی فحش اور بیحیائی اور دریدہ دہنی کے ہین۔ پہر یہہ کہنا کہ ہم انکی طرح دریدہ دہنی نہین کرتے سراسر بیجا ہے بلکہ یہہ کہنا چاہیے کہ ہم اپنے محدثین کیطرح دریدہ دہنی نہین کرتے۔ ہمنے تو صرف مضمون روایت اپنی زبان مین ایسے الفاظ مین جو بہ نسبت اصل کے کنایۃ اور فحش سے خالی تہے نقل کیا اسکو آپ خواہ دریدہ دہنی سمجہین یا فحش و بیحیائی فرمائین لیکن یاد رہی اگر یہہ دریدہ دہنی اور فحش بیحیائی ہوگی تو جو آپکے محدثین نے فرمایا وہ بہ نسبت اسکی چہار چند دریدہ دہنی اور فحش بیحیائی ہوگی۔ ہمکو دریدہ دہنی حضرات شیعہ کے ساتہہ کیا نسبت ہوسکتی ہے کہ دریدہ دہنی انکا جزو مذہب ہے۔ چنانچہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎ دشنام مذہبی اگر عیب شمار مذہب شما و مراہل مذہب معلوم خود آپنے جو کچہہ نقل فرمایا وہ باعتراف آپکے اوس سے زیادہ شنیع ہے جو ہمنے نقل کیا۔ اور ظاہر ہے کہ ترجمہ کرنیکو فحش ہونی نہونے مین کچہہ دخل نہین ہے بلکہ ترجمہ کنایات مین کرنے سے شناعت رفع ہوسکتی ہے تو آپنے بہ نسبت ہماری زیادہ دریدہ دہنی فرمائی۔ اور یہہ کہنا کہ ہم سمجہین یا آپ سمجہین بالکل غلط ہی کیونکہ باقرار آپکے جب آپنے باوجود فارسی خوان ہونے کے سمجہہ لیا تو اسکو سمجہنے والی ہزارہا آدمی نکلینگے ایسی لغو باتونسی اسکی شناعت رفع نہین ہوسکتی اور نہ آپ دریدہ دہنی اور فحش بیحیائی کے الزام سے محفوظ رہ سکتے ہین **قولہ** اگرچہ ایسی عبارت کا نقل کرنا بہی ہم تہذیب کے خلاف سمجہتی ہین مگر چونکہ آپنے لفظ شرمگاہ وغیرہ لکہکر جواب چاہا اور کچہہ شرم وحیا کو دخل نہ دیا مجبور ہمکو بہی یہہ عبارت نقل کرنے پڑی۔ **اقول** ہماری طرف سی بہی یہہ ہی عذر قبول فرما لیجیے اور ہی اگر ہم بہی ایسی عبارت کے لکہنے کو تہذیب کے خلاف سمجہتی ہین اسیواسطے ہمنے ترجمہ لفظ کنایہ میں کیا تہا مگر چونکہ آپکے محدثین نے لفظ شنیع فرج لکہا اور کچہہ شرم وحیا کو دخل نہ دیا مجبور ہمکو

الزانا دہ حدیث نقل کرنے پڑی **قولہ** اب آپ موازنہ فرمادین کہ لفظ فرج شنیع ہے یا لفظ ایک

اقول ای حضرات ناظرین اوراق اس آخر کے جملہ مین حضرت مجیب نے جو تہذیب شائستگی کو کارفرمایا کیا اسیکا نام تہذیب ہے کیا ہماری مجیب اسوقت اذا خاصم فجر کے مصداق نہین پہر اگر ہماری قلم سے کوئی ایسا لفظ نکلجائیگا تو ہمکو بہی معذور سمجھکر لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم کا مصداق قرار دینگی بس اس سے زیادہ اسکے جواب مین ہم کچھ نہین عرض کرسکتے کہ ہمکو اس موازنہ کی نوبت بہلا کیونکر پہنچ سکتی ہے اور ہم لفظ فسیح اور بظر ایک مین کیونکر موازنہ کرسکتے ہین ہمارے نزدیک تو متعہ تک حرام ہے مگر ہان لفظ فرج اور نظر ایک مین آپنے خودہی موازنہ کیا ہوگا کیونکہ حسب تصریح آپکے امام سیزدہم باقر مجلسی کے حق الیقین مین لف حریر مین حرمت احتمالی ہے حق الیقین کے صفحہ ۳۲۵ - پر یہہ عبارت ملاحظہ فرمایئے وحرمت وطی محارم بالف ذکر بحریر بنابر احتمالی بلکہ عدم قول بجز مطلق اور اسمین آپکی علامہ مجلسی صاحب نے جس احتمال پر حرمت کو ثابت قرار دیا ہے اوسکو آپ ہی خوب سمجھتے ہونگی عجب نہین کہ یہہ حرمت بسبب کہل جانے حریر کے ذکر سے ہو یا بسبب رقیق ہونے کپڑے کے احتمال وصول حرارت فرج بسوی ذکر مقتضی حرمت ہو یا احتمال علوق کے وجہ سے یہہ حرمت ہو۔ بہر کیف یہہ حرمت کچھہ قطعی نہین بلکہ صرف احتمالی ہے جسکی رعایت علی الخصوص وقت رفع احتمالات ضروری نہوئی تو موازنہ بخوبی ہوسکتا ہے - استغفر اللہ ربی واتوب الیہ - اچھا ہمنے آپکی حکم کی تعمیل کی - اور لفظ فرج اور نظر ایک کو میزان کیا - بیشک لفظ نظر ایک شنیع اور قبیح ہے لیکن اس سے آپکا مدعا حاصل نہین ہوسکتا - کیونکہ ایک تو لفظ شنیع و فحش امام معصوم کی زبان سے بحق زنان اہلبیت صادر ہوا اور ایک لفظ شنیع غیر معصوم کے زبان سے کسی شخص کے نسبت جو خارج اہلبیت سے ہو نکلے بلکہ بروایات شیعہ کے ناقص الایمان ولد الزنا سے بحق کسی منافق دشمن اہلبیت بلکہ دشمن دین اسلام سے کے صادر ہو - اگرچہ یہہ لفظ فی حد ذاتہ زیادہ شنیع ہو لیکن اہل خرد سمجھہ سکتے ہین کہ کونسا لفظ ہردو نو موقعون پر زیادہ شنیع و قبیح ہوگا **قولہ**

اقول اور نیز وہان نکاح باکراہ مراد ہے اور یہہ تمام ملاحظہ فرمایئے کہ کس موقع پر کہا گیا ہے
اگر یہہ نکاح ناجائز و حرام تہا جیسا کہ روایات متعہ سے ثابت ہوتا ہے تو اسکی قباحت و شناعت
کسی شخص پر اہل اسلام سے پوشیدہ نہین۔ اور اگر یہہ نکاح جائز اور حلال تہا تو اور بہی زیادہ تقبیح
و تشنیع ان الفاظ مین ادا کرنا ہوگا کیونکہ حلال کو حرام کے پیرایہ مین ادا کرنا اور حرام بہی وہ حرام
جو سراسر بیحیائی اور فحش ہو غایت درجہ قباحت و شناعت مین ہوگا آپکو بہی شاید معلوم ہوگا
کہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہنا کفر ہے کہ مستلزم انکار قطعیات ہے۔ پس اس سے زیادہ اور کیا
قباحت و شناعت ہوگی کہ یہہ محبان اہلبیت ائمہ کی جناب مین علاوہ فحش گوئی اور بیحیائی کے
کلمہ کفر کا صدور بہی ائمہ معصومین کی طرف نسبت فرماتے ہین۔ پس ولا و تمسک اسیکا نام ہے
بہلا یہہ ولا و تمسک اہلسنت سے کب ہوسکتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔ اور اب اس موقع کو
جو آپ الزاماً فرماتے ہین ہمکو دیکہنے کی ضرورت نہی۔ اور اسکی نقل مین خود جناب نے پہلوتہی کیا
فرمایا شاید اسکی وجہ یہہ ہو کہ چندان موافق مدعا نہ تہا یا یہہ کہ آپنے بہی نقل در نقل کیا ہوگا اور اسمین
کچہہ ہوگا آپنے محض اپنی ظن و تخمین سے موقع کا بے موقع ذکر کردیا اور آپکو بہی خبر نہوئی کہ یہہ لفظ
کس موقع پر صادر ہوا پس اگر اسی موقع کو نقل فرماتے اور پوری روایت لکہتے تو ہم بہی اسکو دیکہتے
قال الفاضل المجیب قولہ۔ کیا تمسک اسیکا نام ہے کہ بیحیائی و بیہودگی اونکی جناب
پاک (حاشا جنابہم عن ذلک) کیطرف نسبت کرین۔ اقول۔ شاید پہلے ہی قول کو مکرر لکہا ہے
معہذا چونکہ اسکی تفصیل کچہہ نہین لکہی ہم بہی کچہہ جواب نہین دیتے اور قول سابق کا جواب گذرچکا
یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنی یہہ مکرر نہین ہے بلکہ تعمیم بعد تخصیص ہے
آپکو کیا خبر ہو آپنے چند کتابین مناظرہ کے ملاحظہ فرمائی اور وہ بہی اپنے علمار کی۔ آپ
اور نہین تو اپنے مولائی مجلسی کے ہی کتابین ملاحظہ فرمایئے اون مواقع مین جہان خلفاء کی
ظلم و ستم اور اہلبیت کی مظلومی و صبر بیان فرماتے ہین کیا کچہہ بیحیائی و بیہودگی اونکی
و شمول انکی طرف نسبت نہین کرتے ہماری زبان و قلم مین اوسکی تفصیل کی طاقت نہین اسکی

تفصیل آپکو آپکے علمار کی تصانیف سے اگر آپ چاہین تو مل سکتی ہے قال الفاضل المجیب

قولہ - کیا تمسک کے یہہ معنے ہین کہ حضرت عباس عم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو صنو ابیہ کو معاذ اللہ و لد الزنا اور ناقص الایمان اور دین و دنیا و آخرت مین اونکو اندہا کہین چنانچہ آیات بینات مین مولوی مہدی علی صاحب سلمہ نے کتب معتبر شیعہ سے ثابت فرمایا ہے و علے ہذا القیاس

اقول - آپکے مولوی مہدی صاحب نہایت ہی علم و دیانت والے ہین چنانچہ آپکی قول آیتہ ہین انکا مایہ علم و تدین آپکو بہی معلوم ہو جائیگا - آنحضرت سے نہایت ہی تعجب ہی کہ باوجود ادعای علم و فضل و تحقیق ایسی روایتین نقل کرتے ہین اگر ایسی روائتین ہون بہی تب بہی چونکہ ہمارا مذہب نہین اور کسی نے حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح نہین کی ہمپر یہہ اعتراض لازم نہین آتا کیونکہ ہم پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے ثابت کر چکے ہین کہ لازم مذہب مذہب نہین ہے - یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی دانشمندان روزگار کو صلای عام ہے کہ ہماری فاضل مجیب کی خوبی اور متانت کو ملاحظہ فرماوین اور آپکی کمال علمی اور تبحر کو دیکہین - ہمکو اسمین بوجوہ چند کلام ہے اول یہہ کہ ان روایات کے وجود مین - اگر گرادر شک و تردد کے کیا معنے اگر یہہ روایات ہین تو شک کیا اور نہین ہین تو صاف کہنا چاہیے کہ اہلسنت کا افترا ہے جب آپ ایسی مناظر و متبحر ہو کر شک و تردد فرمائین تو البتہ موجب تعجب اور مزید حیرت ہے شاید عوام متشیعین سے اسکا اخفا منظور ہے - دوسری یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ حضرت عباس کے جرح و قدح بالتصریح کسی نے نہین کی یہہ بہی غلط ہی قطع نظر اوس سے کہ جو الزامات بہ نسبت دشمنان جناب بقیہ ابا رسول اللہ صلعم پہلے روایات علما رشیعہ سے بیان ہو چکے ہین اور سنیئے آپکے قاضی صاحب شوستری مجالس المومنین ورق نمبر ۹۳ پر فرماتے ہین - در کتاب کامل بہائی از امام محمد باقر روایت نمودہ کہ حضرت امیر در ایامی کہ خلافت در دست غاصبان بود و انما گفتہ واللہ لو کان حمزۃ و جعفر حیین ما طمع فیہا ابو بکر و لکن ابتلیت بجلیفین جافیین عقیل و العباس - اب تو آپکو بالتصریح

جرح قدح کا یقین ہوا اچھا اور سنیئے اسی کتاب مجالس میں ایک دو ورق بعد جو یہہ عبارت
لکھی ہے در کتاب استیعاب وغیرہ آن مسطور است کہ چون عمر بن خطاب بجہت ترویج خلافت
فاسدہ خود تزویج ام کلثوم دختر مطہر حضرت امیر نمود - اور اسکی نقل ہم ابھی اوپر کر آئے ہیں اسکے
آخر میں مذکور ہے وظاہرا بواسطہ این وکالت بفضول و امثال آنحضرت امیر عباس را مانند دیگر یاران فدائی
خود راسخ در محبت و اخلاص پیدا نیست - اس عبارت سے صاف ثابت ہے - کہ حضرت عباس نے
جناب امیر کے لخت جگر کو صرف اپنے طمع نفسانی کے وجہ سے کہ مبادا از زمرہ سقایہ کے
منصب انسے جاتا رہے بزعم شیعہ سرگروہ نواصب اعدائی اہلبیت کے حوالہ کر دیا کہ جسپر
وہ حلال نہ تھے اسیواسطے جناب امیر عباس کو محبت و اخلاص میں راسخ نہیں سمجھتے تھے بلکہ
انکی محبت نفاق آمیز تھے اور شاید عجب نہیں کہ عباس نے جناب امیر سے اوس تذلیل و توہین کا
عوض لیا ہو کہ جو ابوطالب وغیرہ نے اپنی باپ سے عباس کے بارہ میں جھگڑا کر کے کہا تھا
کہ یہہ ہمارا غلام ہے کیونکہ ہماری والدہ کے لونڈی سے تونے بے اجازت تجارت کی ہے آخر
یہی معتبران قریش کے اس امر پر فیصلہ قرار پایا کہ جس مجلس میں ابوطالب وغیرہ عبد المطلب کے بیٹے
موجود ہوں عباس کو وہان بار نہ ملے اور اسپر ابوطالب وغیرہ نے اپنی باپ سے ایک عہدنامہ
لکھوا لیا چنانچہ اب تک انکے پاس محفوظ و مصئون چلا آتا ہے تو جب عباس کو اونہون نے
ذلیل و خوار کیا عباس نے اوسکا عوض یہان آکر نکالا - میری یہہ جو آپ فرماتے ہیں کہ یہہ
الزامی مذہب ہے اور ہمارا مذہب نہیں یہہ ایک ایسی بات ہے کہ جس پر ہر شخص جسکو تھوڑا سی بھی
وقوف ہوگا قہقہہ لگاویگا - یہہ آپکی خوب توجیہہ سمجھ آئی کہ جب گرداب جہات ستہ سے مسدود
دیکھا جھٹ فرما دیا کہ یہہ ہمارا مذہب نہیں بلکہ الزامی مذہب ہے - لیکن اگر آپ یہہ خیال فرماتے ہیں
کہ ایسے خرافات سے شکنجہ الزام سے نجات پائینگے یہہ محال ہے افسوس کہ آپ ایسی الزام کی عصبیت میں
حواس باختہ ہوئی کہ آپ مذہب کو بھی بھول گئے کہ مذہب کیا ہوتا ہے جناب میر صاحب
مذہب کا اطلاق تشریعات پر ہوتا ہے اور یہہ بعد تسلیم حکایات میں ہی جو حال واقعہ کی حکایت

کررہا ہے اسکو مذہب اور لازم مذہب ہونے سے کیا تعلق جب یہہ امر بروایت صحیحہ ثابت ہے
کہ جو عباس کے ولادت کے باب حضرات شیعہ روایت کرتے ہین تو یہہ قصہ مطابق واقع کے ہوا
اور معاذ اللہ ولد الزنا ہونا عباس کا آپکی روایت سے ثابت ہوگیا خواہ آپ مذہب سمجھین یا نہ
سمجھین پس مقابلہ اسکی یہہ کہنا کہ یہہ ہمارا مذہب نہین بلکہ لازم مذہب ہے سراسر لغو وبیہودہ ہے
نہین بلکہ غیر مفید ہی۔ اگر آپ امور واقعیہ کو اپنا مذہب قرار ندیوین تو اسمین ہمکو کیا دخل
لیکن الزام تو امور واقعیہ سے دیا جاویگا **قولہ** اور یہذا حضرت عباس ہماری نزدیک
معصوم نہین **اقول** بندہ نے یہہ اعتراض کیا تہا کہ تمسک کے یہہ معنے ہین کہ حضرت
عباس عم رسول اللہ صلعم وصنو ابیہ کو ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کرین اور اسکا یہہ جواب ارشاد ہوا
کہ حضرت عباس ہماری نزدیک معصوم نہین تو اس سے ثابت ہوا کہ آپنے اعتراض کو تسلیم کرلیا
اور آپکے نزدیک حضرت عباس معاذ اللہ ولد الزنا ہین جو آپکی مذہب مین نجس العین ہے اور کبہی جنت
مین داخل نہوگا اور ناقص الایمان ہین۔ پس سبحان اللہ اہلبیت نبوی کے ساتہہ تمسک اور حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ابار کا آداب یہہ ہی ہوتا ہے جس شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صنو ابیہ
اور بقیہ آبائی فرماوین اور اوسکو آپ ولد الزنا اور ناقص الایمان اعتقاد کرین پس ولاے اہلبیت اور اسلام
آپ پر ختم ہوچکا۔ **قولہ** سبحان اللہ آپکو بڑا آداب آباو رسول اللہ کا ہی آپکو ایسی امور سے
شرم چاہیے۔ **اقول** ہمکو جسقدر بقیہ آبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہی
وہ ہماری روایات مذہبی سے واضح ہے کہ مخالفین بہی ہماری مذہب کے کوئی طعن نکرسکی۔ لیکن
بڑا آداب آبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرات شیعہ کو ہی کہ آپکے چچا کو معاذ اللہ توبہ توبہ
ولد الزنا اور ناقص الایمان فرماوین اور شرم وحیا کو دخل ندین دنیا و آخرت مین اندہا کہین اور قرار
خدا ورسول سے نہ شرماوین پہر اولٹا الزام ہمکو دین اور فرماوین کہ آپکو ایسی امور سے شرم چاہیے آپ حضرت
اپنے علما و محدثین جو آپکی مذہب کے ستون ہین اونکو فرمائیے۔ کہ آپکو ایسے امور سے شرم
وحیا چاہیے اور ہمنے تو مثل مشہور۔ نقل کفر کفر نباشد۔ الزاما نقل کردیا۔ پہر آپہی نے اپنے اول

سابق مین آپنے اساطین کے اقتدار فرماکر دین وایمان شرم وحیا کو خیرباد کہکر حضرت عباسؓ کی
نسبت اس خبث کو تسلیم کرلیا۔ باینہمہ حیا وشرم کے لیے ہمکو کہا جاتا ہے کہ آپکو ایسے امور سے
شرم چاہیے گویا جو ہمکو آپکی خدمت مین عرض کرنا چاہیے تہا وہ آپنے کہا یہی کہ یا **قوله** فسق
کفر کا مرتبہ بہت زیادہ ہی۔ علامہ سیوطی کا خدا بہلا کرے جنکی بدولت آپ بہی ہمارے سامنے انکے نقل
کرنے والے ہوگئے۔ **اقول** خدا کے لیے کوئی ہمارے فاضل مجیب کے ہاتہ کی جوامن دیکہے۔ کیون حضرت
کیا حال ہے یہہ جعفر زٹلی کے ہہلات اور امیر خسرو کے انکل کیون صادر ہونے لگے ان جملونکا بعینہ یہہ
بیت چہ خوش گفتست سعدی در زلیخا۔ الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا۔ کیا کفر کہا
فسق کہا علامہ سیوطی کہا انکی بدولت ہمارا آپکے مقابلہ مین گفتگو کرنا۔ ہوش مین آیئے اپنے
بندہ کی ایک ہی تحریر مین اور وہ بہی وہ تحریر جو صرف آپکو شکنجہ ایجاث مین کہینچنے کے لیے
بمنزلہ جال کے تہی ایسی ہوش حواس رخصت ہوئی ایک بہی ٹکر نہ سہہ سکے پہر اوسپر یہہ
جوش وخروش اور یہہ دعوے۔ **قوله** رہا ولد الزنا کا اعتراض سو یہہ بہی ممکن نہین ہوسکتا
کیونکہ مذہب کے مسلمات پر اعتراض ہوا کرتا ہے ہمارے نزدیک یہہ ہرگز زنا نہین جانا جاویگا کیونکہ شوہر کو
اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ
جائز ہے کما ورد فی حدیث المعصومین رواہ شیخ الطائفہ فی
التہذیب۔ آپکے میر مہدی صاحب پر نہایت افسوس ہے کہ کنیز زادگی کی روایت تو زور
زور سے لکہی اور حدیث تہذیب کا ذکر تک نکیا۔ دیانت کے یہہ ہی معنے مین کنیز زادہ ہونا کچہہ عیب
نہین۔ **اقول** اے اہل علم وانصاف ہمارے فاضل مجیب کے صدر قول کو ملاحظہ فرماوین باوجود
آپکی کمال تہذیب ونہایت شائستگی مین لیکن آخر جواب سے لاجواب ہوکر گالی گلوچ پر جو شیوہ
بازاریان ہے آگئے اور شرم وحیا اور تہذیب وشائستگی کو بالائے طاق رکہکر سب وشتم
پر اوتر آئے۔ اسکے جواب مین ہم بجز تکبیر وسکوت کے کچہہ نہین لکہتے ہین اتنا ضرور کہتے ہین کہ اگر یہہ
اعتراض آپکے نزدیک ولد الزنا کا ہے۔ تو اصل معترض اور بانی اعتراض آپکے علمار اکابر ہین

جنہون نے بکمال بشاشت اپنی کتب دین و ایمان مین اس کفر کو نقل کیا ہے پس آپ انکو
جو کچھ چاہیں سمجہیں - اور جن القاب سے چاہیں ملقب کیجئے - آپکو اختیار ہے ہم کچھ نہیں کہتے
ہم تو محض ناقل ہین - آپنے خیال کیا تہا کہ ہمارے چالاکیون کو کون سمجہیگا اسلیے ہمنے
متنبہ کر دیا اگر پہر ایسی تحریر کی تو انشاء اللہ آپ پر واضح ہو جائیگا کہ ہم اس باب مین بہی
کیا کچھ ہین - گو آپ اپنے زعم مین ہمسے باعتبار مشق ہورہے ہون قدیم کر اس باب مین بڑہے ہوئی ہون
اگر آپکو اس لفظ سے یہہ مقصود تہا - تو یون لکہتے (رہا عباس کے ولد الزنا ہونے کا اعتراض)
پیشتر بہی آپنے ایک جگہہ اپنی اس چالاکی کا استعمال فرمایا - مگر ہمنے وہان اجمالی جواب پر
ٹال دیا اور مقام نہین لیا - لیکن اسجگہہ آپکو خبردار کرنا ضرور ہوا تاکہ آپ یہہ نہ سمجہین کہ ہماری
چالاکی کوئی نہین سمجہتا - بعد اسکے ہم اصل روایت کلینی کو منتہی الکلام سے نقل کرکے اس توجیہہ
کو زیر زبر کرینگے - ابو جعفر کلینی بسند معتبر روایت کردہ است از امام صادق علیہ السلام کہ نفیلہ
مادر عباس کنیز مادر زبیر بن عبد المطلب بود ابو طالب و عبد اللہ بود و عبد المطلب با او مقاربت نمود
و عباس از وبہم رسید پس زبیر با عبد المطلب دعوی کرد کہ این کنیز از مادر ما بما میراث رسیدہ است تو بی رخصت
او با او مقاربت کردہ و این فرزندی کہ بہم رسیدہ بندہ ماست پس عبد المطلب اکابر قریش را
بشفاعت بنزد وی فرستاد تا آنکہ زبیر راضی شد کہ دست از عباس بردارد بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود
کہ عباس و فرزندان او در مجلسی کہ ما و فرزندان ما نشستہ باشند در مجلس نہ نشینند و در ہیچ امری با ما
شریک نشوند و حصہ نبرند پس باین مضمون نامہ نوشتند و اکابر قریش مہر کردند و این نامہ نزد ائمہ
علیہم السلام بودہ است حضرت صادق علیہ السلام آن نامہ برای جواب داؤد بن علی
عباسی ظاہر گردانید - ظاہر ہے کہ روایت کلینی کی ہے اور بشہادت ملای مجلسی بسند معتبر
مروی ہوئی ہے تو اس روایت کی تکذیب ممکن نہین باقی رہی اسکی تاویل و توجیہہ سو اسکی
کیفیت یہہ ہے کہ اس روایت سے چند فوائد حاصل ہوئے - اول تو یہہ کہ عباس نفیلہ لونڈی
زوجہ عبد المطلب کے پیٹ سے تہے - دوسری یہہ کہ زبیر بن عبد المطلب نے دعوی کیا کہ یہہ لونڈی مجہہ

ہمارا غلام ہے۔ کیونکہ ہمارے والدہ کی میراث سے ہمکو ملا ہے۔ تیسری یہہ کہ اوس لونڈی سکو بدون اجازت اوسکی مالکہ وسودہ کے مقاربت کی تہی جو صریح زنا ہے اوس سے یہہ پیدا ہوا۔ چوتہی عبد المطلب نے ان دعوونکی نسبت انکار نہین کیا کہ مینے مقاربت بلا اجازت نہین کی ہی بلکہ وہانبات مقاربت کے کہ یہہ بچہ غلام نہین ہوسکتا آزاد ہے بلکہ برعکس اسکے اکابر قریش کے شفاعت کرا کے زبیر کو راضی کیا جو صریح دلیل اس امر کی ہے کہ عبد المطلب نے زبیر کے دعوون کو تسلیم کرلیا تہا پانچوین زبیر نے اپنی رضا کے وقت یہہ شرطین کی کہ اس شرط پر مین اسکی غلامی سے دست بردار ہوتا ہون۔ کہ یہہ اور اسکی اولاد ہمارے اور ہماری اولاد کے ساتہہ جس مجلس مین ہم مشین نہ بیٹہی اور کسی امر مین ہمارا شریک نہو اور حصہ نہ لیوے اور یہہ سب شرطین عبد المطلب نے قبول و تسلیم کی جو بداہتہً مثبت مدعا ہے۔ چہٹی یہہ کہ ان شرائط کی بابت ایک دستاویز لکہی گئی اور اکابر قریش کے اوسپر مہرین ہوئی اور وہ دستاویز ائمہ کے پاس موجود ہے بلکہ امام صادقؑ نے داؤد بن علی عباسی کے جواب کے لیے اسکو ظاہر فرمایا تہا۔ فاضل مجلسی نے اس روایت کی توجیہ یہہ فرمائی کہ اعتراض مسلمات مذہب پر ہوتا ہے اور مدلول روایت کا وطی بجاریۃ الزوجہ ہے جو ہماری مذہب مین ہرگز زنا نہین کیونکہ زوج کو اپنی زوجہ کے تمام مال پر ولایت حاصل ہے اور جواری مملوکات زوجہ مین تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے چنانچہ روایت شیخ الطایفہ نے التہذیب باسیر دال ہے لیکن یہہ تاویل بہت وجوہ سے محل بحث ہے۔ اول یہہ کہ اگر یہہ وطی جائز تہی تو زبیر کا دعوی کرنا کہ مقاربت بلا اذن واقع ہوئی۔ اور عباس ہمارا غلام ہے غلط اور عبد المطلب کا اوسکو تسلیم کرنا اور بسفارش اکابر قریش زبیر کو راضی کرنا اور عہد نامہ لکہنا کہ عباس اور اوسکی اولاد ہماری مجلس مین برابر نہ بیٹہی جو صریح غلام ہونے اور ولد الزنا ہونے کی تسلیم ہے لغو اور خرافات ہوگا۔ جب عبد المطلب نے اس عہد کو تسلیم کرلیا تو گویا عباس کے غلام ہونیکو تسلیم کرلیا اور غلام ہونے کے بجز اسکی کوئی صورت نہین کہ وطی حرام ہو۔ کیونکہ وطی حلال ہوتی تو ولد حر ہوتا چنانچہ انکی کتب فقہ مین مصرح ہے۔ تو یہہ کہنا کہ یہہ وطی جائز اور حلال تہی سراسر غلط اور بیہودہ ہے۔ دوسرا اسکا یہہ

کہ اصل روایت کے مطلب ہی کو نہین سمجھا - دوسری یہہ کہ یہہ سراسر غلط اور خلاف مذہب ہی کہ زوج کو
جواری مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ جائز ہے - کیونکہ بروی مذہب حلال ہونا جاریہ کا
تین قسم مین منحصر ہے اول عقد نکاح اور یہہ دوسرے شخص کی کنیز کے ساتھہ مخصوص ہے دوسری
کنیز کا مالک ہونا تیسرے کسی شخص کا اپنی کنیز کو کسی کے لیے مباح و حلال کرنا اسوقت ہماری
پاس جامع عباسی موجود ہے اوس سے ملخصاً نقل کرتے ہین "مطلب دوم در بیان نکاح کنیز وآن
بر سہ قسمست قسم اول عقد وآن مخصوص کنیز غیر ست - قسم دوم مالک شدن کنیز - قسم سوم اباحت
وتحلیل ست وآن چنین ست کہ شخصی بدیگری دخول کردن حلال کند واین قسم از خواص فرقہ
ناجیہ اثنا عشریہ ست" اور اسکی آخر مین لکھا ہے - "و فرزندیکہ ازین کنیز بہم رسد اگر پدر او آزاد باشد
و صاحب کنیز شرط نکردہ باشد کہ فرزند او بندہ باشد آزاد ست" - اب ہم دیکھتے ہین کہ نقیلہ مادر
عباس مین یہہ تینون امر مفقود ہین - نہ عبد المطلب کے مملوک تہی نہ عقد نکاح واقع ہوا نہ مالکہ نے
اجازت دی چنانچہ صریح زبیر نے کہا کہ تو بے اجازت او با و مقاربت کردہ پس ہمارے فاضل
مجیب کا یہہ کہنا کہ جواری زوجہ پر تصرف بالوطی مطلقاً جائز ہی سراسر غلط ہوا کیونکہ مملوکات
غیر کے حلت بجز عقد یا تحلیل کے نہین ہو سکتی خواہ وہ زوجہ ہو یا غیر زوجہ - ہان من لا یحضر کی
روایت سی صرف یہہ معلوم ہوتا ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ کی مال پر یہہ ولایت ہی کہ بدون اوسکے
اجازت کے زوجہ کو اوسمین تصرف جائز نہین نہ یہہ کہ زوج کو اوسمین مالکانہ تصرف جائز ہو
یہہ ہرگز صحیح نہین ہو سکتا - من لا یحضر کے باب حق الزوج علی المراۃ مین ہے "وروی[1]
الحسن بن محبوب عن عبد اللہ بن سنان عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال
لیس للمراۃ مع زوجہا امر فی عتق ولا صدقۃ ولا تدبیر ولا ہبۃ ولا نذر فی مالہا
الا باذن زوجہا الا فی حج او زکوۃ او بر والدیہا او صلۃ قرابتہا" اور اسقدر ولایت حاصل ہونا

[1] امام ابی عبد اللہ سی مروی ہے فرمایا کہ عورت کو بدون اجازت اپنی شوہر اوسکی سامنی اپنے مال مین عتق مین اور صدقہ دینا اور تدبیر کرنے مین اور ہبہ مین اور نذر مین اختیار نہین - ہان مگر حج یا زکوۃ یا اپنے والدین کے ساتھہ سلوک یا اپنے اہل قرابت کے ساتھہ صلہ رحمی مین (اختیار ہے) ۱۲

اور امر ہے اور تصرف الکا دوسرا امر ہے - تیسری یہہ کہ بالفرض اگر یہہ مسئلہ مذہب ہوا اور ان سب کے نزدیک معتبر سمجھا گیا ہو تاہم غلط اور خلاف نصوص قاطعہ کے ہے. کیونکہ خداوند کریم جل وعلا شانہ نے اپنی کتاب مجید مین دو جگہ ارشاد فرمایا - جسکا حاصل یہہ ہے کہ جو لوگ اپنی فروج کے محفوظت کرتے مین ماسوای اپنے ازواج اور اپنے مملوکات کے وہ فلاح یافتہ اور قابل مدح مین اور جو سوای اسکے کوئی محل طلب کرین پس وہی مین حدت تجاوز کرنے والے آیات سورہ مومنون اور سورہ معارج مین مذکور مین - اس سے صاف معلوم ہوا کہ وطی سوائے اپنی ازواج یا اپنی جواری مملوکہ کے حرام ہے اور ظاہر ہے کہ جواری مملوکات زوجہ انکے اپنی مملوکات نہین ہین نہ اپنی زوجات ہین پس جو شخص انسے طلب کرے وہ حد حلال سے تجاوز ہے اور داخل وعید - فمن ابتغیٰ ورا ذلك فاولئك هم العادون - ہے - پس عبد المطلب کی وطی حسب ارشاد خداوندی حد حلال سے تجاوز ہوئی اور حرام واقع ہوئی پھر جو اوس سے ولد پیدا ہوگا اوسکو دیکھا چاہیے کہ کیسا ہوگا شاید فاضل مجیب اسکا یہہ جواب دین کہ یہہ آیات ہمارا مذہب نہین - بلکہ لازم مذہب ہے اور لازم مذہب پر اعتراض نہین ہو سکتا - چوتھی یہہ کہ اگر فی الواقع روایت تہذیب مین یہہ مضمون ہوتی اور غالباً نہوگا - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور اس موضع پر اوسکو نقل فرماتے - جیسے مولوی مہدی علی صاحب سلمہ پر بابت عدم ذکر روایت کے اعتراض کرتے مین اور خود بھی اوسکو نقل نہین فرماتے تو معلوم ہوتا ہے شاید یہہ زبانی باتین مین - تو یہان فاضل مجیب اپنا قاعدہ کیون بھول گئی ہم بھی کہتے ہین کہ مدلول روایت تہذیب کا آپکا مذہب نہین ہے بلکہ لازم مذہب ہے آپ پہلے اسکا مذہب ہونا ثابت کرتے جب ہمارے سامنے گفتگو کرتے اور آپکی تو کیا حقیقت ہے آپکے علامہ مجلسی سے بھی یہہ مرحلہ طی نہوا اور حواس باختہ ہوکر حدیث کی تضعیف اور غرابت ثابت کرنے لگی - حالانکہ خود بھی اوس حدیث کے سلسلہ سند کو سند معتبر فرماتے تھے آپ فرماتے مین - این حدیث بسیار غریب است وچون عبد المطلب از اوصیا بود نباید کہ از وی حرامی صادر شدہ باشد پس محتمل کہ عبد المطلب

[1] جو لوگ اسکے سوا ڈھونڈتے مین - وہی حد سے گذرنے والے ہین ۱۲ -

بولایت تقویم بہ خود نمودہ باشد یا مادر زبیر کنیز باو بخشیدہ باشد و زبیر از آن جہت برد اشتہ باشد
وعلی ای حال خطا بر زبیر داون آسان تر ست از نسبت داون بعبد المطلب - انتہی - آپکے
مولائے مجلسی نے اتنا حیا کو کار فرمایا کر وہ احتمال جو جناب سامی نے خلاف مذہب خود بیان کیا
کہ متعلق مملوکات زوجہ پر تصرف بالوطی وغیرہ زوج کو جائز ہی نہین ذکر فرمایا بلکہ دو احتمال
ذکر فرمائی کہ محتمل ہے کہ بواسطہ اپنی ولایت کے اوس لونڈی کو بطور قیمت کے لیکر تصرف کیا ہو
یا مادر زبیر نے اوسکو بخشدیا ہو - اور وہ روایت جو ہم کلینی نے اوپر مذکور کر آئی ہین صریح اسکی
مکذب ہی کیا معنے کہ اگر ایسا معاملہ ہوتا تو عبد المطلب کیون چپکی رہتے اور کیون زبیر کے دعوی کے
تردید مین اسکو پیش نکرتے اور کیون اون شرائط کو جو عباس کی غلامی اور اونکی ولد الزنا ہونے پر
دلالت کرتے مین تسلیم کرلیتے کوئی شخص جسکو تہوڑی سی بہی غیرت ہو وہ اپنی اولاد کی اوسنے
تذلیل و تحقیر ہرگز نہین چاہتا اور نہین روا رکہہ سکتا - چہ جائیکہ عبد المطلب جیسا شریف وعالی ہمت ہو
ایسی خواری کو اپنی اولاد حرکیواسطے تسلیم کرلے - رہا غرابت حدیث کا دعوی سو یہہ بالکل لغو ہی
کیونکہ باجماع محدثین و خبارین روایات کلینی کی قطعی الصدور ہین اور اصولاً و فروعاً اونسے استدلال
کیا جاتا ہی - پس اوسکی غرابت کا حکم محض تحکم ہی اور دعوی وصایت عبد المطلب یہہ اور بہی
پوچ بر پوچ ہے - افسوس کہ وصایت کے اطلاع ابناء عبد المطلب کو نہوئی - اگر زبیر کو اپنی باپ
کی وصایت کی خبر نہوئی تو خیر چندان استبعاد نہین - تعجب یہہ ہی کہ ابو طالب کو جو وصی وصی تہا اور عبد اللہ
کو بہی خبر نہوئی - ورنہ ضرور زبیر کو اوسکے دعوی سے روکتے اور عبد المطلب کے اکابر قریش کے
پاس شفاعت کے لیے فرزند ارجمند کیخدمت مین دربدر خوار و ذلیل ہوسنے کی نوبت نہ آتی - پس یہہ روایت
تمام توجیہات کے قاطع اور تمام تاویلات و تسویلات کے بیخ کن ہے قطع نظر اس سے اگر بالفرض
یہہ روایت آپکی امام ثقۃ الاسلام کلینی یا اونکی اساتذہ کرام کا کذب و افترا ہو یا بالفرض محال حسب
دعوی علامی مجلسی مادر زبیر نے اپنی لونڈی اپنے زوج کو بخشدی تہی یا مباح کردی تہی یا
عبد المطلب نے بولایت خود اپنی اوپر اوسکی قیمت کرلی تہے یا حسب دعوی مجیب لبیب مطلقاً

زوج کو جواری مملوکات زوجہ پر تصرف وطی وغیرہ یعنے لواطت جائز ہو۔ تاہم اور روایات کو جو بطور
قاعدہ کلیہ کے عدم طیب ولادت عباس و عقیل بلکہ بہت سے بنی ہاشم و علویین بلکہ سادات فاطمیین

بلکہ انبیاء و مرسلین پر بنا بر اصول امامیہ دلالت کرتے ہین کیونکر رفع کرینگے اور اس ورطہ سے کیونکر نجات
پائینگے۔ قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ ملا باقر مجلسی اور صدوق نے بزعم خود احادیث ائمہ سے ثابت کیا ہے
کہ اہلبیت کی عداوت اوس شخص کے عدم طیب ولادت کو مستلزم ہے چنانچہ خاتم المتکلمین
رحمۃ اللہ علیہ نے روایات ذیل اس مدعا کے ثبوت کے لیے نقل کی ہین شیخ صدوق نے علل
الشرائع مین امام صادق سے روایت کی ہے قال[1] قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
من احبنا اھل البیت فلیحمد اللہ اول النعم قیل وما اول النعم قال طیب الولادۃ
ولا یحبنا الا مومن طابت ولادتہ اور شیخ طبرسی نے احتجاج مین حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے نقل کی ہر مرد یا علی دوست نمیدارد ترا مگر کسیکہ ولادتش نیکو و پاکیزہ باشد و دشمن
نمیدارد ترا مگر کسیکہ ولادتش خبیث باشد فی المحاسن عن عبد اللہ بن الصلت عن
عدۃ عن انس[2] بن مالک ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان ذات یوم جالسا
علی باب الدار ومعہ علی بن ابی طالب اذ اقبل شیخ فسلم علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
ثم انصرف فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا علی اتعرف الشیخ فقال لہ علی ما اعرفہ
فقال ھذا ابلیس فقال علی لو علمت یا رسول اللہ لضربتہ بالسیف فخلصت
امتک منہ قال فانصرف ابلیس الی علی فقال لہ ظلمتنی یا ابا الحسن اما سمعت

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ہم اہلبیت کو محبوب جانے چاہیے کہ سب سے پہلے نعمت پر خدا کی
حمد کرے کسی نے عرض کی کہ سب سے پہلے نعمت کیا فرمایا ولادت کی پاکیزگی اور ہمکو کوئی دوست نہین رکھتا سوا اس مومن کے جسکی ولادت پاکیزہ ہو محبوب نہیں جانتا ہے۔
[2] انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ گھر کے دروازہ پر بیٹھے تھے اور انکے ساتھ علی بھی تھے اچانک ایک بڈھا آیا
اور رسول اللہ پر سلام کیا اور چلا گیا رسول اللہ نے علی سے پوچھا اس بڈھے کو پہچانتے ہو کہا مین نہین پہچانتا فرمایا یہ ابلیس ہے علی نے کہا
یا رسول اللہ اگر میں جانتا تو تلوار کا پیالا دیتا کہ آپکی امت اس سے چھوٹ جاتی تو ابلیس علی کی طرف پھر آیا اور کہنے لگا ای ابا الحسن تو نے مجھ پر ظلم کیا۔

قول الله عز وجل وشاركهم في الاموال والاولاد والله ما شركت احدا
احبك في امه ويزيد ذلك بيانا - وتفسير ما روى صدوق في العيون
عن علي بن ابي طالب قال كنت جالسا عند باب الكعبة واذا شيخ محدودب
قد سقط حاجباه على عينيه من شدة الكبر وفي يده عكازة وعلى راسه برنس
احمر وعليه مدرعة من الشعر فدنا الى النبي صلى الله عليه وسلم مسندا ظهره
بالكعبة فقال يا رسول الله ادع لي بالمغفرة فقال النبي صلى الله عليه وسلم خاب
سعيك يا شيخ وضل عملك فلما ولى الشيخ قال لي يا ابا الحسن اتعرفه قلت اللهم
لا قال ذلك اللعين ابليس قال علي عليه السلام فعدوت خلفه حتى لحقته وصرعته الى الارض
وجلست على صدره ووضعت يدي في حلقه لاخنقه فقال لا تفعل يا ابا الحسن فاني من المنظرين الى يوم
الوقت المعلوم والله يا علي اني لاحبك وما ابغضك احد الا شركت اباه في امه فصار ولد زنا فضحكت وخليت
سبيله انتهى اور ملا باقر مجلسی نے حلیۃ المتقین میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ آنجناب نے
فرمود دشمن ما اہل بیت نیست مگر کسیکہ ولد الزنا باشد یا مادرش در حیض باو حاملہ شدہ باشد
اور نیز دوسری حدیث میں امام صادق سے روایت کی ہے کہ راوی پرسید بچہ چیز میتوان
دانست کہ کسی شریک شیطان شدہ است فرمود ہر کہ ما را دوست ندارد شیطان در او شریک است

سلہ کیا تو نے اللہ عز وجل کا قول نہیں سنا - وشارکہم فی الاموال والاولاد خدا کی قسم جو تجکو محبوب رکہتا ہے میں اسکی ماں میں شریک
نہیں ہوا - صدوق نے عیون میں علی سے روایت کیا ہے فرمایا میں کعبہ کے دروازہ کے پاس بیٹھا تھا اچانک ایک بڈھا کوزہ پشت
جسکی پلکیں بڑہاپے سے آنکھوں پر گر پڑے تہیں اسکے ہاتھ میں ایک لٹھیا تہی اور اسکے سر پر سرخ کلاہ تہی اور اوسپر
اون کے کمل تہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کعبہ کے ساتھ پیٹھ کا سہارا لگائی ہوئی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے
لیے مغفرت کے دعا کیجیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ای شیخ تیری سعی ناکامیاب اور تیرا عمل بیکار ہے جب وہ پیٹھ پہیر
مجھکو فرمایا ای ابا الحسن تو اسکو پہچانتا ہے عرض کیا نہیں فرمایا یہ ابلیس لعین ہے علی نے کہا میں اوسکے پیچھے دوڑا تا کہ اوسکا
گلا گہونٹ ڈالوں اوس نے کہا ایسا نکر ای ابا الحسن کیونکہ میں قیامت تک مہلت دیا گیا ہوں خدا کی قسم ای علی میں تجکو دوست
رکہتا ہوں اور جو تجسے بغض رکہتا ہے - میں اسکے باپ کا اوسکی ماں میں شریک ہوتا ہوں - اور وہ ولد الزنا ہوتا ہے
میں نے ہنسکر اوسکو چھوڑ دیا - ۱۲ -

حاشیہ اہل دانش اور انصاف پر مخفی نہیں کہ ان روایتوں نے ثابت کیا کہ جناب امیر کو ابلیس لعین کے قیامت تک مہلت دی جانے کی خبر تہی باوجودیکہ آپ قرآن کو بہی پڑہے ہوئے تہے بلکہ عالم ما کان و ما یکون تہے اسلیے آپنے مارڈالنے کا ارادہ فرمایا پہر اللہ تعالی ... لعین آپکو معلوم ہوا [illegible]

شدہ است دہر کہ دشمن ماست شیطان درو شریک است - علاوہ انکے اور بہت اس قسم کے
روایات ہین جو اس مدعا پر دال ہین جنکی نسبت حسب التصریح خاتم المتکلمین اکابر امامیہ نے
شہرت بلکہ تواتر کا دعوی کیا ہے پس ان احادیث سے صریح ثابت ہوا کہ جو شخص جناب امیر
و دیگر ائمہ کی محبت سے بے بہرہ ہے اور مبغض اہلبیت ہے ولد الحرام اور نطفہ شیطان ہے
اب ہم اصول شیعہ پر مبغض اہلبیت ہونا عباس رضی اللہ عنہ کا ثابت کرتے ہین - اول
قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین درباب غصب ام کلثوم صریح ظلم
در حق ملفی اور اس غصب مین معاونت خلیفہ ثانی کے ساتھ عباس کیطرف منسوب کیا ہے اور یون
مین لکھتے ہین - کہ ظاہر ابواسطہ وکالت فضولی و امثال آن حضرت امیر عباس را مانند دیگر
یاران فدائی خود راسخ در محبت و اخلاص معتمد ندانست و لہذا چنانکہ سابقا در احوال سید الشہدا
مذکور شد آنحضرت علیہ السلام از عباس و عقیل بکلیفین جافیین تعبیر فرمودہ اند - اور ظاہر ہے
کہ جو شخص رعایت اہلبیت نبوی ترک کرے اور اہل جور کیطرف مائل ہوا اور غصب ام کلثوم
مین غاصبونکا شریک اور معاون ہو اوسکی ناصبیت اور عداوت اہلبیت مین کیا شک ہے ہم
پس اوسکی ولادت کے بارہ مین حضرات شیعہ جو کچھ فرماتے ہین ہم سابق مین نقل کر آئے ہین
دوسری روایت ثقۃ الاسلام کے ہے جسکا ترجمہ حیات القلوب مین کیا ہے اوسکو ہم خاتم
المتکلمین سے نقل کرتے ہین - سدیر از حضرت امام محمد باقر العلوم پرسید کہ کجا بود غیرت و کثرت
بنی ہاشم کہ حضرت امیر المومنین بعد از حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم از ابو بکر و عمر و سایر
منافقان مغلوب گردید - حضرت فرمود کہ از بنی ہاشم کہ ماندہ بود جعفر و حمزہ کہ در غایت ایمان
و یقین و از سابقین اولین بودند بعالم بقا رحلت کردہ بودند و دو مرد ضعیف الیقین ذلیل النفس
تازہ مسلمان شدہ بودند عباس و عقیل و ایشانرا در جنگ بدر اسیر کردند و آزاد کردند ایمان ایشان
قوی نبود و بخدا سوگند کہ اگر حمزہ و جعفر حاضر بودند دران فتنہ ابوبکر و عمر یارای آن نداشتند
کہ حق امیر المومنین را غصب کنند و اگر ہمچو ایشان بودند ہمہ ایشانرا می کشتند - انتہی اس روایت

واضح ہے کہ عباس و عقیل مطیع نفس امارہ دنیاوی طمع کے وجہ سے کفار کی کاسہ لیسوں مین شریک ہوئی اسیواسطے جناب امیر نے اونکو محبت و اخلاص مین راسخ نہین سمجھا اور بعد وفات جناب سرور کائنات کے جب عباس نے آپ سے خلافت پر بیعت کرنا چاہا تو اوسپر التفات نکیا اور بیعت قبول نکی ۔ پس واضح ہو کہ یہہ تمام اوصاف مقدسہ جو حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عنوا بیہ کے نسبت جنکی نسبت آپ تقیہ آبائی فرماوین اور فرماوین کہ عباس کے ایذا میری ہی ایذا ہے اور وہ میرے باپ کی جگہہ ہے اور اوسکی تعظیم و توقیر کرو بیان کیے جاتی ہین آپکی نسب و عداوت اہلبیت نبوت پر واضح دلیل ہے اور جب نصب و عداوت ثابت ہوئی تو مدلول اون روایات کا جو متواتر المعنے ہین اور قاعدہ کلیہ کے اثبات مین ہم ابھی بیان کر آئے ہین ۔ معاذ اللہ آپ پر صادق آیا اور نصب انبیاء و مرسلین بھی باصل اشتہ پر ثابت کر تے مگر عجلت وقت اور قصد اختصار مانع ہے اور غالباً بعض روایات شروع رسالہ مین نقل ہو بھی چکی ہین اسلیئے ہم اوسکی تفصیل سے معذور ہین **قولہ** دنیا اور آخرت مین اندھا ہوتا جو لکھا ہے اسپر بھی کمال حیف ہے آپ اسکی ہنسی و مطائبہ کو بصورت اصلی ارشاد سمجھہ گئے ہین

اقول اگر یہہ جواب آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہین تو واضح ہو کہ آپکے علماء نے صرف جواب دہی سے جان بچانے کے واسطے اسکو تمسخر اور مطائبہ فرما کر ٹال دیا ہے افسوس کہ آپ اوسکو واقعی سمجھہ گئے اور اگر ایجاد بندہ ہے تو بھی غلط ہے منشا اوسکا یہہ ہے کہ نہ اپنی کتابونکی خبر اور نہ خصم کے کتابونکی واقفیت ہے ۔ یا یہہ کہ خبر ہو گی لیکن جواب کے خوف سے اوسکو ہنسی مذاق کہدیا افسوس کہ یہہ جواب پہلے سے آپکو نہ سوجھا ورنہ بہت کام آتا ۔ لیجیے ہم آپکو مطلع کرتے ہین کہ یہہ ہزل و مطائبہ نہین بلکہ سراسر واقعی ہے سبحان اللہ حضرت تو آیت کا شان نزول بیان فرماوین اور آپ اسکو ہنسی تمسخر مین اڑا دین سمنا لیکن کیا جیسا آپ کا تکیہ بطور تقیہ جھوٹ بولنا درست فرماتے ہین تو کیا ہنسی مطائبہ مین بھی ائمہ کو جھوٹ بولنا روا ہے ۔ لیجیے ہم اسکے ثبوت مین عبارت منتہی الکلام کی نقل کرتے ہین ۔ خاتم متکلمین مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین فذا کر ایں

دلیل قناعت کنی و کوشش بر مدلول آن مکابرۃ و مجادلۃ نتہی و دال دیگر بر احد ثامت و ناصبیت این بیرۂ پیش خود دارم از انجملہ روایت اسناد کلینی ست از حضرت سید الساجدین امام زین العابدین کہ در حق عبد اللہ و پدرش عباس این آیت نازل شدہ ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا یعنی ہر کہ در دنیا کور ست در راہ حق را نمے بیند پس او در آخرت کورست از دیدن راہ بہشت و گمراہ ترست انتہی ترجمۃ الآیۃ الکریمہ علی لسان صاحب حیات القلوب پس اگر مراد از کوری این پدر و پسر معاذ اللہ ترک موافقت مرتضوی و میل بہ بنائی خلفاء بمعنے ناصبیت باشد فذلک عین المدعا و اگر چیز دیگر باشد مثل انکار توحید یا نبوت و معاد یا فسق و فجور پس واجب کہ اہل خصومت تقریر تحریر آن پردازند و در مقام مناظرہ اظہار آن سازند۔ انتہی۔ اہل عقل و انصاف اس عبارت کا ملاحظہ فرماوین اور دیکھین کہ یہ بیان شاہ صاحب بطور ہنسی مطائبہ کے ہے یا واقعی از نفس الامر ہے اگر واقعی ہے اور روایات شیعہ سے ثابت ہے تو پہر ہماری فاضل مجیب کا اسکو مطائبہ سمجہنا کیا اسی وجہ سے ہے کہ جواب کہا سے بنجات پا جاوین یا کسی دوسری وجہ سے افسوس کہ ایک بے سر پر جواب لکہنے بیٹہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ اب دانشمند فرماوین کہ اہلسنت نے تمسک بالثقلین کیا ہے یا حضرات شیعہ نے۔ اقول۔ آپنے اہلسنت کا کچھہ تمسک ذکر نہین فرمایا کہ موازنہ کیا جاتا محض دعوی لسانی ہے۔ چند روایتین شیعہ کی جو بزعم خود خلاف تمسک تہین نقل کردی جنکا جواب گذر چکا موازنہ کیونکر کیا جاوے کس سے کیا جاوے اگر کچھہ اپنا تمسک تحریر فرماتے تو البتہ موازنہ ہوتا یقول العبد الفقیر الی مولاہ۔ افسوس کہ آپ اپنے سوال ہی کو بہول گئے کہ اوسمین کیا مضمون لکہا تہا بعد اوس بندہ کے تحریر بہی مطلب نہ سمجہے جواب موازنہ پر معترض ہوئی۔ اب اپنے سوال کو ملاحظہ فرمائیے کہ آپنے معاملہ عقد خلافت و قصد احراق کے تمسک کا طعن کیا تہا۔ کمترین نے بہی بجواب اوسکی چند روایات جو مستلزم عدم تمسک شیعہ کی تہی ذکر کرکے متنبہ کیا کہ جب ہمارا عدم تمسک بیہ ہے جو آپ نے ذکر فرمایا۔ اور آپکا عدم تمسک یہ ہے۔ جو ہم عرض کرتے اور قاعدہ ہے تعرف الاشیاء باضدادہا

مجیب اپنے سوال ہی سے بیخبر ہیں

تو اس سے اب ہماری اور اپنے تمسک میں موازنہ فرمالیں پس ظاہر ہے کہ اسکو واسطے ہمکو اپنے تمسکات بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی اگر آپ مطلب سمجھتے تو موازنہ کے لیے ہماری تمسکات کے طالب ہوتے اور جوابات نوجیسے کچھ آپنے تحریر فرمائی اوسکی حالت اہل عقل و انصاف پر بخوبی روشن ہے اور عجب نہیں کہ کبھی اپنے دلمیں آپ بھی انصاف کرتے ہونگے **قوله** اب آپکی طرح ہم بھی عرض کرتے ہیں کہ کیا تمسک کے یہہ ہی معنے ہیں کہ کتاب اللہ کو محرف اور غلط بتلا دیں اور اوسکو جلائیں اور پہاڑ ڈالیں اور رسول اللہ کی بیٹی کو زوجہ کا ذکر نہیں درحالیکہ اسلام نے دشمن جدائی ڈال دی تھی اور اہلبیت کے گھر جلانے کی دہمکی دیں۔ اور جنکو حضرت عباس عم رسول خدا صلعم ایہا عرک اللہ بظر الکت فرمائیں انکو خلیفہ رسول و امام برحق قرار دیں اسلیے علیٰ ذالک۔ **اقول** بحول اللہ وقوتہ ہم ان مطاعن کا بخوبی ابطال و استیصال بحاث سابقین کر چکے ہیں حاجت تکرار و اعادہ نہیں ہے **قال الفاضل المجیب** قوله۔ یا اینہمہ جناب مخاطب کے تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اونکے نزدیک صرف قصہ احراق ثابت ہے الحمد للہ جن حضرات شیعہ نے وقوع احراق فرمایا ہے وہ جناب مخاطب کے نزدیک معتبر نہیں ورنہ اونکو موقع طعن میں بیان فرماتے۔ **اقول** کیا جناب مجیب ہمکو بھی مثل حضرات اہل سنت تصور فرماتے ہیں کہ دعوے بلا دلیل پیش کریں یا اپنے ہی مسلمات سے مخالف کو الزام دیں۔ ہمارا یہہ شیوہ نہیں ہم مقبول فریقین یا مقبول خصم سے الزام دیتے ہیں اسلیے حوالہ کتاب بھی گذارش ہوا تھا مگر جناب نے اوس سے اغماض و اعراض مصلحتاً فرمایا۔ **یقول العبد الفقیر** اسلے مولاہ الغنی۔ معاذ اللہ ہم آپکو ہرگز مثل حضرات اہلسنت کے تصور نہیں کرتے **وما یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات**[1] لیکن یہہ تو فرمائیے کہ آپنے ہماری کس عبارت سے سمجھا ہے کہ ہم آپکو مثل اہل سنت کے تصور کرتے ہیں خدا کے لیے کہیں تو نشان کر دیجیے ہم نے تو صریح یہہ لکھا تھا کہ بعض حضرات شیعہ نے دعوے وقوع احراق کا کیا ہے جسکے جواب سے جناب نے مصلحتاً اعراض و اغماض فرمایا۔ پس اگر

---

[1] نہ اندہا اور بینا اور اندہیری روشنی ور سایہ اور گرمی برابر ہیں اور نہ زندی اور مردی برابر ہیں ۱۲

اونکا دعوی غلط اور کذب ہے چنانچہ آپکی تحریر سے ثابت ہوتا ہے تو آپکو چاہیے تہا کہ یہہ فرماتے
کہ کیا ہمکو بہی مثل حضرات علماء سنیہ کے معذور فرماتے ہین الخ اور آپکی دعاوی اور دلائل اور استدلالات
والزامات کا حال آپکی تحریر سے خود اہل علم و انصاف پر واضح ہے کچہہ ہماری کہنے کی یہہ ضرورت
نہین ہے اور خود یہہ ہے دعوی آپکی اس قول مین آپکی دعوی کا مکذب ہے۔ **قوله** معلوم ہوا کے
کس عبارت سی یہہ بات اپنے سمجہی | **اقول** جناب یہہ امر میرے گذارش سے ظاہر تہا
مگر افسوس کہ آپ اردو کی سہل عبارت کو نہین سمجہتے میرا خلاصہ گذارش یہہ تہا کہ یہہ موقع طعن کا
تہا اور ایسی موقع مین حتی لا امکان کوتاہی نہین کیجاتے جو امر زیادہ باعث طعن ہوا اسکو
ترک کرکے حقیقت کو نہین ذکر کیا جاتا ہے جب آپنے قصد احراق محل طعن مین بیان فرمایا
حالانکہ آپکے بعض علماء مدعی وقوع نفس احراق کے ہین اور وقوع نفس احراق کو جو باعث اشد
طعن اشد تہا ترک کیا تو معلوم ہوا کہ اگر آپکے نزدیک معتبر ہوتا تو ضرور آپ اوسکو ذکر کرتے
اس سے معلوم ہوا کہ وہ آپکی نزدیک چندان قابل اعتبار نہین **قال الفاضل المجیب**
قوله - باقی رہا قصد احراق جو امر قلبیہ سی ہے اسکا مفصل جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائیگا
یہان کہ محل اجمال ہے اسیقدر کافی ہے۔ اقول - اور کس بات کا آپنے جواب عطا فرمایا کہ اوسکی
نسبت باقی رہا الخ فرماتے ہین آپنے شروع ہی سے وہ چال اختیار کی ہے کہ جو امور ہمنے
دریافت کئی تہی بزعم خود ہم پر ہی منقلب کر دیئی اور اس سے آپکی غرض صرف اصلی جواب سے
پہلو تہی کرنا ہے **یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی** ہم شروع رسالہ مین
گذارش کر چکے ہین کہ آپ محض سائل نہین ہیتے بلکہ مدعی بہی تہے اور آپنے اپنے دعوی کو
بلا دلیل ذکر فرمایا تہا تو ہمنے آپسے آپکے دعوی کی نسبت دلیل طلب کی اور آپکے سوال کا
اجمالی جواب دیکر آپکو متنبہ کر دیا کہ آپ جواب کے اوسوقت مستحق ہونگی جبکہ اپنے دعوی کو
بدلائل ثابت کرین گے۔ چنانچہ اس تحریر مین بزعم خود آپنے اپنی مدعا کو بدلائل ثابت کیا
گو باعتبار واقع کے ثابت نہوا ہو۔ پس ہمنے بہی اپنے اس رسالہ مین آپکے سوال کا جواب

کسیقدر بسط و تفصیل کے ساتھہ گذارش کیا پھر آپکا یہہ فرمانا کہ اس سے آپکی اصلی غرض صرف جواب سے
پہلو تہی کرنا ہے محض دعوی بے دلیل اور غلط ہوا اور نیز باوجود عدم استحقاق جواب کے یہہ اجمالی
طرز اسلیے بھی اختیار کیا تھا کہ آپکو انظار و ابحاث میں پھنسانے کے لیے ایک جال تھا
سو بحول اللہ و قوتہ حسب مدعا آپ ایسی ابحاث کے جال میں پھنسی ہیں کہ قیامت تک مخلصی محال ہے
قولہ معہذا سوال میں قصد احراق بھی ذکر ہوا ہے اور حوالہ کتاب بھی درج ہے مناسب تھا
کہ اسکا جواب تحقیقی یا الزامی تحریر ہوتا ورنہ اسقدر تعرض کی بھی کیا حاجت تھی جسطرح اصلی سوال کے
جواب میں سکوت اختیار فرمائی یہاں بھی خاموش رہتے **اقول** افسوس کہ بندہ کی گذارش
فہم شریف میں نہ آئی بندہ نے جو عرض کیا تھا کہ قصد اسوء تعلیہ سے ہے یہہ ہے آپکی سوال کا اجمالی
جواب تھا اور حاصل اسکا یہہ تھا کہ آپنے قصد احراق کا دعوی فرمایا اور جو روایت کہ آپنے
ذکر فرمائی اوسکی یہہ عبارت ہے۔ ؎ وایم اللہ ما ذاک بمانعی ان اجتمع ہولاء النفر
عندک ان امرہم ان یحرق علیہم البیت اور ان الفاظ سے قصد احراق ثابت نہیں ہوتا
بلکہ محض تہدید بصراحۃ معلوم ہوتی ہے کیونکہ عرف میں ایسی کلمات ایسے مواقع میں محض تہدیدا
کہتے ہیں تو دلیل مثبت مدعا نہیں ہوئی اور دعوے ثابت نہوا۔ آپنے بجز اس ایک روایت کے
اور کوئی قرینہ بھی بیان نفرمایا تھا جو مثبت تصمیم عزم ہو پس ایسے پوچ استدلال کے بیخ کنی اور قطع
عرق کیواسطے یہہ ایک جملہ بھی کافی تھا۔ بشرطیکہ فہم سے کام لیتے۔ چونکہ اب آپ اوسکی
تفصیل کے طالب ہیں اور یہہ موقع بھی اوسکی تفصیل کا ہے۔ اسلیے ہم اوسکی تفصیل کے لیے
بھی حاضر ہیں لیجیے ذرا متوجہ ہوکر سنیے۔ واقفان مناظرہ مذہبی فریقین پر مخفی نہیں ہے
کہ حسب عادت قدیمہ خود کہ ہمیشہ مذہب میں نئے نئے تراش و خراش کرتے رہتے ہیں
شیعہ کے اس مسئلہ میں بھی رنگ برنگ کے اقوال رہے اول وقوع احراق کا دعوی ہوا
چنانچہ علامہ طوسی نے تجرید میں اور ملا باقر مجلسی اور بعض متاخرین نے بھی لکھا۔ اور بعض علمائے

؎ اور اللہ کی قسم اگر یہہ لوگ تیری پاس جمع ہوئے تو یہہ مجکو اس سے مانع نہوگا کہ میں انپر گھر جلانے کا حکم کردوں ۱۲

ہمارے فاضل مجیب بہی جب اس دعوے کی غلطی پر متنبہ ہوئی تو اوس دعوے کا انکار کیا اور قصد
احراق کا دعوی کیا - پہر جب بعضے علما رسالہ کشی ابحاث اہلسنت مین گرفتار ہوئی تو اونہون نے
اسکو تہدید و تخویف پر محمول فرمایا - چونکہ وقوع احراق کی نسبت ہمارے فاضل مجیب کا دعوی نہین
بلکہ بعض علما نے خود تکذیب فرمائی اسلیے ہم اوسکی تردید کیطرف متوجہ نہین ہوتی اور ابطال
دعوی قصد احراق کیطرف عنان توجہ منعطف کرتے ہین - پس واضح ہو کہ قصد احراق سے مراد
تصمیم عزم احراق ہے کہ معاذ اللہ مقصود دلی یہہ تہا کہ خانہ اہلبیت کو جلا دین اور مجرد
تخویف و تہدید منظور نہین تہے - لیکن دعوی تصمیم عزم احراق بہی بوجوہ چند باطل ہے
اول یہہ کہ جو روایت کہ ازالۃ الخفا سے اس مدعا کے ثبوت مین نقل کی ہے وہ ہرگز اسکو ثابت
نہین اور اوس سے استدلال صحیح نہین کیونکہ اوسمین احتمال مجرد تہدید و تخویف کا بہی بلکہ غالب
سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے تو استدلال تصمیم عزم احراق پر باطل ہوا - دوسری یہہ کہ ان الفاظ
مین جو روایت منقولہ مین موجود ہین قسم عدم مانعیت پر واقع ہے نہ احراق پر اور حاصل ترجمہ اس
جملہ کا اصطلاح ہے کہ خدا کی قسم یہہ میرا مانع نہین ہے امر احراق سے - تو اس جملہ سے یہہ بہی
نہین ثابت ہوتا کہ حضرت فاروق نے فرمایا ہو کہ اگر مجتمع ہوئی تو مین گہر جلا دونگا بلکہ یہہ کہا ہے
کہ اگر مجتمع ہوئی تو مجکو یہہ امر احراق بیت سے مانع نہوگا اور اس سے تصمیم عزم احراق پر
استدلال کرنا سراسر بیجا ہے - تیسری یہہ کہ جناب امیر نے بہی قصہ میزاب مین جسکی روایت
ہم ابہی اوپر بیان کر آئے ہین - پرنالہ لگوانے کے واسطے جب آپ تشریف لائی تو تلوار خلاف
عادت شریفہ گلی مین ڈالی ہوئی آئے اور فرمایا لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعنق الآمر بہ
اور نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کے اوکہاڑنے کے بارہ مین جیسا کہ علل الشرائع
مین آپکے صدوق نے روایت کی جناب امیر نے قتل و قتال کا ارادہ فرمایا حالانکہ سل سیف
قطعاً بحسب حکم خدا و رسول آپ پر حرام تہا تو اگر اوسکو بہی مجرد تخویف و تہدید پر محمول فرماتے
تو ہماری طرف سے بہی یہہ ہی فرماوین - اور اگر جناب امیر کی تصمیم عزم قتل و قتال کے

قائل ہوتے ہین تو آپکی عصمت بلکہ امامت و خلافت سے ہاتھ دھو بیٹھیں بش قبر فاطمی کی روایت ملخصاً جو خاتم المتکلمین نے علل الشرائع سے ترجمۃً نقل کی ہے ہم بھی اوسکو نقل کرتے ہین ذکر کہ خلیفہ ثانی را خبر وفات حضرت زہرا رسانیدند او بکمال جزع و فزع ہمراہ صدیق بتقریب تعزیت نزد امیر المومنین علیہ السلام حاضر شد و شکایت شروع کرد و گفت نطلبیدن ما را بر جنازہ فاطمی از ان قبیل ست کہ در غسل آنحضرت ما را دخل ندادی و بحسن تسلیم کردی کہ یا بوبکر گفت کہ ترا با پیغمبر چہ کار ست این ہمہ دلیل کدورت و غبار ست حضرت امیر فرمود اگر قسم شرعی یاد کنم تصدیق خواہید کرد گفت بلی پس در مسجد مقدس داخل شد و گفت کہ دو امر ازان بود کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در غسل فاطمہ زہرا در بارہ نماز جنازہ و ما یتعلق بہ وصیت کردہ بودند کہ اجانب را مدخل ندہی و حاشا کہ این کلمہ بغیر زبان خود م تسلیم کردہ باشم بلکہ چون الف و الف جناب مصطفوی زائد الوصف دہشت ہستے کہ در عین نماز بر دوش مبارکش سوار میشد و در اثنا خطبہ دامن مقدس میکشید بر آمدن ابوبکر بالای منبر آن سرور بر وی بشاق آمد فاروق این کلمات طیبات را از جہالت دانست و صلاح او بر نبش قبر فاطمی برای ادای نماز جنازہ قرار گرفت پس صحبت منجر بکلفت گردید و نوبت باشتداد غیظ و غضب رسید و قریب بود کہ ذو الفقار از نیام بر آید و مقاتلہ عظیم در صحابہ کرام واقع شود زیرا کہ امیر المومنین قسم شرعی یاد نمود کہ بر این تقدیر سر فاروق را از دوش بردارم بلکہ قبل ازین مطلب دیر ازندہ نگذارم پس مہاجرین و انصار بہیئت مجموعی در صلاح افتادند و بر ارادہ فاروق تن برضا ندادند۔ انتہی ملخصہ۔ تعجب ہے کہ جناب قالع باب خیبر قاتل قوم عاد۔ بعد احراق بیت اور اسقاط محسن اور ضرب اسواط بضعۃ الرسول سیدۃ کائنات اور انتساب تہمت زنا کے وقت آپ مامور بصبر و سکوت ہون اور سل سیف کے مامور ہون اور نماز جنازہ کیواسطے نبش قبر پر مامور بجہاد ہون۔ ع این خیالست و محالست و جنون۔ پس ظاہر ہے کہ یہہ سب قصہ تہمت بلا تہ بنایا تھا اور ہرگز آپکا قصد مخالف وصیت قتل و قتال کا نہو گا۔ چوتھی یہہ کہ صاحب عماد الاسلام نے بھی اسکو مجرد تخویف پر حمل کیا وہ تحریر فرماتے ہین چنانچہ

خاتم المتکلمین نے نقل فرمایا ہے مقتضی تلک المرویات ہواں عمر ہم تبعہ قصد احراق بیت فاطمة واتی بالحطب وجمعه علی بابه لا انه وقع منه الاحراق فلعل کان عزمه مجرد التخویف - پس جب آپکے علماء نے خود تسلیم فرمالیا کہ فاروق کی یہ فعل محض غرض تخویف تھا تو آپکا انکار اونکی ایسی تکذیب ہے جیسی میں احراق کے پانچوین حسب تصریح خاتم المتکلمین در ازالة العین کلام ابوجعفر بن ابی نقیب متشیعین سے ہویدا ہے کہ قرن اول کے شروع میں تمام مہاجرین وانصار خلفاء کے ظاہری زہد وورع اور عدل وداد اور دنیا سے نفرت کلی کی وجہ سے اونکی حقیقت خلافت کے معتقد ہوئی تہی اور رفتہ رفتہ متاخرین کو اور زیادہ اطمینان حاصل ہوگیا اور ظاہر ہے کہ خلفاء کو بہی ان امور کا پاس ہوگا اور خیال کرتے ہونگے کہ ایسا کوئی فعل ہم سے صادر نہو جو باعث سوء ظن ہو بلکہ جہانتک ہوسکے لوگونکو حسن ظن اور خلوص عقیدت دام میں پہناوین تو ایسی حالت میں علی الخصوص قریب زمانہ وفات سرور کائنات علیہ افضل الصلوات کے کیونکر ممکن ہے کہ احراق بالقصد احراق البیت کیا ہو اور اگر بالفرض اونسے یہہ فعل صادر ہوا ہو تو انکو ابوجعفر وغیرہ کا فرمانا محض کذب ہوگا - چھٹی طرفہ تر یہہ ہے کہ خود علماء شیعہ میں سے طبرسی نے مطابق روایت باقر مجلسی کے احتجاج میں روایت کی جسکا مضمون یہہ ہے - کہ چون خلیفہ ثانی بآواز بلند گفت کہ اگر امیر المومنین از خانہ خود بیرون نیاید خانہ او را خواہم سوخت صحابہ از شنیدن این قول متغیر شدند و انکار شدید کردند خلیفہ ثانی گفت شما گمان بردید کہ من چنین خواہم کرد حالانکہ مقصود من تہدید بود نہ چیز دیگر پس جناب امیر فرستادی بواسطہ شخصی پیام بسوی عمر فرستاد کہ من برای گرد آوردن آیات قرآنی در جمعہ مشغول شدہ ام و مشغول تالیف گردیدہ ام و بر زبانم سوگند جاری شدہ کہ تا ازین امر فارغ نشوم از خانہ پای خود بیرون نگذارم و با مور دیگر نہ پردازم - قطع نظر اس سے کہ فاروق نے اسکی نسبت یہہ فرمایا کہ میرا یہہ قول مجرد تہدید کی غرض سے تہا - جسپر صحابہ ساکت ہوگئی - اس روایت سے یہہ فائدہ حاصل ہوا کہ صحابہ نے مجرد اس قول (خواہم سوخت) سنی کی انکار شدید کیا اور موافقت فاروق

نہیں کی تہی اور برہم ہو گئی تو کیونکر ممکن ہے کہ ان صحابہ نے جو بمجرد اس قول کے متغیر ہو گئی تہی اور
انکار رشد بد کیا تہا گہر جلانے کے واسطے سامان احراق جمع کرنے دیا ہو اور عقل سرسری بہی تسلیم نہیں کر سکتی
کہ وہ بہتانات جو حضرات شیعہ دشمنان خلفا کیطرف منسوب فرماتے ہیں مثل ضرب دشمنان سیدہ
و اسقاط محسن و تہمت فاحشہ وغیرہ خرافات کو ایسی صحابہ جان نثاروں نے بلا رد و انکار منظور کیا ہو گا
ساتوین علی بن ابراہیم قمی استاد کلینی کی تفسیر میں مروی ہے۔ حدثنی ابی عن صفوان
بن یحیی عن ابی الجارود عن عمران بن میثم عن مالک بن ضمرة عن ابی ذر رحمہ
الله قال لما نزلت هذه الاية يوم تبيض وجوه وتسود وجوه قال رسول الله صلى الله عليه
واله وسلم ترد امتی يوم القيمة على خمس رايات فراية مع عجل هذه الامة اسألهم ما فعلتم
بالثقلين من بعدی فيقولون اما الاكبر فحرفناه ونبذناه وراء ظهورنا واما الاصغر
فعاديناه وابغضناه وظلمناه فاقول ردوا النار ظماء مظمئين مسودة وجوهكم ثم ترد على
راية فرعون هذه الامة فاقول لهم ما فعلتم بالثقلين من بعدی فيقولون اما الاكبر
فحرفناه ومزقناه وخالفناه واما الاصغر فعاديناه وقاتلناه فاقول ردوا النار
ظماء مظمئين مسودة وجوهكم ثم ترد على راية مع سامری هذه الامة فاقول لهم
ما فعلتم بالثقلين من بعدی فيقولون اما الاكبر فعصيناه وتركناه واما الاصغر
فخذلناه وضيعناه فاقول ردوا النار ظماء مظمئين مسودة وجوهكم ثم ترد على راية

سلہ ابوذر سے روایت ہے کہا جب یہہ آیت یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن
میری امت میرے پاس پانچ جہنڈوں ہو کر آئیگی - ایک جہنڈا تو اس امت کے بچہڑے کے ساتہہ ہوگا میں ان سے پوچہونگا کہ تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتہہ کیا کیا
وہ کہینگے کہ بڑی کو تو ہمنے پہاڑ ڈالا اور اوسکو پس پشت ڈال دیا اور چہوٹے کے ساتہہ ہمنے دشمنی کی اور اوس سے بغض کیا اور اوسپر ظلم کیا
میں کہونگا پیاسے کالے مونہہ آگ میں جاؤ - پہر میرے پاس اس امت کے فرعون کا جہنڈا آئیگا میں انکو کہونگا کہ تم نے میرے بعد
ثقلین کے ساتہہ کیا کیا وہ کہینگے بڑی کو تو ہمنے پہاڑ ڈالا اور اوسکی مخالفت کی اور چہوٹے کے ساتہہ دشمنی کی اور اوس سے لڑے
قتل کیا میں کہونگا پیاسے جاؤ آگ میں تمہارے کالے مونہہ پہر ایک جہنڈا اس امت کے سامری کے ساتہہ میرے پاس آئیگا میں کہونگا کہ تم نے
میرے بعد ثقلین کے ساتہہ کیا کیا کہینگے بڑی کی تو نافرمانی کی اور چہوڑ دیا اور چہوٹے کو خذلان کیا میں کہونگا جاؤ پیاسے آگ میں تمہارے کالے مونہہ

لہ ذی الثدیہ مع اول الخوارج واٰخرھم واسألھم ما فعلتم بالثقلین من بعدی فیقولون اما الاکبر فمزقناہ وبرئنا منہ واما الاصغر فقاتلناہ وقتلناہ فاقول ردوا النار ظماء مظمئین مسودۃ وجوھکم ثم ترد علی رایۃ مع امام المتقین وسید المسلمین وقائد الغر المحجلین ووصی رسول رب العالمین فاقول ما فعلتم بالثقلین من بعدی فیقولون اما الاکبر فاتبعناہ واطعناہ واما الاصغر فاحببناہ وواليناہ ووازرناہ ونصرناہ حتی اھریقت فیھم دماؤنا فاقول ردوا الجنۃ رواء مرویین مبیضۃ وجوھکم ثم تلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ الی قولہ ففی رحمۃ اللہ ھم فیھا خالدون انتھی نقلا عن تفسیر الصافی۔ اہل عقل و انصاف ان روایات کو ملاحظہ فرمائیں اور میاں تشیع کے ولا و محبت میں صدق کو ملاحظہ کریں کہ میدان محشر میں بھی رسول خدا کے سامنے جھوٹ بولنے سے نہ چوکی۔ اور اگر احراق بیت کا قصد یا قصد احراق کا معاملہ صحیح ہے اور علاوہ اسکے دوسری تہمتیں جو خلفاء و صحابہ کے ذمہ لگاتے ہیں تو کیا یہ قول واما الاصغر فاحببناہ وواليناہ ووازرناہ ونصرناہ حتی (اھریقت فیھم دماؤنا) صحیح اور مطابق واقع کے ہو سکتا ہے۔ کیا یہی موالات اور نصرت تھی کہ گھر جلانے کا ارادہ کریں ہیزم وغیرہ دروازہ پر جمع کریں اور ضرب تازیانہ یا لگد یا دنبالہ شمشیر یا کاردسی علی اختلاف روایاتہم اسقاط محسن کرادیں بلکہ قتل دو معصومین کا کریں اور علی رؤس المنابر اتہام فاحشہ کا نسبت

لہ پھر ذو الثدیہ کا جھنڈا تمام خوارج کے ساتھ میرے پاس آئیگا میں پوچھونگا تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہینگے بڑی کو ہم نے پھاڑا اور اس سے بری ہوئے اور چھوٹے سے لڑے اور اسکو قتل کیا میں کہونگا جاؤ پیاسے آگ میں تمہارے کالے منہ پھر ایک جھنڈا پرہیزگاروں کے امام سچے اور کھرے روشن پیشانی اور ہاتھ پاؤں والوں کے سردار رسول اللہ کے وصی کے ساتھ میرے پاس آئیگا میں کہونگا تم نے میرے بعد ثقلین کے ساتھ کیا کیا کہینگے بڑے کی پیروی اور اطاعت کی اور چھوٹے کے ساتھ محبت کی۔ اور دوستی اور مدد کی یہانتک کہ ان میں ہمارے خون بہے میں کہونگا۔ جنت میں چلے جاؤ سیراب تمہارے روشن چہرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے پڑھا۔ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ۔ سے ففی رحمۃ اللہ ھم فیھا خالدون تک ۱۲

بند تسمہ نان سیدہ کرین اور یہہ مدعیین نصرت و موالات چپکے بیٹھے دیکہیں اور دم مارین اور
سانس نہ نکالین اور یہہ سوال کچہہ خاص شیعیان پاک ہی سے نہین کیا جائیگا بلکہ خود جناب جو صاحب
رائت ہین وہ بہی اسمین شامل ہونگی اور خود حضرت امیر ہی جواب دہ ہونگے تو یہہ کذب اصول
شیعہ پر جناب امیر کیطرف بہی منسوب ہوگا اور سوال وارد ہوگا کہ اتباع و اطاعت قرآن کی اور
محبت و موالات اہلبیت سرور انام کی یہی ہے کہ جسوقت عمر فاروق نے گہر جلایا یا جلانے کا
سامان مہیا کیا چون و چرا نہ کی ۔ اور باوجود اوس شجاعت کے جسکا بیان خارج امکان ہے
بمقابلہ اہلبیت کے اہانت کرنے والونکے گہر ہی مین بیٹہے رہے اس سے زیادہ عداوت و دشمنی اہلبیت کے ساتھہ اور کیا
ہوسکتی ہے ۔ لیکن حیرت و تعجب کا مقام ہے کہ جب حضرت سرور کائنات نے تمام
وقائع آتیہ بیان فرما دیئے تہے اور تمام حالات واقعہ و حوادث و دواہی کی خبر دیدی تہی
اور فرما دیا تہا کہ صبر و سکوت کرنا اور ہرگز چون و چرا نکرنا ۔ پس اس سوال کے کیا معنے
کہ تمنے ثقلین کے ساتہہ کیا کیا ۔ اور اگر کسی نہج سے یہہ سوال صحیح ہو بہی تو یہہ جواب
تو ہے جواب صحیح یہہ ہے کہ ہمنے آپکے ارشاد کے موافق صبر و سکوت کیا چون و چرا نہ کی
ظلم و ستم ہوا کئے کبہی دم نہ مارا ثقلین العیاذ باللہ خراب و خوار ہوئے سر نہ ہلایا پہر کیف
یہہ سوال و جواب مصنوعی غلط ہو یا صحیح ہمکو کچہہ بحث نہین ہمارا مدعا جو کچہہ ہے وہ اس سے ثابت ہے
مگر اسقدر گذارش اور باقی ہے کہ تفسیر صافی کی دوسری روایت جو اس روایت سے کچہہ اوپر مذکور ہے
اس امر کو مقتضی ہے کہ ظلم پر سکوت کرنے والے بہی ظالمون کے ساتہہ گرفتار عذاب ہوتے ہین
قال ابو جعفر[1] واوحی اللہ الی شعیب النبی انی معذب من قومک مائۃ الف واربعین الفا
من شرارہم وستین الفا من خیارہم فقال یارب ہؤلاء الاشرار فما بال الاخیار فاوحی

---

[1] ابو جعفرؑ نے کہا کہ شعیب نبی کیطرف خدا نے وحی بہیجی کہ مین تیرے قوم کے بُرے لوگوں مین سے ایک لاکہہ چالیس ہزار کو عذاب کرونگا اور بہلون مین سے ساٹہہ ہزار کو ۔ عرض کیا اے پروردگار یہہ تو برے ہین بہلا نیکون کا کیا حال ہے ۔ (اللہ نے) اونکی طرف وحی کی ۔ ۱۲

اللہ عزوجل الیہ انہ واصنوا اھل المعاصی ولیہ تیغضبو الغضب تو اس سے اونکا حال قیاس کرنا چاہیے جنہوں نے ایسے سخت ظلم نہیں کیا اور سنت کی اتنی غضبناک نہوی سانکو اونکو اونے چین بر جبین ہونے مین کام نکلتا تہا کہ اونکا کیا حال ہوگا شاید اصول شیعہ بر مانقی اس روایت کے مدلول کے وہ خیار ہی اون اشرار کے ساتھ معذب ہونگے بیت شادم از رقیبان دامن کشان گذشتی ۔ گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد ۔ آٹھوین خود ساتھ کستوری نے بجواب حضرت خاتم المحدثین کے ۔ حضرت فاروق کے اس ارکا مجرد تخویف پر محمول ہونا تسلیم کرلیا ہے وہ لکھتے ہین ۔ اما آنچہ گفتہ اگر مراد ایشان از قصد تخویف و تہدید بنا گفتن اینکہ من خواہم سوخت الخ ۔ پس ما میگوئیم کہ فی الواقع مراد علماء شیعہ از قصد احراق بیت بتوت کہ بروایات اہلسنت ثابت میکنند ہمین ہست واگر این قول در قصد او دلالت نکند لازم آید کہ در قول خود کاذب بودہ باشد ۔ اور اگر ہماری فاضل مجیب کو یہہ خیال ہو کہ آخر عبارت کستوری کی اور نیز عبارت سابقہ صریح دلالت کرتی ہے کہ وہ درپے اثبات قصد تحریق کے ہین تو اس تناقض کے دفع کا آپ ہی فکر فرمادین ۔ جو آپکی مفتی صاحب کی عبارت مین واقع ہے کہ کہین مدعی اثبات قصد احراق ہین اور کہین مجرد تخویف پر محمول ہونا تسلیم فرماتے ہین اور عجب نہین کرنا اسکا یہہ کہ حضرت مفتی صاحب کو درمیان قصد تحریق اور قصد تخویف کی تمیز نہوئی ہوگی کہ جسکی وجہ سے یہہ التباس و اختلاف کلام مین واقع ہوا **قولہ** معلوم نہین کہ قصد امور قلبیہ کہنے سے آپکا کیا مطلب ہے بظاہر تو وہی مطلب ہوگا کہ جو آپکی خاتم المحدثین نے تحدید فرمایا ہے قصد امور قلبیہ سے بے شک ہے مگر جبکہ اسباب و سامان قصد کے ظاہر ہوا تو بے شک کہہ سکتے ہین کہ اس کام کے کرنے پر آمادہ ہے **اقول** فعل کے کرنے پر آمادگی دو طرح پر ہوتی ہے یا بطور تصمیم عزم کے یا بطور مجرد تہدید و تخویف کے جو بظاہر ان دونوں مین کچھ فرق نہین اور اسیواسطے بعض علماء شیعہ پر ملتبس ہوگئی ۔ اور

حلہ کہ انہون نے گنہگارونکی ساتھ ہنسی کی ۔ اور میرے غصہ کے سبب وہ غصہ نہ ہی ۔ ۱۲ ۔

[illegible]

دونون فرق باعتبار ارادہ فاعل کے ہے اسلیے مناسب ہے کہ ہم اول ان دونون فرق [illegible]
اور اوسکے بعد اپنے فاضل مجیب کے اس قول کا جواب دیوین پس واضح ہو کہ قصد علی الفعل امر قلبی
جزمی ہے جو اوس فعل کے کرنے سے متعلق ہو اور قصد تخویف و تہدید یہہ ہے کہ فی حد ذاتہ
فعل کا کرنا مقصود نہو صرف بظاہر اظہار خوف کے لیے اوس فعل کے اسباب و سامان کرکے
صورت مین ظاہر کیا جاوے جس سے بظاہر عزم بالجزم مترشح ہوتا ہو کیونکہ اگر اوس سے
یہہ امر متحقق نہوگا تو مقصود جو تخویف و تہدید ہے ہرگز بر آمد نہوگا - بلکہ امور مہمہ مین تہدید و تخویف
کی نسبت جائز ہے کہ ہای تو یہ دور دہک فراہمی سامان بہ نسبت اصل قصد کے زیادہ ہو
پس ظاہر سامان سے ان دونون مین تمیز کرنا جیساکہ حضرات شیعہ کرتے ہین چنانچہ علامہ کنتوری نے
بہی تحفہ کے جواب مین لکہا ہے - واما آنچہ گفتہ اند کہ قصد از امور قلبیہ است کہ بران غیر خدای
تعالے دیگرے مطلع نمی تواند شد پس مدفوع ست بانکہ امارت و علامات و دلیل قصد می باشد
اور بتقلید انکی غالبا ہمارے فاضل مجیب بہی بدون سوچے سمجہے یہہ ہی ترانہ فرماتے ہین
اس دلیل سے کہ حضرات کو ان دونون مین تمیز نہین ہوگی - اصل سوال مین تحریر فرماتے ہین -
(اور بیعت لینے کے لیے گہر جلانے کی دہمکی دی) اور بعد اسکے قصد احراق روایت ازالۃ الخفا
سے ثابت کرتے ہین - اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ آپکو دہمکی اور قصد احراق مین تفرقہ و امتیاز
حاصل نہین ہی ان لیاقت فاعل کے اور لیاقت و قابلیت مفعول کے فے الجملہ قرینہ ہو سکتی ہے مثلا ایسے
افعال کے صدور مین کہ اونکا فاعل سفاک و بیباک ہو اور اتباع شرع سے مطلق بے بہرہ ہو
اور محل بہی لائق کشتنی و سوختنی ہو تو ایسی جگہ غالب احتمال تصمیم عزم کا ہو سکتا ہے لیکن جبتک
وقوع فعل نہ ہو چکے ہرگز استدلال نہین کیا جا سکتا کہ مقصود فے حد ذاتہ قصد قتل و احراق ہے
پس جب یہہ امر طے ہو گیا تو اب فاضل مجیب اور اونکے مفتی صاحب کا یہہ فرمانا کہ سامان
و اسباب کے جمع کرنے سے اور ہیزم و آتش کے لانے سے معلوم ہوا کہ فاروق احراق بیت
اہلبیت کا عزم بالجزم رکہتے تہے غلط ہوا - کسی شخص کو اوسکے قتل کے نسبت کہنا اور

تلوار گلے مین ڈالکر نکلنا بلکہ تلوار میان سے کھینچنا تک وال عزم اور قصد پر نہین ہوسکتی خود جناب
امیر کا قصد بیزار ہیپہ جوش و خروش اور قتل کی دہمکی اور تلوار گلے مین ہو الکر باہر آنا خود اسپر صریح
دلیل ہے بشرطیکہ حضرات شیعہ اسکو مجرد تہدید پر محمول فرماوین اسیطرح [illegible]
ارادہ قتل و قتال کرنا اور دست بقبضہ شمشیر ہونا بہی غالبًا اسی قسم سے ہوگا اور اگر حضرات
شیعہ سبکو تہدید پر محمول فرماوین اور عزم بالجزم سمجہین تو چونکہ آپ امور سیاوت تہے
اپکی عصمت بلکہ امامت و خلافت کو سنبھالین۔ آپکو یاد ہوگا جبکہ آپکے ابن عباس بصرہ کا
بیت المال لوٹ کر مکہ آبیٹھے اور جناب امیر نے اونکو ایک عتاب نامہ تحریر فرمایا جو نہج البلاغت
مین منقول ہے اور غالبًا ہم اوسکی نقل اوپر کرآئے ہین۔ اوسمین اونکو جناب امیر نے قسم کہاکر
کیا لکہا ہے اگر واقعی اوس سے انکا عزم بالجزم ثابت ہوتا ہے یا نہین۔ غالبًا وہ روایت
بہی آپکو حافظہ سے نکلی ہوگی جو ہم اوپر بیان کر آئے ہین۔ جو اصل روایت مجلسی اور قطب
راوندی کی ہے اور مواعظ حسنیہ مین بہی مذکور ہے اگر آپکو فراموش ہوگئی ہو تو ہم آپکو یاد دلاتے
ہین کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے قنبر سے فرمایا کہ مجکو معلوم ہوا ہے کہ چند مشکین عسل کی یمن سے آئی ہین
تیری حفاظت مین ہین مجکو ایک مہمان کی ناخورش کی ضرورت ہے تہوڑا مجکو اوسمین سے
دیدے چنانچہ ایک مشک کا موہنہ کہولکر بقدر حاجت لیا تقسیم کے وقت جب حضرت نے
مشکونکا ملاحظہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ایک مشک مین کم ہے قنبر سے دریافت کیا اونہون نے عرض کیا کہ حضرت
امام حسین ریحان رسول الثقلین کو ایک مہمان کے لیے ضرورت پیش آئی تہی اونہون نے
تہوڑا سا شہد لیا ہے سنتے ہی حکم دیا۔ بلاؤ جب حاضر ہوئی تو نہایت تیزی و خشونت غیظ و
غضب کے ساتھ درہ جو آپکے ہاتہہ مین تہا جناب امام کے مارنے کیواسطے اوٹہایا۔ یہانتک جناب
امام حسین نے نہایت عاجزی سے آپکے غصہ فرو کرنے کے واسطے حق جعفر کے کو یاد دلایا
اور آپکا غصہ فرو ہوا تو معلوم نہین یہ قرائن یعنے غیظ و غضب کرنا درہ کا مارنے کیواسطے
اوٹہانا اودہر قبل القسمت مال خلق اللہ مین تصرف کرنا ادہر جناب امیر کو حقانیت کا جوش ہونا

[illegible]

مستلزم قصد ضرب والی تہمتا ہین یا نہین اگر نہین ہین تو دعا ثابت ہے اور اگر ہین تو قطع نظر عصمت
امام کے خلاف ہے کیونکہ آخر مین خود جناب امیر نے ارشاد فرمایا اگر مین نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری ان انتونکو بوسہ دیتی تھے تو بیشک البتہ تجھکو مارتا تو لئے مسلمانو تمنے
پہلے کیون نفع اوٹھایا اس سے صریح مستفاد ہوا کہ آپکا قصد ہرگز ضرب کا نہتا بلکہ صرف تہدید
وتخویف مد نظر سامی تہی کیونکہ آپکو یاد تہا کہ حضرت دندان مبارک صاحبزادہ کو بوسہ دیتے تہے
تو ایسی حالت مین اقدام بالجزم مارنے کا کیونکر کر سکتی تہے۔ علاوہ ازین خود رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے متخلفین جماعت کے لیے وعید احراق فرمایا جو متفق علیہ فریقین ہے
اور یقیناً وہ محمول اوپر تہدید وتخویف کی ہے کیونکہ کوئی شخص علماسے اہلسنت مین سے تارک جماعت کے
لیے وجوب احراق کا قائل نہین ہوا اور اگر وجود روایت مین شک وشبہ ہو تو اپنے مجتہد
سابق کی تصانیف مثل مواعظ حسنیہ ملاحظہ فرما لیجئے۔ **قولہ** پس جبکہ خلیفہ ثانی نے
قسم یاد کی ہو اور سامان احراق مثل آتش وہیزم وغیرہ بھی ہمراہ لیگئے ہون۔ جیسا کہ کتب معتبرہ
اہلسنت سے ثابت ہے تو اب اسمین کیا شک رہا کیونکہ ہر آدمی جانتا ہے کہ جبکہ کوئی شخص
آگ لکڑی وغیرہ کسی مکان پر لیجاوے اور اوس کے مالک سے بقسم کہے کہ اس گہر کو جلا دونگا۔ تو
ضرور ثابت ہوگا کہ یہ شخص اس گہر کے جلانیکا قصد رکہتا ہے **اقول** اگر اصل سوال ہی مین
آپ ان امور کا ذکر فرماتے تو البتہ بندہ کا اجمالی جواب بیجا اور یہ کہنا کہ قصد لسوء قلبیہ سے ہے
مورد طعن ہوتا اور جب آپنے یہ امور اوسوقت ذکر فرمائی ہی نہین تہے اور صرف روایت
ازالۃ الخفا پر اکتفا فرمایا تہا اور یہ بہی حقلہ علامہ کنتوری وغیرہ فرمایا ہے تو پہر اجمالی جواب
کیون محل طعن ہے۔ رہا ثبوت ان امور کا کہ آگ وہیزم وغیرہ کا لیجانا مد نظر سامی ہتا جسکے
ذکر سے کسی مصلحت کے سبب اغماض فرمایا۔ تعجب ہے کہ استدلال فرمائین اور ایک امر کی اثبات کے
درپے ہون اور اثبات کے وقت پہلوتہی فرماوین۔ بہلا اگر یہ امور آگ وغیرہ کا لیجانا کتب
معتبرہ اہلسنت سے بزعم سامی ثابت ہے تو آپنے اوسکو ذکر کیون نہین فرمایا جو روایت آپنے

ارادہ مخفی سے نقل کی ادہین تو یہہ امور اشارۃ وکنایۃ بہی مکو نہین اسکی ذکر مین حیدان تطویل کی
نہین تہی اور کرنے بالجملہ تطویل بہی ہو تو زوائد واجب الحذف والاسقاط ہوا کرتے مین۔ اصل
مقاصد بحاث اور موقوف علیہ دعاوی۔ پہر اس بحث پر یہہ فرمانا کہ اب اسمین کیا شک رہا جب
ان روات سے ہے آپکو بے شک شک نرہا ہوگا۔ لیکن اہل عقل ودانش کا شک تو ایسی خرافات سے
کیونکر رفع ہوسکتا ہے اور اگر بالفرض اہلسنت کو کسی کتاب مین روایات ضعیفہ واہیہ پایہی جاوے
تو اسکا جواب قول سابق جواب سے بخوبی ظاہر وباہر ہے۔ کہ اصول شیعہ پر بہی یہہ امور قصد احراق
پر دال نہین ہوسکتی۔ اچہا بفرض محال ہمنے تسلیم کیا کہ یہہ امور قصد احراق پر دال مین بلکہ
مثل قضیہ شرطیہ لزومیہ کلما کانت الشمس طالعۃ فالنہار موجود مستلزم عزم بالجزم احراق کو مین کہ الحق
حضرت فاروق کا قصد صمیم احراق سب تہا اور تمام اعوان وانصار اونکی مددگار ومعاون تہے
لیکن ہم پوچہتے مین کہ اگر عزم صمیم تہا تو اسکو کون مانع ہوا اور حسب مذاق فاضل مجیب دیگر
بعض اکابر شیعہ جو عدم وقوع احراق کے قائل مین۔ احراق کیون وقوع مین نہین آیا صحابہ
کلہم اجمعین الا معدودی فاروق کے حامی ومددگار ہونگی اور جناب امیر وجناب سیدہ بلکہ تمام بنی
ہاشم شاید مامور بالسکوت ہونگی۔ اور ہون کچہ چون وچرا نکرپائی اور اگر چون وچرا کرنے والے ہوتے
تو معاملہ خلافت مین جو حسب ارشاد جناب قاضی صاحب شوستری اغتصاب مزار فدک
مومنات سے بہی زیادہ قبیح تہا چون وچرا کرتے خداوند تعالے کیطرفسے بہی کوئی امداد غیبی
نہین ہوئے جو اس سے مانع ہوتے جب باوجود تسلط تام اور عزم صمیم اور موجودگی سامان
اور عدم موانع کے وقوع احراق نہ پایا گیا تو معلوم ہوا کہ مقصود احراق ہرگز نہ تہا بلکہ مقصود
مجرد تخویف وتہدید تہے جو حاصل ہوگئی شاید شیعہ اسکا یہہ جواب دیوین کہ یہہ قصد معلق بشرط
تہا جو اجتماع ہے حاصل یہہ کہ اگر یہہ اجتماع باقی رہا تو بیشک گہر جلا دونگا اور وجود
معلق کے لیے وجود معلق بہ کا ضرور ہے اور وہ نہ پایا گیا تو بقاعدہ اذا فات الشرط
فات المشروط وجود معلق بشروط کا بہی جو احراق ہے نہ پایا گیا ہم ارکی

جواب مین لیتے ہین کہ یہہ جواب بعینہ ہماری مدعا کو مثبت ہے کیونکہ اس سے بصراحۃ ثابت ہوا
کہ فی حد ذاتہ مقصود اصلی تفریق اجتماع ہے اور یہہ ایعاد بالاحراق محض اوس مقصود کی تحصیل کا آلہ
اور واسطہ تہا اور سنے حد ذاتہ مقصود نہ تہا - کیونکہ ظاہر ہے کہ حصول مقصود یعنی تفریق
بدون تہدید و تخویف کے ممکن نہ تہا پس بمثل مشہور - ہمان آش در کاسہ - وہی تخویف و تہدید کے
طور پر ایعاد بالاحراق محصول رہا اور یہہ دعوی کہ احراق بیت مقصود تہا غلط ہوا - اقسم کہا کر
کہنا سو اسکی نسبت ہم عرض کر چکے کہ اول تو یہہ حضرات کی خوش فہمی ہے کہ اوس قسم کو فعل کے
تاکید بجا آوری پر سمجہے ہوئے ہین حالانکہ وہ قسم عدم مانعیت پر ہے حاصل یہہ کہ فاروق نے
قسم کہا کہ اس روایت منقولہ مین یہہ نہین فرمایا - کہ مین گہر جلا دونگا بلکہ یہہ فرمایا خدا کی قسم اگر یہہ
جماعت تمہارے پاس مجتمع ہوئی تو یہہ مجہکو امر بالاحراق سے مانع نہوگی - پس اہل انصاف
سمجہہ سکتے ہین کہ اسمین نہ احراق پر قسم ہے نہ قصد احراق ہے - اور اگر کسی روایت مین احراق
ہی پر قسم مروی ہو اگرچہ ہمکو بالفعل اوس سے کچہہ بحث نہین کیونکہ گفتگو اوسمین ہے جو روایت
فاضل مجیب نے اپنے استدلال مین تحریر فرمائی ہے تاہم ہماری مدعا کے مخالف نہین کیونکہ ہم
کہہ چکے ہین کہ تہدیدات بظاہر قصد کی نسبت زیادہ پختگی اور جد کے ساتہہ ظاہر کیجاتی ہین - اور
اگر قسم کے ذکر سے ایما یہہ ہے کہ درصورت عدم قصد کے کذب لازم آوے چنانچہ انکی حضرت
لکہنوی نے بہی غالبًا یہہ فرماکر اپنا تبحر علمی ظاہر فرمایا - پس ہم کہتے ہین کہ اول تو گو لفظًا یہہ
اخبار ہو لیکن حقیقۃً اخبار نہین بلکہ انشا و تہدید و تخویف مقصود ہے تو اوسکو صدق اور کذب سے
کچہہ علاقہ ہی نہین - کیونکہ نہ وہ حکایت نہ اوسکے لیے کوئی محکی عنہ نہ اوسکو مطابقت و عدم مطابقت سے
کچہہ واسطہ تو اوسکو اول اپنی خوش فہمی سے خبر تسلیم کرلیا - پہر آپ ہی اوسپر اعتراض کر دیا
اور یہہ صریح بناء الفاسد علی الفاسد ہے - علاوہ ازین اگر یہہ کذب ہو تو وہ قسمین جو ہم جناب امیر کے
اوپر بیان کر چکے ہین اور وہ تہدیدات جو جناب امیر نے فرمائی ہین - بلکہ وہ تہدید جو حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے متخلفین عن الجماعۃ کے بارہ مین فرمائی ہین وہ سب کذب ہونگی پس جو اونکا

جواب آپ یون ہی جواب آپ اور آپکے علامہ کنتوری اسکی طرف سے قبول فرما دین قولہ یہہ جواب تحریر فرماتے ہین کہ جواب تحقیقی اپنے موقع پر دیا جائیگا یہان کہ محل اجمال ہے اسیقدر کافی ہے اس سے سخت حیرت ہیکہ آپنے اجمالی بہی کونسا جواب دیا جسکو کافی سمجہتے ہین اور موقع کونسا ہوگا سوال تو اب کیا جاتا ہے آپ اسکو جواب تحقیقی کا موقع نہین سمجہتے اور پہر اسقدر لکہکر کہ جو امور تسلیہ سے ہے شاید اسکو اجمالی جواب بقصور فرماتے ہین سبحان اللہ جواب وہی اسکو کہتے ہین۔ اقول منشا اس حیرت کا یہہ ہے کہ آپنے اپنے فہم سے کام نہین لیا اگر فہم سے کام لیتے تو یہہ حیرت نفرماتے بظاہر ایک چہوٹا سا لفظ دیکہکر خیال کرلیا کہ یہہ کیا جواب ہوسکتا ہے حالانکہ یہہ خیال غلط ہے ایک لفظ بہت مضامین مفصلہ کا اجمال ہوسکتا ہے یہہ لفظ بظاہر گو چہوٹا سا تہا لیکن اگر آپ تامل فرماتے تو آپکی تردید کی استعمال کے واسطے کافی تہا چنانچہ بجواب اوسکی آخر آپکو جدید دعوی کے ضرورت پڑی اور آپنے فراہمی سامان مثل آتش ہیزم وغیرہ کا دعوی کیا اور اوسکی اثبات سے پہلو تہی کیا اگر وہ جواب ایسا ہی ناکافی تہا تو اوسکے لیے اس جدید دعوی کی کیا ضرورت تہی۔ باقی رہا اجمال اجمال کا ہی وہ مقام تہا کہ اول آپنے آپکی دعووں کی نسبت جواب طلب تہا اور وہ تفصیل کا موقع نہ تہا اب آپنے بہی اپنی دعاوی کو بزعم خود بدلائل ثابت کیا تو اب ہماری لیے بہی تفصیل کا موقع آیا اور اگرچہ تحریر طویل ہوگئی تہی تاہم تطویل کا کچہہ اندیشہ نکیا اور مفصلاً اوسکا جواب خدمت مین پیش کردیا سو اس تفصیل سے آپ اوس اجمال کو سمجہہ لیجئیگا۔ آپکی حیرت انشاء اللہ تعالے رفع ہوجائیگی اور معلوم ہوجائیگا کہ یہہ جواب محل اجمال مین کافی ہے قال الفاضل المجیب قولہ۔ اور جو صاحب ہدایۃ الشیعہ سلمہ اللہ تعالے دام مرکاتہ کی نسبت تعصب بے مخالفت روایات بخاری ومسلم ذکر فرمایا ہے سو اوسکی نسبت اسقدر گذارش ہے کہ کلام مخالف اگر نظر انصاف سے نہین دیکہا جاتا تو کوسنی ہی حق کیون نہو تاہم تعصب محض دکہلائی نظر آیا کرتے ہے۔ اقول یعنی صاحب ہدایۃ الشیعہ کی نسبت یہہ لکہا تہا کہ مین ہدایۃ الشیعہ

لکھا ہے شاید الف غلطی سے رہ گیا ہوا اور قرینہ بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ آپکی نسبت سلمہ اللہ
دادام برکاتہم لکھا ہے حضرت مجیب کی غرض بھی صاحب ہدایۃ الشیعہ ہی ہے کیونکہ
سنا ہی ہدیۃ الشیعہ والے تو انتقال فرما گئے اور یہہ حضرت زندہ وسالم ہین خیر اینمین سے کوئی
صاحب ہون ہر دو صاحب کی نسبت یہہ اعتراض ہے تہ ہدیۃ الشیعہ والے کی اغلاط وکذبات
تو تحفۃ الاشعریہ اسکی جواب مین درج ہین اگر چاہین تو حضرت مجیب ملاحظہ فرمالین اور ہدایۃ الشیعہ
والے حضرت کی اگر ایسی باتین لکھی جائین تو یہہ تحریر بجای خود اوسکا جواب ایک رسالہ ہو جائے
مگر حضرت مجیب کے ارشاد کی تعمیل مین کچھہ گذارش ہوتا ہے یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی
چونکہ اس قول مین کوئی امر قابل جواب نہین اسلیے اسکی جواب مین کچھہ نہین تحریر ہوتا ہے
قال الفاضل المجیب - قولہ - کلام مخالف کو الخ یہہ فرمانا نفس الامر مین بجا و درست ہے
مگر اس موقع پر یہہ ارشاد بجای خود نہین بلکہ یون مناسب ہے کہ جب تعصب دینی مذہب کے پیچ
انسان پر غالب ہوتی ہے تو گو کوئی امر اوسکی نہایت ہی کتب معتبرہ مذہبی مین کیون نہ مذکور ہو
اگر ذرا بھی اپنے مذہب کے مخالف پاتا ہے تو صاف انکار کر جاتا ہے یا ایسی گول مول بات کہتا ہے
کہ اسکی مذہب کے موید ہو یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی بیشک اس قول مین
بندہ کا اس امر کو متعلق لکھنا بجای خود نہین تھا بلکہ جو بندہ کو لکھنا چاہیے تھا وہ بندہ نے
لکھا اور جو مولانا کی تحقیقات مذہبی کے جواب کو شایان تھا وہ آپ نے تحریر فرمایا قال الفاضل
المجیب - قولہ - اور اگر اس باب مین کچھہ لکھنا ہے تو ان امور کو تحریر فرماکر خدام مولانا
دام برکاتہم کے پاس بھیجدین اور قدرت خداوندی کا تماشا مشاہدہ فرمادین - اقول - اگر سب
کو لکھا چاہو تو بجای خود یہہ جواب ایک رسالہ ہو جائے مگر ارشاد کی تعمیل مین صرف ایک امر
گذارش کرتے ہین اور قدرت خداوندی کے تماشے کے منتظر ہین یقول العبد
الفقیر الی مولاہ الغنی لیجیے ہم بھی حاضر ہین - قولہ قدرت خداوندی
حق کو چھپا نہین اقول آپ اور یہہ فرمائین بمدی مذہب جناب تو قدرت

خداوندی کا یہہ ہی کام ہے کہ حق کو چہپادی اصول ہے ثقلین مین ثقل اعظم آجتک اسوقت
تک چہپا ہوا ہے ثقل اصغر گویا امیت مخفی و پوشیدہ اجزئیات مسائل مین بعد التقیہ وغیرہ
وصیت نامہ آجتک چہپا ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہہ اختفا و پوشیدگی خداوند تعالے کی
قدرت بلکہ اوسکی حکم سے ہوئی تو پہر آپکا یہہ فرمانا کہ قدرت خداوندی کا کام حق کو چہپانا نہین
سب تعجب انگیز ہے اور اسپر طرفہ تماشا یہہ ہے کہ باوجود ان پوشیدگیون کے پہر بہی لطف
خداوند تعالے پر واجب سبحانہ وتعالے عن ذلک **قوله** اور نیز حضرت مجیب قدرت
خداوندی تو کیا دکہائینگے مگر دیکہئے کیا سحر سامری اور دکہائینگے - **اقول** گو مین اپنی تحریر
سابق مین اپنے نسبت اسکا مدعی نہ تہا لیکن جب جناب مجیب لبیب نے مجہی کو خطاب کیا تو مین ہی
کچہہ کچہہ قدرت خداوندی کا تماشا دکہلانے کے واسطے حاضر ہون پہر زمانہ قدیم سے
دستور ہے حق کے ساتہہ یہہ ہی سلوک ہوتا آیا ہے بیشک آپ بہی قاعدہ قدیمہ کے موافق
ہمکو سحر سمجہینگے شعبدہ فرمائینگے - کہانتک کہینگے جو کچہہ حق کی نسبت پہلے کہا گیا ہے
وہی آپ بہی فرمائینگے اسکی ہمکو شکایت نہین جب انبیا و رسل کے ساتہہ ایسا ہوا ہے تو
مین تو ایک بندہ گنہگار خطاکار ہون - **قوله** رسالہ ہدایة الرشید مین سوال دوم کے جواب
واقع صفحہ ۱۱۳ مین آپکے مولانا یہہ تحریر فرماتے ہین - اور سقیفہ انصار اسباب پر مجتمع ہوئے
تہے کہ ایک امیر انصار مین ہو اور ایک مہاجرین مین اور حدیث الائمة من قریش کا انکو کچہہ خیال
نہین رہا تہا کیونکہ وہ معصوم نہین تہے کہ نسیان و سہو اونپر ہو سکی اور فی الحقیقت تو
سب تو معصوم ہی مامون نہین اور علم ما کان وما یکون بہی انکو نہ تہا تا کہ عیب کیا جاوی
کہ یہہ مسئلہ انکو معلوم کیون نہ تہا اگر معلوم ہی نہو تو بہی کچہہ حرج نہین جب شیخین وہان
تشریف لیگئے اور اس حدیث کو پیش کیا اوس سے انکا وہ ارادہ فسخ ہوگیا اور سبنے
ابوبکر کے ہاتہہ پر بیعت کرلی تہی بقدر الحاجة - اگر آپ اسکو بخاری کی روایت کے مطابق
کر سکتے ہین تو کیجئے ہم ہی آپکی قدرت خداوندی کے تماشے موجود کے منتظر ہین - **اقول**

جناب میر صاحب گستاخی معاف - کیا یہہ ہی وہ اغلاط وکذبات ہین جو آپنے اور آپکے ہم مذہبون نے ہدیۃ الشیعہ اور ہدایۃ الشیعہ سے تتبع فرماکر نکالے ہین افسوس کہ آپ صاحب سلیس اور سہل عبارت اردو بہی نہین سمجھہ سکتے کیا اسی پر قدرت خداوندی کے مشاہدہ کے منتظر ہین - اجی حضرت پہلے تو آپنے اس قول مین اور بخاری کی روایت مین معارضہ ثابت کیا ہوتا - اوسکی بعد آپ جواب کے منتظر ہوئی ہوتے - اولا ہم اسی کو تسلیم نہین کرتے کہ اس عبارت مین اور روایت بخاری مین تعارض ہے اگرچہ ہمکو اس نفی پر دلیل لانی کے حاجت نہین اور یہہ منع ہی کافی ہے آپکا ذمہ ہے کہ آپ دلیل سے معارضہ ثابت فرماوین لیکن تاہم تبرعا گذارش کرتا ہون کہ یہہ معارضہ اس دلیل سے باطل ہے کہ یہہ قضیہ کلیہ اوس فرد کو شامل نہین جسکو روایت بخاری متضمن ہے - پس معارضہ منتفی ہوا تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ عبارت مذکورہ سے بصراحت تمام یہہ مضمون مستنبط ہوتا ہی کہ بعد وفات سرور کائنات کے معاملہ خلافت مین جماعت انصار کیطرف سی جھگڑا اوٹھا اور اونہون نے یہہ چاہا کہ ایک امیر ہم مین سے بہی ہو اوسپر شیخین رضی سقیفہ مین جہان انکا اجتماع تہا تشریف لیگئے اور حدیث الائمۃ من قریش کو پیش کیا اوس سے انکا وہ ارادہ فسخ ہوگیا - اور اون سبنے ابوبکرؓ کے ہاتہہ پر بیعت کرلے - اگر جناب کے فہم شریف مین نہ آوی تو کسی منصف اردوخوان سے آپ دریافت فرمالیجے کہ اس عبارت کے سیاق سے لفظ (سبنے) سے کون مراد ہین آیا تمام افراد بنی آدم مراد ہین یا تمام صحابہ مہاجرین وانصار وطلقا اور جملہ مومنین ومومنات مراد ہین - یا تمام حاضرین سقیفہ مراد ہین یا تمام انصار حاضرین سقیفہ مراد ہین سیاق عبارت ان محتملات مین سے کونسی احتمال کے تعین کرتا ہے - پہر اگر کوئی شخص بہی آپکو یہہ لکہہ کہ اس عبارت سی احتمال اول یا ثانی مفہوم ہوتا ہے تو آپ ہم سے دست وگریبان ہون - یونہین خوش فہمی سے اپنی آپ خلاف سیاق ایک محتمل اپنی ذہن مین متعین کرلیا اور اوسپر اعتراض کردیا فہم وفراست دین ودیانت اسیکا نام ہے

جناب مین ۔ سو یہ عبارت صریح دال ہے کہ جو لوگ بر سر مخالفت تہے اونہون نے حدیث
الائمة من قریش ۔ سنکر مخالفت کو ترک کیا اور سب نے بیعت کر لے با غایتہ ما فی الباب یہہ مروی ہو کہ
ہر کہ تمام حاضرین سقیفہ نے بیعت کرلے مخالفین نے اپنی مخالفت سے دست بردار ہو کر بیعت کی
تو جب اونہون نے بیعت کرلی تو موافقین جنکو کسی قسم سے مخالفت تہی ہی نہین اونہون نے
بالا دیے بیعت کی ہو گی وبس اور حاشا کہ اس عبارت سے حجت کرنا تمام صحابہ کا نعوذ باللہ
یا کوئی اہلسنت سے اس امر کا قائل ہو کہ سقیفہ مین تمام صحابہ نے بیعت کی تہی پس محض حضرت کے
خوش فہمی تہی کہ جو باعث اعتراض کے اس عبارت پر ہوئی اور نظیر اوس حیلہ کی ہے
جو اپنی زبان سے مذہبی پیچ اور تعصب کے باب فرمایا تہا ۔ رہا یہہ سوال کہ جب یہہ بیعت
عامہ نہین ہوئی تہی تو اس بیعت سے تحقق خلافت کیونکر صحیح ہوا سو اسکا جواب یہہ ہے
کہ اگرچہ بیعت عامہ نہین ہوئی تہی ۔ لیکن حضرت صدیق کے احقیت بالخلافت مین صحابہ مین سے
کسی شخص کو تامل و انکار نہین تہا باتفاق کلہم اجمعون کسون حضرت کے استحقاق خلافت
کے قائل تہے تو اگرچہ بیعت واقع نہین ہوئی لیکن جب کسی کو استحقاق مین تردد نہ تہا تو
اونکی سکوت بمنزلہ بیعت و قبول کے ہوگیا ۔ چنانچہ جب اونکی بیعت عامہ واقع ہوئی تو سب نے
بقول راجح بیعت کر لے ۔ چنانچہ ہم اس مضمون کو مطاوی ابحاث گذشتہ مین تفصیل تمام
بیان کر آئے ہین ۔ معہذا اس امر کا تو فیصلہ خود جناب شکل کشا ہی فرما گئے اور فرما گئے
کہ انعقاد خلافت کے لیے جمیع اہل حل و عقد کا ہونا کچہہ ضرور نہین چنانچہ نہج البلاغت
کی مواقع مختلفہ مین مذکور ہے اور اسکو ہی ہم اسبق مین مفصل بیان کر آئے ہین ۔ تو اس سے
ثابت ہوا کہ جب بعض اہل حل و عقد نے بیعت کر لے خلافت منعقد ہو گئی اور حاضر و غائب
ہو گئی ۔ پس جو اس سے پہرے وہ حسب ارشاد جناب امیر سبیل المومنین سے منحرف ہوا
اور مستوجب القتال اور مستحق دخول جہنم ہے پس یوم سقیفہ بعض کا بیعت کرنا انعقاد
خلافت کے واسطے کافی ہوا ۔ دوسری یہہ سلسلہ بظاہر تعارض واقع ہے لیکن یہہ تعارض

مدفوع ہے کیونکہ یہہ اطلاق مجازی ہے من قبیل اطلاق الکل علی الاکثر جو شائع مستفیض ہے۔ اور ظاہر ہے
کہ ایسے مواقع مین جہان حقیقت متعذرہ ہو کلام مجاز پر محمول ہوتی ہے بن غیر نکیر اسیجگہ ایک
روایت گذارش ہے مفسر صافی نے قمی اوستاد ابو جعفر کلینی سے نقل کی ہے عن ابی جعفرؑ قال
قال امیر المؤمنین بعد وفات رسول اللہ فی المسجد والناس مجتمعون بصوت
عال الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالہم فقال قال لہ ابن عباس
یا ابا الحسن لم قلت ما قلت قال قرأت شیئا من القران قال لقد قلتہ لامر
قال نعم ان اللہ یقول فی کتابہ وما اتکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتھوا
فتشہد علی رسول اللہ انہ استخلف ابا بکر قال ما سمعت رسول اللہ اوصی الا الیک
قال فہلا بایعتنی قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منھم فقال امیر المؤمنین
کما اجتمع اہل العجل علی العجل ہہنا فتنتم ومثلکم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت
ما حولہ ذہب اللہ بنورہم الآیہ اس روایت مین ابن عباس کے جواب مین یہہ الفاظ
ہین۔ قال اجتمع الناس علی ابی بکر فکنت منہم۔ اسمین قطع نظر اس سے کہ جمع معرف
باللام مفید عموم کو ہوتے ہے یا نہین ہوتے سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ بعض
ناس مراد ہین کیونکہ بعض چند آدمیونکا اجماع خصوصا ایک ایسے امر پر جو خلاف رسول
کی ہو داعی اس امر کو نہین کہ ایک مومن کامل الایمان اونکا اتباع کرکے رسول کے مخالف کرے

ل ابی جعفرؑ سے مروی ہے کہا امیر المومنین نے بعد وفات رسول اللہ کے مسجد مین جبکہ لوگ مجتمع تہے بلند آواز سے پڑہا (جنہون نے کفر کیا اور اللہ کے راہ سے روکا اونکے اعمال برباد کردئے) ابن عباس نے پوچہا ای ابا الحسن جو کچہہ تونے پڑہا تہا کیون پڑہا
کہا قرآن سے مین نے کچہہ پڑہا تہا ابن عباس نے کہا بالتحقیق کسیوجہ سے تو آپ نے پڑہا تہا۔ کہا ہان۔ اللہ تعالے اپنی کتاب مین
فرماتا ہے (تمہارے پاس جو کچہہ رسول لایا اسکو لو۔ اور جس سے اونہو منع کیا اوس سے باز رہو) پہر کیا تو رسول اللہ پر شہادت دیتا ہے
کہ ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ کہا رسول اللہ سے تو میں نے بجز آپکی وصیت کے نہین سنا۔ کہا پہر کیون مجہسے بیعت نہ کی۔ کہا کہ لوگ ابوبکر
پر اکٹہے ہوگئے تہے مین بہی اونمین تہا۔ امیر المومنین نے فرمایا جیسے کہ گوسالہ پرست گوسالہ پر اکٹہے ہوگئے تہے یہین تم فتنہ مین پڑے
اور تمہاری مثل آگ روشن کرنیوالے جیسی ہے۔ جب اوسنے اپنے گردا گرد کو روشن کیا تو اللہ نے اونکا نور کہو دیا۔ ۱۲

یہ اسی وقت متحقق ہو جبکہ جمیع افراد صنفیہ ایک امر پر مجتمع ہون یا اکثر اور اکثر یا مس برتیہ
مین ہو کہ باقی بہ نسبت اونکے حکم من عدم اور کالعدم تکین سمجھے ہون - تو ایسی حالت مین بھی اجماع
کل پر کیا جا سکتا ہے اور اوس محل کو تحقق العبض اکثریت سے ہو گا تو معلوم ہوا کہ ابن عباس نے
اپنے جواب مین اجتمع الناس سے جمیع ناس مراد لیے ہین جنکا تحقق بعضمن اکثر ہے علاوہ
اسکے یہہ اطلاق ایسا شائع ہے کہ اسکے صدہا نظیرین دستیاب ہو سکتے ہین - تیسری یہہ
کہ ہمنے مانا کہ اس عبارت کے اس جملہ مین لفظ (سب) سے تمام صحابہ ہی مراد ہین تاہم
ہم کہتے ہین کہ بخاری کی روایت سے اس عبارت کو ہرگز تعارض نہین - کیونکہ آپنے
رسائل منطق مین دیکھا ہو گا کہ تحقق تناقض کے لیے منجملہ وحدات کے ایک اتحاد زمانہ کے
بھی شرط ہے اگر دو حکم باعتبار ازمنہ مختلفہ کے متعارض ہونگے تو اونمین کوئی عاقل
تعارض و تناقض نہین کہیگا - پس ہم کہتے ہین کہ عبارت ہدایہ مین یہہ جملہ (اور سب نے ابو بکر
کا ہاتھ پر بیعت کر لے) جو مذکور ہے اوسکے معنے یہہ ہین کہ انجام کار رفتہ رفتہ سب نے بیعت کرا
جو حاضر ہین تھے اونہون نے اوسیوقت بیعت کر لے اور جو غائبین تھے اونہون نے
پیچھے بیعت کی - اس جملہ مین یہہ کہان مذکور ہے کہ سب حاضرین اور غائبین نے اوسیوقت
بیعت کر لے یہہ ہرگز اس سے ثابت نہین ہوتا - اسکا حاصل اس قدر ہے کہ سب کے بیعت
متحقق ہو گئے - پس غلطی یہانسے واقع ہوئی کہ قید وقت کے اپنی طرف سے تراش کر
اوسمین بڑہا دی - تو اس صورت مین کچھہ تعارض درمیان حدیث بخاری اور اس عبارت کے
باقی نرہا - چوتھی یہہ کہ ممکن ہے کہ عبارت ہدایہ شیعہ کا مدار اون روایات پر ہو جو دربارہ بیعت
تمام صحابہ جو دو جلسونمین اول سقیفہ بنی ساعدہ مین بیعت خاصہ اور دوسری مسجد نبوی مین
بیعت عامہ واقع ہوئے تھے وارد ہوئی جسمین جناب امیر بھی شامل تھے - اور چونکہ یہہ بیعت
ثانیہ جو اگلی ہی روز دوسرے دفعہ مسجد مین بیعت اولے کے متصل واقع ہوئی تو گویا بمنزلہ اسکے
ہوئی کہ اونکا تحقق ایک ہی وقت مین واقع ہوا - اور سب صحابہ نے گویا ایک ہی وقت مین

بیعت کی۔ تو اس صورت مین عبارت ہدایۃ الشیعہ کے اگرچہ معارض روایت بخاری کی ہو
لیکن دوسری روایات صحیحہ کے جو مثبت واقع ہوئی ہین موافق ہوئی اور معارضہ روایت
بخاری سے اسوقت مین جبکہ اور روایات کے موافق ہے کچھ اعتراض نہین ہو سکتا۔ رہا یہ
کہ پھر یہہ روایات معارض روایت بخاری کے ہوئی تو بحمد اللہ تعالےٰ ہم ان روایات کو مع
وجوہ تطبیق کے گزشتہ ابحاث مین بیان کر آئی ہین۔ پانچوین مسلمنا کہ اس لفظ سے جو ہدایۃ الشیعہ
مین مذکور ہے، تمام مسلمان مراد ہین اور یہہ لفظ بخاری کی روایت کے مخالف ہے لیکن جب آپکے
اکابر علماء نے بھی سب مسلمانونکا بیعت کرنا ابوبکر کے ساتھہ تسلیم کرلیا باوجودیکہ آپ کے
اصول مذہب اور نصوص روایات کے صریح مخالف ہے تو پھر آپ ہدایۃ الشیعہ کے مخالف کو
کس منہ سے کہہ سکتے ہین آیات بینات صفحہ ۲۴۸ پر لکھا ہے۔ رہا یہہ امر کہ سب مسلمانون نے جو
اوسوقت تھے ابوبکر صدیق کی بیعت کے باقرار علماء شیعہ ثابت ہے جیسا کہ شریف مرتضی کے
قول سے ظاہر ہے جو بحار الانوار کے مجلد فتن مین منقول ہے اور جیسا ترجمہ مجتہد صاحب نے
این الفاظ کیا ہے جمیع مسلمانان با ابوبکر بیعت کردند و اظہار رضا و خوشنودی باو وسکون
و اطمینان بسوی او نمودند و گفتند کہ مخالفت او بدعت کنندہ و خارج اسلام ست۔ پس
جب آپکے علماء نے باوجود منافی ہونے مذہب کے سب مومنین کے بیعت کرنیکو تسلیم کرلیا
تو اگر اہلسنت نے ایسا کیا تو کیا بعید ہے کہ اونکا عین مذہب ہے اور مخالف کا جواب
جو آپ دیوین وہی ہماری طرف سے قبول فرماوین۔ چھٹی بطور تنزل کے آپکے اصل قاعدہ کے
موافق ہم یہہ بھی کہہ سکتے ہین کہ الزام اپنی مسلمات مذہب سے ہوا کرتا ہے اور بخاری کی
روایت ہمارا لازم مذہب ہے عین مذہب نہین۔ پس اوس تعارض کا الزام ہدایۃ الشیعہ
کی عبارت پر نہین ہو سکتا۔ قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ سعدانفرض محال
کیا جناب قاضی نور اللہ شوستری کا تعصب و تخالف اس سے کچھ کم ہے جو انہون
نے بجواب آیت فانزل اللہ سکینتہ علیہ کے فرمایا اور اوسکی نسبت کمال افتخار فرمایا ہی

کہ چون این سخن بگوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان گردید و در حیلہ خلاصی از ان جان ایشان برسید اور صاحب تعلیب المکائد نے اپنی کتاب میں سر پر اٹھا رکھا ہی قاضی صاحب فرماتے ہین آنچہ کاشف صحت بیان مذکور تواند بود آنست کہ مقدمان ما رضوان اللہ علیہ افادہ فرمودہ کہ خدا تعالے در پیچ جا ذکر اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ ننمود الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان داشتہ انتہی منقول از آیات بینات - اب اس عبارت سے ملاحظہ فرمایئے کہ قاضی صاحب نے کیسی افتخار کے ساتھ تعصب مین آکر کیا بے اصل دعوی مخالف قرآن مبین کے فرمایا ہے اور وہ صریح رہے کہ اسمین سوا قاضی صاحب ہی کیطرف تعصب و تخالف کا الزام نہین بلکہ قاضی صاحب نے بو فور کرم اپنی بزرگونکو ہی اسمین شریک فرمایا ہے - فاعتبروا یا اولی الایمان - اقول - سبحان اللہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کے دعوی کو اس سے کیا نسبت - اسمین اوسمین زمین آسمان کا فرق ہے کہان وہ امر واقعی اور کہان یہہ گول مول بات جو بالکل بخاری وغیرہ کے مخالف ہے - اس ایک ہی روایت سے آپکے میر مہدی صاحب کا مایہ علم و تدین بخوبی واضح ہے اور وہ یہہ ہی مقام ہے کہ جسکا ہم سابق مین وعدہ کر آئے ہین ان حضرات پر تو کچھ افسوس نہین کیونکہ وہ ایک اہل علاسی ہین مدت تک سرکاری نوکری مین تو مل رہا اور علم کیطرف توجہ نرہی - مگر حضرت مجیب لبیب پر نہایت تعجب ہے کہ باوجود دعوی علم و فضل اس عبارت مندرجہ آیات بینات کو غور سے ملاحظہ نفرمایا - اور اپنی علم و فہم سے کام نہ لیا - میر مہدی صاحب کے چکنی چپڑی باتوں مین آگئے - یہہ تو فارسی عبارت ہے اسجگہ حضرت میر مہدی صاحب کی وہ چالاکی و دیانت جو عبارت عربیہ کے ترجمہ مین فرماتے ہین ہندی و فارسی خوان کے سامنے بھی پیش بجائیگی - حضرت جوش تعصب اسکو کہتے ہین اور ہٹ دہرمی و حق پوشی اسکا نام ہے - کہ ایک ایسا بے سر و پا دعوی کیا کہ جو عبارت اپنے دعوی کے ثبوت مین نقل فرمائی اوسمین اوسکا نشان تک نہین ہے بلکہ اسا بکذب ہے آپ قیاس کر سکتے ہین کہ جو حوالے ان حضرات نے اور کتابون کے دیئے ہین مین کیا

کچھہ تصرف کیا ہوگا۔ اگرچہ آپکا دعوی تعصب وتخالف کا نسبت جناب قاضی صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی اسی عبارت سے جو آپنے نقل فرمائی رد و باطل ہے۔ تعجب و افسوس ہے کہ آپنے عبارت نقل کرتے وقت اسکے الفاظ کے معنے سمجھنے پر توجہ نفرمائی۔ اور محض جوش تعصب مین آکر اپنے دعوی کے مخالف عبارت نقل کردی یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی یہہ عبارت بطور توطیہ وتمہید کے لکھی گئی ہے۔ اسمین جسقدر آپنے لن ترانیان فرمائی ہین انکی حقیقت قول آئندہ مین بخوبی منکشف ہوجائیگی۔ اسواسطے ہمکو کچھہ مناسب نہین معلوم ہوتا کہ اس کے جواب مین تطویل لاطائل اور تضییع اوقات لاحاصل کرین۔ ہماری میر مہدی صاحب کی چالاکی اور دیانت اور ہٹ دھرمی وحق پوشی وجوش تعصب ورپایۂ علم ودیانت۔ اور ہمارا جوش تعصب اور مطلب عبارت کو نہ سمجھنا اور آپکا اور آپکی قاضی صاحب کا صدق دعوی اور علم وانصاف اور اس دعوی کا موافق یا مخالف کتاب اللہ کے ہونا سب کچھہ واضح ہوجائیگا۔ **قولہ** مگر توضیحاً للمرام ہم آیات بینات کے ہی عبارت منقولہ لکھتے ہین اور حضرت مجیب اور نیز اور دیکھنے والونسے انصاف کے خواہان ہین بعد نقل عبارت تقریر میر مہدی صاحب کی نقل کرکے اوسکا جواب گذارش کرتے ہین۔ وہوہذہ آنچہ کاشف صحت بیان مذکور تواند بود آنست کہ مقدمان مشائخ ما رضوان اللہ علیہم افادہ فرمودہ اند کہ خدای تعالے ہرگز در ہیچ جائی کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نہ نمود الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان داشتہ چنانچہ در بعضی آیات فرمودہ

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین ودر آیت دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین وچون با آنحضرت غیراز ابو بکر در غار نبود لاجرم خدای تعالے آنحضرت را در نزول سکینہ منفرد ساخت واورا بآن مخصوص گردانید و بارابا شرکت ندا و گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا پس اگر

ابوبکر مومن می بود بایستی کہ خدای تعالے درین آیت اوراجاری مجری مومنان می نمود در
عموم سکینہ داخل می فرمود۔ اسلئے قولہ بنابراین نزول سکینہ مخصوص او شدہ باشد وابوبکر
بواسطہ عدم ایمان از فضیلت سکینہ محروم ماندہ باشد۔ والیضاً نص قرآنی ابا دارد از آنکہ در آیت
غار سکینہ بر غیر رسول باشد۔ جناب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہہ عبارت ہے جو آیات بینات
والے نے اپنے رسالہ مین نقل کی ہے۔ آپکے مہدی صاحب جو اسکا خلاصہ تحریر فرماتے
ہین اسکو ملاحظہ فرمایئے۔ اور انصاف سے کہئے کہ کونسے الفاظ عبارت مذکورہ کے انکی خلاصہ
دلالت کرتی ہے آپکے مہدی صاحب فرماتے ہین۔ خلاصہ اس ساری تقریر کا یہہ ہے کہ خدا نے
جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہان اول رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر کسی جگہ
فقط مومنین پر تسلی نازل نہین کی تو کیونکر ممکن ہے کہ غار مین پیغمبر صاحب کو چھوڑ کر فقط
ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو۔ پس اس آیت سے ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا اسلیے کہ اگر
باایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خدا انپر بھی تسلی نازل کرتا انتہی بقدر الحاجۃ۔
حضرت مجیب لور اور حضرات اہل انصاف فرماوین اور بتلاوین کہ یہہ خلاصہ کن الفاظ سے یا کس
عبارت سے نکلتا ہے کہ خدا نے جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہان اول رسول پر
نازل کی ہے اور بعدہ مومنین پر۔ الخ۔ عبارت تو یہہ ہے کہ خدا تعالے ہرگز در ہیچ جائی
کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ انزال سکینہ نہ نمودہ الا آنکہ نزول آن شامل جمیع ایشان
داشتہ است۔ اسکا مطلب یہہ ہے کہ خداوند تعالے نے کبھی کسی ایسی جگہ کہ اہل ایمان سے بھی
کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی مین تسلی نازل نہین فرمائی۔ مگر یہہ کہ اوسکو نزول کو
سبکی شامل رکھا ہے چنانچہ جناب قاضی صاحب نے جو آیتین لکھی ہین وہ اسی مطلب پر دال
ہین سیہ کہان ہے جہان خدا نے تسلے مومنین پر نازل کی تو وہان اول رسول پر
نازل کی اور بعدہ مومنین پر۔ **اقول** خلاصہ اس ساری تطویل لاطائل اور طومار
لاحاصل کا یہہ ہے۔ کہ مولانا سید مہدی علی صاحب نے جو خلاصہ کہ عبارت قاضی صاحب

بیان کیا ہے اوسمین یا دہنون نے لکہا ہے - خلاصہ اس ساری تقریر کا یہہ ہے کہ خدا نے
جہان کہین تسلی مومنین پہ نازل کی ہے تو وہان اول رسول پہ نازل کی اور بعدہ مومنین پہ
تو یہہ جوادہون نے لکہا ہے کہ اول رسول پر اور بعدہ مومنین پہ یہہ غلط ہے - اور اسکو
چالاکی قرار دیا ہے اور اسکو جوش تعصب ٹہرایا ہے اور اسکو بے دیانتی اور ہٹ دہرمی اور
حق پوشی وغیرہ سے تعبیر کیا ہے - اب ہم انصاف سے خواہان ہین کہ ذرا متوجہ ہو کر دیکہین
اور فرمائین کہ سید مہدی علی نے یہہ امر واقع اور نفس الامر کے موافق لکہا یا مخالف اور یہہ
ونکی چالاکی اور بد دیانتی اور حق پوشی یا اونکی متانت اور دیانت اور حق گوئی - اصل
یہہ ہے کہ ہماری فاضل مجیب نے یہہ خوب سمجہہ لیا تہا کہ اصل اعتراض تو جناب قاضی صاحب
کا رفع نہین ہو سکتا تو ایسی ہی جوش و خروش اور گہبڑا ہٹ سے مومنین کا منہ بند کر دو - پس
اب اسکا جواب سنیی - اول ہم اپنی فاضل مجیب ہی کو منصف مقرر کرتے ہین کہ جہان
رسول اور مومنین پر سب پر سکینہ نازل ہوا تو وہان سب کے سب استحقاق نزول سکینہ مین
برابر ہین اور سب کے اوپر بالاصالۃ اور بالاستقلال سکینہ نازل ہوا یا یہہ کہ نزول سکینہ کا رسول
پر اولاً اور بالذات ہی اور مومنین پر ثانیاً و بالعرض ہے - اگر امر ثانی ہے تو عین مدعا ہے
جو آپکا جواد یا اسپر ہے اور اگر اول ہے تو بداہۃً باطل ہے کیونکہ تشریف خداوندی مین جب
رسول اور مومنین سب شامل ہین تو ظاہر ہے کہ مومنین کو وہ تشریف بواسطہ رسول کے ہوگی
رسول کو وہ تشریف اول حاصل ہوگی اور مومنین کو پیچھے اور اگر مومنین کو بہی بالذات
حاصل ہو تو مساوات لازم آوے - دوسری یہہ کہ ہم کہتے ہین کہ یہہ اولیت و ثانویت نظم قرآنی
سے بہی مفہوم ہوتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ آیت مذکورہ مین - علی رسولہ وعلی المومنین - واقع
ہے اور اسمین اول تو رسول کو جو بالاتفاق افضل اور اجل ہے مقدم کیا ہے دوسری یہہ کہ رسول کو اپنے
ضمیر کیطرف مضاف فرمایا جو کمال خصوصیت اور تشریف پہ دال ہے - تیسری یہہ کہ سکینہ کو
بہی اپنی ضمیر کی طرف مضاف فرمایا اور رسول کو بہی اپنے ضمیر کیطرف مضاف کیا

[illegible]

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خاص تشریف اولاً اپنے خاص رسول ہی کے واسطے ہے اور اسمین کوئی اوسکا شریک نہین ہے۔ چوتھی یہہ کہ تاخیر مومنین کے باوجود اعادہ لفظ جار کے دال تجیت پر ہے غرض اس مجموعہ سے صاف سمجھہ مین آتا ہے کہ نزول سکینہ کا اولاً رسول پر ہے اور ثانیاً مومنین پر جیساکہ صلوٰۃ مین بھی یہہ ہی امر معہود ہے۔ تیسری یہہ کہ اس عبارت مین جو آپکے قاضی صاحب نے تحریر فرمائی ہے لکھا ہے۔ کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول سکینہ کا مومنین پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت ہی مین ہوا ہے بلکہ لفظ با جو مصاحبت کے واسطے ہے اسپر دال ہے اور ظاہر ہے کہ جب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے مصاحبت مین یہہ تشریف وتکریم حاصل ہوئی ہے تو بواسطہ برکات مصاحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی ہاں کی تو حق یہہ ہے کہ اول رسول کو حاصل ہوئی اور بعد اوسکی بالتبع مومنین بھی اوسمین شامل ہون چوتھی یہہ کہ اگر اولویت وثانویت عبارت قاضی صاحب سے مفہوم نہین ہوتی اور یہہ واقعی صحیح ہے تو اس سے کیا اعتراض کو تقویت ہوئی اور کیا یہہ دیانتی اور حق پوشی اور جوش تعصب ہوا جسپر آپنے یہہ غل شور مچا رکہا ہے۔ اور اگر قطع نظر اولیت وثانویت کے یہہ اعتراض اس پر ہے کہ خدا تعالے نے جہان تسلی مومنین پہ نازل فرمائی۔ تو وہان رسول اور مومنین پر سب پر تسلی نازل فرمائی۔ اور حاصل اعتراض یہہ ہو کہ نزول تسلی کا مومنین پر شمول تسلی کو جو باہم استلزام بیان کیا گیا ہے یہہ غلط ہے اور قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت نہین تو یہہ خود آپکی ہی خوش فہمی ہے کہ قاضی صاحب کی عبارت نہین سمجھی تو ستر صاحب کی عبارت سے بخوبی یہہ مضمون ثابت ہے وہ فرماتے ہین۔ خدای تعالے ہرگز در ہیچ جائی کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نمود۔ الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان داشتہ۔ حاصل اسکا یہہ ہے کہ جس جگہ خدا تعالے نے سکینہ نازل فرمایا اور حضرت کے ساتھہ ایک ہی اہل ایمان سے تہا تو وہان نزول سکینہ مین سب کو شامل فرمایا۔ تو اس سے صریح ثابت ہوتا ہے

کہ اون مواضع مذکورہ مین نزول تسلی مومنین پر مستلزم شمول تسلی کو ہی - بلکہ ایک دوسرا قضیہ بہی ثابت ہوتا ہے وہ یہہ کہ اون مواقع مین نزول تسلی رسول پر مستلزم شمول کو ہی اور حاصل دونو قضیونکا یہہ ہوا کہ نزول تسلی مومنین پر مستلزم نزول تسلی کو رسول پر ہے - اور نزول تسلی رسول پر مستلزم نزول کو ہی مومنین پر اور دلیل ان قضایا کے ثبوت کے یہہ ہے کہ اون مواقع مین اگر مثلاً قضیہ اولے صادق نہ آوی یعنے نزول تسلی کا مومنین پر ہو اور رسول پر نہو تو صریح شمول باطل ہوگا اور اصل دعوی قاضی صاحب کے مخالف ہوگا کیونکہ قاضی صاحب کا تو دعوی درمیان نزول اور شمول کے اون مواقع مین تلازم کا ہی اور یہان انفراد ہوگیا اور یہہ امر بہی ظاہر ہے کہ خداتعالے نے جہان تسلی مومنین پر نازل فرمائی وہ ایسا ہی موقع ہے کہ رسول بہی وہان موجود ہے اور کوئی موقع ایسا یاد نہین آتا - کہ نزول سکینہ کا مومنین پر اوس موقع مین بیان فرمایا ہو اور رسول مومنین کے ساتھہ نہو تو اس سے ثابت ہے کہ جہان تسلی مومنین پر نازل فرمائی تو وہان رسول پر بہی نازل فرمائی یہہ صحیح خلاصہ ہی اسکی قاضی صاحب کے عبارت سی ثابت ہونے مین کسی قسم کا تردد نہین ہے اور یہہ مضمون جو قاضی صاحب کی عبارت سے ثابت ہے صریح غلط ہے - غرضکہ قاضی صاحب کی اس عبارت کی غلط اور مخالف قرآن ہونے مین کچہہ شک و شبہہ نہین ہو سکتا ہی کیونکہ اسقدر مطلب کو تو اب بہی تسلیم فرماتے ہین - چنانچہ آپنے تحریر فرمایا ہے کہ اسکا مطلب یہہ ہے خداوند تعالے نے کبہی کسی ایسی جگہ کہ اہل ایمان سی بہی کوئی شخص حضرت پیغمبر کے ہمراہ ہوئی ہین تسلی نازل نہین فرمائی مگر یہہ کہ اوسکی نزول کو سب کے شامل رکہا ہے انتہی تو ہم بموجب اسی آپکی تسلیم کی پوچہتے ہین کہ یہہ جو دو موقع ابتداء سورہ فتح مین مذکور ہین - هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ[1] اور لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ[2] کہ جنمین خاص تسلی

---

[1] وہی ہے جسنے اوتاری تسکین بیچ دلون ایمان والونکے تو کہ بڑہ جاوین ایمان انہین ساتھہ ایمان اپنے کے ۱۲ [2] بتحقیق راضی ہوا اللہ...... مسلمانوں سے جس وقت بیعت کرتے تہی تجہسے نیچے درخت کیکر کے پس جانا جو کچھہ بیچ دلون انکے تہا پس اوتاری تسکین اوپر انکے - ۱۲

مومنین پر بیان فرمائی ہے - اور رسول کو اُسمین شامل نہین کیا ان دونو موقعونمین آپکے قاضی صاحب کا
یہہ قول جائیکہ کہ یہہ از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند صادق آتا ہے یا نہین اور ظاہر ہے
کہ ان دونو موقعون مین صحابہ مصاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اور نزول سکینہ کا بھی
اسجگہ ہے اور آپکے قاضی صاحب ایسے مواقع مین شمول کو واجب اور اوکد فرماتے ہین - تو
اب دیکھنا چاہیئے کہ موافق قول آپکے قاضی صاحب کے شمول سکینہ کا رسول اور مومنین سب کو ہے یا
مخالف قول قاضی کے انفراد ہے قرآن شریف کھولکر جو دیکھتے ہین تو ہمین تو مخالف دعوی
قاضی صاحب انفراد مومنین کا تسلی کے ساتھہ معلوم ہوتا ہے اور قرآن قاضی صاحب
کی تکذیب کرتا ہے یا یون کہو کہ قاضی صاحب اپنے قول ہین قرآن کی تکذیب فرماتے ہین
تو ثابت ہوا کہ حسب تحریر سامی ہی قاضی صاحب کا دعوی غلط اور مخالف قرآن کے ہے
جو لوگون نے جوش تعصب مین اگر بدل اسکے کہ قرآن کو دیکہین لکھدیا اب آپ چاہتے ہین کہ
چند خرافات سے اس الزام کو اونکے لوح جبین تحریر سے محو کرین تو بھلا یہہ کب ممکن ہے قولہ
بلکہ جناب قاضی صاحب علیہ الرحمتہ تو یہہ فرماتے ہین کہ جہان رسول پر تسلی نازل کی ہے
اور مومنین بھی رسول کے ساتھہ ہوئی ہین تو مومنین کو بھی اس تسلی مین شامل کر لیا ہے
نہ کہ صرف رسول پر ہی نازل فرمائی ہو اور مومنین کا ذکر نکیا ہو اور آیت غار مین یہہ نہین ہے
بلکہ رسول کا ہی ذکر فرماکر اللہ جل شانہ خاموش ہوگیا اقول حضرت مجیب اور اونکے
ہم مذہب اور اہل انصاف للہ انصاف فرمائین اور بتلائین کہ اگر وہ خلاصہ جو میر مہدی صاحب
سلمہ نے لکھا تھا غلط تھا جیسا کہ ہماری فاضل مجیب دعوی کر آئے ہین تو یہہ جو ہمارے
فاضل مجیب نے قاضی صاحب کی عبارت کا مطلب لکھا ہے اوس عبارت کے کن لفظون سے
نکلتا ہے کہ خدا تعالے نے جناب رسول پر تسلی نازل کی ہے اور وہان مومنین بھی ساتھ
ہین تو مومنین کو بھی شامل کر لیا جو الزام کہ آپ سید مہدی علی صاحب سلمہ کو دیتے ہین
اوسی الزام کے خود آپ مستحق ہوئے - اگر یہہ مطلب جو آپنے قاضی صاحب کی عبارت کا

بیان فرمایا ہے صحیح ہے اور عبارت کے الفاظ سے پیدا ہوتا ہی تو وہ مطلب کہ جو سید مہدی
صاحب سلمہ نے بطور خلاصہ کے لکھا ہے صحیح ہوگا۔ نہایت افسوس و تعجب ہے کہ سید مہدی علی
صاحب سلمہ کو تو آپ مطعون کریں اور خود آپ اسی قسم کے معنے بیان فرمائیں اور اہل علم سے
کچھ نہ شرمائیں اگر یہہ سید مہدی کی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی
تھی تو جو کچھ جناب نے قاضی صاحب کی عبارت کے بیان مضمون کے بارہ میں ارشاد فرمایا
وہ جناب کی ہی چالاکی اور جوش تعصب اور ہٹ دھرمی اور حق پوشی ہوگی سوا اس کے اور بعد اسکے
قاضی صاحب کی عبارت غلط کی غلط ہے۔ قاضی صاحب کی عبارت سے تین امر مستفاد
ہیں۔ اول اوس موقع کا ہونا کہ جس مین رسول کے ساتھ مومنین بھی ہون دوسرا نزول
سکینہ کا بلا بیان و تعین منزل علیہ کے۔ تیسرا شمول سکینہ کا رسول کو اور مومنین کو سبکو
پس منزل علیہ سکینہ کا جیسا رسول ہے ویسی ہی مومنین بھی ہین چنانچہ لفظ شمول سے یہی سمجھ
مین آتا ہے تو جب ہر دو منزل علیہم ہوئی تو اگر انکا منزل علیہم کہنا اور یہہ کہنا
کہ جس جگہ مومنین پر تسلی نازل فرمائی وہان رسول پر بھی نازل فرمائی صحیح ہے تو رسول کا
منزل علیہم کہنا اور یہہ کہنا کہ یہان رسول پر بھی نازل کی وہان مومنین پر نازل کی صحیح ہوگا اور اگر وہ
غلط ہے تو یہہ بھی غلط ہوگا۔ رہا کذب اور تعارض عبارت شوستری صاحب کا قرآن سے سو وہ ظاہر ہے
کہ ہر دو امرین اولین ہر دو آیات سورہ فتح مین موجود ہین اور شمول نہین پایا جاتا۔ نزول سکینہ کا
صرح مذکور ہی حاضر ہونا مومنین کا حضرت کے ساتھ سیاق عبارت سے بالبداہتہ مفہوم ہوتا ہے
اور عدم شمول بھی صریح ثابت ہے پس اس سے زیادہ کذب اور قرآن کے ساتھ صریح
تناقض کیا ہو سکتا ہے۔ اور نیز یہہ بھی جناب کو رسائل منطق سے معلوم ہوگا منفصلہ لزومیہ
منیہ کے صدق کے لئے واجب ہے کہ تمام مواد مین صدق ہو جب اوسکا صدق متحقق
ہوگا اور اسکے کذب کے لئے یہہ کچھ ضرور نہیں کہ جمیع مواد مین کذب متحقق ہو اور سوقت
قضیہ کاذب ہوگا بلکہ ایک ہی تقدیر پر اگر کذب ہو جائیگا۔ تو قضیہ کاذب ہوگا۔ پس یہہ

قضیہ کلیہ جو آپکے قاضی صاحب نے تحریر فرمایا ہے ہرگز درست ہیچ جا الخ چونکہ اونکی نزدیک اسکی
یہہ سب دو مواد تھے کہ جہان اسکا تحقق تہا اسلیے اونہون نے حکم کلی فرما دیا اور یہہ اونکو
معلوم نہوا کہ اسکی جزئیات اور بہی ہین جہان یہہ حکم متحقق نہین ہے اگر کلیہ حکم کیا جاویگا
تو کاذب ہوگا - اور معلوم کیونکر ہو اگر کچہہ قرآن سے تعلق ہو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف
مین ذکر نزول سکینہ کا کہان کہان پر ہے پس اس موقع پر آیت غار کا ذکر کرنا بیجا تہی دیگر
قوله اور جیسا کہ جناب باری عزاسمہ نے اور جگہ فرمایا ہے فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی
رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ - یہان بہی اگر سوای رسول کے کسی اور کو نزول سکینہ مین شامل
کرنا منظور ہوتا تو فرماتا - کہ علیہ وعلی صاحبہ یا علیہما وغیرہ - اور جبکہ حق تعالے نے ایسا
نہین فرمایا تو جناب قاضی صاحب کا اعتراض نہایت درست و صحیح ہے **اقول**
اول خطا آپکے قاضی صاحب اور انکی اتباع کی یہہ تھے کہ اوس قضیہ کو جو پہلے مذکور ہوا
ہرگز درست ہیچ جا الخ - کلیہ تسلیم کر لیا حالانکہ اوسکا کلیہ ہونا سراسر غلط تہا - دوسری خطا
یہہ ہوئی - کہ اوس قضیہ کو ایک محتمل معنی مین لکہا اور یہہ معنے بیان کیئے - کہ خدا تعالے نے
جہان رسول پر تسلی نازل کی اور وہان مومنین سے بہی کوئی ہمراہ تہا - تو وہان اوسکو نزول کی
سبکو شامل فرمایا حالانکہ یہہ تعیین غلط ہے کیونکہ اوس سے یہہ بہی ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے
جہان تسلی مومنین پر نازل فرمائی اور وہان رسول بہی تہے تو وہان اوسکو نزول کو
سب کے شامل کیا تیسری غلطی یہہ ہوئے کہ آیت غار مین اول تو اپنی خوش فہمی سے
یہہ سمجہہ لیا کہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ کے ضمیر حضرت صلعم کیطرف راجع ہے اور پہر اسی
بنا پر یہہ مقدمہ فاسدہ متفرع کیا کہ اگر کوئی رسول کے ہمراہ اہل ایمان سے ہوتا تو اوسکا
بہی شامل نزول ضرور کیا جاتا اور جب یہہ نہین کیا گیا تو ثابت ہوا کہ کوئی مومنین سے
آپکے ہمراہ نہین تہا تو معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق مومنین سے نہین تہے اونکا کلام
اور بنا فاسد علی الفاسد ہے - آپکا خصم یہہ کہتا ہے کہ آیت غار مین خدا تعالے نے نزول

سکینہ کا ذکر فرمایا اوسکا منزل علیہ صرف ابوبکر صدیق رضہ ہے اور یہہ اوس تسہیل سے جیساکہ
خداوند تعالے نے سورہ فتح مین ارشاد فرمایا ھوالذی ہے انزل السکینۃ فی قلوب المومنین
اور فانزل السکینۃ علیہم اور وہان نزول کو مومنین کے ساتہہ مخصوص فرمایا ہے
اور انکی ساتہہ رسول کا ذکر نہین کیا ایساہی آیت غار مین بہی رسول کا ذکر نہین کیا اور سکینہ کو
مخصوص یار غار کے ساتہہ فرمایا۔ قطع نظر اس سے ہم بہی ایک قاعدہ کلیہ بمقابلہ قاعدہ
کلیہ آپکے قاضی صاحب کے لکہتے ہین۔ اور اہل انصاف سے انصاف کے خواہان ہین۔ وہی ہذہ
خداوند تعالے جائیکہ نزول سکینہ بر رسول بیان فرمود ہرگز در ہیچ جا نزول آنرا
بر رسول بیان نہ فرمود۔ مگر آنکہ منزل علیہ یعنے رسول را بلفظ رسولہ کہ دال بر کمال بندگی
و تعظیم و نہایت علو تکریم ست تعبیر فرمود لیکن جائیکہ نزول سکینہ بر مومنین بیان
فرمود۔ گاہی انہارا بلفظ مومنین تعبیر فرمود چنانچہ و علی المومنین و فی قلوب المومنین۔
و گاہی بر ضمیر اکتفا فرمود۔ چنانچہ فانزل السکینۃ علیہم ارشاد شد پس اگر در آیت غار
بیان نزول سکینہ بر رسول منظور خداوندی بودی بر ضمیر اکتفا نرفتی بلکہ بلفظ رسولہ تعبیر
شدی ولیکن چون مقصود بیان نزول سکینہ بر ابوبکر صدیق بود و در آن گنجایش ضمیر
ہم بود ہذا بر ضمیر اکتفا رفت ۔ خدا کے لیے ذرا انصاف کی آنکہین کہولکر دیکہین
کہ یہہ قاعدہ صحیح ہے یا وہ قاعدہ جو آپکے قاضی صاحب نے خلاف کتاب اللہ ایجاد
فرمایا ہے۔ بعد اسکی مثل آپکے قاضی صاحب کے ہم بہی کہہ سکتے ہین۔ وچون این سخن
گوش ناصبیان خواہند شنید باعث حیرت ایشان خواہد گردید و در حیلہ خلاصی از آن جان
ایشان بلب خواہد رسید۔ تو اب فرمایئے کہ ہمارا اعتراض صحیح و درست ہے یا آپ کے
قاضی صاحب کا۔ **قولہ** اور شیعون نے یہہ امر بدلائل قاطع ثابت کردیا ہے
کہ علیہ کی ضمیر رسول ہی کی طرف پہرتی ہے نہ کسی غیر کے۔ **اقول** سبحان اللہ
آجتک حضرات شیعہ سے اپنا اصول مذہب تو دلائل قاطعہ سے ثابت ہو ہی نہین سکا

جو موقوف دلائل قاطعہ پر ہے اور مرجع ضمیر کا تو کیا دلائل قاطعہ سے ثابت کرینگے امامت کا
اصول دین مین سے ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت کرین ائمہ کی عصمت اور ہمی انبیا پر فضیلت وغیرہم
سب اصول دین مین سے ہین کسی پر کوئی دلیل قطعی بیان کی ہے۔ مگر یہہ ایسا دعوی ہے
جیساکہ آپکے سید مرتضی کا کہ وہ فروعات فقہ کی نسبت بھی مدعی ہین کہ وہ قطعیات سے
ثابت ہین۔ حالانکہ جمہور علماء شیعہ نے اُنکے تکذیب کی ہے ایسا ہی آپ بھی دلائل قاطعہ
ثبوت کے مدعی ہین۔ پس ایسے لغو دعونکا جواب جنپر کوئی دلیل قائم نہو بجز سکوت کے
اور کچھ نہین۔ قولہ پس جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کا یہہ دعوے کہ چون
این سخن را گوش ناصبان شنید۔ الخ۔ نہایت ہی سچا اور بہت ہی ٹہیک ہے ورنہ
شیعوں کا دعوی اتنی مدت کا بدون جواب باقی نرہ جاتا۔ اگر حضرت مجیب کا حوصلہ ہے
تو اب جواب دین اقول جناب میر صاحب ایسے مہملات وخرافات کے جواب مین کسی
عاقل کو بھی تردد نہین ہوسکتا چہ جائیکہ اہل سنت کو حیرانی ہو۔ ہان اگر جملہ باعث
حیرت الیشان گردید سے مراد لیجاوے کہ اہل سنت کو اس معنے کر حیرت ہے کہ یہہ بات
بہی کیا اس قابل ہے کہ عقلا کے زبان سے نکلے اور کیا اس لایق ہے کہ اسپر ناز وافتخار
کیا جائے تو البتہ بجا ہے پہر بعد اسکے جو جملہ بطور دلیل کے تحریر فرمایا ہے ورنہ شیعون کا
یہہ دعوی الخ۔ اس قابل ہے کہ اہل عقل وانصاف اسپر ادبو کہین شاید یہہ بہی اونہیں
دلائل قاطعہ سے ہے جنکا ذکر اوپر فرمایا تہا حضرت اگر یہہ دعوی بالفرض بے جواب
باقی ہو تو کیا یہہ کچھ مستبعد ہے کہ بدیہی غلط اور واہی ہونیکی وجہ سے اسپر التفات نکیا ہو
رہا یہہ کہ ہمارے فاضل مجیب اب ہم سے جواب کے خواہان ہین سو بحمد اللہ ہم اسکا
ابطال اس بحث مین بخوبی کر چکے اگر ہمت وجرات ہے تو جواب دین اور اگر اس سے
تسلی خاطر نہو اور بہی ہوس ہو تو اور بہی لیجئے وہ یہہ کہ قطع نظر اسکے غلط اور خلاف واقع اور
مخالف قرآن ہونیکے یہہ دعوی بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اصل سے اسکی بنیاد ہی غلط ہے

کیونکہ اگر بالفرض ہم اپنے مجیب کے خاطر سے تسلیم کرلین کہ اس عبارت کا مطلب یہہ ہی ہے
کہ جب خدا نے رسول پر نازل کی اور وہان مومنین سے بہی کوئی ہمراہ تہا تو سب کے شامل
کی اور حضرت کو منفرد نہین کیا اور یہہ سوائے دو جگہ کے واقع نہین ہوا تو اس سے یہہ نتیجہ
نکالنا کہ خداوند تعالے پر یہہ قاعدہ واجب ہوگیا اور کہین اسکے خلاف نہین فرمائیگا سراسر اباطیل
اور خرافات ہے کیونکہ اسکی لزوم پر کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہین دلالت کرتی یہہ محض جناب قاضی صاحب
کے وساوس و تخیلات ہین جو مادہ سوداوی سے ناشی ہوئی ہین اگر کوئی دلیل اسپر دلالت کرتی
ہتی تو اول اسکے لزوم پر قاضی صاحب ہی بیان فرماتے خیر انہوں نے نہین بیان فرمائی تو اب
اگر کچھ حوصلہ ہے تو آپ ثابت کیجیے۔ اور کوئی دلیل لائی اور یون ہی ایک دعوی بلا دلیل
پر افتخار و ناز فرمانا شان عقلا نہین ہے اور عجب ہے کہ ہم تسلیم کرلین کہ جو مطلب ہماری
مجیب صاحب نے اپنے قاضی صاحب کی عبارت سے ایجاد فرمایا ہے صحیح ہی ورنہ فی الحقیقت یہہ ہی
غلط ہے چنانچہ ہم ابحاث گزشتہ میں اسکے بطلان کو بخوبی ثابت کرائی ہین پس جسطرح دل چاہے
ہم سے گفتگو کرلین ہم ہر طرح تحریراً و تقریراً حاضر ہین **قولہ** آپکا یہ فرمانا کہ تعصب مین اکر
کیسا بے اصل دعوی مخالف قرآن شریف کے فرمایا ہے بجائے خود نہین۔ بلکہ آپ نے
جوش تعصب مین آکر ایسا لکھا ہے اور اس سے بڑھکر جوش تعصب اور کیا ہوگا کہ بدون سمجھے عبارت
نقل کردی **اقول** اہل عقل و انصاف سمجھ سکتے ہین کہ آپکے قاضی صاحب نے جوش
تعصب میں آکر مخالف قرآن شریف کے دعوی کیا یا ہمنے جوش تعصب سے اس دعوی کے
نسبت ایسا کہا اور یہہ بہی معلوم کر سکتے ہین کہ ہمنے بدون سمجھے عبارت نقل کی ہے یا آپنے
بے سمجھے عبارت کی توجیہہ فرمائی۔ ہم کچھ نہین کہتے بجز اسکے کہ کسیکی سامنے اہل انصاف مین سے
یہہ عبارت رکہہ دیجیے اور تماشا دیکھ لیجیے **قولہ** حضرت قاضی صاحب ہرگز جوش تعصب
میں نہیں آئے اور نہ بے اصل دعوی معاذ اللہ مخالف قرآن شریف فرمایا۔ بلکہ ایک امر واقعی مدلل
بآیات قرآنی بیان کیا ہے آپکا جناب قاضی صاحب کی نسبت ایسا فرمانا دعوی بے دلیل ہے

اگر آپ اس اپنی دعوی مین سچے ہین تو بسم اللہ کوئی دلیل لائیے اور حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمۃ
کی اس دعوے کو رد فرمائیے۔ اور کوئی آیت قرآنی یا حدیث اپنی ہی کتب معتبرہ سے ایسی
نقل فرمائیے کہ جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ جل شانہ تسلی نازل فرمائی ہو
اور رسول کے ہمراہ مومنین بھی ہون تو فقط رسول ہی پر نازل فرمائی ہو اور مومنین کو شامل
نفرمایا ہو۔ **اقول** ہم بدلائل ثابت کر چکے ہین کہ آپکے قاضی صاحب کا دعوی خلاف
واقع مخالف قرآن محض جوش تعصب سے تراشی ہے اور اسکو بخوبی رد کر دیا ہے آپ ملاحظہ
فرمائین ابطال کے واسطے یہہ کچھ ضرور نہین کہ ایک ہی طرح پر کیا جاوے۔ ہان جب آپ
اس دعوی کو واقعی اور مدلل بآیات قرآنی تصور فرماتے ہین تو امید ہے کہ ہماری دعوی کو
بھی واقعی اور مدلل بآیات قرآنی سمجھینگے اور اگر آپکو اسمین کلام ہو تو بسم اللہ کوئی دلیل لائیے
اور ثابت کیجئے کہ خدا تعالے نے کہین رسول پر سکینہ نازل کی ہو اور لفظ رسول سے تعبیر فرمایا
ہو اور صرف ضمیر پر اکتفا فرمایا ہو **قولہ** یہہ حضرات اہلسنت کی ہی جرات ہے کہ یہ اصل
دعوی کرتے ہین اور فخر فرماتے ہین کمال دلیری اور بے باکی یہہ ہے کہ جو عبارت سندا نقل کرتے
ہین اسکا خلاصہ مضمون اپنی طبیعت سے مخالف عبارت منقولہ کے تراشتے ہین اور صبغۃ اللہ زادہ
افتخار اس اپنی ہی تراشی ہوئی مضمون کو رد کرتے ہین نہ خدا و رسول سے ڈرتے ہین نہ اسکی
شرم کرتے ہین کہ دیکھنے والا جسکو خدا نے کچھ بھی عقل عطا فرمائی ہوگی کیا کہیگا یہہ حال ہی
ان حضرات کا فاعتبروا یا اولی الایمان۔ آپکے مہدی صاحب نے جو اس خلاصہ کے رد مین
لکھا ہے چونکہ خلاصہ ہی صحیح نہین کیا تو سب بنا فاسد علی الفاسد ہے **اقول** ایسے
کذبات اور خرافات کا جواب بس یہہ ہے کہ بقول شاعر۔ ع دروغی را جزا باشد دروغی
ہم کہین کہ آپ سچ فرماتے ہین۔ باقی آپکے مہذب کلمات کا جواب ہم کچھ نہین دیتے
قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ قولہ ہمارے مقابلہ مین جو عبارت تحریر فرمادین الخ جناب
مخاطب کا اس سے مقصود صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ جانتے ہین حضرات شیعہ کی

کتب نایاب ہین بڑے بڑے شہرون مین بھی دستیاب نہین ہوتی اور اگر کہین حضرات شیعہ کے
ہان ہین تو اہلسنت کو وہانتک دسترس اور انکا حصول ممکن نہین چنانچہ ایک شخص حضرات شیعه
مین سے میرے بھی عنایت فرما ہین اگر مین یا کوئی اہلسنت جسپر احتمال ہو مناظرہ دانی کا ہو
اونکی مذہب کی کتاب انسے طلب کرتا ہے تو موںھہ چراجاتے ہین - حالانکہ ہماری ہرقسم کے
کتابین اونکی استعمال مین رہتی ہین تو جناب مخاطب نے خیال کیا کہ نہ اصل کتاب ہاتھہ آئیگی
نہ استدلال صحیح متصور ہوگا اور بلا دقت میدان مناظرہ ہاتھہ آئیگا اسلیے [illegible] ہو
کہ آپنے تحریر فرمایا کہ تحفہ وغیرہ مین بعض حوالے درست نہین تو اس سے معلوم ہوا کہ بعض
حوالے بلکہ اکثر درست ہین تو جسوقت استدلال مین وہ حوالے مذکور ہون جو درست نہین انکی
نسبت صاف کہنا چاہیے کہ یہہ حوالہ درست نہین کیونکہ جو عبارت کسی کتاب سے نقل ہوگی
تو بحوالہ اسی کتاب کے نقل ہوگی ہان اصل کتاب سے اوسکا اثبات اوسوقت ضروری ہوگا جسوقت
آپ صاف انکار فرماوینگے - اور یہہ کہینگے کہ یہہ روایت ہمارے یہان نہین ہے - اقول
حضرت مجیب نے جو کچھہ اس قول مین فرمایا ہے عام اہلسنت یہہ ہی بے اصل دعوی کرتے ہین
اگر یہہ بات درست ہوتی کہ کتب شیعہ نایاب ہین تو آپکے خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین نے جو
حوالے نقل فرمائی ہین وہ کہان سے نقل فرمائی ہین - بلکہ واقعی امر یہہ ہے کہ اہلسنت ہماری
کتابونکا دیکھنا اور خریدنا اور اپنے گھر مین رکھنا گناہ سمجھتے ہین ورنہ ہر قسم کی کتب شیعہ چھپکر
شائع ہوگئی ہین اگر جناب مجیب کو شوق کتب بینی کا ہے تو ارشاد فرماوین کہ فہرست کتب
مع نشان مقام وغیرہ ارسال خدمت ہو قیمت بھیجکر طلب فرماوین اور اس بے اصل دعوی سے
باز آوین - یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنی - اگرچہ اس قول مین کوئی امر
قابل بحث وجواب نہ تھا تاہم اسقدر گذارش ضرور ہے کہ اگر آپکی کتب معتبرہ نایاب نہین ہین اور
ہر جگہ ملتی ہین اور چھپکر شائع ہوگئی ہین تو یہہ فرمائیے کہ قطع نظر اور کتابونسے آپکا قرآن جو جناب
امیر نے تالیف وجمع فرمایا اور ائمہ کے پاس یکی بعد دیگرے متوارث چلا آیا - اور آخر کو

غائب رہنی حین امام زمان کے ساتھ مختفی ہوا کوئی دفعہ کسیوقت چہپکر شائع ہوا ہے یا نہین بعض
چہوٹے دیکہو سلے ہین نہ کوئی قرآن علاوہ موجود کے جمع و تالیف ہوا نہ ائمہ کے پاس متوارث
اگر غائب رہنی حین مختفی ہوا علاوہ ازین آپکی اصول اربعہ کتنی دفعہ چہپکر شائع ہوچکی ہین پس
اسی سے شیوع کتب معلوم ہوجائیگا۔ ہندمین کلینی ابہی صرف نولکشور نے چہاپی ہے یہہ بہی
استبصار بین لاکیفر ہماری دانست مین ہندوستان مین تو چہپی نہین ایران کی ہمکو خبر نہین پس جب
اصول کا یہہ حال ہے تو اور علوم کی کتابونکا کیا حال ہوگا۔ اور اگر چند کتابین جو جوابات اہلسنت مین
تالیف ہوئی اور چہپ گئے تو انکے شیوع سے یہہ نہین کہا جاسکتا کہ کتب مذہبیہ کا شیوع ہے
اور نیز اگر اہلسنت مین سے دوچار کو کسی وجہ سے آپکی کتابین بہم پہونچ گئی تو یہہ بہی دلیل
شیوع کی نہین ہوسکتی۔ آپکی کتابون کے دیکہنے کا شوق اسوقت تک ہی ہے جبتک کہ آپ سے
مناظرہ ہے سو اسکی لئی کسیقدر کتابین جمع بہی کی ہین اور کسیقدر جمع کرنیکا ارادہ بہی ہے اگر علما
آپنے یہہ سلسلہ جاری رکہا پس اس عنایت کا شکرگذار ہون جو رسالہ فہرست کی بابت تحریر فرمایا
اور گذارش کرتا ہون کہ اگر مطبع جعفری اور مالک الکتاب اکملانی کے علاوہ کوئی اور فہرست ہو تو اب بہی
عنایت فرمادین۔ متاخرین کے تصانیف مین سے آپکے قبلہ و کعبہ مجتہد صاحب کے عماد الاسلام
ذوالفقار و حسام وغیرہ کا خیال ہے اور کتب متقدمین سے رسائل فضل بن شاذان و سلیم
بن قیس ہلالی وغیرہ دیکہنے کو دل چاہتا ہے اگر آپکو یہہ سلسلہ جاری رکہنا منظور ہو ورنہ کچہہ ضرور
نہین کیونکہ اپنے مذہب کے صحت اور آپکے مذہب کے فساد مین کچہہ شک و شبہ نہین ہے جو کسی
امر کی تحقیق کے ضرورت ہو۔ **قولہ** یہہ حکایت جو لکہی ہے شاید صحیح ہو مگر یہہ کیا ضرور ہے
کہ وہ اسی غرض سے جو حضرت مجیب سمجہی ہین نہ دیتی ہون شاید کوئی اور غرض ہو۔ جیسا کہ اسی
شہر مین ایک سید صاحب ہین اور انکی پاس دو ایک کتب احادیث ہین وہ ہمکو بہی گہر لیجا کر
نہین دیتے اور یہہ عذر کرتے ہین کہ میری چند کتابین نہایت عمدہ جو شوق سے خریدی تہین
بعض حضرات لیگئے اور پہر واپس نہ دین جب سے مین نے عہد کر لیا ہے کہ خواہ کوئی مانگے مین کتاب

ہرگز نہ دونگا ہان میرے مکان پر اگر جو شخص چاہے حاشیہ تحفہ خواہ شیعہ مطالعہ کرے یا عبارت نقل کرے بیجا لی
بلکہ حقہ پانی وغیرہ کی خدمت کرونگا تو کیون نہین جائز ہے کہ وہ صاحب بھی جنکا ذکر حضرت مجیب نے
کیا ہے اس خیال یا مثل اسکی کسی اور سبب سے نہ دیتے ہون۔ **اقول** چونکہ اس جواب کے تحریر مین
ایک کتاب سے جو ہمکو اپنے عنایت فرما سے ملی بہت مدد پہنچی لہذا اسکو ہم کمال شکر گذاری کے
ساتھ لکھتے ہین اور اسیطرح ہم اپنے فاضل مجیب کے احتمالات کا جواب جو بمقتضا ع فکر ہر کس
بقدر ہمت اوست ناشی ہوئی ہین ہم کچھ جواب نہین لکھتے **قوله** معہذا فن مناظرہ کی
اصول مین یہہ داخل نہین کہ اپنی کتاب بھی مخالف کو دینی لازم ہے مخالف کا فرض ہے
کہ جسطرح ممکن ہو خود یہہ سامان بہم پہنچاوے **اقول** بہت درست ہے ہم بھی اسکا انکار نہین
کرتے۔ لیکن یہہ جب ہے کہ تحقیق حق مد نظر نہو اور جب تحقیق حق مد نظر ہو جیسا کہ آپ مدعی ہین
تو پھر یہہ غلط ہے چنانچہ ظاہر ہے۔ **قوله** میری اصلی غرض جو حضرت سمجھتے ہین وہ ہرگز
نہ تھی بلکہ صرف مطلب یہہ تھا کہ اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو اوسکی رد و بدل مین وقت ضایع ہو **اقول**
اگر حوالہ غلط تحریر ہو تو رد و بدل کیا اصل کتاب مین جب نہ پایا تو کہدیا کہ یہہ حوالہ غلط ہے
خصم یا اوسکو ثابت کریگا ورنہ غلطی تسلیم کریگا لیکن تغلیط بھی یا صرف اجمالی طور پر ہوتی ہے
کہ بدون اصل کتاب کے مطابق کیے قرائن پر لحاظ کرکے تغلیط کردی اور یہہ تغلیط ایسی ہے
کہ اسمین خود رد و بدل کی گنجائش ہے یا یہہ کہ قطعی طور پر ہوتی ہے کہ اصل کتاب سے خوب
مطابق کرکے جب نہ پایا تو تغلیط کردی چنانچہ ہمنے لفظ سقیمۃ العرب کے تغلیط کی ہے تو البتہ
تغلیط قابل اعتبار ہے اور اسمین رد و بدل کچھہ نہین ہوسکتا ہے **قوله** میدان مناظرہ
بفضل الہی ہر طرح ہمارے ہاتھہ ہے خواہ آپ تحفہ وغیرہ سے عبارت نقل فرمائی خواہ خود
دیکھکر لکھیے **اقول** باطلست آنچہ مدعی گوید۔ **قوله** معہذا ہم منصف ہین آپکا یہہ
فرمانا کہ جسوقت استدلال مین حوالے مذکور ہون جو درست نہین۔ الخ۔ بہت درست ہے
اور ہم بسر و چشم قبول کرتے ہین بلکہ اس لکھنے سے یہہ ہی غرض تھی کہ آپ اس امر کا اقرار کرلیں

اقول - ح - عمرت دراز باد کہ این ہم غنیمت ست - مزا اسکا یہ ہے اگر آدمی ہزار جگہ اپنے مذہب کے بیان کے لیے حق پوشی اور ہٹ دھرمی کرے - دو ایک جگہ حق قبول کرے - تو اوسکو سنی بے انصاف نہین کہا جاسکتا - بہر کیف واجبی امر کی تسلیم مین ہمکو کچہہ چون وچرا نہین ہے قال الفاضل المجیب قوله - قوله صاحب تحفہ وغیرہ کے حوالہ درست نہین الخ جن حضرات کے تحقیقات کے اعتماد پر جناب مخاطب کو باین طمطراق فتعال فرمانا ہے وہ تحقیقات عند التحقیق خود غلط ہین - اقول - اسکے جواب مین نہایت ادب سے آپکا یہہ ہی مقولہ ہم بہی عرض کرتے ہین چنانچہ جناب قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کی نسبت دعوی تعصب وتخالف ترانا شریف کے بیان مین کسیقدر سابق مین بیان ہوچکا ہے اگر حضرت مجیب بہی اوسکا ملاحظہ فرمائینگے تو بہہ جائینگے کہ جن تحقیقات کو ہماری حضرت بصد فتعال وناز بہید بیدا تحریر فرماتے ہین وہ تحقیقات ہی واقعہ مین بجای خود نہین اور ہماری علمار کرام رضوان اللہ علیہم نے جو تحریر فرمایا نہایت بجا و درست ہی - اب اس تحقیق کا حال بہی جو مجیب نے بصد ناز لکہا ہے ظاہر ہوجاتا ہے انصاف شرط ہے یقول العبد الفقیر الی مولاه الغنی قاضی نور اللہ صاحب کی تخالف کا حال محقق ہوچکا باقی تحقیقات کا حال بہی معلوم ہوجائیگا اور یہہ کیا اصول مذہب کے تحقیقات کا حال معلوم ہوچکا مگر افسوس اسکا ہے کہ ہماری فاضل مجیب صرف حکم ہی فرماتے ہین کہ تحقیقات علمار کو بنظر انصاف دیکہین اور خود بدولت اسپر عمل نہین فرماتے - ہمنے تو حکم سامی کی تعمیل کی - اور دعا یہہ ہے کہ خداوند تعالے آپکو بہی توفیق عطا فرماوی - قال الفاضل المجیب - قوله مشتی نمونہ خروار ہدیۃ نذر مین خاتم المحدثین رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ مین عبارت نہج البلاغہ سی جو حضرت ابوبکر کی مدح مین جناب امیر نے فرمائی ہے استدلال کرکے علمار شیعہ کیطرف سی جواب نقل کیے ہین منجملہ اونکی فرمایا ہے - عمدہ آن توجیہات نزد ایشان آنست کہ آنجناب گاہ گاہ اوصاف ومدائح شیخین الخ - اسکی جواب مین علامہ کنتوری نے لکہا ہے کہ این اوعا کذب محض ست احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی می افتاد کہ کتب تبع

بجای لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود می بود چون لفظ ابوبکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشان را احتیاج این ہیچ یک
از توجیہات نیست۔ اقول۔ حضرت آپکے خاتم المحدثین اس مقام پر ابتدا ہی سے راہ خلاف واقع
کو ئی چلی ہین اور دعوی کیا ہے کہ ہم نہج البلاغت سے نقل کرتے ہین اور جو عبارت نقل کی ہی اوسمین اپنی
طرف سے بجای للہ بلاد فلان للہ بلاد ابی بکر نقل کیا ہے حالانکہ کتاب مذکور مین بلکہ کسی روایت شیعہ مین
بجای لفظ فلان لفظ ابی بکر نہین ہے طرفہ یہہ کہ پہر خود اقرار کرتے ہین کہ نہج البلاغت مین لفظ
فلان ہے لیکن سید علیہ الرحمۃ نے تحریف کیا ہے چنانچہ تحفہ کی عبارت بجنسہ نقل کرتے ہین وہو ہذہ
ومنہا ما اوردہ الرضی ایضًا فی نہج البلاغۃ عن امیر المومنین انہ قال للہ بلاد ابی بکر
فلقد قوم الاود وداوی العمد واقام السنۃ وخلف البدعۃ ذہب نقی الثوب قلیل
العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکہم
فی طرق متشعبۃ لایہتدی فیہا الضال ویستیقن المہتدی۔ درین عبارت جناب امیر
صاحب نہج البلاغت کہ شریف رضی ست برای حفظ مذہب خود تصرف کردہ لفظ ابوبکر را حذف
نمودہ وبجای او لفظ فلان آوردہ تا اہلسنت تمسک نتوانند نمود الخ۔ ہم کہتے ہین کہ اگر آپکے خاتم المحدثین
سچے تہی تو پہلی لفظ فلان نہج البلاغت سے نقل کرتے اور لفظ فلان کی تحریف با بی بکر کرتے پہر
جو چاہتے فرماتے اب اونکی تحریف تو خود اونکی ہی زبان سے ثابت ہو گئی۔ جناب سید علیہ الرحمۃ
کی تحریف پس حسب داب مناظرہ اگر کسی کتاب شیعہ سے اس روایت مین لفظ ابی بکر نقل کرتے
اور پہر نقل جناب سید علیہ الرحمۃ اوسی کتاب سے ثابت کرتے اوسوقت البتہ تحریف جناب سید ثابت
ہوتی واذ لیس فلیس۔ اور چونکہ حضرت خاتم المحدثین مدعی تحریف ہین تو اونکو اثبات اپنے دعوی کا
لازم تہا اور ہمکو محض منع کافی ہے کما تقرر فی علم المناظرہ۔ یقول العبد الفقیر اصلح مولاہ
الغنی۔ اہل دانش وانصاف سے التماس ہے کہ للہ ذرا متوجہ ہو کر اس بحث کو سنین اور علماء
لکنوری اور انکی اولیاء وتوابع کا مرتبہ علم ودیانت وانصاف ملاحظہ فرمائین۔ کہ اول حضرت لکنوری نے
کس قدر بیجا غصہ اور تدین ظاہر فرمایا اور بعد اوسکے اونکی توابع سعداللہ کیسا دیانت وانصاف کا خون کر رہے ہین

ہمنے اون علماء شیعہ کی تحقیقات کے تغلیط مین جنہون نے تحفہ کے جوابات لکھے ہین بطور تمثیل
علامہ کنتوری کے تحقیق پیش کی تہی جس سے حوالہ کا بہی غلط ہونا ثابت تہا مدعا اوسکا یہہ
تہا کہ جو جوابات خطبہ لله بلاد فلان کی شیعہ کیطرف سے تحفہ مین نقل ہوئی ہین اونمین صاحب تحفہ
رحمۃ الله علیہ نے لکہا ہے عمدہ آن توجیہات نزد ایشان نسبت کہ اصحاب گاہ گاہ اوصاف
ومدائح شیخین بنا بر استجلاب قلوب ناس الخ اسکے جواب مین علامہ کنتوری نے تحریر فرمایا کہ این
ادعا کذب محض ست الخ اب اس دعوی حضرت شاہ صاحب رحمۃ الله علیہ اور حضرت کنتوری
صاحب کے جواب سے صاف واضح ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ الله علیہ مدعی ہین کہ یہہ توجیہات
حضرات شیعہ کرتے ہین اور علامہ کنتوری اس حوالہ کی تکذیب کرتے ہین اور فرماتے ہین کہ شاہ صاحب
کا یہہ دعوی اور یہہ حوالہ کذب محض ہے شیعہ نے یہہ توجیہات کی اور نہ اونکو ان توجیہات
کی حاجت اور کہین فرماتے ہین۔ ان هذا الا افك مبين ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام
شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر ست یا عمر اور کہین فرماتے ہین ثبت الله ارکانہ العرش اول
این معنے باثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر ست بعد ازان باین
اوصاف اثبات مدح ابوبکر باید نمود۔ اور کسی قول کے جواب مین لکہتے ہین ہیچکس از امامیہ این
توجیہ نکردہ۔ غرض اس تمام بحث سے واضح ہے کہ علامہ کنتوری نہایت غلو کے ساتھ حضرت
خاتم المحدثین رحمۃ الله علیہ کے حوالونکو غلط و تکذیب فرمارہے ہین کہ یہہ امور جو صاحب تحفہ
شیعہ کے طرف منسوب کرتے ہین محض کذب و دروغ ہے۔ ہمنے اوسپر آیات بینات [illegible]
ازالۃ الغین عرض کیا کہ حضرات شیعہ کی تحقیقات کا حال یہہ ہے کہ رجما بالغیب حوالونکا انکار
کرتے ہین حالانکہ وہ سب امور انکو کتب معتبرہ مین موجود ہین چنانچہ وہ سب امور جنکا انکار
بڑی شدومد سے آپکے علامہ کنتوری صاحب فرمارہے تہے وہ سب فاضل شہیر کمال الدین
ابن میثم بحرانی کی شرح مین موجود ہین۔ پس اس سے صریح ثابت ہوا کہ شاہ صاحب اپنی
حوالونمین سچے تہے اور آپکے علامہ کنتوری اونکی تکذیب مین کاذب۔ اب ہم اہل انصاف کو

اونکی انصاف کی قسم دیکر پوچھتے ہین ہماری فاضل مجیب کے تمام تقریر متعلقہ کو ملاحظہ کرکے فرماوین کہ اونہون نے اپنے علامہ کنتوری کیطرف سے کیا جواب دیا اور اس الزام کو اون پر کیونکر رفع کیا اور کیونکر ثابت کیا کہ حضرت شاہصاحب کا ان امور کو شیعہ کی طرف منسوب کرنا کذب ہی فرمایا تو یہہ فرمایا کہ علامہ ابن میثم کا اپنی شرح مین یہہ امور ذکر کرنا بطور تنزل بلکہ بطور استہزا و تمسخر کے ہے معلوم نہین کہ حضرت مجیب کا یہہ فرمانا بطور تمسخر ہے یا واقعی اجی حضرت میرصاحب آپنے تو اپنے تمام دین کو ہی تمسخر بنا دیا اور دائرہ بحث کا اپنی اوپر تنگ کر دیا۔ آپکے خصم نے آپ ہی سے سیکھہ کر آپکے اور جہات ستہ کو مسدود کر دیا ائمہ سی جو کچھہ روایت کرتے ہین۔ غالباً سب تمسخر خم غدیر کا خطبہ اور تمام وصیتین سب تمسخر کو محتمل ہین ہمیشہ آیت وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا کے معنے سوچا کرتے تھے سو آج آپکی بدولت یہہ عقدہ حل ہوا اور خوب سمجھہ مین آگیا کہ دین کے ساتھہ استہزا اسطرح ہوتا ہی مگر تعجب یہہ ہے کہ علامہ کنتوری کو یہہ توجیہہ نسوجھی اور اونسنے عام طور پر انکار کر دیا کہ چون ابو بکر در کتب شیعہ موجود نیست۔ اگر اونکو یہہ توجیہہ سوجھتی تو صاف انکار نفرماتے اور یہہ روز سیاہ جو آج اونکو اور اونکی اتباع کو دیکھنا پڑا دیکھنا نصیب نہوتا۔ بہرکیف جب یہہ امور کتب شیعہ مین موجود ہین خواہ بطور تمسخر و استہزا ہین یا واقعی تو اب حضرت شاہ صاحب کا اونکو شیعہ کیطرف منسوب کرنا صحیح ہوا اور علامہ کنتوری کی تکذیب اونہین کیطرف اولٹی پہرے اور تمسخر و استہزا سے بجز تمسخر این کے کچھہ سود ندیا رہا یہہ امر کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعوی کیا ہی کہ علامہ رضی نے اس خطبہ مین تحریف کی ہی کہ لفظ ابو بکر کا تہا اوسکی جگہ لفظ فلان بنا دیا ہے اگرچہ یہہ بالکل فیہ سی علیحدہ تہا کیونکہ ہمارا مقصود صرف حوالہ کی تکذیب کی بابت بحث تہی نہ بابت اثبات تحریف لیکن چونکہ فاضل مجیب نے اپنا مخلص سمجھکر اسکو چہیڑا ہے تو اسکا بہی ثبوت لیجے۔ علامہ متبحر ابن میثم کے اقرار سے ثابت ہی کہ ان اوصاف کا موصوف اور ان مدائح کا ممدوح ابو بکر ہین یا عمر اور ظاہر ہے کہ یہہ تعریف و توصیف جناب امیر نے

ہمیشہ ابن ... (حاشیہ: [illegible])

بجنسہ نام مین فرمائے ہین کہ جہان صدہا آدمی تفضیل شیخین کے معتقد تھے تو ایسی موقع مین نام کو
کنایہ کرنا فہم مین نہین آتا۔ کیونکہ ایسی جگہ مین اگر برا کہتے تو البتہ نام سے کنایہ کرنے کی
ضرورت ہوتی اور جب مدح وثنا فرمارہے ہین تو نام سے کنایہ کرنے کی کیا ضرورت غرض
جسکو تہوڑی سے بہی کلام کی فہم ہوگی اور ذوق سلیم ہوگا وہ سمجھہ لیگا کہ ایسی موقع تعریف مین جہان
کسیکی اسقدر مبالغہ سے تعریف کرنی مقصود ہو اور ایسے لوگون مین جہان نام لینے مین کسی
قسم کا خوف نہو بلکہ نام لینے سے زیادہ مطلب برآری ہوتی ہو استجلاب قلوب زیادہ حاصل
ہوتا ہو تو ایسے بجنسہ ممدوح کے نام سے لفظ فلان کے ساتھہ کنایہ کرنا تمام کلام کو سراسر
لغو اور مہمل کردیگا۔ اور آپنے اور جگہہ بہی مدح وتعریف فرمائی چنانچہ ابن میثم نے اپنی کبیر
شرح مین لکھا ہے۔ ولعمری ان مکانہما فے الاسلام لعظیم الخ چنانچہ
ہم سابق مین بیان کر آئے ہین۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہی کہ جناب امیر نے بیشک ممدوح کا
نام لیکر توصیف فرمائی ہے لیکن پیچھے اسمین تصرف ہوا ہے۔ اب رہا یہہ کہ کسی تصرف
کیا سو احتمال یہہ بہی ہے کہ یہہ شیخ رضی سے اوپر ہوا ہو۔ اور غالب یہہ ہے کہ یہہ کام حضرت رضی کا
ہی۔ کیونکہ اس بزرگ نے بہت خطبون مین تصرف کیا ہے اور چالاکی فرمائی ہے چنانچہ
ابن میثم نے تنگ ہوکر کہین اوسکو خبط سے تعبیر کیا ہے اور کہا هذا خبط عجیب من
السید کہین اونکی عادت فرمائی پس جب عموماً آپکی سید رضی صاحب کی یہہ عادت ہی
تو ایسے موقع مین جو خاص اونکی مذہب کے لیے وبال اور نکال ہے کیون چوکے ہونگے
تو غالب بلکہ قریب یقین کے یہہ ہی ہے کہ یہہ تصرف اور تحریف آپکے سید رضی صاحب کا
ہی کام ہے اور حضرت علامہ دہلوی کا تحریر فرمانا کہ شریف رضی نے تصرف کیا ہی صحیح ہے
رہا یہہ کہ حضرت شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کیطرف آپ تحریف کا الزام لگاتی ہین
سو یہہ آپکے اور آپکے اون اکابر کے جنہون نے یہہ اعتراض کیا ہے کمال ہی خوش
فہمی اور دانشمندی ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلام مرتضوی کے

نقل کے بعد صاف طور پر فرمایا ہے کہ اس عبارت مین لفظ فلان کی جگہ لفظ ابو بکر تھا اگر شہر یعنی رضی نے
تحریف کر کے بجای لفظ ابو بکر کے لفظ فلان لکھدیا تاکہ امر مبہم ہوجاوے اور استدلال نہو سکے تو
اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کی عبارت مین لفظ ابو بکر نہین ہے۔ لیکن لفظ
ابو بکر بجای لفظ فلان کے اسلیے لکھدیا ہے کہ اکابر امامیہ نے شروح نہج البلاغت
مین ابو بکر صدیق کے نام کو ترجیح دی ہے پس جو شخص کہ خود بصراحۃ کہتا ہی کہ اس خطبہ مین
لفظ فلان ہے لیکن ہمنے لفظ ابو بکر جو بیان شروح سے راجح ہے بطور الزام شیعہ اور
مناسبت باب کے لکھدیا ہے تو اسکو تحریف کہنا البتہ انکا اور انکے اکابر کا ہی کام ہے معہذا
جب دلائل سے یہہ ہی ثابت ہی کہ علامہ رضی نے اسمین تحریف فرمائی ہے اور اصل خطبہ مین
یا لفظ ابو بکر ہوگا یا عمر اور بعض شراح کے اقوال سے ترجیح ابو بکر کے نام کو ثابت ہوتی ہے
تو جب تصریح اس امر کی کہ بجاوی کہ رضی نے لفظ فلان نقل کیا اور اصل خطبہ مین باستناد
اسکے ثابت ہوچکا ہے کہ اصل لفظ ابو بکر ہی یا عمر بعض شراح کی ترجیح کی وجہ سے ابو بکر کا
لفظ لکھدیا جاوی تو اسکو کوئی عاقل تحریف نہین کہیگا۔ علامہ کنتوری نے بجواب اس قول
کے حیا کو کار فرمایا۔ اور دعوی تحریف کا حضرت شاہ صاحب کی طرف نسبت نہین کیا
لیکن انکی خوش فہمی یہہ ہے کہ وہ اس قول مین تناقض شاہ صاحب کی طرف نسبت کرنے
مین اور یہہ ہی سراسر لغو ہے اسی جواب سے اسکا بھی استیصال ہوجاتا ہے ہمکو بیان و تطویل
کی حاجت نہین۔ **قولہ** لیکن با اینہمہ ہم انکی اس قول کے تکذیب انکی ایک بڑے عالم
کی کتاب سے ثابت کئے دیتے ہین۔ صاحب جامع الاصول ابن اثیر کہ معتبرین علماء اہلسنت سے
ہین کتاب نہایہ مین لکھتے ہین ومنہ حدیث علی لله بلاد فلان لقد قوم الاود الخ
اگر کسی کتاب اہلسنت مین بجای لفظ فلان کے لفظ ابو بکر ہوتا تو ابن اثیر کیون لکھتے کہ حدیث
علی مین بلاد فلان ہے بلکہ لکھتے کہ بلاد ابو بکر ہے چہ جای کتب شیعہ **اقول** واضح ہو
کہ علماء اہلسنت نے حل لغات حدیث مین مختلف طور پر کتابین لکھی ہین۔ چنانچہ بعض نے خاص

احادیث بخاری کے حل لغات مین کتاب لکھی اور بعض نے خاص صحیح مسلم کے متعلق اور
بعض نے دونو صحیحین کے لغات کو لیا اور بعض نے لغات صحاح ستہ کو جمع کیا۔ اور بعض
مصنفین نے بلا امتیاز صحاح و ضعاف و روایات اہل وفاق و خلاف کی متعلق لغت حدیث کو
لیا چنانچہ صاحب نہایہ نے بھی التزام روایات صحیحہ نہین کیا اسیواسطے بہت روایات ضعاف
و اہل خلاف کو متضمن ہے۔ پس نہایہ کی نقل سے استدلال صحیح نہین ہے اور اگر ایسی
کتب لغات سے استدلال صحیح ہو تو بہت سی روایات مناقض مذہب شیعہ و موافق مذہب اہل حق
کتاب مجمع البحرین مین موجود ہین اونسے بھی استدلال صحیح ہوگا اور اونکا یہہ جواب دینا کہ یہہ
کتاب لغت کی ہے اور صحت و عدم صحت روایات سے اسکو تعلق نہین تو اسلیے
استدلال صحیح نہین صحیح نہوگا۔ چنانچہ بعض روایات بطور نمونہ منتہی الکلام مین خاتم المحدثین نے
ذکر فرمائی ہین۔ اور چونکہ ان امور کے ایجاد اہلسنت کی طرف سے نہین ہے تو اونکا عذر قابل قبول
ہوگا اور انکا استدلال احادیث مجمع البحرین سے بمثل خود کردہ را درمانی نیست صحیح و درست
سمجھا جائیگا **قوله** پس جناب مفتی صاحب کا یہہ فرمانا کہ در کتب شیعہ لفظ ابوبکر نیست
نہایت صحیح و درست ہی اور آپکے خاتم المحدثین کا دعوی تحریف محض خلاف ثابت ہوا
الحمد لله علی ذلک اور جب ثابت ہوا کہ لفظ ابوبکر کتب شیعہ مین نہین ہے تو ان
توجیہات کی شیعونکو ضرورت نہین **اقول** جناب میر صاحب یہہ آپکی اور آپکے
علامہ کنتوری کی فاحش غلطی ہے۔ کیونکہ یہہ کہنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابوبکر نیست اس سے
کیا مراد ہے اگر یہہ مراد ہے کہ کتب شیعہ مین بطور بیان مراد کی لفظ ابوبکر نہین تو صریح کذب ہے
کیونکہ علامہ ابن میثم نے جب لکھا ہے تو اوسکا اپنی شرح مین لکھنا صریح اسکا مکذب ہے کیونکہ
وہ عالم شیعی امامی اثنا عشری ہے اور علامہ کنتوری کی جہل یا تجاہل کا اسقدر ہمکو افسوس
نہین ہے کہ اسمین احتمال ہے علامہ نے شرح ابن میثم نہ دیکھی ہوگی مگر تعجب تو یہہ ہے
کہ ہمارے فاضل مجیب باوجودیکہ معلوم کرچکے کہ شروح ابن میثم کبیر و صغیر مین یہہ لفظ موجود

پھر فرماتے ہین کہ علامہ کنتوری کا لکھنا کہ در کتب شیعہ لفظ ابوبکر نیست صحیح اور درست ہی اگر مآل
دین و دیانت و حیا و شرم سے کام لیتے ہین - اور اگر لفظ کتب سے روایات مراد ہے یا یہ معنی
کہ اس کلام جناب امیر کی مرویات مین کہین بجای لفظ فلان کے لفظ ابوبکر مروی نہین ہے
چنانچہ اس احتمال کے ثبوت پر عبارت سابقہ علامہ کنتوری کے دلالت کرتی ہی احتیاج این
توجیہات شیعہ را وقتی مے افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود می بود اس جملہ سے
مفہوم ہوتا ہے کہ اس روایت مین لفظ فلان کی جگہ لفظ ابوبکر کے موجود ہونے کا انکار ہے تو یہ
اوس سے بھی زیادہ پوچ اور خرافات ہی کیونکہ یہ کہنا کہ ہمکو ان توجیہات کی ضرورت جب ہوتی
کہ ہماری روایات مین جو اس کلام جناب امیر کی نقل کے متعلق ہین بجای لفظ فلان کے لفظ
ابوبکر ہوتا اور جب لفظ ابوبکر ہماری روایات مین نہین ہے تو ہمکو ان توجیہات کی کچھ ضرورت
نہین ہے سراسر غلط ہے جسکو تھوڑی سی بھی فہم ہو وہ اس فاحش غلطی کو معلوم کر سکتا ہی
اسلیے کہ اگر بالفرض علماء شیعہ مین سے کوئی شخص نہ لکھے نہ بطور مراد کے اور نہ بطور روایت کے
کہ لفظ فلان سے ابوبکر مراد ہین یا کسی روایت مین بجای فلان کے ابوبکر مراد ہے اور جسقدر اوصاف
مذکور ہوئی ہین وہ بہیئت مجموعی سوای شیخین رضی اللہ عنہم کے کسی پر صادق نہین آتی اور ہر
ذی عقل سلیم کوئی شخص سوای ابوبکر و عمر کے ممدوح اس مدح کا ہو سکتا ہے تو اس جملہ تعین
اگرچہ کسی نے لفظ ابوبکر زبان سے نہ نکالا ہو تاہم توجیہات کے وجوب سے آپ بری الذمہ نہین
ہو سکتے اور شیعہ پر واجب ہی کہ اس الزام کو جو اس عبارت سے ناشی ہو توجیہات کر کے مذہب کے رخنہ
کو بند کرین چہ جائیکہ علماء نے تصریح فرمائی ہو کہ لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہے یا عمر تو جب اکابر علماء
شیعہ نے تصریح کر دی کہ موصوف ان اوصاف کے حضرت ابوبکر ہین یا عمر اور وہ اوصاف مساوق
و مستلزم حقیت خلافت موصوف کو ہین تو آپ ہی فرمائیے کہ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ شیعہ
کو اس کلام کی توجیہات کی حاجت نہین اگرچہ علماء نے تعیین مبہم فرمائی ہو اور احتیاج
اوسی وقت ہے کہ جب روایت مین لفظ ابوبکر بجای لفظ فلان کے ہو هل هذا الا مکابرة و عناد

افسوس کہ آپکو اور آپکے علامہ کنتوری صاحب کو یہہ بہی خبر نہین کہ شیعہ کو اس کلام کی توجیہات کی جب اسوقت بہی ضرورت ہے جبکہ کسی طور پر بہی کتب شیعہ مین لفظ ابوبکر موجود نہو تو اسوقت احتیاج توجیہات بالاولی ہوگی جبکہ اکثر علماء شیعہ مین سے کسی نے بہی تصریح کردی ہوگی کہ لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہین یا عمر پس بہر تقدیر علامہ کنتوری کی یہہ تحریر غلط ہی پہر اوسپر جناب کا اوسکی تصحیح و تائید کرنا اور بہی بیجا۔ کاش آپ ذرا بہی فہم و انصاف سے کام لیتے قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ بجواب اسکے صاحب آیات بینات سلمہ فرماتے ہین کہ یہہ جواب علامہ کنتوری کا غلط ہے اور جو اونہون نے نسبت خاتم المحدثین کے فرمایا ہے (کہ این عذر محض سست) وہی ہم علامہ مجیب کی نسبت کہتے ہین۔ کہ این جواب کذب محض سست۔ اقول صاحب آیات بینات میں یہ لیاقت کہان کہ علماء کے کلام کا جواب لکہہ سکین وہ بیچارے تو عبارت فارسی سمجہنے سے بہی قاصر ہین۔ ہان اہلسنت کی صحبت مین رہکر آپکے خاتم المتکلمین وغیرہ کی کتابین دیکہین اور بدون اسکے کہ اپنے عقل و علم سے کام لین یا اپنے شکوک و اوہام علماء کرام یا اونکے کلام سے رفع کرین سنی ہوگئے اور چونکہ توفیق ایزدی کا دامن پہلے ہی سے سلب ہو چکی تہی۔ اب سنی کیا نرے سید احمد خانصاحب کی صحبت و تقلید سے نیچری ہوگئے اور اونکے حق مین از ینسو رانده و ازان سو مانده مثل صادق ہوگئی ایسے مذبذب متلون مزاج کے بات کا کیا ٹہکانا نہ جو کچہہ آیات بینات مین لکہا ہے سب تحفہ و ازالۃ العین وغیرہ کا ترجمہ کیا ہے ورنہ اونکی لیاقت تو جناب قاضی صاحب علیہ الرحمہ کی نقل عبارت مین یقین ہے کہ آپ پر بہی ظاہر ہوگئی ہو گی یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی۔ حضرت میر صاحب سید مہدی علی سلمہ کی نسبت جسقدر آپ برائی فرمائین وہ سب اسی قبیل سے ہے جیسا کہ یہود نے عبد اللہ بن سلام کے نسبت بعد اونکے اسلام لانے کے بطور ہجو کے کہا تہا کہ شرنا و ابن شرنا تو یہہ کہنا سید مہدی علی صاحب سلمہ کی نسبت برا کرنا نہ کچہہ قابل اعتبار ہے اور نہ محل شکایت اگر اسوقت جو آپکے علماء عصر ہین توفیق خداوندی اونکی رہبر ہو اور عار کو نار پر اختیار کرین

[illegible]

اور اہل حق کے گروہ مین داخل ہو جاوین تو آپ اونکی نسبت بہی ایسا ہی فرماوینگی بلکہ اگر توفیق
موفق حقیقی آپکی رہبری ہو دستگیری فرماوی اور آپ کو بانکشاف حق وراہ سنی نکالکر ساحل
نجات وفلاح پر پوہنچا دی اور آپ سنی ہو جاوین تو اور شیعہ آپ کی نسبت بہی بعینہ وہی فرماوینگی
کہ جو آپ سید مہدی صاحب کی نسبت فرما رہی ہین بلکہ مع شی زائد - رہا اونکی لیاقت واستعداد
علمی اور فہم سو مین بحلف کہہ سکتا ہون کہ آپ کے نسبت تو بہت زیادہ ہے اور سلامتی فہم تو
یقیناً آپ کے کنتوری اور شوستری وغیرہ سب سے زیادہ ہی تعجب یہہ ہے کہ اول آپ فرماتے ہین
کہ وہ بیچارے تو فارسی عبارت سمجہنے سے بہی قاصر ہین - اور پہر آپ ہی تحریر فرماتے ہین
کہ اہلسنت کی صحبت مین رہکر آپکے خاتم المتکلمین کے کتابین دیکھی - جب اونکا یہہ حال ہے
کہ فارسی عبارت سمجہنے سے بہی قاصر ہین تو خاتم المتکلمین کے کتابین جنکی فارسی بہی فارسی
سلیس نہین - بلکہ کسیقدر دقیق ہے کیونکر دیکھہ سکتے ہین اور اگر اہلسنت کے فیض صحبت سے
اونہون نے یہہ ملکہ حاصل کر لیا ہے تو پہر یہہ الزام بیجا ہے اول ہر کوئی امی ہوتا ہے پہر
اہل علم سے کسب علوم کیا کرتا ہی تو اگر اونہون نے اہلسنت کی صحبت مین رہکر ملکہ حاصل
کیا ہو تو کیا محل طعن ہے - اور ہم سابق مین بجواب عبارت قاضی صاحب واضح طور پر
بیان کرائی ہین کہ عبارت فہمی کی لیاقت آپکو زیادہ ہے یا اونکو اوس سے واضح ہی کہ سخن
فہمی کا سلیقہ جناب کو نشا ہی نہین - اور یہہ جو لکہا کہ آیات بینات مین جو کچہہ لکہا ہے
سب تحفہ اور ازالۃ الغین وغیرہ کا ترجمہ ہے سو یہہ کچہہ نئی بات نہین ہمیشہ آپ اور آپکے
اسلاف یہہ ہی لاطائل دعوی فرماتے رہے چنانچہ تحفہ کی نسبت فرماتے ہین کہ صواقع کا
ترجمہ ہے کوئی صاحب فرماتے ہین کہ صواقع سے مسروق ہے اگر ہم بہی ایسی ہی خرافات
زبان سے نکالین تو کہہ سکتے ہین کہ تالیفات کنتوری وجائسی شوستری ومجلسی کے کتابونکا ترجمہ
ہی اگر اخذ مضامین کو تالیفات مین سرقہ کہا جائے یا ترجمہ قرار دیا جاوی تو متاخرین کے تمام
کتابین متقدمین کے کتابونکا ترجمہ ہونگی خود آپکی یہہ تحریر جسکا مین جواب لکہہ رہا ہون [illegible] وغیرہ

ترجمہ ہوگا ولم یقل بہ احد لیکن جب نہ خدا کا خوف ہو نہ اہل علم سے کچھہ حیا و شرم ہو پھر جو ل
چاہیں فرمائیں۔ اور شکوک و اوہام کو علمائے کرام سے رفع کرینگے نسبت جو ارقام فرمایا تھا۔ نہایت
تعجب ہے آپکے علمائے کرام تو خود ہی اپنے اصول مذہب مین مبتلا اوہام مین نہین بلکہ

بلکہ یقیناً باطل سمجھتے ہین اور بجز اعتراف کے چارہ نہین رکھتے ولکن اختاروا النار علی العار
اور یہہ جو کچھہ مین نے عرض کیا ہے حاشا کہ تمسخر اور ہزل کے طور پر ہو جو کچھہ عرض کیا ہے
واقعی ہے اگر اسمین کچھہ شک و شبہ ہو تو سنیے کہ اسی خطبہ کے بابت آپکے نقیب ابو جعفر اوستاد
فاضل مدائنی بالکل او درست ومتفق ہین چنانچہ خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین مین لکھا ہے درین
مقام اہل حق را بشارتہا دیگر ہست بہر حرفی از آن قصہ میکنم کہ نقیب ابو جعفر اوستاد
فاضل مدائنی کہ در کلام وفطانت ید طولی دارد و در اثبات مثالب خلفاء راشدین جہدی بکوشش
بجا آورد درین مقام علم را ستان انداختہ وتعلدہ برشتہ نواختہ زیرا کہ مدائنی در شرح
خود بعد از عبارتیکہ گستوری بر آن درین قول متفق شدہ میگوید کہ نقیب گفتم الخ
بخاطر دقتی درست میشود کہ حج شخص ما صنعی مطابق نفس الامر بود در ہیچ شکی و ترددی پیرامون
آن نگردد و چون جناب امیر باین اوصاف معترف شود ثابت میخواہد بود کہ بالا تر از آن
نباشد نقیب سر بگریبان فرو بردہ و بعد از تامل گفت کہ راست میگوئی۔ انتہی کیست ورای
چون این مطلب را باعث رسوائی مذہب خود دانستہ بذکر آن نیز پرداختہ انتہی بلفظہ الشریف
عاقل میری گذارش کے تصدیق فاضل مدائنی کی کلام سے قبول کرسکتا ہے اور معلوم کرسکتا ہے
کہ اصول تشیع پر جب اصول مذہب سے شکوک و اعتراضات دفع نہین ہو سکتے تو بیچارہ
علما کیا کرسکتے ہین آخر فاضل مدائنی کے شبہ کا جواب انکو اوستاد سے بجز تسلیم کے کچھہ نہ بن آیا
اگر توفیق خداوندی دونو اوستاد و تلمیذ کے رہبر ہوتے تو ذرا آگے بھی فکر فرماتے
کہ جب یہہ بات مسلم ہے کہ جناب امیر نے یہہ تعریف فرمائی اور اس تعریف سے بالا تر کوئی
تعریف نہین ہو سکتی کیونکہ مصادق ومثبت خلافت راشدہ ممدوح کو ہے تو پھر کیون تم

لوگونکو برخلاف ارشاد جناب امیر کے بدتر از کفار اعتقاد کرین اور کیون راہ مستقیم کو چہپا نکرین اور کس واسطے بادیہ ضلالت مین پریشان پہرین لیکن توفیق دستگیر نہولی اور آگی سوجہ پہنچ ہے۔ کذلک یطبع اللہ علی قلوب الذین لا یعلمون۔
اور جو کچہہ آپنے سید محمد نسبے علے مسئلہ تجربیت کی بابت لکہا اول تو اسکا آپ ثبوت دیجئے ہمارے نزدیک اسکا کچھہ ثبوت نہین اور یہہ محض دعوے بے اصل ہے دوسری یہہ کہ سید احمد خانصاحب کے دو اصول ہین اول متعلق دنیا کے جو اونکی اصلی غرض ہے دوسرے متعلق دین و اعتقادات کے۔ جو اصل کہ اونکی متعلق دنیا کے ہے وہ تو یہہ ہے کہ اس زمانہ مین اہل اسلام باعتبار مال و دولت اور دنیاوی عزت و حرمت کے نہایت تنزل کی حالت مین ہین جو ہر مسلمان کے نزدیک قابل افسوس ہے اور دنیاوی عزت و حرمت کا حصول بدون اسکے ممکن نہین کہ یا مال و دولت ہو یا مناصب جلیلہ پر فائز ہو اور نہایت بدیہی ہے کہ مناصب جلیلہ کا حصول قطعاً علوم دنیاوی کے حصول پر اسوقت مین باسباب ظاہر موقوف ہے اور حصول مال بہی یا حرمت و صناعت سے ہے یا تجارت و زراعت سے اور اونکی تحصیل بہی آلکار تحصیل علوم دنیاویہ پر موقوف ہوتی ہے تو اسلیے سید احمد خانصاحب کی رای مین نہایت جوش و خروش کے ساتھہ مسلمانونکی بہبودی کیلیے یہہ قرار پایا کہ علوم دنیاویہ کو ترقی دیجاوے چنانچہ اسی بنا پر اونہون نے مدرسۃ العلوم کہولا اور اسمین اونہون نے وہ تعلیم جو آجکل دنیاوی حیثیت سے اعلی درجہ کی تعلیم سمجہی جاتی ہے جاری کی اور اسیطرح سول سروس کے محرک سلسلہ ہولی اور سید احمد خانصاحب کے اس رای کی ہزارہا مسلمان جو اہل اسلام کی دنیاوی ترقی کے جوش کی آگ اونکی دلونمین مشتعل تہی ممد و معاون ہوگئی اور اونکے گروہ مین داخل ہوگئی۔ اب ہم اس امر سے قطع نظر کرکے کہ بحیثیت دین کے تحصیل دنیا مین اسقدر کوشش و انہماک کرنا اور دنیا کو دین سے زیادہ مہتم بالشان سمجہنا اور تحصیل دنیا کو تحصیل دین پر مقدم کرنا بجا ہے یا بیجا دیکہتے ہین تو کوئی

شخص اسوقت اس امر مین مخالفت نظر نہین آتا کہ وہ بنظر اسباب ظاہری ان وسائل کو
دنیاوی ترقی مسلمانون کا عمدہ ذریعہ نہ خیال کرتا ہوگا یہہ ہی وجہ ہے کہ صدہا اہل اسلام
جو دنیاوی ترقی کے خواہان تھے اونکے حامی ہو گئی اور ہزارہا روپیہ فراہم ہو گیا لیکن اس سے
نہ وہ کافر ہوئی اور نہ ملحد اور اگر آپکے نزدیک دنیا کی تحصیل کے اسباب مین کوشش کرنا
باعث کفر ہو تو آپنے انگریزی ملازمت اختیار کر رکھی ہے جو تحصیل دنیا کا ایک ذریعہ
ہے اور علاوہ اسکے ہزارہا خواص و عوام شیعہ اس مین مبتلا ہین اور بہت سے سید احمد خان کے مخالف
بھی خود اس مین داخل ہونگی مین یقین کرتا ہون کہ آپ اونکو اس وجہ ہرگز دائرہ اسلام سے
خارج نہ سمجھتی ہونگی - اور اونکی دوسری اصل جو متعلق دین و اعتقادات کی ہے اوسکی
نسبت جسقدر ہمنے خبرین سنی اور اونکی اعتقادات کی نسبت تحریرات لوگونکی دیکھے
کہ سید احمد خانصاحب ضروریات دین کے منکر ہین اگر یہہ صحیح ہین تو بیشک یہہ مخالف
اصول اسلام ہے لیکن ہم یقین کرتے ہین کہ جسقدر لوگ سید احمد خانصاحب کے معتقد اور
اونسی گرویدہ ہوتے ہین اکثر اونکی دنیاوی اصل کے وجہ سی ہوتی ہین اور ہرگز اعتقادات
مین اونکی پیرو نہین ہوتی - لیکن عرف مین عام طور پر بلا امتیاز و تفرقہ کے ہر ایکو
جو مدرسۃ العلوم کا حامی ہو گو وہ اعتقادات مین تابع سید احمد خانصاحب کے ہو یا ہو سکی
نیچری کہدیتے ہین تو کیا بعید ہے کہ مہدی علی صاحب سلمہ بھی صرف اصل اول
دنیاوی کیوجہ سے اونکی معاون ہون اور اونکی اعتقادات کے تابع نہون - اگر آپ کو اس امر کا
یقین ہے کہ سید مہدی علیصاحب کے اعتقادات بھی سید احمد خانصاحب جیسی
ہوگئی ہین - تو آپ کسی دلیل سے ثابت کیجے - قطع نظر اس سے ہمنے مانا کہ وہ اعتقادات
مین بھی سید احمد خانصاحب کے تابع ہوگئی - اور قطعی طور پر وہ نیچری ہوگئی تو یہہ کتاب
آیات بینات تو اونہون نے نیچری ہونے سے پیشتر تالیف فرمائی تھی یہہ کیون ساقط الاعتبار
ہوگئی - اور اگر بالفرض نیچری ہونے کے بعد بھی لکھتی تو بھی جب اونہون نے اہل حق کے

نزدیک حق لکہا ہے تو اونکی تلون مزاجی اور تذبذب سے امر حق کیون بے ٹھکانہ ہو گیا
یہہ حضرت کی مناظرہ دانی اور خوش فہمی ہی نہین بلکہ جواب دینے سے اغماض و گریز ہے
قوله ہان آپکے خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین مین یہہ لکہا ہے اسکا جواب گذارش ہو تا ہے
اس قول کے جواب مین صرف یہہ ہی کہہ سکتے ہین کہ جو آیات بینات والے نے حضرت علامہ علیہ الرحمہ
کی نسبت لکہا ہے وہ اونکی ہی نسبت درست ہی **اقول** - بیت تو کاری زمین را
نکو ساختی - کہ با آسمان نیز پرداختی - حضرت کا ادعای علم یہانتک پونہچا کہ سید مہدی
علی کے جواب سے آپکو استنکاف ہوا اور خاتم المتکلمین کی تحریر کی حیثیت سے آپ جواب دینے پر
کمر باندہین چہ خوش ستعداد کا وہ حال اور دعوی یہہ کچہہ خیر بہت اچہا جواب دیجئے کسیکی تمام سعی دیکہی
معلوم ہو جائیگا - کہ آپکے حضرت علامہ سچے ہین یا ہماری سید مہدی علے سلمہ **قال
الفاضل المجیب** - قولہ - اور ثبوت اسکا یہہ ہے کہ کمال الدین ابن میثم بحرانی نے شرح
نہج البلاغت مین لکہا ہے ان ارادتہ لا بے بکر اشبہ من ارادتہ عمر الخ - اقول -
آپکے خاتم المتکلمین و صاحب آیات بینات کی خوش فہمی پر کمال تعجب ہی کہ جو عبارت مقصد قول
جناب مفتی صاحب اعلام اللہ مقامہ کی ہے اوسیکو مکذب اونکی قول کا ٹہراتے ہین یہہ عبارت
تو نہایت صاف اور صریح اس بات مین ہی کہ حدیث علی مین لفظ فلان ہے لیکن ارادہ لفظ فلان
سے کس کو کیا ہے آیا ابو بکر مراد ہے یا عمر مراد ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہے یا کوئی شخص
دیگر مراد ہے جیسا کہ ابتدا مین قطب راوندی علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے - پس غرض فاضل ابن میثم
علیہ الرحمہ کے اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہہ ہے اولا لا نسلم کہ ابو بکر و عمر مراد ہی
اور ثانیاً علے التنزل اگر ابو بکر یا عمر مراد ہے تو ابو بکر مراد لینا بہتر ہے عمر کے مراد لینے سے
اور وجہ اسکی بیان کی ہے پس یہہ الزام ابن ابی الحدید کے رد کیلیے ہی نہ یہہ کہ واقعی شارح
اس قول کے قائل ہین - یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ای
اہل انصاف و دانش خدارا ہماری فاضل مجیب کی اس جواب کو دیکہو اور اس بحث کو ذرا متوجہ

ہو کر سنو - سب سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن میثم کی شرح کبیر و صغیر سے پوری
عبارتیں نقل کردوں اور بعد اوسکے گذارش کروں کہ فاضل مجیب نے اسکے موافق فرمایا ہے یا مخالف
اور اہل عقل خود ہی سمجھ لینگے علامہ ابن میثم اس خطبہ کی شرح کے متعلق اپنی شرح کبیر میں
فرماتے ہیں جو مطبوعہ ایران ہے - اقول الاود العوج والعمد مرض وهو ان الشداخ
داخل سنام البعير من الحمل ونحوه مع صحة ظاهره وقوله لله بلاد فلان لفظ
يقال في معرض المدح كقولهم لله دره ولله ابوه واصله ان العرب اذا اراد
مدح شئ وتعظيمه نسبوه الى الله تعالى بهذا اللفظ وروى لله بلاء فلان اى
عمله الحسن في سبيل الله - والمنقول ان المراد بفلان عمر وعن القطب الراوندي
انه انما اراد بعض اصحابه في زمن رسول الله ممن مات قبل وقوع الفتن وانتشارها
وقال ابن ابي الحديد ان كلامه بالاوصاف المذكورة في الكلام يدل على انه اراد رجلا
ولي امر الخلافة قبله لقوله قوم الاود وداوى العمد ولم يرد عثمان لوقوع الفتنة في
وتشعبها بسببه ولا ابا بكر لقصر مدة خلافته وبعد عهده عن الفتن فكان الاظهر انه
اراد عمر واقول ارادته لابي بكر اشبه من ارادته لعمر لما ذكره في خلافة عمر وذمها
في خطبتها المعروف بالشقشقية كما سبقت الاشارة اليه وقد وصفه باموراحدها

ل؎ میں کہتا ہوں اود کجی ہے اور عمد اونٹ کی کوہان کے اندر ایک بیماری ہوتی ہے جو بوجھ وغیرہ سے پیدا ہو جاتی ہے اور ظاہر میں صحیح و سالم
معلوم ہوتا ہے جسکو شداخ کہتے ہیں اور قول للہ بلاد فلان یہ لفظ مدح کے موقع میں بولا جاتا ہے جیسا بولتے ہیں للہ درہ اور للہ ابوہ اور اسکی
اصل یہ ہے کہ عرب جب کسی شی کی تعریف اور تعظیم کا ارادہ کرتے ہیں تو اوسکو خدا کی طرف اس لفظ کے ساتھ نسبت کرتے ہیں
اور بعض روایت میں للہ بلاء فلان مروی ہے اور بلاء سے ممدوح کے نیک کام خدا کی راہ میں مراد ہیں منقول یہ ہے کہ لفظ فلان سے
عمر مراد ہیں اور قطب راوندی سے منقول ہے کہ لفظ فلان سے حضرت نے اپنے بعض اصحاب کو مراد کہا ہے جو رسول اللہ کے زمانہ میں
فتنوں کے واقع ہونے اور پھیلنے سے پہلے فوت ہوچکا تھا - اور ابن ابی الحدید نے کہا کہ جو اوصاف کلام میں ذکر کئے ہیں وہ
دلالت کرتے ہیں کہ مراد ایسا شخص ہے جو حضرت سے پہلے امر خلافت کا متولی ہوا بسبب انکے قول قوم الاود اور داوی العمد کے اور عثمان
کا قول اسکے قصد میں نہیں ہے اوسکے باعث سے فتنہ پھیلنے کے سبب ارادہ نہیں کیا اور ابوبکر بھی اوسکی مدت خلافت کی کمی
اور فتنوں کی ابتدا عہد خلافت سے بعید ہونیکے سبب ارادہ نہیں کیا تو بہت ظاہر ہے کہ عمر کو مراد رکھا اور میں کہتا ہوں حضرت کا ابوبکر کو مراد
رکھنا بہ نسبت عمر کے ارادہ زیادہ مشابہ ہے بسبب اون امور کے جنکا ذکر ہم نے عمر کے خلافت میں اور مذمت کرنا خلافت کا انکے سبب جیسا خطبہ

تقويمه للاود وهو كناية عن تقويمه لاعوجاج الخلق عن سبيل الله الى الاستقامة
فيها الثانى مداواة للعمد واستعار لفظ العمد للامراض النفسانية باعتبار استلزامها
للاذى كالعمد ووصف المداواة لمعالجة تلك الامراض بالمواعظ البالغة والزواجر
القارعة القولية والفعلية الثالث اقامة السنة ولزومها الرابع تخليفه للفتنة اى موته قبلها
ووجه كون ذلك مدحا له هو اعتبار عدم وقوعها بسببها وفى زمنه لحسن تدبيره الخامس
ذهابه نقى الثوب واستعار لفظ الثوب لعرضه ونقاه لسلامته عن دنس المذام السادس
قلة عيوبه السابع اصابة خيرها وسبق شرها والضمير فى الموضعين ليشبه ان يرجع الى المعهود
مما هو فيه من الخلافة اى اصاب ما فيها من الخير المطلوب وهو العدل واقامة دين الله
الذى به يكون الثواب الجزيل فى الآخرة والشرف الجليل فى الدنيا وسبق شرها اى مات
قبل وقوع الفتنة فيها وسفك الدماء لاجلها الثامن اداؤه الى الله طاعته التاسع اتقاؤه
بحقه اى ادى حقه خوفا من عقوبته العاشر رحيله الى الآخرة تاركا الناس بعد فى طرق
متشعبة من الجهالات لا يهتدى فيها من ضل عن سبيل الله ولا يستيقن المهتدى
فى سبيل الله انه على سبيله لاختلاف طرق الضلال وكثرة المخالف له اليها والوارد فى

ل اور بالتحقیق اوسکا چند امور کے ساتھہ وصف فرمایا ہے (۱) اوسکا کجی کو سیدھا کرنا اور یہہ اوسکی مخلوق کی کجی کو سیدھا کرنے اور اوسکو استقامت اور راستی کیطرف پھیرنے سے کنایہ ہے (۲) اوسکا بیماری کا علاج کرنا اور لفظ عمد کو چونکہ وہ مثل عمد کے تکلیف کو مستلزم ہے نفسانی بیماریوں کیلیے استعارہ کیا اور بسبب معالجہ کرنے ان امراض کے مواعظ بالغہ اور زواجر قارعہ قولیہ اور فعلیہ کے ساتھہ مداوات کو بیان کیا (۳) اوسکا سنت کو قائم کرنا اور اوسکو لازم پکڑنا (۴) اوسکا فتنہ کو پیچھے چھوڑنا یعنے اوس سے پہلے مرنا اور اس امر کے اوسکی لیے مدح ہونے کی وجہ وہ فتنونکی نہ واقع ہونی کے سبب سے ہے بسبب اسکی اور اوسکی زمانہ مین بسبب اوسکی حسن تدبیر کے (۵) اوسکا پاک دامن جانا لفظ ثوب کو اوسکی آبرو کے لیے اور اوسکی پاک صاف ہونے کو مذمتونکی میل کچیل سے سلامتی کے لیے استعارہ کیا (۶) اوسکا کم عیب ہونا (۷) اوسکا خلافت کی بہلائی کو پانا اور اوسکی برائی سے گذر جانا اور ضمیر دونو جگہ مشابہ یہہ ہے کہ خلافت کیطرف جو معہود ہے راجع ہے یعنے جو کچھہ خلافت مین خیر مطلوب ہے اوسکو پایا اور وہ انصاف اور اللہ کے دین کا قائم کرنا ہے جسکے سبب آخرت مین ثواب عظیم اور دنیا مین بڑی بزرگی حاصل ہوتی ہے ۔ اور خلافت کے برائی سے گذر گیا یعنی خلافت مین فتنہ کے واقع ہونے اور اوسکے سبب خونریزی سے پیشتر وفات پا گیا ۔ (۸) اوسکا اللہ کی بندگی کو ادا کرنا (۹) اوسکا تقوی کرنا اللہ سے اوسکی حق کے ساتھہ (۱۰) اوسکا لوگونکو جہالت کی پیچ در پیچ رستونمین چھوڑکر آخرت کیطرف کوچ کرنا جنمین جو شخص کہ اللہ کے رستہ سے گمراہ ہو راہ نہ پاسکے اور خدا کے رستہ کا راہ یاب یقین نہ کرسکے کہ وہ خدا کے رستہ پر ہے گمراہی کے رستونکی اختلاف اور اون رستونکی طرف

قوله وتركهم للحال واعلم ان الشيعه قد اوردوا ههنا سوالا فقالوا ان هذا الممادح التي ذكرها عليه السلام في حق احد الرجلين تنافي ما اجمعنا عليه من تخطئتهم ولخذهما منصب الخلافة فاما ان لا يكون الكلام من كلامه عليه السلام او ان يكون اجماعنا خطاء ثم اجابوا من وجهين احدهما لا نسلم انا نافي المذكور فانه جاز ان يكون ذلك المدح منه عليه السلام على وجه استصلاح من اعتقد صحة خلافة الشيخين واستجلاب قلوبهم بمثل هذا الكلام - الثاني انه جاز ان يكون مدحه ذلك لاحدهما في معرض توبيخ عثمان بوقوع الفتنة في خلافته واضطراب الامر عليه واستبداده بيت مال المسلمين هو وبنوا ابيه حتى كان ذلك سببا لثوران المسلمين من الامصار اليه وقتلهم وبنيه على ذلك بقوله وخلف الفتنة وذهب نقي الثوب قليل العيب اصاب خيرها وسبق شرها وقوله وتركهم في طرق متشعبة اه فان مفهوم ذلك ان الوالي بعد هذا الموصوف قد اتصف باضداد هذه الصفات والله اعلم ۱۲ انتهى بلفظه يه تو حضرت ابن ميثم نے اپنی شرح کبیر مین تحریر فرمایا ہے اب شرح مختصر کی عبارت بھی سن لیجے اقول يقال لله بلاء فلان كما يقال لله دره ولله ابوه وهي كلمة مدح قيل اراد به مدح عمر

ل۱ قول وترکهم مین حالیہ ہے - اور جان کہ شیعہ نے اسجگہ سوال وارد کیا ہے کہتے مین کہ یہہ مدح جو حضرت علیہ السلام نے دو شخصون (ابوبکر یا عمر) کے حق مین فرمائی ہے اوسکی مخالفت ہے جسپر ہمنے اونکو خطا کیطرف نسبت کرنے اور منصب خلافت کے لینے پر اجماع کیا ہے تو یا تو یہہ کلام حضرت علیہ السلام کے کلام سے نہین یا یہہ کہ ہمارا اجماع باطل ہے پھر اسکا اونہون نے دو طرح پر جواب دیا ایک تو یہہ کہ ہم مخالفت مذکورہ کو تسلیم نہین کرتے کیونکہ جائز ہے کہ یہہ مدح حضرت علیہ السلام سے اوس جیسی کلام کے ساتھہ معتقدین صحت خلافت شیخین کے صلح جوئی اور اونکے دلونکی کھینچنے کے طور پر صادر ہوئی ہو - دوسری یہہ کہ اوسکی یہہ توصیف ایک اون دونون کی نسبت عثمان کے توبیخ کے مقام میں ہو بسبب واقع ہونے فتنونکی اوسکی خلافت مین اور مضطرب ہونے امر کے اوسپر اور بسبب تنہا اوسکے اور اوسکے باپ کے اولاد کے بیت المال کو ہتھیا لینے کے یہہ اوسکی طرف شہرون سے مسلمانونکی برانگیختگی اور اوسکی قتل کا سبب ہوا اور اسپر متنبہ کیا اپنے اس قول سے وخلف الفتنة ذهب نقي الثوب قليل العيب اصاب خيرها وسبق شرها اور اس قول سے - وتركهم في طرق متشعبة الخ - بالتحقیق اسکا مفہوم مخالف یہہ ہے کہ اس موصوف کے بعد جو خلیفہ ہے وہ ان صفات کے اضداد کے ساتھہ متصف ہے واللہ اعلم ۱۲ - ل۲ مین کہتا ہون بولتے ہین لله بلاء فلان مثل کہتے ہین لله دره اور لله ابوه اور یہہ مدح کا کلمہ ہے کہا گیا ہے کہ حضرت نے اوس سے عمر کے مدح کا ارادہ کیا ہے ۱۲ -

وقيل بعض الصحابة ممن جاهد في دين الله فاقام الاود والاعوجاج والعمد مرض ياخذ الابل في اسمنتها وهو مستعار لامراض القلوب ومداواتها بالزواجر القولية والفعلية ونقاء ثوبه كناية عن طهارته من المطاعن والضمير في خيرها وشرها للخلافة وان لم يجر ذكرها لكونها معهودة او لتقدم ذكرها والطرق المتشعبة طرق الفتنة انتهى بلفظه اب ہم بعد نقل عبارات علامہ ابن میثم بحرانے اہل انصاف سے امید کرتے ہین کہ خدا کے لیے تہوڑی سی تکلیف گوارا فرماکر تحفہ اثنا عشریہ کے اوس مقام کو جو اس خطبہ کے متعلق ہے جسکی یہہ عبارت مذکورہ شرح ہی ملاحظہ فرماوین اور بعد اوسکی اوسکا جواب جو کچہہ علامہ کنتوری نے تحریر فرمایا ہے بغور دیکہین اور فرماوین کہ علامہ موصوف کا جواب صحیح ہے یا غلط۔ اسکا بیان مفصل تو مقتضی تطویل کو ہی مگر ہم مختصراً واسطی رفع انتظار سا معین کے اسکو لکہتے ہین تاکہ علامہ کنتوری کا پایہ علم و تدین اور حضرت مجیب کا مبلغ فہم و انصاف واضح ہو جاوی مگر مناسب معلوم ہوتا ہی اول خلاصہ مطالب اس خطبہ کا نہایت اختصار کیسا بیان کرون۔ پس واضح ہو کہ ابن میثم کی اس شرح سے چند امور حاصل ہوئی۔ (۱) تعیین مبہم لفظ فلان مین چند اقوال نقل کیے۔ اول سب سے یہہ لکہا کہ منقول یہہ ہے کہ لفظ فلان سے مراد عمر ہے اور ظاہر یہہ ہے کہ جب مطلق منقول ہونا بیان کیا ہے تو یہہ مراد یا تو منقول اصل مصنف شریف رضی جامع نہج البلاغت سے ہے۔ چنانچہ علامہ کنتوری نے مفتاح الکنوز المخفیہ سے جو حاشیہ منہیہ تحفہ اثنا عشریہ کا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے نقل کیا ہے کہ شارح ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ فخار کہتا تہا کہ مین نے اوس نسخہ مین جو بخط رضی تہا۔ لفظ فلان کے نیچے عمر لکہا ہوا دیکہا۔ علامہ کنتوری کی عبارت یہہ ہے۔ ونیز این قول منقول ست بانچہ خود در حاشیہ آن از شرح ابن ابی الحدید کہ از جملہ قائلین بخلافت صحابہ

۱؎ اور کہا گیا ہے کہ بعض صحابہ کو جنہون نے اللہ کے دین مین جہاد کیا تہا ارادہ کیا ہے اود کجی ہے اور عمد بیماری ہی جو اونٹونکی کوہان مین پیدا ہو جاتے ہیں اور دلونکی بیماریونکے لیے مستعار ہیں اور اونکا علاج قولی اور فعلی زواجر کے ساتہہ ہی اور کپڑی کی صفائی ستہرائی اوسکی مطاعن سے پاک ہونی سے کنایہ ہے اور ضمیر خیرہا و شرہا مین خلافت کیطرف ہی اگرچہ اوسکا ذکر نہین آیا بسبب اوسکی معین ہونے یا اوسکی ذکر کے مقدم ہونیکی اور پراگندہ رستے فتنونکی رستے ہین۔ ۱۲

تحریست نقل کردہ وہذہ عبارتہ وفلان المکنی عنہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ و
قد وجدت النسخۃ التی بخط الرضی ابی الحسن جامع نہج البلاغۃ وتحت
فلان عمر حدثنی بذلک فخار بن معد الموسوی الادب الشاعر وسألت
عنہ النقیب ابا جعفر یحیی بن ابی زید العلوی فقال لی ہو عمر فقلت لہ اثنی
علیہ امیرالمومنین ہذا الثناء فقال نعم واین قول ابن ابی الحدید کہ متضمن آنست کہ فخار
بن معد موسوی باو روایت کرد کہ در نسخہ نہج البلاغۃ کہ بخط سید رضی بود تحت لفظ فلان لفظ عمر بود
اگرچہ قول ناصبی را کہ متضمن بودن لفظ ابی بکر است نقض میکند لیکن تصحیح میکند نسبت او را کہ مراد
عمر باشد - انتہی بقدر الحاجۃ - تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ ابن میثم نے جو مطلق منقول ہونا لفظ فلان
سے عمر لکہا ہے تو شاید منقول اصل مصنف سے مراد ہے یا یہہ کہ یہہ منقول علمائے مذہب ہے - یا منقول ائمہ
سے ہے ہر کیف کسی سے منقول ہو - علامہ کے نزدیک یہہ نقل قابل استناد و وثوق ہے - دوسرا
قول قطب راوندی کا نقل کیا اور فرمایا کہ منقول قطب راوندی سے یہہ ہے کہ مراد لفظ فلان سے
بعض اصحاب ہیں جو حضرت کے زمانہ میں وقوع فتن سے پہلے وفات پا گئے - اور یہہ
قول شارح ابن میثم کے نزدیک قابل اعتماد نہیں چنانچہ ہم اسکو ثابت کرینگے تیسرا قول ابن
ابی الحدید کا نقل کیا اور فرمایا کہ ابن ابی الحدید رح نے فرمایا ہے کہ کلام جناب امیر
میں اوصاف عشرہ مذکورہ ظاہر طور پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت کے مراد ایسے شخص سے
ہے جو حضرت سے پہلے ولی امر خلافت ہوا کیونکہ تقویم اعوجاج اور مداواۃ امراض بدون خلافت
متصور نہیں اور وہ تین شخص ہیں ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ - لیکن عثمان مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ
اونکے سبب سے تشعب التشاجر فتن ہوا اور وہ فتنہ میں واقع ہوئی اور ابوبکر مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ

ؔ اور لفظ فلان کا مکنی عنہ عمرؓ بن خطاب ہے دریافت میں نے نسخہ ابو الحسن رضی جامع نہج البلاغۃ کے خط کا اور لفظ
فلان کے نیچے لفظ عمر تہا حدیث کی مجہسے فخار بن معد موسوی ادیب شاعر نے اور ابو جعفر یحیے بن ابی زید علوی نقیب
میں نے اسکو پوچھا تو اونہنے مجکو کہا کہ وہ عمر ہے میں نے اوسکو کہا کہ امیر المومنین نے اسقدر اوسکی ثنا کی اوس نے
کہا ہاں - ۱۲

اونکی مدت خلافت بہت تہوڑی تہی اور اونکا زمانہ فتن سے بعید تہا تو اظہر یہہ ہی کہ مراد عمر رضی اللہ عنہ ہیں

(۲) علامہ ابن میثم کے نزدیک یہہ تو مسلم تہا کہ موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو حضرت امیر سے پہلے والی امر خلافت ہوا جیسا کہ ابن ابی الحدید لکہتا ہی اور یہہ بہی فیما بین شارح ابن میثم اور ابن ابی الحدید کے متفق علیہ ہی کہ عثمان مراد نہیں ہے اور یہہ بہی باہم متفق علیہ ہی کہ احد الشیخین ممدوح ان مدائح عالیہ کے ہیں لیکن تعیین میں اختلاف ہی کہ دونوں میں سے کون مراد ہیں ابن ابی الحدید کہتا ہے اظہر یہہ ہی کہ عمر مراد ہین کیونکہ صدیق بسبب قصر مدت اور بعد عن الفتن کے مراد نہیں ہو سکتی شارح ابن میثم نے اوسکی جواب مین فرمایا کہ مین کہتا ہون۔ جناب امیر علیہ السلام کا ان اوصاف کے لیے ابوبکر کو ارادہ فرمانا بہ نسبت عمر کے اشبہ بحق ہے کیونکہ جناب امیر نے خطبہ شقشقیہ مین ان امور کے جو خلافت عمر مین واقع ہوئی مذمت کی ہے تو پہر ان اوصاف عالیہ کے مصداق وہ خلافت و خلیفہ نہین ہو سکتی۔ اس سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ خطبہ شقشقیہ مین خلافت صدیقی کی نسبت ایسی مذمت نہین فرمائی جو معارض ان اوصاف کے ہو۔ پس ابن میثم کے اس تقریر سے واضح ہوا کہ جو قطب الاقطاب شیعہ نے منصوبہ گہڑا تہا وہ اوسکی نزدیک قابل اعتبار نہین اور اوسکی نزدیک صحیح یہہ ہے کہ لفظ فلان سے خلیفہ مراد ہے اور خلفا مین بہی راجح خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہین (۳) بعد تعیین مبہم کے علامہ موصوف نے اوصاف عشرہ کو ایک ایک کرکے گنا اور بشرح و بسط سبکو بیان کیا۔ (۴) شرح اوصاف مین اس امر کو واشگاف کر دیا کہ موصوف ان صفات کا بجز خلیفہ کے دوسرا کوئی شخص موصوف ان صفات کا نہین ہو سکتا۔ کیونکہ بعض اوصاف کی مطلب کو اسطرح بیان کیا کہ جنکا مصداق خلیفہ ہی ہو سکی۔ اول قوم الاود کے معنی کو بیان کیا کہ ھو کنایۃ عن تقویمہ لاعوجاج الخلق عن سبیل اللہ الی الاستقامۃ فیہا یعنے تقویم اود کے کنایہ ہی خلق کے کجی کو خدا کے راہ سے سیدہا کرنا اور راستی کیطرف لانا اور ظاہر ہے کہ یہہ مخصوص خلیفہ ہی کے ساتہہ ہے دوسرا وصف مداوات امراض نفسانیہ کے مواعظ بالغہ اور زواجر قارعہ قولیہ فعلیہ کے ساتہہ

یہ بہی امام ہی کے ساتھ مخصوص ہے پیغمبر اسنت کا نقش مین قائم کرنا اور جو وہی اوسپر عمل کرنا
خلیفہ ہی کا کام ہے۔ جو تہا اوسکی حسن سیرت سے فتن کا واقع نہونا امیر کا ہی منصب ہو سکتا ہوا
وصف امانت خیرہا و سبق شرہا شارح کہتا ہے کہ دونون ضمیرین خیرہا اور شرہا مین خلافت کیطرف
راجع مین اور اصاب خیرہا سے مراد یہہ ہے کہ اوسنے حاصل کیا اوس خیر کو جو خلافت مین مقصود ہوا
یعنی اوسنے عدل و انصاف کیا اور خدا تعالے کے دین کو قائم کیا جسکے سبب سے ثواب جزیل آخرت
اور شرف جلیل دنیا مین حاصل ہوتا ہے اور سبق شرہا سے مراد یہہ ہے کہ پہلے اس سے کہ خلافت میں
فتن واقع ہون اور خلافت کیوجہ سے خون ریزی ہو نوبت ہو گیا یعنے اوسکی خلافت مین کوئی
فتنہ نہین ہوا اور خلافت ظلم و عدوان سے پاک صاف رہی۔ اب بعد اس شرح و بسط کے
ایسا کون شخص ہے جسکو اس مین تامل ہوگا کہ علامہ ابن میثم کے نزدیک صحیح یہہ ہی ہے۔ کہ
موصوف ان اوصاف کا وہ شخص ہے جو جناب امیر سے پہلے متولی امر خلافت ہوا اور کسیکو بعد تحریر جات
ذکیہ کے اسمین شک باقی رہیگا کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول غلط ہے شرح اوصاف
مذکورہ سے مثل آفتاب روشن ہو گیا کہ ابن میثم کی رای مین لفظ فلان مراد احد من الشیخین رضہ ہے اور
قطب راوندی کا قول ہرگز قابل اعتبار کے نہین (۵) بعد شرح اوصاف کے جب ابن میثم
نے سمجہا کہ موصوف ان صفات کا لامحالہ احد الخلیفتین قرار پاتے اور اونکو ان اوصاف کے
ساتھ موصوف ہونے سے مذہب تشیع درہم و برہم ہوا جاتا ہے تو اسنے اسکو سوال و جواب کے
پیرایہ مین اوس مضمون کو ادا کیا اور کہا کہ اسجگہ شیعہ نے سوال وارد کیا ہے وہ یہہ کہ یہہ تعریف
و توصیف جو جناب امیر نے ابوبکر یا عمر کے فرمائی ہے ہماری اوس اجماع کے منافی ہے
جو کہ ہمنے اونکی نسبت غصب خلافت و تخطیہ مین منعقد کر رکہا ہے۔ پس یا تو یہہ کلام جناب
امیر کا کلام نہین ہے یا ہمارا اجماع و اتفاق غلطی اور خطا پر ہے اسکے بعد اسکے جواب نقل
کئے لیکن چونکہ شارح کی رای مین قابل اعتبار نہ تہے اسلیے اونکو شیعہ ہی کیطرف منسوب کرکے
اونہی شیعہ کی گردن پر دہر کر فرمایا کہ شیعہ نے اسکے دو جواب دیے ہین پہلا جواب تو یہہ کہ جائز ہے

کہ جناب امیر نے یہہ تعریف و توصیف معتقدین صحت خلافت شیخین کے اصلاح اور اونکی قلوب کو اپنی طرف کہینچنے کے غرض سے فرمائی ہو دوسرا جواب یہہ ہے کہ جائز ہے کہ یہہ مدح تعریض عثمان کے غرض سے بطور تعریض بیان فرمائے ہو کہ اونکے ایام خلافت مین فتنے اوٹھی حاصل یہہ ہوا کہ جو شخص موصوف بہذہ الصفات کے بعد متولی خلافت ہوا وہ ان صفات کی اضداد کے ساتھہ متصف ہے۔ اہل علم و دانش و عقل و انصاف ان جوابون کو معلوم کر سکتے ہین کہ غلط ہین یا صحیح و رانسے شبہہ رفع ہو سکتا ہے یا نہین افسوس کہ ہمکو اختصار مدنظر ہے اور خوف تطویل دامنگیر ورنہ ہم ان جوابون کے اور انکے قائلین کے بدلائل قلعی کہولتے۔ بہر کیف اگر فہم ہو تو اس سوال و جواب سے بہی یہہ بات ثابت ہے کہ شارح بحرانی کے نزدیک یہہ ممادح مخصوص احد الخلیفتین کے ساتھہ ہے اور اس سے یہہ بہی ثابت ہوا کہ یہہ سوال بہی امامیہ بلکہ اثنا عشریہ کیطرف سے ہے اور جواب بہی اونہین کیطرف سے ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب مطلق شیعہ بولا جائیگا تو اوس سے فرقہ اثنا عشریہ مراد علی الخصوص جبکہ اطلاق کرنیوالا خود شیعی اثنا عشری ہے تو اوسوقت قطعاً لفظ شیعہ کے اطلاق سے اثنا عشریہ مراد ہونگے تو اس سے بخوبی ثابت ہوا کہ احد الخلیفتین کا ممدوح جناب امیر ہونا اور اوصاف عشرہ عالیہ ہونا اور اعتراض وارد ہونا اور جوابات کا دیا جانا یہہ سبب مذہب امامیہ اثنا عشریہ پر ہے۔ جبکہ ناظرین خطبہ کی شرح جو ابن میثم نے فرمائی ہے دیکھہ چکے اور اوسکی شرح الشرح جو بطور بیان مطالب ہمنے گذارش کی تہی وہ بہی ملاحظہ فرما چکے تو اب تہوڑی سی گذارش یہہ بہی سن لیجے کہ خاتم المحدثین صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے اسکی نسبت جو کچھہ تحریر فرمایا مختصراً اوسکو بہی ملاحظہ فرمایئے اور اوسکی جواب مین علامہ کنتوری نے جو کچھہ زبان درازی اور ہٹ دہرمی اور حق پوشی جوش عناد و تعصب مین فرمائی اوسکو بہی ذرا توجہ فرما کر دیکہیے بعد اوسکی للہ انصاف سے فرمایئے کہ علامہ کنتوری کا فرمانا حق و صواب ہے یا محض حق پوشی و معاداۃ اصحاب ہے علامہ موصوف بجواب تحفہ فرماتے ہین (قولہ) و لہذا شارحین نہج البلاغت از امامیہ

در تعیین فلان اختلاف کرده اند بعضی گفته اند که مراد ابوبکر ست و بعضے گفته اند عمر ست (قولنا)
ان هذا الا افک مبین بزین ناصبی باید پرسید که کدام شارح امامیه گفته که مراد ابوبکر یا عمر ست
وحال آنکه قبل از ابن ابی الحدید هیچ از شیعه امامی کسی بشرح این کتاب شریف نپرداخته
چنانچه ابن ابی الحدید در اول شرح خود گفته ولم یشرح هذا الکتاب قبلی فیما اعلمه
الا واحد وهو سعید بن هبة الله بن الحسن الفقیه المعروف بالقطب الراوندی
وکان من فقهاء الامامیة انتهی الخ ناظرین اس عبارت کو جو کستوری نے لکھی ذرا
شرح ابن میثم کی عبارت سے مطابق کریں اور پھر کستوری صاحب کے دین و دیانت کا تماشا دیکھیں
اور علامہ کستوری نے جو عبارت کہ لفظ حالانکہ سے لکھی ہے اوسکا مطلب تو اولیاء دولت
ہی سمجھے ہونگے کہ اونکی علامہ یہ کیا بے تکی فرمانے لگے (قوله) درین عبارت سراسر بشارت ابوبکر را
بده وحذف موصوف نموده الخ - (قولنا) ثبت العرش ثم انقش اول این معنی را ثابت
باید ساخت که مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر ست بعد از آن باین اوصاف اثبات
فضل ابوبکر باید نمود (قوله) عمده توجیهات نزد ایشان انست که آنجناب گاه گاه در تعریف
ومدائح شیخین بنابر استجلاب قلوب ناس واستمالت عامه خود که خیلی معتقد حسن سیرت شیخین
وانتظام امور دین در عهد ایشان بودند میفرمود (قولنا) این ادعا کذب محض ست
احتیاج این توجیهات شیعه را وقتی مے افتاد که در کتب شیعه بجای لفظ فلان لفظ
ابوبکر موجود می بود وچون لفظ ابوبکر در کتب شیعه موجود نیست ایشانرا احتیاج بهیچ یک از
توجیهات نیست پس آنچه ناصبی بعد تقریر این توجیهات از هذیانات خود سر کرده از جهت
ابتناء آن بر فاسد از قبیل بناء الفاسد علی الفاسد باشد (قوله) وبعضی از امامیه چنین گفته
که غرض حضرت امیر توبیخ عثمان وتعریض بر وبود که بر سیرت شیخین نرفت وفتنه وفساد
در زمان او بسیار واقع شد (قولنا هیچ یک از امامیه این توجیه نکرده مگر ابن ابی الحدید در
شرح این کلام این عقائد را بطرف جارودیه که از فرق زیدیه ست نسبت داده چنانچه

السنة واما الجارود یة من الزیدیة فیقولون بہ کلام قالہ فی امر عثمان اخرجہ مخرج الذم لہ لا النقص لاعمالہ ۔ الخ ۔ اے اہل دانش و انصاف سے التماس ہے کہ حضرت کنتوری صاحب کے ان اقوال کو شرح ابن میثم سے ملا کر دیکھیں پھر اگر خود حضرت کنتوری کا بھی فرمانا محض کذب اور افک مبین ہو تو انکی دیانت و انصاف پر فاتحہ خیر پڑھیں ۔ بعد اسکی جو کچھ ہمارے فاضل مجیب نے انصاف کے آنکھوں پر پٹی باندھ کر علامہ کنتوری کے اقوال کاذبہ کی تصدیق کی ہے اوسکی کیفیت ملاحظہ ہو اول فرماتے ہیں کہ عبارت ابن میثم کی مصدق قول مفتی صاحب کے ہی اور اس سے صاف و صریح معلوم ہوتا ہے کہ حدیث علی میں لفظ فلان سے حضرت مجیب جواب تو لکھنے بیٹھے مگر یہہ خبر نہیں کہ کس اعتراض کا جواب دیرہی ہیں اور کس دلیل کو باطل کر رہی ہیں یہہ کس نے کہا ہے کہ یہہ دلیل اس امر کے ثبوت کیلیے ہی کہ حدیث میں بجای لفظ فلان کے لفظ ابوبکر ہے پس آپ ہی اپنے علامہ کنتوری کیطرح بے تکی فرمانے لگی اور اگر یہہ اوسکی بھی دلیل ہے تو بانضمام اس کے ہی کہ جب فاضل متبحر کے نزدیک اسکا تحقق یہہ ہوا کہ لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہیں اور ظاہر ہے کہ جناب امیر جیسا فصیح و بلیغ ہرگز ایسی عبارت مبہم نہیں کہہ سکتا کہ اوسکو آپکے قطب الاقطاب جیسے دین و دیانت والے غیر محل پر محمول کریں اور مقصود سے بعید لیجاویں تو اس صورت میں مجیب کے کلام جواب کی صلاحیت نہیں رکھتے ۔ دوسری خطا یہہ کہ فرماتے ہیں کہ لیکن ارادہ لفظ فلان سے کس کو کیا ہے آیا ابوبکرؓ مراد ہے یا عمرؓ مراد ہے ۔ جیسا کہ ابن ابی الحدید سے نقل کیا ہی ۔ ہرگز ابن ابی الحدید نے ابن میثم نے نقل نہیں کیا ہے کہ ابوبکر مراد ہے یا عمر بلکہ یہہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مراد خلیفہ ہے لیکن عثمان مراد نہیں ہو سکتا اور ابوبکر بھی مراد نہیں ہو سکتی تو عمر مراد ہونگی ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے بھی مثل اپنی علامہ کنتوری کی شرح ابن میثم کو ملاحظہ نہیں کیا ۔ تیسری غلطی یہہ ہے کہ فرماتے ہیں یا کوئی شخص دیگر مراد ہے جیسا کہ ابتدا میں قطب راوندی سے نقل کیا ہے یہہ بھی محض کذب ہے

ہرگز ابتدا مین قطب راوندی کا قول نقل نہین کیا بلکہ اول اوسنے لکہا ہے والمنقول ان المراد بفلان عمر اس سے بہی معلوم ہوتا ہے کہ آپنے شرح ابن میثم کو نہین دیکہا اور اگر ابتدا سے مراد ہے تو قطع نظر اس سے کہ مفید نہین عبارت لاحقہ کی مخالف ہے۔ چوتہی خطا یہہ ہے کہ فرماتے ہین کہ غرض ابن میثم کی اول نقل کرنے قول قطب راوندی سے یہہ ہے کہ اوسکا مسلم کہ ابوبکر وعمر مراد ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپکے نزدیک اولیۃ ابتدا سے ابتدا حقیقی مراد ہے نہ اضافی حالانکہ یہہ محض دروغ ہے چنانچہ ہم عرض کر چکے کہ قطب راوندی کا قول ابن میثم نے ابتدا مین نقل نہین کیا۔ علاوہ ازین صرف نقل اقوال سے یہہ غرض پیدا نہین ہوسکتی جبتک کہ کوئی دلیل دلالت نکرے اور دلیل مین جب نظر کیا جاتا ہے تو اوسکے خلاف پر دلالت کرتے ہین اور موید ہے کہ قول ابن ابی الحدید کا صحیح ہے اور قول قطب راوندی غلط کیونکہ قول ابن ابی الحدید ایک مستحکم دلیل کے ساتہ ذکر کیا ہے جسکا منع ہونا محال ہے وہ یہہ کہ صفات مذکورہ صاف دال ہین کہ موصوف ان صفات کا کوئی ایسا شخص ہے جو جناب امیر سے پیشتر متولی امر خلافت ہوا اور یہہ امر اوصاف سے ایسا صاف وواضح ہے کہ ہر شخص جسکو ذرا سی بہی فہم ہوگی سمجہ لیگا کہ سوائی خلیفہ کے کوئی دوسرا شخص موصوف ان صفات کا نہین ہوسکتا چنانچہ ہماری شرح اوصاف سے بخوبی ثابت ہے اور قول قطب راوندی کا اسدرجہ ابہام واجمال مین ہے کہ کوئی عاقل اوسکو قبول وتسلیم نہین کرسکتا اول تو خود اوصاف ہی اوس سے اباکرتے ہین پہر کوئی وجہ نہین کہ جناب امیر اوسکو بطور کنایہ بیان فرماوین اور نہ ایسا شخص جو ایسے اوصاف کے ساتہ متصف ہو اسقدر گمنام ہوسکتا ہے کہ اوسکو کوئی جانے اور آپکے قطب صاحب بہی بس اسیقدر فرماوین کہ کوئی شخص صحابہ مین سے تہا جو قبل وقوع فتن وفات پاگیا۔ اس سے تو بہتر یہہ تہا کہ آپکے قطب الاقطاب وغوث الاغواث آپکے صحابہ مقبولین مین سے مثل مقداد وعمار وابوذر وغیرہ کے کسیکا نام فرما دیتے اور ہم ثابت کرچکے ہین کہ ابن میثم کے نزدیک قطب راوندی کا قول قابل اعتبار نہین۔ پس ایسے

مہمل قول کو بلا دلیل دوسرے اقوال مذکورہ کا مبطل سمجھنا ہماری فاضل مجیب ہی کی شایان
شان ہے۔ معہذا اگر اول بیان کرنا کسی قول کا دلیل اس امر پر ہو کہ اقوال لاحقہ باطل ہین
تو سب سے اول ابن میثم نے لکھا ہے والمنقول ان المراد بفلان عمر۔ تو حسب قاعدۂ مسلمہ
مجیب کے لازم آتا ہے کہ یہہ قول اس غرض سے ابن میثم نے اول بیان کیا ہو کہ تغلیط و تکذیب
قطب راوندی کی فرماوی اور فی الواقع ایسا ہی ہے کہ مقصود تکذیب راوندی ہے کیونکہ
بعد اوسکے پہلے قول کا موید ابن ابی الحدید سے نقل کیا تو قطع نظر اس سے کہ اول بیان
کیا تھا کہ مراد لفظ فلان سے عمر ہے جو مبطل قول راوندی تھا اوسکا موید دوسرا قول ابن
ابی الحدید کا نقل کیا تو دو نقلین اسپر متفق ہو گئے کہ مراد عمر ہے اور قطب راوندی کا قول قطعاً
باطل ہوا۔ پانچوین خطا یہہ ہے کہ اعتراف کیا ہے کہ ابوبکر یا عمر کا مراد ہونا علی سبیل التنزل ہے
حالانکہ کوئی قرینہ اسکے تنزلی ہونے پر دلالت نہین کرتا بلکہ سابق مین کوئی قول جو اس
امر پر دلالت کرتا ہو کہ مراد ابوبکر ہی ہین نہین ہے بلکہ اقوال سابقہ یا اس امر پر دال ہین کہ مراد
عمر ہین اور یا اسپر دلالت کرتے ہین کہ رجل من الصحابہ مراد ہے دو قول امر اول پر دال ہین اور
ایک قطب راوندی کا قول امر ثانی پر پس یہہ کہنا کہ ابن میثم نے علی سبیل التنزل کہا ہے
سراسر غلط ہے۔ چھٹی خطا یہہ ہے کہ فرماتے ہین کہ ابن میثم نے یہہ قول الزاماً ابن ابی الحدید
کی رد کی لئے لکھا ہے نہ یہہ کہ واقعی شارح اس قول کے قائل ہین۔ کیونکہ جیسا اس قول سے
ابطال قول ابن ابی الحدید ہوا اوس سے زیادہ تردید قول آپکے قطب الاقطاب کی ہوئی
جو بزعم جناب شارح کے پسندیدہ تھا اسلیے کہ جو خرابی و معصیت کہ مذہب تشیع پر عمر کے
مراد ہونے سے واقع ہوتی ہے وہی معصیت و خرابی ابوبکر کی مراد ہونے سے واقع ہوگی اور وہ
مثل مشہور صادق آگئی۔ فرّ من المطر و وقف تحت المیزاب تو یہہ عجب الزام ہے
کہ جو الزام ابن ابی الحدید کو دیا تھا وہ اپنے سر پر لے لیا اگر بالفرض ابن ابی الحدید
کو الزام دینا تھا تو راوندی کے قول کے دلیل کے ساتھہ تائید کرتے اور اوسکو درجۂ اہمال سے

نکالیتے علاوہ ازین اگر شارح نے یہہ قول محض الزاماً فرمایا ہے اور خود اسکا قائل نہین ہے تو پہر شرح نوصافتین کیون اون معنے کو ملحوظ رکہا اور کیون اوکو ہی موافق شرح کر اور نشار شرح مین راوندی کے قول کے طرف کیون اشارہ تک بہی نکیا پہر جو اوسکے جو سوال لکہا وہ بہی اسی قول کے موافق لکہا اور جو جوابات دیئے وہ بہی اسی قول مطابق تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ شارح کے نزدیک راوندی کا قول تو قطعاً غلط ہے پس مراد لفظ فلان سے کوئی خلیفہ ہے اور وہ شارح کے نزدیک راجح یہہ ہے کہ ابوبکر ہے قطع نظر اس سے ابن میثم نے اپنے مختصر شرح مین جو شرح کبیر کے بعد سنہ۶۸۱ھ مین تالیف کی

ابن ابی الحدید کے اوراپنے قول کو ترک کردیا اور صرف یہہ لکہا قیل اراد بہ عمر وقیل بعض الصحابۃ ممن جاہد مع دین اللہ اوسمین بہی پہلے اوسی قول کو ذکر کیا جو موافق ابن ابی الحدید کے تہا تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ باعتبار نقل کے ابن ابی الحدید کا قول نہایت قوی ہے لیکن عقل کے راہ سے راجح یہہ تہا کہ مراد ابوبکر ہون جسکو شرح کبیر مین بعد نقل قول ابن ابی الحدید ذکر کیا لیکن چونکہ قوت نقل کو رجحان ہے اسلیے مختصر مین اوسکو ترک کردیا اور ابن ابی الحدید کے قول کو مختصراً ذکر کیا سو یہہ کہنا کہ شارح نے یہہ قول الزاماً فرمایا ہے نہ یہہ کہ خود اسکا قائل ہو سراسر خرافات ہے سیاق عبارت صریح اسکی مکذب ہے افسوس کہ علامہ کنتوری نے تو شرح ابن میثم کو نہ دیکہا تہا ہمارے مجیب نے بہی تو نہ دیکہا **قولہ** اور دلیل اسکی یہہ ہے کہ جو وجہ عدم تطبیق فلان بر عمر بیان کی ہے وہ ابوبکر پر بہی صادق ہے یعنے حضرت امیر نے خطبہ شقشقیہ مین اگر عمر کی مذمت کی ہے تو ابوبکر کی بہی مذمت کی ہے **اقول** ابن میثم نے جو وجہ عدم تطبیق فلان کو بیان کی ہے اور اوسکو وجہ ترجیح ابوبکر قرار دی ہے کہ با عمر وہ عمر پر بہی صادق آتی ہے تو وہ وجہ باطل ہے اور وہ ہرگز وجہ ترجیح کے نہین ہوسکتی اور جب وہ باطل ہوئی اور وجہ ترجیح نہین ہوسکتی تو اوسکا الزام ہونا بہی باطل ہوا کیونکہ جو دلیل کہ فی نفسہ باطل ہو وہ کیا الزام کی صلاحیت رکہہ سکتی ہے پہر اوسکی نسبت ہماری

فاضل کا یہ فرمانا کہ یہ الزام ابن ابی الحدید کے رد کی لیئی ہے اور اوس کے غلط ہونے کو
اوسکی الزام ہونے کی دلیل قرار دینا حضرت کے کمال ہی خوش فہمی پر دلالت کرتا ہے علاوہ
ازین خطبہ شقشقیہ کے دیکھنی سے واضح ہے کہ خطبہ شقشقیہ مین ابوبکر صدیق رض کے اون امور کے
نسبت جو خلافت مین واقع ہوئی مذمت مذکور نہین ہے اور عمر فاروق رض کی نسبت ایسے امور کی
شکایت مروی ہے تہوڑی سی عبارت خطبہ شقشقیہ کی بہی ملاحظہ ہو ومن خطبة له
علیه السلام وهی المعروف بالشقشقیة والمقمصة اما والله لقد تقمصها فلان
وانه لیعلم ان محلی منها محل القطب من الرحی ینحدر عنی السیل ولا یرقی الی
الطیر فسدلت دونها ثوبا وطویت عنها کشحا وطفقت ارتای بین ان اصول بید جذاء
او اصبر علی طخیة عمیاء یهرم فیها الکبیر ویشیب فیها الصغیر ویکدح فیها مومن حتی یلقی ربه فرایت
ان الصبر علی هاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجی اری تراثی نهبا
حتی مضی الاول لسبیله فادلی بها الی فلان بعده ثم تمثل بقول الاعشی شتان ما یومی
علی کورها ویوم حیان اخی جابر فیا عجبا بینا هو یستقیلها فی حیاته اذ عقدها لآخر بعد وفاته
لشد ما تشطرا ضرعیها فصیرها فی حوزة خشناء یغلظ کلمها ویخشن مسها ویکثر العثار فیها والاعتذار
منها فصاحبها کراکب الصعبة ان اشنق لها خرم وان اسلس لها تقحم فمنی الناس لعمر الله
بخبط وشماس وتلون واعتراض فصبرت علی طول المدة وشدة المحنة انتهی بقدر الحاجة

ل خدا کی قسم بالتحقیق فلان شخص نے برد خلافت کا قمیص پہن لیا اور وہ خوب جانتا تہا کہ میرا مرتبہ خلافت مین وہ ہے جو کلی کا چکی مین ہے
(یعنی مین مرکز خلافت ہون) مجہسے دریا بہتے ہین اور مجہہ تک کوئی پرندہ نہین اوڑ سکتا پہر مین نے خلافت کے درمیان مین پردہ چہوڑ دیا
اور اوس سے پہلو تہی کی۔ اس باب مین متامل ہوا کہ یا تو کٹی ہوئی ہاتہہ سے حملہ کرون یا ایسی اندہیری کے پر جسمین بڑی عمر والا بڈہا ہوجائے
اور بچہ بڈہا ہوجائے صبر کرون۔ آخر یہ رای قرار پائی کہ صبر اوس پر قرین عقل ہے پس مینے صبر کیا حالانکہ آنکہہ مین تنکا اور حلق مین
غم کے گرفتگی تہی کہ اپنی میراث کو لٹتا دیکہتا تہا یہانتک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اوسکو اپنے بعد فلان کیطرف ڈال گیا پہر اعشی کا قول
تمثیلا پڑہا۔ بڑا فرق ہے اوس دن جسمین اونٹنی کے کوہان پر ہون اور اوس دن جسمین جابر کے بہائی حیان کا ندیم ہون پس ای تعجب
کہ وہ اپنی زندگی مین خلافت سے استعفا دیتا تہا اچانک اپنے مرنے کے بعد دوسری کے لیے اوسکی گرہ بندی کر گیا۔ سخت
سعیت مین جسکا زخم گہرا ہے اور مس کہردرا ہے اور لغزش اور اوس سے عذر بہت ہے خلافت کے بانٹنا حصہ لینا
نہایت دشوار ہے خلافت کا صاحب مثل مانند زور اونٹنی کے سوار کے ہے اگر مہار کہینچے تو ناک پہٹ جائی اور ڈہیلی چہوڑ دی تو
سرچڑہے گرے ... مرجبا لد اختلاف ادبے راہی مین مبتلا ہوئی۔ آخر مینے مدت کی درازی اور محنت کی

—— حاصل اس عبارت مین تامل فرماوے کہ ابن میثم نے جو لکھا ہے اقول ارادتہ لابی بکر اشبہ من ارادتہ لعمر لما ذکرہ فی خلافۃ عمر و ذمہا بہ فی خطبتہا المعروفۃ بالشقشقیۃ۔ اس عبارت سے کیسا صاف واضح ہے اوسکی نسبت فرماتے ہین کہ غلیظ الکلم خشن المس ہے اور اوسمین بکثرت لغزش ہے اور اوسکی وجہ سے لوگ خبط اور شماس اور تلون اور اعتراض مین مبتلا ہو گئے اور خلافت صدیقی کے اندر کوئی برائی اور قباحت ذکر نہین فرمائی اور اسی کیطرف ابن میثم نے اشارہ کیا ہے اور فرمایا کما سبقت الاشارۃ الیہ افسوس کہ نہ آپ نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ فرمایا اور نہ خطبہ شقشقیہ کو دیکھا اور یون ہی آپ کچھ سے کچھ فرمانے لگے مگر آپ فرمادین گے۔ کہ مین تو فارسی خوان تہا مین خطبہ شقشقیہ کو جسمین لغات وشبہ غیر مانوسہ بہری ہوئی ہین اور شرح ابن میثم کو جو بزبان عربی ہے کیونکر دیکہ سکتا تہا پس آپکا بطور اٹکل پچّو کے فرمانا کہ اگر عمر کے مذمت اوسمین ہے تو ابو بکر کے بہی ہے اس بنا پر ہے کہ نہ آپنے شرح ابن میثم کو دیکہا اور نہ نہج البلاغت کہولکر دو چار سطرین خطبہ شقشقیہ کے پڑہین سو اسکو بہی اپنے دیانت و انصاف کرکے مدین درج فرمایچکا زیادہ تو کیا عرض کرون۔ **قولہ** بلکہ بنظر دقیق مرشدی کہ یہ کلام مقام استہزا و تمسخر مین ہے کہ عمر تو نہین میرے نزدیک تو ابو بکر اس سے مراد ہے کیونکہ عمر کے خطبہ شقشقیہ مین حضرت نے مذمت فرمائی ہے گویا تمامسکا یہ ہے کہ اگر ابو بکر کے وہان بہی مدح کے ہو تو یہان بہی مدح کی ہے **اقول** جب میں دیانت اور فہم و انصاف کا یہ حال ہے تو جو چاہین فرمائین نہ کتاب کو دیکھین نہ سیاق عبارت کو ملاحظہ فرمائین خدا کے لئے کوئی شخص اہل انصاف سے ہماری فاضل مجیب کے اس جواب کو عبارت نہج البلاغت سے مطابق کرکے دیکھے اور حضرت کو اونکی فہم و انصاف ودیانت کی داد دیوے۔ جن حضرات کی نظر دقیق کی یہہ کیفیت ہو جسکو اپنا مرشد اور ہادی بنا رکہا ہے تو وائے برحال اوس نظر کے جو محض سرسری ہوگی تعجب ہے کہ اگر ابن میثم کو ابن ابی الحدید کے ساتھ استہزاء و تمسخر منظور تہا تو اوسکے قول مین سے

عثمان کو کیون اختیار نکیا بلکہ اگر عمر کے مراد لینے کا استہزار کرنا مقصود تھا تو بمقابلہ اوسکے امیر معٰویہ کو ذکر کیا ہوتا کہ میرے نزدیک عمر تو مراد نہین کیونکہ خطبہ شقشقیہ مین انکی مذمت کی ہے امیر معٰویہ مراد ہین تو استہزار نہایت درست ہوتا اور جب ابوبکرؓ بہ نسبت عمرؓ کے تمہارے نزدیک بھی بہتر ہین کہ بزعم شیعہ جو تکالیف و مصائب کہ اہلبیت کو خلافتین اولین مین عمرؓ کے ہاتھ سے پہونچے ابوبکرؓ کے ہاتھ سے اوسکا عشر عشیر بھی نہین پہونچا تو ایسی حالتمین ابوبکرؓ کی مراد ہونے کو استہزاء و تمسخر پر محمول کرنا سراسر خلاف عقل سلیم ہے۔ علاوہ ازین واضح رہے کہ شارح ابن میثم نے اپنے شرح کے ابتدا مین وعدہ موکد بایمان غلاظ یاد کیا ہے کہ اس شرح مین بجز حق کے کچھہ نہ لکھونگا تو کیا وہ وعدہ یہان فراموش ہوگیا کہ خلاف حق ابوبکر کے مدح کے قائل ہوگئے۔ اور کہانتک تمسخر اور استہزار سمجھیگا۔ شارح ابن میثم نے دوسری جگہ نقل کیا ہے کہ جناب امیر نے جناب شیخین کے نسبت بجواب خط امیر معٰویہ کے تحریر فرمایا۔ ولعمری ان مکانہما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بہما فی الاسلام لجرح شدید۔ گویا یہہ تمام حصہ شرح ان دو جملونکی ہے چنانچہ ہم پہلے عرض کرچکے ہین پس اگر یہان تمسخر و استہزار ابن ابی الحدید کے ساتھہ ہے تو وہان کس کے ساتھہ تمسخر فرمایا جو ایسی جامع تعریف فرمائی اور نیز کہین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع و بصر سے تشبیہ دی گئی کہین نوحؑ و ابراہیمؑ مماثل کیے گئے تو کیا یہہ سب آپکی روایات تمسخر اور استہزار ہی ہین۔ حضرت میر صاحب یہہ تمسخر اور استہزار نہین ہے بلکہ خود آپ مصداق اس آیت شریفہ کے ہین اتخذتموھم سخریا حتی انسوکم ذکری خدا تعالےٰ آپکی دیدہ بصیرت کہولدے اور آپ پر حقیقت الامر منکشف اور واضح فرمادی تو آپکو معلوم ہو کہ یہہ واقعی مدح ہے یا تمسخر اور دیگر خوارج جسقدر اوصاف و محامد جناب امیر رضی اللہ عنہ کے نسبت مروی ہوئی ہین اسیطرح خرافات دلائل سے باطل کرتے ہین اور تمسخر استہزار مین اوڑاتے ہین اور پھر آپ حضرات ہین کہ شیخین کے محامد و فضائل کو تمسخر اور استہزار پر محمول فرماتے ہین ہمارے نزدیک وہ بھی جہوٹے ہین اور آپ بھی اپنے دعوی مین سچے نہین

پس راہ نجات اور صراط مستقیم وہی ہے جو افراط و تفریط کے درمیان ہو اور وہ بحمد اللہ اہلسنت کا طریق قویم ہے اللہم علیہا نحیی وعلیہ نموت وفی زمرتہم احشرنا یوم یبعثون

قولہ خصوصًا ابن ابی الحدید کے مقابلہ میں کہ وہ قائل خطبہ شقشقیہ کا ہے اور کہتا ہے کہ وہ بیشک کلام حضرت امیر علیہ السلام ہے اول سے آخر تک اور اوس میں مذمت ثلثہ موجود ایک جگہ مذمت کرنا اور دوسری جگہ اسکی مدح کرنا صریح تناقض ہے اور بمقابلہ ابن ابی الحدید الزام بہت ٹھیک ہے۔ **اقول** اگر شارح ابن میثم کا یہ مقصود تھا کہ ابن ابی الحدید کو الزام دیوے تو صریح کہنا چاہیے تھا کہ یہ غلط ہے اور مخالف خطبہ شقشقیہ کے ہے جسکو ابن ابی الحدید نے کلام جناب امیر کا تسلیم کر رکھا ہے اور نیز واجب تھا کہ ابن ابی الحدید کی دلیل کا جواب جسکے مراد ہونی میں بیان کی ہے اول جواب دیتا جب اوسکو باطل نہیں کیا اور اوسکی دلیل کا جواب نہیں دیا بلکہ بیان اوصاف میں اوسکی موافق اون اوصاف کا مصداق خلیفہ کو قرار دیا تو اسکو کیونکر الزام پر محمول کیا جا سکتا ہے علی الخصوص جبکہ یہ الزام خود کذب و دروغ ہو اور مبنی اوس الزام کا ایسی دلیل پر ہو جو اوسنے بیان نہ کی ہو غرض کسیطرح پر اسکا الزام ہونا ٹھیک نہیں ہے اور محض تمسخر اور استہزا ہونا اور اگر ابن ابی الحدید کے لیے یہ الزام ہے تو اوس قول کو آپ کیا کرینگے جو سب سے اول نقل کیا ہے والمنقول ان المراد بفلان عمر اور نیز مختصر شرح میں تو مجرد دو قول لکھے اور کچھ لکھا ہے نہیں اور نہیں ہی اول اسیکو ذکر کیا جو آپ کے قاعدہ کے موافق تقریب ذہنی کے قول ثانی کے ابطال کے واسطے مقدم کیا گیا ہے لکھا ہے قیل اراد بہ مدح عمر تو بیان تمسخر ہی نہ الزام ہے بیان تو صریح اول میں بیان کیا کہ اس لفظ سے عمر مراد ہیں پس یہ صریح اوسکو الزام ہونے کو مکذب ہے اور یہ تمسخر و استہزا ہونیکو باطل کرتا ہے

قولہ اور اگر شارح علیہ الرحمۃ اسکے قائل بھی ہوں تب بھی کچھ حرج نہیں ہے بطور رحمۃ اللہ علی النباش الاول ہونگے اشارہ ہی کافی ہے اسکی تفصیل ہم نہیں لکھتے۔ **اقول** ای حضرت میر صاحب افسوس کہ آپنے تو خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم کی عداوت میں فہم و انصاف

دین وایمان کو خیر باد کہکر رخصت کر دیا - بھلا کچھہ تو عقل وفہم وایمان وانصاف سے کام لیا ہوتا اگر شارح اس امر کی واقعیہ کے قائل ہون تو کیا یہہ اوصاف جو مشابہہ کمالات نبوت کے ہین بلکہ چشمہ نبوت سے ہی فائض ہوئی ہین - جنکی اندر پائی جاتے ہین بروی عقل اور ایمان کے مصداق مثل مستہجن - رحمۃ اللہ علی النباش الاول ہو سکتا ہے کیا جو شخص کہ خلق اللہ کے کجی رستی پر لاوے اور اونکی امراض نفسانیہ کا علاج کر کے اونکو ہلاکت دائمی سے نجات دیوے سنت کو قائم کرے اپنی حسن تدبیر سے فتنہ کو نہ اوٹھنے دے برائیون کی جڑ کے نقی الثوب سلیم العرض دنیا سے رخصت ہوا ہو قلیل العیب ہو - خلافت کی غیر مطلوب کو جو عدل اور اقامت دین ہے جس سے مستحق ثواب جزیل کا آخرت مین اور شرف جلیل کا دنیا مین ہوتا ہے پہونچ چکا ہو - خلافت کے شر سے محفوظ رہا ہو - خدا کی اطاعت بجالایا ہو - اور تقوی کا مرتبہ حاصل کیا ہو اوسکے بعد لوگون کا یہہ حال ہوا ہو کہ جہالتو نکی شاخ در شاخ راہون مین ایسی پریشان ہون کہ نہ گمراہ راہ پا سکے اور نہ راہ یاب کو اپنی راہ یافتگی کا یقین ہو سکے تو ایسے شخص کے نسبت کوئی ایما ندار کہہ سکتا ہے کہ وہ مصداق اس قبیح مثل کا ہے - ذرا تو انصاف کی آنکھین کھولو - الٰہ العالمین تو انکی آنکھین کھول اور انکو ہدایت فرما - اٰنک قریب مجیب - پھر بفرض محال اگر یہہ کفر صحیح ہو تو اوس قول کے نسبت جو آپکے بزرگون ہی سے ابن میثم نے ابتدا مین نقل کیا ہے اور فرمایا ہے والمنقول ان المراد بفلان عمر اور مختصر مین فرمایا ہے قیل اراد بہ مدح عمر کیا فرمائیگا وہان تو نہ الزام ہے نہ تسخر ہی غرض اس عبارت کو الزام یا تسخر پر محمول کرنا مصداق مثل الغریق یتشبث بکل حشیش کا ہے اور اس سے واضح ہے کہ حضرت اسجگہ ایسے بردوات مین گرفتار ہین کہ مفر ومخلص نہین سوجھتا ناچار بے ڈھنگے ہاتہہ پانو مارتے ہین قال الفاضل المجیب - قولہ - بلکہ بعینہ اس جواب کو الخ - اقول - ہان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے لیکن امامیہ کو اس جواب کی حاجت نہین جیسا کہ جناب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے بلکہ اونکی کتب مین اس روایت مین ابوبکر یا عمر موجود نہین بلکہ لفظ فلان ہے پس لانسلم کہ

ابوبکر وعمر مراد ہون کیون نہین جائز ہے کہ شخص دیگر مراد ہون اور علی التنزل اگر ابوبکر یا عمر ہی
مراد ہون تو محمول علے وجہ استصلاح جیسا کہ قول شارح علیہ الرحمۃ جاز ان یکون الخ۔
اس جوابکی تنزلی ہونے پر آواز بلند پکار رہا ہے پس تنزلی جواب کو تحقیقی یا اصلی جواب
سمجھنا آپکی خاتم المتکلمین یا صاحب آیات بینات کی خوش فہمی ہے **یقول العبد
الفقیر الے مولاہ الغنی** جناب میر صاحب یہہ جو آپ فرماتے ہین کہ بعض
شیعہ سے نقل کیا ہے یہہ محض آپکا کذب وافترا ہے ہرگز اُنمین کوئی ایسا لفظ نہین ہے جو بعض
پر دال ہو بلکہ الفاظ صاف اس امر پر دال ہین کہ یہہ سوال وجواب تمام ادن شیعہ کی طرف
سے ہے جو شیخین کی برائی کے قائل ہین کیونکہ اس عبارت مین واعلم[1] ان الشیعۃ اوردوا
ههنا سوالا فقالوا ان هذه المدائح التي ذكرها عليه السلام في حق احدى الرجلين تنافي
ما اجمعنا عليه من تخطئتهم واخذهما منصب الخلافة فاما ان لا يكون الكلام من كلامه
عليه السلام او يكون اجماعنا خطأ ثم اجابوا من وجهين لفظ ما اجمعنا عليه او
يكون اجماعنا خطأ صریح دلالت کرتا ہے کہ یہہ سوال تمام شیعہ کیطرف سے ہے جو شیخین کے
تخطیہ کے اجماع مین شامل ہین مسلک شیعہ کا اجماع بیان کرنا دلیل صریح اوسکی عموم وشمول
کی ہے پس یہہ آپکی اور آپکے کُتب تودی صاحب وغیرہ کی خوش فہمی ہے کہ اس سے بعض
شیعہ سوای اپنی مراد لیتے ہین اور گبر و دار اہل حق سے فرار کرکے اس اجماع سے جو مبنائی
اصول مذہب ہے دست بردار ہوتے ہین فاعتبروا یا اولے الابصار علاوہ ازین اس
سوال کا مبنی اول وہ ہے جو کہ اولا ابن میثم نے لکھا ہے۔ والمنقول ان المراد بفلان عمر دوسرا
وہ ہے کہ جو لکھا ہے اقول ارادتہ لابی بکر اشبہ من ارادتہ لعمر تیسری وہ ہے جو کہ شرح

---

[1] اور جانکے یہانگہ شیعہ نے سوال وارد کیا ہی کہتے ہین کہ یہہ مدح جو حضرت علیہ السلام دو شخصون ابوبکر و عمر مین سے ایک کے حق مین فرمائی
اوسکی مخالف ہے جسپر ہمنے اونکو خطا کیطرف نسبت کرنے اور منصب خلافت چھین لینے سے اجماع کیا ہی پس یا تو یہہ کلام حضرت علیہ السلام کا
کلام نہین یا یہہ کہ ہمارا اجماع باطل ہے۔ پھر اسکا اونہون نے دو طرح پر جواب دیا ہے ۱۲

اوصاف مذکورہ مین اوصاف کی محامل کو ایسی شخص مین منحصر اور متعین کیا کہ غیر خلیفہ کا احتمال
قطع ہوگیا اور یہہ تینون امور ظاہری کر بنای اعتراض بعض شیعہ غیر امامیہ پر نہین ہے بلکہ ابن
میثم نے یا اپنا مسلم بیان کیا ہے یا اپنی اکابر امامیہ سی نقل کیا ہے قطع نظر اس سے آپ ہی
کی اکابر یہہ فرماگئی کہ مطلق لفظ شیعہ سی امامیہ اور اثنا عشریہ مراد ہوتے ہین بلکہ اگر آپ تتبع فرماینگی
تو یہہ بھی ثابت ہوجائیگا آپکے اکابر تصریح فرماگئی ہین کہ سوای امامیہ کے اور کوئی شیعہ ہی
نہین - چنانچہ ان ہی آپکے حضرت علامہ کنتوری کی نسبت ہماری خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا ہے کنتوری در سیف ناصری و آنچہ در ایراش بچند ورق در مقابلہ رشید العلماء دہ
کردہ ثابت نمودہ باشد کہ غیر اثنا عشریہ حقیقۃ شیعہ نیستند و اطلاق لفظ شیعہ بر آنہا مجاز ست
پس جب لفظ شیعہ سی عند الاطلاق امامیہ ہی مراد ہوتی ہین ماسوا امامیہ کے جمیع طوایف شیعہ سی کوئی طایفہ
عند الامامیہ شیعہ نہین تو اسجگہ اگر شیعہ مطلق ہو یا بعض شیعہ ہو تو لامحالہ مراد اوس سے
امامیہ ہونگی اور آپکا اور آپکی کنتوری صاحب کا فرمانا کہ بعض شیعہ سی ماسوای امامیہ مراد ہین ہرامر
لغو اور باطل ہوگا اور علامہ کنتوری کا فرمانا کہ امامیہ کو اس جوابکے حاجت نہین غلط ہوگا ہمنے ما
سلمنا شیعہ غیر امامیہ مراد ہین لیکن یہہ کہنا کہ یہہ توجیہات بعض شیعہ غیر امامیہ کے ہین
فرع اس امر کے ہی کہ یہہ روایت اونکی کتابون مین موجود ہو اور جبتک یہہ ثابت نکرین اسوقت تک
اس توجیہ کو بعض شیعہ مجہول کیطرف نسبت کرنا بالکل بے سود ہے اور علامہ رضی کا نہج البلاغت
مین لکھنا ان فرق پر حجت نہین ہے اور یہہ کہنا کہ امامیہ کو ان توجیہات کی اوسوقت حاجت
ہی جبکہ اونکی روایت مین لفظ ابوبکر یا عمر ہو آپکی اور آپکے علامہ کنتوری کی غلطی ہے اگر بالفرض
اونکی روایت مین لفظ ابوبکر یا عمر بجائی فلان نہو اور آپکے اکابر علمای نے تصریح کی ہو یا صرف
وہ اوصاف ہی تعیین مبہم پر اسطرح دال ہون کہ عرق ابہام و شرکت کی قطع ہوگئی ہو تو تب
ہی یہہ کہنا کہ ہمکو احتیاج جواب نہین محض جواب سے پہلو تہی اور غلط سمجھا جائیگا طرفہ
تماشا یہہ ہے کہ علامہ کنتوری نے توجیہ استصلاح ناس و استجلاب قلوب کو بھی کذب ہی قرار دیا ہے

جیسا کہ توجیہ توبیخ عثمان کی نسبت انکار کیا ہے لیکن ہماری فاضل مجیب توجیہ استصلاح
کو شیعہ امامیہ کیطرف منسوب ہونیکی تصریح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر علی التنزل ابوبکر یا عمر مراد ہوں تو محمول علی
وجوہ الاستصلاح کا جیسا کہ قول شارح جاوانیکا کیونکہ اس جواب کے تنزلی ہونے پر آپ ادعا
بکار رہے ہیں ہمنے مانا تنزلی سہی لیکن علامہ کستوری کا یہہ فرمانا کہ این ادعا کذب محض ست تا
سا ای کذب محض ہوا۔ رہا اس جواب کے تنزلی ہونے کی نسبت اول آپ تمام عبارت ابن میثم
دیکھیں اور پہر کسی عاقل منصف سے دریافت ہی کیجیئے اوسکے بعد کچھہ فرمائیں **قال الفاضل
المجیب**۔ قولہ۔ بعد اسکے صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وبعض از امامیہ چنین گفتہ اند
کہ غرض حضرت امیر رضی اللہ عنہ توبیخ عثمان و تعریض برا وبود۔ اسکے جواب میں علامہ کستوری
فرماتے ہیں۔ ہیچکس از امامیہ این توجیہ نکردہ الخ بجواب اسکے صاحب آیات بینات سلمہ فرماتے ہیں
لیکن یہہ جواب علامہ کستوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اور اسکو بہی ابن میثم نے نقل کیا ہے
اقول۔ اگر غرض یہہ ہے کہ امامیہ سے نقل کیا ہے تو محض دروغ بے فروغ ہے شرح ابن میثم
موجود و کثیر الوجود ہے کہیں لفظ امامیہ کا نام و نشان نہیں ہاں بعض شیعہ سے نقل کیا ہی کل شیعہ
اسکے قائل نہیں ایسی کہ قول قطب راوندی خود پہلے نقل کر چکے ہیں اور یہہ ضرور نہیں کہ شیعہ سے
مراد امامیہ ہی ہوں امامیہ اخص شیعہ میں **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی**
یہہ ہی غرض ہے کہ شیعہ سے نقل کیا ہے جسمیں امامیہ بہی داخل بلکہ حسب دعائی طائفہ خود کامل ہیں
ورنہ دروغ نہیں ہے دروغ یہہ ہے جو آپ فرماتے ہیں کہ ان بعض شیعہ سے نقل کیا ہے
شرح ابن میثم موجود شیعہ میں کثیر الوجود ہے اسمیں کہیں لفظ بعض کا نام و نشان بہی نہیں ہے
بلکہ ثم اجابوا کے ضمیر اون شیعہ کیطرف عائد ہے جو ماقبل میں مذکور ہیں اور جو خطبہ شقشقیہ کے
جامع ہیں شامل ہیں اور جنکی مذہب پر سوال وارد ہوتا ہے تو مجیب بہی وہی ہونگے اور ان سب میں
بزعم خود امامیہ اثنا عشریہ ہیں جو عند الاطلاق مراد ہوتے ہیں تو سوال اور جواب میں
اشتراک سب سے پہلے ہوگی۔ علی الخصوص جبکہ آپکے علماء نے تصریح کی ہو کہ لفظ فلان سے

ابوبکر یا عمر مراد ہین اور یہہ امر خود بدیہی ہے کہ ایک قطب راوندی کا ایک قول ہین منفرد ہونا ہرگز اس امر پر دلیل نہین ہو سکتا کہ تمام فرقہ امامیہ سے کوئی اسکا قائل نہو۔ پس یہہ کہنا کہ یہہ ضرور نہین کہ شیعہ سے مراد امامیہ ہی ہون بالکل واہیات ہی بلکہ لامحالہ لفظ شیعہ سے اسجگہ مراد امامیہ ہونگی **قولہ** اور نیز یہہ توجیہ علی التنزل ہے نہ علی التحقیق اور یہہ بات ظاہر ہے کہ تنزل و تقدیر پر یہہ جواب کسی فرقہ کیطرف سے دیی جاتے ہین کوئی اونکو اصلی جواب اس فرقہ کا نہین کہہ سکتا اگر بالفرض شیعہ سے امامیہ ہی مراد ہون تب بھی یہہ اصلی جواب نہین ہی اسلئی علامہ علیہ الرحمۃ کا فرمانا کہ ہیچیک از امامیہ این توجیہ نکردہ بالکل صحیح و درست ہی

اقول اقوال سابقہ مین اس جواب کے تحقیقی ہونے کا اثبات اور تنزلی ہونے کا ابطال ہم بیان کرچکی ہین قطع نظر اوس سے کوئی قرینہ عبارت مین اوسکی تنزلی ہونے پر دلالت نہین کرتا پس اسکی نسبت تنزلی ہونے کا دعوی بالکل غلط اور بے دلیل ہے اور اگر بالفرض یہہ جواب تنزلی ہو تو بھی علامہ کستوری کا یہہ فرمانا۔ کہ ہیچیک از امامیہ این توجیہ نکردہ بالکل کذب و دروغ ہی کیونکہ یہہ محض اس توجیہ کے وجود سی انکار ہے حالانکہ اوسکا وجود علی سبیل التنزل مسلم ہے تو مطلق یہہ کہنا کہ ہیچیک از امامیہ این توجیہ نکردہ دروغ ہوا۔ جو آپ فرماتے ہین اگر یہہ ہی مدعا تھا تو آپکے علامہ یہہ فرماتے ہیچیک از امامیہ این توجیہ نکردہ الا ابن میثم کہ علی التنزل بیان کردہ مطلق انکار سی مستفاد ہوتا ہی کہ یہہ توجیہ نہ علی التحقیق نہ علی التنزل بیان ہی نہین کیگئی پس ثابت ہوا کہ شیعہ سی امامیہ ہی مراد ہین اور یہہ جواب تنزلی نہین اور اسکی نسبت علامہ کستوری کا انکار سراسر غلط اور کذب ہے۔ **قولہ** یہہ ہی دلیل صحیح رای عالی ہو کہ شارح ابن میثم علیہ الرحمۃ جسکے مشرب ہین اور بطور محاکمہ اقوال مختلفہ عام شیعونکو بلکہ اپنے دل سے ہین جو اعتراض وارد ہوتا دیکھتے ہین لکھکر اور فرض کرکے اپنی سمجھہ کے موافق اسکا جواب لکھتے ہین یہہ آپکے خاتم المتکلمین کی سمجھہ کی خوبی ہے کہ اونکو اصلی تحقیقی جواب سمجھکر الزاماً نقل کرتے ہین

اقول۔ ظاہر اس عبارت سی مقصود اثبات عدم توثیق ابن میثم مد نظر ہے

اور یہہ ثابت کرنا ہی کہ وہ رطب یابس اقوال مختلفہ عام شیعوں کو نقل کرتے ہین اور اپنی دانست
مین جو اعتراض وارد ہوتا دیکھتے ہین اوسکو خصوصًا یعنے کذبًا و افترا شیعہ کیطرف منسوب
کرتے ہین اور اپنی سمجھ کے موافق اوسکا جواب لکھتے ہین تو ایسے اقوال ایسے شخص کے اقوال
الزامًا نقل کرنا اور اصلی تحقیقی سمجھنا خاتم المتکلمین کے سمجھ کی خوبی ہے تو ابن میثم کی نسبت
یہہ دعوی محض کذب ہے کیونکہ جو علماء امامیہ نے ابن میثم اور اونکی شرح کی نسبت مناقب و محامد
بیان کیے ہین اونکے خلاف ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ محجوب لبیب کے نزدیک سب کذب و دروغ
ہی ابن میثم کے علو مرتبہ کے تو یہہ حالت ہی کہ آپ کے قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین
اسکی تبحر اور حکمت پر آپکے خواجہ خواجگان نصیر الدین طوسی کی شہادت بیان کی ہے اور
شرح کی حالت یہہ ہی کہ شارح نے اپنے شرح کے خطبہ مین خدا کے ساتھ عہد موثق کیا ہی
کہ سوائی حق کے کچھہ نہ لکھونگا اور باطل کیطرف ہرگز میل نکرونگا اور یہہ اسلیے کہا ہوگا کہ دیکھا
عمومًا علماء شیعہ تعصب مین اکثر نصرت حق چھوڑ دیتے ہین اور اوسکی عبارت یہہ ہے[1] و تعہدت
فی ذلک بیدی ان عاهدت الله سبحانه انی لا انصر فيه مذهبا غير الحق و لا ارتكب
هوى بمراعاة احد من الخلق اور اگر آپ تتبع فرماوینگے تو معلوم کرینگے کہ آپکے بعض علماء
اپنی فہرست علماء مین یہہ بھی لکھا ہے[2] و منهم الشيخ الحسن الميثم بن علی بن ميثم البحرانی
مصنف شرح نهج البلاغة و حقيق ان يكتب بالذهب على الاحداق لا بالحبر على
الاوراق پس جس مصنف کا یہہ مرتبہ ہو اور مصنف کی یہہ حالت ہو اوسکی عدم توثیق کوئی کیونکر
بیان کر سکتا ہے۔ حضرت محجوب کی اس تقریر سے اہل انصاف ملاحظہ فرماوینگے کہ شکنجہ
ابحاث اہل حق مین بیانات تنگ آئی کہ راہ فرار جہات ستہ سے مسدود پاکر اپنے معتمد علماء کے

---

[1] اور مین نے اس شرح کو شروع کیا جبکہ خدا سے عہد باندھا کہ بجز مذہب حق کے دوسرے کی مدد نکرونگا اور خلق مین سے
کسیکی رعایت کیوجہ سے خواہش نفسانی کو اختیار نکرونگا ۔۱۲ [2] منجملہ اونکے شیخ حسن میثم بن علی بن
میثم بحرانی شرح نہج البلاغت کا مصنف ہے اور آنکھونکی ڈیلو نپر سونے کے ساتھ لکھنے کے لائق ہی
نہ کاغذون پر سیاہی سے ۔۱۲

عدم توثیق ثابت کرنے لگی اور اونکو حاطب اللیل قرار دینے لگے - تو جو امر ایسے شخص مصنف کے اعتراف
سے ثابت ہوگا اور جو اقوال ایسے معتمد شخص کے ایسے موثق اور معتمد کتاب مین درج ہونگے
اہل حق اونسے الزام دینے مین کیون دریغ کرینگے - اور ایسے معتمدہ نقول سے کیونکر الزام تام
ہوسکتا الزام اونہی صورتون سے ثابت و تام ہوتا ہے کہ جنکی نسبت خصم اعتراف کرے
اور اوسکی سیلئے معتبر اور اہل حق کے لیے مفید ہو اور یہان بحمد اللہ ایسا ہی ہے کہ شارح ابن میثم
کی نزدیک لفظ فلان سے مراد یا ابوبکر ہے چنانچہ اوسکی عبارت سے صاف واضح ہے اور یہہ بھی
اوسکی عبارت سے ہویدا ہے کہ اوسکی نزدیک قول راوندی پسندیدہ نہین اور نہ اوسکی طرف
اوسکو میلان ہے تو اس صورت مین ہمارا الزام بحول اللہ وقوتہ تام ہے اور آپکا اور آپکے کشوری
صاحب کا انکار ناواقفی سے ہے یا عناد - **قولہ** یہہ سبب ہے کہ شارح علیہ الرحمہ نے
واعلم ان الشیعۃ قد اوردوا ههنا سؤالا الخ مین بطور محاکمہ فرض و تسلیم قول نقل کرکے
اسکو جواب لکھی ہین ورنہ آپ ہی فرمایئے کہ اگر اس سے مراد شیعہ امامیہ ہین اور شارح کی تحقیق
ہے تو کونسی شیعہ نے فلان سے ابوبکر یا عمر یا ان دونوں مین سے ایک مراد لیکر یہہ توجیہین کی
ہین آخر جو شارح علیہ الرحمہ لکھتے ہین تو کسی کتاب سے لکھتے ہین یا یونہی خیالی گھوڑے
دوڑاتے ہین اور شروح نہج البلاغت ہی موجود ہین اگر یہہ قول شارح کا تحقیقی ہو تو چاہیے
کہ اور کتابون مین بھی یہہ توجیہین ہوتین ورنہ زبانی دعوی کون سنتا ہے **اقول** اگرچہ
ہمارے فاضل مجیب کے رای مین محاکمہ کو علی سبیل الفرض و التسلیم ہی سمجھے تاہم محاکمہ کی لیے ضرور ہے
کہ حکم ایک شخص ثالث ہو یعنی کہ ایک مدعا کی نسبت ایک شخص اوسکی صحت پر مستدل ہو اور دوسرا
کوئی شخص اوسکا نقض و ابطال کرے تیسرا شخص ان دونو خصمین مین قول فیصل کہکر
حکم ہوسکتا ہے اسیطرح ما نحن فیہ مین بھی ہمارے مجیب پر لازم ہے کہ اول ایک مدعا قرار دین
اور بعد اوسکی دوسرے خصمین تجویز فرمائین پھر اون دونو خصمین کے لیے شارح ابن میثم کو حکم
قرار دیکر فرمائین کہ اوسکا یہہ قول فیصل اس نزاع مین وارد ہے جب ہم یہان غور کرتے ہین

تو وہ صحیح ہوتا ہے کہ اول شارح ابن میثم نے جو نقل کیے بیان کیا کہ لفظ فلان سے عمرؓ مراد ہیں
پھر راوندی سے نقل کیا کہ ایک شخص مجہول الاسم والمسمی صحابہ مین سے مراد ہے پھر ابن ابی الحدید سے
نقل کیا کہ وہ شخص مراد ہے جو کہ خلیفہ ہو چکا ہے لیکن بوجہ معلوم ابوبکرؓ و عثمانؓ نہین ہو سکتے تو عمرؓ
مراد ہونگے پھر اپنے رای کو بنسبت عمر کے ابوبکر کا مراد ہونا مستبعد ہے ظاہر کیے بعد اسکی
شرح اوصاف بیان کر کے شیعہ کیطرف سے اعتراض اس بنا پر نقل کیا کہ لفظ فلان سے مراد
ابوبکر یا عمر ہون پھر انہی کیطرف سے دو جواب نقل کیے تو اب فرمائیے کہ محاکمہ شارح نے
کہا کیا۔ اور خصمین کون کون ہین۔ اور قول فیصل کونسا قول ہے جو شارح نے لکھا ہے
اگر یہی دونو جواب قول فیصل ہین تو قطع نظر اس سے کہ فیصل اپنی طرف سے ہی ہوا ہے
تمام الزامات کذب و دروغ کے جو خاتم المحدثین کی طرف نسبت کرتے تھے وہ سب انکے اعتراض
کذب و دروغ ہو گئی غرض اس قول کی نسبت جو شارح نے نقل کیا ہے محاکمہ فرض و تسلیم
کہنا سراسر غلط اور ناواقفی ہے۔ اب رہا ہمسے یہ سوال کہ اگر یہ بطور فرض و تسلیم محاکمہ نہین ہے
اور واقعی نقل ہے تو بتاؤ کہ یہ کہانسے منقول ہے اور کس سنی نے لکھا اور کس کتاب مین مذکور ہے
کیونکہ اگر تحقیقی ہے تو لامحالہ یہ توجیہین کتابون مین مذکور ہونگی ورنہ زبانی دعوی کون سنتا ہے
سو اہل علم و انصاف سمجھ سکتے ہین کہ اس سوال کا ہمسے کیا موقع تھا نقل تو آپکے ابن میثم
فرمائین اور آپ سوال ہم سے کرین سبحان اللہ حضرت میر صاحب ذرا ہوش کے باتین کیجیے
ہمکو اس سے کیا غرض کہ آپکے فاضل متبحر حکیم نے سچ کہا یا کہ جھوٹ بولا ہان جب ایسے ایک
امر کو نقل کیا۔ پس ہماری لیے حجت ہو چکا خواہ سے فی الواقع کسی سے منقول ہو یا نہو اور کسی سنی نے
لکھا ہو یا نہ لکھا اور کسی کتاب مین مذکور ہو یا نہو ہماری حجت ہر طرح تمام ہے بلکہ اگر آپ کا
اور آپکے دستوری کا فرمانا صحیح ہے اور فی الواقع کسی سنی نہین لکھا تو یہ آپکے فاضل متبحر
حکیم پر دوسرا دروغ گوئی کا الزام ہوا کہ خلاف واقع اپنے بزرگون پر افترا باندھتے ہین اور
اونکی طرف وہ امور منسوب کرتے ہین جو انہون نے فرمائی نہین لیکن یہہ طریقہ کچھ نیا نہین

بلکہ قدیم سے علمار شیعہ کا یہہ ہی وتیرہ چلا آیا ہے متقدمین شیعہ ائمہ ع پر افترا رباندہ چکی ہین اور ائمہ نے
اونکی تضلیل و تکذیب فرمائی ہے تو اگر شارح نے ایسا کیا ہو تو کچہہ خلاف قوم کے نہین کیا۔ بہرکیف
شارح کا لکہنا ہمارے لیے ثبوت مدعا مین کامل حجت ہے کیونکہ جب ایسے بڑے معتمد ار شیعہ
امامیہ اثنا عشریہ نے ایک امر کو بطور نقل کے بیان کیا یا خود اپنی رائے سے بیان کیا تو وہ خصم
کے لیے حجت ہو گیا پس اوسکی نسبت آپکا یہہ فرمانا کہ یہہ خیالی گہوڑے دوڑائے ہین اور زبانی دعویٰ
کون سنتا ہے ابن میثم کے خلاف شان ہے۔ لیکن آپ جسقدر چاہین اوسپر تبرا پڑہین جتنی
چاہین گالیاں دین اب الزام اوٹہنا محال ہے۔ علاوہ ازین مین کہتا ہون کہ کیا ضرور ہے
اگر یہہ تحقیق ہو تو کتابون مین بہی مذکور ہو۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اون علمار امامیہ نے جو معاصرین
ابن میثم تہے درس تدریس یا بحث و گفتگو کے وقت یہہ اعتراضات بہی ہون اور یہہ توجیہات
زبانی کی ہون۔ اور ابن میثم نے بطور نقل کے اونسے اپنی شرح مین درج کر دیا ہو اور کیا ضرور ہے
کہ اگر یہہ اعتراضات و توجیہات شروح مین مذکور ہون تو ہم یا آپ تک اونکی مطالعہ کی نوبت
آوے آخر فاضل مدائنی نے اپنی شرح مین جو کچہہ لکہا ہے اور اپنے نقیب ابو جعفر سے نقل کیا ہے
اوس سے بہی یہہ ہی مدعا تقریبًا ثابت ہوتا ہے چنانچہ عبارت فاضل مدائنی کی ہم قریب نقل
کر آئی ہین۔ اور علاوہ اسکے اور بہی شروح و تراجم اسکی ہین اگر آپ کو تصدیق ابن میثم کی منظور ہو۔ تو
اونکو تلاش و تتبع کیجیے ورنہ آپکو اختیار ہے ہمارے لیے بس ہماری الزام کی تکمیل کے واسطے صرف
ابن میثم کا لکہہ دینا ہی کافی ہے قطع نظر اس سے ہمکو سخت تعجب و حیرت ہے کہ آپ ابن میثم کے اس
قول کو جو شیعہ کی طرف نسبت کیا ہے ہمسے پوچہتے ہین اور قطب راوندی کے اوس قول کو
جو آپکے نزدیک صحیح و مسلم ہے آنکہین کہولکر نہین دیکہتے کہ اوسمین کیسا ابہام و اہمال ہے کہ جسکا کچہہ
انتہا نہین وہ فرماتے ہین کہ مراد ایک رجل صحابہ سے ہے جسکا نہ کچہہ نام ہے نہ نشان ہے
اب ہم اوسکی نسبت پوچہتے ہین کہ یہہ شخص ممدوح کون ہے جسکی ایسی صفات کاملہ جناب امیر نے
بیان فرمائی ظاہر ہے کہ ایسا شخص مجہول نہین ہو سکتا جسکو کوئی نہ جانتا ہو پس اگر کوئی

جسمین صاف معلوم ہے تو تعیین کرکے بتلائیے یا اپنے قطب الاقطاب سے دریافت کیجیے ورنہ صاف
معلوم ہوگا کہ آپکے قطب الاقطاب نے الزام کے خوف سے عقلی گھوڑی دوڑائی ہوگی تو ایسی زبانی
باتین صاحب آپکی ہم مذہب اور متبع بھی نہین سنتے تو ہم کب سنین گے قال الفاضل المجیب
قولہ اور اسی بحث مین صاحب تحفہ فرماتے ہین و لہذا شارحین نہج البلاغت از امامیہ در تعیین
فلان اختلاف کردہ اند بعضے گفتہ اند کہ مراد ابوبکر ست و بعضی گفتہ اند عمر ست اسکے جواب مین
علامہ کنتوری جھلا کر فرماتے ہین - ان ہذا الا افک مبین - ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام
شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر ست - بجواب اسکے صاحب آیات بینات سلمہ تعالی عن خاتم المتکلمین
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین - سبحانک ہذا بہتان عظیم - ریا کہ مراد ازین شارح امامیہ مثل بحرانی مستند
الخ - اقول - آپکے خاتم المحدثین کے اس قول نے فیصلہ ہی کر دیا کہ کتب شیعہ مین اس روایت
مین بجنسہ لفظ فلان ابوبکر نہین ہان اسکی مرادی معنے مین بتقدیر تسلیم و تنزل احتمال ابوبکر یا عمر کا
لکھا ہے پس جناب مفتی صاحب نے انکار نہین کیا مگر لفظ ابوبکر بجای لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ
مین اسکا انکار نہین کیا کہ معنی مرادی احتمالی مین بھی علی تقدیر تنزل ابوبکر یا عمر نہین ہے
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی - سخت حیرت اور نہایت تعجب ہے
کہ آپ ایسی سلیس اور سہل عبارتومین ایسے فاحش غلطیان کرتے ہین - ای اہل فہم و اہل انصاف
بعمل خدا کے لیے ذرا ہمارے مجیب صاحب کی اس تقریر کو ملاحظہ فرماوین جس سے صاف معلوم
ہو جائیگا کہ نہ عبارت تحفہ کا مطلب سمجھا اور نہ کنتوری کے مدعا تک رسائی ہوئی نہ ازالۃ العین کا
مضمون ذہن عالی مین آیا - یا یہہ کہ مضمون سمجھہ گئے ہین لیکن اپنے دیانت و انصاف کے ہاتھ
سے لاچار ہین بمقتضاء اسکے ایسے خرافات باتین نہ فرماوین تو کیا کرین دیانت و انصاف کا
ثبوت آخر کس دلیل سے ہو - اس قول مین اول غلطی فاحش یہہ ہے کہ فرماتے ہین خاتم المتکلمین
کے اس قول نے فیصلہ کردیا کیونکہ تسلیم کر لیا کہ کتب شیعہ مین اس روایت مین لفظ فلان ہے اور لفظ
ابوبکر نہین ہان بلحاظ مرادی معنی کے نہ صرف احتمال ابوبکر لکھا ہے حالانکہ کسی نے صاحب تحفہ نے

نہ صاحب ازالۃ الغین نے اس امر کا دعوی کیا کہ کتب شیعہ مین اس روایت مین بجای لفظ فلان لفظ
ابوبکر یا عمر مذکور ہے چنانچہ صاحب تحفہ نے بعد دعوی تحریف نسبت شریف رضی کے شراح کے
تعیین یعنے مرادی کو قرینہ اور دلیل ثبوت تحریف پر قرار دیا ہے چنانچہ علامہ دہلوی قدس سرہ
العزیز تحفہ مین فرماتے ہین - درین عبارت جناب امیر صاحب نہج البلاغت کہ شریف رضی
برای حفظ مذہب خود تصرفے کردہ لفظ ابوبکر را حذف نمودہ و بجامی او لفظ فلان آوردہ تا سنیان
تمسک نتوانند نمود لیکن کرامت حضرت امیر آنست کہ اوصاف مذکورہ صریح تعیین مبہم میکنند
چنانچہ بیان خواہد شد و لہذا شارحین نہج البلاغت از امامیہ در تعیین لفظ فلان
اختلاف کردہ اند بعضی گفتہ اند مراد ابوبکر ست و بعضی گفتہ عمر الخ - اس عبارت سے صاف
واضح طور پر معلوم ہوتا ہی کہ دعوی تحریف کے لیے دو دلیلین ذکر فرمائی اول یہہ کہ اوصاف
مذکورہ تعیین مبہم کو کرتے ہین دوسری یہہ کہ شراح نے بطور بیان مراد کے ابوبکر یا عمر کو
بیان کیا ہی اور یہہ دعوی ہرگز نہین کیا کہ کتب شیعہ مین اس روایت مین بجای لفظ فلان کے
لفظ ابوبکر اور جب آپنے عمر وی سے مرادی ہونے کو تسلیم کرلیا تو گویا خصم کی دلیل کو قبول
کرلیا اور دعوی ثابت مان لیا اور فیصلہ ہو گیا بشرطیکہ فیصلہ ہو جانے سے آپکی یہہ ہی مراد ہو
اور اگر فیصلہ ہو جانے سے رفع الزام مراد ہو تو وہ قیامت تک بہی ممکن نہین آخر آپ کے علامہ
کنتوری ایسی ہی ہر دمات مین گرفتار ہوکر سرے ہی سے انکار کرنا شروع کر دیا کہ نہ
ہمارے شارحین نے لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر مراد لی ہے نہ تعیین احد ہما مین اختلاف کیا ہے
نہ یہہ توجیہات مذکورہ جو اس امر پر مبنی ہین کہ علمای امامیہ نے لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر کا مراد
ہونا تسلیم کرلیا ہے علمای امامیہ مین سے کسینے بیان کیے ہین حالانکہ علامہ کنتوری کا یہہ فرمانا محض
غلط اور کذب تہا اور یہہ توجیہات ابن میثم نے نقل کے ہین اور اگر بفرض محال اسکو تسلیم
کیا جاوے کہ یہہ نقل نہین بلکہ بحرانی نے اپنی طرف سے لکہا ہے تو بہی چونکہ بحرانی فضلای محققین
امامیہ سے ہے اوسیکا لکہنا بثبوت الزام اور انکار کنتوری کے بطلان کے لیے کافی ہو گیا

دوسری خطا یہی قدیم خطا ہے کہ اسکو تنزل فرما رہے ہیں حالانکہ اس دعوی کے ثبوت کے لیے کوئی دلیل ہے نہ کوئی قرینہ ہے بلکہ قطعی قرائن اوسکے خلاف پر قائم ہیں چنانچہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں۔ تیسری خطا نہایت فاحش اور قبیح یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ محشی صاحب نے اسکا انکار نہیں کیا ہے کہ لفظ ابو بکر بجائے لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ میں اور اسکا انکار نہیں کیا کہ تحفہ مرادی احتمالی میں بھی تقدیر تنزل ابو بکر یا عمر نہیں ہے۔ اور یہ سراسر کذب و دروغ و خلاف واقع ہے اور مصداق مصرعہ چہ دلاور است الخ۔ کہ یہی تحفہ کی عبارت موجود ہے اوسکو دیکھیے پھر اوسپر علامہ کنتوری کی عبارت ملاحظہ کیجیے۔ آپکو کنتوری صاحب تحفہ کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں قولہ۔ ولہذا شارحین نہج البلاغت از امامیہ در تعیین فلان اختلاف کردہ بعضی گفتہ اند کہ مراد ابو بکر است وبعضی گفتہ اند عمر الخ۔ قولنا ان ہذا الا افک مبین۔ این ناصبی بایہ پرسید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است حال آنکہ قبل از ابن ابی الحدید غیر از قطب راوندی کسی شرح این کتاب شریف نپرداختہ چنانچہ ابن ابی الحدید در اول شرح خود گفتہ ولم یشرح ہذا الکتاب قبلی فیما اعلمہ الا واحد وہو سعید بن ہبۃ اللہ بن الحسن الفقیہ المعروف بالقطب الراوندی وکان من فقہاء الامامیۃ انتہی ونیز ابن ابی الحدید شرح این کلام تحفہ بعد دعوی اینکہ گفتہ۔ فاما الراوندی فانہ قال فی الشرح انہ علیہ السلام مدح بعض اصحابہ بحسن السیرۃ وان الفتنۃ ہی التی وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الاختیار والاثرۃ۔ جس شخص کو ذرا بھی عبارت سمجھنے کی تمیز ہوگی وہ تحفہ کی عبارت سے سمجھ سکتا ہے کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول میں فرمایا ہے کہ شارحین نہج البلاغت امامیہ میں باہم اختلاف ہے بعض کہتے ہیں لفظ فلان سے مراد ابو بکر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مراد عمر ہیں۔ پس اس قول میں بصراحۃ اس امر کی نسبت دعوی ہے کہ کتب شیعہ میں لفظ فلان سے بطور مراد کے یا ابو بکر یا عمر مذکور ہیں۔ بجواب اسکے علامہ کنتوری نے اس دعوی کی تکذیب کی اور فرمایا۔ ان ہذا الا افک مبین یعنے یہہ دعوی ظاہر بہتان ہے

اس ناصبی سے پوچھنا چاہیے کہ کونسی شارح امامیہ نے کہا ھے کہ مراد ابوبکر ہے یا عمر تو اس عبارت سی ہر شخص سمجھہ سکتا ہے کہ لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر مراد ہونی کی تکذیب ہے اور تحفہ کی عبارت مین نہ اس امر کا دعوی کیا کہ کتب شیعہ مین بجائی لفظ فلان کے لفظ ابوبکر یا عمر اس روایت مین موجود ہے اور نہ علامہ کنتوری کی تکذیب اسکی طرف راجع ہے پس آپکا یہہ فرمانا کہ مفتی صاحب نے انکار نہین کیا مگر لفظ ابوبکر بجائی لفظ فلان ہونے کا کتب شیعہ مین الخ سراسر دروغ بیفروغ ہے کسی ایماندار اہل شرم وحیا کا یہہ کام نہین کہ ایسا صریح دروغ بمقابلہ خصم پیش کرے لیکن چونکہ آپکو خوف خدا اور اہل علم سے شرم وحیا غایت درجہ کو ہے کہ کسی کو ایسی نہین ہو سکتی اسلیے آپ جو چاہین کرین جو کچھہ چاہین فرمائین۔ قال الفاضل المجیب۔ قولہ۔ زیراکہ مراد ازین الخ۔ اقول۔ آپکے خاتم المتکلمین کے یہہ تقریر کیا لمع کار ہے بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ علاوہ اس شارح علیہ الرحمۃ کی اور شراح امامیہ نے بھی یہہ توجیہہ کیے ہو گی معاملہ دینے مین ایسی تقریرین کرنے اہل دیانت کا کام نہین آپکے خاتم المتکلمین نے نہایت چھان بین کی اور بہت سی کتب کے اوراق گردانی فرمائے انکو اس شرح مین یہہ توجیہات علی سبیل التسلیم والتنزل ہاتھہ لگین اول تو ان توجیہات کو جو بتقدیر تسلیم وتنزل کے گئے ہین اور وہ بھی عام شیعہ کے ہین شرح مین لفظ امامیہ کا نام ونشان تک نہین ہے الزاماً بمقابلہ خصم پیش کرنا کمال دانائی ہے اور اسپر لفظ شل زیادہ کرنا اور طرہ ہے۔ یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی۔ اول بجواب حضرت علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے آپکے کنتوری نے اسکا صاف انکار کردیا تھا سوا انکا انکار کچھہ پیش نگیا۔ اور وہ اپنے اس انکار کے سزا پاچکو جو اہل شرم وحیا کے لیے بہت کچھہ ہے تو انکی سلب کلی کے مقابلہ مین اسکی نقیض ایجاب جزئی ثابت کی گئے۔ بلکہ ثابت ہوا کہ انکا انکار محض قصور تتبع سے یا عناد سے ناشی تھا اب آپ ہی اسکا انکار فرمایا کہ سوای بحرانی کے اور کسی شارح نے نہین لکھا ہی۔ حضرت خاتم المتکلمین نے

لفظ مثل کا کذبا خلاف دیانت بڑایا افسوس کہ آپکو علامہ کستوری کا حال دیکھکر عبرت
نہوئی اور علامہ کستوری کے طرح بے تحقیق انکار کردیا۔ اول نہج البلاغت کی تمام شروح
وتراجم ملاحظ فرمائی اوسکے بعد اگر انکار فرماوینگے تو قابل جواب ہوگا مین ایسا گمان
کہ آپ نے جمیع شروح وتراجم نہج البلاغت کے ملاحظ نہین فرمائی ہونگی اسلیے عرض
کرتاہون معاملہ دینی مین ایسی تقریرین کرنا اہل دیانت کا کام نہین ہے۔ علاوہ ازین کہ
بحث مین جو عبارت کہ حضرت خاتم المتکلمین نے فاضل مدائنی کے شرح کی نقل کی ہے
اوس سے صاف واضح ہے کہ وہ اور اوسکا استاد نقیب ابوجعفر بہی اس امر کے قائل
ہین کہ مراد لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر ہین مدائنی کہتا ہے کہ بنقیب گفتم کہ تعریض بحافرقی
درست میشود کہ مدح شخص ماضی مطابق نفس الامر بود واہیچ شک وتردیدی پیرامون آن نگردد
چون جناب امیر بان اوصاف معترف شود غایت مدح خواہد بود کہ بالاتر ازان نباشد
نقیب سر بگریبان فرو بردہ بعد تامل گفت راست میگوئی۔ انتہی۔ اگرچہ اس عبارت مین
بصراحتہ نام ابوبکر یا عمر کا نہین ہے لیکن چونکہ اس اعتراض کا مدار اس کلام کے تعریض ہونے
پر ہے اور ظاہر ہے کہ تعریض جناب ذی النورین کو ہوگی اور یہہ بہی بدیہی ہے کہ اونکو تعریض
بجز ذکر محاسن احد الخلیفتین السابقین کی نہین ہوسکتی تو ثابت ہوا کہ اصل کلام بیان
محامد احد الشیخین کو متضمن ہے اور حاصل اسکا یہی ہے جو بحرانی نے اپنی جواب ثانی
مین نقل کیا ہے۔ الثانی انہ جاز ان یکون مدحہ ذلک لاحدہما فی معرض توبیخ
عثمان الخ اور نیز خود حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کے آخر مین تصریح
لکہا ہے واز کلمات دیگر شارحین ومترجمین این کتاب از امامیہ ہم ترجیح صدیق برمی
آید کما لایخفی علی المتتبعین لیکن چونکہ علامہ کستوری کی تکذیب بحرانی کی نقل سے
بخوبی ہوچکی تہی اور شارحین سے نقل کے حاجت نہوئی۔ معہذا کیا یہہ خاتم المتکلمین کا
لفظ مثل لکہنا آپکے اور آپکی علامہ کستوری کی تقریرات سے بہی زیادہ خلاف دیانت ہے

کہ بداہتہ کذب اور دروغ دعوے فرماتے ہین کہین کہتے ہین کہ کسی شارح نے لفظ فلان سے ابوبکر یا عمر کو مراد نہین لیا کہین کہتے ہین کہ یہہ اوصاف یعنی ابوبکر یا عمر پر محمول نہین کیے کہین فرماتے ہین کہ یہہ توجیہات واعتراض کسی عالم امامیہ نے نہین کین پہر اسپر فاضل مجیب حاشیہ چڑہاتے ہین کہ مفتی صاحب نے بجائی لفظ فلان کے ابوبکر یا عمر مراد ہونے کی سوای اور کسی امر کا انکار نہین کیا حالانکہ اپکا اور ہمکی علامہ کستوری کا فرمانا بداہتہ خلاف واقع ہے پہر تعجب ہی کہ با اینہمہ ادعای انصاف یہہ تقریرین خلاف دیانت نہین معلوم ہوتین آرمی - ع - وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ - رہا توجیہات کا بتقدیر تسلیم وتنزل ہوتا اور عام شیعہ کیطرف منسوب ہونا سو اسکا جواب ہم پہلے اس سی گذارش کر چکے ہین حاجت اعادہ نہین **قولہ** سعید اپنی خاتم المتکلمین کے اس قول کا ہی جواب یعنی قولہ زیرا کہ الخ - اقول کلام ابوبکر یا عمر کے تعیین حتمی مین ہے اور وہ ہرگز شرح ابن میثم علیہ الرحمۃ موجود نہین ہے بلکہ پہلی معلوم ہو چکا ہی کہ بحرانی علیہ الرحمۃ نے اول قول قطب راوندی علیہ الرحمۃ بیان کیا ہی - تاکہ معلوم ہو کہ مراد ابوبکر و عمر نہین ہے اسکی بعد قول ابن ابی الحدید نقل کیا ہی کہ وہ بعض وجوہ کی حضرت عمر کو ترجیح دیتا ہی نہ یہہ کہ تعیین حتمی کرتا ہے پہر علی التنزل بطور فرض وتسلیم قول مخالف یعنی ابن ابی الحدید فرماتے ہین کہ درصورت ان ہر دو کے مراد ہونیکی بعض وجوہ سی حضرت ابوبکر ترجیح رکہتی ہین بشرطیکہ اسکو استہزاء نہ سمجہا جاوی پس اسکو تعیین حتمی ابوبکر یا عمر قرار دینا کمال ہی دانائی ہے **اقول** جناب میر صاحب مین بلحاظ کہہ سکتا ہون کہ یہہ آپکی تحریر چونکہ اول سی آخر تک ایسی ہی خرافات اور واہیات سی بہری ہوئی ہے ہرگز اس قابل نہین ہے کہ کوئی اہل علم اسکی جواب مین قلم اوٹہائی مگر ہمکو اپنی حضرت مد ظلہ کی ارشاد اور پاس خاطر عنایت فرمای بندہ منشی عنایت احمد صاحب گنگوہی نے تسلیم لدسیانہ نے مجبور کر دیا اور بجز امتثال کے کچہہ ہمکو چارہ نہین ہو سکا ناچار قلم اوٹہانا پڑا اسکیا انصاف اسیکا نام ہے کیا دیانت اسیکو کہتے ہین کہ بدون شرح ابن میثم دیکہی اوسکی عبارت کی

توجیہات بلکہ تحریفات بلکہ تکذیب فرما رہے ہین شارح ابن ہیثم نے اول مین قول قطب راوندی کا
اپنی شرح مین کہان لکہا ہے سب سے اول قول جو لکہا ہے یہ ہے والمعقول ان المراد بفلان
عمر جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہہ تعین حتمی ہے اور یہو جب اسکی قاعدہ کے دلالت
کرتا ہے کہ قطب راوندی کا قول قابل اعتبار کے نہین اسکے بعد اوسکی تائید ابن ابی الحدید
سے کی کہ وہ بہی اس امر کا قائل ہے کہ مراد لفظ فلان سے حضرت عمرؓ ہین اوسکے بعد اپنی رائی ظاہر
جو قطب راوندی کے قول کے سراسر تکذیب ہو اور کہا کہ مین کہتا ہون کہ ابوبکر کا مراد ہونا بہ نسبت
عمر کے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قولین اولین جو حضرت
عمر کی مراد ہونے پر دال ہین وہ بہی چندان بعید عن الحق نہین صرف اشتباہ اور مناسبت کا
فرق ہے جو مدلول افعل التفضیل کا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مدح احدہما مستلزم مدح آخر کو ہی لفظ
فلان سے اگر کسیکو تعین مین سر مو تسلیم کر لو تو دوسرے کی مدح اوسکی باستلزام ثابت ہوجائیگی
لیکن قطب راوندی کے قول کی سراسر تکذیب ہو اور پس جو کچہ بہ نسبت مراد ہونے احد الشیخین کے
بیان کیا ہے وہ بجز انتفی ہے خصوصا اوصاف مذکورہ کے جو شرح کی ہے اوسمین احتمال
یا تاویل کی گنجایش ہے باقی نہین چہوڑی شرح اوصاف مین صاف ثابت کر دیا کہ مراد
ان سے کوئی خلیفہ ہے۔ اچہا بفرض محال ہمنے تسلیم کیا کہ تعین حتمی نہین ہے لیکن شارح نے
کسی طور پر آخر تعین کو بیان تو کیا ہے پس علامہ کنتوری کا اوسکی نسبت مطلقا انکار کرنا
اونکی فاحش غلطی ہے یا نہین بس ایسی پوچ باتون سے اگر آپ چاہین کہ اہل حق کا استدلال
اوٹہ جاوے یا آپکی علامہ کنتوری کے جان الزام سے چہوٹ جائی تو یہہ ہرگز ممکن نہین
بلکہ جسقدر آپ اسکی حمایت فرمائنگے اوسیقدر الزامات زیادہ ہوتے جائنگے چنانچہ آپ اس بحث
مین دیکہہ ہی چکے اب بہی اگر آپکو سمجہ دو فہم دنیا و شرم ہے تو سمجہ جائی ورنہ آپکو اختیار
ہے۔ وما علینا الا البلاغ ۔ دوسرے ہم کہتے ہین کہ اگر شارح بحرانی علیہ الرحمۃ
نے یہہ توجیہات بدون غرض تسلیم تحقیقی کے کی ہون اور اونکے نزدیک یہہ اصلی ہی

جواب ہون اور جناب مفتی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس شرح کو ملاحظہ نفرمایا ہو تو کونسی
عیب و نقص کی بات ہی یہہ کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اوسکی تحقیق ہمیشہ مد نظر ہی
آنکی خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین مین محض اپنی اس توہم سے کہ جناب مفتی صاحب نے اس شرح کو
نہین دیکھا کیا زبان درازی اور ہرزہ درائی کی ہے وہ شور و غل مچایا ہے کہ زمانہ کو سر پر
اوٹھالیا ہے حالانکہ ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا بوقت تحریر اسکے مضامین کا یاد نہ رہنا کچھہ بڑی
بات نہین محض اس توہم سے انکو پایۂ تصنیف و تالیف سے گراتے ہین اور صاحب تحفہ کی خبر
نہین لیتے کہ اور کتب تو ایک طرف اپنی والد ماجد کی ہی کتاب ملاحظہ نہین فرمائی کتاب ہی
کونسی جسکا اوروں کو خود حوالہ دیتے ہین کہ اگر کوئی ان مضامین کو دیکھنا چاہی تو اوس کتاب مین
دیکھی چنانچہ کئی جگہ اسی تحفہ مین انکی یہہ بات ثابت کی گئی ہے - اور نیز اکثر صحابہ بلکہ
حضرت خلیفہ ثانی جنکو کتاب اللہ دانی کا یہہ دعوی ہتا کہ بمقابلہ حکم آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم حسبنا کتاب اللہ فرمایا قرآن شریف کی آیت جسمین آنحضرت کے موت کا ذکر ہی نجانتے
ہون اور بعد بیان کرنے خلیفہ اول کے کہین کہ گویا آج ہی سنی ہے اونکی شایان نہین کہ کچھہ
چون و چرا انکرین اور مسند خلافت و امامت بے تکلف دیدین - ان ہذا الشئی عجاب
اور یہہ حال اکثر کتب مین موجود ہی اگر حضرت مجیب کو شک ہو تو مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۵۱۸
مطبوعہ مطبع فخر المطابع لکہنو سے مطالعہ فرماوین چونکہ عبارت طویل ہے اسلیے ہم نہین لکہتی اور
خلافت کا اہم مہام دین ہونا ہی اسی مقام مین لکہا ہے | **قولہ** | حضرت فاضل
مجیب کے سمند فہم و انصاف نے بیان ہی ٹہوکر کہائی اور ایسی ٹہوکر کہائی کہ منہ کے
بل آیا - حضرت نے پہلے منشا اعتراض سمجہی بلکہ اول عبارت تحفہ دیکہیی پہر اپنے مفتی صاحب کا
جواب بغور ملاحظہ فرمائی پہر خاتم المتکلمین کے اعتراض کو بنظر تامل سوچی اوسکے بعد جواب
دیجیے - اول حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے تحفہ مین فرمایا کہ امامیہ شراح
نہج البلاغت نے لفظ فلان جو نہج البلاغت مین بطور تحریف واقع ہے تعیین مراد مین

اختلاف کیا ہے بعضی کہتے ہین کہ مراد ابوبکر ہے اور بعضی کہتے ہین کہ اس سے مراد عمر ہے آپ نے
ابکو علامہ کستوری فرماتے ہین کہ یہہ سراسر جھوٹ ہی کسی شارح امامیہ نے مراد ہونا لفظ فلان
سے ابوبکر یا عمر کا بیان نہین کیا و ہذہ عبارتہ - ان ہذا الا افک مبین ازین ناصبی بپرسید
کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر ست الخ اسپر حضرت خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ
علامہ کستوری کی تکذیب فرمائی اور باین عبارت فرمایا - قولہ ان ہذا الا افک مبین اقول
سبحانک ہذا بہتان عظیم - زیرا کہ مراد ازین شراح امامیہ مثل بحرانی ہستند ولیکن چون
این بے نصیب کتب مذکورہ ندیدہ میگوید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر ست
اینک عبارت رئیس الحکما والمتبحرین کمال الدین مذکور بگوش خود بشنو و خاک ذلت بر وجود
بے بنیاد ریز و دست ندامت بر سر زن الخ - حیث قال الخ - اسیطرح اور چند جگہ آپکے مفتی صاحب نے حضرت
خاتم المحدثین کے اس بحث مین تکذیب کی اور اپنا تبحر جتایا اور حضرت خاتم المتکلمین نے
اوسکے جواب مین آپکے مفتی صاحب کی تکذیب فرمائی اور ابن میثم کی عبارت نقل کرکے
اونکے دعوے تبحر کو توڑا - اب بعد اس تقریر کے آپ اپنی جواب کو مطابق کیجئے اور خیال فرمائیے
کہ آپکے جواب اور معارضات کو اس سے کیا ربط اور کیا مناسبت ہے تفصیل اسکی یہہ ہے کہ آپ
اسکی جواب مین فرماتے ہین کہ اگر بحرانی کی نزدیک یہہ توجیہات تحقیقی اور اصلی جواب ہون
گویا اونکے نزدیک بدون تنزل و استہزا کے ممدوح ان اوصاف عالیہ کے اور مراد لفظ فلان
سے حضرت ابوبکر رض یا عمر رض ہی ہون اور فے الواقع مفتی صاحب نے شرح ابن میثم نہ دیکھی ہو
تو کونسی عیب اور نقص کی بات ہے ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا بوقت تحریر اوسکے مضامین کا
یاد نہ رہنا کچھہ بڑی بات نہین کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اسکی تحقیق ہمیشہ مد نظر رہے لیکن
ہم کب کہتے ہین کہ شرح ابن میثم کا نہ دیکھنا کچھہ عیب اور نقص کی بات ہے اور ہمنے اور ہمارے
خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے کب کہا ہے ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا اوسکے مضامین کا بوقت
تحریر یاد نہ رہنا کچھہ بڑی بات ہے اور ہمنے کب دعوی کیا ہے کہ ہر ایک عالم کی کتاب

اور اسکی تحقیق ہمیشہ مدنظر رہنا ضرور ہے ہمارا اور ہمارے خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض تو یہہ ہے کہ اگر مفتی صاحب نے شرح ابن میثم نہین دیکھی تھی یا آپکو یہہ مضامین یاد نہین رہے تو یہہ زبان درازی اور ہرزہ درائی کیون فرمائی کہین فرماتے ہین - ان ہذا الا افک مبین ازین ناصبی باید پرسید کہ کدام امامیہ گفتہ کہ مراد ابوبکر یا عمر ست رکھین لکھتے ہین این ادعا کذب محض ست کہین فرماتے ہین - ثبت الدار ثم النقش - اول اینمعنے باثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابوبکر ست الخ - اور کیون ایسا واویلا کیا کہ زمانہ کو سر پر اوٹھا لیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے تمام شروح نہج البلاغت کا ملاحظہ فرمایا ہے اور تمام شروح کے مضامین اور تمام شراح کی تحقیقات ضبط اور محفوظ ہین اگر آپ نہین جانتے تھے تو لفظ فلان سے شیخین کے مراد ہونے کا انکار اور علماء امامیہ کی توجیہات کرنے کا انکار کس بناء پر کیا اونکو تو دعوی تمام شروح کے دیکھنے اور تمام مضامین کے مستحضر ہونے کا ہی - اگر باوجود اس نجاننے کی وہ سمجھتے ہوتے کہ مین نہین جانتا ہون تو اس شد ومد سے تکذیب انکار نکرتے بلکہ یہہ کہتے کہ مین نے سوای ابن ابی الحدید کے دوسری شرح نہین دیکہی یا تمام شروح نہین دیکہی ہین اس دعوی کی تصدیق و تکذیب کی نسبت کچہہ نہین کہہ سکتا یا یہہ کہ تمام شروح دیکھی تہی مگر اس موقع کے مضامین مجکو یاد نہین رہی اسلیے غیر ذلک اور اسمین چندان نقص وعیب نہ تہا اگرچہ اسقدر تو اسمین بہی خلل تہا کہ جب کتاب تصنیف فرمانے بیٹھے اور خصم کی جواب دہی کا ارادہ کیا تو کیا مشکل ہے کہ شروح نہج البلاغت کے اس موقع خاص کو دیکھ لیتے خصوصاً ایسا امر کہ جسپر بطلان مذہب کا مدار ہو اور بقول آپ کے بعض شروح بہی جنمین یہہ توجیہات مذکور ہون نایاب نہون تو بڑی افسوس کی بات ہی کہ کتاب کہولکر دیکھ لین اور یون ہی دعوی فرمائین جس سے معلوم ہو کہ انکا علم تمام شروح کی مضامین کو حاوی ہی پس واضح رہے کہ نہ آنکی مفتی صاحب نے اپنے نجاننی کا اظہار کیا اور نہ اعتراض عدم علم پر ہی بلکہ محل اعتراض مفتی صاحب کا دعوی تبحر ہے کہ باوجود نہ جاننی کے اپنا علم

وتجرکذبا وافترا جیلا ہی ہین مسیرآپکا یہہ جواب دینا کہ نہ جاننا کچہہ عجب کی بات نہین اور
نہ محفوظ رہنا کچہہ بڑی بات ہے یہہ ایسا جواب ہیکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی
مفتی صاحب کی عبارت کوبہی نہین سمجہے ورنہ اتنا توسمجہتے کہ اعتراض سے نجاننا ثابت ہوتاہے
یا جاننا اور ازالۃ الغین کی عبارت کوبہی نہین سمجہے ورنہ اس جواب کو اوسسے کچہہ ربط وتعلق ہے
علاوہ ازین اس تقدیرپر کہ بحرانی نے جوکچہہ تحریر فرمایا وہ تحقیقی اور واقعی ہو اور اونکے نزدیک
یہہ جواب اصلی جواب ہون اور مفتی صاحب نے شرح ابن میثم کو ملاحظہ نفرمایا ہو یا اوسکے
مضامین اونکو یاد نرہی ہون حسب بیان علامہ ابن میثم یہہ اعتراض ان المدائح التی ذکرہ
علیہ السلام فی حق احد الرجلین ینافی ما اجمعنا علیہ من تخطیتہم ولخذہما منصب
الخلافۃ فاما ان لایکون الکلام من کلامہ علیہ السلام او ان یکون اجماعنا خطاءً
وارد ہوتا ہے اور علامہ بحرانی نے خود جواب شیعہ سے نقل کیے ہین وہ جواب بداہۃً معلوم ہوتا ہے
کہ ہرگز صلاحیت رفع اعتراض کے نہین رکہتے چنانچہ حضرت صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے
دلائل سے اس امرکو ثابت کردیا ہے تو آپ فرمائیے کہ ہردو امور مندرجہ اعتراض مین سے کسکو
اختیار فرمائیگا کہ یا آپکا اجماع خطا پر ہے یا یہہ کلام جناب امیر کا کلام نہین ہے اور
شریف رضی نے من تلقاء النفس کذبا بڑہا دیا لیکن یہہ تو واضح ہے کہ شریف رضی تو دیدہ
ودانستہ ایسی کلام کو جو صریح مدح شیخین پر دلالت کرے اپنی خلاف مذہب کیون بڑہاتا ایسا
احتمال ہو تو اہل سنت کے مذہب مین توہو سکتا ہے اور منافیات مذہب مین یہہ امر بالکل مفقود ہے تاوقتیکہ
کا عذر غیر مسموع علی الخصوص جا شیہ پر بخط الرضی لکہا ہوا ملگیا کہ لفظ فلان کے نیچے عمر
لکہا ہے تو شریف رضی کے بڑہا لینے اور اس کلام کے جناب امیر کی کلام نہو نیکا تو
احتمال باطل ہوا تو ثابت ہوگیا کہ آپکا اجماع خطا پر واقع ہے ۔ اور ہو المطلوب اگرچہ ابن
گذارش سے آپکی معارضات بہی باطل ہوگئے تہے لیکن بتفصیل ہے سنئے کہ اول ہوا جو
جناب نے حضرت صاحب تحفہ قدس سرہ العزیز کی نسبت اپنی والد ماجد کی تصنیفات نہ دیکہنے

پارہ مین فرمایا اور فرمایا کہ ہم کئی جگہ اس تحریر مین یہہ امر ثابت کر چکے ہین۔ پس اسکا جواب
تو یہہ ہے کہ یہہ محض جناب کی خوش فہمی ہے کہ آپنے اپنی عادت کے موافق عبارت
ازالۃ الخفا کے مطالب سمجھنے مین غلطی کی ہے چنانچہ جس جگہ اس تحریر مین آپنے یہہ دعوی
فرمایا ہے وہین ہم بھی بخوبی اوسکو باطل کر آئے ہین حاجت اعادہ نہین ہے۔ دوسرا عذر جو
آپنے حضرت خلیفہ فاروق رضی اللہ عنہ کے نسبت آیت قرآنی متضمن موت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم یاد نرہنے کی بابت فرمایا اسکا جواب یہہ ہے کہ اول نسیان کسکے نزدیک
محل اعتراض نہین یاد آتا ہے کہ بعض شیعہ نے نسیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر بھی جائز رکھا ہے۔ خود جناب امیر شیطان لعین کے مہلت یافتہ ہونے کو بھولی ہوئی
تھے اور ابلیس کی تلقین سے متنبہ ہوئی۔ اور نہ خاتم المتکلمین کا اعتراض نسیان کی بابت ہے
پس جب نسیان منافی نبوت نہین تو مناقض خلافت کیونکر ہو سکتا ہے۔ علاوہ حضرت
فاروق رضی اللہ عنہ کا نسیان بوجہ صدمہ بیہوشی رہا وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کو پیش آیا تھا۔ مگر آپکی مفتی صاحب پر کیا مصیبت پڑی اور اونکو کیا صدمہ پیش آیا
جس سے اونکی ہوش و حواس سلب ہوگئی اور باختہ حواس ہوکر یہہ غفلت طاری ہوئی اور نسیان
پیش آیا اگر حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے اعتراضات کا صدمہ و مصیبت اوسکی
اور انکا وارعضال ہونا اسکا باعث ہے تو ہم بھی آپکی مفتی صاحب کو معذور سمجھتے ہین علاوہ ازین
اس موقع مین کہ جو جناب مفتی صاحب کو پیش آیا اور دوسری مواقع مین کہ جس جگہ کتاب کا
نہ دیکھنا یا مضامین کا یاد نرہنا کچھ عیب یا نقص کا باعث نہین سمجھا جاتا بدون لتعبید ہے
وہ یہہ کہ جس جگہ کتاب کا نہ دیکھنا یا وقت تحریر مضامین کا یاد نرہنا عیب نہین سمجھا
جاتا وہ موقع ہے کہ جہان فیما بینہما تعلق بعید ہو کہ اس سے اون مضامین کیطرف
انسباق ذہن کا کم ہو اور انتقال فکر کا اوسطرف او دشوار ہو ایسے مواقع مین اگر
وقت تحریر مضامین یاد نرہے یا کتاب کو نہ دیکھے تو معذور سمجھا جا سکتا ہے اور یہہ موقع جو

آپکے مفتی صاحب کو پیش آیا کہ خصم نے اپنے ثبوت دعوی مین ایک کتاب کے خاص موقع کو
مستدل قرار دیا اور اوس کتاب کے شروح کے مضامین متعلقہ کو اپنے دعوی کی تائید مین
بیان کیا تو اگر کوئی شخص اوس خصم کے جواب مین بدون اسکے کہ شروح دیکھے اور اونکی طرف
مراجعت کرے اور خصم کے دعوی کا صدق یا کذب کتب سے مقابلہ کرکے معلوم کرے۔ صاف
انکار کردے اور لکھے کہ کسی کتاب مین اسکا نام ونشان نہین اور یہہ دعوی محض کذب و دروغ
ہے۔ حالانکہ خود یہہ انکار و تکذیب محض کذب و دروغ ہو۔ تو ہرگز وہ معذور نہ سمجھا جائیگا اور کبھی
ملامت سے نہ بچیگا پھر اگر کوئی اوسکے اتباع مین سے اوسکی حمایت کرے اور عذر کرے کہ آپنے
کتاب نہین دیکھی تھی اور آپکو یاد نہین رہا تھا۔ تو یہہ کسی عاقل کے نزدیک قابل التفات
نہوگا بلکہ مصداق مثل مشہور عذر گناہ بدتر از گناہ کا سمجھا جائیگا کیونکہ اس موقع مین
بوجہ غایت اتصال و قرب تعلق فیما بینہما اوسپر واجب تھا کہ شروح کی طرف مراجعت
کرے اور اس دعوی کے صدق و کذب کو کتب سے مقابلہ کرکے دیکھے تو اوسنے ترک
واجب کیا اور اپنی مذہب کی حمایت مین صریح مرتکب کذب و خیانت کا ہوا تو ایسے
موقع مین جسقدر ملامت کیجاوے بجا ہے اور جسقدر گرفت کیجاوے زیبا۔ پس ہمارے فاضل کا
بحمایت اپنے مفتی صاحب کے فرمانا کہ اگر اونہون نے کتاب نہ دیکھی ہو یا مضامین یاد نرہے
ہون تو کیا عیب و نقص کی بات ہے۔ سراسر واہیات ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہین کہ یہہ سراسر
عیب اور نقص اور خیانت و کذب اور مرتبہ تصنیف کے بالکل مخالف ہے۔ رہا خلافت
کی اہم المہمات ہونیکا جو آپ اشارہ فرماتے ہین سو یہہ وہ غلطی ہے جو ابحاث سابقہ مین
آپکو پیش آچکی اور بتفصیل تمام اسکی نسبت ہم گذارش خدمت کرچکے ہین۔ قال الفاضل
المجیب۔ قولہ۔ یہہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء شیعہ کا پایہ علم اور تدین
بخوبی معلوم ہوسکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیونکا استیفا نہین کیا گیا۔ اقول۔
ہان یہہ ایک بحث کا حال ہے جس سے علماء سنیہ کا پایہ علم و دیانت و فہم و فراست

وعقل دکیاست بخوبی معلوم ہوسکتا ہے حالانکہ اس بحث کی غلطیونکا ہی استیفا نہین کیا گیا
یقول العبد الفقیر لے مولاہ الغنی - بحول اللہ تعالے وقوتہ اہلسنت کا پایہ
علم ودیانت وفہم وفراست ایسا ظاہر وباہر کسی پر مخفی نہین رہ سکتا یہہ ہی جماعت مصداق
ید اللہ علے الجماعۃ وغضب اللہ علے من خالفہا کے ہے - ہان علماء شیعہ کا
پایہ علم ودیانت وفہم وفراست قابل تماشا ہے کہ جنکے اکابر مذہب اونکی زعم مین ہمیشہ تقیہ
کی پردی مین مخفی رہے اور مذہب کو دائما صندوق تقیہ مین بند رکھا سو بحمد اللہ فریقین کے علم
ودیانت اور فہم وفراست کی حالت اسی بحث سے بخوبی معلوم ہوسکتی ہے بشرطیکہ
انصاف کا چشمہ چشم بصیرت پر لگا کر دیکھا جاوے **قولہ** اگرچہ کسیقدر اس بحث کی
مفصل جواب مین بیان ہوا ہے کہ علاوہ خلاف واقع بیان کرنے وغیرہ کے علم
وفضل کا مرتبہ بھی بدرجہ کمال حاصل کیا ہے - یہانتک کہ جو باتین کہ درس خوان صبیان
کو معلوم ہین انسے بھی کمال مہارت بہم پہونچائی ہے - جیسا کہ للہ درہ وفلان کو بدروغ از
قسم دروغ فرماتے ہین حالانکہ کتب نحویہ ولغویہ مین تصریح ہے کہ للہ درہ وللہ ابوہ وللہ بلادہ
مثل یا لہ کے کلمات تعجب سے ہے قسم سے اسکو کیا علاقہ - اور جواب تنزلی وتقدیری کو اصلی
سمجھتے ہین فیا للعجب اس علم وفضل پر کوئی صاحب خاتم المحدثین اور کوئی صاحب خاتم
المتکلمین کا خطاب اپنی اہل نحلہ سے پاتا ہے ان ہذا لشیء عجاب **اقول** اہل انصاف
برائے خدا ذرا اس بحث کو جو ہمارے فاضل مجیب نے بصد ناز وافتخار تحریر فرمائی ہے سنین
اور حضرات علماء شیعہ کا مرتبہ علم وفضل بلاحظہ فرماوین کہ واقعی جو باتین کہ اطفال مدرسہ کو معلوم
ہونگی حضرات اونہین غلطان وپیچان ہوتے ہین اور اونسے بھی واقف نہین ہین یعنی غلط کہا
بلکہ اونہین کمال مہارت بہم پہونچائی ہے - آپ اعتراض فرماتے ہین اور ظاہر یہہ ہے
کہ آپ اپنے علماء سے نقل فرماتے ہونگے - کیونکہ آپ تو فرما چکے ہین کہ مین محض فارسی خوان
ہون - آپکو کتب نحویہ ولغویہ کی تحقیق للہ بلادہ وغیرہ سے کیا تعلق اور نیز اس قول کے شروع عبارت تین بیچ

دستبرد ایما کی لکھی ہین۔ اس بحث کی جواب مین مفصل بیان ہوا ہے تو ہمکو یہہ کہنا چاہیے کہ فاضل مجیب نقلاً اپنی علما سے اعتراض نقل کرتے ہین کہ علماء اہلسنت نے لعمر بلاد فلان کو بدترین قسم دروغ فرمایا ہے حالانکہ یہہ کلمہ تعجب کا ہے۔ اب انکا جواب سنیے کہ یہہ انکی علما کا محض کذب اور افترا اور بہتان ہے ہرگز علماء اہلسنت نے لعمر بلاد فلان کو جو حسب تصریح فاضل بخاری کلمہ مدح کا ہے قسم نہین فرمایا ہے صواعق اور تحفہ اور ازالۃ الغین میری نظر سے بہی گذری ہین اور غالباً تحفہ کی نسبت یہہ اعتراض ہوگا اسلیے مین عبارت ان کتابونکی نقل کرکے اپنے فاضل کو انکی علماء مجتہدین کے تجرد اور تقدس کے قسم دیکر پوچھتا ہون فرمائین تو سہی کہ اس عبارت مین کہان لکھا ہے کہ لعمر بلاد فلان کلمہ قسم ہے خواجہ نصر اللہ رحمۃ اللہ علیہ صواعق مین یہہ خطبہ نقل کرنے کے بعد اول جواب وکان منہ علی وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ خلافۃ الشیخین کے ضمن مین فرماتے ہین فانہ اثبت للامام المعصوم انہ کذب عشر کذبات صراح موکدۃ وحلف عشر حلفات کاذبۃ من غیر الجاء ضرورۃ داعیۃ الیہ فان استصلاح واستجلاب قلوبہم تحصل بغیر الکذب والیمین الکاذب اور نیز دوسری جگہ لکھتے ہین فانہ وقوع الفتنۃ فی خلافۃ عثمان کان معلوما لکل احد غیر خفی ولا یخفی علی الناس القمہ وانہ حلف عشر حلفات کاذبۃ الی ان قال فان المومن اللبیب لا یرتکب الکذب والیمین الکاذب لانہ یحصل بالصدق فضلاً من الاکاذیب لایمان الکاذبۃ حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز تحفہ مین توجیہ اول کے ضمن مین فرماتے ہین لکن بر عاقل منصف پوشیدہ نیست کہ دہ دروغ موکد بقسم را نسبت بجناب معصومی نمودن کہ برای غرض سہل نمایند و لداری چندکس الخ پہر فرماتے ہین کہ کلام ضرورت نہی انہمہ تاکیدات ومبالغات وایمان غلاظ شدہ بود۔ پس یہہ عبارتین ہین اسمین کہان لکہا ہے کہ لعمر بلاد فلان کلمہ قسم ہے حضرات شیعہ کی یہہ عادت ہے کہ اپنی خوش فہمی سے ایک غلط مضمون تراش لیا اور اسپر اعتراض کرنے لگے بمقتضائے کمال فضل وعلم کے

اسجگہ یہہ سمجھ لیا کہ لعمہ بلا و فلان کے معنی قسم کے لکھے ہین اور اسپر اعتراض وارد کرنا شروع کر دیا اب دیکھو کہ شاید اپنی کمال تبحر اور ہمہ دانی سے یہہ سوال کرینگے کہ اگر لعمہ بلا و فلان کے معنی قسم کے نہین لکھے ہین تو پھر تقدیر قسم کہان سے پیدا ہوئی اور کونسا حرف قسم کا عبارت مین موجود ہے جسکے معنے قسم کے خواجہ نصر اللہ اور علامہ دہلوی نے لکھے ہین پس اسکا جواب یہہ ہے کہ نحو کی چھوٹے چھوٹے رسائل مین لکھا ہے کہ قسم مقدر مثل ملفوظ کی ہوتی ہے چنانچہ غالبا کافیہ ابن حاجب مین ہے وتقدیر القسم کالملفوظ پس لعمہ بلا و فلان کلمہ مدح کا ہے بعد اوسکے لفظ لقد قسم مقدر پر دال ہے اور اوسکا جواب واقع ہے مغنی اللبیب مین لکھا ہے وقال غیرہ (زمخشری) فی نحو ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم قد فی الجملۃ الفعلیۃ المجاب بہا القسم مثل ان واللام فی الجملۃ الاسمیۃ المجاب بہا القسم فی افادۃ التوکید دوسری جگہ لام تاکید کے بیان مین لکھا ہے وبعضہم المتصرف المقرون بقد نحو ولقد کانوا عاہدوا اللہ من قبل لقد کان فی یوسف واخوتہ ایات والمشہور ان ہذہ لام القسم بیضاوی مین لکھا ہے ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت اللام موطئۃ للقسم اسپر محشی عبد الحکیم لکھتا ہے ای ممہدۃ ومعینۃ للقسم المحذوف وقرینۃ علیہ تو ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہان قسم مقدر ہے اور تقدیر عبارت اسطرح ہے۔ لعمہ بلا و فلان فواللہ لقد قوم الاود وداوی العمد الخ ای حضرت میر صاحب آپکے علما نے ہمپر یہہ اعتراض کر کے اپنی علم و فضل کے آپ ہی دلیل و سند دیدی پھر اوسپر آپکا اسکو ناز و افتخار کے ساتھہ ہمارے مقابل مین لکھنا اور مناظرہ - یہہ ایک چھوٹی سی بحث ہے جس سے پایہ علم و فضل علمار شیعہ و علمار اہلسنت کا بخوبی معلوم ہو سکتا ہے اور یہہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ علمار اہل سنت خطاب خاتم المحدثین اور خاتم المتکلمین کے لائق ہین یا علمار شیعہ جنکو چھوٹے چھوٹے مسائل نحو مین بھی کمال مہارت ہے خطاب مجتہد اور علم الہدی اور صدوق کے لائق ہین - رہا ابن ہیثم کے جواب کو نثر لی و تقدیری کہنا ایسی خطا فاحش ہے کہ جسکو تھوڑی سی عقل و انصاف ہو وہ بھی اسکو سمجھہ سکتا ہے اور اگر فاضل مجیب شرح ابن ہیثم ملاحظہ فرمائنگے تو خود اپنی

اس خیال پر متنبہ ہو جائنگی قال الفاضل المجیب قولہ - اگر تامل کیا جاوی تو جوابات
تحفہ ایسی غلطیونسی بھری ہین پس اب انصاف سی فرمائیے کہ تحفہ زیادہ عدم اعتماد کے قابل ہے
یا اوسکے جوابات مستند علیہ جناب مخاطب - اقول آپنے جوابات تحفہ کب دیکھی کہ تامل ہوتا
اگر آپ انکو دیکھتی اور کچھہ تامل انصاف سی کام لیتے تو آپکو کالشمس فی نصف النہار روشن
ہو جاتا کہ صاحب تحفہ کی بہت ہی کم ایسے قول ہونگی جو غلطی و خلاف واقع گوئی سی خالی ہون
او حاشا کہ جوابات تحفہ مین غلطی ہو یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ایسی خرافات
و کذب کے جواب مین بجز اسکے کہ ہم سکوت کرین - یا ہم بھی جھوٹ بولین کہ آپ سچ کہنے مین
اور کچھہ جواب نہین دیسکتی قولہ اگر آپکا یہہ فرمانا صحیح ہوتا تو ابتک کوئی صاحب
تو آپ صاحبونمین سی مرد میدان ہوتا اور اونکا جواب لکھتا - اقول جب یہ اس
قابل ہی نہین کہ اہل علم اونکے جواب کیطرف متوجہ ہون تو ہمارا اصل استدلال ابطال
مذہب شیعہ پر تہا بجائی خود باقی رہا پھر ہمکو اونکے جواب لکھنی کے اور ناحق تضییع اوقات
کی کچھہ ضرورت نہین ہے علاوہ اسکے ہمارے بھی ایسی کتابین ہین جنکا علماء شیعہ نے
جواب نہین لکھا تو ہم بھی کہہ سکتے ہین کہ اگر اونمین غلطی ہوتی تو آپ صاحبونمین سے
کوئی تو مرد میدان ہوتا اور اونکا جواب لکھتا - قولہ آپکے خاتم المتکلمین کی یہہ
جرات نہ ہوئی مگر ہان خال خال جہان کہین اونکو اپنے سمجھہ کے موافق قلت تدبر و تفکر
سی جائے انگشت معلوم ہوئی اس قول کو نقل کرکے بہت کچھہ شور و غل مچایا - مگر اہل فہم
و انصاف جانتی ہین کہ فضول تہا - چنانچہ اسی بحث سی جسکو آپنے بڑی ناز و افتخار کر
بتمہید لکہا ہے معلوم ہوگیا اقول ہماری خاتم المتکلمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف
مین جو بلا استقلال آپکی بعض تحریرات کے جواب مین فرمائے بتعداد سطر و احسب محل
و موقع جوابات تحفہ وغیرہ کے بخوبی قلعی کہول دی ہے جس سے صاف واضح ہے کہ یہہ
جوابات قابل التفات طلبہ علوم بھی نہین ہین چہ جائیکہ علما مقتدی جواب ہون چنانچہ

اہل انصاف و فہم جانتے ہین اور سمجھتے ہین اسی بحث سے تو ابھی گذرچکی بخوبی واضح ہے **قولہ**
آپ ہی انصاف فرماوین کہ جب آپنے تحفہ کے اجوبہ ملاحظہ ہی نہین فرمائے تو آپ کیونکر اونکی
اعتماد و عدم اعتماد کی بابت کچھہ کہہ سکتے ہین **اقول** یہہ اپکا خیال وزعم بالکل غلط ہے
جسکی کچھہ اصل نہین **قولہ** جاننے والے پرکہنے والے جانتے ہین کہ کون عتماد کے
قابل ہے **اقول** بیشک آپسے ہمارا بھی صاد ہے **قال الفاضل المجیب** - **قولہ**
شیعونکی بعض فرضی کتابین گھڑلین جناب مخاطب کی تحریر سے تو اونکا مادہ علمی اسقدر معلوم
نہین ہوتا کہ اپنے مذہب کی تمام کتب یا تمام کتب مشہورہ پر عبور اور اونکی واقفیت ہو -
اقول - اس آپکی تشخیص پر ہم بھی صاد کرتے ہین مین اپنی کم علمی ہیچمدانی شروع ہی
مین عرض کرچکا ہون **یقول العبد الفقیر الے مولاہ الغنی** چونکہ اسجگہ
فاضل مجیب نے جو ہماری جواب کے عبارت نقل کی ہے اوسمین خلط واقع ہوتا ہے مبادا ناظرین
اقوال کو تعیین اقوال مین تردد و اشتباہ واقع ہو اسلیے بنظر احتیاط عرض کرتے ہین
کہ اسجگہ جو لفظ قولہ ہماری فاضل مجیب کی کلام مین واقع ہے یہہ قول ہماری تحریر مین کا ہی
اور ضمیر اسکی راجع بطرف فاضل مخاطب ہے اور بعد اسکی عبارت "شیعونکی بعض فرضی کتابین
گھڑلین اصل سوال فاضل مخاطب کا جملہ ہے جسکا جواب ہمنے لکہا ہے اور کہاں جناب
مخاطب کے تحریر سے الخ پس ناظرین یہہ خیال نفرماوین کہ قولہ کے قائل فاضل مجیب ہین اور ضمیر
ہماری طرف راجع ہے اور عبارت شیعونکی بعض فرضی الخ ہماری عبارت ہے جیساکہ ظاہر سے
مستفاد ہوتا ہے فلیتنبہ - سابق مین ہماری فاضل مخاطب نے ہمارے قولہ کو اپنے قولہ کے
ساتہہ ملاکر بتکرار قولہ قولہ کرکے لکہا تہا معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک لفظ قولہ سہواً
کاتب سے ترک ہوگیا ہوگا یا عمداً کرکے مستغنی سمجھکر چھوڑدیا ہوگا - تعجب ہے کہ باینہمہ ہیچمدانی
اگر یہہ کسر نفس کے طور پر نہین ہے تو آپنے اصول و فروع مین بلا تقلید مرتبہ حق الیقین کا
کیونکہ پیدا کرلیا معلوم ہوتا ہے کہ اصل ادعا کی ہمہ دانی ہے اور یہہ محض تواضع -

قولہ لیکن اگر گستاخی معاف ہو تو بصد ادب استدعا گذارش ہے کہ بندہ تو تمام کتب یا تمام کتب مشہورہ پر عبور نہین رکہتا اور واقف نہین کہ جناب باایمہ ادعائی علم وفضل اصل مسئلہ مذکورہ فیہ سے بہی آگاہ نہین چنانچہ امامت کو مسائل فرعیہ سے بیان کرنے مین از ازالۃ العین بہ تصریح ہوئی۔ اس مسئلہ کو آپکی کتب احادیث وغیرہ حتی کہ کتب عقائد مین اہم المہمات لکہا ہے مگر آپ اسکو اہم المہمات نہین جانتے یہہ محض کتب کلامیہ وعقاید واحادیث وغیرہ پر عبور نہونے کا ہی سبب معلوم ہوتا ہے ورنہ شاید اجتہاد کا دعوی تو آپکو بہی نہو **اقول** حضرت نے دریافت فرمایا تہا کہ مسئلہ امامت اہل سنت کے نزدیک اصول مین سے ہے یا فروع سے بندہ نے بجواب اوسکی عرض کیا کہ اہلسنت کے نزدیک مسئلہ امامت فروع مین سے ہے اور اوسکی ثبوت مین حوالہ خاتم المتکلمین کے عبارت کا جو اسوقت سامنے موجود تہی لکہنا کافی سمجہا پس اسپر جناب کا فرمانا کہ اس مسئلہ متنازعہ فیہا سے آگاہی نہین آپ ہی انصاف فرمادین کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اگر آپ کسی مسئلہ مین اوسکی ثبوت کے وقت حوالہ ابی جعفر النصیر یا مفتی کنتوری صاحب کا دیدین اور مسئلہ بہی صحیح فرمادین تو کوئی دعوی کرسکتا ہے کہ آپ اس مسئلہ سے آگاہ نہین حاشا وکلا۔ اور بالفرض اگر مین شرح عقاید کا حوالہ دیتا تو بہی آپ یہہ ہی اعتراض فرماسکتے تہے جبتک کہ تمام کتب عقاید واحادیث وغیرہ کی فہرست نہ جاتے حالانکہ کوئی شخص تمام حوالونکو جمع نہین کرتا۔ ظاہر ہے کہ حوالہ سے مقصود یہہ ہوتا ہے کہ مسئلہ کی صحت کی نسبت طمانیت ہو جاوے اور یہہ بمجرد نقل قول کسی معتبر عالم کے حاصل ہو سکتا ہے علی الخصوص جبکہ مسئلہ بہی مسائل فروعی مین سے ہو اور یہہ امر حضرت خاتم المتکلمین کے طرف حوالہ سے بخوبی حاصل ہے پس اسکی نسبت جناب کا عدم آگاہی فرمانا عدم آگاہی قانون انصاف سے ہے۔ اگرچہ یہہ بات مسلم اور صحیح ہے کہ بندہ کو تمام کتب کلامیہ واحادیث وغیرہ پر عبور نہین ہے اور نہ بندہ کو دعوی اجتہاد ہے مگر تعجب یہہ ہے کہ آپکی جناب مفتی صاحب نے خلاف واقع دعوی فرمایا کہ شرح ابن ابی الحدید

مین کہین یہہ توجیہات مذکور نہین اور جناب نے اوسکی نسبت عذر فرمایا کہ کیا ضرور ہے کہ ہر عالم کی کتاب اور اوسکی تحقیق ہمیشہ مدنظر رہے ہر ایک کتاب کا نہ دیکھنا یا بروقت تحریر اوسکے مضامین کا یاد نرہنا کچھہ بڑے بات نہین اور کچھہ عیب و نقص کی بات نہین کہ اگر ایک کتاب کو نہ دیکھا ہو یا اوسکے مضامین یاد نرہے ہون۔ پس جب آپکے نزدیک شرح نہج البلاغت کی نہ دیکھنے سے آپکی مفتی صاحب کے تبحر مین کچھہ فرق نہ آیا اور اونکی کذب کیطرف سے یہہ عذر بارد فرمایا اور بسر و چشم قبول کرلیا تو ہمنے ایسا کیا قصور کیا تہا کہ باوجودیکہ مسئلہ صحیح عرض کیا اور حوالہ بہی صحیح دیا لیکن ہان تمام حوالونکو جمع نہین کیا اسکو ہماری کتب عقاید و احادیث وغیرہ پر عدم عبور کا سبب قرار دیا اور عدم آگاہی اور ناواقفیت سمجھا۔ آپنے انصاف کے کس قاعدہ کے موافق یہہ فیصلہ فرمایا آپکی مفتی صاحب باوجود خطا کے بہی متبحر رہین اور ہم بے خطا ناواقف و نادان سمجھے جاوین یہہ صریح ہٹ دہرمی اور حق پوشی نہین تو کیا ہے۔ انصاف تو اسکو مقتضی ہے کہ اگر ہمکو آپ صرف اس وجہ سے مطعون کرتے ہین کہ ہمکو کتب احادیث و کلام وغیرہ پر عبور نہین یا وقت تحریر مضامین یاد نرہے تو اپنی مفتی صاحب کو بہی اگر دو چند نہین تو ہماری برابر تو مطعون و ملام بنایئے۔ رہا اہم الملہمات کا ذکر کرنا یہہ وہ خوش فہمی ہے جو بہت جگہہ اس تحریر مین آپنے ظاہر فرمائی کہ ہم گنتے گنتے تہک گئے۔ اور اسکا جواب مفصل سابقاً مذکور ہو چکا ہے۔

قال الفاضل المجیب۔ قولہ اگر دعوی ہے اور اجازت ہو تو بندہ معیار امتحان سے اس امر کی بخوبی آزمایش کرسکتا ہے۔ اقول۔ بندہ کو ہرگز دعوی نہین ہے مین کیا اور میرا دعوی کیا جاہل و ظالم و ناقص ہیچمیرز و ہیچمدان اقل الخلیقۃ بل لاشی فی الحقیقۃ ہون اور اسکی جواب مین بجز اسکی کہ جناب نے اپنی بلند حوصلگی و عالی ظرفی ظاہر فرمائی ہے کیا عرض کرون اگر غرور و تکبر معیوب و ممنوع نہوتا تو شاید بخیال اسکی کہ التکبر مع المتکبر صدقۃ یہہ شعر عرض کیا جاتا۔ بیت خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان ✦ تا سیہ روشود ہر کہ دروغش باشد

مفصل نہ اوسکی تصنیف وتالیف کا زمانہ مشرح بمقابلہ خصم بیان کیا جاوے تو محض لغو ہوگا۔
یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی - اگرچہ کتب غیر متداولہ ومفقودہ ومستورہ کی
مثال طلب کرنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی غیر معلوم ومجہول کی مثال طلب کرے مگر ہم اپنی حضرت
فاضل مجیب کو مثال ہی سے سمجھاتے ہیں سنئے کہ آپکی بلکہ فریقین کی کتب رجال وفہرست مصنفین
وعلما میں بعض علما کثیر التصانیف کی نسبت تحریر ہے کہ صدہا مجلدات انکی تصانیف ہیں چنانچہ
ابن شہر اشوب نے معالم العلما میں فضل بن شاذان کی نسبت لکھا ہے ولہ مائۃ وستون
مصنفا اور نیز اوسی ابن شہر اشوب نے عبد اللہ بن احمد بن ابی زید الانباری کے حال میں
لکھا ہے لہ مائۃ واربعون کتابا محمد بن مسعود عیاشی کی نسبت لکھا ہے کتبہ
یزید علی مائتی مصنف محمد بن علی بن بابویہ القمی کے حال میں لکھا ہے لہ نحو
من ثلثمائۃ مصنف علی ہذا القیاس اور بہت سے علمار کی نسبت اسی طرح درج ہے لیکن
اگر تتبع وتلاش کیجاوے تو بجز چند کتابوں کے جو بہ نسبت کل کے بہت قلیل المقدار ہونگی کسیکا
کہیں پتہ ونشان نہیں ملیگا تو انکی نسبت یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ کوئی کتابیں ہوتیں
تو موجود اور علمار کی زبان پر مذکور ہوتیں اور ایسی ہی کتابیں ہیں کہ جنکی مصنفین کا حال
کچھہ معلوم نہیں چنانچہ معالم العلمار کے آخر میں آپنے ملاحظ فرمایا ہوگا اور یہہ بھی ہر ایک
پر واضح ہے کہ جامع فہرست علمار کو اول تو استیعاب واستیفا کتب مصنفہ بیان کرنا مقصود
نہیں ہوتا تھوڑی کتابیں بطور نمونہ درج کردیتے ہیں اور اگر استیعاب ہوتا بھی ہے تو اپنی علم
وواقفیت کے موافق ہے اور ظاہر ہے کہ کچھہ ضرور نہیں کہ اونکا علم ہر ایک شخص کے تمام مصنفات
وحاوی وشامل ہو آپنے معالم میں ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ اول میں لکھا ہے وان کانت الکتب
لا تعد ولا تحد وآخر میں لکھا ہے تم الفہرست والکتب غیر منحصرۃ اس سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ اونکو استیفا مقصود نہیں علاوہ ازیں چند کتب در مسائل بندہ کے
ن بھی مذہب شیعہ کے مصنفہ علمار شیعہ موجود ہیں آپ اونکا بھی حال تلاش کر دیکھیں

اور تتبع کرکے فرمادین کہ وہ کس کس کے کتابین و رسائل مین - رسالت الاشراف کتاب
الاشراف - حجۃ الکاملہ - نوادر الاثر مختصر التوبیص اگر ایک کتاب کے وسطے ضرور ہے کہ اوسکا
حال اور اوسکی مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف مفصل و مشرح معلوم ہوا کرے تو انکو ہ ابہی
اسی طرح تفصیل کے ساتہہ معلوم ہوگا - رہا صحت منتہا دکی نسبت جو کچہہ سیر فرمایا ہے
سوانحہ حضیہ مین ہمارے سندکی صحت کا مدار کچہہ محاج السالکین ہی پر نہین ہے بلکہ اور بہی بعض
معتبر کتابون سے ثابت ہے چنانچہ ہم آئندہ اوسکو نقل کرینگے اسیواسطے حضرت علامہ دہلوی صاحب
تحفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اقتصار محاج السالکین ہی پر نہین فرمایا ہے پس جبکہ یہہ روایت
دوسری معتبر کتابون مین بہی موجود ہے تو اگر بالفرض محاج السالکین مفقود و مستور ہوا اور سکے
استدلال صحیح نہو تاہم ہماری استدلال کے صحت مین بابت جناب بتول رضی اللہ عنہا و حسنین رضی اللہ عنہما
کے ساتہہ کچہہ کلام نہین ہوسکتی - غرض کتب کی نسبت آپکا یہہ دعوی فرمانا کہ جو کتاب تصنیف ہوئی
ضرور ہے کہ اوسکا اور اوسکی مصنف کا حال اور زمانہ تصنیف معلوم ہو خلاف بداہت ہے بہت ایسی کتابین
تصنیف ہوئی جو بعد مین مفقود ہوگئین اور بہت سی ایسی کتابین ہین کہ جنکی مصنفین کا کچہہ حال
معلوم نہین - اکثر کتابین جو گذشتہ قرون مین زیر درس تہین اسوقت انکا نام و نشان
بہی نہین قاعدہ ہے جب ایک چیز کا تداول کم ہوجاتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ شی ہی اول قلیل معدوم
کی ہوتی ہے اور پہر حقیقۃ معدوم ہوجاتی ہے - آپکو معلوم ہوگا کہ اقلیدس کے بعض معالون کا
کہین پتا و نشان نہین مصنفات افلاطون و ارسطاطالس وغیرہ کا اسوقت کہین نام و نشان
باقی ہے اچہا انکو رہنے دو صحف ابراہیم علیہ السلام کا کہین عالم مین وجود ہے توریت
و انجیل و زبور اصل کہین پائی جاتے مین - علی ہذا القیاس صدہا بلکہ ہزارہا ایسی کتابین
ہونگی جو ایک زمانہ مین مشہور تہے اور بعد اوسکی مفقود ہوگئی اس جگہ غرض ان کے بیان سے صرف یہہ ہے
کہ یہہ کچہہ لازم نہین کہ اگر ایک شی کا وجود ایک زمانہ مین ہو تو بعد اوسکی بہی اوسکا وجود
باقی رہے - جیسا کہ ان کتب سماوی کا وجود خارجی مفقود ہوگیا ہے ممکن ہے کہ بعض کتب

ایسی ہوں کہ اونکا وجود خارجی اور علمی دونو جاتے رہیں اور کوئی دلیل عقلی یا نقلی اسکی استحالہ پر قائم نہیں ومن اوئی تعسلیہ البیان اور منہاج السالکین لواوس جنس سے نہین کہ جسکا وجود مطلق نرالا ہو۔ آخر حضرت علامہ کابلی ہم نے جو واقع ہین اوس سے استشہاد کیا حکیم مخدوم سلامت علیخان نے اوسکی وجود کی شہادت دی اسکی وجود کی دلیل کافی ہے۔ رہا اسکو اہلسنت کا افترا سمجھنا اور انکار کرنا اور یہہ کہنا کہ اپنی نفع کے لیے گھڑی ہوگی اور چونکہ اس باب مین اہلسنت متہم ہین لہذا اونکی شہادت قابل قبول نہین سو اسکا جواب ہم عنقریب بیان کرین گے۔ قال الفاضل المجیب قولہ پس یہہ بھی اپنی قدما کی بہروسہ پر جنہون نے براہی نام تحفہ کے جوابات لکہی ہین لکہا گیا ہے۔ اقول۔ حضرت اسیطرح آپنی بہی اپنی قدما کی بہروسہ پر بلکہ بعینہ وہی مضمون نقل کر دیا ہے یقول العبد الفقیر اصلح مولاہ الغنی اس قول مین فقط براہی نام تحریر جوابات کے وقت ملحوظ خاطر نہین ہوئی مطلق قدما سمجھکر معارضہ فرمایا پس یہہ معارضہ ہمپر وارد نہین ہو سکتا قولہ جناب من قدما کی ہی بہروسہ پر معاملات دینی مین گفتگو ہوا کرتے ہین اپنی رای کا دخل کم ہوتا ہے اقول چونکہ آپنے اپنی عقل و فہم کے زمام کو اپنے قدما کے اہوا کی سپرد کیا ہے اور اپنی عقل کو دخل نہین دیتے اسیواسطے صراط مستقیم سے منحرف اور جماعت سے ایک طرف ہوگئی ہین ہمنے بحول اللہ وقوتہ اپنا امام کتاب اللہ کو قرار دی رکہا ہے اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مدار کار ہے اوسکی خلاف کسیکی نہین مانتے جو اوسکی موافق ہو وہ علی الراس والعین سمجھتے ہین ایسی حبل المتین اسلام کو محکم پکڑی ہوئی ہین۔ حضرات کے کتاب اللہ جب امام غائب غار سے نکل آوینگے تب شاید کچہہ معمول بہا ہو تو ہو ورنہ ابتک تو صرف منشا مین و زرارہ و ابو بصیر وغیرہ کے ربقہ تقلید زیب جید بلکہ اقرب من حبل الورید ہے قولہ مگر ہم مین اور آپ مین اسقدر فرق ہے کہ گو آپکے قدما بلا دلیل ہے کوئی دعوی کیون نکرین بدون سوچی سمجہی اپنے عقل و علم سے کام لیے محض تقلیدا آپ تسلیم کر لیتے ہین چنانچہ ازالۃ الغین سے

آپنے یہہ مضمون نقل کردیا اور جو مثال آپکے خاتم المتکلمین نے وہان لکھی ہے اوسکو اوسکے باب
متنازعہ فیہ کو مطابق کیا بدون تامل اونکا مضمون تسلیم کرلیا - آیات بینات سی جو عبارت متعلق
ہیت غار آپنے نقل کیے ذرا نہ سوچا کہ یہہ عبارت ہماری دعوی کو ثابت کرتی ہے یا نہیں جو میر مہدی
صاحب نے لکہا اسکو بسر و چشم قبول کرلیا اور یہہ وثوق ہم پونچا یا کہ ہمارے مقابلہ مین بہی
نقل کردیا - اور ہم اس قسم کی تقلید نہین کرتے بلکہ اصول مین تقلید جائز ہی نہین جانتے
ان مدلل قول کو بیشک تسلیم کرلیتے ہین کہ اوسکے تمام مقدمات من کل الوجوہ اپنی نظر سے گذری
ہون - اقول گذشتہ ابحاث سی اہل فہم و انصاف پر واضح و روشن ہے کہ قدیم آپکی تقلید
بے سوچے سمجہے اور بدون اپنے فہم سے کام لیے آپ کرتے یا ہم کرتے ہین - فروع کو تو پہلا
رہنے دیجیے آپ تو اصول مین آنکہین عقل و فہم کی بند کرکے تقلید فرماتے ہین - امامت کے اصول
دین ہونے پر کونسی دلیل قطعی قائم ہی جس سے آپ اسکا اصول دین ہونا ثابت فرماتے ہین
مسئلہ رجعت پر کونسی دلیل قطعی قائم ہے جس سے وجوب اعتقاد ثابت فرماتے ہین محض
تقلید بے سوچے سمجہے اور اپنے عقل سے کام لیے مدار کار ہے اور یہہ جو فرماتے ہین کہ مدلل
قول کو تسلیم کرتے ہین - پس یہہ محض دعوی لسانی ہے - دیکہیے قطب راوندی کے قول پر
جو اسنے نہج البلاغہ فلان کے بارہ مین لکہا ہے کہ اس سے مراد ایک شخص صحابہ مین سی ہے
جو وقوع فتن سی پہلے وفات پاگیا کونسی دلیل قائم ہے جو آپ نے برخلاف ابن میثم وغیرہ
اوسکو بے سوچے بسر و چشم قبول کرلیا کیا مدلل قول ایسی ہی ہوتے ہین جیسا آپکے قطب
راوندی کا قول ہے اور مدلل اقوال کے تسلیم ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ جناب نے اپنے قطب
الاقطاب کے قول کو تسلیم فرمایا پہر طرفہ تماشا یہہ ہے کہ فرماتے ہین گو اوسکی تمام مقدمات
من کل الوجوہ اپنے نظر سے گذری ہون خیال کرنا چاہیے کہ جب تمام مقدمات اوسکی من کل
الوجوہ نظر سی نہین گذری تو اوسکا مدلل ہونا آپکے نزدیک کیونکر ثابت ہوا بجز اسکے آپنے تقلیداً
اوسکو مدلل خیال کرلیا ہو اور کوئی صورت نہین ورنہ جب موقوف علیہ ہی پورے طور پر

انکی نظر سے نہین گذرا تو آپکے نزدیک اسکا دلیل ہونا کیونکر ثابت ہوا **قولہ** اور تحفہ کے جواب جب اپنے دیکھے ہی نہین تو آپکا یہہ کہنا کہ برای نام لکھے ہین کیونکر صحیح ہو۔ اگر آپ ان جوابونکو دیکھین اور کچھہ بھی عقل و انصاف سے کام لین تو خود بول اوٹھین کہ واقعی یہہ جواب لاجواب ہین۔ **اقول** اگر عقل و انصاف سے کام لینا اسیکا نام ہے جیساکہ جناب نے کام لیا کہ بدیہیات کا انکار کردیا اور خلاف بداہۃ دعوی کیا کہین فرمایا کہ ابن میثم کے توجیہات تسخر پر مبنی ہین کہین تنزل پر نازل کیا کہین دعوی کیا کہ سید بلاو فلان کو علماء اہلسنت قسم کہتے ہین الی غیر ذلک من الاکاذیب تو ایسی عقل اور ایسا انصاف جناب کو اور جناب کے اہل مذہب کو ہی مبارک رہی اور اگر واقعی عقل و انصاف مراد ہے تو اوسکی روسے آپ تو کیا خود اون جوابات کے مصنفین بھی اونکی نسبت ایسا دعوی بوجہہ سے نہین نکال سکتے پس دعوی محض اس قول کے قبیلہ سے ہے حبک الشی یعمی و یصم **قال الفاضل المجیب** قولہ سوانکی کیفیت ذرا ملاحظہ ہو خاتم المحدثین علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ مین حدیث مجاج السالکین سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رضا کی نسبت حضرت ابوبکر رض کے ساتھہ معاملہ فدک مین استدلال فرمایا ہے اوسکی جواب مین طعن الرماح مین لکھا ہے و تا حال نام کتاب مجاج السالکین بگوش کسی از شیعیان نرسیدہ فضلاء عن کونہ مشہور اچہ مستبعد نیست کہ نام کتاب را خود ش بدروغ ساختہ باشد انتہی ملخصا اور علامہ کنتوری نے اس سے بھی بلند پروازی فرمائی اور صاحب تحفہ کی وضع کرنے پر قرینہ بھی جما دیا وہ یہہ کہ باب سیوم مین علماء و کتب شیعہ کا ذکر کیا ہے اس کتاب اور اسکے مصنف کا ذکر نہین کیا۔ انتہی نقلاً عن ازالۃ الغین۔ بجواب اسکی مولانا حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الغین مین فرماتے ہین این کتاب یعنے مجاج السالکین خود در صواعق و سیف المسلول و مانند آن مذکور ست و ہم نزد حکیم مخدوم یعنے سلامت علی خان مرحوم بود و از تصنیفات طبرسی کہ بہ عماد الدین و امین الدین شہرت دارد محسوب ے مدود پس جہالت احد بہا مبنی بر عصبیت و جہل ست فکیف

دعوی جہالت کلاہما انتہی بقدر الحاجۃ۔ اقول ۔ افسوس کہ آپنے بیان ہی عقل و انصاف سے
کام نلیا علامہ علیہ الرحمۃ کے نسبت بلند پروازی تو طنزاً تحریر فرمائی مگر اوسکی جواب مین کچھہ
بہی نلکہا ۔ آپ غور فرماوین کہ جب آپکی خاتم المحدثین نے آپنا تبحر جہانی کے پیر کتب علمائیہ کا
حال لکہا ہے تو جس کتاب سے شیعونکی بہت بڑی دعوی کو اپنے زعم مین باطل کرنا چاہتے
ہین اگر کہین کچھہ ہی نشان اہل کتاب یا اسکی مصنف و مولف کا پاتے تو ضرور اسکا ہی
ذکر کرتے ۔ یہہ ذکر نکرنا اسبات پر قوی قرینہ ہے کہ اس نام کے کوئی کتاب کتب شیعیہ مین
نہین ہے اور نہ اسکا مصنف کوئی مشہور شخص ہے ۔ یقول العبد الفقیر الی مولاہ
الغنی ۔ فی الحقیقۃ یہہ افسوس جناب ہی کے حال کیطرف عائد ہے کیونکہ اس بحث
مین بہی انشاء اللہ تعالے عنقریب واضح ہو جائیگا کہ عقل و انصاف سے ہم نے کام
نہین لیا یا کہ ملازمان جناب والا نے ۔ رہا یہہ کہ آپکی علامہ کا جواب تو خود ظاہر ہے آپکی علامہ کا
دعوی اوسوقت صحیح ہو جبکہ یہہ امر ثابت ہو کہ علامہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحفہ مین استیفا کتب
مقصود ہو بلکہ اوسکی دیکھنے سے یہاںتک معلوم ہوتا ہے کہ جن کتابونسے تحفہ مین استدلال
فرمایا ہے بیان کتب مین اونکا بہی ذکر نہین فرمایا غالباً جناب کو بہی معلوم ہوگا کہ
خود نہج البلاغت کا جسکی عبارات سے جا بجا استدلال فرماتے ہین بیان کتب مین ذکر نہین
فرمایا تو اب اسکی نسبت بہی اعتراض فرمائیے کہ جس کتاب سے شیعونکی بہت بڑی بڑے
دعوونکو باطل کرنا چاہتے ہین اگر کہین کچھہ ہی نشان اس کتاب یا اوسکی مولف کا
پاتی تو ضرور اسکا ہی ذکر کرتے یہہ ذکر نکرنا اسبات پر قرینہ قوی ہے کہ اس نام کی کوئی
کتاب کتب شیعہ مین نہین ہے اور نہ اسکا مصنف کوئی شخص مشہور ہے علی ہذا القیاس
اور بہت کتابین جنکی روایات سے استدلال کیا ہے اور اونکا مذکور نہین ۔ پس خدا کے
لئے ذرا انصاف سے فرمائیے کہ عقل و انصاف سے کام لینا اسیکا نام ہے شاید عقل و انصاف
سے آپنی عقل و انصاف مراد ہوگی یعنے ہماری عقل و انصاف سے کام نہین لیا سو یہہ بہی

عین عقل و انصاف ہی سے کام لیتا ہی - **قوله** آپ کے خاتم المتکلمین نے جو کچھہ ازالۃ الغین
مین اس بابمین لکہا ہے اور آپنے اوسکو نقل کیا ہے اسکی جواب مین ہم صرف نفحات الرحمن
کی خاتمہ مین جو کچھہ لکہا ہے بتغییر یسیر نقل کرتے ہین اور وہ الفاظ جو مخاطب کے طبع نازک
پر گران گذرین نہین لکہتے بلکہ بجائے اونکی الفاظ ملائم لکہتے ہین حضرت مجیب سے انصاف کی
امید ہے و ہو ہذا - ہرگاہ بروایت بخاری و مسلم کہ اصح الکتب و مجمع علیہ اہلسنت ہین کہ
بقول شاہ صاحب یہہ دو نو کتابین مخدوم طوائف انام و جمیع علماء اسلام مین اور شہرت
و تلقی بالقبول مین بدرجہ علیا پونچی ہین حتی کہ جامع الاصول مین نقل ہے کہ صحیح بخاری کو بخاری سے
بلا واسطہ نوّے ہزار علما و فضلا نے سنا ہی اور نادرین کتب رجال پر انکی فضائل ہوش ربا
مخفی نہین غضبناک ہونا جناب سیدہ کا مقدمہ فدک مین حضرت ابوبکر پر اور پہر نہ کلام
کرنا اونسے تمام عمر ثابت ہوا تو اب علما اہل سنت نے ناچار ہوکی حرکتین مذبوحی کین چنانچہ
خود شاہ صاحب بتقلید خواجہ کابلی بخلاف روایت بخاری و مسلم و بمقتضای الغریق یتشبث
بکل حشیش درپے رضا رجناب سیدہ ہوکی روایات موضوعہ و حکایات مصنوعہ مدارج النبوۃ
و کتاب الوفا بیہقی و شرح مشکوۃ و ریاض النضرۃ و فصل الخطاب و کتاب الموافقہ ابن سمان
سے ہوئی حالانکہ ان سب کتابوںمین صرف دو روایتین ہین کہ اوزاعی و شعبی سے نقل ہوئی ہین
یہہ دو نو روایتین شعبی و اوزاعی کی باوصف کہ روایات صحاح مکذب انکی ہین مرسل ہین کما فی تشئید
المطاعن - ثانیا کذبا و افترا کتب اہل حق سے اثبات رضا چاہا اور استشہاد مین عبارت
محجاج السالکین محض بتقلید کابلی پیش کی اور حکیم سلامت علی بنارسی کہ خلاف واقع گوئی مین شاہ صاحب
سے بہی بلند مرتبہ رکہتے ہین اوہنون نے تخمینا محجاج السالکین کو مع تفسیر مجمع البیان
و احتجاج کی تصنیف عماد الدین طبرسی کے بیان کیا یہہ محض خبط و خلط ہی بلکہ دلیل
اختلال دماغ حکیم صاحب موصوف ہی کیونکہ مجمع البیان اور احتجاج یقینا عماد الدین
طبرسی کے نہین بلکہ مجمع البیان تصنیف ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کی ہے اور

احتجاج تصنیف ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی ہے کہ حکیم صاحب نے
ان دونوں کتابونکو تالیف شخصین مختلفین سے ہین شخص ثالث کی طرف منسوب کیا یعنی طرف
عماد الدین طبرسی کے اور عماد الدین طبرسی علماء مصنفین شیعہ مین کوئی نہین ہے ایک عماد الدین مصنف کتاب بشارة المصطفیٰ
مشاہیر علماء شیعہ سے ہین وہ طبرسی نہین بلکہ طبری ہین - پس یہان حکیم صاحب کو تحیر
مین کمال غلطی ہوئی کہ دو کتابونکو جو دو شخص مختلف کے ہین تصنیف ایک شخص مفروض کے
بیان کرتے ہین مگر حکیم صاحب یہہ عذر پیش کر سکتے ہین کہ مین نے یہہ کتاب واسطے
تسلی اپنے بیٹونکی لکھی ہی اس سے یہہ غرض نہین کہ علماء فریقین اسکو دیکھین یعنی اسکی جیسے لوگ
حیدر علی نے علم تکلم بمقابلہ اہل حق بلند کیا تو مقام اثبات کتاب منہاج السالکین کو نسبت
آن بتصنیف و توثیق مصنف اپنی مدعی اسکی ہوئی کہ یہہ کتاب صاحب صواقع یعنی خواجہ
نصر اللہ کابلی کے پیش نظر ہے اور شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے عبارت اسکی بلا
وساطت نقل کی اور حکیم سلامت علی کے ملاحظہ سے گذری یہہ محض دعوی لسانیہ قابل التفات
وجواب نہین - اور نیز مولوی حیدر علی نے ازالة الغین مین منہاج السالکین کو منسوب بطرف
عماد الدین کر کے اسقدر اور زیادہ کیا کہ یہہ عماد الدین معروف بامین الدین طبرسی ہے - ہل
ہذا الا کذب صراح وبہتان بواح - بالجملہ اولاً امین الدین طبرسی صاحب مجمع البیان
ہرگز مشہور بعماد الدین طبرسی نہین - ثانیاً کتاب منہاج السالکین تصنیف اونکی نہین کسی نے
دہما والثیا سابھی انکی طرف منسوب نہین کی - چہ خوش - خواجہ کابلی و محدث دہلوی کو تو
ہرگز یہہ میسر نہ ہوا کہ نسبت کتاب و نام مصنف و توثیق ثابت کرتے اب حکیم صاحب
و مولوی حیدر علی صاحب بعد خرابی بصرہ چاہتے ہین کہ چند خرافات سے توثیق کتاب ثابت
ہو جاتے اور یہہ نہین سوجھتی کہ ایسے امور سے سوای ثبوت عجز و عدم تدین کچھہ فائدہ نہین
استیقی بقدر الحاجة - اب حضرت مجیب لبیب کی خدمت اقدس مین بصد ادب عرض ہے
کہ برائے خدا و رسول انصاف فرماوین - کہ کیا حسب آداب مناظرہ کسی کتاب کے توثیق کا ثبوت

اسیطرح ہوا کرتا ہے آپکو خاتم المتکلمین جو اپنے اور اپنے اہل نحلہ کے زعم مین فن مناظرہ مین ید طولے
رکھتے تہے اور بقول آپکے مہدی صاحب کے شیعہ بیچاری تو انکی نام سے کانپتی ہین ایسے بڑے
فاضل اجل او متکلم بے بدل کا یہہ لکہنا کہ این کتاب یعنے مجاج السالکین خود در صواقع و سیف
مسلول و مانند آن مذکور ست دہم نوز حکیم صاحب مخدوم یعنے سلامت علیخان مرحوم
کمال ہی عجز و ضعف پر دال ہے اور ان کتب مذکورہ سے شہادت لازمہ شہادہ النصب علیٰ
ذہنہ سے کم نہین۔ **اقول** افسوس کہ بیان ہی آپنے عقل و فہم سے کام نہ لیا اور ہماری
عبارت کو کہ محض اردو تہی نہ سمجہا کاش اتنا ہی سمجہہ لیتے کہ منشا اعتراض کیا ہے اسلیے ضرور
ہوا کہ مکرر نقل عبارت مسروقہ سابقہ مقتضائے اعتراض کے تقریر کرون اوسکی بعد اہل دانش ونہی دیکہین
کہ حضرت مجیب ہے جواب کو اوس اعتراض سے کیا ربط و تعلق ہے۔ بندہ نے عرض کیا تہا
کہ علامہ دہلوی قدس سرہ العزیز نے درباب رضا حضرت فاطمہ رضا حدیث مجاج السالکین سے
استدلال کیا تہا بجواب اوسکی طعن الرماح مین لکہا کہ تا حال نام کتاب مجاج السالکین بگوش کسے
از شیعیان نرسیدہ۔ چہ جستند ست کہ نام کتاب خودش بدروغ ساختہ باشد انتہےٰ اور علامہ
کنتوری نے باب سیوم مین ہم ذکر کر دیا ہے کہ قرینہ وضع کا قرار دیا اسپر مولوی حیدر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا ہے۔ واین کتاب یعنی مجاج السالکین خود در صواقع و سیف مسلول و مانند آن مذکور ست الخ
اس سے صاف ثابت ہے کہ صاحب طعن الرماح نے جو یہہ اعتراض کیا ہے کہ اس کتاب کا نام خود
صاحب تحفہ کا مصنوع ہے اور یہہ روایت حضرت علامہ دہلوی کی بنائی ہوئی ہے یہہ سراسر کذب ہے
کیونکہ جب صواقع اور سیف مسلول مین اس کتاب کا نام اور اس روایت کا حوالہ اس کتاب کی طرف موجود
ہے تو صاحب تحفہ رحمۃ اللہ علیہ کیطرف کذب و وضع کی نسبت کرنا محض کذب و دروغ بیجا ہے رہا
یہہ کہ اگر اپنی اس دعوی کو کاذب تسلیم کرین اور فرمادین کہ یہہ وضع و افترا صاحب تحفہ قدس سرہ
نہ تہے صاحب صواقع کا ہوگا۔ بہرکیف اسکا جواب اہل سنت کی ہی ذمہ ہے سو اسکا جواب
یہہ ہے کہ قرینہ قطعیہ قائم ہے کہ اہلسنت کو اس وضع و افترا کی کچہہ ضرورت نہین کہ نام کتاب بطور خود گہڑین کیونکہ

عبارت تحفہ سے واضح ہے کہ اس روایت کا جو کچھ مدار ہے مصباح السالکین پر ہی منحصر نہین بلکہ اور بہی معتبر کتابونمین مروی ہے چنانچہ ہم نقل کرینگے۔ پس جبکہ یہہ روایت اور بہی بعض معتبر کتابونمین مذکور ہے تو عقل سلیم کیونکر تسلیم کرتی ہے کہ باوجود پائی جانے روایت کے معتبر کتابونمین انکو ترک کرین اور فرضی نام کتاب کا تراش کر روایت کو اوسکی طرف نسبت کرین۔ یہہ روایت فاضل تبحر کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی نے اپنی شرح کبیر نہج البلاغت مسمی بمصباح السالکین مین جسکے خطبہ مین خدا تعالے سے عہد کیا ہے کہ حق سے مراعاۃً لاحدٍ تجاوز نہین کرونگا اور ہرگز باطل کیطرف میل نہین کرونگا نقل کی ہے ہم اصل شرح مطبوعہ ایران سے نقل کرتے ہین۔ وروی انہ لما سمع کلامہا حمد اللہ واثنی علیہ وصلے علی رسولہ ثم قال یا خیرۃ النساء وابنۃ خیر الاباء واللہ ما عدوت رای رسول اللہ ولا عملت الا بامرہ وان الرائد لا یکذب اہلہ قد قلت فابلغت واغلظت فاہجرت فغفر اللہ لنا ولک اما بعد فقد دفعت الۃ رسول اللہ ودابتہ وحذاءہ الی علیؑ واما ما سوے ذلک فانی سمعت رسول اللہ یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ذہبا ولا فضۃ ولا ارضا ولا عقارا ولا دارا ولکنا نورث الایمان والحکمۃ والعلم والسنۃ وقد عملت بما امرنی ونصحت فقالت ان رسول اللہ قد وہبہا لی قال فمن یشہد بذلک فجاء علی بن ابیطالب وام ایمن فشہدا لہا

لہ اور روایت ہو کہ ابو بکر نے جب فاطمہ کا کلام سنا خدا کی حمد و ثنا کہی اور رسول پر درود پڑہا پہر کہا اے عورتون مین سب سے بہتر اور باپون مین سے بہتر باپ کی بیٹی خدا کی قسم مین نے رسول اللہ کی رای سے تجاوز نہین کیا اور نہ بغیر اونکے حکم کے کوئی کام کیا۔ اور پیشرو اپنے اہل کے ساتہ جہوٹ نہین بولتا۔ خدا تعالی ہمکو اور آپکو بخشے اما بعد پس تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتیار اور سواری اور نعلین مین نے علی کو دیدی اور ما سوا اسکے مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تہے ہم انبیا کی جماعت سونے اور چاندی اور زمین اور جائداد کسیکو اپنا وارث نہین چہوڑتے لیکن ہم ایمان اور حکمت اور علم اور سنت وراثت مین چہوڑتے ہین اور جو کچہہ مجکو حکم فرمایا تہا مین نے اوسپر عمل کیا اور خیر خواہی کی۔ فاطمہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجکو ہبہ کر دیا تہا ابو بکر نے کہا کہ اسکا کون گواہ ہے۔ تو علی ابن ابیطالب اور ام ایمن آئی اور اسکی گواہی دی۔ ۱۲

بذلك فجاء عمر بن الخطاب وعبد الرحمن بن عوف فشهدا ان رسول الله ﷺ يقسمها
فقال ابو بكر صدقت يا ابنة رسول الله وصدق علي وصدقت ام ايمن وصدق
عمر وصدق عبد الرحمن وذلك ان لك ما لابيك كان رسول الله ﷺ ياخذ من فدك
قوتكم ويقسم الباقي ويحمل منه في سبيل الله ولك على الله ان اصنع بها كما كان
يصنع فرضيت بذلك واخذت العهد عليه به فكان ياخذ غلتها فيدفع اليهم
منها ما يكفيهم ثم فعلت الخلفاء بعده كذلك الى ان ولي معوية فاقطع مروان
ثلثها بعد الحسن ثم خلصت له في خلافته وتداولها اولاده الى ان انتهت
الى عمر بن عبد العزيز فردها في خلافته على اولاد فاطمة فقالت الشيعة فكانت
اول ظلامة ردها وقالت السنة بل استخلصها في ملكه ثم وهبها لهم ثم اخذت
منهم بعده الى ان انقضت دولة بني امية فردها عليهم ابو العباس السفاح ثم
قبضها المنصور فردها ابنه المهدي ثم قبضها ولداه موسى وهرون فلم يزل في ايدي
بني العباس الى زمن المامون فردها اليهم وبقيت الى عهد المتوكل فاقطعها
عبد الله بن عمر البازيار وروى انه كان فيها احدى عشرة نخلة غرسها رسول الله

سلہ پھر عمر بن خطاب اور عبد الرحمن بن عوف آئے اور گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو تقسیم فرماتے تھے ابو بکر نے کہا
اے رسول اللہ کے دختر تونے بھی سچ کہا اور علی اور ام ایمن نے بھی سچ بولا اور عمر اور عبد الرحمن بھی سچے ہیں اور یہ اسطرح کہ
تیرے پدر بزرگوار کے چیز تیری ہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک میں سے تمہارا قوت لیکر باقی تقسیم کرتے تھے
اور خدا کے راہ میں اوسمیں سے سوار کرتے تھے اور میں تجسے عہد کرتا ہوں کہ میں اوسمیں اسیطرح کرونگا جسطرح رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اسپر فاطمہ راضی ہوگئی۔ اور ابو بکر سے اسکا عہد کرا لیا تو ابو بکر فدک کے آمدنی سے
جس قدر اونکی حاجت کو کافی ہو۔ اونکو دیتے تھے پھر اوسکے بعد خلفا اسیطرح کرتے رہے یہانتک کہ معویہ متولی خلافت
ہوا اوسنے بعد حسن کے اوسمیں سے تہائی مروان کو جاگیر کے طور پر دیدیا پھر اوسکی خلافت میں اوسکا خالصہ
ہوگیا پھر اوسکی اولاد میں بعد دیگری بٹتی رہے یہانتک کہ عمر بن عبد العزیز کی نوبت پہنچی اوسنے اپنی خلافت
میں اوسکو اولاد فاطمہ پر لوٹا دیا اسپر شیعہ تو کہتے ہیں کہ یہ اول ظلم ہے جسکو اوسنے لوٹا یا اور اہل سنت کہتے ہیں
یہ نہیں بلکہ خالصہ کرکے اونکو بخش دیا۔ پھر لوگ اسکے بعد اونسے لے لیا گیا یہانتک کہ بنی امیہ کا زمانہ سلطنت گذر گیا
پھر ابو العباس سفاح نے اونپر لوٹا دیا پھر منصور نے اوسپر قبضہ کرلیا پھر مہدی اوسکے بیٹے نے لوٹا دیا پھر اوسکے دونو بیٹوں
موسی اور ہارون نے اوسپر قبضہ کرلیا پھر سلاطین عباسیہ کے قبضہ میں رہا مامون کے زمانہ تک اور متوکل کے زمانہ تک وہ باغ

بیدہ فکانت بنو فاطمۃ یہدون تمرہا الی الحاج فیصلونہم عن ذلک بمال جلیل فبعث الیا زیار رجلا فصرمہا وعاد الی البصرۃ فقلج فی ھذہ القصۃ خبطا کثیر بین الشیعۃ ومخالفیہم ولکل من الفریقین کلام طویل ولترجع الی المتن انتہٰی ملخصًا

الحمد للہ تعالےٰ کہ فاضل متبحر کی روایت سے جو ایسے کتاب مین روایت کی ہے جسمین خدا تعالےٰ سے عہد کرتا ہے کہ ولا ارتکب ھوی لمراعاۃ احد من الخلق رضا جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ثابت ہوئی اب فرمائی کہ آپ اونکو صاحب نفحات الرایحین یہہ جو تحریر فرماتے ہین کہ کذبا وافترا کتب اہل حق سے اثبات رضا چاہا کیا یہہ محض کذب اور حق پوشی نہین ہے تو کیا ہے۔ غرض اس تقریر سے بخوبی یہہ امر ثابت ہے کہ بحول اللہ وقوتہ اہل حق کو حدیث کے وضع کرلنے کی اور نام کتاب تراشنی کی کچھہ ضرورت نہین رہی ہے کہ آپکی صاحب نفحات الرایحین نے جو یہہ اعتراض فرمایا (کہ احتجاج کے تصنیف کی نسبت کرنا طرف عماد الدین طبرسی کے بشمول مجمع البیان واحتجاج کے خبط وخلط اختلال دماغ ہے کیونکہ مجمع البیان ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی کی ہے اور احتجاج ابو منصور احمد بن علی ابن ابی طالب طبرسی کی ہے اور انمین سے کوئی عماد الدین نہین ہے صاحب مجمع البیان ملقب بامین الدین ہے اور احتجاج ہرگز منسوب بامین الدین طبرسی نہین غرض کہ اول احتجاج امین الدین ابو علی طبرسی کی نہین بلکہ ابو منصور طبرسی کی ہے دوسری امین الدین ابو علی طبرسی مشہور بعماد الدین نہین) پس جواب اسکی گذارش ہے کہ واقفان کتب رجال پر مخفی نہین ہے۔ بسا اوقات ایک نام کی دو کتابین دو شخصین مختلفین کی ہوتی ہین تو کیا عجب ہے کہ احتجاج امین الدین ابو علی طبرسی کی بھی ہو اور ابو منصور طبرسی

ملہ اپنی ہاتھہ سے بوتی تھے اور بنی فاطمہ اوسکا پھل حاجیونکی پاس بطور ہدیہ کے بھیجتے تھے اوسکے مقابلہ مین اونکی ساتھہ بڑے مال سے سلوک کرتے تھے تو بازیار نے کیکو وہان بھیجکر اونکو کٹوا دیا اور بصرہ مین واپس آیا تو اسکو فالج نے مار لیا اور اس قصہ مین شیعہ اور اونکی مخالفین مین نہایت خبط ہے اور فریقین مین ہر ایک کے کلام طویل ہین بعد ہم متن کے طرف رجوع کرلنے مین ۱۲

طبرسی کی بھی نہین کیا انتخاب ہی - علاوہ ازین اگر یہہ خبط اور خلط اور اختلال دماغ ہے تو آپ
ہی کے اکابر کا ہے جنھون نے علماء مصنفین کے فہرست لکھی کسینے احتجاج کو احمد بن
ابی طالب کے طرف منسوب کر دیا ہے اور کسی نے ابو علی طبرسی کیطرف منسوب کیا ہی مگر اب
تعجب ہی کہ آپ اپنی کتابونکا ملاحظہ نہین فرماتے - اور بدون دیکھے اور تلاش کیے انکار فرماتے
ہین اسوقت ہمارے پاس تراجم علماء مین سے مجموعہ معالم العلماء ابن شہر آشوب
معہ رسالتین کے کہ ایک غالباً ابن داؤد کا ہے اور دوسرا سید ابن طاوس کا ہی موجود ہے
اب انکی اختلافات کی کیفیت سنیے جس سے خبط اور خلط بلکہ اختلال دماغ کے پوری پوری
تصدیق ہو جاوی معالم العلماء مین ابن شہر آشوب لکھتے ہین [١] شیخنا احمد بن ابی طالب
له الكافي في الفقه حسن الاحتجاج - مفاخر الطالبية تاريخ الائمة -
فضائل الزهرا - تو یہہ بزرگ احتجاج کو احمد بن ابی طالب طبرسی کے طرف منسوب
کرتے ہین اب سنیے سید ابن طاوس اپنے رجال مین ابو علی طبرسی کے حال مین لکھتے ہین [٢]
ومنهم الشيخ ابو علي فضل بن الحسن بن ابي الفضل الطبرسي المفسر الماهر مصنف
مجمع البيان والجوامع والجمع والكافي وكتاب الاحتجاج وكتاب مكارم الاخلاق بس بندگ نے
ان دونو کتابون یعنے کافی اور احتجاج کو جنکو ابن شہر آشوب نے احمد بن ابی طالب
کی تصنیفات بیان کی تھین - ابو علی کے تالیف بیان کیا - آگے علامہ مجلسی نے جلد اول
بحار مین صفحہ ۱۲ پر صاف لکھا ہے [٣] كتاب الاحتجاج ونسب هذا ايضاً
الى ابي علي وهو خطاء بل هو تاليف ابي منصور احمد بن علي بن ابي طالب الطبرسي
غرض اس سے ہمکو یہہ ثابت کرنا تھا کہ علماء شیعہ نے احتجاج کو ابو علی طبرسی کے طرف

---

[١] میرا شیخ احمد بن ابی طالب اوسکی یہہ کتابین ہین - کافی فقہ مین حسن الاحتجاج - مفاخر الطالبیہ - تاریخ ائمہ - فضائل زہرا
[٢] منجملہ اونکے شیخ ابو علی فضل بن حسن بن فضل طبرسی مفسر ماہر مصنف مجمع البیان اور جوامع اور جمع اور کافی اور کتاب
احتجاج اور کتاب مکارم الاخلاق کا ہے ۱۲ [٣] کتاب الاحتجاج اور یہہ ابو علی کیطرف بھی منسوب ہی اور یہہ
خطا ہی بلکہ یہہ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی کی تالیف ہی - ۱۲ -

منسوب کیا ہے تو اگر یہہ احتمال دماغ ہے تو آنکی علما کا ہے نہ حکیم سلامت علی خان مرحوم
کا ادریحی آگے ابن شہرآشوب نے بیان ابوعلی طبرسی مین لکہا ہے کہ شیخی ابوعلی الطبرسی
له مجمع البیان فی معانی القرآن حسن الکلام الشافی من کتاب الکشاف
النور المبین الکافی حسن اعلام الوری باعلام الہدی الآداب الدینیه للخزانة
المعینیه تو انہون نے اعلام الوری کو ابوعلی طبرسی کیطرف منسوب کیا ہے اور سید ابن
ابن طاوس نے اپنے رجال مین لکہا ہے۔ ومنہم الشیخ الفقیه ابو منصور محمد
الطبرسی صاحب کتاب اعلام الوری وغیرہ من المولفات علی ہذا القیاس
ان حضرات کے باہم جو یہہ اختلافات ہین وہ ایسے نہین جو واقف پر مخفی ہون۔ رہا یہہ
کہ امین الدین ابوعلی طبرسی ملقب بعماد الدین ہین یا نہین۔ چونکہ ہمارے پاس اسوقت
صرف مختصر تین رسالہ ہین منجملہ انکی ایک رسالہ مین لقب امین الدین لکہا ہے۔ اور دو
رسالون مین کچہہ لقب نہین لکہا۔ بلکہ ایک رسالہ مین امین الدین کے جد کو کنیت کی طور پر ابی الفضل
لکہا ہے تو ہم اسکی نسبت کچہہ نہین کہہ سکتے کہ ملقب بعماد الدین ہے یا نہین اور فاضل
مجیب اور صاحب نفحات الریاحین کے تبحر کا حال تو صاف واضح ہے تو انکا
انکار اس باب مین قابل اعتماد کے نہین ہوسکتا۔ پس جبکہ یہہ بات ثابت ہو چکی کہ روایت
رضاع فاطمی کتب معتبرہ شیعہ سے ثابت و متحقق ہے اور اہل سنت کو اس روایت کی وضع
کرنے اور کتاب کا نام تراشنے کی کچہہ ضرورت نہ تہی تو اس سے صاف عقل سلیم
باور کرسکتی ہے کہ یہہ کتاب فی الحقیقت علماء شیعہ کے کتابون مین سے ہے پہر اگر حکیم
سلامت علی خان مرحوم نے اس کتاب منہاج السالکین کو بشمول مجمع البیان
و احتجاج ابوعلی طبرسی کیطرف منسوب کردیا تو اسکی امتناع پر کون سے دلیل قائم ہے جبکہ
مع ہو علی الخصوص جبکہ یہہ بھی ثابت ہوگیا ہو کہ احتجاج و مجمع بھی اوسکی طرف منسوب ہے
اور صاحب نفحات الریاحین نے جو یہہ دعوی کیا کہ مولوی حیدر علی رحمہ اللہ نے مدعی امین

کہ شاہ عبد العزیز قدس سرہ نے محجاج السالکین کی عبارت بلاوساطت نقل کی ہے ازالۃ الغین
کی عبارت اس بحث کے ضمن میں ہمارے پیش نظر نہیں ظاہر یہہ ہے کہ مولوی حیدر علی نے
یہہ دعوی کہیں نہیں کیا مگر بعد تسلیم اسکے کہ اس نام کی کوئی کتاب اہل تشیع میں نہیں اور علی سبیل
التنزل والتسلیم ہمنے قبول کیا کہ حکیم سلامت علی نے غلط لکہا اور مولوی حیدر علی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ نے بہی اس وجہ سے کہ حکیم سلامت کے قول پر اعتماد کرلیا خطا کی تو بہی
ہم کہتے ہیں کہ یہہ وضع و افترا اہلسنت کا نہیں ہو سکتا بلکہ اس صورت میں اسکی تاویل
جو قریب الفہم ہے یہہ ہی کہ کچہہ بعید نہیں اصل کتاب صواقع میں یہہ لفظ مصباح السالکین
ہوگا کیونکہ ظاہر ہے کہ اسکی قریب المعنی وہ روایت ہے جو ہمنے مصباح السالکین شرح
کبیر نہج البلاغت مصنفہ ابن میثم بحرانی سے نقل کی ہے اور غلطی کاتب سے لفظ مصباح
میں حروف صاد اور ب کی جگہ لفظ محجاج حا و جیم کے ساتہہ لکہا گیا ہو اور ظاہر ہے
کہ سیف المسلول میں یہہ روایت صواقع سے لیگئی ہے اور تحفہ میں بہی صواقع سے لیگئی ہے
اسلیے وہ غلطی کاتب برابر چلی آئی ہو دوسرا قرینہ اسپر یہہ ہے کہ سیف المسلول کا جو نسخہ ہماری
پاس مطبوعہ دہلی موجود ہے اوسمیں منہاج السالکین لکہا ہے اور یہہ قطعاً غلط ہے کیونکہ اول
تو یہہ ماخوذ صواقع سے ہے اور اوسمیں محجاج السالکین ہے دوسری یہہ کہ حضرت خاتم المتکلمین
مولانا مولوی حیدر علی رحمۃ اللہ علیہ نے بہی لکہا ہے کہ سیف المسلول میں محجاج السالکین مذکور ہے
تو معلوم ہوا کہ یہہ یقیناً سہو کاتب ہے اسیطرح اگر صواقع کے نسخہ میں ناسخ کی غلطی ہوگئی ہو
اور بجای مصباح السالکین محجاج لکہدیا ہو تو کچہہ بعید نہیں اور مصباح السالکین شرح
کبیر ابن میثم بحرانی کا نام ہے جو نہج البلاغت پر ہے اور با اینہمہ صواقع میں وہ روایت
روایت بالمعنے ہوگی کہ جسمیں تطابق الفاظ شرط نہیں اور یہہ توجیہ علی التنزل والتسلیم ہمنے
اسلیے کی کہ ہمارے پاس اوسکے ثبوت کا ایسا ذریعہ کوئی نہیں کہ جس سے اوسکی خصم کو تسلیم
کرادیں ورنہ قرائن سے تو ہر عاقل کو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ بیشک یہہ کتاب علماء تشیع کی

کتب معتبرہ مین سے ہی اور کچھ عجب نہین کہ امین الدین طبرسی کی تصنیفات سے ہو کیونکہ اوسکی
تفسیر مجمع البیان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علمائے شیعہ مین سے بہت زیادہ متعصب نہین
ہے تو کچھ عجیب نہین ہے کہ اوسنے یہہ روایت نقل کی ہو۔ غرض بہر کیف شیعہ مین اس نام کی
کوئی کتاب ہو یا نہو صاحب طعن الرماح کا یہہ فرمانا چہ مستبعد ست کہ این کتاب از خود مثل
دروغ ساختہ باشد اور علامہ کنتوری کا اسکی تائید و تقویت کرنا سراسر لغو ولاطائل ہے اور جب
علماء تشیع کے معتبر کتاب سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا راضی ہونا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
کے ساتھہ معاملہ فدک مین ثابت ہو گیا تو یہہ طعن جو باب مطاعن مین شیعہ کا مایہ الافتخار رہتا ساقط
ہوا اب ہمکو کچھہ ضرورت نہین ہے کہ ہم بخاری کی حدیث کی بابت کچھہ کلام کرین۔ مگر
تشفیاً للسامعین دو چار لفظ اوسکی بابت بہی گذارش کرتے ہین کہ حدیث بخاری
مین لفظ فوجدت فاطمہ کی نسبت اول ہم یہہ ہی تسلیم نہین کرتے کہ فی الحقیقت اوسکے معنے
غضبت کے ہین بلکہ معنی غمگنت یا ندمت کے ہین کہ اپنے سوال فدک سے جو خلاف حق تہا جب
آپکو معلوم ہوا کہ یہہ سوال بیجا تہا تو آپکو غم لاحق ہوا جیسا کہ مقربین بارگاہ خداوندی کا
حال ہوتا ہے کہ ترک عزیمت پر بہی اونکو غم اور ملال لاحق ہوتا ہے حضرت قاضی ثناء اللہ
صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سیف المسلول مین فرماتے ہین وجواب نزد فقیر آنست
کہ در صحیح بخاری در قصہ طلب میراث باین عبارت واقع شدہ ست فوجدت ولم تتکلم
حتی ماتت وجدت لفظی ست مشترک در چند معنی بمعنی غضبت و ندمت و غمت آمدہ
کذا فی نہایۃ الجزری و اینجا وجدت را اصل راوی بمعنی ندمت یا بمعنی غمت استعمال
کردہ بعضی رواۃ فرع کہ روایت حدیث بالمعنی کردند وجدت را بمعنی غضبت فہمیدہ
ہمان قسم یاد داشتہ و لفظ غضبت روایت کردہ و معنی این حدیث در حقیقت آنست
کہ چون فاطمہ جواب ابوبکر شنید و باستماع حدیث پیغمبر دریافت کرد کہ سوال میراث
خلاف شرع واقع شدہ ندامت کشید و بر سوال کردن خود میراث را غمگین شد کہ این فعل

چرا از من ظهور شد- انتهى بقدر الحاجة- سلمنا کہ وجدت بمعنی غضبت کے ہی لیکن ہم کہتے
ہین کہ وعید من غضبها فقد اغضبنی مین داخل نہین ہے کیونکہ اغضاب کے معنے یہہ
ہین کہ کوئی شخص صرف بغرض اپنی ہوا و نفسانی کے ایسی حرکت کرے جس سے غرض
اور مقصود حضرت سیدہ رض کو ناخوش کرنا ہو تو یہہ محل وعید ہے نہ یہہ کہ شارع کے حکم سے کوئی
فعل واقع ہو اور اتفاقاً بحکم بشریت جناب سیدہ رض ناراض ہو جاوین تو یہہ داخل وعید نہین
جناب امیر رض کے ساتھہ چند بار ایسی معاملات غیظ و غضب کے پیش آئی منجملہ اونکی ایک وہ کہ
ناخوش ہوکر آپ مسجد مین جا لیٹے تھے اور حضرت ص تشریف لائی اور جناب سیدہ سے پوچھا
این ابن عمک آپنے فرمایا غاضبنی فخرج ولم یقل عندی خود حضرت تشریف لیگئی
دیکھا مسجد مین لیٹے ہوئے ہین آپنے قم یا ابا تراب فرماکر اوٹھایا منجملہ اونکی ایک وہ کہ
جناب امیر نے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہا تھا اوسپر حضرت سیدہ ناخوش ہوگئین
اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نوبت شکایت پونہچی اور آپنے اوسکی ممانعت فرمائی منجملہ
اونکی ایک وہ کہ ایک لونڈی حضرت جعفر طیار نے بہیجی تہی اور جناب سیدہ نے
جناب امیر کا سر مبارک اوسکی کنار مین دیکھہ کسقدر غیظ و غضب فرمایا کہ جناب امیر کے
قسمونکو کہ کوئی امر واقع نہین ہوا سچا نجانا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر
شکایت فرمائی منجملہ اونکی ایک وہ کہ جب خلفا نے جور کرنا اہل بیت پر بغرض ستم
شروع کیا اور جناب امیر نے بحکم خدا تعالے و بوصیت رسول صلعم صبر و سکوت فرمایا تو جناب
سیدہ یہانتک ناخوش ہوئین کہ کلمات ناشایستہ بحق جناب امیر مثل جنین پردہ نشین و خائنین در خانہ
گریختہ فرمائی حالانکہ حکم جناب رسالت صلعم ہو چکا تھا- یا فاطمۃ لا تعصی علیاً فان غضب
غضبت بغضبہ اور یہہ واقعہ قریب وفات جناب سیدہ کے ہی پس اگر حسب حکم
من اغضبہا فقد اغضبنی کلیہ ہے تو یہہ واقعات بھی داخل عموم حکم ہو کر وعید
مین شمار ہونگی- اور اگر کلیہ نہین تو طعن ہے سراسر لوچ ہے تو اس صورت مین جبکہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک کام موافق حکم شرع کیا اور اسپر جناب سیدہ ناخوش ہوئیں
تو صدیق اکبر پر کوئی طعن اور وعید عاید نہیں ہوگا لیکن البتہ جناب سیدہ کیطرف فی الجملہ
اعتراض ہے تو اسکے لیے بعض علما نے یہ جواب دیا ہے کہ آخر جناب سیدہ
معصوم نہین اور نفس رکہتی ہین اور کبہی بے اختیار صفات نفسانی ظاہر ہوجاتے ہین
آخر جناب امام حسین رض باوجود اتنے بڑی بہائی پر در باب صلح ناخوش ہوئی اور ظاہر ہی
کہ حق ایک ہی جانب تہا تو اگر جناب سیدہ حضرت ابوبکر پر ناخوش ہوئی ہون
تو کچہہ تعجب نہین۔ لیکن یہ جواب علماء محققین اہل سنت کے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ
جب دوسری توجیہ اسکی جس سے طہارت و نظافت دامن جناب سیدہ کے اس الزام سے
ہوسکتی ہے تو کیا ضرور ہے کہ اس توجیہ کو اختیار کیا جاوے اور وہ یہ کہ وجدت کے
معنی غضبت یا ذمت کے معنی سمجہے جاوین۔ اسکے بعد گذارش ہے کہ جملہ متکلم اگر آپکے
نزدیک عام ہے کہ بعد اس قصہ کے مطلق کلام نہین کی تو غلط ہے کیونکہ احادیث علل
الشرائع و بحار وغیرہ اسکی مکذب ہین جنکو خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین مین نقل کیا ہے
چنانچہ ایک روایت ہم بہی ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہین۔ ہرگاہ فاطمہ زہرا علیہا السلام
در آخر عمر بیمار شد شیخین برائے عیادت آمدند خواستند کہ پروانگی حاصل شود تا درخانہ
درآیند آنجناب اذن نداد ابوبکر بعد ازین عہد کرد بخدا کہ زیر سقف خانہ قرار ندہد تا داخل شود
و در رضا او کوشد پس تمام شب در صقیع بسر برد ہیچ چیز بر او سایہ دار نبود پس عمر آمد
نزد علی و گفت تو میدانے کہ ابوبکر مردی پیرست و رقت قلبی دارد و مصاحب یار غار
پیغمبرست صلی اللہ علیہ وسلم و بالیقین چند بار آمدیم و خواستیم کہ نزد بتول زہرا حاضر شویم
و در رضا او کوشیم اگر تو اذن درین امر کوشی امیر المومنین فرمود مطمئن باشید کہ من درین امر
ساعی بلیغ بتقدیم میرسانم پس بخانہ درآمد و گفت ای دختر پیغمبر این دو کس پیری
کہ بار بار می آیند و لب معذرت می کشایند و مرا تکلیف دادہ اند کہ اجازت برای ایشان حاصل کنم

فاطمه فرمود که بخدا اجازت نخواهم داد و نه کلام با آنها خواهم کرد تا آنکه پدر بزرگوار را ملاقات کنم
و از شکایت ایشان باز نمایم امیر المومنین گفت که من ضامن شده ام که ایشان را در خانه
داخل کنم فرمود که اگر این ضمان اتفاق افتاده پس خانه خانهٔ تست و زنان محکوم اند بلکه
مردان خود را پیروی کنند من مخالفت تو در هیچ چیز نخواهم کرد پس پروانگی بده هر کرا
خواهی امیر المومنین بیرون آمد و شیخین را پروانگی داد هرگاه جناب فاطمه زهرا را دیدند سلام کردند
روی از ایشان باز گردانید و گفت ای علی پرده برافکن و پرستاران را فرمود تا روی آنجناب را
بسوی دیوار گردانیدند ابو بکر چون این حال مشاهده نمود عرض کرد ای دختر رسول خدا باعث
آمدن ما اینست که خوشنودی ترا طلب نمائیم و از غیظ و غضب تو خود را باز کشیم سوال ما همین است
که ببخشی و از زلات ما درگذری فرمود هیچ کلمه با شما نخواهم گفت تا آنکه بخدمت پیغمبر خدا حاضر شوم
و معاملات شما را شرح دهم باز شیخین معذرت و پوزش را اعاده کردند و عفو و صفح را درخواستند
بعد ازین فاطمه زهرا سوی علی رضی الله عنه التفات نمود و گفت که من حرفی با این هر دو کس
نخواهم زد تا آنکه چیزی سوال کنم که ایشان از رسول خدا صلی الله علیه و آله وسلم شنیده اند
اگر تصدیق خواهند کرد پس هرچه در رای من خواهد آمد بر آن عمل خواهم نمود شیخین خدا را یاد کردند
گفتند بی تکلف بپرس از سخن حق تجاوز نخواهیم کرد و بصدق و صفا گواهی خواهیم داد
فرمود قسم میدهم شما را بخدا یاد میکنید یا نه که رسول خدا صلی الله علیه و آله وسلم شما را
وقت نصف شب بسبب امری که حادث شد از جانب علی طلبیده بود گفتند بخدا یاد میداریم
باز گفت قسم میدهم شما را که از پیغمبر خدا صلی الله علیه و آله وسلم شنیده اید یا نه که میفرمود فاطمه
پاره از منست و من ازویم هر که او را ایذا میدهد مرا اذیت میرساند هر که مرا در رنج می آرد
بالیقین خدا را در غضب می آرد هر که بایذاء او کوشد بعد از موت مثل شخصی ست که ایذاء رساند
او را در زندگی من و هر که او را رنج دهد در حیات من هست مثل کسی که ایذاء دهد او را بعد از
مردن من گفتند بخدا از حضرت پیغمبر صلی الله علیه و آله وسلم قطعاً و یقیناً شنیده ایم فرمود

الحمد للہ باز گفت کہ خدایا من ترا گواہ میگیرم وای حضار گواہ باشید کہ این دو کس مرا ہم در حیات وہم وقت وفات رنج دادہ اند کلام بایشان نخواہم کرد ہیچ تا آنکہ بلقاء خدا رسم شکایت از شما نمایم وافعال اعمال شما یک یک بگویم پس ابوبکر ویل و ثبور گریست انتہی یہہ روایت علل الشرائع کی ہے جو حضرت خاتم المتکلمین نے ازالۃ الغین مین فارسی مین نقل فرمائی ہے اور اسیطرح اور روایتین مین جو اسکی ہم معنے طعن الرماح سے نقل کیے گئے انسے صاف واضح ہی کہ جناب سیدہ نے باوجود مکرر سکرر عہد وپیمان کے اور قسم شرعی کی کہ مین ہرگز انسے کلام نکرونگی شیخین کے ساتھہ کلام کی تو دعوی عموم باطل ہوا اور سے لا اصدق کلام سے انکار کرنا لغو ہوا پس حضرات شیعہ کو اب بجز اسکی چارہ نہین کہ عدم تکلم کو مقید کرین اور فرمائین کہ عدم تکلم لفظ رضا وغیرہ مقید رہے اور معنے یہہ کہ شیخین کے ساتھہ رضا وخوشنودی سے وقت وفات تک کلام نہین کی قطع نظر اس سے کہ باوجود سعی وسفارش جناب امیر کے اگر جناب سیدہ شیخین سے راضی نہوئین تو مخالفت امر جناب امیر کے جو امام برحق تہے لازم آئی اور نیز اوسکی مخالف ہوا کہ من زوجہ مطیعہ شما ام ومن مخالفت تو در ہیچ چیز نخواہم کرد۔ جیسا کہ روایت بحار وعلل الشرائع مین مذکور ہے اہل حق بہی یہہ ہی فرماتے مین کہ عدم تکلم مقید ہے بقید فے امر فدک او فے ذلک المال۔ اور معنے یہہ کہ ابوبکر کے ساتھہ معاملہ فدک اور اوسکی مطالبہ کی نسبت وقت وفات تک پہر کلام نہین کی کیونکہ جناب سیدہ پر حقیقت اس امر کی واضح ہوگئی تہی کہ انبیاء کی میراث مالی نہین ہوتی اور یہہ ہی وجہ ہوئی کہ جناب امیر نے اپنی خلافت کے عہد مین اوس جاگیر کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثہ مین تقسیم نہین فرمائی اور نہ بنی فاطمہ کے حوالہ کی بلکہ اوسیطرح کرتے رہے جسطرح خلفاء سابقین کے زمانہ مین ہوا کرتا تہا۔ چنانچہ علامہ بحرانی صاف شہادت دے رہا ہے ثم فعلت الخلفاء بعدہ کذلک الی ان ولی معویۃ فاقطع ملثہا مروان اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کے زمانہ خلافت مین بہی مغصوب رہا اور آپ بہی

اوسمین اوسی طرح کرتے رہے جسطرح خلفاء سابقین کرتے تھے یہانتک کہ عمر بن عبدالعزیز
رحمۃ اللہ علیہ نے بنی فاطمہ پر رد کردیا جسکی نسبت حضرات شیعہ فرماتے ہین جسکو ابن میثم
نقل کرتا ہے قالت الشیعۃ فکانت اول ظلامۃ ردھا تو اگر فدک مغصوب تھا
اور خلفاء غاصب تھے تو جناب امیر معصوم بھی اس فعل مین اونکے شریک ہین پس اگر
خلفا کا کوئی فعل موافق فعل معصوم کے واقع ہوا تو اوس فعل کی نسبت اونپر طعن کرنا
درحقیقت امام معصوم پر طعن ہے اور یہہ کہنا کہ خلفاء مرتکب غصب حق اور جور اور فاعل حرام
ہوئی گویا امام معصوم کے نسبت کہنا ہے بلکہ دو امام معصوم کے نسبت ہے کیونکہ جناب امام حسن نے
اس جور و ظلم کو اہلبیت سے اپنی زمانہ خلافت مین نہ لوٹایا پس جب امامین معصومین بھی موافق
خلفاء کے فعل ہوئی تو وہ کیونکر محل طعن ہوسکتے ہین ۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ معاملہ فدک مین
حقیت خلفاء کے جانب تھی جو جناب سیدہ پر بعد سننے حدیث نحن معاشر الانبیاء کے
واضح ہوگئی تھی کہ پھر آپ نے اوس معاملہ مین لب کشائی نفرمائی اور ائمہ مین سے بھی کسینے
اوسکا پھر نام نہین لیا ۔ پس روایت بخاری سے خلیفہ صدیق رض کے طعن مین استدلال کرنا
حضرت مجیب اور اونکی حضرت صاحب نفحات الریاضین کے فہم کی خوبی ہے پھر اسپر
طرہ یہہ ہے کہ بمقتضائی کمال فضل و علم و شرم و حیا کے فرماتے ہین کہ اہل سنت نے ناچار
ہوکے مذبوحی حرکتین کین اور مصداق مثل مشہور الغریق یتشبث بکل حشیش کے ہوئی اور کذباً
وافتراء کتب شیعہ سے اثبات رضا جناب سیدہ چاہا ۔ حالانکہ بحول اللہ وقوتہ اس بارہ مین
اہلسنت پر کوئی الزام وارد نہین ہوسکتا اور نہ استدلال شیعہ کا اسجگہ صحیح ہوسکتا ہے
اور جب اونکی علامہ ابن میثم نے لکھدیا کہ جناب سیدہ راضی ہوگئین تو یہہ کہنا کہ کذباً وافتراءً
اثبات رضا چاہا کذب وافتراء کو اپنی علامہ فاضل متبحر ابن میثم کے طرف منسوب کرنا ہے
اب اس علامہ ابن میثم کی شہادت پر دیکھیے کیسی کچھہ حرکتین مذبوحی فرمائینگے بلکہ اہل حق کو
مژدہ ہو کہ ابن میثم نے تو بعد تحریر روایت گویا فیصلہ ہی کردیا اور فرمایا وفی ھذہ القصۃ

خبط کثیر منہ الشیعی و شنا الفہم ۔ تو علامہ سیرافی نے اعتراف فرمایا کہ ادبیون آخرین شیعہ عادۃً کہ
مین مبتلا خبط کثیر ہین ۔ اہلسنت کے خبط کا دعوی پس محض بلا دلیل ہے اگر وصلہ ہو تو ثابت کیجیے
وقد نقص ران ہذا العقار حجۃ علی انفسہم فقط و الحمد للہ علی وضوح الحق **قولہ** آپنے ہی عقل کو
دخل نہ دیا اور باوجود دعوی علم مناظرہ والی ایسی ثبوت کو کہ اوس سے سکوت بدرجہا بہتر ہے تحریر فرما دیا
ہمارے سامنے پیش کیا **اقول** حضرت کی خوش فہمی کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں جب
عبارت کے مطلب کو نہ سمجھین تو ہم فارغ الذمہ ہین افسوس کہ یا انہیہ ادعا مناظرہ والی
مطلب عبارت کو تو خود نہ سمجھین اور الزام ہمکو دین **قولہ** غور فرمائی کہ میری وہ
عرض جو سابق مین گذارش ہوئی کہ آپ بدون دلیل اپنے علماء کے دعوی سائل کو تسلیم
کر لینے مین درست ہے کہ نہین **اقول** جسقدر ابحاث پہلے گذر چکی ہین انسے بخوبی واضح
ہے سو اہل انصاف و ذکا و دانش بہی بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ اپنے علماء کے دعوے
سائل کو بلا دلیل آپ تسلیم فرما لیتے ہین یا ہم ہر ایک بحث مین جسکا دل چاہے دیکھ لیوے
قولہ تسلیم ہی نہین کرسکتے بلکہ اوسکی مقدمات پر نظر نہ کر سکے فخریہ بلکہ بطور دہمکی بمقابلہ
خصم پیش کر سکتے ہین افسوس و حیف ہے کبہی تو عقل و انصاف سے کام لیا کیجیے **اقول**
یہ حیف و افسوس عقل و انصاف سے کام نہ لینے کی نسبت حضرت مجیب ہی کے عائد حال ہے
کہ آپکو اپنے علماء کے تقلید مین حق و باطل مین تمیز نہ رہی چنانچہ ہر ایک بحث سے واضح ہے
ہم کیا کہین اہل فہم و انصاف خود دیکھ لیوین **قولہ** آپکو خاتم المتکلمین کا یہ فرمانا
وا ز تصنیفات طبرسی کہ ثقۃ الدین و امین الدین مشہرت دارد مجمع البیان و مختصر وے ۔ دعوی ہے بلا
ہے اور بدون دلیل دعوی ہی قابل التفات نہیں جواب تو درکنار ۔ دعوی بے دلیل قبول
خود نہیں ۔ چنانچہ جناب بہی اسی تحریر مین فرماتے ہین (تو دعوی بلا دلیل کیونکر قابل تعرض
و تسلیم ہے جواب ہی کیا لا تسلم کہنے کی بہی حاجت نہین کیونکہ دعوی بلا دلیل خود ہی غیر مقبول ہے
انتہی بقدر الحاجۃ ۔ پہر تعجب ہے کہ اثبات توثیق کتاب مجالس السالکین میں جو ابھی گذر چکی مجوز ناز

خاتم المتکلمین کے کلام نقل فرمائی اس اپنے قول کا بھی پاس کچھ پایا نہ تھا۔ **اقول** ہمارا دعوے
اثبات رضاء جناب سیدہ رضی اللہ عنہا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ساتھ معاملہ فدک میں
روایات شیعہ سے تھا اور ظاہر ہے کہ وہ موقوف محاج السالکین کے ثبوت توثیق پر نہیں اور
نہ ہمکو اوسکی اثبات توثیق کی حاجت کیونکہ جب وہ روایت دوسری کتب معتمدہ شیعہ میں
وارد ہے تو ہمارا مدعا ثابت ہو اور جب ہمارا مدعا دوسری کتب سے بھی ثابت ہو اور محاج السالکین
پر بھی موقوف نہیں تو اوس روایت کے وضع کرنیکا اور نام کتاب کے تراشنے کا الزام خود
بخود منشور ہوگیا کیونکہ ہاں عقل شاہد ہے کہ ہمکو کتاب کا نام بنانے کی ضرورت اور حاجت
ہوتی جبکہ ہمارا اثبات مدعا اوسی پر منحصر و موقوف ہوتا تو ایسے وقت میں احتمال تھا
کہ شاید نام کتاب اوسنے تراش لیا ہو لیکن جب یہہ احتمال ہی باطل ہوگیا تو ہمکو اوسکی
اثبات کی ضرورت کیا باقی رہے اور اوسکی اثبات کے واسطے اسیقدر کہنا کافی ہے کہ حکیم
سلامت علیخان مرحوم کے پاس تھی اور عماد الدین و امین الدین طبرسی کی تصنیفات
سے ہے اگر بالفرض یہہ ثبوت ضعیف ہو تو ہمارے مدعا کو اس سے کیا ضرر پہونچ سکتا ہے
اسیواسطے ہمنے نقل عبارت خاتم المتکلمین صرف آپکے صاحب طعن الرماح کے ابطال
دعوے کے واسطے کی تھی کہ وہ اس روایت کو حضرت علامہ دہلوی قدس سرہ کے وضع و افترا
فرماتے تھے نہ ثبوت توثیق میں کہ اوسکی ہمکو حاجت کیا اور بطلان دعوے صاحب طعن الرماح
بخوبی واضح ہے۔ پھر جناب کا یہہ فرمانا۔ "تعجب ہے کہ اثبات کتاب محاج السالکین
میں جو آپنے بڑے فخر و ناز سے خاتم المتکلمین کے کلام نقل فرمائی اس اپنی قول کا بھی
پاس نہ پایا نہ تھا۔ محض حضرت مجیب کے خوبی فہم و انصاف سے ناشی ہے **قولہ**
عجب نہیں کہ صواقع و سیف مسلول کو ہماری ہی کتابیں سمجھے ہوں۔ **اقول**
سبحان اللہ حضرت کے خیالات اور دعوونکی یہہ کیفیت ہے کہ جو کتابیں ہماری رد و در
استعمال میں ہیں اونکی نسبت فرماتے ہیں کہ شاید ہماری کتابیں سمجھے ہوں کوئی

حضرت سے پوچھے کہ یہہ آپنے کیونکر سمجھا یہہ کوئی اجتہادی مسئلہ تو ہے نہین کہ آپنے اجتہاد
سے پیدا کیا ہو ہان اگر آپ محدث ہونیکے مدعی ہونگے تو البتہ فرشتہ کی زبانی جسکی
صورت نظر نہ آئی ہوگی معلوم ہوا ہوگا ۔ مگر یہہ کیا اگر آپ اپنے علمار کی فہرستون کو
جو علمار شیعہ کے بیان مین لکھین مین ملاحظہ فرماوینگے تو معلوم ہوگا کہ آپکے علمار کو تفسیر
اہلسنت شیعہ مین تمیز نہین ہے اور علمار اہلسنت کو اپنے علمار مین معدود کیا ہے
قال الفاضل المجیب ۔ قولہ قیاس کن زگلستان من بہار مرا ۔ اقول جس
غرض سے آپنے یہہ مصرع زیب تحریر فرمایا ہے بیشک آپکے ہی حال کے نہایت چسپان
ہے ہم بھی صاد کرتے ہین یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی عاقلان
خود میدانند ۔ قال الفاضل المجیب قولہ ۔ اگر ایسی غلطیونکا استیفا کیا جاوے
تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو ۔ اقول سبحان اللہ کونسی غلطی آپنے ثابت کی یقول
العبد الفقیر الی مولاہ الغنی ۔ جب آدمی عقل و انصاف سے کام نلے
تو جو منہہ مین آوے کہے مثل مشہور زبان لے اگی نہ کوانہ کہتے ۔ لیکن اگر شرم
وحیا کی نظر سے دیکھین اور عقل و انصاف سے کام لین اور اسوقت یہہ فرماوین تو البتہ مضایقہ
نہین قولہ مقام استدلال مین ایک ایسی کتاب کا جو مثل عنقا معلوم الاسم مجہول
الجسم ہے اور معلوم الاسم بھی آپکے ہی علمار کے نزدیک ہے حوالہ دیا اور جب خصم انکار کرے
تو اسکی توثیق کے ثبوت مین یہہ کہنا کہ یہہ کتاب ہمارے فلان عالم کے پاس تھی اور ہماری
فلان کتاب مین اسکا نام درج ہے اور یہہ دن دلیل کسی عالم خصم کیطرف منسوب کرنا
اسیکا نام غلطی ہے تعجب ہے کہ حسب مثل مشہور ہندی الٹا چور کوتوال کو ڈنڈے
ایسی غلطی ہمارے ذمہ لگاتے ہین اور فرماتے ہین کہ اگر ایسی غلطیونکا استیفا کیا جاوے
تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو ۔ ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند ۔ اقول
حضرت یہہ کتاب عنقا صفت سہی لیکن ہم گذارش کر چکے کہ اسکا مجہول ہونا ہماری

استدلال کو کچھ مضر نہین ہے اور آپکا یہہ فرمانا کہ جب خصم انکار کرے تو اوسکی توثیق کے ثبوت
مین یہہ کہنا کہ یہہ کتاب الخ محض خوش فہمی سامی سے ناشی ہے فی الحقیقت انکا کا جواب
تو یہہ ہے کہ یہہ ہی روایت ابن میثم بحرانی نے شرح کبیر نہج البلاغت مین نقل کی ہے
پس یہہ اس امر کا ابطال ہے جو آپکے صاحب طعن الرماح نے اپنی غلطی سے دعوی
کیا ہے کہ چہ مستبعد ست کہ نام کتاب خود بدروغ ساختہ باشد - اور وضع وافترا کو علامہ
دہلوی قدس سرہ العزیز کی طرف نسبت کیا ہے کیونکہ جب اس کتاب سے استشہاد کتب متقدمہ مین
موجود ہے تو یہہ کہنا کہ یہہ نام علامہ دہلوی رحمۃ اللہ نے وضع کیا ہے غلطی ہے کہ نہین چنانچہ
اسی غلطی کے ثبوت مین ہمنے یہہ عبارت نقل کی تہی - اب ہم آپ ہی سے دریافت کرتے
ہین انصاف سے فرمائین جب یہہ اس کتاب کا نام صواعق وغیرہ مین مذکور ہے تو صاحب
طعن الرماح کا افترا کو حضرت علامہ دہلوی رح کی طرف نسبت کرنا اور علامہ کنتوری کا اوسکی
تائید مین قرینہ قائم کرنا کہ جب باب سیوم مین اسکا ذکر نہین کیا تو معلوم ہوا کہ خود اپنے
ساختہ پرداختہ ہے دونو یعنے علامہ کنتوری کے اور صاحب طعن الرماح کی خطا ہے کہ
نہین افسوس کہ آپنے یا میری گذارش کو سمجہا نہین یا سمجہکر دانستہ اغماض فرمایا کہ اصل
اعتراض کیطرف اشارہ تک نکیا اور بیفائدہ جوش وخروش فرمایا پس ہم بحول اللہ وقوتہ
آپکی ہی غلطی آپکی ذمہ لگاتے ہین اپنے غلطی آپکی ذمہ نہین لگائی - لیکن آپ ذرا فہم وعقل سے
کام لیجے خصم کی مدعا کو سمجہے اور ناحق واویلا نفرمائیے - اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ ہمنے
جو عرض کیا تہا کہ اگر ایسی غلطیونکا استیفا کیا جاوے تو ایک کتاب ضخیم تیار ہو صحیح تہا
اور ہندی کی مثل جو تحریر فرمائی اوسکا جواب ہم کیا لکہین اہل دانش وانصاف سمجہتے
ہین کہ وہ جناب ہی کے حسب حال ہے اور نیز اوسکا جواب خالی از ہزل وظرافت نہوگا
اسلیے ترک کرتے ہین **قولہ** ہان جیسی غلطیین ہمنے ثابت کی ہمین اگر ایسے
اغلاط کا استیفا کیا جاوے تو ضرور ایک کتاب ضخیم تیار ہو چنانچہ آپکی جوابین کیسی تحریر مین

اور صفحہ کے صفحہ اور ورق کے ورق اسی باب مین لکھی گئی ہین اگر ہمارے حضرت مجیب کو شوق ہو تو اجوبہ تحفہ ملاحظہ فرماوین **اقول** جسقدر غلطیان آپنے بزعم خود تحریر فرمائی ہین منجملہ انہین اغلاط کے ہونگی جنہین صفحات و اوراق لکھ گئے ہین۔ پس اُن کا حال تو ناظرین اوراق اہل فہم و انصاف پر بخوبی واضح ہے اور باقی کو بھی ان ہی پر قیاس کر لینا چاہیئے پس جبکہ ان جوابات کا یہ حال ہو تو اصل اغلاط ہی بجائے خود قائم رہین اور علاوہ اُن کے غلط جوابون کے غلطیان اور مزید بران ہوگئین۔ پس جسقدر غلطیان جناب نے ثابت کین گویا وہ اپنی غلطیان ثابت کین اور اپنی ہی غلطیون کی بابت کتاب ضخیم تیار ہونا بیان کیا اور یہ ہی ہمنے گذارش کیا تھا **قولہ** ارادہ تھا کہ کم سے کم پچاس ساٹھ ایسی غلطیین حضرت خاتم المحدثین کے ہدیۂ نذر کرین چنانچہ کسیقدر ذہن مین انتخاب بھی کر لی تھین مگر اس تحریر مین طول ہو گیا اور بیماری نے اور عدیم الفرصتی نے مجبور کر دیا اسلیئے اور وقت پر منحصر رکھتے ہین **اقول** ہمکو بھی خیال تھا کہ کچھ غلطیان جناب شہید و علامہ کنستوری و شہید ثالث و صدوق وغیرہ کے آخر مین پیش کرینگے اور ہماری حافظہ مین موجود ہین مگر خیال کیا کہ یہ تمام رسالہ حضرات کے اُن خوش فہمیون کی اور اغلاط کی تصویر کھینچ رہا ہی جو اصول مذہب شیعہ کے لیئے بیخ کن ہین تو اب کیا ضرور ہی کہ اوراُن کی خطاؤن کا اظہار کیا جاوی اور اگر اُنکی غلطیان خصم نے تسلیم بھی کرلین تو مذہب کو اس سی کچھ بہت بڑا صدمہ نہین پہنچ سکتا ہی اسلیئے ہمنے اُن ہی ضمنی غلطیون پر اکتفا کرکے قلم کو روک دیا اور پیشتر بھی صرف آپ کی تحریک ہی کی وجہ ہمنے گذارش کر دیا تھا اگر آپ اپنے سوال مین اس قصہ کو نہ چھیڑتے تو شاید ہم بھی کچھ نہ لکھتے اور جسقدر جناب نے غلطیان تحریر فرمائی تھین اُن کی کیفیت بخوبی واضح کر دی گئی کہ وہ ہماری غلطیان نہین تھین بلکہ وہ حضرات کی خوش فہمیان تھین اہل عقل و انصاف بغور و تامل دیکھ لین **قولہ** اگر حضرت نے یہ سلسلہ جاری رکھا

تو پھر کبھی دیکھا جاویگا انشاء اللہ تعالیٰ الباقی و صحبتش باقی **اقول** نہ ہم اس سلسلہ کے بادی ہین اور نہ ہمکو اس کے جاری رکھنے سے انکار آپنے یا آپکے شفیق نے یہ قصہ شروع کیا ہے ۔ جبتک آپکا اور انکا دل چاہے جاری رکھیئے اور جب دل چاہے ختم کر دیجیئے ۔ ہم مامور محض ہین اور ہر طرح حاضر ہین تحریراً تقریراً جس طرح دل چاہے سلجھہ لیجیئے اور فیصلہ کر لیجیئے **قال الفاضل المجیب** قولہ ۔ بنابران اسقدر قلیل پر اکتفا کر کے تفصیل کو دوسرے وقت پر منحصر کرتا ہون فقط والسلام علے من اتبع الہدیٰ **اقول** ۔ جسقدر قلیل پر آپنے اکتفا فرمائی اُسیقدر ہم بھی جواب گذارش کر چکے ۔ اگر آپ تفصیل سے لکھینگے تو ہم بھی جواب مفصل کو حاضر ہین والسلام علے من اتبع الہدیٰ **یقول العبد الفقیر الی مولاہ الغنی** جسقدر آپنے ہماری جواب مین تحریر فرمایا وہ سب ہم آپ ہی پر منقلب کر چکے اور واضح کر چکے کہ یہ محض اوہام باطلہ و خیالات لاطائلہ تھی پس عقل و انصاف سے کام لیجیئے تعصب و نفسانیت کو چھوڑ دیئے ۔ اور ابطال حق پر نہ آمادہ ہو جیئے ۔ و صراط مستقیم اختیار فرمائیے ۔ وما علینا الا البلاغ والحمد للہ اولاً و آخراً دائماً سرمداً وصلے اللہ علے سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و اشیاعہ و احبابہ اجمعین ۔

اسکے بعد ہمارے فاضل مجیب نے دو تحریرین جو بعنوان جواب مولوی پیر محمد خان صاحب سہارنپوری ہین ملحق کی ہین ۔ پہلی تحریر مین بجز شکوہ و شکایت طعن و تشنیع کے کسی بحث سے تعرض نہین فرمایا بلکہ لکھا کہ غیبت و تقیہ کی بحث بے محل چھڑ گئے اُس کے جواب کی چندان حاجت نہین ۔ اور دوسری تحریر مین حدیث بخاری سے جو متضمن تاخیر بیعت تا شش ماہ اور قصد احراق سے تعرض کیا جس کا مفصل جواب اس تحریر کے مواضع متعددہ مین موجود ہے اُسکے تکرار و اعادہ کی حاجت نہین ۔ اور علاوہ اس کے جیسا کہ حضرات شیعہ کی خدا و رسول پر افترا و بہتان باندھنے کی عادت ہے اُسی عادت قدیمہ کے

موافق کذبا و افترا بحوالہ معالم التنزیل تفسیر سورہ نمین ایک نبی پر انبیاء سے بت پرستی کا بہتان باندہا بلکہ ہذا الا کذب صریح و بہتان بواح۔ اول تو یہہ ہی مسلم نہین کہ ترویج دین کے نیت سے بت پرستی کرنا جائز ہے آپ فریقین مین کسیکے نزدیک ثابت فرمادین کہ دین کی غرض سے کفار کی عبادت خانو مین جانا اور انکی عبادتو مین شریک ہونا جائز ہو دوسرے یاد آتا ہے کہ مجمع البیان مین ہے کہ انبیاء کو تو تقیہ تک ہی جائز نہین۔ علاوہ ازین تفسیر معالم التنزیل مین ہرگز کسی نبی کے نسبت یہہ نہین لکہا ہے تفسیر معالم التنزیل کتاب نادر الوجود نہین ہر جگہ دستیاب ہو سکتی ہے جسکا دل چاہے حضرت مجیب کا انکے اکابر کے افترا کا جن سے فاضل مجیب نے نقل فرمایا ہے تماشا دیکہہ لیوے۔

[illegible]

اب ہم اسکا جواب گذارش کرتے مین جو مولوی میر محمد خانصاحب کے پہلی تحریر کے ضمن مین ہمکو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

قولہ حضرت مجیب مخاطب کی خدمت اقدس مین بصد ادب گذارش ہے کہ آپنے اصل سوال کا جواب عطا نفرمایا اور زائد گفتگو فرما کر بحث مین طول دیا۔ میرے کسی قول کا جواب نہ دیا شرائط کو دلائل جو آپنے دریافت فرمائی بجا کیا۔ مگر مین نے سوال مین عرض کیا تہا کہ اپنے اصول خلافت جو کہین مدلل لکہین اسکا جواب کچہہ ہی تحریر نہوا یعنی گذارش کیا تہا کہ اہلسنت حقانیت خلفاء ثلاثہ اپنے اصول موضوعہ سے ہی ثابت نہین کر سکتے غور فرمائیے کہ یہہ کستنا بڑا دعوی ہے مگر آپنے کچہہ ہی جواب نہ دیا۔ **اقول** چونکہ وہ محل آپکے اصل سوال کے جواب کا نہ تہا اسلیے ہمنے تفصیلاً عرض نہین کیا تہا اور مجملاً وہ ہی موجود ہے۔ کاش آپ تامل کے نظر سے ملاحظہ فرماتی۔ اور زائد گفتگو کی بنا خود جناب کے زائد گفتگو ہوئی تہی اپنے علاوہ سوال کے جب زائد امور کو چہیڑا تو واسپر مدنے ہی مختصراً عرض کیا اگر آپ زائد گفتگو نہ فرماتی تو ہمبہی عرض نہ کرتا۔ اور انکا فرمانا

کہ میری کسی قول کا جواب ندیا انصاف سامی سے بعید معلوم ہوتا ہے اسکی جواب میں بجز اسکے کہ ہم بھی جھوٹ بولیں اور کہیں کہ آپنے صحیح فرمایا اور کوئی ہم جواب نہیں دیکھتے جس سے آپ خوش ہو جائیں۔ ثبوت خلافت خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہ اس تحریر میں بخوبی مفصلاً تحقیقاً و الزاماً عرض کر دیا گیا ہے انصاف کی نظر سے ملاحظہ ہو۔ **قولہ** اب یہہ عرض ہے کہ اگر آپکو اس بحث میں طول دینا منظور ہے تو بسم اللہ ہم بھی حاضر ہیں مگر شرط یہہ ہے کہ جسطرح ہمنے آپکی ہر قول کا جواب لکہا ہے اسیطرح آپ بھی ہمارے ہر قول کا جواب تحریر فرماویں اور جو کچہہ لکہیں مدلل ہو اور اگر طوالت منظور نہیں تو صرف میرے سوال سابق کا جواب مفصل عطا ہو۔ **اقول** اگرچہ ہمکو تطویل مد نظر نہ تہی لیکن فرمائش سامی کے موافق آپکی ہر قول کا جواب لکہا ہے اور جو کچہہ عرض کیا ہے مدلل عرض کیا ہی چنانچہ جناب پر انشاء اللہ تعالے بعد معائنہ واضح ہو جائیگا۔ **قولہ** ہمنے شرائط ثلثہ آپکی ہی کتب معتبرہ سے ثابت کر دیں اگر یہہ مقبول ہوں تو فرمایئے کہ ان شرائط سے مشروط کون خلیفہ ہے اور اگر مقبول نہیں تو انکو بدلائل رد فرمایئے اور زاید باتوں کو نہ چہیڑیئے ہم بحث کو نہایت ہی مختصر کرتے ہیں۔ **اقول** یہہ شرائط ثلثہ کا ثبوت صرف بزعم سامی ہی وبس اور فی الحقیقت انکا کچہہ ثبوت نہیں چنانچہ جو دلائل جنابنے ثبوت شرائط ثلثہ میں تحریر فرمائی تہی انکو ہم بدلائل رد فرما چکے آپکو اختیار ہی چاہی بحث کو مختصر فرما دیں یا طول دیں نہ ہمکو آپکی تطویل کا کچہہ خوف ہے اور نہ اختصار کے خواہش چنانچہ جناب کو اس تحریر سے واضح ہو جائیگا۔ **قولہ** اگر آپکو اس تحریر کا جواب لکہنا منظور نہ ہو تو ہمکو کچہہ شکایت نہیں۔ **اقول** اگر آپ ناخوش نہوں اور میری تعلّی و تکبر پر محمول نفرما دیں تو میں واقعی بلا تصنّع عرض کرتا ہوں کہ آپکی یہہ تحریر ہرگز قابل جواب و التفات نہ تہی اور میرا ہرگز دل نہ چاہتا تہا کہ اسکی جواب میں قلم اوٹہاؤں و اپنا تضییع اوقات گرامی کردن اسیواسطے ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۳ تک اسکی تحریر میں تعلل کرتا رہا آخر جب جناب مخدومی و میرا الہی عہد قبول ہوا تو بکرہ سنہ ۱۳۰۳ ذیقعدہ سنہ ۱۳۰۳ اسکی بالالتزام جواب لکہنا شروع کیا۔ ذیقعدہ سے پیشتر ہی چند اجزاء

متفرق طور پر تحریر کر چکا تھا مگر ۹ ستمبر ذیقعدہ کو لازم و متحتم کرکے آج کہ چہار دہم جمادی الاولیٰ ۱۳۱۲ھ روز بحول اللہ و قوتہ اسکو ختم کر دیا آئندہ بھی مجکو ترک و تحریر مین کچھ دخل نہین ہے اگر آپنے اسکے جواب پر قلم اٹھایا اور مجکو اُس کی تردید کا ایما ہوا بشرط زندگی انشاء اللہ تعالی مین قطعاً اُس کا جواب لکھونگا ورنہ مین عرض کر ہی چکا ہون کہ ایسے خرافات و مہملات کے جواب مین قلم اُٹھانے کو مین سراسر تضیع اوقات تصور کرتا ہون **قولہ** صرف آپ خلافت خلفاء ثلثہ اپنی ہی اصول سے بدون اختلاف ثابت فرما دیجئے **اقول** بحول اللہ و قوتہ ہم خلافت خلفاء ثلثہ کو آپکے بھی اصول پر ثابت کر چکے ہین آپ اُس کو عقل و انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمادین اور آپکو معلوم ہو کہ ہمارے نزدیک مسئلہ امامت فروع مین سے ہی پھر ہم سے یہ کہنا کہ خلافت بلا اختلاف ثابت فرما دیجئے خلاف عقل ہے کیونکہ غایت مافی الباب وقوع اختلاف اگر ہوگا تو موجب عدم قطع کو ہوگا اور یہ خود فروع مین ضرور نہین بلکہ فروع کے ثبوت مین صرف ظن کافی ہے۔ باایں ہمہ ہمنے بلا اختلاف خلفاء ثلثہ کے خلافت کو آپکی اصول پر ثابت کر دیا ہی اور واضح رہے کہ اختلاف منفی سے وہ اختلاف مراد ہی جو ناشی عن دلیل ہو ورنہ سفسطیات کا انتفاء تو نبوت بلکہ الٰہیات مین بھی ممکن نہین **قولہ** غور فرمایئے کہ ہم کہانتک وسعت دیتے ہین یہ بھی اس صورت مین ہی کہ آپکو بحث منظور ہو ورنہ آپکی مرضی **اقول** اگر جناب کو وسعت ہی پسند خاطر ہی تو لیجئے ہم بھی وسعت دیتے ہین کہ آپ زاید باتونکو ترک فرمایئے اور صرف امامت کا اصول میں سے ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت فرمایئے یا امام کے لئے صرف عصمت ہی ثابت کر دیجئے شرائط ثلثہ تو آپ کیا ثابت فرمائین گے۔ اور اگر آپ تحریر کے تطویل سے گھبراتے ہون اور بیماری و عدیم الفرصتی سے مجبور ہون تو ہم آپکو ایک عمدہ تدبیر بتلاتے ہین کہ آپ ہمکو تحریر فرمادین ہم حاضر خدمت ہونگے اور بہت جلد فیصلہ ہو جائیگا اور یہ بھی ہم وعدہ کرتے ہین کہ انشاء اللہ تعالی ہم آپکو کسی قسم کی تکلیف نہ دین گے اور یہ

اس صورت مین ہی کہ آپکو یا آپکے شفیق کو بحث منظور ہو ورنہ آپکی مرضی ہمکو کوئی شکایت نہین ہمنے یہ صرف اسی لئے عرض کیا ہی کہ آپکی تحریر سے مترشح ہوتا ہی کہ اہل سنت کی ہیبت سے آپکے دماغ مین یہ سمایا ہوا ہی کہ میری تحریر و تقریر کے مقابلہ مین مخالفین مین سے کسی کو مجال دم زدن نہین پس اگر فی الواقع آپکو یہ خیال ہوا ور اہل سنت کی نسبت آپ خیال کرتے ہون کہ وہ اپنی اصول کو ثابت نہین کرسکتے تو آپ دیکھ لیجئے ورنہ آپکو اختیار ہی

قولہ آخر مین بصد نیاز یہ ہی گذارش ہی کہ اگر اس تحریر مین غلطی وسہو ہوا ہو تو بنظر اصلاح ملاحظہ فرماوین کیونکہ مجھ جیسا جاہل و نادان ہرگز اس لایق نہین کہ اس بحث مین جو علماء اعلام کا کام ہی کچھ لکھے محض اپنے شفیق دلی کی خاطر سے کچھ لکھا گیا

قول یہ جو کچھ تحریر ہوا محض تواضع و ہضم نفس پر مبنی ہی ورنہ اپنی تحریر بمقابلہ خصم ہرگز کوئی شخص اصلاح کے لئے نہین پیش کرتا — اصلاح کے لئے اپنی اساتذہ کی خدمت مین پیش کیا جاتا ہی پھر جو کچھ ہمارا منصب تھا اُس کے موافق ہمنے حکم کی تعمیل کی اور جو کچھ نظر سرسری مین باتین قابل اصلاح آئین بصد ادب عرض کردی —

قولہ یہ بھی عرض ہی کہ اگر کوئی کلمہ ناگوار طبع مبارک لکھا گیا ہو تو عنداللہ معاف فرماوین میری غرض آپکو یا کسی کو رنج پھنچانے کی ہرگز نہین ہی خداوند تعالی علیم ہے مگر آپ جانتے ہین کہ مباحثہ مذہبی مین احقاق حق و ابطال باطل کے لئے ایسے الفاظ بولے اور لکھے جاتے ہین جو ناگوار طبع مخاطب ہون — والسلام خیر ختام — سراپا عیب و شین فرزند حسین عفی عنہ — ۲۷ محرم الحرام — مطابق ۶ نومبر ۱۸۸۵ عیسوی

اقول یہ جو کچھ تحریر فرمایا محض عنایات و الطاف اور کرم و اخلاق سامی ہی ہر چند بندہ نے بھی التزام کیا تھا کہ کوئی کلمہ ثقیل جو ناگوار طبع سامی ہو حتی الوسع تحریر نکرون گا تاہم اگر زلت قلم سے کوئی کلمہ جو ناگوار طبع سامی لکھا گیا ہو تو للہ معاف فرماوین کہ میرا قصد بھی ہرگز رنج رسانی کا نہین ہے خداوند تعالی مجکو اور آپکو معاف فرماوے

اور توفیق خیر کی عطا کرے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی
اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وازواجہ واحبابہ اجمعین
قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ کثیر الخطایا والعصیان
کثیر الذنوب والاثام خلیل احمد
وغفر اللہ للتزود لغد عند اقامتہ
فی بھاولپور صانہ
اللہ عن الفتن
والشرور
سابع عشر من جمادی الاولی لسنۃ الف وثلثمایۃ واربع من ہجرۃ سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم

انتباہ

اثنائے تحریر رسالہ ہذا میں حضرت مجیب مخاطب کا رسالہ مسمے حسن المقال جو بجواب انجام مولانا مکرمی پیرجی عنایت احمد صاحب سلمہ قدوسی گنگوہی کے تالیف ہوا بعض احباب کے ذریعہ سے میرے پاس پونہچا اوسکی دیکھنے سی حضرت مجیب کا پایہ علم وفضل اور مرتبہ انصاف اوربہی بخوبی معلوم ہوگیا۔ چونکہ مسائل خلافیہ کی اکثر بحثین الجھی ہین اور ایک بڑے مسئلہ کی بحث کے ضمن مین بہت سی چھوٹے اور بڑے مسائل مین گفتگو آجاتی ہے اور یہہ رسالہ ہدایات الرشید بہت سی مسائل خلافیہ کے بحثون کو شامل ہے جو تفصیل اوسمین لکھی گئے مین۔ لہذا حسن المقال کے اکثر اور بڑی بڑے بحثونکی جوابات تو اس رسالہ ہدایات الرشید مین آگئی ہین لیکن حسن المقال کیہ وہ بعض بحثین جنکا کوئی قریب تعلق اس

رسالہ کے بحثون کے ساتھہ نہ تہا اونکا جواب اس رسالہ مین نہ تہا۔ ارادہ یہہ تہا
کہ خاتمہ رسالہ پر حسن المقال کے اون بحثونکا جنکا رسالہ ہدایات مین جواب نہین لکہا
گیا ہے بطور ضمیمہ جواب لکہونگا اسیواسطے اثنار ابحاث رسالہ ہذا مین اونکی تردید
کیطرف ایما اور اونکی ضمنی ذکر کابہی اتفاق نہین ہوا۔ بعد ختم رسالہ ہدایات معلوم ہوا
کہ جامع بین المعقول والمنقول حاوی فروع واصول حافظ کلام اللہ جناب مولانا
مولوی مشتاق احمد صاحب دام اللہ فیوضہم ساکن قصبہ انبہٹہ ضلع
سہارنپور منزل لدہیانہ جو میرے بڑے مہربان ومخلص ہین اوسکا جواب جو غالباً مسمی
بتحصیل المنال باصلاح حسن المقال ہے تحریر فرمارہے ہین۔ لہذا اس خیال سے
کہ تحصیل المنال حسن المقال کے جواب مین کافی اور اوسکی تردید سے مغنی ہوگا۔ اور نیز
بجائے خود یہہ رسالہ ہدایات بہی کسیقدر طویل ہوگیا تہا بندہ نے اپنا ارادہ اوسکی
تردید کی بابت جو بطور ضمیمہ تحریر کرنے کا تہا ملتوی کردیا۔ ہان حضرت مجیب نے
حسن المقال کے خاتمہ پر جو عبرتین لکہکر اپنی کمال تقدس اور تدین پر شہادت
دی ہے اوسکی نسبت اسقدر گذارش ہے کہ دل چاہتا تہا کہ ہم بہی چند عبرت انگیز
واقعات جو اولین وآخرین ان حضرات کو پیش آئے مفصل طور پر ہدیہ ناظرین کرین
چنانچہ ابہی مولانا مولوی سید زین العابدین مظلوم کے قتل اور شہید ہونے کے
بعد جو واہیہ بعض اعیان ملتان کے یہان پیش آیا تقریباً اوسیکا نمونہ ہے جیسا بعض
ائمہ رضوان اللہ علیہم کے اعدار کو پیش آچکا ہے۔ لیکن اہل دین ودیانت کے
نزدیک واقعات عبرت انگیز عبرت حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہین نہ شماتت
کے لیے اسلیے ہمنے اسکو شعبہ نفسانیت سمجہکر محض خداوند تعالے کے خوف سے
ترک کردیا اور اسپر قلم نہین اوٹہایا۔ سبحانک وبحمدک اشہد ان لا الہ الا
انت استغفرک واتوب الیک اللہم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت

وما ارسلنك الا رحمة للعلمين انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت

تصدیق

از جناب قدسی ماٰب فیض انتساب قدوة الواصلین زبدة العارفین عارج معارج ولایت ناہج مناہج انوار ہدایت آموزگار تلقین و تسلیم مرشد صراط المستقیم پیشوا اصحاب طریقت مقتدا ارباب حقیقت گم کردگان منازل الحیرة قافلہ سالار مراحل حق الیقین مجاز شناس حقیقت دان خلوت پسند جلوت بیان جرعہ نوش وحدت الوجود والتجرید شیخنا شیخ غلام فرید صاحب سلمہ اللہ اللطیف سجادہ نشین چاچڑان شریف دامت برکاتہ

یہ کتاب جو مولوی صاحب فاضل کامل مولوی خلیل احمد صاحب نے رد فرقہ ضالہ مضلہ شیعہ رافضیہ مین تصنیف فرمائی ہے نہایت مضامین عالیہ سے مملو ہے اور مطابق ملت قدسیہ اہل سنت وجماعت کے ہے مین بعد مطالعہ اس کتاب کے تصدیق کرتا ہون کہ جو جو مولوی صاحب نے لکھا ہے فی الاصل صحیح اور درست ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

العبد

خاکپاے فقرا غلام فرید چشتی حنفی عفی عنہ بقلم خود

تقریظ دلپذیر و تحریر بے نظیر بصنعت که از هر فقره اش سنه ۱۳۱۶ هجری معلوم
هویدا میشود چکیدهٔ قلم یاقوت رقم ناظم رنگین خیال نادرهٔ عدیم المثال
سیاح بحر نکته دانی سیاح اقلیم بیان و معانی اسوة الکاتبین مولوی
عزیز الدین صاحب خوشنویس حضور سرکار ابد قرار والی ریاست بهاولپور خلد الله ملکه

۱۳۱۶

هو العزیز الغنی الماجد

حبذا این کتاب کمال • با فضل قادر بهمال • و بعنایت عام سید الانام و صاحب
الحسام والقلم • و بعزت چهار یار و آل امجاد اهل جود و کرم • چه کتابیکه هر حرفش سواد بیاض
و چه کلامیکه معانی او مفصل و مهذب • پر از سحر و خوبی چهار یار • در توصیف
آل مبارک و اطهار • از هر نقطه او مهر بر دل شیعیان • یا هر الف او تیر در دل حاسدان •
بجهت امامیه تیر عقیده • و خوارج از زجر رنجیده • پی رافضیان ناوک
زین • بلکه تفنگ ورد از بهر هر بدین • منشور شهادت • یا توقیع رحمانیت •
ب ده مجلس عالمان ذوی العقول • و تیرگی افزای لکافه حاسدان نامعقول •
ل ساز یکسر مذهب ناحق • الحق مشاهده قدرت حق • تیر ادب بجگر دشمنان
ادب • در سینه بدمنش حسام تب • در ان رد اهل التشیع • بمدایح خوب
شنیع • جابجا عبارتش فصیح بوجه احسن • و بخصم مجیب زهی جواب دندان
ن • و داغ دل اهل نفاق • تحفه از معانی اهل مذاق • کلیه خیالات عقل •

مبسوط از ثقات نقل ÷ روایات او مستند از کتب امامیه ÷ جهازیب و تحقیق مقلدان مذهب حنفیه ÷ جهان آرا نسخهٔ رنگین ÷ نکتهٔ نادر دستیرین ÷ منشور سخن ÷ رنج بزظن ÷ سبحان الله چه کلامیست بی بدل که از دید و شنید بعید ÷ بنام نامی آن کلام هدایات الرشید ÷ از تالیف منیف عالم سعید ربانی ÷ امام ائمه و حافظ کلام یزدانی ÷ رکن و حامی دین خدا و رسول ÷ راست گو عالم معقول و منقول ÷ وحید الدهر شریعت پناه ÷ مستند طریقت آگاه ÷ قاری با ادب و حاجی حرمین شریفین ÷ مقبول و معزز بخالق دارین ÷ سرور فقهای مبارک خصال ÷ وسید المحدثین بی مثال ÷ جناب قدس مآب مولانا مولوی خلیل احمد صاحب ÷ عالم اهل دین دام بالفیوض والمواهب ÷ حسب ارشاد و امداد جناب معلی القاب قدسی نژاد والانهاد ÷ قدوهٔ دودمان نبی و زبدهٔ خاندان علی سید صاحب داد ÷ مهل خاندان سیادت ÷ ثمرهٔ دودمان نجابت ÷ منبع فیض ندیم سلطان ÷ افضل الناس سبب امن واماان ÷ اخلاص کیش و محسن من ÷ مراد جهان فیض ده زمن ÷ زهی قربان بر چار یار رسول ÷ وخهی آن مطیع آل رسول مقبول ÷ سید غلام مرتضی شاه صاحب بی ریب و شک مظهر جود ÷ شکرا دیکی از یک بهیج وجه نتوانم نمود ÷ زیاده جزاه الله فی الدارین خیرا ÷ واز قصور ربیب المنون نگهدار دی را ÷ بمطبع قدوسی طرز تصحیح گرفته ÷ بزسعی تجید عبد القدوس رونق یافته ÷ حلیهٔ اتمام پوشیده پسند دل دانا گردید ÷ در دیدهٔ احباب لقیین سرمهٔ نور کشیده ÷ التماس بجناب والا طبعان ستوده آئین بصد عجز و بهزار نیاز آز نیاز مند عقیدت گزین ÷ واحقر العباد نیاز آگین عزیز الدین عفی عنه میرود ÷ که با چنین سیاق طرز کلام بی محاوره میشود ÷ اگر بنگهی چنانی و بسی فهم نماند ÷ از راه والا منشی و آگه دستی معاف فرمایند ÷

ولہ قطعہ تاریخ کہ از ہر چار مصرعش چہار سنہ جدا جدا پیدا میشود

بفضل اللہ کہ این نسخہ کام جان
عیسوی ۱۸۸۹
ز ہر چار مصرع سنش بین جدا
فصلی ۱۲۹۶

شدہ تم بالخیر بی طعن ریب
بکرمی ۱۹۴۵
زہی طبع شد نسخہ بی نیل عیب
ھجری ۱۳۰۶

ولہ قطعہ تاریخ بصنعت زُبُر و بیّنات

حضرت مولوی خلیل احمد
ہر چہ گفت او بمذہب اسلام
گشت زو چاک سینۂ حاسد
سال تاریخ او چو می جستم
ای عزیز از بیّنات و زُبُر

کرد تصنیف این رسالۂ نو
بر خلاف عدو ز کتب عدو
کہ نگیرد بہیچ رشتہ رفو
آمد از غیب این ندائی نکو
بجواب کتاب شیعہ گو

جدول زبر و بینات														
[illegible]	۴	۴	۴	۱۱۱	۴	۱۰۱	۴۰۱	۱۱۱	۴	۴۰۴	۱۱	۱۳۰	۴	
[illegible]	—	[illegible]	[illegible]	[illegible]	—	[illegible]	—	[illegible]	—	[illegible]	—	[illegible]	[illegible]	۱۳۰۴
[illegible]	۲۰	[illegible]	[illegible]	—	۲۰	[illegible]	۱۰	—	۲۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

قطعہ تاریخ نتیجۂ کلک گوہر سلک مولوی فیروز الدین صاحب خلف الرشید مولانا مولوی غلام علی صاحب مغفور تلمیذ و خواہر زادہ مولوی عزیز الدین صاحب خوشنویس مرحوم ساکن گوجرانوالہ حال ملازم سرکار فیضدار رو بہاولپور دام اقبالہ

حضرت مولانا خلیل احمد
حاوی معقول و محدث فقیہ
صاف کن باطن اہل حسد

فاضل و ہم حافظ و عالم ادیب
جامع منقول مبصر لبیب
نور دہ دیدہ صاحب نصیب
داد باہا تف غیب این ندا

حامی دین حاجی بیت الحرم
از پی تردید دلیل مجیب
فکر چہ فیروز نمودہ لبیب (?)
سرمہ پی دیدہ فاضل نجیب (?)

حامی ترک ست خدا را حبیب (?)
کرد چہ تصنیف کتاب عجیب
از پی تاریخ بطرز غریب

ایضاً اردو

اسناد زمان جمیل محمد	تقنیت جلی کتاب نادر	سال و سکا سرش نے بنایا	۱۳۰۶ الحمد خوب چھپی کتاب اکمل

تقریظ للحبر النحریر المتبحر وحید العصر فرید الدہر عمدۃ السالکین اقوم المسالک عبد المالک صاحب خلف الرشید لمولانا المولوی محمد عالم صاحب ساکن قریہ تھوڑی قریۃ من قریٰ گجرات فیضان الله من دلی بستان العلوم کما ولقور صبا الله تعالیٰ عن الشر والفتور

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی لا ند له ولا ضد له الذی انعم علینا بکتابه المبین المجید الکبیر بالوعد والوعید وارسل خلیله لاحمد وجبیه المحمد المحمود والحمید بالبراهین القاطعة والحجج الساطعة هدی لکل شقی وسعید ولما شاع فی هذا الزمان تماعت اقوال بعض اهل البطلان من اهل التشیع بالتشنیع علینا ولجلبوا بخیلهم ورجلهم علینا لو تدعوا الاصحاب دعاوا وانتفوا عن الحق لذا قالوا ما للامام هذا وکان لهم هذا حتی ذاع طعنهم فی الغباء وشاع طعنهم الی الحی قام من امر حکم وما عنم للامام الهمام والعالم الطمطام والفاضل القمقام جامع لعلوم النقلیة وحاوی الفنون العقلیة مولانا المحدث الفقیه لاوحد وحضرت الحاج الحافظ الاوحد المولوی خلیل احمد المکنی بابی ابراهیم لا زالت شموس فیوضه بازغة بفضل الله الرحمن الرحیم بتحریر جوابهم وازالة شکوک ارتیابهم حتی قام فی اعمال الهمة کالرئیس بالعزم الرصین من اوقاته البهیة کانت مستغلة بالتدریس اذ حضر بخیامهم با نوالهم ورد بزهیهم بما لعمری هذا کتاب ما صنف مثله وقد اصلح ما فسد فهو تذکرة لمن یخشی من نار الحرمان ودبیلا وقد هتف الهاتف تفہیم الخطاء وقال بحضرتها اصبحت خیراً مورخاً ۱۳۰۶ لاختتام الکتاب لما استغنی بهما المقلولین عن الغلو واستغنی قلب الحیاد المعتل بمرض العلة وجد تاریخ النطاع هدایات الرشید من کتاب

تاریخ	الله المبین المجید لا زالت محمیاً بابد امد ۱۳۰۶ کتب احکمت آیته	منظوم

کتاب کریم برد الروافض لعلامة الفاضل الیلمعی هو الحافظ الاکمل الاوذعی	کسیف قضیب فتح الفتن خلیل النبی فرید الزمن کا شمس الضحی فی سماء المدن	کتاب مجید هدی للانام وسیم بلیغ اریب ادیب وقام دوا الخصیم خصیماً	معید مبیر لاهل العطن شریف باخلاقه ذو المنن شمس نجیب وجیه حسن

قد احتج فیه بنص صریح | فمن یرتغب عن نصوص کمن | ینبغ الرشاد ویبل عن الضلال | ویسعی لجهل ویلقی الغبن
باظهار حق معانی الکتاب | کاذهار وجه باعلی الفتن | ویا طالب الحق انظر الیه | ودع الجهل فیه الوزر والوهن
سیشفیک من کل داء الشکوک | کاکل الحقائق یشفی البدن | وینهاک عن کل فحش ومنکر | ویهدیک حقا ویقضی الحزن

الیضاً — بتاریخه قال حبیب الملک کتاب الخلیل مجید واحسن ١٣٠٦ — فارسی

جناب مولوی صاحب مکرم | ادیب و فاضل و مقبول و زاہد | خلیل احمد کہ او رئیست ثانی | باخلاق و باوصاف و محامد
مرتب کرد در رد روافض | کتابی را به برہان و شواہد | حروفش جملہ در سلک سطورش | درخشان است چون لعل و فرائد
چو تحریرش بعالم گشت رائج | متاع خصم او گردید کاسد | مخالف ہر چہ بر بست الزام | نمودہ بر مخالف جملہ عاید
ازپی تاریخ طبعش گفت مالک | ہدایات الرشید از بہر عانذ ١٣٠٦

قطعهٔ تاریخ از طبع وقاد و ذہن نقاد عالم اکمل و فاضل علیم البدل سیادت پناہ جناب سید محمد زمان شاہ صاحب قصوری وخیر پوری متخلص بناز تلمیذ حضرت مصنف

جناب مولوی صاحب معظم | شفیق و مہربان سنیان ہے | غنیمت ہے وجود آنکا جہان مین | وجود انکا جہان مین مثل جان ہے
وحید العصر ہین علم و شرف مین | فضیلت مین نظیر انکا کہان ہے | ہدایات الرشید ان کا رسالہ | بہت عمدہ دلائل کا بیان ہے
جواب اسمین عجب ہے مذہب شکن مین | کہ شیعہ طعن سنی کو تو زبان ہے | برائے دوستان ہے مثل گل کی | بشکل خار بہر دشمنان ہے
جزاہ اللہ فی الدارین خیرا | کہ ممنون آپکا سارا جہان ہے | نیازی نے لکھا ہجت کی رو سے | کلام دلپذیر عاقلان ہے

تقریظ منظوم کتاب مستطاب منجانب مجمع الجمعیت البوس حافظ محمد عبد القدوس قدسی غفر الله له ولوالدیه واحسن الیهما والیه - مالک مطبع قدوسی - واخبار صحیفه قدسی دہلی

زبان خامہ وقف حمد حق ہے | مگر ہیبت سے اسکا سینہ شق ہے | مدادِ نیز مین گو ہے روانی | ہوئی جاتی ہے تو بھی پانی پانی
کنوؤن کی آنکھ ڈر سے چشم تر ہے | چمن مین کانپتی شاخ شجر ہے | بہی جاتے ہین دریا ہو کے پانی | سمندر بھول بیٹھا ہے روانی
اُسے یکسان ہے قربت ہو کہ دوری | برابر ہے اُسے فصل حضوری | اُسی کے ڈر سے کاہیدہ ہوا کاہ | ہوا چلتی ہے کہتے اللہ اللہ
وہ دیکھو دھوپ پر چھائی ہے زردی | بگولے کر رہے ہین کوچہ گردی | چٹخ کر جھاڑ مین کہتا ہے دانہ | الٰہی مجکو دوزخ سے بچانا
ہمت کر تل بنا رخسار کا خال | رخ گلگون مین آخر آگیا بال | نفس بھی دمبدم زیر و زبر ہے | کمر باندھے ہوئے ہر دم کمر ہے
اُسیکے حکم مین چلتے ہین تارے | حباب اسکی سمجھتے ہین اشارے | زمین و آسمان سب اسکی منقاد | ملک جن و بشر حور و پری زاد
طبیعت ہے جو مضمون لکھا ہی | مجھے یاد آگئے دو شعر جامی | ز بام آسمان تا مرکز خاک | اگر صد ره بپاید وہم ادراک
فرود آیند یا بالا شتابند | ز حکمش ذره بیرون نیابند | سحاب رزق اسکا سب پہ برسا | نہ ترسا تک کبھی روٹی کو ترسا
بجز حمد اسکے اب مین ہے | سکت اللہ ہی کی ذات مین ہے | خدا کی کبریائی کی نہین تھاہ | وہی ہوگا وہی ہے اور وہی تھا
ادا اللہ ہی نے کی کچھ حمد باری | تو اب نعت نبی کی آئی باری | ہوا ہے نعت کا یہ کس کے آہنگ | کہ ہے طرز بیان کا اور ہی رنگ
طبیعت خود بخود ہی لگی جون | سمند فکر کیون ہوتا ہے پویان | مگر ذکر شہ ختم رسل ہے | شروع نعت ادنی سبل ہے
محمد ابن عبد اللہ کیسا ہین | رسول اللہ ختم الانبیا ہین | وہ ہین اقلیم عشق کے شہنشاہ | صراط مستقیم ان کی گذرگاہ

قطعهٔ تاریخ - از جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب فقیر سلمه الله الکبیر
چون ز اقلیم دین این تالیف + گرد بردار حرب شیعه نزد ول + از سمی خلیل چون نه بود +
عسکری خاستند تیغ و سنان + برنیامد کس بجز افغان + اینکه مطرود در رفض شد زجهان +

وہ سجاد لدی اسی کا مری
وہی امجد وہی محمود ہی ہیں
انہیں سے ہوں کون مکان
ہر کہ بعد ہم مقصود خامہ
وہ پہلے جانشین مصطفیٰ ہیں
جو آئی ہیں دو تا لی عمر
یہاں سے ہیں ڈیڑھ کے گرجا
ہیں عثمان سعید ستم حیا داد
کہا اسی ہر باب سب سے مرگز
علی مرتضیٰ ہیں بعد سے آگے
ہوں میری حسنین ہوں ہمارے
وہ قائل ہیں کل من ہیں
انہیں حاصل ہو وہ معقول منقول
جلیل احمد ہی کا نام نامی
دو کرتے ہیں حریفوں کو دو پارہ
جو مقبولوں پہ کرتے ہیں مرا

وہ شاہ ہیں شفاعت پر ہیں
وہی حامد وہی مسعود ہی ہیں
انہیں سے فرض ہو دو جہاں پر
کہ مولود حبشی لدیم ہیں
وہ کاتب ہیں کالی ہیں
رسول حق کے نائب ہیں

وہی ہیں مصدر اور نام ہی
وہی نکریں عالم کا سبب ہیں
وہ یار غار رحمۃ للعالمین ہیں

وہی بیشک ہیں محبوب الٰہی
وہی تسلیم اور کاسب ہیں
درود ان پر سلام الٰہی

الیضاً

ہوا انجام العبید اللہ سیر

قیامت میں شفاعت

الیضاً قطعہ تاریخ

قطعہ تاریخ

قطعہ تاریخ ابجدہ منظر حسین کاتب کتاب ہذا برادر زادہ مولوی عزیز الدین صاحب خوشنویس